انوار خطابت

جلد اول

محرم الحرام تا جمادی الاخری

تالیف

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ و بانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

ناشر

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، X روڈ، حیدرآباد، الہند

www.ziaislamic.com

ph:9032857993-9032003473

zia.islamic@yahoo.co.in

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : انوار خطابت، حصہ اول تا ششم

تالیف : مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

طبع سوم : شعبان المعظم 1436ھ، م مئی 2015ء

صفحات : 648

تعداد اشاعت : ایک ہزار (1000)

قیمت : 550 روپئے

ناشر : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد دکن

مطبع : مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

کتابت وتزئین : مولانا حافظ احمد محی الدین رفیع، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ / محمد عبدالرزاق

کمپوزنگ : ابوالبرکات کمپیوٹر سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، دکن فون نمبر: 040-24469996

پروف ریڈنگ : مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب، مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب، مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب
مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب

ملنے کے پتے :
- جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن
- ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، شبلی گنج، حیدرآباد
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد
- گیارہ سیڑھی، بارگاہِ بندہ نوازؒ، گلبرگہ شریف۔ کرناٹک
- ہاشمی محبوب کتب خانہ تعظیم ترک مسجد، بیجاپور
- دیگر تاجران کتب، شہر و مضافات

اجمالی فہرست

فہرست

محرم الحرام کے خطابات

......ربیع الاول کے خطابات......

……ربیع الثانی کے خطابات……

......جمادی الاخریٰ کے خطابات......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

مفکرِ اسلام زین الفقہاء حضرت علامہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد و سرپرست اعلیٰ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلٰى وآله الطيبين الطاهرين و اصحابه الاكرمين اجمعين . امابعد!

خطبات کاملہ عطیہ ربانی اور انعام رحمانی ہے، دنیا کی ہرقوم میں خطیب ہوئے ہیں جو اہم موقعوں پر اپنی خطابت سے قوم کو بہادری، شجاعت، جرأت و ہمت پر ابھارتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں، اصلاح فکروعمل کی طرف راغب کرتے ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ماقبل اسلام مختلف علاقوں میں بڑے بڑے خطیب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے مذہبی مقامات سے لیکر میدان حرب وضرب تک اپنی قوم کے افراد کو جانبازی اور قربانی کے جذبات سے سرشار کیا۔ عربوں میں خطابت کو ایک خاص مقام حاصل تھا، ان میں بڑے بڑے خطیب گذرے ہیں جن کے خطبے انکی زبان دانی، مہارت لسانی، حب الوطنی کے آئینہ دار ہوتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ نے عمرانی، انسانی، روحانی، معاشرتی، انفرادی، اجتماعی، فکری، اعتقادی اور لسانی ہر اعتبار سے اثر ڈالا اور انقلاب بپا کیا۔ خطابت کو بھی آپ نے ایک نئی جہت اور جدید رنگ روپ عطا فرمایا جسکی توثیق **ان من الشعر لحكمة و ان من البيان لسحرا** سے

ہوتی ہے۔ آپ نے خطابت کو توحید و رسالت، اصلاح فکر و عمل اور خدمت انسانیت، فکر آخرت کی طرف موڑ دیا، خصوصی موقعوں پر دیئے گئے آپ کے خطبات آج بھی ساری دنیا کے انسانوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ اسلام نے جمعہ، عیدین، نکاح اور دیگر مناسب مواقع پر وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت کے عمل کو دوام عطا کیا، ان میں جمعہ کے خطبات کی بڑی اہمیت وافادیت ومعنویت ہے، علماء کرام اور خطیبان امت نے اس سلسلہ میں بڑی محنتیں اور کوششیں فرمائیں، زیر نظر کتاب جو انوار خطابت سے موسوم ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسمیں سال کے بارہ مہینوں کے جمعوں کے خطبات کو عربی زبان کے قواعد کی رعایت کرتے ہوئے اور قرآن مجید کے علاوہ حدیث شریف، اسماء الرجال، فقہ اسلامی، تاریخ، تذکرہ اور دیگر ضروری علوم وفنون کی کتابوں کے حوالوں سے مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے، اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے دینی احکام وعقائد اور مسائل کے بتانے میں دلائل کا اہتمام کیا ہے، جو آج کل کے حالات اور ماحول کے لحاظ، جدید ذہن اور مزاج کے مطابق ہے، تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہوئے ان سے نتائج اخذ کرتے ہوئے متوازن لب ولہجہ اور سلیس انداز اختیار کیا گیا ہے، تعاقب اور رد کے مواقع پر بھی زبان وقلم کی ثقافت کو برقرار رکھنا ہی ایک عالم دین کی شان ہے۔ ہر دور اور وقت کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں، مؤلفین اور مصنفین اسی کے مطابق کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ انوار خطابت میں اسلامی فقہی مسائل کے علاوہ جدید مسائل پر مصادر اسلامی اور مخازن شریعت کی روشنی میں قلم اٹھایا گیا ہے اور حتی الامکان جدید ذہن کو مطمئن کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے، مصنف کتاب عزیز مولوی مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی وقادری جامعہ نظامیہ کے مولوی کامل وشیخ الفقہ ہیں، افتاء نویسی، مضمون نگاری کے ساتھ خطابت

اورتحریر کا ذوق اور ملکہ رکھتے ہیں، آداب علم، اکرام شیوخ اور فیضان اسلاف کی معرفت انوار خطابت کے فائدہ وافادہ کو وسیع کرتے ہوئے بڑی عمر کے شائقین کے علاوہ مساجد میں بحیثیت خطیب فریضہ انجام دینے والوں کیلئے ایک اچھا اور عمدہ مجموعہ خطبات جمع کر دیا ہے جس سے مبتدی بھی استفادہ کرتے ہوئے ایک اچھے خطیب بن سکتے ہیں اور معاشرہ کے اندر اصلاحی وفکری تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، صدی تقاریب شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے متصل کی جانے والی اس کتاب کی تیاری اور طباعت پر وہ سب کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ پاک ان کی اس کوشش کو شرف قبول اور عمر اقبال اور علم میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

naat\Hsanaa Khaleel Ahmed Sahab copy.tif not found.

مفکرِ اسلام زین الفقہاء حضرت علامہ مولانا مفتی خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد وسرپرست اعلیٰ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

17/رجب المرجب، 1436ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

انوار خطابت دینی و عصری حسیّت پر مبنی خطابات کا انسا ئیکلو پیڈیا

فصیح ملت حضرت مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ و بانی شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن

کائنات عالم میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جس کو حیوان ناطق کہا گیا ہے؛ کیونکہ نطق یعنی گویائی اس کی صفت ممیّزہ ہے۔ نطق جب سلیقۂ اظہار پاتا ہے تو تقریر' بیان یا خطاب کہلاتا ہے۔ خطاب یا بیان کا سحر مسلّم ہے۔

خَطب یخطب خطبةً و خطباً و خَطابةً کے معنی وعظ کہنا' تقریر کرنا، لیکچر دینا' حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھنا ہیں، کہا جاتا ہے خَطَبَ القوم وفی القوم 'اس نے قوم کے سامنے تقریر کی۔ خطُبَ خطابةً واعظ ہونا' مقرر ہونا' لیکچرار ہونا۔ خاطَبَہٗ خِطابًا و مُخَاطَبَةً ،تَخاطب تَخاطُباً ۔ باہم گفتگو کرنا۔ الخطاب ، گفتگو،فصل الخطاب ،فصاحت حکم جو دلیل یا قسم کے ساتھ دیا جائے،خطیب کا الحمدللہ کے بعد امابعد کہنا۔ الخُطبہ تقریر' گفتگو' خطبةُ الکتاب ،کتاب کا دیباچہ۔ الخطّاب ، الخطّابة بہت تقریر کرنے والا۔ الخطیب ،خطبہ پڑھنے والا۔ کہا جاتا ہے رجل خطیب ،خوش بیان مرد،اس کی جمع خُطباء آتی ہے۔(مصباح اللغات)

قوت گویائی ، زور خطابت ، اثر انگیز لہجہ ،تقریری صلاحیت ، مخاطبین پر چھا جانے کا فن ہے۔ جس طرح کسی نعمت کا صحیح استعمال مفید اور غلط استعمال مضر ہے اسی طرح نعمت خطابت کی افادیت اور اس کا ضرر اس کے استعمال پر موقوف ہے۔ ہر خطیب کو خطاب سے پہلے اپنی نیت درست کر لینی چاہیئے جیسے ہر نماز سے پہلے نیت ہے۔ اور جو

بھی مقرر یا خطیب قوم کے سامنے جاتا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہوسکتا نہ مخاطبین فرعون سے زیادہ گمراہ، اس لئے لب ولہجہ نرم اور ہمدردانہ ہو۔ مستحبات کے لئے محرمات میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔

اسلام سے پہلے دور جاہلیت کے عرب اپنی طلاقتِ لسانی اور شعر گوئی میں بلند مقام رکھتے تھے، وہ اس سے قبائل میں جوش پیدا کرنے کے علاوہ قوم کو بڑے بڑے کاموں پر ابھارتے تھے۔ اس دور کے خطیبوں کے خطبے تاریخی اور ادبی اہمیت کے حامل ہوتے تھے۔ ان کے خطابات دلنشین اسلوب، سحرِ بیان، سلیس محاوروں، خوشنما الفاظ، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملوں اور ضرب الامثال سے معمور ہوتے تھے۔

اسلام میں خطبوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام میں آ کر خطابت میں بلاغت اور حکمت کا اضافہ ہوگیا۔ اسلوب قرآن نے شاعری کو بھی بہت متاثر کیا اس کے اثرات خطابت میں بہت نمایاں ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد خطابت کی تاثیر و طاقت کے علاوہ خطیبوں اور ان کے خطبوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ دنیا کی کسی قوم نے اس کثرت سے خطیب پیدا نہیں کئے۔

اسلامی عبادتوں میں جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں خطبہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ خطبے تمدنی اور اجتماعی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، عبادت کے نظام کا رُکن اور اجتماعی مجلسی مقاصد کے بھی حامل ہوتے ہیں۔ مساجد کے خطیب اپنے خطبات میں مذہبی مسائل کے علاوہ ملی امور' اتحاد اور وحدت اور نظم وضبط کو بھی زیر بحث لاتے ہیں، یہ ان کی احوال عالم سے باخبری کا ایک بین ثبوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع ادب عالیہ کی دستاویز' انسانی حقوق اور آزادی کا عدیم النظیر منشور اور اثر و تاثیر کے اعتبار سے ایک عظیم شاہکار ہے۔

خلفائے راشدین کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فن خطابت کے شہسوار تھے جن میں حضرت ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، معاذ بن جبل، جعفر طیار، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدۃ بن الجراح، مغیرہ، شعبہ، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن مسعود، ابوموسی الاشعری، ابوسعید الخدری، مصعب بن الزبیر، عمرو ابن العاص، حاطب بن ابی بلتعہ، سالم مولی ابی حذیفۃ، سلمان فارسی، خالد بن ولید، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین اور صحابیات میں حضرت عائشہ، خولہ، ھند بنت عبداللہ، ام سعد، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہن اجمعین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بنوامیہ کے عہد میں خطابت کا قدیم عربی انداز قائم رہا۔ عباسی دور میں خطابت پر ایرانی رنگ کے ساتھ ترکی سریانی، روسی اور بربری اثرات کی چھاپ لگ گئی۔ بعد کے ادوار میں مکاتیب اور شاہی فرامین نے خطابت کی جگہ لے لی تب بھی مسلمانوں نے اپنی شان خطابت کو باقی رکھا جس کا سلسلہ آج تک بلاانقطاع جاری وساری ہے۔

فن خطابت کے فروغ میں اس فن پر لکھی جانے والی کتابوں اور تصانیف نے بھی بڑا اہم رول ادا کیا۔ مذہبی خطابت کے تقدس کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں برقرار رکھنا ضروری تھا اس لئے اس جانب بھی خطباء امت اور علماء امت نے خصوصی توجہات کو مبذول کیا جس کی وجہ سے خطابت عمومیت کے باوصف خصوصیت اختیار کرگئی۔ خطابت کے موضوع پر پیش کردہ کتابوں میں بعض مواد کے رطب ویابس، واقعات نگاری، زیب داستان، منہاج فکر میں عدم توازن، تصلب کے بجائے تعصب اور اتحاد ووحدت کے بجائے تفرق وتشتّت کی نذر ہو گئیں۔

اس کے برخلاف بہت ساری کتابیں اپنے مقصد تالیف میں اس لئے کامیاب اور مقبول ہوئیں کیونکہ ان کو مدلل مواد، ثقہ معلومات، دل نشین اسلوب، عالمانہ اور محققانہ انداز،

قاری کے ذہن وعلم، عقل وفہم کی رعایت کے علاوہ قرآنی آیات پر اعراب کا اہتمام، احادیث مبارکہ میں صحت متن، اقرب اللفظ معنی ومفہوم، مناسب وضاحت، برموقع صراحت، اطمینان بخش تشریحات سے مزین اور موکد کیا گیا تھا۔

برصغیر ایشاء میں عالموں' صوفیوں' کے ساتھ خطیبوں کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ ملت کو زیادہ تر خطیب ان مقامات سے فراہم ہوتے ہیں جن کو ''مدرسے'' کہا جاتا ہے، ان مدرسوں کی چہاردیواریوں میں انفس وآفاق پر چھا جانے کی تدریب ومشق کرائی جاتی ہے۔ جذبات کو تہہ وبالا کرنے کے گُر سکھائے جاتے ہیں۔ دماغوں پر قابو پانے کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ خفتہ جذبات کو بیدار کیا جاتا ہے، ایثار وقربانی کے اسباق دہرائے جاتے ہیں۔ اتحاد واتفاق کی بانگ درا دی جاتی ہے۔ شاہین زادوں کو سلطانی فضاؤں کے بجائے علمی وعرفانی فضاؤں میں اڑنا سکھایا جاتا ہے۔

جامعہ نظامیہ' برصغیر ایشیاء کی ایک ایسی منفرد دانش گاہ ہے جہاں طلبہ کو مسائل کی فقاہت، علم وعرفان کی حلاوت کے ساتھ جوہرِ خطابت اور لہجہ کی ثقاہت سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے۔ مولانا المکرّم، خطیب المعظم، حافظ وقاری مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری زید مجدہٗ اسی جامعہ نظامیہ کے تعلیم یافتہ ایک سنجیدہ فکر عالم دین، مفتی متین، ماہر تعلیم، مؤلف ومصنف، شارح ومترجم، شاعر ونثر نگار، منتخبۂ روزگار، خطیب ومقرر، منتظم ومنضبط، علماء عرب وعجم سے رابطہ، منقول ومعقول سے آراستہ، اور عصری مسائل سے واقفیت اور ان کے حل کا شعور رکھنے کی بناء پر طبقہ علماء ومشائخ میں اعتبار واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

خشتِ اول کی صحیح بنیاد ہی ثریا تک دیوار کو سیدھا لے جاسکتی ہے، چنانچہ دور طالب علمی سے ہی مولانا موصوف کے جوہر زبان وقلم وقفِ علم واصلاح رہے اور

اب ''انوارِخطابت'' کے نام سے متشکل ہورہے ہیں۔ بارہ سو بیانوے صفحات پر بارہ اسلامی مہینوں کے اردو خطبات جمعہ کے ضمن میں نوع بہ نوع مضامین اور علوم وفنون کی ایک کہکشاں ضوفگن ہے جس میں کلام الٰہی، معجزات رسول، اعجازِ قرآن، حفاظتِ کتاب اللہ، صحابہ کرام، اہلبیتِ اطہار، فضائل وکمالات، شرف وفضیلت، مودت اہل بیت، اکرامِ صحابہ، حیاتِ شہداء، شہادتِ اہلِ عبا، سالِ نو کا پیغام، تقدیرِالٰہی، بدشگونی توہم پرستی، ذکرالٰہی، غیرمسلموں ساتھ اخلاقی ومعاشرتی ارتباط، اولاد کی تربیت کے اسلامی اصول، وصالِ مصطفوی کی اعجازی شان، حیات النبی، بعثت نبوی کے احوال، حریت وآزادی، ولادت باسعادت' خصائص وامتیازات، حسن وکمال سراپائے اقدس، اخلاق کریمہ، خطبہ حجۃ الوداع، بین الاقوامی اسلامی نظام، خواتین کے حقوق، دہشت گردی کا خاتمہ، غلاموں کے حقوق، عظمت اولیاء متقین، فیض رساں محبوبان خدا، اعزاز ابرار واخیار، غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، اسلامی قوانین، کرامت کی حقانیت، اتباعِ سنت واطاعتِ رسول کے فائدے، سود کے معاشی واخروی نقصانات، عظمت والدین، شیخ الاسلام بانی جامعہ کی اصلاحی وتجدیدی خدمات، عقیدہ ختم نبوت، فتنۂ قادنیت، فضائل سیدنا صدیق اکبر، خلافت کا عہدزرین، فتنوں کی سرکوبی، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، مبلغین وداعیان کے لئے اسلوب، نماز تحفۂ معراج، قربِ الٰہی کے درجات، اہمیت وفضیلت نماز، سفرمعراج، برزخی احوال، بےعمل واعظین وخطباء، معجزۂ معراج، اسرار وحقائق، سفرمعراج کی حکمتیں، ضرورت فقہ، مقام امام اعظم رضی اللہ عنہ، فقہ کی اصل، اولی الامر اور فقہاء، مرویات امام اعظم، مسائل کا استنباط، شب براءت بخشش ومغفرت، ثقہ راویوں کی احادیث، زیارت قبور، غیرشرعی امور سے اجتناب، توبہ واستغفار، فضائل وآداب، سید الاستغفار، ماہ رمضان کا استقبال واہتمام، لیلۃ القدر،

روزے کی فرضیت،فوائد صوم، زکوٰۃ کی فرضیت وآداب، فتح مکہ،حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خصائص وکمالات ، رمضان کے بعد کی زندگی ، ثمرات وفوائد رمضان المبارک،حضور علیہ السلام سے نسبت قرابت،سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ،شہداء احد کی فضیلت ، فضیلت واہمیت علم ، وحی اول ، چالیس احادیث کی برکات ،تعلیم نسواں ، تعطیلات سے استفادہ ،خوف وخشیتِ الٰہی ،عملِ صالح ،محاسبہ نفس ،الکٹرانک میڈیا کی تباہ کاریاں،شخصیت وتعلیمات حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ،روضۂ اطہر کی زیارت کے فضائل وآداب ، حج وعمرہ کے فضائل وبرکات ، پیکر صبر واستقامت حضرت ابراہیم علیہ السلام،قربانی' تقرب الٰہی ،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل،تقاریب میں منکرات سے بچاؤ، شامل ہیں ، اجمالی فہرست سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''انوار خطابت''میں موضوعات کا کس جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے۔

انوار خطابت 12 مطبوعہ 2011ء کے پیش لفظ میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ ''انوار خطابت'' کو خطبات کے اضافہ کے ساتھ اس کے تمام حصوں کو مجموعی شکل میں طبع کیا جائے گا۔اس مجموعہ کے ذریعہ اس کی تکمیل کی جارہی ہے۔دیکھنے کو یہ خطبات ہیں لیکن بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ انوار خطابت مخزن العلوم والفنون ہے۔اس کو بارہ مہینوں کے خطبات کا بجا طور پر انسا ئیکلو پیڈیا کہا جاسکتا ہے۔

''انوار خطابت'' کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حوالجات کا اہتمام والتزام کیا گیا ہے۔اس اہتمام کو ہر حصہ میں برقرار رکھا گیا ہے۔آج کی نسل اپنے اَب وجد کو بھی حوالہ اور تحقیق کی بنیاد پر پرکھ رہی ہے،مصنف کتاب نے ''خطاب بدلائل کتاب'' کے انداز کو اپنا کر ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کی تفسیر میں : مدارک،جلالین،روح البیان،ابن

ابی حاتم ،تفسیر مظہری ،تفسیر البغوی ،تفسیر خازن ،تفسیر ابن کثیر ،تفسیر قرطبی ،تفسیر درمنثور ، تفسیرات احمدیہ ،تفسیر طبری ،تفسیر کبیر ،تفسیر روح المعانی ،تفسیر بحرالعلوم ،تفسیر انوار التنزیل ،تفسیر السراج المنیر ،تفسیر نیشاپوری اور کتب احادیث میں صحیح بخاری ،صحیح مسلم ،ابوداؤد ، ابن ماجہ ،ترمذی ،نسائی شریف ،مستدرك على الصحيحين ،شعب الایمان ، کنزالعمال ،مسند امام احمد ،سنن کبریٰ ،مسند احمد ،طبرانی شریف ،ابن عساکر ،مرقاۃ المفاتیح ،مواہب اللدنیہ ،مسند ابی حنیفہ ،جامع الاحادیث للسیوطی ،اکمال ،زجاجۃ المصابیح ،مشکوٰۃ المصابیح ،اربعین النووی ،عمدۃ القاری ،ابن حبان ،مسند فردوس ،مصنف ابن ابی شیبہ ،اسماء الرجال ،فقہ اور تاریخی کتابوں میں تاریخ الطبری ،تاریخ العقائد ،شرح عقائد نسفی ،سبل الھدی والرشاد ،الریاض النظرۃ ،البدایۃ والنھایۃ اتحاف الخیرہ ، الصواعق المحرقہ ،معرفۃ الصحابۃ ،انوار احمدی ،مقاصد الاسلام ،مواعظ حسنہ ،المقاصد الحسنہ ،دلائل النبوۃ ،معارج النبوۃ ،مدارج النبوۃ ،سیرۃ ابن ھشام ،ردالمحتار ،قلائد الجواہر ، بہجۃ الاسرار ،الغنیۃ لطالبی طریق الحق ،اخبار الاخیار ،سیرالاولیاء ،مرأۃ الاسرار ،شواہد النبوۃ ،نورالابصار ،جامع کرامات الاولیاء ،افادۃ الافھام ،تاریخ دمشق ،تاریخ الخلفاء ، الاستیعاب ،قوت القلوب ،حلیۃ الاولیاء ،نزھۃ المجالس ،مجمع الزوائد ،جیسی نادرۂ روزگار کتب سے آراستہ ہے۔

''انوار خطابت'' کے مطالعہ کے وقت قاری یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہیگا کہ مصنف محترم نے اپنے اونچے علمی ذوق ،اور بلند مزاج تحقیق کےعلاوہ اپنے حافظہ کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہےاور بڑی بڑی کتابوں کے حوالے کی اصل عبارتیں اور سلیس طبع زاد ترجمہ پیش کیا ہے ،جس سے اُن کے سلیقۂ اظہار کےعلاوہ انداز پیش کش اور ترجمہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا علم بھی ہوتا ہے ۔اس طرح وہ ایک مصنف کے ساتھ ساتھ ایک مترجم کی

حیثیت سے بھی سامنے آتے ہیں۔

مولانا مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری نے ''انوار خطابت'' کے اوراق پر منقول کے ساتھ معقول اور عصری احساس اور فکر وشعور کے دریچوں کو بھی وا کر کے رکھ دیا ہے۔

قاری کو دورانِ مطالعہ اس بات پر حیرت وتعجب بھی ہوگا کہ ''درس نظامی'' کا ایک فارغ التحصیل اور ''مدرسہ'' کا تعلیم یافتہ 'ڈی این اے ٹیسٹ ، ویلنٹائن ڈے ، سگریٹ نوشی ، حفظان صحت ، یومِ جمہوریہ ، معاشی بحران کی وجوہات ، سال نو تقاریب ، فرینڈشپ ، لَو میرج ، ہم جنس پرستی ، ٹیچرس ڈے ، اسٹوڈنٹس ڈے ، انٹرنیٹ ، ٹی وی چیانلز ، موبائیل ، الیکٹرانک میڈیا ، سوشیل میڈیا ، غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات ، دہشت گردی کا خاتمہ ، کوایجوکیشن جیسے عصری اور سلگتے مسائل پر بھی پورے شعور کے ساتھ قلم اُٹھا سکتا ہے اور اِن نکات ومسائل پر قانونی ، شرعی ، طبی ، معاشرتی ، انفرادی واجتماعی اثرات ومضمرات کو بیان کرتے ہوئے عصری چیلنجس کا اسلامی حل پیش کرسکتا ہے۔

مصنف کی یہ کوشش مدارس کی تعلیم وتربیت پر انگلی اٹھانے اور موضوعِ بحث بنانے والوں کو علماء کی عصری حیثیت سے آگاہ کرتا ہے کہ ہم بھی سینے میں دل ، آنکھ میں نظر اور منہ میں زبان رکھتے ہیں ، کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

''انوار خطابت'' کے سینکڑوں موضوعات اور صدہا عنوانات پر اظہار خیال کرتے وقت مصنف کی شخصیت اور اُن کے علمی ' ادبی ' تحقیقی ذوق کے پردے اُٹھتے جاتے ہیں ، وہ صرف محراب ومنبر کے صداکار نہیں بلکہ ادب عالیہ کا عمدہ اور اعلیٰ ذوق بھی رکھتے ہیں ، جس کا ثبوت انہوں نے فارسی ' عربی ' اردو کے صف اول کے شعراء حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ، شیخ الاسلام انورؔ ، خواجہ میر دردؔ ، ڈاکٹر اقبالؔ ، بیدمؔ وارثی ، رضا

بریلوی، امجد حیدرآبادی، کاملؔ شطاری جیسے شعراء کرام کے برموقع برمحل اور خوبصورت اشعار کے ذریعہ دیا ہے، علاوہ ازیں خود مصنفِ کتاب کے اشعار کا ایک حسن انتخاب بھی ان کے ذوق شعروسخن کو بتمام وکمال ظاہر کررہا ہے۔

محرم الحرام 1432ھ میں شروع اور ذی القعدہ 1432ھ میں حسن اختتام کو پہنچنے والے اس سلسلہ زرین کو ''صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے'' کے مصداق WWW.ZIAISLAMIC.COM پر عالم کے اصحاب علم وفن اور ارباب حل وعقد کے لئے انوارخطابت کے 1292 بارہ سو بیانوے صفحات کو جو جامعہ نظامیہ کا سنہ بنیاد ہے معنی خیزی کے ساتھ پیش کردیا ہے اور اپنی مادر علم وعرفان کے بانی مبانی شیخ الاسلام، حجۃ الانام حضرت الشاہ محمد انوار اللہ الفاروقی چشتی قادری رفاعی صابری نوراللہ مرقدہ کے نام نامی اسم سامی سے منسوب ومعنون کرکے اپنی محبت وعقیدت کے جذبہ کو تہہ دامانِ شیخ الاسلام اور روحِ روان جامعہ کی پناہ شریعت پناہ میں محفوظ ومامون کرکے شعوروفا کی نادر مثال قائم کی ہے۔مولانا محترم کی یہ کوشش ہرآئینہ قابل تحسین وآفرین اور صد پذیرائی ہے ۔ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر کے جملہ کارپردازان، رفقائے محترم، معاونین معظم، خیرخواہان محتشم کے جان وتن، بفضلِ وضیائے رب ذوالمنن دائما بامرادوشادکام رہیں آمین والحمد لله رب العالمین ۔

العبدالضعیف

شاہ محمد فصیح الدین نظامی

مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

16/رجب المرجب،1436الھجری

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

یہ گلوبلائزیشن کا دور ہے، آج دنیا ایک چھوٹے گاؤں کی شکل اختیار کرگئی ہے، انٹرنٹ ایک وسیع جال کی طرح ساری دنیا کو گھیرا ہوا ہے، لمحہ بھر میں ایک بات ساری دنیا میں پہنچائی جاتی ہے، ابلاغ وترسیل کے ذرائع جس قدر وسیع اور عام ہوتے جارہے ہیں اسی طرح معاشرہ میں بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے، ان وسائل کے غلط استعمال کے سبب نئی نسل تباہ ہورہی ہے، اسلام دشمن طاقتیں ان ذرائع ووسائل کے ذریعہ اسلام کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کررہے ہیں، کبھی قوانین اسلام پر رکیک حملے کئے جارہے ہیں تو کبھی شعائر اسلام کے تقدس کو پامال کیا جارہا ہے، کہیں احکام اسلام کا استہزا کیا جارہا ہے تو کہیں قرآنی آیات پر اعتراضات کئے جارہے ہیں، ایسے نازک وقت پر عقائد اسلامیہ کے تحفظ' قوانین اسلام کی پاسبانی اور احکام شرعیہ کی پاسداری کے لئے ، بے حیائی کا سد باب کرنے اور اسلامی اخلاق کو عام کرنے کے لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ انہیں ذرائع ووسائل کا استعمال کرکے عالمی پیمانہ پر حقائق کو واضح کیا جائے اور اسلام کی حقیقی تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قومِ مسلم حق کی سربلندی کے لئے تیار ہوجائے اور باطل سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہوجائے۔

انہی اغراض ومقاصد کے تحت مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی دامت

برکاتہم شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ نے رہبر شریعت، شیخ طریقت، فیض درجت سیادت مآب حضرت ابوالخیر سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد دامت برکاتہم شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ کی زیر سرپرستی، زبدۃ المحدثین، خاتمۃ المحققین حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے معنون ایک علمی وتحقیقی ادارہ "ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر" قائم فرمایا۔

الحمدللہ! ریسرچ سنٹر روزِ اول ہی سے اپنے مقصد قیام کے مطابق ملت اسلامیہ کی شرعی رہنمائی کررہا ہے۔

یہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا فیض اور بانی ریسرچ سنٹر کا اخلاص اوران کی محنت ہے کہ آج یہ ادارہ ساری دنیا میں وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ملک وبیرون ملک مدارس وجامعات اور علمی حلقوں میں یہ اپنا انفرادی مقام رکھتا ہے،خصوصا بیرون ممالک میں رہنے والے افراد جو اپنے مسائل کا شرعی حل جاننے کے لئے دشواریوں کا سامنا کرتے ہیں ایسے افراد کے لئے مفتی صاحب قبلہ کی ویب سائٹ ایک ضرورت بن چکی ہے۔

الحمدللہ ! مفتی صاحب قبلہ سادات گھرانہ کے چشم وچراغ ہیں،نسب کا فیض اور علم کی برکت سے اللہ تعالی آپ سے عظیم خدمات لے رہا ہے۔

درس وتدریس ،فقہ وافتاء ،تصنیف وتالیف اور مواعظ وخطابات ہر جہت سے آپ علمی،تحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ملک وبیرون ملک مختلف اخبارات، میگزینس اور مجلّات میں آپ کے تحقیقی فتاوی اور علمی مضامین شائع کئے جاتے ہیں،کئی ایک مقامی،قومی اور بین الاقوامی چیانلس پر آپ کے پروگرامس نشر کئے جاتے ہیں،عوامی

استفادہ کے ساتھ خطباء و واعظین کے لئے خطبات کا ایک حسین گلدستہ تیار کیا، حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے اسم گرامی سے اقتباس نور کرتے ہوئے اس کا نام "انوار خطابت" رکھا گیا۔

انوار خطابت سیریز ماہ محرم الحرام 1432ھ م ڈسمبر 2010ء میں شروع کی گئی تھی، الحمدللہ! اس سیریز کا بارہواں حصہ ذی القعدہ 1432ھ م اکٹوبر 2011ء میں طبع ہوکر منظر عام پر آ گیا، ان بارہ حصوں میں جملہ پچاس (50) موضوعات پر فکر انگیز تحقیقی، مستند و مدلل خطابات تھے' جو ایک ہزار ساٹھ (1060) صفحات پر مشتمل تھے، الحمدللہ! اس مرتبہ اِن تمام حصوں کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے؛ تاکہ قارئین کو ایک ساتھ خریدنے اور محفوظ رکھنے میں سہولت ہو، ان دو جلدوں میں 6 خطابات کا اضافہ کیا گیا، اس طرح سے دو جلدوں میں 56 خطابات (1292) صفحات پر مشتمل ہیں؛ تاکہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے نسبت و شرف اور تاسیس جامعہ نظامیہ کے سنہ اور حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے سنہ سے مناسبت ہو جائے۔ ''92'' سرکار دو عالم کے نام مبارک ''محمدؐ'' کے اعداد ہوتے ہیں اور ''12'' تو تاریخ میلاد حبیب پاک ہے۔ اور 1292ھ'' 19 '' ذی الحجہ کو حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے مرکز علم و عرفان جامعہ نظامیہ قائم فرمایا۔ اسی طرح حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے ولادت کا سنہ بھی 1292 ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ اب تک حضرت مفتی صاحب نے ایک سو پچیس (125) کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں بعض زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور بقیہ کتب www.ziaislamic.com پر پڑھی جاسکتی ہیں۔

انوار خطابت کے مصنف کے علمی انداز، تحقیقی اسلوب، آپ کے مستند انداز میں

خطاب، کسی کو متہم کیئے بغیر کتاب وسنت کی روشنی میں موقف کی وضاحت کرنے کے سبب دیگر تصانیف کی طرح یہ خطبات بھی مقبول خاص وعام ہو چکے ہیں، اشاعت کے ساتھ ہی ہر حصہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔

خطیب کی یہ بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مثبت انداز میں اپنی بات پیش کرے اورعوام جس غلط فہمی کا شکار ہیں اس کا ازالہ کرے اور مستند طریقہ سے حق کا پیام پہنچائے اور ان کے شکوک وشبہات ختم کرے۔

کچھ عرصہ قبل ہمارے بزرگوں نے سادہ انداز میں امہات الکتب سے احادیث شریفہ نقل کیں، اوران کے بیان کرنے کے بعد کسی اور حوالہ اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی تھی، چونکہ آج جب کوئی واقعہ سنایا جاتا ہے یا حدیث شریف بیان کی جاتی ہے تو تقاضا ہوتا ہے کہ اس کا حوالہ بھی بیان کیا جائے، اسی لئے ایسے کتب کی ضرورت تھی جن میں احادیث شریفہ مع حوالہ بیان کئی جائیں۔

حضرت مصنف کی کتب بشمول انوارخطابت کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں احادیث کے عربی متن پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مکمل حوالہ، کتاب اور باب کی نشاندہی کے ساتھ احادیث شریفہ کے نمبرات بھی ڈالے گئے تا کہ بوقت ضرورت اصل کتب سے بآسانی رجوع کیا جاسکے، آپ کی کتب علمی وتحقیقی مواد سے بھی مزین ہے۔ عصری لحاظ اُسے طبع بھی کیا گیا، سرورق بھی دیدہ زیب اور کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا۔ یہ خطبات 'مہینوں کی مناسبت سے تحریر کئے ہیں، اوراس طور پرانہیں ترتیب دیا ہے کہ جمعہ کے علاوہ 'نماز فجر اور عصر کے بعد بھی نصابی کتاب کی طرح انہیں سلسلہ وار پڑھا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد عبدالقدیر قادری صاحب اور مولانا حافظ احمد محی الدین رفیع نقشبندی صاحب نے اس کی کمپوزنگ کی اور مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب، مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب، مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب، مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب اور مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب نے پروف ریڈنگ کی ۔ جناب محمد معین الدین نقشبندی صاحب، جناب محمد عبدالقادر عرفان نقشبندی صاحب، جناب محمد عبدالرحمٰن نقشبندی صاحب فیس بک یوٹیوب اور واٹس اپ پر مفتی صاحب کے نگارشات وخطابات روزانہ اپڈیٹ و اپلوڈ کررہے ہیں مولانا حافظ سید مزمل نقشبندی' مولوی سید محمد نورالدین زہیر نقشبندی صاحب خطابات کی ریکارڈنگ وایڈٹنگ کی خدمت انجام دے رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اور جملہ معاونین وکارکنان کو اپنے فضل وکرم سے اجر جزیل عطا فرمائے اور بیش از بیش خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اور پروردگار عالم حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے، آپ کی ذات گرامی سے قوم وملت کو مزید فیضیاب فرمائے، اور اس گلدستۂ خطابت کی مہک سے جہاں کو مہکائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔

از: محمد خالد علی قادری، ناظم شعبۂ نشرواشاعت ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انوارِ خطابات کی خصوصیات اور اصول وآدابِ خطابت

منصبِ 'خطابت' کو انبیاء کرام علیہم السلام نے زینت بخشی، خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آداب واصول سے صحابہ کو آگاہ فرمایا۔ یہ بڑا احساس وذمہ داری کا منصب اور اہم ذریعۂ دعوت وتبلیغ ہے، قوم کی ذہنی وفکری رہنمائی کے ساتھ ساتھ احیاء دین کے عظیم مقصد کا جلیل القدر وسیلہ بھی ہے۔ کسی دور میں اس کی اہمیت وافادیت کم نہ ہوئی۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس کا طوطی سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آج خطباء ولیکچررس کا وجود ناگزیر ہے۔ خصوصا مذہبی تعلیم وتربیت کی ترسیل کا سب سے بڑا ذریعہ آج بھی 'خطابت' ہی ہے۔

اس کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر ہر زمانے میں قائدانہ صلاحیت رکھنے والے خطباء ودینی پیشواؤں کے خطبات کو محفوظ کیا گیا۔ آج بھی مارکیٹ میں مکتب کے نونہالوں سے لیکر، نوخیز خطباء کے لئے بہت سے تقریری مجموعے موجود ہیں۔ زیرِ نظر ایک جدید اسلوب کا حامل کتابی سلسلہ 'انوارِ خطابت' ان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

انوارِ خطابت کے امتیازات:

☆ یہ کتاب بیک وقت ان مبتدی خطباء کے لئے بھی مفید ہے جو رٹ کر، محنت کر کے خطاب کی تیاری کرتے ہیں اور مشاق خطیب کے لئے بھی نافع ہے کہ اس میں کوئی بات بغیر حوالہ ودلیل کے درج نہیں۔ بلکہ کثرت سے دلائل وحوالہ جات موجود ہیں۔

☆ یہ کتاب گو کہ خطابت کی ہے لیکن موجودہ دور کے علمی اسلوب کی رعایت

کرتے ہوئے اس میں جا بجا ذیلی سرخیاں اور عنواتات قائم کیئے گئے ہیں تا کہ اگر ان کو صرف ترتیب سے پڑھا بھی جائے تو ایک بہترین پر مغز لیکچر بن جائے۔

☆ عام نہج سے ہٹکر جدید اور سنجیدہ اسلوبِ خطابت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ ہر خطاب سے پہلے نکات کو درج کیا گیا ہے۔

☆ حسب موقع و مناسبت روزمرہ پیش آنے والے اصلاح عقائد و اعمال پر مشتمل عنوانات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

☆ آیات و حوالہ جات کے لئے الگ الگ نمایاں فونٹس کا استعمال کیا گیا ہے۔

☆ قرآنی آیات و عربی عبارات پر حتی الامکان اعراب لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

خطباء کے لئے رہنما خطوط اور اصول و آداب خطابت:

☆ خطاب کا مقصد صرف رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی اصلاح ہو۔ کیونکہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

☆ کہی ہوئی بات پر خود کا عمل بھی ہونا چاہیئے۔

☆ ہر خطاب کو کم از کم ۳ بار بلند آواز سے ضرور پڑھ لیں۔ جس سے آپ کی زبان میں روانی بھی آجائیگی اور خطاب کا بیشتر مواد بھی ذہن نشین ہو جائیگا۔

☆ ضرورت کے وقت ہی اپنی سہولت سے خطاب کی موجودہ ترتیب کو بدلیں ورنہ اسی ترتیب کو ملحوظ رکھیں!

☆ **۳۰** منٹ کا خطاب کرنا ہو تو ۴۵ منٹ کی تیاری کیجیئے۔

☆ حسبِ ضرورت دیگر کتب سے بھی مناسب مواد کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اخیر میں ضروری کتب کی مختصر فہرست پیش کی گئی ہے۔

☆ مقررہ عنوان پر اگر حضرت مفتی صاحب قبلہ کی آڈیو یا ویڈیو سی ڈی موجود ہوں تو مبتدی حضرات اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

☆ حالات حاضرہ پر نظر خطیب کا ایک بنیادی وصف ہے۔اس کے لئے اخبارات کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔اور اہم خبروں کو محفوظ کر لیں۔

☆ بلا شدید ضرورت ایک ہی خطاب میں کثیر عنوانات پر گفتگو نہ فرمائیں۔ بلکہ ایک ہی موضوع کو لوگوں کے ذہن نشین کروائیے۔

☆ انوار خطابت میں اگرچہ سہل الفاظ وتراکیب ہی کا استعمال کیا گیا ہے لیکن سامعین کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ضرورت مشکل الفاظ کے متبادل بیان کرنے کی کوشش کیجئے۔

☆ خطاب کو ہمیشہ رٹ کر یاد کرنے کے بجائے بار بار اس کا مطالعہ کر کے مواد کو اپنے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔مبتدی کے لئے رٹنا بالکل منع بھی نہیں۔

☆ آیت، حدیث، عربی عبارت اور اشعار کے تلفظ ومخارج کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

☆ آیات واحادیث کے حوالہ جات بیان کرتے وقت احتیاط فرمائیں۔

☆ ایک کاغذ پر بطور یادداشت سرخیاں، آیات وحوالہ جات ترتیب سے لکھ کر ساتھ رکھ لیں۔

☆ خطاب سے پہلے آیت شرح صدر ضرور پڑھ لیں۔

☆ صرف ظاہری تیاری پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اس سلسلہ میں اللہ کریم سے دعاء کرتے رہیں۔

☆ خطاب کو ۳ حصوں میں تقسیم کیجئے۔(۱) تمہید۔(۲) بنیادی نکات (۳) اختتام

☆ مواد وترتیب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

☆ دوران خطاب سامعین سے نظریں نہ چرائیں بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر ہر طرف کے سامعین کی طرف یکساں توجہ کے ساتھ خطاب فرمائیں۔

☆ لباس و وضع قطع پر بھی توجہ دیں۔

☆ حسب موقع لہجہ اور آواز میں اتار چڑھاؤ اور تبدیلی لاتے رہیں۔

جیسے غم کے موقع پر غمگین سا، خوشی کے موقع پر خوش اور تعجب و حیرت کی بات بیان کرتے وقت اسی انداز کا لب ولہجہ ہونا چاہئے۔

☆ جن الفاظ پر زور دینے کی ضرورت ہو انھیں زور دیکر ادا کریں۔

☆ الفاظ کی رفتار نہ زیادہ تیز ہو نہ بالکل دھیمی بلکہ درمیانی رفتار سے خطاب فرمائیں۔

☆ حسب موقع اشارات و تاثرات کی صحیح ادائیگی سے گفتگو موثر بن جاتی ہے۔

☆ حسب مراتب الفاظ والقاب کا استعمال بہت اہمیت رکھتا ہے۔

جیسے علیہ السلام، رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

اوران میں تذکیر وتانیث، واحد، تثنیہ اور جمع کی طرف خاص توجہ دیجئے۔

☆ بار بار ایک ہی لفظ کی بجائے اس کے متبادل و مترادف الفاظ کا استعمال کیجئے۔

☆ سامعین کے علمی و فکری معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے خطاب فرمائیں۔

☆ جب تک مکمل تیاری اور ملکہ حاصل نہ ہو جائے تب تک اختلافی مسائل بیان کرنے سے گریز کیجئے۔ اگر بیان بھی کریں تو احتیاط و حکمت کے ساتھ۔

☆ اختلافی مسائل کے بیان کے وقت عوام کو اسلاف سے بدگمانی سے بچایئے۔

☆ کسی عظیم خطیب کی مکمل نقل کے بجائے اپنا ذاتی انداز اختیار کیجئے۔ اور اس میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیئے۔

☆ دوران خطاب موقع کی مناسبت سے اشعار کا استعمال خطاب میں جان ڈال دیتا ہے

لیکن بے موقع اور کثرتِ اشعار سے بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ خطاب کے دوران کبھی کبھار لطیف سا مزاح کرنا معیوب نہیں لیکن کثرت مزاح سے خطیب وخطاب دونوں کی وقعت کم ہو جاتی ہے۔

☆ مثالوں کا مناسب استعمال کرتے رہنا چاہیئے کہ یہ اسلوب قرآنی بھی ہے اور سنت مصطفوی بھی ہے۔ مثالوں کے سلسلے میں حضرت مولانا روم قدس سرہ کی مثنوی شریف اور حضرت محدث دکن قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

☆ خود سے استخراجِ معانی ومفاہیم اور نکات آفرینی کی بجائے بزرگوں کے بیان کردہ نکات وتشریح ہی پیش کریں۔

☆ دوران خطاب اٹک جانے یا بھول جانے پر گھبرائے نہیں بلکہ درود شریف پڑھیں۔ درود شریف کی برکت سے بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے۔

☆ کسی بات کے بیان کرنے میں غلطی ہو جائے، یا بیان کردہ کسی بات سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسی وقت یا آئندہ خطاب میں حکمت کے ساتھ اس کی وضاحت یا تصحیح فرمادیں۔

خطیب وواعظ کے لئے مفید کتب کی مختصر فہرست:

☆ ترجمۂ قرآن ☆ تفسیر قرآن ☆ عجائب القرآن ☆ غرائب القرآن ☆ نور المصابیح ترجمۂ زجاجۃ المصابیح ☆ حقیقۃ الفقہ ☆ نصاب اہل خدمات شرعیہ ☆ سیرت النبی ﷺ ☆ احیاء العلوم ☆ کیمیائے سعادت ☆ مکاشفۃ القلوب ☆ مکتوبات امام ربانی ☆ انوار احمدی ☆ مقاصد الاسلام ☆ تاریخ صحابہ ☆ تاریخ اسلام ☆ تذکرۃ الاولیاء ☆ خطبات دکن ☆ امام اعظم امام المحدثین۔

﷽ انوار خطابت ﷽

حصۂ اول برائے محرم الحرام

x

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل وکمالات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے اونچا مرتبہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کے دیدار کی سعادت حاصل کی آپ کی صحبت بافیض سے مشرف ہوئے اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اونچا مرتبہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، اور جس طرح ان کی ترتیب ہے ان کے درجات وکمالات بھی اسی کے مطابق ہیں۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابۂ کرام) سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(سورۃ الحدید:10)

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کی اس عمومی بشارت کے ساتھ ساتھ خصوصی بشارت سے بھی سرفراز فرمائے گئے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے آپ کا نام لے کر جنت کی خوشخبری عنایت فرمائی، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ .

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، سعد رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، سعید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف، حدیث نمبر:4112)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ پیام اسلام کو عام کیا، آپ کی زبان مبارک پر حق کو جاری فرمایا اور آپ کو حق و باطل کے درمیان وجہ امتیاز بنا دیا۔

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہیں، عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں، جن کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی، آپ جاہلیت کے اُس دور میں بھی نوشت وخواند (لکھنے۔پڑھنے) سے واقف تھے، آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینۂ طیبہ ہجرت فرمائی، آپ کی شخصیت علم کا سمندر تھی، آپ زہد وتقوٰی کے پیکر رہے، آپ کے پاس فیصلہ کرنے کا خاص ملکہ تھا، تاریخ میں آپ کا عدل وانصاف مثالی ہے، آپ نے اسلامی ہجری کیلنڈر متعارف کروایا، سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین پکارا گیا، حکومتی انتظامات میں آپ نے غیر معمولی کارنامے انجام دئے جو دیگر اصحابِ اقتدار کے لئے سنگ میل ورہنما ثابت ہوئے، آپ نے سماجی خدمات (social services) کو منظّم کیا، سرکاری خزانہ (public treasury) کا باضابطہ نظام بنایا، ڈاک کا نظام (postal system) قائم کیا، تعلیمی خدمات (educational services) کو منظّم کیا اور نظم وضبط میں بہت ساری نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

﴿ولادت مبارک﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت باسعادت سے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ولد عمر بعد الفیل بثلاث عشرۃ سنۃ. آپ کی ولادت شریفہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی

(تاریخ الخلفاء: ج1، ص43)

﴿نام مبارک وکنیت شریفہ﴾

آپ کا نام مبارک "عمر" اور کنیت شریفہ "ابوحفص" اور لقب مبارک "فاروق" ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب حضور علیہ السلام کے نسب مبارک سے اس طرح جاملتا ہے:

''سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی''۔

﴿قبول اسلام﴾

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد 6ھ نبوی میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسلام قبول کیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ستائیس (27) سال تھی۔

جیسا کہ تاریخ الخلفاء للسیوطی میں موجود ہے: **عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لؤی أمیر المؤمنین أبو حفص القرشی العدوی الفاروق اسلم فی السنة السادسة من النبوة وله سبع وعشرون سنة قاله الذهبی.** (تاریخ الخلفاء: ج1، ص:43۔ الاکمال فی اسماء الرجال)

﴿دعاء مصطفوی کا اعجاز، آپ کا قبول اسلام﴾

ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے دعاء فرمائی جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِیْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ .

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! تو ابوجہل یا عمر بن خطاب، دونوں میں جو تیرے پاس محبوب ہیں ان کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، حدیث نمبر4045)

البتہ سنن ابن ماجہ شریف کی روایت میں آپ ہی کے حق میں خصوصیت کے ساتھ یہ دعا مذکور ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً .	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعاء فرمائی: اے اللہ تو بطور خاص عمر بن خطاب کو اسلام کی توفیق عطا کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

(سنن ابن ماجه ، المقدمة ،باب فضل عمر رضي الله عنه، حديث نمبر:110)

﴿مشرف باسلام ہونے کا واقعہ﴾

آپ کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک دن ننگی تلوار لئے غصہ میں جارہے تھے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، آپ کے اسلام کی حضرت عمر کو خبر نہیں تھی، پوچھا: اے عمر! ننگی تلوار لئے کہاں جارہے ہو؟ آپ نے کہا: آج پیغمبر اسلام کا فیصلہ کردینا چاہتا ہوں۔ انھوں نے حضرت عمر کی توجہ ہٹانے کے لئے کہا: عمر! پہلے اپنے گھر کی خبر لو! تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔

آپ رخ بدل کر بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں آیات قرآنیہ کی تلاوت کررہے تھے فوراً تلاوت موقوف کر کے بہن نے دروازہ کھولا، حضرت عمر نے غصہ میں کہا: کیا تم نے بھی اسلام قبول کرلیا؟ پھر بہنوئی کی طرف متوجہ ہوکر انہیں زمین پر پٹخ دیا اور سینہ پر سوار ہوکر مارنے لگے، جب بہن روکنے کے لئے قریب آئیں تو انہیں ایسا

طمانچہ مارا کہ چہرہ زخمی ہوکر خون سے لت پت ہوگیا، بہن نے آواز بلند کہا: عمر! چاہے کچھ بھی کرلو اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے چہرہ کو دیکھ کر اور ایمانی جذبات سے لبریز اِس گفتگو کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوئی اور کچھ دیر خاموش رہے، پھر کہا: جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ دکھاؤ تو بہن نے انہیں مصحف شریف دیا، پھر جب حضرت عمر نے آیات قرآنی کے مبارک اوراق لئے تو سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں دیکھیں، آیاتِ کریمہ پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، بے اختیار پکار اٹھے: یہی معبود برحق ہے اسکے سوا حقیقت میں کوئی بندگی کے لائق نہیں۔

اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہن کے گھر سے ننگی تلوار لئے جب وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا، مسلمانوں کو حضرت عمر کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی، اس لئے دروازہ کھولنے میں تاخیر کررہے تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دروازہ کھول دو! اگر نیک نیتی سے آئے ہیں تو استقبال کیا جائے گا ورنہ اسی تلوار سے ان کا سر اڑا دیا جائے گا۔

﴿حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے، کیا ابھی باز نہیں آؤ گے؟ اسلام میں داخل ہوجاؤ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز بلند توحید و رسالت کی گواہی دی اور مشرف باسلام ہوگئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام مسلمانوں نے خوشی کے مارے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے پر تمام آسمان والوں نے ایک دوسرے کو مبارکبادی اور خوشیاں منائیں۔

آپ کے مشرف باسلام ہونے پر اہل آسمان نے خوشیاں منائیں

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مشرف باسلام ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا صلی اللہ علیہ والہ وسلم! خدا گواہ ہے' واقعۃً حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے پر آسمان والوں نے خوشیاں منائیں۔

(سنن ابن ماجه ، المقدمة،باب فضل عمر رضى الله عنه.حديث نمبر:108)

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے کہنے پر مسلمانوں نے حرم کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی۔(المواهب اللدنيةمع حاشية الزرقاني ،ج 2، ص 4۔ شرح الزرقاني،ج 2، ص 5۔ سبل الهدى والرشاد ، ج 2، ص 372)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ناز کا فیض اثر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے ؎

نہ خنجر پاس ہے ان کے نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں
مگر ابرو کی جنبش میں عجب تاثیر رکھتے ہیں
نہیں رہتا ہے دل قبضے میں ان کی ہمکلامی سے
نہیں معلوم باتوں میں وہ کیا تسخیر رکھتے ہیں

(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد)

قبولیت اسلام کے بعد بھی آپ کا تیور جلال ہمیشہ باقی رہا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کمال وارفتگی اور دین اسلام سے اٹوٹ وابستگی آپ کے دل میں ایسی گھر کر گئی تھی کہ ہر وقت آپ دین متین کی حمایت و اشاعت اور رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے دفاع کے لئے کمر بستہ رہتے، غزوۂ بدر کے موقع پر آپ نے جاں نثاری کا ایسا نمونہ پیش کیا، جو تا دم شمس وقمر تازہ رہے گا، چنانچہ آپ کا ماموعاص بن ہشام میدان بدر میں مقابلہ کے لئے آیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خود آگے بڑھ کر اس سے مقابلہ کیا اور ایسی ضرب لگائی کہ وہ اسی دم جہنم رسید ہو گیا۔(السیرة النبویة لابن کثیر، ج 2، ص 446)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق اللہ تعالی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو طاقت وقوت عطا فرمائی، شوکت غلبہ نصیب فرمایا، آپ نے مکی اور مدنی دور میں استقامت کا پہاڑ بن کر عظیم خدمات انجام دئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے انچالیس مرد وخواتین دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، ایمان لانے والے چالیسویں صحابی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، آپ کے اسلام لانے کی اہمیت اور اللہ کے پاس اس کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس موقع پر خالق کائنات نے سورہ انفال کی آیت نمبر 64 نازل فرمائی جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک وارد ہے:

عَنْ سَعِيدِ بن جُبَيْرٍ, عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ, قَالَ:أَسْلَمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلاثُونَ رَجُلا وَامْرَأَةٌ	سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر انچالیس مرد وخواتین اسلام قبول کر چکے تھے،

وَأَسْلَمَ عُمَرُ تَمَامَ الْأَرْبَعِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ": يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ"(الأنفال آية 64).

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے پر چالیس کا عدد مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "یا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِين. اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے آپ کی پیروی کر لی۔

(المعجم الکبیرللطبرانی ،حدیث نمبر:12470)

﴿فاروق اعظم کی شان عدالت﴾

خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات والا صفات میں اللہ تعالی نے بے شمار کمالات ودیعت فرمائے ،آپ کی مبارک زندگی حقانیت وصداقت کی مثال ہے،آپ کی سیرت عدل وانصاف کا معیار ہے،آپ کی صدق بیانی،حق پسندی اور عدل وانصاف کے اغیار بھی معترف ہیں،اورعدل وانصاف کے قیام کے لئے آپ کے دورخلافت کو ایک بہترین نمونہ سمجھتے ہیں،آپ کا دور خلافت سورۂ مائدہ کی اس آیت کریمہ کا سراسر مصداق ہے،ارشادالٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

اے ایمان والو! اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ،اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم عدل نہ کرو،عدل کیا کرو،یہی تقوی کے زیادہ نزدیک (قریب) ہے،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ .	اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالی تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔

(سورة المائدة:8)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے حق وانصاف کے قیام، حدود شریعت اور قوانین اسلام کے نفاذ کے لئے اپنوں اور غیروں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا، بلکہ ان معاملات میں اپنے قرابت داروں پر اور زیادہ سختی فرماتے۔

مصنف ابن ابی شیبہ، علامہ ابن بطال کی شرح صحیح بخاری میں ہے:

عن عبد الله بن عمر قال حدثني من سمع سالما قال كان عمر إذا نهى الناس عن شيء جمع أهل بيته فقال إني نهيت الناس كذا وكذا و ان الناس لينظرون إليكم نظر الطير إلى اللحم وأيم الله لا أجد أحدا منكم فعله إلا أضعفت له العقوبة ضعفين .	حضرت سالم سے سننے والے شخص نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی فیصلہ فرماتے تو اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے فرماتے: میں نے فلاں چیز سے لوگوں کو منع کیا، اور لوگ تم پر اس طرح نظر رکھیں گے جس طرح پرندہ گوشت پر رکھتا ہے، (اگر تم اس ممنوع عمل کے مرتکب ہو گئے تو وہ بھی مرتکب ہو جائیں گے، اگر تم اس سے دور رہو گے تو وہ بھی دور رہیں گے) قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی وہ کام کر بیٹھے جس سے میں نے لوگوں کو منع کیا ہے تو میں اسے دوہری سزا دونگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الأمراء، ما ذکر من حدیث الأمراء والدخول علیهم، حدیث نمبر:30643۔شرح صحیح البخاری لابن بطال،باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع)

﴿فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فیصلہ﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نہایت باادب رہا کرتے تھے، اور کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادنیٰ سی نامناسب حرکت کرتا تو تلوار نیام سے نکال لیتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤدبانہ طور پر عرض کرتے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے اس شخص کی گردن تن سے جدا کر دیتا ہوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر تعظیم فرماتے کہ اگر کوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو قبول نہ کرے تو اُس کا سر قلم کر دیتے، جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما أن رجلاً من المنافقين يقال له بشر: خاصم يهودياً فدعاه اليهود إلى النبي صلى الله عليه وسلم ودعاه المنافق إلى كعب بن الأشرف، ثم إنهما احتكما إلى النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اور ایک بشر نامی منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور تصفیہ کے لئے یہودی نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث بنانے کی تجویز رکھی اور منافق نے یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کو ثالث بنانے کی بات کہی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،

فقضى لليهودي فلم يرض المنافق وقال: تعال نتحاكم إلى عمر بن الخطاب، فقال اليهودي لعمر رضي الله تعالى عنه: قضى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يرض بقضائه، فقال للمنافق أكذلك؟ قال: نعم، فقال عمر: مكانكما حتى أخرج إليكما فدخل عمر فاشتمل على سيفه ثم خرج فضرب عنق المنافق حتى برد ثم قال: هكذا أقضي لمن لم يرض بقضاء الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم فنزلت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا، لیکن منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور کہنے لگا کہ آؤ ہم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثالث بنائیں گے۔ یہودی اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ اور اُنہیں بتایا کہ ہم دونوں پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث مان کر آپ کے پاس گئے تھے اور انہوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا تھا مگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا: اس (یہودی) نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے؟ منافق نے تصدیق کی کہ ہاں اس کا بیان بالکل درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم دونوں یہیں ٹھہرو، جب تک میں تمہارے پاس نہ آؤں۔ یہ کہہ کر گھر میں گئے اور تلوار لے کر باہر نکلے اور پھر اس تلوار سے منافق کی گردن اڑا دی اور وہ مر گیا، پھر آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہ مانے، اس کے حق میں میرا فیصلہ یہی ہے۔

(روح المعانی، سورۃ النساء:60)

حضرات! اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی بھی عمل وحرکت سے اگر کوئی شخص سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے تو اسلامی حکومت میں اس کا حکم یہی ہے کہ اُس کی گردن تن سے جدا کردی جائے، اسے دنیا میں زندہ رہنے کا حق نہیں۔

﴿انصاف کی ایک روشن مثال﴾

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شان عدالت یہ تھی کہ فیصلہ کرتے وقت نہ اپنے دوست کا لحاظ رکھتے اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے، جو حق ہوتا وہی فیصلہ فرماتے، جیسا کہ کنزالعمال میں روایت موجود ہے:

عن أنس أن رجلا من أهل مصر أتى عمر بن الخطاب فقال :يا أمير المؤمنين !عائذ بک من الظلم، قال :عذت معاذا، قال :سابقت ابن عمر و بن العاص فسبقته، فجعل يضربني بالسوط ويقول : أنا ابن الأكرمين، فكتب عمر إلى عمرو يأمره بالقدوم	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک باشندہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں ظلم سے بچنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، تو آپ نے فرمایا: میں نے پناہ مانگنے والے کو پناہ دے دی، اُس نے عرض کیا: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ کے ساتھ میرا مقابلہ ہوا اور میں ان پر سبقت کر گیا، تو وہ مجھے کوڑے مار کر کہنے لگے: میں شریف زادہ ہوں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور حکم دیا کہ وہ آئیں

ويقدم بابنه معه، فقدم، فقال عمر :أين المصرى؟ خذ السوط فاضرب، فجعل يضربه بالسوط ويقول عمر :اضرب ابن الأكرمين ...... فقال عمر لعمرو :مذ كم تعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا؟ قال :يا أمير المؤمنين !لم أعلم ولم يأتني" .ابن عبد الحكم."	اور اپنے صاحبزادہ کو ساتھ لائیں، جب وہ آپ کی خدمت میں صاحبزادہ کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ مصری کہاں ہے؟ اور اسے حکم دیا کہ کوڑا لے کر مار! تو وہ کوڑے سے مارنے لگا، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کہ شریف زادہ کو مار۔...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنم دیا ہے، تو انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس سے متعلق کچھ خبر نہیں اور نہ ہی یہ میرے پاس فیصلہ کے لئے آئے۔

(کنزالعمال ، حدیث نمبر:36010)

انصاف کی تو بات یہی ہے خدا گواہ
فاروق میں تھی شانِ عدالت رسول کی
(حضرت کامل)

﴿فاروق اعظم کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک مکان کے پاس سے ہوا جہاں نہایت بوڑھا نابینا شخص مانگ رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بازو پکڑا اور فرمایا۔

فمالجأک الی ماأری	تمہیں کس چیز نے اس حالت پر مجبور کیا ہے جو
قال اسال الجزیة	میں دیکھ رہا ہوں؟ کہنے لگا جزیہ میرے ذمہ ہے،
والحاجة والسن فاخذ	ضرورتمند ہوں اور بوڑھا ہو چکا ہوں، تو حضرت عمر
عمر بیدہ وذھب به الی	رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اُسے اپنے گھر
منزله فرضخ له بشیء من	لے گئے اور گھر سے کچھ عطا فرمایا پھر بیت المال
المنزل ثم ارسل الی	کے خازن کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کا اور اس
خازن بیت المال فقال	جیسے بوڑھے غیر مسلموں کا خیال رکھو، اگر ہم نے
انظر ھذا وضرباء ہ فواللہ	اس کی جوانی میں اس سے جزیہ وصول کیا پھر
ما انصفنا ان اکلنا شبیبته	بڑھاپے میں اسے بے مدد چھوڑ دیں تو اللہ کی قسم!
ثم نخذله	ہم نے انصاف نہیں کیا۔ پھر آپ نے اس شخص
عندالھرم......ووضع عنه	کے اور اس جیسے بوڑھے غیر مسلم افراد کے ذمہ سے
الجزیة وعن ضربائه.	جزیہ ساقط کر دیا۔

(کتاب الخراج لابی یوسف، ص150)

فضائل وکمالات

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کی پیروی کرنے کی ہدایت فرمائی، جامع ترمذی شریف اور سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ	سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،
رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله	آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
علیه وسلم:	وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ . میرے بعد جو دو (خلفاء) ہیں، ان کی اقتداء کرو یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب،باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما،حدیث نمبر: 4023 ۔سنن ابن ماجه ،المقدمة،باب فضل ابی بکرالصدیق رضی اللہ عنه،حدیث نمبر:102)

''میرے بعد ان کی پیروی کرو'' ان مبارک کلمات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ میرے بعد یہ دونوں میرے خلیفہ ہوں گے۔

اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ رب قدیر نے ان کی زبان ودل سے حقیقت کے چشموں کو جاری کردیا تھا،اور راہ حق سے ان کے انحراف کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کی فضیلت میں یہ ارشادفرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرمادیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، حدیث نمبر:4046)

یہی وجہ تھی کہ ابلیس لعین بھی آپ کی شخصیت کا سامنا نہیں کرسکتا تھا،اور جہاں کہیں آپ تشریف فرماہوتے وہاں سے راہ فرار اختیار کرجاتا تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَـنْ مُـحَـمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَـالَ ..... قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ . صلـى الله عليه وسلم . إِيْهٍ يَـا ابْـنَ الْـخَـطَّـابِ ، وَالَّذِيْ نَـفْسِـيْ بِيَـدِهٖ مَـا لَقِيَكَ الشَّيْـطَـانُ سَـالِكًـا فَجًّـا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ .	سیدنا محمد بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! مبارک ہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! شیطان تم سے کسی راستہ میں نہیں ملتا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جاتا ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب الادب، باب التبسم و الضحك، حديث نمبر:6085)

حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت' ایمان کی علامت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض وعداوت کفر کی دلیل ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا:

عـن عـلـى بن زيد قال :قال رسـول الـلـه صـلى الله عليه وسلم : حب أبى بكر وعمر إيمان ، وبغضهما كفر .	حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان ہے اور ان دونوں سے بغض رکھنا کفر ہے۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ،حديث نمبر: 464)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے

خصوصی نسبت اور آپ کی عدالت وصداقت کی برکت سے آپ کے دور خلافت میں مسلمان جہاں کہیں پہنچتے فتح ونصرت سے ہمکنار ہوتے۔ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اور عدل فاروقی کی دُہائی دے کر دریا سے خطاب کیا، دریا سے راستہ دینے کی خواہش کی، دیکھنے والوں نے یہ منظر دیکھا پانی کا بہتا دریا ٹھوس زمین کا کام کرتا ہے، مسلمانوں کا لشکر اپنی سواریوں کے ساتھ دریا پار کرتا ہے لیکن اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر ڈوبنا تو بہت دور کی بات ہے' اُن کے کُھر بھی بھیگنے نہیں پاتے۔

جیسا کہ الریاض النضرة فی مناقب العشرة میں روایت ہے:

وروی أن عمر بعث جنداً إلی مدائن کسری وأمر علیهم سعد بن أبی وقاص وجعل قائد الجیش خالد بن الولید، فلما بلغوا شط الدجلة ولم یجدوا سفینة تقدم سعد وخالد فقالا: یا بحر إنک تجری بأمر الله فبحرمة محمد صلی الله علیه وسلم

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر مدائن کی طرف روانہ فرمایا، جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے، جب لشکر اسلام دریائے دجلہ کے کنارہ پہنچا اور کوئی کشتی نہ پائی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے آگے بڑھ کر دریائے دجلہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے دریا! بے شک تو اللہ تعالی کے حکم سے جاری ہے، تجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا واسطہ،

وبعدل عمر خليفة رسول الله إلا خليتنا والعبور، فعبر الجيش بخيله وجماله إلي المدائن ولم تبتل حوافرها.	اور آپ کے خلیفۂ راشد حضرت فاروق اعظم کی عدالت کا واسطہ، ہمیں راستہ فراہم کر دے! پھر تمام لشکر گھوڑوں اور اونٹوں کے ہمراہ دریا میں اتر گیا، اور سارے لوگ سلامتی کے ساتھ دریا پار کرتے ہوئے مدائن تک پہنچ گئے حال یہ تھا کہ سواریوں کے کُھر تک تر نہ ہوئے۔

(الرياض النضرة فی مناقب العشرة لمحب الدين الطبری)

﴾فاروق اعظم کے خط سے دریائے نیل بہنے لگا﴿

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ، جاہ وجلال صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ زمین وآسمان بھی آپ کی جلالت کے معترف ہیں، ساری دنیا آپ کے عدل وانصاف سے مستفید ہوتی رہی، پہاڑوں اور دریاؤں نے آپ کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا، کہیں دریا کے پانی نے سطح زمین کا کام کیا تو کہیں خشک دریا موجیں مارنے لگا، علامہ ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ میں لکھا ہے :

لما افتتحت مصر اتی اهلها عمرو بن العاص حين دخل بؤنة من أشهر العجم فقالوا أيها المير لنيلنا هذا سنة لايجرى إلا بها قال وما ذلک	جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر نے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا؛ جبکہ جون کا مہینہ شروع ہو چکا تھا کہ ہمارے پاس دریائے نیل سے متعلق ایک دستور ہے کہ اُس کے بغیر دریائے نیل نہیں چلتا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا : وہ کیا ہے؟

قالوا إذا كانت اثنتي عشرة ليلة خلت من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر من ابويها فأرضينا أبويها وجعلنا عليها من الحلي والثياب أفضل ما يكون ثم ألقيناها في هذا النيل فقال لهم عمرو إن هذا مما لايكون في الإسلام إن الاسلام يهدم ماقبله قال فأقاموا بؤنة وأبيب ومسرى والنيل لايجرى قليلا ولا كثيرا حتى هموا بالجلاء فكتب عمرو إلي عمر ابن الخطاب بذلک فكتب إليه إنک قد أصبت بالذی فعلت وإني قد بعثت إليک بطاقة داخل كتابي فألقها في النيل	لوگوں نے کہا: جب اس مہینہ کی بارہ راتیں گزر جائیں تو ہم ایک کنواری لڑکی سے متعلق اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں، اُس لڑکی کو بہترین لباس اور زیور پہناتے ہیں، پھر اُسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں، یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین اسلام میں ان توہمات کی گنجائش نہیں ، یقیناً اسلام ماضی کی تمام غلطیوں کو ختم کردیتا ہے، راوی کہتے ہیں : لوگوں نے جون، جولائی، اگست، تین مہینے انتظار کیا، دریائے نیل کی حالت یہ تھی کہ نہ تھوڑا بہتا ہے، نہ بہت ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مصر سے دوسرے مقام چلے جانے کا ارادہ کرلیا، حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ آپ نے جو کیا درست کیا ، میں آپ کو میرے خط میں ایک چٹھی رکھ کر بھیجتا ہوں، آپ اُسے دریائے نیل میں ڈال دیجئے،

فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة فاذا فيها من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى نيل أهل مصر أما بعد فان كنت إنما تجرى من قبلك ومن أمرك فلا تجر فلاحاجة لنا فيك وإن كنت إنما تجرى بأمر الله الواحد القهار وهو الذى يجريك فنسأل الله تعالى أن يجريك قال فألقى البطاقة فى النيل فأصبحوا يوم السبت وقد أجرى الله النيل ستة عشر ذراعا فى ليلة واحدة وقطع الله تلك السنة عن أهل مصر إلى اليوم.	جب خط آ پہنچا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے چٹھی لی، جسکا مضمون یہ تھا: ''یہ خط اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی جانب سے نیل مصر کے نام ہے۔ اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو مت بہہ، ہمیں تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے جو ایک (یکتا) اور زبردست ہے او حقیقت میں وہی تجھے جاری کرنے والا ہے، تو ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے جاری کردے''۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ چٹھی دریا میں ڈال دی تو لوگ ہفتہ کے دن صبح (اس حال میں) اُٹھتے ہیں تو اللہ تعالی نے دریائے نیل کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ جاری کردیا، اور اللہ تعالی نے مصر والوں کے اس دستور کو ختم کردیا، اور آج تک دریائے نیل بہہ رہا ہے۔

(البداية والنهاية، ج 7،سنة تسع عشرة، قصة نيل مصر۔ فتوح مصر وأخبارها،ص:115)

﴿فاروقِ اعظم کی شان بزبانِ صحابہ واہلِ بیت﴾

تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احترام

کرتے ،اُنہیں دیگر صحابہ کرام کے بالمقابل زیادہ فضیلت والے قرار دیتے تھے،جیسا کہ امام احمد بن حنبل کی فضائل الصحابہ میں حدیث پاک ہے:

عن الحکم بن جحل قال : سمعت علیا یقول :بلغنی أن أناسا یفضلونی علی أبی بکر وعمر ، لا یفضلنی أحد علی أبی بکر وعمر إلا جلدته حد المفتری .

حضرت حکم بن جحل سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: میں نے علی کرم اللہ وجھہ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما پر فضیلت دے رہے ہیں، جوکوئی مجھے ان دونوں حضرات پر فضیلت دے گا میں اُسے جھوٹ گھڑنے والے کی سزا دوں گا۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ، حدیث نمبر367:۔السنة لعبدالله بن احمد، حدیث نمبر:1274)

جیسا آپ نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ آپ کے ذریعہ اسلام کو قوت حاصل ہو، اس مبارک دعا کی برکت یہ بھی تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہر دور میں اسلام کو غلبہ وعزت حاصل ہوئی،مکی دور ہو یا مدنی دور،ہجرت ہو یا غزوات، ہر وقت آپ سے اسلام کو عظمت وشوکت نصیب ہوئی ،صحابۂ کرام علیھم الرضوان آپ کے دور کو اور آپ کی حیات طیبہ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا کرتے ،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی مبارک زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے مختصر اور جامع انداز میں ارشاد فرمایا، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب فضائل الصحابۃ میں روایت نقل کیا :

عن القاسم قال :قال عبد الله وهو ابن مسعود :إن إسلام عمر كان عزا ، وإن هجرته كانت فتحا ونصرا ، وإن إمارته كانت رحمة ، والله ما استطعنا أن نصلي حول الكعبة ظاهرين حتى أسلم عمر ، وإني لأحسب أن بين عيني عمر ملكين يسددانه ، وإني لأحسب أن الشيطان يفرقه ، فإذا ذكر الصالحون فحي هلا بعمر .	حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین اسلام میں داخل ہوجانا، اسلام کے لئے عزت وغلبہ ثابت ہوا، مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آپ کا ہجرت فرمانا مسلمانوں کے لئے کامیابی اور مدد قرار پائی اور آپ کا دورِ خلافت سب کے لئے رحمت والا دور رہا۔ اس بات پر میرا یقین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں آنکھوں کے درمیان دو فرشتے ہیں جو آپ کے لئے حق کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس حقیقت پر میرا یقین ہے کہ شیطان آپ سے ڈرتا ہے، تو جب نیک طینت وپاک سیرت حضرات کا ذکر کیا جائے تو آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک کریں۔

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل ، حديث نمبر:458)

﴿شہادت عظمیٰ کی بشارت﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کی خوشخبری سنائی تھی۔ اُس کے مطابق آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلٰى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهٖ، قَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَانِ.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے تو احد پہاڑ اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے جھومنے لگا، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا اے احد! تھم جا تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری ،کتاب فضائل الصحابة،باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،حدیث نمبر3686)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر مدینۂ طیبہ میں وفات پانے اور شہادت نصیب ہونے کے لئے دعا کیا کرتے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ ، وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،آپ نے دعاء فرمائی :اے اللہ!تو مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما،اور اپنے حبیب کے شہر مقدس میں مجھے وفات عطا فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ،باب کراھیۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم أن تعری المدینۃ،حدیث نمبر: 1890)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کے لئے وقف کیا، ہجرت کے موقع پر اپنے گھر اور قبیلہ کو چھوڑا،سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش پیش رہے، مال ودولت کے ذریعہ طاقت وقوت کے ذریعہ دین کی خدمت کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے جان کو بھی دین کی سربلندی کے لئے قربان کردیا۔

ماہ ذی الحجۃ کے اواخر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ایک بدبخت مجوسی غلام ابولؤلؤ نے مسجدِ نبوی شریف میں بزدلی کے ساتھ زہر آلود خنجر سے وار کیا؛ جبکہ آپ نمازِ فجر کے لئے تکبیر تحریمہ سے عین قبل مسلمانوں کو صفیں درست کرنے کی تاکید کررہے تھے، بدبخت نے آپ کے کندھے پر اور کمر پر تین وار کئے اور آپ کے ساتھ تیرہ افراد پر وار کیا، ایک صاحب نے اس پر چادر ڈال کر قابو پالیا، اُس نے اُسی وقت اپنے آپ کو قتل کرڈالا، تیرہ افراد میں سے چھ افراد شہید ہوگئے، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، یکم محرم الحرام بروزِ اتوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع بقین من ذی الحجۃ ودفن یوم الاحد مستھل المحرم الحرام ولہ ثلاث وستون سنۃ.

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، عمر بن الخطاب،ص:109)

﴿63 سال کی عمر مبارک میں وصال،قرب مصطفوی کی دلیل﴾

صحیح مسلم شریف میں روایت ہے:

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً وَمَاتَ أَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّيْنَ .

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، اس وقت آپ کی عمر مبارک ترسٹھ (63) برس تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو آپ کی عمر ترسٹھ (63) برس تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی عمر مبارک بھی ترسٹھ (63) برس تھی۔

(صحيح مسلم ،كتاب الفضائل باب كم أقام النبى صلى الله عليه وسلم بمكة والمدينة،حديث نمبر:6244)

﴿یوم عاشوراء کی فضیلت﴾

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مبارک تذکرہ کے ساتھ ساتھ ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے یوم عاشوراء کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو یوم عاشوراء کہتے ہیں، اس دن روزہ رکھنا سنت ہے، یہود بھی عاشوراء کو روزہ رکھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مشابہت سے بچانے کیلئے حکم فرمایا کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارھویں کا روزہ رکھ لیا جائے، جیسا کہ زبدۃ المحدثین حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں امام طحاوی

کے حوالہ سے حدیث شریف ذکر کی ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صوم یوم عاشوراء صوموہ وصوموا قبلہ یوما او بعدہ یوما ولاتتشبھوا بالیھود. رواہ الطحاوی .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے سے متعلق روایت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ عاشوراء کا روزہ رکھواور اس سے ایک دن پہلے یا اسکے ایک دن بعد روزہ رکھواور یہود کی مشابہت مت اختیار کرو!

(زجاجة المصابیح ، ج1ص572)

اگر کوئی شخص صرف دسویں کا روزہ رکھے تو روزہ ادا ہو جائے گا تاہم یہ عمل یہود سے مشابہت کی بنا پر مکروہ ہے۔

﴿عاشوراء کے دن اہل وعیال پر خرچ کرنے کی برکت﴾

احادیث شریفہ میں عاشوراء کے دن اہل وعیال کے نفقہ میں وسعت کرنے اوران پر کشادگی وفراخ دلی سے خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے، امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ فی سائر سنتہ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں کشادگی کی اللہ تعالی اسکے لئے سال بھر کشادگی عطا فرمائے گا۔

(شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر:3626)

مشکوٰۃ المصابیح میں مذکورہ حدیث شریف کے بعد مرقوم ہے۔

قال سفیان انا قدجربناہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فوجدناہ کذالک. ہم نے اسکا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب الزکوٰۃ ، باب فضل الصدقۃ)

علامہ ابن عابدین شامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے:

قال جابر جربتہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے چالیس

اربعین عاما فلم (40)سال اسکا تجربہ کیا اس کے خلاف نہیں ہوا،

یتخلف: ہمیشہ کشادگی و برکت کو پایا۔

(ردالمحتار، ج 2، کتاب الصوم ،مطلب فی حدیث التوسعۃ علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء ص123)

دیگر ایام کے بالمقابل عاشوراء کے دن دسترخوان کو وسیع کرنا' رزق میں کشادگی و برکت کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہ محرم الحرام کی برکتوں سے مالا مال فرمائے اور عدالت فاروقی کی برکت سے ہمیں بھی عدل وانصاف کا پیکر بنائے۔

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، شرف وفضیلت کے تاجدار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ، وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

حضرات! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس کلام ہے جس میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے، اس کلام میں ہر چھوٹی، بڑی، خشک وترشئی کا پتہ ملے گا، اس کائنات میں جو عظیم مراتب والی ہستیاں گزری ہیں ان کا بھی تذکرۂ جمیل قرآن شریف میں موجود ہے، انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں اہل بیت کرام ہیں، اہل بیت کرام کو تمام تر عظمتیں اور بلند مراتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مقدس کے سبب ملے ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ	اے نبی کے گھر والو! یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے
عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ	کہ تم سے ہر ناپا کی دور رکھے اور تمہیں پاک کر کے
وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا.	خوب ستھرا کردے۔(سورۃ الاحزاب ۔33)

اس آیت قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام کو ہر قسم کی فکری،اعتقادی ،عملی، اخلاقی ،ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک وصاف' طیب وطاہر رکھا ، یہ آیت کریمہ برملا اعلان کررہی ہے کہ اہل بیت اور ہر طرح کی ناپاکی کے درمیان ایک بڑی رکاوٹ بنائی گئی ہے، نہ اہل بیت اس کے قریب جاتے ہیں اور نہ برائی ان کے قریب آسکتی ہے، کیونکہ اہل بیت کو پاک وصاف رکھنے کا ارادہ کسی بندے کا نہیں بلکہ یہ رب کائنات کا منشا وارادہ ہے اور ارادۂ خداوندی کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کی شان فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یادرکھیں! اللہ تعالی کا منشأ ازلی وابدی ہوتا ہے، سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن اہل بیت کا دامانِ طہارت کبھی داغدار نہیں ہوسکتا ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ کے شان نزول سے متعلق ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: فِيْ بَيْتِيْ نَزَلَتْ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ قَالَتْ: فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں رونق افروز تھے' اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! بیشک اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ ہر گندگی کو تم سے دوررکھے اور تمہیں مکمل پاکیزگی عطا فرمائے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا،

فَقَالَ: هٰؤُلاءِ أَهْلُ بَيْتِي قَالَتْ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَا أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ؟ قَالَ: بَلٰى إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .	پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں ۔ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں ؟ سرکار نے فرمایا: کیوں نہیں! تم بھی انشاءاللہ اہل بیت سے ہو۔

(زجاجة المصابيح ج ،ص 316،السنن الكبرٰى للبيهقى ، كتاب الصلوٰة ، باب الدليل على ان ازواجه صلى الله عليه و سلم من اهل بيته فى الصلوٰة عليهن ، حديث نمبر:2975)

یہ کس کا منہ ہے جو پاکی بیاں کرے ان کی
کہ مدح پاک میں کافی ہے آیت تطہیر

(حضرت کاملؔ)

﴿نماز میں اہل بیت کا ذکر﴾

اہل بیت کرام سے محبت رکھنا چونکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اس لئے ان کا ذکر نماز جیسی عظیم عبادت کا حصہ قرار دیا گیا، روزہ' زکوۃ' حج اور صدقات وخیرات ایسے اعمال ہیں کہ ہر مسلمان ہر دن ان اعمال کو انجام نہیں دیتا' بیمار افراد روزہ نہیں رکھ سکتے' تنگدست لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے' صاحب استطاعت کے لئے زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے' جبکہ منظور خداوندی یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کا ذکر منقطع نہ ہو'ان سے محبت کا اظہار ہر مسلمان کی جانب سے بار بار ہوتا رہے، لہذا ان کا ذکر نماز میں رکھ دیا گیا' اور نماز میں اہل بیت کا ذکر اس طرح شامل کیا گیا کہ نماز میں درودِ شریف پڑھنا سنت قرار دیا گیا اور جس درود شریف میں اہل بیت کرام پر درود نہ پڑھا جائے وہ درود دربارِ الٰہی وبارگاہِ مصطفوی میں نامقبول ہے'

چنانچہ درودِ شریف سے متعلق سنن دار قطنی میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

عَنْ أَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ صَلّٰی صَلَاةً لَمْ یُصَلِّ فِیْهَا عَلَیَّ وَلَا عَلٰی أَهْلِ بَیْتِی لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ.

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی نماز پڑھتا ہے کہ جس میں مجھ پر اور میری آل پر درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الصلوة، باب ذکر وجوب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشهد، حدیث نمبر 1359)

برادرانِ اسلام! ہر مسلمان کے لئے جب نماز میں اہل بیتِ کرام پر درودِ شریف پڑھنے کا حکم موجود ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں اُن پر درودِ شریف کیسے بھیجا جائے؟ یہی سوال جب صحابۂ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اور میری آل پر درود پڑھو، اِس سے متعلق صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

قَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِیْسٰی سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِی لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِی کَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِی لَکَ هَدِیَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم فَقُلْتُ بَلٰی، فَأَهْدِهَا لِیْ

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حسین تحفہ نہ دوں جو میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ تحفہ عنایت فرمائیں،

فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ. قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ ، وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

تب آپ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! اہل بیت کرام پر کیسے درود بھیجیں؟ اللہ تعالی نے ہمیں سلام پیش کرنے کا طریقہ تو سکھا دیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح پڑھو: اے اللہ! درود نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پاک پر، جیسا کہ تو نے درود نازل فرمایا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق، بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پاک پر، جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق، بزرگ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب یزفون، حدیث نمبر:3370)

﴿اہل بیت اطہار امت کیلئے امان ہیں﴾

آج کے اس پُرفتن ماحول میں جہاں ہر طرف بےسکونی و پریشانی کی فضا عام ہے، انسان قلبی سکون وجسمانی راحت کے لئے ایک ایک لمحہ تڑپ رہا ہے، ایسے عالم میں انسانیت کے لئے امن وامان اور سلامتی کا مرکز اہل بیت کرام کی الفت ومحبت ہے، ان حضرات نے اعمالِ صالحہ، اخلاق عالیہ کا جونمونہ ہمیں عطا کیا اس کی اتباع وپیروی میں ہمارے لئے نجات ہے، چنانچہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ اِیَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قال: النُّجُوْمُ جُعِلَتْ أَمَاناً لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَاِنَّ أَهْلَ بَیْتِی أَمَانٌ لِأُمَّتِی.

سیدنا ایاس بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے امان کا ذریعہ بنائے گئے ہیں، اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

(المعجم الکبیرللطبرانی ،حدیث نمبر: 6137)

﴿اہل بیت کرام کے ناموں کی برکت سے شفاء ملتی ہے﴾

مذکورہ حدیث سے اہل بیت کی شخصیتوں کواہل زمین کے لئے امان قرار دیا، یعنی ان حضرات کا وجودعذاب الٰہی سے قوم کو بچاتا ہے، اسی طرح اہل بیت کرام کا ذکراوران کے مبارک نام جسمانی امراض وروحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں، ان کے ناموں کی برکت سے جنون ودیوانگی جیسا مرض بھی رخصت ہوجاتا ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ السَّلامِ بْنِ أَبِیْ صَالِحٍ أَبِی الصَّلْتِ الْھَرَوِیّ عَنْ عَلِیّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَلِیّ بْنِ الْحُسَیْنِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَلِیّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ رضی اللہ عنھم، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْهِ واٰلہ وَسَلَّمَ الإِیْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ قَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْأَرْکَانِ .قَالَ أَبُو الصَّلْتِ لَوْ قُرِءَ ھٰذَا الإِسْنَادُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ .	سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دل سے یقین رکھنے، زبان سے اقرار کرنے اور فرائض کی ادائی کا نام ایمان ہے۔اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوصلت ہروی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: اگر اس حدیث شریف کی سند کسی مجنون شخص پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ مرض جنون سے نجات پا جائے۔

(سنن ابن ماجه، کتاب المقدمة ، باب فی الایمان ، حدیث نمبر:68)

اس حدیث شریف کی سند میں جتنے نام ہیں وہ سب اہل بیت کے ہیں اور وہ سند یہ ہے:

عَنْ عَلِیّ بْنِ مُوْسَی	حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
الرِّضَا، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ	اپنے والد موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ
جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ،	حضرت امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے
عَنْ أَبِیْهِ،	والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْــهِ، عَـنْ عَـلِـيِّ بْنِ أَبِيْ طَـالِـبٍ رضـی الله عنهم، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ .	وہ حضرت علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یہ ارشاد اوپر گذر چکا)۔

علم حاصل کرنے والے اس سند کی اہمیت و برکت جان کر اہل بیت سے محبت رکھیں تو وہ ان امراض سے محفوظ رہیں گے؛ جو علمی میدان میں لاحق ہوتے ہیں، جیسے تکبر وخود پسندی، بغض وحسد، بدعقیدگی وگمراہی، اہل بیت کے مبارک ناموں سے جسمانی، روحانی اور علم کے راستہ میں آنے والی تمام بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔

میرے لئے یہ پنجتن ہیں دافعِ رنج وبلا
شاہ ہدٰی ، شیرخدا، حسن وحسین وفاطمہ
(خواجہ شوق)

﴿قرآن واہل بیت سے وابستگی ہدایت کی ضمانت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام سے تعلق و وابستگی کو باعث نجات اور گمراہی وضلالت سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا' جو شخص ان حضرات سے وابستہ ہوجاتا ہے وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ تو غور کرنا چاہئے! کیا وہ نفوس قدسیہ بے راہ روی کی طرف راغب ہوسکتے ہیں؟ کیا وہ دنیا طلبی کا شکار ہوسکتے ہیں؟۔ **العیاذ باللّٰہ**

حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو امن وسلامتی کا پیغام دیا اور دین' کامل ہونے کا اعلان فرمایا وہیں قرآن کریم اور حضرات اہل بیت کرام سے وابستگی کا حکم فرمایا' جن سے تعلقِ غلامی' ابدی سعادتوں کا ذریعہ ہے

اور بے دینی وبد مذہبی اور بداعتقادی وگمراہی سے بچنے کیلئے مضبوط وسیلہ ہے، جیسا کہ جامع ترمذی میں روایت ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ.

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں دیکھا کہ آپ اپنی مبارک اونٹنی ''قصواء'' پر جلوہ گر ہیں اور خطاب فرمارہے ہیں، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! بیشک میں تم کو دو عظیم نعمتیں دے کر جارہا ہوں' جب تک تم انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے: وہ کتاب اللہ اور میری عترت ''اہل بیت'' ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبی صلى الله عليه وسلم، حدیث نمبر: 4155)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق اہل بیت کرام گمراہی سے بچانے والے ہوئے، ان سے وابستہ ہونے والا غلط راہ پر نہیں ہوسکتا تو کیا ان پاکباز ومقدس ہستیوں سے متعلق غلط باتیں منسوب کرنا صحیح ہوسکتا ہے؟ یا ان پر دنیاداری اور بے راہ روی کا الزام لگانا' درست ہوسکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں انکی پاکیزگی سے متعلق فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

اے نبی کے گھر والو! یقیناً اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور رکھے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

(سورۃالاحزاب :33)

اور بطور خاص جن کے لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلاءِ أَھْلُ بَیْتِی فَأَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا. اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے رجس وگندگی کو دور رکھ اور انہیں مکمل پاکیزگی عطا فرما۔

(جامع الترمذی ، ابواب المناقب ، باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، حدیث نمبر:4156)

﴿اولاد کو اہل بیت کرام کی محبت سکھانے کا حکم﴾

حضرات! دین اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کی بڑی اہمیت ہے، والدین کی اہم ترین ذمہ داریوں میں اولاد کی پرورش کرنا ہے، تربیت اولاد کی اساس تین امور پر رکھی گئی ہے: (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت (2) اہل بیت کرام کی محبت (3) اور قرآن کریم کی تلاوت۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ. تم اپنی اولاد کو تین باتوں کی تربیت کرو! (1) اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، (2) آپ کے اہل بیت اطہار کی محبت (3) اور قرآن مجید کی تلاوت۔

(إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، كتاب الفتن، باب فى التلاعن وتحريم دم المسلم، حديث نمبر:7753)

﴿اہل بیت اطہار کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بدلہ﴾

برادران اسلام! انسان کی فطرت' سلیمہ ہو تو وہ احسان کرنے والے کا دل کی

گہرائی کے ساتھ شکر گزار رہتا ہے اور اس سے ممکن ہو تو احسان کا کوئی بدلہ بھی دیتا ہے، اہل بیت کرام کی فطرت بالیقین سلیمہ ہوتی ہے، چنانچہ وہ کسی سے طالبِ مدد تو عموماً نہیں ہوتے، اگر کوئی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو اسکا بدلہ دیتے رہتے ہیں، بالفرض وہ بدلہ نہ دیں تو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ کل بروزِ حشر اس شخص پر انعام کی بارش فرمائیں گے؛ جس نے دنیا میں اہل بیت کی خدمت کی ہو، جیسا کہ امام طبرانی کی معجم میں روایت ہے:

عَنْ أَبَان بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنْ صَنَعَ إِلَى أَحَدٍ مِنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمْ يُكَافِئْهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا فَعَلَيَّ مُكَافَأَتُهُ غَدًا إِذَا لَقِيَنِيْ.

سیدنا ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی اچھا معاملہ کیا اور انہوں نے دنیا میں اس کا بدلہ نہ دیا ہو تو بروز قیامت جب وہ میری خدمت میں حاضر ہوگا تو اس کا بدلہ میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

(المعجم الأوسط للطبرانی' باب الالف ، من اسمه احمد ، حديث نمبر1502)

﴿اہل بیت کرام کی بے حرمتی موجب لعنت وہلاکت﴾

اہل بیت کرام وہ مقدس وپاکباز ہستیاں ہیں کہ جن کی بے حرمتی موجب لعنت وہلاکت ہے، جیسا کہ امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث شریف وارد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستة لعنتهم و لعنهم	چھ افراد ایسے ہیں جس پر میری لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ
اللـــه و كل نبـي	کی لعنت ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے......(ان
مـجـاب. . .	میں) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا
والمستحل لحرم	اور میری آل پاک سے متعلق ان چیزوں کو حلال سمجھنے
الله و المستحل من	والا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے(یعنی ان کی بے
عترتی ماحرم الله.	حرمتی و بے توقیری کرنے والا۔)

(شعب الایمان للبیهقی ، الخامس والعشرون من شعب الإيمان وهو باب المناسك' حدیث نمبر:3850۔ جامع الترمذی ، ابواب القدر، حدیث نمبر:2307)

اس سے ظاہر ہے کہ اہل بیت کرام کی بے حرمتی موجب لعنت و ہلاکت ہے' مسلمانوں کو چاہئے کہ اہل بیت کرام سے محبت رکھیں ،اُن کا احترام کریں ،اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی خدمت کریں اور اُن سے تکلیف دور کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کلام الٰہی میں اللہ تعالی نے ان کی فضیلت سے متعلق آیات مبارکہ نازل فرمائیں،حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عظمت میں بے شمار ارشادات فرمائے اور آگاہ فرمادیا کہ ان سے وابستگی ایمان وعقیدہ میں کمال کی دلیل ہے۔

اللہ تعالی ہمیں حضرات صحابۂ کرام اور حضرات اہل بیت عظام کی کامل محبت عطا فرمائے اور ان کی اتباع وپیروی کے ذریعہ دنیا وآخرت میں ہمیں کامیاب وبامراد بنائے۔

آمِيۡن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيۡهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہمیت وضرورت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ!فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حضرات! اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دولتِ ایمان ونعمتِ اسلام سے سرفراز فرمایا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں اسلام کے احکام بتلائے،قرآنی آیات سکھائیں، دین کی تمام تر تفصیلات بتلادیں لیکن آپ نے اسلام کی تبلیغ پر اور احکام کو پہنچانے کے لئے ہم سے کوئی بدلہ وعوض نہ چاہا البتہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کا حکم فرمایا' جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے! میں تم سے اس
إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. پر کچھ اجر نہیں چاہتا ہوں بجز قرابت داروں کی محبت کے۔

(سورئہ شوریٰ:23)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر وتشریح اس حدیث پاک میں ملتی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالَی عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : " قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی "قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ قَرَابَتُکَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ ؟ قَالَ: عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا.	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ: قل لا اسئلکم علیه اجراً......، نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ وہ قرابت دارکون ہیں؟ جن سے محبت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:علی فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے ہیں (رضی اللہ تعالی عنہم)۔

(المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر:2575)

اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت کرنے کا مطالبہ بظاہر تبلیغ اسلام کا بدلہ معلوم ہوتا ہے لیکن بات ایسی نہیں ہے؛ بلکہ ان کی محبت ہمارے ایمان کی ضامن ہے۔

برادران اسلام ! ایمان کے حصول کے بعد اس کی حفاظت کا انتظام انتہائی ضروری ہوتا ہے،شیطان ہروقت ایمان کو تباہ کرنے کے مواقع ڈھونڈتا رہتا ہے حفاظت ایمان کی خاطر اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت ومودت کا حکم دیا گیا،ان پاکباز ہستیوں سے تعلق ووابستگی باعثِ نجات اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

﴿اہل بیت کرام سے محبت ایمان کا تقاضہ﴾

اس کی مزید وضاحت دیگر احادیث شریفہ سے ہوتی ہے' جیسا کہ جامع ترمذی

شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَأَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ.	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ سے محبت کیا کرو! کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور اللہ کی محبت کی خاطر مجھ سے محبت کیا کرو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کیا کرو۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ، باب مناقب اهل بيت النبی صلی الله عليه وسلم' حديث نمبر: 2158۔ مشكوة المصابيح ، كتاب المناقب،الفصل اول،حديث نمبر:6173۔ زجاجة المصابيح ج 5ص315/316)

حضرات !اللہ تعالیٰ کے کرم وانعام، فضل واحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مُنعِمِ حقیقی سے محبت کی جائے اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کیلئے آپ کے اہل بیت اطہار سے محبت کی جائے۔ گویا کہ حضرات اہل بیت کرام کی محبت' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کیلئے زینہ ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زینہ ہے اللہ کی محبت کے حصول کیلئے۔

جو کوئی انسان اللہ تعالی کے قرب کی تمنا کرتا ہو اور بارگاہ الٰہی میں محبوب بننا چاہتا ہو تو اس کے لئے راستہ یہی ہے کہ وہ حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرے؛ جس کے نتیجہ میں اسے قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملے گا اور سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے بارگاہ رب العزت کا قرب نصیب ہوگا۔

سنن ابن ماجہ شریف اور جامع ترمذی شریف کی روایت ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِیمَانُ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. وفي رواية ابن ماجه حَتّٰی یُحِبَّهُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِهِمْ مِنِّیْ.	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ تم (اہل بیت) سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی خاطر محبت نہ کرے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جب تک کہ وہ ان (اہل بیت) سے اللہ کی خاطر اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 4125۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمة، باب فضل العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر:145)

اہل بیت کرام کی محبت اور ایمان سے متعلق معجم طبرانی اور شعب الایمان کی ایک اور روایت ذکر کی جاتی ہے:

عَنْ عَبْدِ الرحمٰن بْنِ أَبِیْ لَیْلٰی عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و آله وسلم:	سیدنا عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُوْنَ	کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ،	میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ
وَأَهْلِيْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ	ہو جاؤں ۔اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے گھر
أَهْلِهٖ، وَعِتْرَتِيْ أَحَبَّ إِلَيْهِ	والوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری اولاد
مِنْ عِتْرَتِهٖ .وَذَاتِيْ أَحَبَّ	اسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری
إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهٖ .	ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

(المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر: 6302۔ شعب الايمان للبيهقي، الرابع عشر من شعب الإيمان و هو باب في حب النبي صلى الله عليه و سلم، فصل في براء ة نبينا صلى الله عليه و سلم في النبوة، حديث نمبر:1478)

برادران اسلام! ایمان تمام عبادات واحکام کے لئے شرط کا درجہ رکھتا ہے جس کے بغیر تمام اعمال رائگاں ہیں اور مذکورہ احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہیکہ ایمان کے لئے اہل بیت کی محبت بے حد ضروری اور بنیادی چیز ہے، اگران کی محبت دل میں نہ ہوتو ایمان ناقص ہے۔

﴿اہل بیت کرام کشتیٔ نجات﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو سفینۂ نجات اور سلامتی کا ذریعہ قرار دیا جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَنْهُ ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ أَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ ، مَنْ رَکِبَ فِیْهَا نَجَا ، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا، اور جو اس میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

(المعجم الکبیرللطبرانی' حدیث نمبر:2572)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دے کر اشارہ فرمایا کہ کشتی نوح علیہ السلام میں سوار ہونے والے جس طرح عذابِ الٰہی سے اور طوفان میں ہلاک ہونے سے نجات پا گئے اسی طرح اہل بیت کرام کی محبت اہل ایمان کے لئے کشتیٔ نجات ہے، ان کی محبت اور اطاعت سے اہل ایمان دنیا میں گمراہی کے طوفان بچ جائیں گے اور آخرت میں ابدی ہلاکت کے طوفان سے محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت کے درخشاں ستارے قرار دیا' ارشاد فرمایا:

أَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، فَبِأَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ.

میرے صحابہ ہدایت کے درخشاں ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جن کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوۃ المصابیح ، کتاب المناقب ، باب مناقب قریش و ذکر القبائل،حدیث نمبر:6009، زجاجة المصابیح ج 5ص334)

احادیث شریفہ سے ہمیں اہل بیت کی عظمت بھی معلوم ہوتی ہے اور صحابہ کی رفعت بھی ، لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ دونوں کا احترام کریں ، اہل بیت وصحابہ میں

سے کسی کی شان بیان کر کے کسی کی عظمت کے خلاف بات کرنا' حق پسندی کے خلاف ہے، اہل سنت و جماعت کا طریقہ وشعار یہی ہے کہ دونوں کا احترام کریں، دونوں کی عظمت بیان کریں، یہی ہدایت اور سلامتی کا راستہ ہے، اسی سے نجات ملے گی۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی
(اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ)

﴿محبت اہل بیت وصحابہ' شعارِ اہل سنت﴾

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری' امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حضرات صحابہ کرام واہل بیت عظام کی محبت اور ان سے وابستگی سے متعلق رقمطراز ہیں:

نحن معاشر اهل السنة بحمد الله ركبنا سفينة محبة اهل البيت واهتدينا بنجم هدى اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فنرجوا النجاة من اهوال القيامة ودركات الجحيم والهداية الى مايوجب درجات الجنان والنعيم المقيم.

الحمد للہ! ہم اہل سنت وجماعت اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہدایت کے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی سے رہبری پا رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے طبقات سے نجات عطا فرمائے گا، ہمیشہ رہنے والی اور نعمتوں والی جنت کے اونچے مقامات پر پہونچائیگا۔

(حاشیۂ زجاجة المصابیح' ج 5' ص315، باب مناقب اهل بیت

النبی صلی اللہ علیہ و سلم ،مرقاۃالمفاتیح ج5ص610)

﴿حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت محبت اہل بیت پر خطبہ﴾

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتیں فرمائیں، قرآن کریم کی فضیلت وعظمت اور اہل بیت کی رفعت ومنزلت پر ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عن زید بن ارقم .... قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی الله علیه وسلم یَوْمًا فِینَا خَطِیبًا بِمَاءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ وَذَکَّرَ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَیُّھَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَـا بَشَرٌ یُوْشِکُ أَنْ یَأْتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَأُجِیْبَ وَأَنَا تَارِکٌ فِیکُمْ ثَقَلَیْنِ أَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ایک روز مقام غدیر خم میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے جلوہ گر ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے' چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا،اس کی تعریف بیان کی اور وعظ فرمایا، نصیحتیں فرمائیں اورآخرت کی یاد دلائی پھر ارشادفرمایا: امابعد: اے لوگو! بیشک میں جامۂ بشری میں جلوہ گر ہوا ہوں' عنقریب میرے رب کا قاصد میری بارگاہ میں حاضر ہوگا اور میں اس کی دعوت کو قبول فرماؤنگا، اور میں تم میں دو عظیم ترین نعمتیں چھوڑے جارہا ہوں: ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے' جس میں ہدایت اورنور ہے،پس تم اللہ کی کتاب کو تھام لو

وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ . فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ.	اور مضبوطی سے پکڑے رہو! اس کے بعد قرآن کریم کے بارے میں تلقین فرمائی اور اس کی طرف ترغیب دلائی پھر ارشاد فرمایا: (دوسری نعمت) اہل بیت کرام ہے۔ میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں، میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں، میں تمھیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے بارے میں۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب ،حدیث نمبر6378۔ مشکوۃ المصابیح کتاب المناقب ، باب مناقب قریش وذکر القبائل، ص68۔ زجاجة المصابیح ج5ص317/318/319)

أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ: میرے اہل بیت کرام کے بارے میں، میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام بعطائے الٰہی جانتے تھے کہ آپ کے اہلبیت کے ساتھ آپ کے بعض امتی نا مناسب رویہ اختیار کرینگے جبکہ اہل بیت کرام سے محبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے اور آپ سے محبت اللہ کے لئے ہے، لہٰذا اہل بیت کرام کی محبت اللہ تک پہنچانے والی ہے تو ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو کہ کبھی تمہاری زبان سے ان کے خلاف کوئی نا مناسب لفظ نہ نکلے۔

﴿صحابہ کی اذیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث﴾

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تاکیدی حکم فرمایا کہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہیں' اس کے ساتھ ساتھ

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے بارے میں بھی تاکیدی حکم فرمایا جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں ارشاد مقدس ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ اللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لاَ تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بناؤ، پس جس کسی نے ان سے محبت کی تو بالیقین اس نے میری محبت کی خاطر ان سے محبت کی ہے اور جس کسی نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض کی بناء پر ان سے بغض رکھا ہے اور جس کسی نے ان کو اذیت پہنچائی یقیناً اس نے مجھ کو اذیت دی ہے، اور جس نے مجھ کو اذیت دی یقیناً اس نے اللہ کو اذیت دی ہے اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالی اس کی گرفت فرمائے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:4236)

﴿اہل بیت کرام سے محبت کرنے والوں کے لئے انعام خداوندی﴾

اس چند روزہ دنیا میں حکومت وسلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کی آؤ بھگت کی جاتی ہے محافل ومجالس اور تقاریب میں انکے ساتھ رہنے یا پیچھے پیچھے چلنے کو

فخر سمجھا جاتا ہے، حقیقت ہے کہ دنیا میں جس سے محبت رکھی جاتی ہے آخرت میں اسی کی معیت ملتی ہے، اہل بیت کرام سے عقیدت ومحبت رکھنے والوں کو سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مژدۂ جاں فزا سنایا کہ وہ جنت میں اہل بیت کی غلامی کا تاج سر پر رکھے ہوئے انکے پیچھے پیچھے جنت میں جائینگے جیسا کہ مستدرك على الصحيحين میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَمُحِبُّوْنَا؟ قَالَ: مِنْ وَرَائِكُمْ. صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے بتایا کہ (آپ کے ساتھ) سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں، میں اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہم ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیچھے ہوں گے۔

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم ، ذكر مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر 4706)

اہل بیت کرام سے محبت کرنے والوں کے لئے شفاعت کی بشارت

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام سے جہاں محبت کرنے کا حکم فرمایا وہیں محبین اہل بیت کرام کیلئے مژدۂ جنت ونوید شفاعت عطا فرمایا:

شفاعتي لامتي من احب اهل بيتي وهم شيعتي. میری شفاعت میری امت کے ان خوش نصیبوں کیلئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اور وہ میرے متبعین ہیں۔

(کنزالعمال‘ کتاب الفضائل‘ الباب الخامس فی فضل أهل البيت‘ الفصل الأول فی فضلهم مجملا‘ حدیث نمبر34179)

کنزالعمال میں حدیث پاک ہے:

اربعة انا لهم شفيع يوم القيامة: المكرم لذريتي والقاضي لهم حوائجهم والساعي لهم في امورهم عند ما اضطروا اليه، والمحب لهم بقلبه ولسانه. چار خوش نصیب ایسے ہیں میں قیامت کے دن ان کی شفاعت کرونگا: (1) میرے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرنے والا (2) ان کے لئے ان کی ضرورت کی چیزیں پیش کرنے والا (3) ضرورت کے وقت ان کے امور کا بندوبست کرنے والا (4) اور دل وزبان سے ان کی محبت رکھنے والا۔

(کنزالعمال‘ کتاب الفضائل‘ الباب الخامس فی فضل أهل البيت‘ الفصل الأول فی فضلهم مجملا‘ حدیث نمبر34180)

مذکورہ دو احادیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں اور ان کی خدمت کرنے والوں کی شفاعت کریں گے اور یہ نعمت عظمی رب العزۃ عطا فرمائیگا تا کہ دنیا والوں کو بتادے جن کو تم دنیا میں بظاہر خستہ حال دیکھتے تھے وہ تو شاہانہ شان رکھتے ہیں ان سے تعلق کی بنیاد پر آج شفاعت نصیب ہورہی ہے۔

امام طبرانی کی معجم اوسط میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: الْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللهَ عزوجل وَهُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا. وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ: ا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهٗ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا.

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم کرلو! کیونکہ جو شخص اللہ تعالی کے دربار میں اس حال میں حاضر ہو کہ وہ ہماری محبت سے سرشار ہو تو وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کسی بندہ کو اس کا عمل فائدہ نہیں پہنچائے گا مگر ہماری قدر ومنزلت کو ماننے کے بعد)۔

(المعجم الأوسط للطبرانی' باب الالف، من اسمه احمد،حدیث نمبر 2320)

نہیں خوف بیدمؔ خستہ تن' تیرے حامی ہیں شہ پنجتن
رہا صاف دل تو ضرور ہے' کسی طرح تجکو ضرر نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انکی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں فرمائے اور ان کے بغض وعداوت سے ہمارے سینوں کو پاک وصاف رکھے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ حق وصداقت کے علمبر دار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حضرات گرامی قدر! امام حسین رضی اللہ عنہ رشد وہدایت کے علمبر دار ہیں، ان کا وجود با جود حقانیت کی واضح دلیل ہے، آپ کی شخصیت حق وصداقت کا معیار ہے، کسی مقام پر آپ کی موجودگی ہدایت کا نشان اور گمراہی کے لئے کاری ضرب ہے، جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ نجران کے عیسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے ان کا عقیدہ تھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے ہیں، انہوں نے بطور دلیل یہ بات پیش کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسی

کا بغیر والد کے پیدا ہونا یہ قدرت الٰہی کی دلیل ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے۔ جس طرح آپ کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا قدرت الٰہی کی دلیل ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کا بغیر والد کے پیدا ہونا بھی قدرت الٰہی کی دلیل ہے۔ آپ کے سمجھانے کے باوجود وہ بحث کرنے لگے تو آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مباہلہ کی دعوت دی، ارشاد الٰہی ہے:

فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ.	اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! صحیح علم آنے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق) آپ سے بحث کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی خواتین کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم خود بھی آتے ہیں اور تم خود بھی آؤ، پھر ہم سب گڑگڑا کر دعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔

(سورۃ آل عمران: 61)

اس آیتِ کریمہ سے متعلق تفسیر بیضاوی میں یہ روایت موجود ہے:

....فأتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد غدا محتضناً الحسين آخذاً بيد الحسن	نجران کے عیسائی مباہلہ کے لئے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میدان میں اس شان سے تشریف لائے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گود میں ہیں اور آپ امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں،

وفاطمة تمشي خلفه وعلي رضي الله عنه خلفها وهو يقول : إذا أنا دعوت فأمنوا ، فقال أسقفهم يا معشر النصاري إني لأري وجوهاً لو سألوا الله تعالى أن يزيل جبلاً من مكانه لأزاله فلا تباهلوا فتهلكوا ، فأذعنوا لرسول الله صلى الله عليه وسلم وبذلوا له الجزية ألفي حلة حمراء وثلاثين درعاً من حديد ، فقال عليه الصلاة والسلام :والذي نفسي بيده لو تباهلوا لمسخوا قردة وخنازير ، ولاضطرم عليهم الوادي ناراً ، ولاستأصل الله نجران وأهله حتى الطير على الشجر...

سیدۂ کائنات فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے اور حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجھہ ان کے پیچھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے تھے :جب میں دعا کروں تم لوگ آمین کہنا۔عیسائیوں کے پادری نے (ان برگزیدہ حضرات کے چہروں کی نورانیت کو دیکھا تو)پکار اٹھا:اے عیسائیوں کی جماعت! یقیناً میں ایسے نورانی چہروں کو دیکھ رہا ہوں،اگر یہ اللہ کے دربار میں معروضہ کریں کہ پہاڑ کواس کے مقام سے ہٹادے تو اللہ تعالی ان کی دعا کے سبب ضرور پہاڑ کو ہٹادے گا،لہذا تم اِن سے مباہلہ نہ کرو!ورنہ تم سب کے سب ہلاک ہوجاؤ گے،پھران لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر یقین کرلیا اور آپ کی خدمت میں جزیہ کے طور پر دو ہزار سُرخ جوڑے اور تین سو لوہے کے زرہ پیش کیے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!(اہل نجران پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا)اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان کے چہروں کومسخ کردیا جاتا،وہ بندراور بدجانور بنادئے جاتے اور وادی اُن پر آگ بن جاتی،ضرور اللہ تعالی نجران اوراہل نجران کوتباہ وتاراج کردیتا یہاں تک کہ درختوں پر پرندوں کوبھی۔

(تفسیر البیضاوی ، سورۃ اٰل عمران :61)

اہل بیت کی شان میں مختلف آیاتِ مبارکہ نازل ہوئی ہیں ، اُن میں سورۂ صافات کی آیت نمبر:130 ہے،جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ. (حضرت) الیاس علیہ السلام پر سلام ہو۔

(سورۃ الصافات :130)

مذکورہ آیت کریمہ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں،ایک تفسیر یہ ہیکہ آیت کریمہ میں "إِلْ یَاسِیْنُ" سے مراد سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اور مفسرین کرام کی ایک جماعت نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ اس آیت کریمہ میں "إِلْ یَـاسِیْنُ " سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام ہیں۔

دوسری تفسیر کے لحاظ سے آیت کریمہ کے معنی یہ ہوں گے:

سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ. محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر سلام ہو۔

(سورۃ الصافات :130)

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں روایت نقل کی ہے:

وأخرج ابن أبي حاتم والطبراني وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله (سلام على إل ياسين) قال :نحن آل محمد (إل ياسين).

امام ابو حاتم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ "سَلَامٌ عَلٰی إِلْ یَاسِیْنَ " سے متعلق نقل فرمایا،سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ":إِلْ یَـاسِین "ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(الدر المنثور فی التأویل بالمأثور، سورة الصافات 130)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المحرقۃ" میں فرمایا ہے:

فقد نقل جماعة من المفسرين عن ابن عباس رضی الله عنهما أن المراد بذلك سلام علی آل محمد.

مفسرین کرام کی ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سلامتی ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل مبارک پر۔

(الصواعق المحرقة لإبن حجر الهيتمی، الباب الحادی عشر فی فضائل أهل البيت النبوی)

نیز علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:

وقرأ...آخرون " :سَلامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ "یعنی :آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور دیگر قراء نے اس کو "سَلَامٌ عَلٰی آلِ یَاسِین" پڑھا ہے، یعنی اہل بیت کرام پر سلام ہو۔

(تفسير القرآن العظيم لابن كثير، سورة الصافات :130)

برادران اسلام! جن مقدس ہستیوں پر اللہ تعالی کی بارگاہ سے سلام ہو اور جن پر تمام اہل اسلام حالتِ نماز میں درود پڑھتے ہوں آیئے انہیں اہل بیت نبوت کے چشم و چراغ، جنتی جوانوں کے سردار، جگر گوشۂ بتول، نواسۂ رسول، سید الشہداء، امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل و کمالات اور آپ کی عظمت و فضیلت کے ذکرِ جمیل سے اپنے قلوب کو جِلا بخشیں۔

ابتداء ہر سال کی ہے آپ ہی کی یاد سے
آپ ہی کا تذکرہ سب کی زُباں پر یا حُسین
(حضرت کامل)

﴿فضائل سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ﴾

امام عالی مقام سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات متعدد احادیث شریفہ سے ثابت ہیں، آپ حضور اکرم سید الانبیاء سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسہ ولخت جگر ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی، جنتی خواتین کی سردار سیدہ بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے پارۂ دل ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دائمی نسبت اور کمال قربت کو ظاہر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

حُسَیْنٌ مِنِّی وَأَنَا مِنْ حُسَیْنٍ   حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیهما السلام

،حدیث نمبر :4144)

﴿ولادت باسعادت کی بشارت﴾

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی جان صاحبہ نے ایک عجیب وفکر انگیز خواب دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی فرحت آفریں تعبیر بیان فرمائی اور امام عالی مقام کی ولادت کی بشارت دی جیسا کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّیْ رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اَللَّيْلَةَ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ شَدِيْدٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِیْ حِجْرِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتِ خَيْرًا، تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ غُلَامًا فَيَكُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ. فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِیْ حِجْرِیْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے، سرکار نے ارشاد فرمایا: آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں: وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا گویا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے، ان شاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاحبزادے تولد ہونگے اور وہ آپکی گود میں آئینگے، وہ فرماتی ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور وہ میری گود میں آئے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی، پھر ایک روز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی

فَوَضَعْتُهٗ فِیْ حِجْرِہٖ،ثُمَّ حَانَتْ مِنِّیْ اِلْتِفَاتَۃٌ ، فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُھْرِیْقَانِ الدُّمُوْعَ.قَالَتْ : فَقُلْتُ : یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ، بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ ، مَا لَکَ ؟ قَالَ : اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا،فَقُلْتُ:ھٰذَا ؟ قَالَ: نَعَمْ ، وَاَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاءَ.	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا پھر کیا دیکھتی ہوں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان اقدس اشکبار ہیں، یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان !اشکباری کا سبب کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس شہزادہ کوشہید کرینگے۔میں نے عرض کیا: سرکارکیا وہ اس شہزادے کوشہید کرینگے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:ہاں!اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔

(زجاجۃ المصابیح،ج 5، باب مناقب اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص227/228۔ دلائل النبوۃللبیهقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکوائن بعدہ ،حدیث نمبر:2805۔مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب' باب مناقب قریش وذکر القبائل،حدیث نمبر:6171)

حضرات! حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی روایت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک کی بھی بشارت ہے' اس کے ساتھ ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی شان بھی آشکار ہے چنانچہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطائے خداوندی سے نہ صرف ولادت مبارک کی بشارت دی بلکہ جنس کا تعین بھی فرمادیا'

ارشاد فرمایا’’ غــلا ماً‘‘ لڑکا تولد ہوگا و نیز یہ بھی فرما دیا کہ وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں آئینگے۔

﴿ولادت مبارک﴾

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس (50) دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے ،آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ 5 شعبان المعظم 4ھ ٔمدینہ طیبہ میں ہوئی۔

ولد لخمس ليال خلون من شعبان سنةاربع من الهجرة.

(معرفة الصحابةلابی نعیم الاصبهانی، باب الحاء من اسمه حسن)

﴿ القاب مبارکہ ﴾

امام عالی مقام ٔ سید الشہد اء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور القاب مبارکہ ریــحانة رسول صلى الله عليه وسلم، (چمنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول)

سيد شباب اهل الجنة، (جنتی جوانوں کے سردار)۔

الرشيد، (ہدایت والے)۔

الطيب، (خوشبودار، پاکیزہ)۔

السيد، (سردار)۔

المبارک (برکت والے) ہیں۔

جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان کہی جیسا کہ روایت ہے: عَـنْ أَبِـى رَافِـعٍ ، أَنّ الـنَّبِيَّ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ حِينَ وُلِدَا .

(المعجم الكبير للطبرانی ،حديث نمبر:2515)

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کے نام پہلے حمزہ اور جعفر تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ حضرات کے لئے حسن اور حسین جیسے اسماء منتخب فرمایا' جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، أَنَّهُ سَمَّى ابْنَهُ الْأَكْبَرَ حَمْزَةَ ، وَسَمَّى حُسَيْنًا جَعْفَرًا بِاسْمِ عَمِّهِ ، فَسَمَّاهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا ."	حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ، حد یث نمبر2713)

﴿حسن وحسین جنتی نام﴾

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور اسلام سے پہلے عرب میں کسی نے یہ دونوں نام نہ رکھے۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقۃ میں روایت درج کی ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ : "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ "اِسْمَانِ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، مَا سَمَّتِ الْعَرَبُ بِهِمَا فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ .

(الصواعق المحرقه، ص 115، تاریخ الخلفاء، ج 1،باب نسبه الحسن بن علی رضی الله عنه و فضله و حب الرسول اياه ، ص149۔)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت و بزرگی حاصل ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا عقیقہ فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ.

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں دو دو دنبے ذبح فرمائے۔

(سنن النسائی، کتاب العقیقة ،باب کم یعق عن الجاریة، حدیث نمبر:4236)

﴿اولادِ امجاد﴾

آپ کو جملہ نو اولادِ امجاد ہوئیں، چھ شہزادے (1) حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ (2) حضرت علی اوسط (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) (3) حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ (4) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (5) حضرت محمد رضی اللہ عنہ (6) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، اور تین شہزادیاں (1) حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (2) حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا (3) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(نورالابصار فی مناقب اٰل بیت النبی المختار،ص:52، للشیخ الشبلنجی ،مولود 1250ھ)

﴿حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جنت کی زینت﴾

حضرات! دنیا میں اللہ تعالی نے حسن و جمال کا سامان رکھا ہے، درختوں اور پھولوں کی خوبصورتی ' صبح کا دل لبھانے والا حسین منظر' خاموش پہاڑیاں' دل نواز آبشارے وغیرہ اس جیسی مختلف قسم کی بہت ساری خوبصورت چیزیں دنیا کی زینت ہیں، زینتِ دنیا جنت کے مقابل کوئی حقیقت نہیں؛ کیونکہ جنت کا حسن و جمال اس سے بھی

زیادہ ہے۔ جنت کے حسن و جمال والے مناظر کیسے ہوں گے؟ انسانی ذہن اس کا اندازہ نہیں کرسکتا، قربان جائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے جمال پر، کہ یہ بزرگ حضرات جنت جیسے حسین وخوبصورت مقام کی زینت ہیں، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کی دعا کے مطابق امام طبرانی کی معجم الاوسط اور کنز العمال میں روایت ہے:

لَمَّا اسْتَقَرَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ أَلَيْسَ وَعَدتَّنِي أَنْ تُزَيِّنَنِي بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ؟ قَالَ: أَلَمْ أُزَيِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ؟ فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَيْسًا كَمَا يَمِيسُ الْعَرُوسُ.	جب جنتی حضرات جنت میں سکونت اختیار کریں گے تو جنت معروضہ کریگی؛ پروردگار! کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب الالف من اسمہ احمد، حدیث نمبر: 343۔ جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الھمزۃ، حدیث نمبر: 1331۔ الجامع الکبیر للسیوطی، حرف الھمزۃ، حدیث نمبر: 1342۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث نمبر: 15096۔ کنز العمال، ج13 ص106، حرف الفاء، کتاب الفضائل، الباب الخامس فی فضل اھل البیت، حدیث نمبر: 34290)

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت، محبوبیتِ خداوندی کی ضمانت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے متعلق ارشاد فرمایا:

فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیَ اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

یہ دونوں میرے شہزادے ہیں اور میری شہزادی کے شہزادے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور جو شخص ان سے محبت رکھے اسکو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر:4138)

حضرات! اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا امام عالی مقام کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا.

اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر: 4144)

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنھما سے محبت رکھنے والے کو اللہ تعالی اپنا محبوب بناتا ہے، اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس یہ حضرات محبوبیت کے کس قدر اونچے مرتبہ پر ہوں گے' اور اللہ تعالی ان سے کتنی محبت رکھتا ہوگا۔

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار فرمایا اور آپ سے محبت کرنے والوں کے حق میں دعا فرمائی' جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ایک مرتبہ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور آپ کے لبوں کو بوسہ دے کر دعاء فرمائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

الٰہی میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو شخص ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنالے۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیھما السلام ،حدیث نمبر:4138)

﴿امام عالی مقام سے محبت پر سرفرازی﴾

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنھما سے محبت رکھنے والا حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا ہے اوران سے دشمنی رکھنے والا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھنے والا ہے،جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِیْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِیْ.	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے محبت کی؛اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(سنن ابن ماجہ،المقدمۃ،باب فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی اللہ عنھم ،حدیث نمبر148)

﴿امام حسین کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سجدہ کودراز فرمادیا﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے اپنے شہزادہ کی خاطر سجدہ کودراز فرمایا،متعدد کتب میں یہ حدیث مبارک مذکور ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلَّى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهِ سَجْدَةً أَطَالَهَا قَالَ أَبِيْ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُوْدِيْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهُ إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب یاعشاء کی نماز کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ آپ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے اور انہیں بٹھادیا، پھر آپ نے نماز کیلئے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے، نماز کے دوران آپ نے طویل سجدہ فرمایا، میرے والد کہتے ہیں : میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں اور شہزادے رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں، تو میں پھر سجدہ میں چلا گیا، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی واقعہ تو نہیں پیش آیا،

أَوْ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْكَ، قَالَ	یا آپ پروحی الٰہی کا تو نزول نہیں ہو رہا ہے؟ تو
كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلٰكِنَّ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس
ابْنِي ارْتَحَلَنِيْ فَكَرِهْتُ	طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی سوائے یہ کہ میرا بیٹا
أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ	مجھ پر سوار ہو گیا تھا، اور جب تک وہ اپنی خواہش
حَاجَتَهُ.	سے نہ اترے مجھے عجلت کرنا پسند نہ ہوا۔

(سنن النسائی ،کتاب التطبیق،باب هل یجوز ان تکون سجدة اطول من سجدة،حدیث نمبر: 1149۔مسند الامام احمد،حدیث شداد بن الهاد،حدیث نمبر: 16456۔مصنف ابن ابی شیبة،باب ما جاء فی الحسن والحسین رضی الله عنهما، ج 7،ص 514۔مستدرك على الصحيحين ،کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم،مناقب الحسن والحسين ابنی بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم،حدیث نمبر: 4759/6707۔المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر:6963۔مجمع الزوائد، ج 9،ص 111،حدیث نمبر: 15077۔السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاة،باب الصبی یتوثب على المصلی ويتعلق بثوبه فلا يمنعه،حديث نمبر: 3558۔السنن الكبرٰی للنسائی، ج 1،ص 243، حدیث نمبر: 727۔المطالب العالية ، كتاب المناقب،باب الحسن والحسين، حدیث نمبر: 4069۔مسند ابی یعلی،مسند ثابت البنانی عن أنس، حدیث نمبر: 3334۔کنز العمال،حرف الفاء ، كتاب الفضائل،الباب الخامس فی فضل أهل البيت،حديث نمبر:34308/37705/37706)

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمادیا﴾

اور ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کی خاطر اپنے خطبہ کو موقوف فرمادیا' جیسا کہ جامع ترمذی شریف، سنن ابوداؤد شریف، سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَیْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِی: بُرَیْدَةَ یَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ (إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا.

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا حبیب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے، امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھالیا پھر (منبر مقدس پر رونق افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: (''تمہارے مال اورتمہاری اولاد ایک امتحان ہے'') میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے، لڑکھڑارہے تھے، مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کرکے انہیں اٹھالیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام، حدیث نمبر: 4143۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ، حدیث نمبر: 1111۔ سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة وقطعة كلامه، حدیث نمبر: 1396۔ زجاجة المصابيح ج5 ص333)

﴿حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وجود مسعود سراپا دین وشریعت﴾

برادران اسلام ! اس حدیث مبارک سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں کی قدر ومنزلت اور ان سے اپنے کامل قلبی تعلق کو واضح کردیا کہ بچپن میں شہزادوں کے زمین پر گرجانے کا محض احتمال بھی حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ناگوار ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرم نوازی کی انتہاء فرمادی کہ شہزادوں کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمادیا، منبر شریف سے نیچے تشریف لاکر انہیں اٹھالیا، اپنے اس عمل مبارک کے ذریعہ روزِ روشن کی طرح ظاہر کردیا کہ انکا وجود باجود سراپا دین وشریعت ہے ، کیونکہ دنیوی کام کیلئے خطبہ موقوف نہیں کیا جاسکتا، پھر منبر شریف پر قیام فرما ہوکر ان کے چلنے کی پیاری اداؤں کا ذکر مبارک کرتے ہوئے اس حقیقت کو بھی واضح فرمادیا کہ ان کی ہر ہر ادا دین وشریعت ہے۔

امام عالی مقام کی حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قربت کی یہ شان کہ گہوارہ میں آپ کے رونے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِىْ زِيَادَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى بَيْتِ فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِى فَقَالَ: اَلَمْ تَعْلَمِىْ اَنَّ بُكَائَهُ يُؤْذِيْنِىْ.

سیدنا زید بن ابو زیادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا، امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی ! کیا آپ کو معلوم نہیں ! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

(نورالابصار فی مناقب اٰل بیت النبی المختار ، ص139)

برادرانِ اسلام! بچپن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا رونا حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا باعث ہے تو غور کرنا چاہیئے کہ جن ظالموں نے معرکۂ کربلا میں امام عالی مقام پر مظالم کی انتہا کردی، آپ کے حلقوم مقدس کو پیاسا ذبح کیا، آپ کے تن نازنین پر گھوڑے دوڑائے، دیگر اہل بیت کرام وجاں نثاران امام پاک کو بے پناہ تکالیف پہونچا کر انہیں شہید کیا، چھ ماہ کے شیر خوار علی اصغر رضی اللہ عنہ کو بجائے پانی پیش کرنے کے تیر چلا کر بے دردی سے شہید کرڈالا، ان بدبختوں کی ظالمانہ و بہیمانہ حرکات اور دلخراش واقعات سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلب مبارک کو کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی، کیا یہ ایذاء رسانی خالی جائیگی؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا.

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالی نے لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(سورۃ الاحزاب:57)

﴿امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت وصداقت﴾

حضرات! کچھ لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا تشریف لے جانا اور آپ کی شہادت عظمیٰ نعوذ باللہ اقتدار حاصل کرنے کیلئے لڑی جانے والی جنگ ہے!

جبکہ نبیوں کے تاجدار، احمد مختار، حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افراد کو معرکۂ کربلا کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تائید ونصرت کرنے کے لئے حکم فرمایا، کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حب منصب اور دنیا طلبی میں کسی کی مدد کرنے کے لئے فرمایا ہو؟ العیاذ باللہ!

کنز العمال شریف میں حدیث پاک ہے:

إِنَّ ابْنِـیْ هٰـذَا یَعْنِـیْ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِـأَرْضٍ مِـنْ أَرْضِ الْعِـرَاقِ یُقَـالُ لَهَـا کَـرْبَلَاء ، فَـمَـنْ شَهِـدَ ذَلِکَ مِـنْهُـمْ فَلْیَـنْـصُرْهُ. (البغوی وابن السکن والباوردی وابن منده وابن عساکر عن أنس بن الحارث بن منبه.

یقیناً میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا،توافراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہئیے کہ ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہو جائے۔

(کنز العمال،حرف التاء،کتاب الفضائل،الباب الخامس فی فضل اهل البیت،حدیث نمبر:34314۔)

امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوکس طرح دنیا کے ناپائدار اقتدار کی طلب ہوسکتی ہے، جبکہ آپ ہی کے گھرانہ سے ساری خِلقت کو زہد وورع ،تقوی وپرہیزگاری اور قناعت کی دولت ملی ہے۔سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو اس دنیائے فانی کی کس طرح حرص وطمع ہوسکتی ہے جبکہ آپ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صلى الله عليه وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

جنت میں ایک کوڑا برابر جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری ،کتاب بدء الخلق ،باب ماجاء فی صفة الجنةوانها مخلوقة، حدیث نمبر:3250)

جس جنت میں ایک چابک برابر جگہ دنیا اوراس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے، آپ تواسی جنت میں رہنے والے جوانوں کے سردار ہیں ۔ جامع ترمذی شریف میں قاسم نعمت ﷺ کا ارشاد مبارک مذکور ہے:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب الحسن و الحسین علیھما السلام،حدیث نمبر4136)

لہذا آپ کے کربلا تشریف لے جانے کو سیاسی و دنیوی اغراض سے متعلق کرنا جہالت و بددیانتی ہے۔

﴿امام حسن جلالت وسیادت کے پیکر' امام حسین شجاعت وسخاوت کے پیکر﴾

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو شہزادے اپنے اپنے اعتبار سے آپ کے مظہر ہیں جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ فَاطِمَةَ بنتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا أَتَتْ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِى تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهُ ! هٰذَانِ ابْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا شَيْئًا، فَقَالَ:أَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُوْدَدِىْ، وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِيْ وَجُودِىْ.

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کے دوران حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ اورحضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں اورعرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ! یہ آپ کے شہزادے ہیں، انہیں وراثت سے کچھ عطا فرمائیں ! تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: حسن کے لئے میرا جاہ وجلال اورسرداری وسیادت ہےاور حسین کیلئے میری جرأت وشجاعت اورکرم وسخاوت ہے۔

(المعجم الکبیرللطبرانی، حدیث نمبر:18474۔جامع الاحادیث للسیوطی، مسانید النساء ، مسند فاطمة رضی الله تعالی عنها،حدیث نمبر: 43493۔کنز العمال،باب فضل الحسنین رضی الله عنهما، حدیث نمبر:37712)

﴿شہادت عظمیٰ﴾

سیدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ ،عاشوراء کے دن' دس(10) محرم الحرام سنہ اکسٹھ(61) ہجری میں ہوئی، اس سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ میں نقل فرمایا ہے:

قال الزبير بن بكار: قتل الحسين يوم عاشوراء سنة إحدى وستين وكذا قال الجمهور.

(الاصابةفی معرفة الصحابة، حرف الحاء المهملة، الماء بعدها الصاد)

اللہ تعالیٰ ہمیں حسینی کردار کے صدقہ اسلام کی حقانیت وصداقت پر استقامت نصیب فرمائے، سارے عالم میں اسلام کا بول بالا فرمائے اور تمام دنیا میں امن وسلامتی قائم فرمائے۔

آمِین بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

W

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعۂ شہادت کاپُرسوز بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْیَاء عِندَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُونَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

برادران اسلام! دس(10)محرم الحرام کوسیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت عظمی ہوئی،اسی مناسبت سے شہداء کرام کی حیات اور واقعۂ شہادت کا پرسوز بیان حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر دل پذیر سے نقل کیا جاتا ہے۔اس میں ذکر کئے جانے والے مضامین کے ماخذ ومصدر کے لئے اہل علم''التاریخ الکامل لابن الاثیر، المنتظم لابن الجوزی،اسد الغابہ لابن الاثیر،البدایۃ والنہایۃ لابن الکثیر ،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر وغیرہ کتب وسیر وتاریخ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

حضرات! شہداء کرام کی حیات سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَــاءٌ عِـنْـدَ رَبِّهِـمْ يُرْزَقُوْنَ.	اور (اے پیغمبر) جولوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں) بلکہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

(پ 4، ال عمران، 16/17)

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُوْنَ.(پ 2، سورۂ بقرہ، ع18)

مسلمانو! تم اپنی حالت پر قیاس کر کے کہیں ہمارے جان نثاروں کو مردہ کہنے لگو گے وہ مرے نہیں، وہ تو زندہ ہیں۔

راہ خدا میں جان و مال نثار کرنے والے اور اپنی ہستی کو ہمارے واسطے خاک میں ملانے والے کیا یہ ان کے برابر ہو جائیں گے جو خواہشات نفسانی میں آلودہ اور لت پت ہیں اور فانی زندگی میں جی رہے ہیں، ہرگز ہرگز برابر نہیں ہو سکتے،اس لئے تم ان کو نہ زبان سے مردہ مت کہو اور نہ ہی تصور میں مردہ سمجھو۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً.

ترجمہ: اور دل سے بھی اُن کو مردہ مت خیال کرو۔ (سورۂ ال عمران:169)

غرض زبان اور دل سے ہر طرح اُن کا ادب کرو۔اُن کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں، مبالغہ نہیں، واقعی وہ زندہ ہیں، ان پر زندگی کے سارے آثار مرتب ہیں،

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یُرۡزَقُونَ. فَرِحِیۡنَ بِمَآ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِن فَضۡلِهٖ .

ترجمہ: اپنے خدا کے پاس اُس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

(پ 4 ' ع 17 ' سورۂ ال عمران)

یعنی عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت و آرام حاصل کر رہے ہیں، جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں، سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسی ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں، اپنے اعمال سابقہ کی بہار لوٹ رہے ہیں اُن کے اعمال گل وریاحین اور حور جنت بن کر اُن کے سامنے ہیں وہ اس سے لذت لے رہے ہیں۔ عالم قدس میں ترقی کر رہے ہیں خدائے تعالیٰ سے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں' یہ اُن کی آخرت کی زندگی ہے۔

﴿شہداء کی دنیوی حیات﴾

دنیا میں بھی تو وہ اس اعتبار سے زندہ ہیں کہ جس چشمہء خیر کو انھوں نے دنیا میں جان دے کر بہایا تھا وہ کبھی بند نہ ہوگا، جس درختِ پر ثمر کو انھوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر پرورش کیا تھا اس کے پھل اور پھول کبھی منقطع نہ ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں جان تو کیا ایک قطرۂ خون بہانے والوں کی جو قدر و منزلت ہے وہ دیکھئے' اللہ تعالیٰ سب بندوں سے کلام پردہ کی آڑ میں کرتا ہے مگر شہداء جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں اُن سے بے پردہ کلام کرتا ہے۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ وَحُسْنَ مُنْقَلَبِهِمْ قَالُوا يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ وَلَا يَنْكُلُوا عَنِ الْحَرْبِ. فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ عَلَى رَسُولِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روحوں کو پرندوں کے جوف یعنی پیٹ میں (اس طرح رکھا جس طرح دنیا میں سواری میں سوار رہتا ہے یا ہوائی جہاز میں مسافر رہتا ہے) وہ جنت کی نہروں پر اڑتے پھرتے ہیں' جنت کے میوے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سنہری قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں' پس جب ان کو کھانے پینے اور سونے کا لطف حاصل ہوا تو کہنے لگے :ہمارے بھائیوں کو ہماری یہ اطلاع کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں' رزق دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ ہمارے بھائی جہاد میں بے رغبتی اور لڑائی میں سستی سے کام نہ لیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو تمہاری اطلاع میں دوں گا' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْن. ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے گئے ہیں اُن کو مرا ہوا خیال نہ کرنا، بلکہ وہ پروردگار کے پاس جیتے (جاگتے موجود ہیں) (اُس کے خوانِ کرم سے) اُن کو روزی ملتی ہے۔

(مسند امام احمد،الجزء الرابع،حدیث نمبر:2388)

دین کی حمایت میں جنہوں نے اپنا مال' اپنی جان قربان کی اُن سب کے سردار سیدنا علی' سیدنا حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اُس وقت کی بات ہے کہ ادھر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو دین اسلام کے تباہ ہونے کا رنج تھا تو ادھر ظالموں کو یہ خیال تھا کہ جب تک دنیا میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ رہیں گے ہم دین اسلام تباہ نہیں کر سکتے' ان حضرات کے دنیا سے جانے کے بعد ہی ہم اس دین کی خرابی جیسے چاہے ویسے کرسکیں گے'اس لئے ان حضرات کی شہادت کے درپے تھے۔

برادران اسلام! شہداء کرام کی حیات سے متعلق آیت مبارکہ کے ضمن میں ضروری وضاحت کے بعد واقعات شہادت بیان کئے جارہے ہیں:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا تشریف لے جانے سے قبل حاکم مدینہ منورہ کے نام یزید کا حکم پر حکم آنے لگا کہ جہاں تک ہوسکے جلد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لی جائے ،اگر وہ میری بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر جلد میرے پاس روانہ کردو، میں تجھکو بہت سرفراز کروں گا۔

حاکم مدینہ منورہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر عرض کیا کہ آپ کے قتل کے متعلق احکام چلے آرہے ہیں، حیران ہوں کہ کیا کروں، کچھ تدبیر سوجھتی نہیں، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یزید بدعتی شارب خمر ہے، اس کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں ؟عام مسلمانوں سے رائے لی جائے ،جو سب کی رائے ہوگی اس سے مجھ کو گریز نہیں ۔پھر یزید کا تاکیدی حکم آیا کہ بیعت یا قتل دونوں میں سے ایک فوراً ہونا چاہیے، حاکم مدینہ منورہ نیک نفس تھا، اس نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اس کی بھی خبر دی۔

﴿حضرت امام رضی اللہ عنہ کی روضۂ اقدس پر حاضری اور دعا﴾

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ روضہ شریف پر گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے لپٹ کر اس قدر روئے کہ درودیوار بھی روئے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نانا جان! حسین آپ پر قربان، یہ وہی حسین آپ کا نواسہ ہے؛ ظالم یزید جس کے خون کا پیاسا ہے، یہ وہی حسین ہے جو آپ کے کاندھے پر سوار رہتا تھا، اب جدھر دیکھو اسکے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔ نانا! کب تک دشمنوں کا ظلم سہوں؟ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیئے ہیں، میری اماں بھی نہیں ہیں کہ ان سے کچھ دل کا درد کہوں، باوا جان نہیں ہیں کہ جن کے سایہ میں رہوں۔ نانا جان! بھائی تھے ان کو بھی آپ نے بلالیا۔ اب میں بے کس وتنہا رہ گیا ہوں، کوئی مونس وغمگسار، دکھ درد سننے والا نہیں۔

﴿حضرت امام کا خواب اور ارشاد نبوی﴾

روتے روتے قبر شریف پر سر رکھ کر سو گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی فوج لئے ہوئے تشریف لائے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک چھاتی سے لگا کر فرماتے ہیں: بیٹا حسین! اب قریب ہے کہ میری امت کے لوگ کربلا میں تم کو پانی سے ترسا کر، تیروں کی بارش برسائیں گے، تم کو شربت شہادت پلائیں گے۔

بیٹا حسین! جنت میں بڑے بڑے درجے ہیں، جب تک سر نہ کٹاؤ گے وہ درجے نہیں مل سکتے، تمہارے ماں وباپ تمہارے دیکھنے کو بے قرار ہیں، تمہارے بھائی تمہارے لئے تڑپ رہے ہیں۔ خواب ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نانا جان! پھر حسین کو دنیا میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے روضۂ شریف میں

لے لیجئے ،حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیارے حسین !صبر کرو، سفر کی تیاری کرو، سر کٹاؤ، خدا کی رضا پر راضی رہو۔ یہ خوشخبری سن کر آپ سب رنج وغم بھول گئے۔

﴿کوفہ کو روانگی اور اہل مکہ کی ہمدردی﴾

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، جب مکہ معظّمہ سے کوفہ کا ارادہ فرمائے تو اہل مکہ نے بہت روکا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نہ رکے، اس پر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت بے تاب ہوکر رونے لگے اور عرض کیا: امام (رضی اللہ عنہ) جب آپ کو مکہ سے سفر کرنا ضروری ہے تو آپ یمن کی طرف چلے جائیں دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سچ ہے مگر کیا کروں اس سفر میں ایک راز ہے جو نانا جان نے مجھ سے فرمایا ہے جو میں کسی سے نہیں کہہ سکتا اور بغیر کوفہ جانے کے رک نہیں سکتا، عنقریب وہ راز کھل جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اگر آپ کو جانا ہی ہے تو امام! مَردوں کو لے جائے، عورتوں، بچوں کو یہیں چھوڑ جایئے آپ نے فرمایا: یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدائے تعالی کی مرضی سب کو ساتھ لے جانے کی ہے۔

﴿میدان کربلا میں ورودؔ اور وہاں کی سختیاں﴾

حضرات! منزلیں طئے کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں آگئے ہیں، دشمنوں کا دریائے فرات پر پہلے ہی سے قبضہ ہو چکا ہے۔

حاکم کا حکم ہے کہ یہ پانی بشر پئیں
گھوڑے پئیں سوار پئیں اور شتر پئیں

جو تشنہ لب جہاں میں ہووہ آن کر پئیں
حیواں پئیں پرند پئیں جانور پئیں
کافر تلک پئیں تو نہ تم منع کیـــــــجیـــو
پر فاطمہ کے لعل کو پانی نہ دیـــــــجیـــو

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ریت کے لق ودق میدان میں ڈیرے لگا دیئے ہیں، جس میں نہ پانی ہے نہ درخت، جدھر دیکھو سنسان سناٹا ہے، ھو کا عالم ہے، ہائے وہ ریت کی دوپہر کی گرمی، رات بھر کی اوس، ہائے وہ بے کسی و بے بسی! ہائے وہ بے سروسامانی! ہائے وہ پیاس، وہ چہرے اداس، وہ گرمی کے دن وہ ننھے ننھے پیاسے بچے، نہ سینہ میں دودھ رہا نہ آنکھوں میں آنسو، زبان پر مارے پیاس کے کانٹے پڑ گئے، دودھ پیتے بچے مچھلیوں کی طرح تڑپنے لگے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ شیر خوار، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار، اس پر سفر کی حالت جس میں تھوڑی تکلیف بھی بہت معلوم ہوتی ہے، یہ نمونہ امام رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا۔ ہائے یہ غضب ادھر تو یہ حالت کہ ساقیٔ کوثر کے نواسہ کو پانی کا قطرہ نہیں، ادھر دشمن صراحیوں میں پانی لئے دکھا دکھا کر پیتے اور ہنستے تھے۔

حضرات! یہ وہی حسین رضی اللہ عنہ ہیں جن کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "**سیدا شباب اهل الجنة**" (نوجوانانِ جنت کے سردار) ارشاد فرمایا، بچپنے میں اگر وہ حسین کہیں اکیلے نکل جاتے تو فرشتے اپنے پروں میں لیکر آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ ہائے آج وہ دشمنوں کے نرغے میں ہیں، ہائے حسین رضی اللہ عنہ آپ نے کیا حسن

وجمال پایا تھا کہ اگر اندھیرے میں بیٹھتے تو چہرۂ مبارک کی چمک سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا تھا، ہائے ایسے مبارک چہرہ پر بہتر (72) زخم ہیں۔

صاحبو! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے کرو کہ جو بچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکثر کھیلا کرتا وہ اگر کہیں مل جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی پیار کرتے اور فرماتے: میرے حسین کے ساتھ یہ کھیلا کرتا ہے اس لئے میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں وباپ کی بھی۔

حضرات! جنت کو جب معلوم ہوا کہ وہ مسکن فقراء ہے تو وہ آزردہ ہونے لگی ،اللہ تعالی کا ارشاد ہوا: کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تیرے ارکان حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو بناؤں گا، پھر تو جنت خوش ہو کر فخر کرنے لگی۔

اگر جنت ہے تو اس کے ارکان حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) ہیں، اگر عرش ہے تو اس کے گوشوارہ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) ہیں، اگر مسلمانوں کا دل ہے تو اس کی روشنی حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کی دوستی سے ہے۔

اس شان کے حسین رضی اللہ عنہ دشمنوں کے نرغہ میں اتمام حجت کیلئے یزید کے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

لوگو! دیکھو ہم کون ہیں؟ میرا نام جانتے ہو، میرا حسب ونسب معلوم ہے، ذرا سوچو؛ کیا میرا گلہ کاٹنا جائز ہے؟ کیا میں فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا میرے نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اکثر اپنے کندھے مبارک پر

نہیں بٹھایا کرتے تھے؟ کیا حسن رضی اللہ عنہ میرے بھائی نہیں تھے؟ کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے کچھ قرابت نہیں ہے؟ کیا ہماری شان میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے؟

لوگو! ایک دن خدا کے پاس جانا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے، دنیا چندروزہ ہے آخرت ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔ سبھوں نے سر جھکالیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ڈیرہ میں واپس ہوئے۔

﴿حضرت امام رضی اللہ عنہ کی کرامت سے دشمنوں کو انفرادی سزا﴾

محرم کی نویں تاریخ ہی اشقیاء نے طبل جنگ بجایا، تب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو یہ نقارہ کیوں بج رہا ہے، اگر جنگ کے لئے بج رہا ہے تو ان سے کہدو! آج ہزار سر پٹکو گے ہمارا سر نہ پاؤ گے، کل یوم عاشوراء ہے، البتہ کل ہمارے لئے خاک وخون میں ملنے کا دن ہے، آج میرے لئے شہادت کی رات نہیں ہے بلکہ آج عبادت کی رات ہے۔ اب چھ سات پہر تو جینا ہے، آج رات بھر عبادت کر لینے دو۔ الغرض اس روز جنگ ملتوی ہوگئی اور آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

حضرت سیدنا امام رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام قرابت داروں دوستوں اور غلاموں سے فرمایا: میں تم سے خوش، خدا اور رسول تم سے خوش۔ میں یہاں سے نہیں جاسکتا، تم سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ، میرے ساتھ تم جان مت کھپاؤ۔ سبھوں نے عرض کیا: اگر آج ہم آپ کو دشمنوں کے نرغہ میں بےکس و بےبس چھوڑ جائیں گے تو' کل خدا و رسول کو کیا منہ دکھائیں گے؟ پہلے ہم سب آپ پر قربان ہوں گے تب کہیں آپ کی باری آئے گی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ڈیروں کے اطراف خندق کھدوائی

اوراس میں آگ جلائی تاکہ اشقیاء نہ آسکیں۔یزید کے لشکر سے مالک بن عروہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: کیوں حسین دوزخ میں جانے کے پہلے آگ میں جل رہے ہو؟ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کی گردن اڑادیں، اللہ رے امام عالی مقام کا حلم! آپ نے منع فرمایا اور کہا: جنگ میں ہماری طرف سے سبقت نہ ہونی چاہئے، یہ کہہ کر امام ہمام نے عرض کیا: خداوندا: سنئے یہ کیا کہتا ہے،فوراً اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی،خندق میں اوندھا گرا،دونوں لشکروں کے سامنے جل کر راکھ ہوگیا،اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کرامت اس طرح ظاہر ہوئی۔

اس کے بعد ابن اشعث ملعون بڑھا اور کہا: جب دیکھو آپ خدا' اور رسول کو پکارتے ہو،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کیا قرابت ہے؟ کیوں ڈینگیں مار رہے ہو؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بارالہا! یہ کیا کہہ رہا ہے،معاً اس کے پیٹ میں درد اٹھا اور گھوڑے سے اتر کر رفع حاجت کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ سرین پر ایک سیاہ بچھو ڈنک مارا، ڈنک مارتے ہی اس کو کچھ اس بلا کا زہر چڑھا کہ بول و براز میں لوٹ پوٹ کر مرگیا۔

یزید کے لشکر سے اور ایک ملعون جعدہ آگے بڑھا اور کہا: حسین! دریا ہمارے قبضہ میں ہے، تمہیں ایک قطرہ پانی نہ ملے گا، یوں ہی پیاسے مرجاؤ گے، یہ کہتے ہی اس ظالم کو کچھ ایسی شدت کی پیاس ہوئی کہ اس نے دریا میں منہ ڈالا مگر پیاس نہ بجھی، آخر پیاس پیاس کہہ کر مرگیا۔

﴿جاں نثاران امام رضی اللہ عنہم کی معرکہ آرائی﴾

حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ کی جان نثاری

دس (10) محرم کو حضرت امام عالی مقام کے جان نثاروں اور یزیدیوں کی

صف آرائی ہوئی اور یزیدیوں نے حضرت امام ہمام اوران کے جان نثاروں کا محاصرہ کرلیا،اس وقت حضرت عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ نے جو قریب میں بکریاں چرارہے تھے اپنی ماں سے کہا: ماں! اگرتم اجازت دوتو میں اس وقت امام مظلوم کی مدد کرتا ہوں، ماں نے کہا: بیٹاز ہےنصیب! جلد جاؤاورامام مظلوم پر سے قربان ہوجاؤ! عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ اپنی تمام بکریاں راہ خدامیں دیکر اپنی ماں کو لئے ہوئے حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ماں نے کہا: یا امام رضی اللہ عنہ! میں اپنےلڑ کے کوآپ پر سے قربان کرنے لائی ہوں، آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ آتے ہی اشقیاء پرحملہ آورہوئے اورستر (70) آدمیوں کو مارکرآئے اوراپنی ماں سے کہے: اماں! پیاس بہت لگ رہی ہے، ماں نے کہا: بیٹا! حورانِ بہشت شربت کے پیالے لئے کھڑی ہیں، جلدی جاؤ اور شہید ہوجاؤ، آپ لوٹ گئے اور پچاس (50) اشقیاءکوقتل کرنے کے بعد یزیدی نامردوں نے چوطرف سے حملہ کرکے آپ کے سرکوتن سے جدا کیااورانکی ماں کی طرف پھینک دیا، ماں نے اپنے بیٹے کا سر لے کر چوما اورسر کے بال پکڑکر یزیدیوں کی طرف اس زور سے مارا کہ وہ سرعمران دمشقی کے سرکو جالگا، وہ بہت بڑا پہلوان تھا، یہ سراس کے سرکو لگتے ہی اس کا سر پھٹ گیا اور وہ مرگیا پھر وہ ضعیفہ ایک لکڑی کا ڈنڈا لےکردوڑی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بہت کچھ روکے کہ بڑھیا یہ تیرا کام نہیں ہے؛ بیٹھ جا، بڑھیا نے کہا: امام! اللہ کے لئے مجھ کو نہ روکو، میں یہاں سے زندہ نہ جاؤں گی بلکہ شہید ہوجاؤں گی ،حضرت امام رضی اللہ عنہ رونے لگی اور اس نے یزیدیوں پرحملہ کرکے تین آدمیوں کوقتل کیااورخود بھی شہید ہوگئی۔

اہل بیت کا سلسلہ شہادت

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں جانے کی اجازت مانگے ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: برادرِ عزیز! تم اپنی ماں کو رنجیدہ نہ کرو انہیں تمہارے سوا کوئی بچہ نہیں ہے ،ماں نے عرض کیا: امام میرے بچہ کو اجازت دیجئے آپ کے بعد ہم جی کر کیا کرینگے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے بغلگیر ہو کر اجازت دی ،آپ نے جواں مردی کے جوہر ظاہر فرما کر جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی مرد تو گھر میں رہے ؛تم ایسا نہ کرو اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا:

حیاتی بدون لقائک ضائع
میری زندگی تمہارے بغیر بیکار ہے
وعیشی بغیر وجھک باطل
میرا جینا تمہارے بغیر کس کام کا ہے

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بار بار عرض کرنے سے حضرت امام نے آپ کو بھی اجازت دی ،آپ نے بھی آبائی شجاعت اور بہادری کا ثبوت دے کر بالآخر جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: چچا مجھے بھی اجازت دیجئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے تم پر شفقت کرنے کی وصیت فرمائی ہے، کل تمہارے والد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو میں کیا منھ دکھاؤں گا؟ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: شفقت یہی ہے کہ آپ مجھکو تنہا نہ چھوڑ جایئے! اپنے ساتھ جنت میں لے چلئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہوکر اجازت دیدی، جب اجازت ملی، میدان جنگ میں ہل چل مچ گئی، ہزار ہا یزیدی فی النار ہوگئے۔

اس کے بعد ازرق پہلوان حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ زر کے لئے اپنے ایک ایک بیٹے کو بھیجا، ہر ایک خوب بہادری سے لڑا مگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کچھ نہ چلا، دونوں بری طرح مارے گئے، اس وقت ازرق کو تاب نہ رہی، غصہ میں بھرا ہوا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے خود میدان جنگ میں اتر آیا، دونوں فوجوں کی نگاہیں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور ازرق پر لگی ہوئی تھیں، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ دعا فرمارہے تھے کہ بارِالٰہا! میرا قاسم تجربہ کار دشمن کے مقابلہ میں ہے، آپ میرے قاسم کی مدد کیجئے۔ ازرق کا مقابلہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا، ہر ایک اپنی اپنی بہادری دکھارہا تھا، ازرق جو وار کرتا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس کو بہت پھرتی سے روک دیتے تھے، اس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف یاد آگئی کہ جنگ بچاؤ کی تدبیر کرسکتے ہیں، اس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے ازرق سے فرمایا: اے ازرق! اے تجربہ کار پہلوان دیکھ تیرے گھوڑے کا

تنگ ڈھیلہ ہوگیا ہے، عنقریب تو زمین پر آتا ہے، وہ پریشان ہوکر جھک کر دیکھا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس پر تلوار چلا دیئے، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وار کو روک نہ سکا ،اس کا سر کٹ کر زمین پر گرا، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی اس پھرتی کو دیکھ کر دشمن بھی تعریف کرنے لگے۔

پھر تو سب یزیدیوں نے چوطرف سے ایک بار حملہ کر دیا، یہ خدا کے شیر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جدھر رخ کرتے ادھر دشمن (شیر کے سامنے جیسے بکریاں بھاگتے ہیں ویسا) بھاگتے تھے، آخر چوطرف سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی، بالآخر حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ جام شہادت پی کر زمین پر آ رہے۔ اسکے بعد آپ کے بھانجہ عون بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی داد شجاعت دے کر جنت کو سدھارے۔

﴿حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

حضرت سُکَیْنَہ رضی اللہ عنہا کا پیاس سے تڑپنا' حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دیکھا نہ گیا، بھیڑ چیرتے دریائے فُرات پر پہونچے، خود کو پانی پینے کا خیال آیا مگر نہ پیئے اور فرمایا: آہ سکینہ پیاسی ہو اور میں پانی پیوں، پانی کی مشک لئے آ رہے تھے کہ ظالم نے ایک ہاتھ قلم کر دیا تو دوسرے ہاتھ میں مشکیزہ لے لیا، جب وہ بھی قلم ہوگیا تو دانتوں سے تھام کر لا رہے تھے، تھوڑی دور بھی نہ جا سکے تھے کہ ظالموں نے مشکیزہ کو تیروں سے چھید دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، پانی ڈیرے تک نہ پہونچ سکا، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں کہ افسوس پانی کے لئے میں نے چچا کو کھو دیا۔

﴿حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

رَن (لڑائی) میں پھر ایک شیر کے آنے کی دھوم ہے، ارے وہ کون؟ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل کے آنے کی دھوم ہے، علی اکبر رضی اللہ عنہ کے آنے کی دھوم ہے، سب کا خاتمہ ہو گیا، علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا: سب قربان ہو چکے اب غلام باقی ہے مجھے، آپ کی تنہائی دیکھی نہیں جاتی، مجھے بھی اجازت دیجئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا! اٹھارہ سال کی کمائی کیا کربلا میں لاتے ہو مدینہ منورہ جاؤ۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! آپ کے بغیر ایک لحظہ بھی دنیا میں نہ رہوں گا، کیا ظالموں کے ہاتھ مجھکو تنہا چھوڑ کر جاتے ہو بابا؟ ادھر ماں بھی تڑپ کر رونے لگیں تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

سر کو کٹانا' کام ہے ہمارا اماں جان
گھر کو لٹانا' کام ہے ہمارا اماں جان
تلواریں کھانا' کام ہمارے ہے اماں جان
امت چھڑانا' کام ہمارا ہے اماں جان
پیاسے کھڑے ہیں دشت میں اسوقت بابا جان
چاروں طرف سے تیروں کی بوچھار ہے اماں جان

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی آہ وزاری اور عاجزی حد سے بڑھ گئی تو حضرت امام رضی اللہ عنہ خود اپنے دست مبارک سے آپ کے جسم اطہر پر ہتھیار باندھے اور اجازت دی۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے، ہم شکل پیمبر کی آمد آمد ہے، وہ آتے ہیں کہ جب کسی کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی

تو حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے اور انکی باتیں سنا کرتے ۔غرض حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر میدان جنگ میں آئے۔

عبید اللہ بن زیاد نے ایک شخص سے کہا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو، ذرا اپنے چہرہ سے نقاب اٹھائیں اس لئے کہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جب چہرۂ مبارک سے نقاب اٹھایا' یزید کے تمام لشکری آپ کی صورت دیکھ کر رو پڑے، ہر طرف سے رونے کی آوازیں آنے لگیں، شمر لعین نے غضبناک ہو کر کہا: ایسی شفقت تھی تو تم نے یہ کام کیا ہی کیوں اور انکے اتنے آدمی کیوں مارے؟ چلو ہوشیار کہہ کر اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیدیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ حیدری زور دکھایا کہ دوسو (200) ناپکاروں کو جہنم رسید کر کے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہے: باواجان! پیاس کی سخت تکلیف ہے ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انکو اپنی زبان چسوائی، آپ نے پھر میدان میں تشریف لا کر مرد مقابل طلب کیا، کسی کو جرأت نہیں ہو رہی تھی، خود لشکر پر گرے، بجلی تھی کہ چمک رہی تھی جس طرف رخ کرتے الامان کی صدا بلند ہوتی، مُردوں کے ڈھیر لگ گئے، گھوڑا موڑ کر تشریف لائے اور عرض کیا: بابا جان! پیاس سے جان جارہی ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چسائی، کچھ تسلی ہوئی۔

پھر میدان جنگ میں آئے، طارق بن مثبت کو سپہ سالار نے کہا کہ تجھے اس شرط پر موصل کی حکومت دلاتا ہوں کہ اس شاہزادہ حسین رضی اللہ عنہ یعنی علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے، سپہ سالار نے قسمیں کھائی اور اپنی انگوٹھی طارق کو دی، تب کہیں موصل کی حکومت کی آرزو میں طارق حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل آیا اور حضرت علی اکبر

رضی اللہ عنہ پر نیزہ چلایا، آپ نے اس کا نیزہ روک کر اس پھرتی سے اپنا نیزہ چلایا کہ طارق کے سینہ سے پار ہو گیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھوڑے کو ایڑھ دیکر چلے، طارق نیزہ کو لگا ہوا تھا، گھوڑے کی اس دوڑ میں طارق چور چور ہو گیا۔ طارق کا بیٹا مارے غصہ کے میدان میں آیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر کھینچنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس چستی و چالاکی سے اس کو زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ لشکر سے شور اٹھا، مارے ہیبت کے کسی میں سامنے آنے کی تاب نہ رہی، پھر سپہ سالار نے ''مصراع'' کو بڑھایا وہ بھی نیزہ چلایا حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے نیزہ کو تلوار پر اس طرح لیا کہ اس کا نیزہ کٹ گیا، وہ تلوار پر ہاتھ ڈالا ابھی کھینچ نے بھی نے پایا تھا کہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسی تلوار چلائی کہ وہ مع زین کے دوٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

اب نابکار، اکیلے نہ آ سکے، دو ہزار (2000) سواریوں کو حکم ہوا کہ ایک ساتھ حملہ کر دیں، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ بھوکا شیر بکریوں پر گرا ہے، قلبِ لشکر تک پہنچ گئے پھر پلٹ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پیاس کی شکایت کی، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا کچھ فکر نہ کرو، کوئی دم میں حوض کوثر پر پہونچ کر سیراب ہو جاؤ گے۔ آپ پھر لوٹے اور چوطرف حملہ کر رہے تھے کہ ابن خمیر نامرد نے دھوکہ سے نیزہ مارا، منقذ ملعون نے تلوار کا وار کیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑے، پکارے: باوا! خبر لو! حضرت امام رضی اللہ عنہ آپ کو اٹھا لائے اور لٹا کر، سر گود میں لے کر، فرمائے: بیٹا! میرے دل کے آرام! ذرا باپ سے بات تو کرو، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ

باپ کے گود میں سر ہے، ماں اور بہنیں روتی کھڑی ہیں، فرمائیے: باوا! آسمان کے دروازے کھلے ہیں، حوران بہشت شربت کے پیالہ لئے منتظر کھڑی ہیں، یہ فرما رہے تھے کہ روح اطہر پرواز کر گئی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہائے بیٹا! تم بھی دوسرے جہاں میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پہونچ گئے۔

﴿حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت﴾

بے دودھ کے علی اصغر پر پانی کے تین دن گذر چکے تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا اشقیاء شاید معصوم بچہ پر تو رحم کرینگے، شقیوں کی طرف لے چلے، ماں نے کہا: یا امام! علی اکبر کی طرح اس کو بھی کھو کر نہ آنا، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: باوا! بھائی کو جلد لاؤ، اصغر کا چھوٹا بچا ہوا پانی مجھ کو لا کر پلاؤ، بچہ کو لئے ہوئے میدان کارزار میں تشریف لائے اور فرمائے کہ لوگو! اس بچہ کا کیا قصور ہے؟ پیاس سے اسکی جان نکل رہی ہے، ایک قطرہ تو پانی کا ٹپکا دو، ایک ظالم نے تیر مارا حلق چھد گیا، اسی حالت سے خیمہ میں لائے، ماں نے پوچھا: کیا پانی پلا کر لائے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں آب کوثر پلا کر لایا ہوں۔

صاحبو! آپ سونچو! سابق کی آیت میں جو (**نقص من الاموال والانفس والثمرات**) مذکور ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر، حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ثمرات کی تباہی صادق آرہی ہے، جو جو اس آیت میں مذکور ہے سب کی آپ پر آزمائش ہو چکی۔

ہاں اے خلیل آتش نمرود دیدۂ

ایں شعلہ بہبیں کہ درجگر شاہ کربلاست

حضرت خلیل! نمرود کی آگ کے شعلوں کو آپ نے دیکھا ہے، شاہ کربلا کے جگر میں حضرت اصغر کی شہادت سے جو شعلے بھڑک رہے ہیں اس کو بھی دیکھئے، ان شعلوں کے سامنے نمرود کی آگ کے شعلے کچھ بھی نہیں۔

حضرت شہر بانو کا خواب

حضرت شہر بانو نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دامن کمر سے باندھے' کربلا کی میدان میں جھاڑو دے رہی ہیں، کنکر' پتھر' کچرا' کوڑا' اٹھا رہی ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا کررہی ہیں؟ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرا بچہ حسین (رضی اللہ عنہ) کل شہید ہوگا اور زخمی ہوکر اسی میدان میں گرے گا، میں کنکر پتھر اس لئے چن رہی ہوں کہ میرے لعل کو چبھنے نہ پائیں، اس کے بعد حضرت شہر بانو نے عرض کیا: یا امام! آپ تو رن (میدان جنگ) میں جارہے ہیں مگر یہ خواب کچھ اور ہی بات بتلا رہا ہے، حضرت امام رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے۔

شہادت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

صاحبو! ذرا مصر کی عورتوں کو دیکھو کہ ایک مخلوق کے عشق میں تو انکو اپنے ہاتھوں کے کٹنے کی کچھ خبر ہے نہ اس کے درد کی کوئی تکلیف۔ خالق کے عشق میں ڈوبے ہوئے کو کیا پوچھتے ہو؟ حضرت امام رضی اللہ عنہ اس وقت غایت عشق الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں، خوف' جوع' نقص اموال' نقص ثمرات سب کا امتحان ہو چکا، اب جان کی باری ہے

۔جہاد اکبر میں تو پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اب جہاد اصغر میں شہید ہوتے ہیں۔سب کو غم ہے مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ خوش ہیں کہ بہت دن سے ہجر کے صدمہ سہتے رہے،اب وصال ہوتا ہے:

عاشقاں را شاد مانی وغم اوست
دست مزد و اجرت خدمت ہم اوست
غیر معشوق گر تماشائے کہ بود
عشق نہ بود ہرزہ سودائے بود

عاشقان الٰہی کو عشق الٰہی میں جو تکلیف پہونچتی ہے اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہوتی ہے،عاشقان الٰہی کو عشق الٰہی میں جو جو تکلیف ہوتی ہے اسکی اجرت اللہ تعالی ہی کو سمجھتے ہیں۔معشوق کے سواء اگر عاشق الٰہی کا اگر کوئی اور مقصود ہو،وہ عشق نہیں بیہودہ خیالات ہیں،اس لئے کہ عشق الٰہی میں سب کچھ کھونا اور اس سے لذت لینا ہی عشق ہے۔

آپ کے جان نثار سب کے سب شہید ہو چکے،اب کوئی رکاب پکڑنے والا بھی نہ رہا،حضرت امام رضی اللہ عنہ ڈیرے کے پاس آ کر رخصت ہوتے ہیں ،چھوٹی صاحبزادی حضرت سُکَیْنَہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:بابا کہاں جاتے ہیں جی؟سب بھائی ’سب چچا‘ جا جا کر شہید ہو گئے،کیا آپ بھی جا کر شہید ہو جائینگے؟مرنے میں کیا مزہ ہے باوا؟ کیوں سب جا کر خوشی سے شہید ہو رہے ہیں۔سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا اور میدان جنگ میں تشریف لائے۔یزیدیوں نے کہا:آپ جنگ شروع کیجئے ،حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:مجھے اپنے نانا سے شرم آتی ہے،

نانا کل قیامت میں فرمائیں گے ''میری امت پر کیوں تلوار اٹھایا'' تو میں کیا جواب دوں گا؟ پہلے تم ہاتھ چلاؤ پھر میں مجبور ہو کر حملہ کروں گا۔ ظالموں نے ان اخلاق حمیدہ کی کچھ قدر نہ کی۔ یہ اخلاق تھے اہل بیت کے۔

تن تنہا ایک امام ہیں، لکھوکھا کی فوج سے مقابلہ ہے، چوطرف سے تیر بھالے اور تلوار برس رہے ہیں، صرف چہرہ مبارک پر بہتر (72) زخم آئے۔

الغرض آپ گھوڑے سے گرتے ہی شمر لعین سینہ مبارک پر چڑ بیٹھا، آپ نے پوچھا: کیا وقت ہے؟ اس ملعون نے کہا: آج یوم جمعہ ہے، خطیب خطبہ پڑھ رہا ہے، آپ نے فرمایا: منبر پر خطیب سوار ہے، میرے نانا کا خطبہ پڑھ رہا ہے اور تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کے سینہ پر سوار ہے، تجھے شرم نہیں آتی؟ شمر لعین نے جلدی سے گلا کاٹنا چاہا، ایک بال بھی نہ کٹا، آپ نے فرمایا: تو میرا گلا کیا کاٹ سکتا ہے؟ جس حلق کو میرے نانا نے بوسہ دیا ہے وہ نہیں کٹ سکتا، ٹھیر! میں نماز پڑھتا ہوں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے نماز شروع فرمائی۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ جب سجدہ کیئے شمر لعین نے گردن کاٹ لی اور امام عالی مقام نے جنت کی راہ لی۔

ملخص از: شہادت نامہ، مؤلفہ: زبدۃ المحدثین ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمی کے صدقہ میں ہمیں دارین کی سعادت عطا فرمائے۔

آمِین بِجاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سال نو کا پیغام اہل اسلام کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. صدق الله العظيم. و قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ رواه البخاری.

حضرات! خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کی گئی اس کا ترجمہ یہ ہے: اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیئے کہ اس نے کل یعنی قیامت کے لئے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (سورۃ الحشر: 18)

انسانی زندگی میں وقت ایک عظیم دولت اور بیش قیمت نعمت ہے، وہی شخص اپنی زندگی میں ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے جو وقت کی قدر کرتا ہے، وہی قوم عروج کے زینے چڑھتی ہے جو لمحات کی قدر جانتی ہے، جو فرد یا جماعت وقت کو ضائع کرتی ہے تو وقت کی رفتار اسے ترقی کی بلندیوں سے زوال کی پستیوں میں ڈال دیتی ہے۔

دین اسلام ایک فطری دین ہے' اس میں عبادات کا نظام وقت کے ساتھ مربوط (Attach) ہے، نماز پنجگانہ کی ادائیگی' وقت ہی سے متعلق ہے، اسی لئے کتب حدیث وفقہ میں اوقات نماز کی بابت ایک مستقل (Separete) بیان رکھا گیا ہے ،سحر وافطار کے لئے باریک بینی کے ساتھ وقت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس میں کمی بیشی ہوجائے تو روزہ رائگاں ہوجاتا ہے، زکوۃ کی فرضیت کیلئے سال گزرنا شرط ہے، حج مخصوص دنوں میں ادا کیا جاتا ہے، قربانی کیلئے ایام مقرر ہیں، ان تمام عبادات میں وقت اس درجہ اہمیت رکھتا ہے کہ اگر عبادات کی ادائیگی میں ان کے مقررہ اوقات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اسلامی عبادات بعض صورتوں میں مکروہ ہوجاتی ہیں اور بعض صورتوں میں وقت کی ناقدری کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہیں اُن کی قضاء لازم آتی ہے اور عبادتوں سے متعلق وقت کی ناقدری کے باعث آدمی گنہگار قرار پاتا ہے۔

عبادات کے نظام میں وقت کا ارتباط وتعلق، احکام اسلام میں اس کی اثر انگیزی امت مسلمہ کے ہر ہر فرد سے وقت کی قدردانی وقدر افزائی کا مطالبہ کررہی ہے۔ اگر اہل اسلام اپنے اوقات کی اہمیت کو سمجھ لیں اور آداب وسنن کے ساتھ نظامِ عبادات پر کاربند ہوں تو شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے کی برکت اور اوقات کو ملحوظ رکھنے کی عادت سے ان کے اعمال وافکار میں ایسی پاکیزگی پیدا ہوگی کہ جس راہ چلیں گے ترقی ان کے قدم چومے گی' اونچے مراتب واعلی مناصب ان کے منتظر ہوں گے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

(علامہ اقبال)

﴿عمر رفتہ کا ہر لمحہ قابل قدر﴾

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کیلئے اپنے مبارک ارشادات میں وقت کی اہمیت بیان فرمائی اور اسے نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: نِعُمَتَانِ مَغُبُوُنٌ فِیُھِمَا کَثِیُرٌ مِنَ النَّاسِ ، الصِّحَّۃُ وَالُفَرَاغُ .

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اس سے غفلت میں رہتے ہیں: (1) تندرسی اور (2) فرصت۔

(صحیح البخاری ،کتاب الرقاق، باب ما جاء فی الرقاق وأن لا عیش إلا عیش الآخرۃ ،حدیث نمبر6412۔ زجاجۃ المصابیح ،ج4،کتاب الرقاق ،ص148)

اللہ تعالی کی نعمتیں بے حساب ہیں، اور ہر نعمت کی قدر کرنی چاہئے۔اُن نعمتوں میں جس نعمت کی طرف توجہ دلائی جائے وہ اور زیادہ اہمیت والی ہوتی ہیں، جن دو نعمتوں کی جانب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو متوجہ فرمایا ہے؛ وہ زندگی کے اوقات ہیں، جس کی اہمیت وقدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توجہ دلانے سے ظاہر ہوتی ہے۔

نیز ایک روایت کے مطابق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ حالات کو غنیمت جاننے اور ان کی قدردانی کرنے کی تاکید فرمائی ہے:

وَفِیُمَا رَوَی عَمُرُو بُنُ مَیُمُوُن الأَوُدِیُّ ، مُرُسَلا ، قَالَ : قَالَ رَسُوُلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِرَجُلٍ وَھُوَ یَعِظُہٗ:

حضرت عمرو بن میمون اَودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ:	تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے
شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ ،	غنیمت جانو! اپنی جوانی کو بڑھاپے سے
وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ ،	پہلے، اپنی تندرستی کو بیماری سے پہلے، اپنی
وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ ،	تونگری کو محتاجی سے پہلے، اپنی فرصت کو
وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ،	مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت
وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ.	سے پہلے۔

(الآداب للبیھقی، باب من قصر الأمل وبادر بالعمل قبل بلوغ الأجل، حدیث نمبر809۔

مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق،الفصل اول،حدیث نمبر:5147)

سال گذشتہ کے آغاز کے وقت کتنے لوگ ہماری معیت میں تھے جو اب ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں، اُن کی عمر ختم ہوگئی، موت نے اُنہیں اپنی آغوش میں لے لیا، اللہ تعالی کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں مہلت عطا فرمائی، ہمیں چاہیئے کہ اس فرصت کو غنیمت جانیں، زندگی کے ان لمحات کے قدر شناس بنیں، جوانی کو اطاعت الٰہی میں گزاریں اس سے پہلے کہ ضعف و کمزوری آجائے، تندرستی کی حالت میں دین کے وہ کام کرلیں جو بیماری کی کیفیت میں صحیح طور پر انجام نہیں دیئے جاسکتے۔

زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی ہے کہ اہل جنت کو جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی لمحات حیات کے بے فائدہ گزرجانے پر حسرت ہوگی، مسند احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لاَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِیِّ إِلاَّ كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ .	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی قوم ایسی محفل نہیں سجاتی جس میں وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتی اور حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہیں پڑھتی مگر یہ کہ وہ محفل قیامت کے دن ثواب کی کمی کی وجہ سے ان کیلئے حسرت کا سبب ہوتی ہے اگرچہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں۔

(مسند احمد حدیث نمبر: 10225۔ کنز العمال شریف، کتاب السلام وفضائلہ، حق المجالس والجلوس، حدیث نمبر: 25454)

﴿بروزِ حشر عمر، علم، مال اور جسم سے متعلق سوالات﴾

اعمال کے حساب وکتاب کا معاملہ وقت ہی سے متعلق ہے، عمر کے اوقات کے بارے میں بروز قیامت سوال کیا جائے گا۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

......لاَ تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيمَا فَعَلَ	......انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک کہ چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں گزارا ہے؟ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا؟

وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيمَا أَبْلَاهُ.

اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا ہے اور کہاں خرچ کیا ہے؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس کی توانائیوں کو کہاں صرف کیا ہے؟۔

(جامع الترمذی ' ابواب صفة القیامة' باب فی القیامة' حدیث نمبر 2602۔ کنزالعمال ، کتاب القیامة من قسم الاقوال،الباب الاول فی امور تقع قبلھا،الحساب ،حدیث نمبر38983)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مقدس ارشادات وقت کی قدردانی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں،غفلت وکوتاہی سے روک رہے ہیں اوراوقات ضائع کرنے سے منع کررہے ہیں۔

﴿اوقات اوران کی نہ رکنے والی رفتار' لمحۂ فکر﴾

حضرات! عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے: اَلْوَقْتُ كَالسَّيْفِ، اِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ . ترجمہ: وقت تلوار کی طرح تیز ہے، اگر تم نے اسے نہیں کاٹا تو وہ (وقت) تمھیں کاٹ ڈالے گا۔ (مرقاۃ الفاتیح، کتاب الدعوات، باب اسماءاللہ تعالی)

وقت اپنی رفتار کے ساتھ گزر رہا ہے، کوئی شخص وقت کی قدر کرے یا نہ کرے، وقت اپنی رفتار سے گزرتا جاتا ہے، وقت کی اہمیت جان کر اُسے صحیح کام میں استعمال کرنے والا شخص کامیاب ہوتا ہے اور غفلت میں وقت گزار دینے والا شخص اپنے مقصد میں ناکام ہوتا ہے، ہم نے پچھلے سال کے بارہ مہینے بسر کیئے ، 52 ہفتے گزارے، کامل ایک سال کا سفر طئے کیا، رخصت ہورہے سال کا اختتام ہم سے سوال کررہا ہے کہ جس سال کو تم رخصت کرر ہے ہو اس کے لمحات وساعات کی تم نے کیا قدردانی کی؟

انوار خطابت

حصۂ دوم برائے صفر المظفر

x

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ صفر اسلامی نقطۂ نظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

وَمَا أَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ أَیْدِیکُمْ وَیَعْفُو عَنْ کَثِیرٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

بزرگان محترم ومعزز حاضرین وسامعین! اسلام دین حق وصداقت ہے، جس نے عقیدۂ توحید ورسالت کے انوار سے کائنات کوروشن ومنور کیا اور ہر قسم کی باطل رسومات اورمشرکانہ توہمات کا خاتمہ کیا۔

جاہلیت کی فرسودہ رسومات ومشرکانہ توہمات میں یہ بات بھی تھی کہ لوگ ماہ صفر کومنحوس سمجھتے تھےاوراس سے بدشگونی لیتے تھے،اس دور میں لوگوں کا یقین تھا کہ اس ماہ کی آمد کی وجہ سے وہ مصائب و بلیات میں گھر جاتے ہیں،اورمعیشت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے،وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس ماہ کے سبب وہ بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں،اور یہ نظریہ رکھتے تھے کہ اس ماہ میں نحوست ہوتی ہے،کوئی بڑا کام یا کسی نئی مہم کا آغاز اس ماہ میں نہیں کرنا چاہئے ؛اس طرح کے باطل عقیدوں کووہ اپنے دل میں جگہ دیتے تھے۔

اسلام نے ان تمام باطل تصورات کو ختم کر دیا، ایمان وعقیدہ کی نعمت لازوال کے ذریعہ یہ درس دیا کہ مصائب وآلام کا تعلق کسی ماہ وسال سے نہیں ہے بلکہ وہ نیکوکاروں کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے امتحان وآزمائش اور گنہگار کے حق میں اس کی بدعملیوں کا نتیجہ ہے' ابھی میں نے خطبۂ مسنونہ کے بعد جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ

اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے (اس بدعملی) کے سبب پہنچتی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہے، حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سی (نافرمانیوں) کو درگزر کر دیتا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ۔30)

زمانۂ جاہلیت میں لوگ پرندہ کو اڑا کر فال لیا کرتے تھے، اگر پرندہ سیدھی جانب پرواز کرتا تو فالِ نیک لیا کرتے اور اگر راست اوپر یا نیچے کی جانب اڑتا تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم جو ارادہ رکھتے ہیں' وہ ہوگا تو ضرور لیکن اس میں تاخیر ہوگی اور اگر پرندہ بائیں جانب پرواز کر گیا تو وہ اس سے بدشگونی لیتے کہ ہمارا کام نہیں بن پائے گا۔ ''عقاب'' پرندہ کو دیکھ لیتے تو فکرمند ہوجاتے اور برے انجام سے اس کا شگون لیتے' کیونکہ اس کے معنٰی ''عذاب'' کے ہیں۔ اگر ''غراب'' یعنی کوّے کو دیکھتے تو اس سے تکالیف سفر اور غربت واجنبیت کا فال لیتے اور ''ہدہد'' پرندہ کو دیکھتے تو ہدایت ودرست روی سے اسے تعبیر کرتے۔

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے عقائد باطلہ کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا عَـدْوَى وَلَا طِيَـرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ ...... کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی' بدشگونی جائز نہیں' الّو اور صفر کے مہینہ میں کوئی نحوست نہیں!

(صحيح البخاری ، كتاب الطب، باب الجذام ، حدیث نمبر:5380۔ زجاجة المصابیح ،باب الفال و الطیرة، ج3، ص446)

خیر وشر اور تقدیر الٰہی

حقیقت میں خیر و بھلائی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، چین وسکون بخشنے کا اسی کو اختیار ہے اور ہر طرح کی کامیابی عطا کرنے والا وہی پروردگار ہے، وہی راحت بخشتا ہے، وہی رحمت کی بارش برساتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بندوں کو آزمایا کرتا ہے، کبھی نعمتوں سے سرفراز کرکے آزماتا ہے، کبھی مشقت وتکالیف کے ذریعہ آزماتا ہے کہ کونسا بندہ اپنے مولا کے فضل وکرم پر اسکی بارگاہ میں رجوع ہوتا ہے اور کون دوری اختیار کرلیتا ہے، پروردگار عالم یہ واضح کرتا ہے کہ بندہ اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے لگتا ہے یا اس کی بارگاہ سے کنارہ کشی اختیار کرجاتا ہے' آزمائش پر صبر کرتا ہے یا مایوس ہوکر راہ حق سے دوری اختیار کرجاتا ہے، کتاب وسنت کے روشن راستوں پر گامزن رہتا ہے یا نافرمانی کی اندھیریوں میں بھٹک جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَإِذَا أَنْـعَـمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْـرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا اور جب ہم انسان پر انعام فرماتے ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے، اور جب اُسے مصیبت پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہوجاتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا.

اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے: ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق کام کر رہا ہے، تو تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھی راہ پر ہے۔

(سورۃ بنی اسرائیل۔84/83)

ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور نعمت کی عطا اسی کی جانب سے ہے، مصیبت کا آنا بھی اسی کی مشیت سے ہے برگ وبار، باغ و بہار اسی کی جانب سے ہے اور طوفان وقحط سالی بھی اسی کی طرف سے ہے، جان ومال کی حفاظت بھی اسی کی طرف سے ہے اور جان پر آنے والی مصیبت اور مال کی ہلاکت بھی اسی کے حکم سے ہے، الغرض ہر طرح سے وہ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے، جب خدائے تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان ہے تو پھر آزمائش اور امتحان ضرور ہوا کرتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الم ،أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ـ

الٓـــــمٓ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ کہنے لگیں' ہم ایمان لائے' اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے!۔

(سورۂ عنکبوت۔1،2)

برادران اسلام! ہمارے وہم وگمان اس بات پر اکساتے ہیں کہ صفر کا مہینہ آچکا ہے، پتہ نہیں کہ ہمارے یہ دن کیسے گزریں گے، کس بلا میں ہم مبتلا ہونگے، کونسی بیماری ہمیں لاحق ہونے والی ہے؟

یاد رہے کہ شب و روز مصائب و مشکلات نہیں لاتے، کسی مہینہ کی آمد کی وجہ سے مصیبت نہیں آتی،! بلکہ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو ہماری بداعمالیاں ہی ان بلاؤں کا سبب ہوتی ہیں اور ماہ صفر سے متعلق ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے باطل توہمات ہمارے فتنوں اور مشکلات میں گھر جانے کا سبب تو نہیں بن گئے۔

ہم اپنی دنیا اور آخرت کے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردیں تو نہ ہم شکوک وشبہات میں مبتلا ہونگے اور نہ ایسی فکر دامن گیر ہوگی۔

قوم ثمود کی بدشگونی

قرآن کریم میں قوم ثمود کی توہم پرستی اور ان کی بدشگونی کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھوک و پیاس کے ڈر سے خدا کی نعمت کو ٹھکرادیا، وہ اونٹنی جو آیت الٰہی بنا کر ان کی طرف بھیجی گئی تھی، اس اونٹنی کو انہوں نے ذبح کردیا، سرکشی کرتے رہے، خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کردئے گئے اور انہوں نے اپنے مقدس نبی حضرت صالح علیہ السلام کا وجود اور آپ کے امتیوں کا ان کے درمیان رہنا بھی پسند نہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے اور آپ کی خدمت میں رہنے والوں سے برا شگون لیتے ہیں کہ یہ مصیبت ہم پر تمہاری ہی وجہ سے آپڑی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں موجود ہے:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طَآئِرُكُمْ عِنْدَاللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ. (سورۃ النمل۔47)

انہوں نے کہا: ہم تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں، حضرت صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: تمہاری نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے‘ بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے۔

برادران اسلام! اس واقعہ سے ہمیں یہی روشنی مل رہی ہے کہ آفات ومصائب سے دوچار ہونا اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے؛ اسے کسی اور کی طرف منسوب کرنا‘ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں بلکہ اللہ کے منکروں کا طریقہ ہے، جیسا کہ خطبہء مسنونہ کے بعد تلاوت کردہ آیت شریفہ میں ارشاد ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔	اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے (اس بدعملی) کے سبب پہنچتی ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہے، حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سی (نافرمانیوں) کو درگزر کردیتا ہے۔

(سورۃ الشوری۔30)

شگون بد اور توہم پرستی کی ممانعت

جہاں تک بدشگونی کا تعلق ہے حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے خیال کو غلط قرار دیا اور توہم پرستی کے تصور کی یکسر نفی فرمادی سنن ابو داود اور سنن ترمذی میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ : اَلطِّيَرَةُ مِنَ الشِّرْكِ قَالَهُ ثَلاثاً.	سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدشگونی لینا شرک جیسا عمل ہے، آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا۔

(سنن الترمذی، باب ما جاء فی الطیرۃ والفال، حدیث نمبر: 1712، سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، حدیث نمبر: 3912)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الطيرة شرك اى لاعتقادهم أن الطيرة تجلب لهم نفعا أو تدفع عنهم ضرا فإذا عملوا بموجبها فكأنهم أشركوا بالله في ذلك ويسمى شركا خفيا. وقال شارح يعني من اعتقد أن شيئا سوى الله ينفع أو يضر بالاستقلال فقد أشرك أي شركا جليا	بدشگونی لینا شرک ہے، کیونکہ زمانہ ء جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر اور پریشانی دور ہوتی ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا' اور اسے شرک خفی کہا جاتا ہے۔ اور کسی شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ فائدہ دلانے اور مصیبت میں مبتلا کرنے والی اللہ تعالی کے سوا اور کوئی چیز ہے جو ایک مستقل طاقت ہے تو اس نے شرک جلی کا ارتکاب کیا ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، باب الفال والطيرة، ج4ص522)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انما سماها شركا لأنهم كانوا يرون ما يتشاء مون به سببا مؤثرا في حصول المكروه وملاحظة الأسباب في الجملة شرك خفي فكيف إذا انضم إليها جهالة وسوء اعتقاد.	حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے شرک اس لئے فرمایا کہ وہ لوگ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدشگونی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں متاثر کن سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے ،بطور خاص جب اس کے ساتھ جہالت اور بداعتقادی بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔

(مرقاة المفاتيح، ج4، ص522/523)

سنن ابوداود شریف کی ایک روایت میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا :

اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ۔	پرندہ کے ذریعہ فال لینا، کسی چیز سے بدشگونی لینا اور کنکریوں سے فال نکالنا شیطانی کام ہے۔

(سنن ابی داود ، کتاب الطب ، باب فی الخط وزجر الطیر،حدیث نمبر:3909)

ماہ صفر میں فی نفسہ نحوست نہیں!

برادران اسلام! بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ......	کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی' بدشگونی جائز نہیں' الّو اور صفر کے مہینہ میں کوئی نحوست نہیں!

(صحیح البخاری ، کتاب الطب، باب الجذام ، حدیث نمبر:5380)

حضرت سیدی ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری محدث دکن علیہ الرحمۃ اس کی شرح کرتے ہوئے زجاجۃ المصابیح کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں :

قوله ولا صفر قال ابو داؤد فی سننه قال بقية سالت محمد بن راشد عنه قال كانوا يتشاء مون بدخول صفر ، فقال النبی صلى الله عليه وسلم لا صفر.	امام ابوداود علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں بیان کیا کہ محدث بقیہ نے اس حدیث شریف کے بارے میں اپنے استاد محمد بن راشد سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کی آمد کو منحوس سمجھتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ماہ صفر منحوس نہیں ہے!۔

وقال القاضی ھو ان یکون نفیا لما یتوھم ان شھر صفر تکثر فیہ الدواھی والفتن	علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث شریف سے اس وہم کی نفی ہو جاتی ہے جو ماہ صفر سے متعلق کیا جاتا ہے کہ اس میں آفات وبلیات بکثرت نازل ہوا کرتی ہیں۔

(حاشیۃ زجاجۃالمصابیح، ج 3، کتاب الطب والرقی، باب الفال والطیرۃ، ص 447)

برادران اسلام! مذکورۂ بالا احادیث شریفہ کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا غیر اسلامی ہے، اس مہینہ میں شادی بیاہ سے گریز کرنا اور خوشی ومسرت کی تقاریب کے انعقاد کو نامناسب سمجھنا یہ سب بے جا امور ہیں اور جاہلیت کے باطل توہمات کی پیداوار ہیں؛ جن کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، ماہ صفر کی تاریخی حیثیت بھی اگر دیکھی جائے تو ایک روایت کے مطابق حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنھا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے اسی ماہ مبارک میں کروایا تھا' گوکہ معروف روایت ماہ شوال کی ہے، ماہ صفر میں نکاح کے متعلق روایت ہے:

قال جعفر بن محمد تزوج علی فاطمہ رضی اللہ عنھما فی شھر صفر فی السنۃ الثانیۃ وبنی بھافی شھر ذی القعدۃ علی رأس اثنین وعشرین شھرا من الھجرۃ۔	حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما سے دو ہجری صفر کے مہینہ میں عقد فرمایا اور آپ کی رخصتی ہجرت کے بائیس مہینے بعد اوائل ماہ ذوالقعدہ میں ہوئی۔

(سبل الھدی والرشاد، ج12، ص469)

حاضرین کرام ! بعض لوگ ماہ صفر میں کسی اہم کام کے لئے سفر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، جبکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب سفر کا آغاز ایک روایت کے مطابق ماہ صفر کے آخر میں فرمایا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، ج،2ص102)

ماہ صفر کامیابی والامہینہ

محترم حاضرین ! یہ سفر مقدس دین اسلام کی غیر معمولی ترقی اور مسلمانوں کی خوشحالی، فتح ونصرت کا باعث ثابت ہوا۔رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وہ سفر تھا جو اپنے اندر فتح مکہ کی عظمتوں کو لئے ہوئے تھا، گویا ماہ صفر میں ہجرت کرنا اتمام شریعت کا ذریعہ اور فروغ اسلام کا وسیلہ قرار پایا، بلاؤں کے نازل ہونے کا نہیں بلکہ مصائب ومشکلات کے دفع ہونے کا سبب بنا۔اسی وجہ سے ہمارے عرف میں ماہ صفر کو صفرالمظفر کہتے ہیں، جسکے معنٰی ظفر یابی، فتح ونصرت والے کے ہے۔

مسلمانوں کو ایسی بدشگونی سے قطعی طور پر پرہیز کرنا چاہیئے ،اوراسی طرح تیرہ تیزی کے نام سے انڈے اورتیل وغیرہ سرہانے رکھنا بھی لغو کام ہے،ان امور سے بھی احتیاط ضروری ہے۔قطع نظر اس کے رضائے الٰہی کی خاطر فقراء ومساکین پر صدقہ وخیرات کرنا دیگر مہینوں کی طرح اس ماہ میں بھی جائز و مُستحسن ہے۔

برادران اسلام ! معاشرہ میں یہ تصور بھی عام ہے کہ ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو سیر وسیاحت کا اہتمام کیا جائے ،اس دن تفریح کیلئے روانہ ہوں اور گھانس، سبزہ وغیرہ پر چہل قدمی ہو۔ اگر یہ چہل قدمی اس تصور کی ساتھ کی جائے کہ بلا اور وبا سے

حفاظت ہوجاتی ہےاورمصائب دفع ہوجاتے ہیں تو اس کا اسلامی کتب سے کوئی ثبوت نہیں ملتا،اگر کوئی اسی پر اصرار کرے تو عرض کیا جائے گا: اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ آخری چہارشنبہ کو بلائیں زیادہ نازل ہوتی ہے‘تو ایسی صورت میں سیر وتفریح نہیں بلکہ عبادت وریاضت کی جانی چاہیئے ،نیکی وبھلائی کی فکرکرنی چاہیئے اور صدقہ وخیرات کرنا چاہیئے، کیونکہ اس سے غضب الٰہی دور ہوجاتا ہے اور رضاء الٰہی کے آثار نمودار ہوتے ہیں،جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِىءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ .	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ‘انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً صدقہ اورنیکی پروردگار کے غضب کی آگ کوٹھنڈا کرتی ہے اور بری موت کودفع کرتی ہے۔

(جامع الترمذی ، باب فضل الصدقۃ،حدیث نمبر: 666۔شعب الایمان للبیہقی ، الصدقۃ تطفئ غضب الرب،حدیث نمبر: 3202)

صفر کے مہینہ میں یہ دعاء پڑھیں!

حاضرین کرام !جب بھی کوئی شخص مصیبت سے دوچار ہوتو اسے اپنے عمل کا جائزہ لینا چاہیئے ، اپنے اعمال میں جہاں کوتاہی واقع ہوئی ہے اسکی اصلاح کرنی چاہیئے جہاں لغزش ہوئی ہے اسے سدھارنا چاہیئے،توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونا چاہیئے کیونکہ اپنے برے اعمال ہی تمام ترنحوستوں کا باعث ہوتے ہیں،ابھی آپ سن چکے ہیں کہ نیک وصالح بندہ کوبھی زندگی میں مختلف قسم

کے مصائب وآلام سے گزرنا پڑتا ہےاور یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کے لئے امتحان ہوتا ہے ،یا یہ مصیبتیں گناہوں کے کفارے کا سبب بنتی ہیں۔ جو لوگ مصائب وآلام کا صبر واستقامت کے ذریعہ مقابلہ کرتے ہیں وہ اس امتحان میں کامیاب ہیں جن کے قدم آفات وبلیات کی وجہ سے نہیں لڑکھڑاتے اللہ کی نصرت وحمایت انکے ساتھ ہے۔

زجاجۃ المصابیح میں سنن ابوداؤد شریف کے حوالہ سے حدیث پاک منقول ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ وَلاَ تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ اَللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلاَّ أَنْتَ وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلاَّ أَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰه ___.اللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلاَّ أَنْتَ وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلاَّ أَنْتَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰه.

سیدنا عروۃ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ارشادفرمایا :اچھاشگون،فالِ نیک ہے اور بدشگونی کسی مسلمان کے کام میں رکاوٹ نہیں بنتی، پس جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہےتو اسے چاہئے کہ وہ یہ دعاء پڑھے___ . ترجمہ: اے اللہ ہر قسم کی بھلائیوں کولانے والاتو ہی ہےاور تمام قسم کی برائیوں کودفع کرنے والابھی تو ہی ہے، نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت ہےاور نہ نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے،مگر اللہ ہی کی مدد سے۔

(زجاجة المصابيح ،ج 3،ص 445، سنن ابی داود،باب فی الطيرة،حديث نمبر:3921)

چہار شنبہ منحوس نہیں بلکہ نور کی پیدائش کا دن

برادران اسلام ! یہ حقیقت ہے کہ ایک دن دوسرے دن پر فضیلت و برتری رکھتا ہے، ایک وقت دوسرے وقت کی بہ نسبت زیادہ برکت ورحمت والا ہوتا ہے، لیکن فی نفسہ کسی وقت یا دن میں نحوست کا تصور غیر اسلامی نظریہ ہے، جہاں تک چہار شنبہ کی بات ہے تو صحیح حدیث پاک میں اس کی فضیلت آئی ہے، صحیح مسلم اور مسند امام احمد وغیرہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تفصیلی روایت مذکور ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخذَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِي فَقَالَ: خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ...وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الأَرْبِعَاءِ.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا فرمایا......اور نور کو چہار شنبہ کے دن پیدا فرمایا۔

(صحيح مسلم، كتاب صفة المنافقين واحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنارج 2ص 371، حديث نمبر: 7231۔مسند امام احمد، مسند أبي هريرة، حديث نمبر: 8563۔السنن الكبرى للبيهقي، ج 9، ص 3۔السنن الكبرى للنسائي، حديث نمبر: 11010۔المعجم الاوسط للطبراني، باب الباء، من اسمه بكر، حديث نمبر: 3360)۔

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ چہار شنبہ وہ مبارک ومقدس دن ہے جس میں نور کی پیدائش ہوئی لہذا یہ تصور غیر درست ہے کہ اس میں کوئی بڑا اور اہم کام نہیں کرنا چاہئے۔
لہذا اس دن کوئی بھی خوشی والا جائز کام انجام دینا ان شاء اللہ تعالی بابرکت ہی ہوگا۔

امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے:

ذکر برھان الإسلام فی کتابه (تعلیم المتعلم) عن شیخه المرغینانی صاحب الھدایة فی فقه الحنفیة انه کان یوقف بدایة السبق علی یوم الاربعاء و کان یروی فی ذلک بحفظه ویقول قال رسول الله (ما من شیء بدء به یوم الاربعاء إلا وقد تم).

برہان الاسلام نے اپنی کتاب 'تعلیم المتعلم' میں اپنے استاذ گرامی صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ بیان کیا ہے کہ آپ چہارشنبہ کے دن سبق کے آغاز کا اہتمام کیا کرتے اوراس سلسلہ میں یہ حدیث پاک روایت فرمایا کرتے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: چہارشنبہ کے دن جس چیز کا بھی آغاز کیا جائے وہ پایۂ تکمیل کوپہنچتی ہے۔

(المقاصد الحسنة ،حرف المیم)

اسی وجہ سے عالم اسلام کی شہرۂ آفاق اسلامی یونیورسٹی ''جامعہ نظامیہ'' حیدرآباد دکن میں درس وتدریس کے آغاز کے لئے چہارشنبہ کے دن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

استغفار، تمام پریشانیوں کا حل

محترم سامعین! اگر ہم مسلمان اپنے دل میں خدا کا خوف بٹھائے رکھیں، اس کے فضل وکرم کے امیدوار بنے رہیں اوراپنے حال زار پر ندامت کے آنسو بہائیں توضرور ہماری زندگی میں برکت رکھ دی جائیگی اور ہمارے درمیان سے رنج وغم، دردوالم دور کردیا جائیگا اورحزن وملال ختم کردیا جائیگا۔

اس سلسلہ میں امام رازی علیہ الرحمہ کی تفسیر کبیر کے حوالہ سے ایک نصیحت آموز واقعہ بیان کیا جاتا ہے؛ جو ہمارے لئے نہایت ہی قیمتی اور نفع بخش ہے:

وعن الحسن : ان رجلا شكا اليه الجدب ، فقال استغفر الله ، وشكا اليه آخر الفقر، وآخر قلة النسل،وآخر قلة ريع ارضه ، فامرهم كلهم بالا ستغفار ، فقال له بعض القوم : اتاك رجال يشكون اليك انواعا من الحاجة ، فامرتهم كلهم بالاستغفار، فتلا له الاية فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر قحط سالی سے متعلق فریاد کی تو آپ نے اسے استغفار کرنے کا حکم دیا،کسی دوسرے شخص نے اپنا فقروفاقہ اور تنگدستی کا حال بیان کیا ،اسی طرح کسی اور شخص نے اولاد نہ ہونے پر اپنی پریشانی ظاہر کی اور کسی نے اپنے باغ وبہار میں پھل وپھول اور تازگی سے متعلق آپ کی خدمت میں معروضہ کیا اور سبھی کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے استغفار کی تلقین کی ،خدائے تعالی سے معافی طلب کرنے اور بخشش کی دعا مانگنے کا حکم دیا،لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، عرض کرنے لگے ،آپ کی خدمت میں لوگ الگ الگ معروضے لے کر حاضر ہوئے اور تمام افراد کو آپ نے اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرنے کی تلقین فرمائی،تو آپ نے جواب ارشاد فرماتے ہوئے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، (ترجمہ) تو میں نے کہا: تم اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو! بیشک وہ خوب مغفرت فرمانے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار بارش کا نزول فرمائیگا اور مال ودولت اور اولاد کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائیگا،

وَیَجۡعَلۡ لَكُمۡ جَنّٰتٍ اور تمہارے لئے باغات بنا دیگا اور تمہارے لئے نہریں
وَیَجۡعَلۡ لَّكُمۡ أَنۡهٰرًا۔ جاری فرما دیگا۔

(نوح ۔12/11/10)

ذکر الٰہی سے معمور ہر لمحہ سعادت مند

عزیزان محترم! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کی پریشانیوں کا حل استغفار الٰہی قرار دیا اور امت کو بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع ہونے کی تعلیم فرمائی ۔آج ہمیں اسی فکر کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ ہمارے لیل ونہار ذکر الٰہی میں گزرتے رہیں، ہم شریعت کی پابندی کریں اور قرآن کریم وحدیث شریف پر عمل پیرا رہیں، اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں ، وقت کی قدر کریں، اپنے لمحات کو غفلت میں نہ گزاریں، کیونکہ نحوست ہماری زندگی میں اسی وقت آسکتی ہے جب ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور انکی اطاعت وپیروی سے غافل رہیں۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر: 37 کے تحت تفسیر روح البیان میں مذکور ہے:

فكل زمان اشتغل فيه المؤمن بطاعة الله فهو زمان مبارك و كل زمان اشتغل فيه بمعصية الله فهو مشؤم عليه فالشؤم في الحقيقة هو المعصية۔	ہر وہ لمحہ جس میں بندۂ مومن اطاعت الٰہی میں مصروف رہا ہے، وہ اس کے حق میں برکت والا اور سعادت مندی کا باعث ہے اور ہر وہ لمحہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول رہا ہے؛ وہ اس کے حق میں بے برکت ہے، دراصل نحوست وبے برکتی گناہ کے ارتکاب میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ، سورۂ توبہ ،آیت نمبر:37)

حاضرین کرام! یقیناً جس وقت کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارا وہ وقت ہمارے لئے برکت والا ہے، جس لمحہ کو ہم نے سنتوں پر عمل کرنے میں بسر کیا وہ لمحہ ہمارے لئے سعادت والا ہے، جس گھڑی کو ہم نے اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے بتایا وہ گھڑی ہمارے لئے باعث رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں حسن عقیدہ کو جاگزیں فرمائے، عمل صالح کی دولت نصیب فرمائے اور تعلیماتِ کتاب وسنت پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران وطن کے ساتھ تعلقات

(یوم جمہوریہ کے موقع پر خصوصی پیغام)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: لَا یَنْھَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِینَ لَمْ یُقَاتِلُوکُمْ فِی الدِّینِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ . صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور عدل کا معاملہ کرو؛ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سورۃالممتحنۃ 8)

برادران اسلام! جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ اسلام امن وسلامتی والا دین ہے، اسلام کسی قوم ومذہب کا ہرگز دشمن نہیں، اس کی امن پسندی کا حال یہ ہیکہ وہ غیر مسلمین کے ساتھ بھی حسن سلوک اور عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

برادران اسلام! آج مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملے کئے جارہے ہیں، کبھی

مسلمان کو دہشت گرد کہا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے۔

اگر ہم قرآن کریم واحادیث شریفہ کا صحیح طور پر مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حقیقی طور پر اسلام ہی امن وسلامتی والا مذہب ہے۔

برادران اسلام ! تاریخ ہند میں جنوری کا مہینہ اور اس کی چھبیسویں تاریخ نہایت اہمیت کی حامل ہے، آج سے تقریبا ساٹھ سال قبل ہمارے ملک میں جمہوریت کا دستور اس مہینہ میں نافذ کیا گیا، اسی وجہ سے 26! جنوری کو ہندوستان میں یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے، اس ملک کی آزادی میں اہل ایمان کی کاوشوں اور قربانیوں کا بڑا حصہ ہے جنھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا اور چونکہ یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے امن و سکون اور بھائی چارے کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے احقر آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم واحادیث شریفہ کی روشنی میں یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ ہم مسلمانوں کا غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ کیسا تعلق ہونا چاہیئے، تاکہ ہماری نوخیز نسل جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم پارہی ہے اس سے باخبر ہوجائے اور جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیاں پیدا کررہے ہیں ان کا سنجیدہ جواب دے سکے۔

مسلمان سراپا رحمت ہے

مسلمان سراپا رحمت ہوتے ہیں وہ امن کے لئے خطرہ اور فسادی نہیں ہوتے ، بلکہ امن کے علمبردار اور رحم وکرم کے پیکر ہوتے ہیں، ساری انسانیت کے لئے نفع بخش اور راحت رساں ہوتے ہیں، اسی لئے شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہ سکتے ہیں۔

عرب سے عجم تک، مشرق سے مغرب تک مسلمان جہاں بھی گئے امن وسلامتی ،عدل وانصاف ،صلہ رحمی واحسان کا پیغام لے کر گئے۔خوف ودہشت کے ماحول کو امن میں تبدیل کردیا، فتنہ وفساد سے زہر آلود معاشرہ اور سماج کو انہوں نے امن وسلامتی کا مرکز بنادیا۔ان کے اخلاق کی پاکیزگی ، معاملات کی صفائی، رواداری و بھائی چارگی، اتحاد ومحبت ، الفت واخوت، رحمت ومودت کی بدولت ظلم وعداوت کے تاریک بادل چھٹ گئے اور عدل وانصاف کے مہکتے پھول کھل گئے۔

برادران اسلام ! یوم جمہوریہ ہند کی مناسبت میں آج میں یہ کہنا چاہونگا کہ اسلام نے غیر مسلم برادران وطن سے معاشرتی تعلقات، کاروباری معاملات، تجارت، خرید وفروخت وغیرہ امور کی اجازت دی ہے اور تمام معاملات وتعلقات میں سچائی وصداقت پر پابندی کی تاکید کی اور جھوٹ، مکر وفریب اوردھوکہ وخیانت سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے۔غرور وتکبر کی جگہ تواضع وانکساری کے معاملہ کا قانون دیا ہے۔سخت مزاجی اور شدت کے بالمقابل نرمی اور آسانی کو پسند کیا ہے۔عجلت پسندی اور غصہ پر قابو پانے اور تحمل وبرداشت کا رویہ اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے۔انتقام میں حد سے آگے نہ بڑھنے اور عفو ودرگزر سے کام لینے کا حکم دیا ہے، برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی ترغیب دی ہے۔فتنہ وفساد سے گریز کرنے اور ہر حال میں عدل وانصاف پر جمے رہنے کی تعلیم دی ہے،ان احکام میں اسلام نے مسلم وغیر مسلم کا امتیاز روا نہیں رکھا۔

غیر مسلموں کیساتھ اخلاقی ومعاشرتی تعلقات

مسلمانوں کا ربط وتعلق کسی بھی مذہب وملت کے افراد سے ہو،انہیں ہر صورت میں یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہماری زبان وبیان سے ہرگز کسی کو تکلیف نہ

پہنچنے پائے، کیونکہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی اوراخلاقی تعلقات کی تاکید کی ہے۔

ارشادخداوندی ہے :

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِینَ لَمْ یُقَاتِلُوکُمْ فِی الدِّینِ وَلَمْ یُخْرِجُوکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔	اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا، کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرو؛ جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(سورۃالممتحنۃ 8)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے بھی عدل و انصاف کا معاملہ،اچھا برتاؤاورحسن سلوک کرنا چاہیئے۔

برادران اسلام ! حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ اسلامی مملکت میں ہو یا جمہوری مملکت میں وہ ہر مقام پر محبت کے پیام کو عام کرنے والا ہوتا ہے،الفت کے پھول بکھیرنے والا ہوتاہے،وہ گفتار وکردار ہر لحاظ سے امن وسلامتی کا پیکر ہوتا ہے،اسے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے ہی وجود بخشا گیاہے،اللہ تعالی کاارشاد ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.	تم بہترین امت ہو،جوتمام انسانوں کے فائدہ کے لئے لائی گئی ہو۔

(سورۂ آل عمران 110)

مکرم سامعین! ایک مسلمان جس طرح دوسرے مسلمان کے حق میں سلامتی کا پیکر ہوتا ہے اسی طرح وہ غیر مسلم افراد کے حق میں بھی سلامتی کا پیکر ہوتا ہے، تیر وتلوار، نیزہ وہتھیار تو کجا وہ اپنی زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا. لوگوں سے اچھی بات کہا کرو!۔

(سورۃالبقرۃ 83)

اخلاق کیساتھ پیش آنے اور نیک برتاؤ کرنے کیلئے رنگ ونسل مذہب وعقیدہ کی تخصیص نہیں بلکہ یہ حکم سب کے حق میں عام ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی اچھی گفتگو کرنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ ۔ تمام لوگوں سے عمدہ اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرو۔

(جامع ترمذی ج 2ص 19باب ماجاء فی معاشرۃ الناس،حدیث نمبر:2115)

اہل اسلام کی امن پسندی

قریش مکہ کی جانب سے حج وعمرہ کے لئے کسی پر بھی پابندی اور روک نہیں تھی، حتیٰ کہ جانی دشمن کے لئے بھی نہیں لیکن جب مسلمان عمرہ کے ارادہ سے نکلے، راستہ میں روک دیئے گئے، عمرہ کی اجازت نہیں دی گئی، مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے اور انہیں غیر معمولی صدمہ پہنچا، فطری طور پر آتش انتقام شعلہ زن ہوسکتی تھی، مسلمان جوابی کارروائی کرسکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کے حق میں بھی حسن سلوک کا حکم فرمایا اور ظلم وزیادتی پر روک لگادی، ارشاد فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا۔

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کر بیٹھو۔اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا۔

(سورۃالمائدۃ2)

غورفرمائیں ! وہ مذہب دہشت گردی سکھانے والا کیسے ہوسکتا ہے جوظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے والے، جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے؟۔

برادران اسلام! عدل وانصاف کے معاملہ میں اسلام میں دوست ودشمن، مسلم وغیر مسلم کا فرق درست نہیں، اسلام، دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کولازمی قرار دیتاہے تاکہ اس کی بنیاد پرایک خوش گوار معاشرہ تشکیل پائے۔ارشادحق تعالی ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَى اَلَّا تَعْدِلُوْا اعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى.

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ اکسائے کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو،عدل کرو،عدل تقویٰ سے بہت قریب ہے۔

(سورۃالمائدۃ8)

اسلام ''چلوتم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی'' والی بات نہیں کرتا،اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا تصور پیش نہیں کرتا بلکہ اسلام ہر حال میں عدل وانصاف کے ایسے قوانین نافذ کرتا ہے جو ہوا کے رُخ کوموڑ دیں۔

غیرِ مسلموں کے لئے مالی امداد جاری کرنا

غیراسلامی ملک کے غیر مسلم افراد پر خرچ کرنا اور مصیبت وآفت میں ان کے ساتھ ہمدردی وتعاون کرنا تو مسلمانوں کا وصف خاص ہے،اس وصف خاص سے متصف

فرمانے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل مبارک سے مسلمانوں کو جونمونۂ عمل عنایت فرمایا اس کی ایک مثال یہ حدیث پاک ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَمْسَمِائَۃِ دِینَارٍ إِلَی مَکَّۃَ حِینَ قَحَطُوْا وَاَمَرَ بِدَفْعِھَا إِلَی اَبِیْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ اُمَیَّۃَ لِیُفَرِّقَا عَلٰی فُقَرَاءِ اَھْلِ مَکَّۃَ۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مکرمہ کے نام پانچ سو دینار بھجوائے جب وہ قحط میں مبتلا ہوگئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے حوالہ کئے جائیں تاکہ وہ مکہ مکرمہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں۔

(رد المحتار، ج2، کتاب الزکوۃ ،باب مصرف الزکوۃ والعشر، ص92)

برادران اسلام! اتحاد واخوت اور انسانی رواداری کی اس سے عظیم مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت وفریادرسی فرمائی جنھوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے، مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکالیف پہنچائیں یہاں تک کہ حضور کے جانثاروں نے اپنا گھر، مال ودولت سب کچھ قربان کرکے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ سکونت اختیار کی۔

اسلامی دیانتداری سے زمین وآسماں کا قیام' یہود کا اقرار

دین اسلام کی حقانیت اور اہل اسلام کے عدل وانصاف اور امانت داری کے اغیار بھی قائل ہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح ہونے کے بعد یہود کو اپنی زمین بٹائی پردی، اس طرح کہ وہ زراعت کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ وہ لیں گے اور آدھا حصہ آپ کو ادا کریں گے۔ جب بٹائی کا وقت آتا تو حضرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ والہ وسلم پیداوار کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے۔

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ.

(سنن ابوداود کتاب البیوع،باب فی الخرص ،حدیث نمبر3415)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیداوار کو دوحصوں میں تقسیم کرکے فرماتے: جس حصہ کو چاہو لے لو ! یہود اس عدل وانصاف کو دیکھ کر یہ کہتے ایسے ہی عدل وانصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں،،۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : ...... قَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ أَنْتُمْ أَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ قَتَلْتُمْ أَنْبِيَاءَ اللهِ وَكَذَبْتُمْ عَلَى اللهِ وَلَيْسَ يَحْمِلُنِي بُغْضِي إِيَّاكُمْ أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ......حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان سے فرماتے :اے گروہ یہود ! تمام مخلوق میں تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو کیونکہ تم نے اللہ کے نبیوں کو شہید کیا اور تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا لیکن تمہاری دشمنی مجھ کو اس بات پر آمادہ نہیں کرسکتی کہ میں تم پر کسی قسم کا ظلم کروں۔

(شرح معانی الاثار ج 1ص316،کتاب الزکوۃ،باب الخرص،حدیث نمبر:2856)

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ کتنے پاکیزہ طریقہ پر معاملات کرتے آئے ہیں کہ ظلم وزیادتی اور حق تلفی ودھوکہ دہی کا کوئی شائبہ تک نہیں۔

اسی طرح سنن ابوداؤد میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ قَالَ بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أُلْقِيَ فِي قَلْبِيَ الإِسْلاَمُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ لاَ أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِنِّي لاَ أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلاَ أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلَكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الآنَ فَارْجِعْ.	حضرت حسن بن علی بن ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابورافع نے انہیں خبر دی، قریش نے مجھے قاصد بنا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا وہ کہتے ہیں، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت حاصل کی تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا، میں عرض گزار ہوا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی بھی ان کی طرف نہیں لوٹوں گا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں وعدہ خلافی نہیں کرتا اور نہ قاصد کو روکے رکھوں گا، تم واپس چلے جاؤ، اب جو چیز تمہارے دل میں ہے اگر یہ برقرار ہے تو تم اب لوٹ جاؤ۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب في الامام يستجن به في العهود، حديث نمبر:2760)

غیر مسلم قیدیوں سے اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک

مسلمانوں نے قیدی افراد کے ساتھ بھی غیر معمولی، اعلیٰ درجہ کے حسن سلوک

کی ایک سنہری تاریخ مرتب کی ہے، حالانکہ قیدی افراد جنگی مجرم سمجھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ نہایت وحشت ناک، بہیمانہ سلوک کیا جاتا ہے لیکن اسلام نے ان کے ساتھ اخلاقی برتاؤ کا انتہائی اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

جنگ بدر کے قیدی جنہوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں مختلف صحابہ کرام پر تقسیم فرما دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم فرمایا:

قال ابو عزیز۔۔۔ فکانوا اذاقدموا غذائھم وعشائھم خصونی بالخبز واکلوا التمر لوصیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم بنا، ماتقع فی یدرجل منھم کسرة خبز الانفحنی بھا۔

چنانچہ ابوعزیز بن عمیر جو مشرکین کے علم بردار تھے کہتے ہیں: مجھے ایک انصاری صحابی کے حوالہ کیا گیا، ان کا حال یہ تھا صبح وشام مجھ کو روٹی کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفاء کرتے اگر ان کے اہل خانہ سے کسی کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ملتا تو وہ مجھ کو دے دیتے اور خود اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے اس قدر حسن سلوک پر مجھے حیا آتی تھی۔

(سبل الہدی والرشاد، ج4، ص66، جماع ابواب المغازی، الباب السابع فی بیان غزوۃ بدر الکبری)

مسلمان غیر اسلامی ملک کے لئے مفاد کا ضامن!

کسی بھی غیر اسلامی ملک میں مسلمان کا وجود اس ملک کے مفاد میں ہوتا ہے، وہاں کے باشندگان کو مسلمانوں سے کوئی ضرر ونقصان بالکل نہیں پہنچتا، مسلمان غیر مسلم ملک میں بھی فساد و بگاڑ کی کوئی صورت ہونے نہیں دیتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ مسلمان کا وجود ہی انسانیت کی صلاح وفلاح کے لئے ہے:

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. یہ امت لوگوں کے فائدہ کے لئے لائی گئی ہے۔

اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں بلکہ آیت کریمہ کے کلمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے حوالہ سے مسلمانوں سے غیر مسلم افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کو تلوار سے نہیں پھیلایا بلکہ صرف اور صرف اخلاق و کردار سے پھیلایا ہے اور جب کبھی تلوار چلائی گئی وہ صرف اور صرف اسلام کے دفاع، فساد کو مٹانے، امن قائم کرنے اور عہد کو پورا کرنے اور بربریت وجارحیت کا خاتمہ کرنے کیلئے ہی چلائی گئی۔

برادران اسلام! اسلامی مملکت ہو یا جمہوری ملک' اس میں کسی غیر مسلم کا خون بہانا، اور انہیں ناحق قتل کرنا تو کجا اسلام نے ان پر معمولی درجہ کے ظلم سے بھی روکا ہے، نبی رحمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کئے ہوئے غیر مسلم کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ کرنے پر کس قدر شدید وعید بیان فرمائی ہے اس کا اندازہ سنن ابوداؤد کی اس مبارک حدیث شریف سے ہوتا ہے، ارشاد فرمایا:

اَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. سنو! جس نے کسی اہل معاہدہ پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ کام لے کر اس پر بوجھ ڈالا یا اس کے رضا ورغبت کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الخراج ،باب فی تعشیر اهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، حدیث نمبر 3054)

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

وَالْمُؤْمِنُ مَنْ آمَنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ . حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور مومن وہ ہے جس سے تمام لوگوں کے خون اور مال محفوظ ہوں۔

(مسند امام احمد، مسند أبي هريرة،حديث نمبر 9166)

مذکورہ آیات شریفہ واحادیث کریمہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے بھی جان و مال کو تحفظ دیا ہے اور انہیں باوقار زندگی مرحمت کی ہے اور کامل مومن کی علامت وشناخت بھی یہی رکھی کہ اس سے دوسرے لوگ خواہ مسلم ہوں کہ غیر مسلم مامون ومحفوظ رہیں۔

یوم جمہوریہ کے موقع پر ہم یہی پیام دینا چاہتے ہیں:

ہوس نے کردیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو   اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا
یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی   اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اللہ تعالیٰ ہمیں امن وسلامتی اور عافیت عطا فرمائے ، ملک ووطن کے بشمول ساری دنیا کے لئے پیغام امن کا سفیر بنائے! آمین

آمِین بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولاد کی تربیت کے اسلامی اصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَکُمْ وَأَھْلِیْکُمْ نَارًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین کرام! ایک مہذب انسان کی فطرت ہے کہ وہ شخصی طور پر اپنی زندگی کو ترقی دینے کی فکر کرتا ہے، نیکی کرنے کے لئے خود کوشش کرتا ہے، برائی سے بچنے کی سعی کرتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو راہ راست پر رکھنے کی جستجو کرتا ہے؛ ایک بندۂ مومن کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اُسے اپنے اہل وعیال اور اولاد کو راہ راست پر لانے کی فکر بھی کرنی چاہیئے، انہیں خیر و بھلائی کی ترغیب دینے اور برائی سے باز رکھنے کے لئے جدو جہد کرنا چاہیئے، اس کے لئے باضابطہ تربیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور باقاعدہ نگہداشت درکار ہے اسی وجہ سے دین اسلام نے تربیت کے نظام کو بڑی اہمیت دی ہے 'ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَکُمْ وَأَھْلِیْکُمْ نَارًا.	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آگ سے بچاؤ!۔

(سورۃ التحریم ۔6)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی، آیت شریفہ میں مذکور لفظ ''اَھْلِیْکُمْ'' میں اہل وعیال ، بیوی بچے دونوں داخل ہیں اور ان میں بچے مقدّم ہیں۔ چونکہ انسان کا سب سے پہلا مرحلہ بچپن ہے اور اس کی مثال نرم ونازک کونپل ڈالیوں کی طرح ہے، اس کی جس طرح داخت پرداخت کی جائے اور جس طرف رخ دیا جائے درخت ویسا ہی نشونما پاتا اور بڑا ہوتا جاتا ہے، اس لیے بچوں کی تربیت پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس کے لیے مستقل اصول وقواعد مقرر کئے ہیں۔

اسلامی نظام تربیت کی خصوصیت

برادران اسلام ! اسلام کے پیش کردہ اصول کے مطابق اگر بچہ کی تربیت کی جائے تو وہ ضرور زندگی کے ہر مرحلہ میں خیر وبھلائی اور ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے اور اس کے بگڑنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں رہتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے اصول تربیت کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں' بلکہ جس ذات نے نسل انسانی کو وجود بخشا اسی نے ان کی تربیت کے اصول نازل کئے ہیں' اسی وجہ سے یہ اصول تربیت فطرت کے عین مطابق ہیں ، اسلام چونکہ مکمل نظام حیات ہے جو ہر طرح سے انسانیت کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے، وہ اپنے اندر ایک کامل نظام تربیت رکھتا ہے، اس کا نظام تربیت جہاں اہل اسلام کے لیے دنیوی واخروی فوائد کا حامل ہے وہیں تمام طبقات انسانی کے لیے دنیوی اعتبار سے نفع بخش وراحت رساں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ افراد انسانیت نے جب بھی اس نظام تربیت کو اختیار کیا دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ رہی۔

اس دنیا کے قانون داں، مفکرین واہل دانش اپنے اپنے تجربہ کی بنیاد پر تربیت کے اصول وقواعد مرتب کرتے ہیں، حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ وہ اصول ناقابل عمل ہوجاتے ہیں، لیکن اسلامی نظام تربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں حالات واشخاص کی تبدیلیوں کے باوجود تمام افراد انسانیت کے لئے ہدایت کا موجب، راحت اور رحمت کا باعث رہتا ہے۔

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے

حاضرین کرام! دنیا میں آنے والے تمام بچے ایک ہی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَـأَبَـوَاهُ يُهَـوِّدَانِـهِ أَوْ يُنَصِّرَانِـهِ أَوْ يُـمَـجِّسَـانِـهِ كَمَـا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيـمَةً جَـمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِـنْ جَـدْعَـاءَ ثُـمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِـيَ الـلَّهُ عَنْهُ: فِـطْـرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآيَة (فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِـي فَـطَـرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ.)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں، جس طرح جانور صحیح وسالم بچہ جنم دیتا ہے، کیا تم اس میں کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمانے لگے: یہ اللہ تعالی کی تخلیق ہے، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ سیدھا دین ہے۔

(سورۃ الروم۔30)(صحیح البخاری ، کتاب الجنائز،باب اذا اسلم الصبی فمات هل يصلى عليه ،حديث نمبر ،1292)

بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو تمام عمدہ صلاحیتیں پاکیزہ ذہن اور اچھی فکر اور صاف و شفاف قلب ونظر لے کر آتا ہے، ظاہر و باطن کی ساری خوبیاں اس میں موجود رہتی ہیں، لیکن ماحول ہے کہ اس پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے، اگر اس کی ان پنہاں صلاحیتوں اور چھپی ہوئی خوبیوں کو اجاگر نہ کیا جائے تو وہ ایک بغیر تراشے ہوئے ہیرے کی طرح اپنی قدر و قیمت کھودیتا ہے اور ہیرا ہونے کے باوجود ایک پتھر کی مانند ہوجاتا ہے۔

؎ خِشْتِ اَوَّلْ چُوں نِہِدْ مِعْمَارْ کَجْ　　　　تَاثُرَیَّا مِیْ رَوَدْ دِیْوَارْ کَجْ

ترجمہ: جب تعمیر کرنے والا پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے تو دیوار ثریا کی بلندیوں تک ٹیڑھی ہی جائے گی۔

تربیت ایک اہم ذمہ داری

عزیزان محترم! اسی لیے اسلام نے اولاد کی تربیت کو نہ صرف اہمیت دی ہے' بلکہ اسے اولاد کے لئے ایسا حق قرار دیا ہے کہ اگر والدین اس کا اہتمام نہ کریں تو ان کا مؤاخذہ ہوگا، اور اس میں غفلت کرنے پر گرفت ہوگی اور اگر تربیت نہ کرنے کی وجہ سے خدانخواستہ اولاد بگڑ جائے اور قوم وملت کو ان سے نقصان پہنچے تو اس کا گناہ اور وبال ان سر پرستوں پر بھی ہوگا جنھوں نے تربیت میں غفلت برتی تھی۔

متعدد احادیث شریفہ سے تربیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک مروی ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں ہر ایک سے اپنے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا، حاکم ذمہ دار ونگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ونگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری ، جلد ۱ ، کتاب الجمعة، باب فی القری والمدن ص 122، حدیث نمبر 853)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی سے اس کے ماتحت رہنے والے افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور اولاد کے بارے میں دریافت کیا جائے گا، اگر والدین نے اپنے بچوں کی بہتر تربیت کی تو اُنہیں اس عمل کا بہتر بدلہ ملے گا اور اگر بچوں کی تربیت میں والدین سے غفلت وکوتاہی سرزد ہوئی تو پھر اس کا برا انجام ہوگا اور کوتاہی کرنے کی صورت میں انہیں سزا ملے گی۔

افراد خاندان کے بارے میں آدمی کی باز پرس ہوگی اس سے متعلق صحیح ابن حبان میں حدیث شریف ہے:

ان اللہ سائل کل راع عما استرعاہ أحفظ ام ضیع حتی یسئل الرجل عن اھل بیتہ" — بے شک اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار ونگہبان سے ان تمام چیزوں کے بارے میں پوچھے گا جس کا اسے ذمہ دار بنایا ہے کہ اس کی حفاظت کی ہے یا اس کو ضائع کردیا ہے، یہاں تک کہ آدمی سے اس کے اہل خانہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح ابن حبان ،کتاب السیر باب الخلافۃ والامارۃ ج10، ص 345، حدیث 4570)

حسن ادب کی تعلیم ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر

اولاد کو ادب سکھانے ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینے اور اسلامی تہذیب سے واقف کروانے سے متعلق جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ . — سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنی اولاد کو تربیت دینا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی شریف ج 2 ص 16،ابواب البر والصلۃ ،باب ماجاء فی ادب الولد، حدیث نمبر:2078)

لوگ نیکی کرنے کی غرض سے مختلف کارہائے خیر میں مال خرچ کرتے ہیں ، صدقات وخیرات میں بہت زیادہ حصہ لیتے ہیں،کارِخیر میں ایک صاع مال خرچ کرنا نیکی وبھلائی ہے،لیکن ایک والد کے لئے اس سے بہتر نیکی اوراس سے بڑی بھلائی یہ ہے کہ وہ اپنے بچہ کوحسن ادب سکھائے ،اُسے اچھے اخلاق کی تعلیم دے اور ایک لمحہ کے لئے بچہ کو

ادب کی طرف توجہ دلائے۔

اولاد کے حق میں حسن ادب بہترین تحفہ

ہر باپ اپنے بچہ کو بہتر سے بہتر تحفہ دینا چاہتا ہے، اسے عمدہ ترین چیزیں دے کر خوش کرنے کی خواہش رکھتا ہے' اس کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق قیمتی و نایاب اشیاء، عمدہ کھلونے' کمپیوٹر' گاڑی وغیرہ اولاد کو دیتا ہے، یہ ایسی چیزیں ہیں جو اولاد کے لئے زندگی کے کسی ایک حصہ میں کارآمد ہوتی ہے' ایک عرصہ کے بعد والد کا دیا ہوا وہ تحفہ بچہ کے لئے فائدہ مند باقی نہیں رہتا' لیکن ایک تحفہ ایسا بھی ہے کہ اس سے بہتر ایک والد کی جانب سے اپنے بچہ کے لئے کوئی اور تحفہ نہیں۔

حاضرین کرام! وہ بہترین تحفہ حسن ادب کی تعلیم ہے' اچھی نگہداشت ہے اور باقاعدہ تربیت ہے، یہ وہ عظیم تحفہ ہے کہ بچہ اس تحفہ کو زندگی بھر توشہ کے بطور استعمال کرے گا:

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ .

سیدنا ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی والد اپنی اولاد کو حسن ادب سے زیادہ بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

(جامع ترمذی شریف ج 2ص 16،ابواب البر والصلة ،باب ماجاء فی ادب الولد، حدیث نمبر:2079)

حسنِ ادب والدین کی تربیت کی بنیاد پر بچہ کی عادات‘اطوار میں جھلکتا رہے گا، اخلاق وکردار سے نمایاں وآشکار رہے گا، والد نے ایک مرتبہ بچہ کوایک عمدہ عادت کی تعلیم دی اور اُسے ذہن نشین کروادی، اب بچہ جب کبھی اُس عمل کوانجام دیگا؛ جوعمدہ عادت والدین نے بچہ کے ذہن نشین کروائی وہی عادت اس کی روٹنگ میں آجائے گی اور جوبہترین طریقہ ماں باپ نے اپنے بچہ کوسکھایا وہ اس کی زندگی کے لئے لائحۂ عمل بن جائے گا۔

محترم حاضرین!اس سے بہترین تحفہ کیا ہوجوزندگی بھر کام آئے !اس سے اچھا گفٹ (Gift) کچھ نہیں ہوسکتا جو مدت العمر کارآمد رہے، دوسرے تحفے دنیا کی زندگی میں محدودوقت تک مفید ہوتے ہیں،لیکن حسن تربیت وہ بیش قیمت اورنفع بخش تحفہ ہے جودنیوی زندگی کے مختلف مراحل میں ضرورمفید وکارآمد ہوتا ہے اوراس کے ثمرات آخرت میں بھی ظاہرہوتے ہیں والدین کوتربیت دینے کا بہتر بدلہ ملتا ہے اور بچہ کوعمل کرنے پراجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات کے ذریعہ اولادکوادب سکھانے کی تاکیدفرمائی چنانچہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادمبارک ہے:

أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ۔ تم اپنی اولادکوقابل تعریف بناؤاوران کی اچھی تربیت کرو۔

(سنن ابن ماجه ،ص 261، ابواب الأدب ،باب برالوالدوالاحسان الی البنات حدیث نمبر3802)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ وَاَدِّبُوْهُمْ　اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور ان کی تربیت کرو!۔

(جامع الاحادیث للسیوطی ، مسند علی بن ابی طالب ،حدیث نمبر:33822)۔

حاضرین کرام ! آپ نے چند ایسی باتیں سماعت کی ہیں جس سے اسلام میں تربیت کی اہمیت واضح ہوگئی ، اب میں تربیت کی چند صورتیں ذکر کرتا ہوں کہ کن امور وخطوط پر تربیت کرنی چاہئے۔

ایمان اور عقیدہ کی تربیت

سب سے پہلا مرحلہ عقیدہ کی تربیت کا ہے کیونکہ عقیدہ ایک بیج کی مانند ہے، بیج جس طرح قوی اور پختہ رہے گا؛ درخت بھی اسی طرح مضبوط بنے گا اور اس کے برگ و بار بھی طاقتور رہیں گے۔ اسلام نے عقیدہ کی بنیاد توحید و رسالت اور آخرت پر رکھی ہے، غیر مسلم اقوام کے پاس ان کے اپنے عقائد ہیں اور وہ اپنے طور پر اُسے درجہ دیتے ہیں' لیکن بحیثیت مسلمان عقیدہ کی تربیت ہمارے لئے نہایت اہم سے اہم تر ہے، اس کے بغیر عمل بالکل بے قیمت و بے وزن ہوتا ہے۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.　اپنے بچوں کو سب سے پہلا کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھاؤ!

(شعب الایمان لـلبیهقی ،الستون من شعب الإیمان وهو باب فی

حقوق الاولاد والاھلین،حدیث نمبر:8379)۔

اسی لئے بچہ دنیا میں آتے ہی سب سے پہلے اس کے کانوں میں اذان دی جاتی ہے،جس کے ذریعہ اسی عقیدۂ توحید ورسالت کومضبوط کیا جاتا ہے۔کیونکہ عقیدۂ توحید کےساتھ اہم ترین بات عقیدۂ رسالت کی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں، خاتم النبیین ہیں،آپ کی عظیم شخصیت ساری کائنات کے لیے باعث تخلیق اور ساری خوبیوں کی جامع ہے،آپ سے محبت انسان کے لیےاس کی جان سے بھی بڑھ کراہمیت رکھتی ہے،حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ مسلمان اپنےمحبوب آقا پروارفتہ اورگرویدہ ہوجائے،اپنی خودی سے گم ہوکراپنا سب کچھ محبوب پرقربان کرنے کے لئے تیار ہوجائے۔

محترم حاضرین!عقیدہ کی تربیت میں یہ بات شامل ہے کہ بچوں کوحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اورآپ کی آل پاک سے محبت کا جام پلایا جائے،اسی طرح حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم سےنسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت سکھائی جائے۔تربیت کے ان بنیادی اصول کوحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید کےساتھ بتایا ہے۔

جیسا کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔	تم اپنے بچوں کی تین خصلتوں پر تربیت کرو!اپنے نبیء پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کےآل پاک کی محبت اورقرآن کریم کی تلاوت۔

(جامع الاحادیث للسیوطی،حرف الھمزۃ،حدیث نمبر:961)۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حکم فرماتے ہوئے اپنی محبت کو پہلے نمبر پر بیان فرمایا' اپنے اہل بیت کی محبت کو دوسرے نمبر پر بیان فرمایا اور تلاوت قرآن کریم کی تعلیم کو تیسرے درجہ میں بیان فرمایا، ان تین خصلتوں میں پہلی دو خصلتوں کا تعلق عقیدہ سے ہے اور تیسری ایک خصلت کا تعلق عمل سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی تربیت میں عقیدہ کی تربیت کو مقدم رکھنا چاہئے' سب سے پہلے عقیدہ کی تربیت کرنی چاہئے اور دوسرے درجہ میں اعمال واخلاق کی تربیت کی جانی چاہئے۔

اعمال کی تربیت

حاضرین کرام! اعمال کی تربیت کے ضمن میں تلاوت قرآن کا نہایت اہم درجہ ہے۔قرآن کریم کی تلاوت سے تعلیم کا آغاز کیا جائے، اس سے حافظہ مضبوط ہوتا ہے، علم کی رغبت بڑھتی ہے اور اس کی برکت سے زندگی آسودہ رہتی ہے۔

بچوں کو نماز کی تاکید اور دیگر عبادات کی تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا'' ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر ثابت قدم رہئے۔

(سورۃ طٰہ ۔132)

بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو اُنہیں نماز کا حکم دیا جائے اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر ان کی تربیت سختی کیساتھ کی جائے جس کی تاکید سنن ابوداود

شریف کی حدیث پاک میں ہے:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ۔	تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو! جبکہ ان کی عمر سات سال ہو اور اس میں کوتاہی پر انہیں سزا دو! جبکہ ان کی عمر دس سال ہو اور ان کے بستروں کو علیحدہ کر دو!۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ ص 71، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ ، حدیث نمبر :495)

محترم سامعین! سات سال کی عمر ہونے پر گو کہ بچے مکلّف نہیں ہوتے' لیکن تربیت کے طور پر انہیں نماز و دیگر عبادات کا حکم دینا چاہیئے' تا کہ انہیں عبادت کرنے کی عادت ہو کمسنی سے رب کے حضور کھڑے رہنے، سربسجود ہونے، اپنے مولی کی بندگی کا ثبوت دینے کا سلیقہ حاصل ہو اور اگر وہ دس سال کی عمر میں عبادتوں سے غفلت برتے اور پابندی کیساتھ نمازیں نہ پڑھیں تو ان پر سختی کرنی چاہیئے اور تادیب کے طور پر مارنا چاہیئے۔

اخلاق کی تربیت

عزیزان محترم! مذکورہ حدیث شریف میں بچوں کے بستر الگ کرنے کا بھی حکم دیا گیا، اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو تمام قسم کی برائیوں سے بچانے کا اہتمام کیا جائے! تا کہ بچہ عفت و پارسائی کی خصلت کے ساتھ پروان چڑھے اور شرافت و پاکیزگی کیساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اس بات میں دو رائے نہیں کہ تربیت اخلاق کی ضرورت اور اہمیت بلا لحاظ مذہب

وملت ہر شخص جانتا ہے، چونکہ اخلاق کے نہ ہونے سے معاشرہ میں فتنہ وفساد' جھگڑا اور لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے' خاندان میں پھوٹ پڑ جاتی ہے اور خود بچوں کی ذات میں بے حیائی پنپتی ہے' جس کا سدباب صالح کردار اور صحیح افکار کے بغیر ناممکن ہے۔

حاضرین کرام! اس بات کی بھی انتہائی ضرورت ہے کہ بہترین اخلاق کی تربیت کے ساتھ بچوں کو مذموم اخلاق اور بری عادات سے دور رکھا جائے، انہیں جنسی بے راہ روی، بدنگاہی، فلم بینی سے کلیۃً بچایا جائے' اگر بچے بدنگاہی بالخصوص فلم بینی میں مبتلا ہوجائیں تو اس کا دینی نقصان تو یقیناً ہوگا اور انکا باطن داغدار ہوجائیگا' لیکن اسکے ساتھ یہ بچے دنیا کی نظروں میں بے وقعت ہوجائیں گے اور ظاہری طور پر قسم قسم کی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوجائیں گے، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا.	جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ علانیہ بے حیائی کرنے لگتی ہے تو ان لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن ص 290 باب العقوبات، حدیث نمبر: 4155)

والدین کی اہم ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی اصلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے نونہالوں کو ایسی چیزیں نہ دیں جس سے وہ بے حیائی سے آشنا ہوجائے، ٹی وی کے عریاں ونیم عریاں مناظر سے ان کی آنکھوں کی حفاظت کریں، اگر مذہبی وتعلیمی پروگرام کی خاطر

ٹی وی دیکھیں تو اس سے ہونے والے دیگر شر اور نقصان کو دور کرنے کی تدبیر بھی ضرور کریں، اس میں دکھائی دینے والے مناظر کا باقاعدہ سد باب کریں، بے حیائی والے چینلس کی منصوبہ بند روک تھام کریں۔ اسی طرح انٹرنٹ کے تباہ کن استعمال سے بچوں کو محفوظ رکھیں، گھر میں بلا ضرورت انٹرنٹ کنکشن اخلاق کے لئے انتہائی مضر اور نقصان دہ ہے، اگر انٹرنٹ کے استعمال کی ضرورت ہو تو پاسورڈ وغیرہ سے اس طرح محفوظ رکھیں کہ بچہ آپ کی مرضی کے بغیر انٹرنٹ استعمال نہ کر سکیں، جب اسلامی اصول کے مطابق کڑی نگہداشت کی جائے تو بچے باشعور ہونے تک ایسے بااخلاق ہونگیں کہ تنہائی میں بھی کسی بے حیائی والے منظر کو دیکھنے سے گریز کریں گے۔ اگر کسی طرح بے حیائی ان کی نگاہوں کے سامنے ہو جائے تو نگاہ جھک جائے گی، دل ناپسند کرے گا اور تمام اعضاء پر نفرت کے مارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

تربیت کے لئے عملی نمونہ

منجملہ اصول تربیت کے یہ ہے کہ تربیت کرنے والا بذات خود اپنی پاکیزہ سیرت کا نمونہ اور اعلی کردار کا عملی مظاہرہ پیش کرے۔

چھوٹے بچوں میں ہو بہو نقل کرنے کی صفت غالب رہتی ہے، بچے جب کسی عمل کو دیکھتے ہیں تو نقل کرنے لگتے ہیں، چنانچہ جب بچوں کو نماز کے لیے وعظ و نصیحت کریں تو یہ طریقہ اتنا دل پذیر نہیں ہوتا؛ جتنا کہ عملی نمونہ بن کر خود نماز کا اہتمام کریں تو اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم بچوں کو جو اچھا کام سکھانا چاہتے ہیں خود اُسے کرنے لگ جائیں تو بچے دیکھ کر وہی کام کرتے ہیں۔

تربیت کے دیگر اہم اصول

محترم سامعین! بچوں کے چوبیس گھنٹوں کی زندگی پر نظر رکھنی چاہیئے کہ کیونکہ بچے ہر وقت ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ نہیں رہتے، بلکہ دوست واحباب کے ساتھ بھی رہتے ہیں۔گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، اس وقت بچوں کو کوئی غلط عادت پڑ جائے، وہ کسی برے شخص کی صحبت اختیار کرلیں تو ان کا کردار متاثر ہوتا ہے، لہذا اُن پر ہر وقت نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں اور اس کے دوستوں کے اخلاق کیسے ہیں؟۔

نفسیات کو پیش نظر رکھنا

تربیت کرنے والے کے لیے بچوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے، اگر بچے کی نفسیات پیش نظر نہ رہیں تو ہزار کوشش بھی لا حاصل ہے۔

اصلاح میں تدریج کی اہمیت

منجملہ اصول تربیت کے تدریج بھی ایک اہم ضابطہ ہے، یعنی کسی بچہ کے اخلاق میں کوئی برائی ہو اور آپ اسے اسی وقت مکمل طور پر ختم کرنا چاہیں تو بچہ برگشتہ ہوسکتا ہے، کسی چیز کو آپ سختی سے ایک دم موڑنا چاہیں گے تو ٹوٹ جائے گی، ایسے وقت تدریج سے کام لینا چاہیئے، جس کے ذریعہ آہستہ آہستہ اس خرابی سے نفرت دلائیں اور بچہ کی صلاحیت کو مرحلہ بمرحلہ کمال تک پہنچائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

اَلرَّبَّانِیُّ الَّذِی یُرَبِّی النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ کِبَارِہٖ.	ربانی وہ ہے جو علم کی بڑی بڑی باتوں سے پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تربیت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم ، باب العلم قبل القول والعمل)

بچوں پر ڈانٹ ڈپٹ اور غصہ کم کرنا

اصول تربیت میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ بچوں پر ڈانٹ ڈپٹ اور غصہ کم کرنا چاہئے ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ انتہائی سنگین صورتحال میں ہونی چاہیے۔ ورنہ عمومی حالات میں اس سے گریز کرنا اور سنجیدگی کے ساتھ تربیت بہتر ہے۔ موقع بہ موقع غصہ کرتے رہنے سے بچے کے اندر جذبۂ بغاوت نمو پاتا ہے اور وہ آوارہ ہو جاتا ہے۔

محترم حاضرین! یہ اصول تربیت ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک سے ملتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں دس سال رہے، اور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "اُف" تک نہیں فرمایا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلاَ لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اور حضور نے مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایا اور میرے کئے پر یہ کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور میں نے کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے اسے کیوں نہیں کیا اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے ہیں۔

(جامع الترمذی شریف ص 21 ابواب البر والصلة ،باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،حدیث نمبر: 2147)

تربیت کا نقطۂ کمال صالحین کی صحبت و ہمنشینی

حاضرین کرام!

اگر بچپن میں بچوں کی تربیت نہ ہو اور عمر بڑی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ انہیں اسی حالت پر تو نہیں چھوڑا جا سکتا، ایسی صورت میں ان کی تربیت کے لیے نہایت مفید اور کارآمد صورت بزرگوں کی صحبت ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہمیں یہ اصول ملتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ.	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(سورہ توبہ۔ آیت 119)

دارین کی سعادت اور بھلائی کے حصول کا ذریعہ صالحین و اولیاء اللہ کی ہمنشینی ہے، جیسا کہ حدیث پاک وارد ہے جسے محدث دکن ابو الحسنات حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح ج 4 ص 104، میں امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے:

عن أبي رزين: أنه قال له رسول الله صلى الله عليه و سلم: ألا أدلک على ملاک هذا الأمر الذي تصيب به خير الدنيا و الآخرة عليک بمجالس أهل الذكر......	سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس معاملہ کی اصل نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر لو گے؟ اہل ذکر کی مجالس و محافل کو لازم کر لو!۔

(شعب الایمان للبیہقی ، الحادی والستون من شعب الایمان ، قصة ابراهیم فی المعانقة،حدیث نمبر:9024)

یہ اصول اگر چہ چھوٹے بڑے سب کے لیے ہیں، تاہم بڑوں کے لیے تیر بہ ہدف ہے۔خانقاہی نظام انہی پر قائم ہے بزرگان دین نے ان اصول کے ذریعہ ہزارہا بلکہ لاکھوں افراد کی نہایت کامیاب تربیت کی ہے، کیونکہ صحبت کے بارے میں فرمایا گیا:صحبت اثر کرتی ہے اگر چہ ایک لمحہ کیوں نہ ہو۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صُحبَتِ صَالِحُ تُرَا صَالِحُ کُنَدُ ☆ صُحبَتِ طَالِحُ تُرَا طَالِحُ کُنَدُ

ترجمہ: نیک اور صالح کی صحبت تجھے نیک بناتی ہے اور برے کی صحبت برا بناتی ہے۔

حاضرین کرام!مٹی جو ہر چند مٹی رہتی ہے،لیکن جب گلاب کے پودے کے پاس ہوتی ہے تو وہ بھی مہکنے لگتی ہے اور یہی فطرت انسان میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، اسے جیسی صحبت ملے؛اسکی زندگی ویسے ہی پروان چڑھتی ہے۔

جَمَالِ ہَمْ نَشِیْںْ دَرمَنْ اَثَرْ کَرْدْ ☆ وَگَرْ نَہْ مَنْ ہَمَا خَاکَمْ کِہْ ہَسْتَمْ

ترجمہ: ہم نشین کا جمال مجھ میں اثر انداز ہو گیا ورنہ میں تو اپنے وجود میں خاک ہی ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اولاد کی تربیت کے ان اسلامی اصول کو عملی زندگی میں نافذ کرنے اور تادم زیست اس پر عمل پیرا رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے!۔

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت، حیات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھَذِہِ الْأُمَّۃِ عَلَی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِینَھَا. (سنن ابی داؤد)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی ہر صدی میں دینِ اسلام کی تجدید اور اس میں آنے والی خرافات اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے باعظمت شخصیات کو دنیا میں پیدا فرماتا ہے؛ جو منشأ خداوندی ومرضیٔ رسالت پناہی کے مطابق دینِ متین کی حفاظت کرتی ہیں اور اس میں درآئی خرابیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتی ہیں، جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی ھُرَیْرَۃَ فِیمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ	بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء میں اس
عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ	امت میں ایسوں کو وجود بخشتا ہے جو اس کے
مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.	لئے اس کے دین کی تجدید کرتے ہیں۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 4293)

حضرات! چونکہ (28) صفر المظفر 1034ھ کو امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال مبارک ہوا ہے، اسی مناسبت سے آج آپ کے احوالِ شریفہ اور تعلیمات مقدسہ پر مختصر گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے:

اللہ تعالی ہر دور میں چند ایسے نفوس قدسیہ کو وجود بخشتا ہے جو احکامِ اسلام کے محافظ اور قوانینِ شریعت کے پاسباں ہوتے ہیں، انہیں باعظمت شخصیتوں میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

حدیث شریف میں امام ربانی کی آمد کی بشارت

یہ ایک مُسلَّمہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ما کان ،وما یکون ''یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہوگا' ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا، اور آپ نے اللہ تعالی کے اس عطا کردہ علم کی خیرات اپنی امت میں تقسیم فرمائی ہے، اور حضرات اہل بیت کرام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے امت تک یہ علم پہنچا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرامین کے ذریعہ جہاں اور چیزوں کی خبر دی وہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی بشارت بھی عطا فرمائی، چنانچہ'' جمع الجوامع، حلیۃ الاولیاء، اور

کنزالعمال ‘‘میں روایت ہے:

عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر، قال: بلغنا أن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال:" یکون فی أمتی رجل – یقال لہ صلۃ – یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا و کذا.	حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کو "صِلَۃُ " (مخلوق کو خالق سے جوڑنے والا) کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے بے شمار افراد جنت میں داخل ہوں گے۔

(جمع الجوامع۔حلیۃ الاولیاء، ج: 2، ص: 241، کنز العمال، حدیث نمبر: 34589)

حضرات! اس حدیث شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود کی طرف اشارہ ہے، امت کے اکابر علماء نے آپ کو اس حدیث شریف کا مصداق قرار دیا، اور خود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ. الخ**............۔

ترجمہ: تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا (صلہ) اور دو گروہوں میں صلح کرانے والا بنایا ہے، اور درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ساری مخلوق میں سب سے افضل ہیں، اور تمام انبیاء کرام وملائکہ پر بھی درود وسلام ہو۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر: 6)

برادران اسلام! حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن دوسمندوروں کا ذکر فرمایا ہے ان سے ''شریعت اور طریقت'' کے سمندر مراد ہیں،اور دو گروہوں سے ''علماءاورصوفیاء'' مراد ہیں۔

(تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ،مؤلفہ علامہ نبی بخش توکلی،ص:265)

امام ربانی کا امت پر عظیم احسان

برادران اسلام! حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے نازک وقت میں صدائے حق بلند فرمائی جبکہ بادشاہ جلال الدین اکبر نے دین اسلام کے مقابل ایک باطل مذہب ''دینِ الہی'' کی بنیاد رکھی ،مساجد ومدارس کومنہدم کیا جانے لگا،حلال جانور ذبح کرنے پر پابندی عائد کی گئی جبکہ حرام خوری اورشراب نوشی پر کوئی امتناع نہ تھا،شعائر اسلام کومٹایا جانے لگا،احکام شریعت کونظر انداز کرکے باطل نظریات کوفروغ دیا جانے لگا،بادشاہ کے دربار میں آنے والے ہر شخص پرلازم تھا کہ وہ بادشاہ کو سجدہ کرے۔

حضرات! عبادتوں میں بگاڑ پیدا ہوجائے تو اتنا بڑا خطرہ نہیں لیکن جب پورے دین میں بگاڑ پیدا ہوجائے اور بگاڑ کا نام ہی اصلاح رکھ دیا جائے اور بے دینی کوعین دین ٹھہرایا جائے تو یہ بہت بڑا خطرہ ہے،اوراکبری فتنہ اس قدر شدید تھا کہ اس کا فساد ایک خطہ تک محدود نہ تھا بلکہ دنیا کا ایک براعظم اس کی لپیٹ میں آچکا تھا،ایسے نازک وقت میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم قوت کے ساتھ اٹھے اور اکبر کے خودساختہ دین الہی اور باطل نظریات کا خاتمہ کیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام توانائیوں کو تحفظِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے صرف فرمادیا، اپنی زندگی کا ہر لمحہ فروغِ دین اور اصلاحِ امت کے لئے وقف فرمادیا۔

دعوتِ حق کے لئے آپ نے حکمت وموعظت کا اسلوب اپنایا، بادشاہ کے مصاحبین کے نام خطوط لکھے، اربابِ حکومت واَعْیانِ سلطنت کو حق کی طرف متوجہ فرمایا۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دینی وسماجی اور اصلاحی کارناموں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، آپ ہزارۂ دوم کے مجدد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص وخلیفہ اور حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بااختصاص شہزادہ ہیں۔

آپ کا نسب مبارک اٹھائیس (28) واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے جاملتا ہے۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص:250)۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات مثالی ہیں، آپ نے بڑی پامردی سے باطل طاقتوں کا مقابلہ فرمایا، آپ کو قید وبند کی صعوبتوں سے گذارا گیا، قید خانہ میں بھی آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا، آپ کی مساعی جمیلہ کی برکت اور تعلیم وتربیت کا یہ فیض رہا کہ وہ سارے قیدی جو کل تک قاتل وچور، شر وفساد برپا کرنے والے مجرم تھے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے صالحین واہل اللہ سے ہو گئے۔

ہماری ذمہ داری ہیکہ جس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا عظیم فریضہ انجام دیا ہم بھی اس پاکیزہ اسلوب اور آپ کے داعیانہ کردار کو اپناتے ہوئے معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنائیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حالات لکھتے ہوئے حضرت

محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ رقم طراز ہیں: غوث الواصلین، قطب العارفین، محبوب صمدانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی امام طریقت حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ نسبتاً فاروقی ہیں۔

اٹھائیس واسطوں پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے دادا ہوتے ہیں، آپ کے کل آباء واجداد، صلحاء وعلماء ہوئے ہیں۔

ماہ شوال المکرّم، شب جمعہ، 971ھ بلدہ سرہند میں آپ کی ولادت ہوئی۔

"خاشع" 971ھ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔

(زبدۃ المقامات، مترجم، ص: 131، تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص: 252)۔

ایک مبارک خواب:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل آپ کے والد گرامی قدوۃ العارفین حضرت مولانا شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ساری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے، خنزیر، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں، اسی دوران میرے سینے سے ایک عظیم نور نکلا جس سے سارا جہاں روشن ومنور ہو گیا، اور وہ ایک بجلی کی طرح تمام درندوں کو جلا کر خاک کر دیا، اور اس نور میں ایک تخت ظاہر ہوا، اور اس تخت پر ایک بزرگ مسند نشیں ہیں، اور بہت سے نورانی آدمی اور فرشتے ان کے سامنے باادب کھڑے ہیں، اور ان کے سامنے ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکروں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے، اور کوئی شخص بلند آواز یہ آیت کریمہ تلاوت کر رہا ہے:

’’وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا‘‘. حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل مٹنے والا ہی ہے۔

جب حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے گھر ایک ایسا لڑکا تولد ہوگا جس کی صف اولیاء میں امتیازی شان ہوگی، ان کے نور سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی اور دین محمدی کو روشنی اور فروغ حاصل ہوگا۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، ص:253۔ جواہر مجددیہ، ص16)۔

چنانچہ (ماہ شوال المکرّم، شب جمعہ، 971ھ) اس مبارک خواب کی تعبیر بن کر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔

آپ ابھی بہت کم عمر تھے کہ شیخ شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نسبت اس طرح پیشن گوئی فرمائی تھی کہ اس بچہ کی عمر طویل ہوگی اور بہت بڑا عالم، صاحبِ احوالِ عالیہ ہوگا۔

شیخ موصوف نے اپنے انتقال کے وقت اپنی زبان حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو چسوا کر جب ہی سے نسبت قادریہ کا القاء فرما دیا تھا، لڑکپن ہی سے آپ کی کچھ ایسی حالت تھی کہ جو آپ کو دیکھتا کہتا کہ یہ بچہ ہونہار ہے، آئندہ بہت کچھ کر دکھائے گا، آپ نے اکثر علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کئے ہیں، پھر سیال کوٹ جا کر مولانا محمد کمال کشمیری اور مولانا یعقوب کشمیری سے علوم کی تحصیل کی اور حدیث شریف کی سند قاضی بہلول بدخشی سے حاصل فرمائی، آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا

ہمسر، علوم میں نہ تھا، آپ کو نسبت چشتیہ اور قادریہ اور ان دونوں میں اجازت و خلافت اپنے والد گرامی ہی سے حاصل ہوئی۔

ابھی آپ کی عمر شریف (17) سال بھی نہیں ہوئی تھی کہ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار ہو کر طالبین اور سالکین کو ظاہری اور باطنی علوم کا افادہ فرمانے میں مصروف ہو گئے، اسی اثناء میں بہت سارے رسالے جیسے رسالہ جات تہلیہ اور رد روافض وغیرہ تصنیف فرمائے، گو اس وقت روافض کا بہت زور تھا، مگر آپ کی حق پسند طبیعت نے ان کا رد لکھ ہی دیا۔

باوجود اس کمال کے نسبت نقشبندیہ حاصل کرنے کے لئے آپ بہت مشتاق تھے۔

بیعت وخلافت:

جب 1007ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تو آپ 1008ھ میں حج کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے، راہ میں دہلی پڑتی تھی، دہلی پہنچ کر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کئے، حضرت آپ کو نہایت تعظیم وتکریم سے لئے، دو دن کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو داعیہ بیعت پیدا ہوا، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خلاف عادت بغیر استخارہ، آپ کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرما کر اپنا گزشتہ خواب بیان فرمایا کہ بہت دن ہوئے، میں نے ایک خواب دیکھا ہے، جس کی تعبیر حضرت خواجگی امکنگی قدس سرہ نے یہ دی تھی کہ مجھ سے کوئی قطب الاقطاب فیض پائے گا، تم میں وہ سب آثار پائے جاتے ہیں، تم ہی آئندہ قطب الاقطاب ہونے والے ہو۔

پھر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے طریقہ نقشبندیہ کے ریاضات ومجاہدات، وظائف واذکار اور مراقبات میں اشتغال فرمایا، خدا کی شان! دو مہینے اور چند روز میں علوم لدنیہ، معارف یقینیہ، اسرارِ ولایت، مقاماتِ سَنِیَّہ، انوارِ فیوضاتُ وبرکاتِ الٰہیہ کچھ ایسے امڈے چلے آرہے تھے کہ جس کی وجہ سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کی عقلیں دنگ تھیں:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

پھر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر اپنے وطن میں تشریف لائے، دور دور سے عطشانِ معرفت آکر فیض یاب ہوتے تھے، گو آپ چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ کل نسبتوں کے مجمع تھے لیکن طریقہ نقشبندیہ کی ترویج میں خاص دلچسپی رکھتے تھے، غرض آپ کی حالت اس مقولہ کے مصداق ہے:

لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا یُبْغِضُهٗ اِلَّا فَاجِرٌ شَقِیٌّ. مؤمنِ متقی ہی آپ کو چاہا کرتا اور اپنے دل میں آپ کی محبت لئے رہتا ہے، اور فاجر شقی، بدنصیب ازلی ہی آپ سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آخر میں نہایت معتقد ہوکر یہی مقولہ فرمایا کرتے تھے، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی آپ کی بہت کچھ مدح کی ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی وروحانی مقام

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام ومرتبہ کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

نے آپ سے متعلق فرمایا: ''شیخ احمد وہ آفتاب ہیں جس میں ہم جیسے کئی ستارے گم ہیں''۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی وہ باکمال ہستی ہیں جس کا فیض سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے، آپ بیک وقت علماء ربانین کے پیشوا بھی تھے اور ارباب طریقت کے مقتداء بھی، آپ نے تبلیغ دین اور احیاء اسلام کا عظیم ترین فریضہ انجام دیا، روحانیت کے عظیم ترین منصب پر فائز ہونے کے ساتھ آپ کی علمی جلالت کا یہ حال تھا کہ تفسیر لکھنے کے دوران ایک مقام پر ابوالفضل کو - جو ایک نادر انداز میں بے نقط حروف سے قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا تھا - دشواری ہوئی اور وہ رک گیا، اچانک وہاں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوئے، اس نے آپ سے درخواست کی کہ میں یہاں پریشان ہوں کہ ان آیات مبارکہ کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے بے نقط الفاظ نہیں مل رہے ہیں، تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم لیا اور فی البدیہ ان آیات کی بے نقط تفسیر لکھ کر ابوالفضل کے حوالہ کردی۔ ابوالفضل آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

(زبدۃ المقامات، ص:137/138۔ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مؤلفہ: علامہ نبی بخش توکلی، ص:255)۔

آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) فضل وکمال کے نیر تاباں ہیں، جن کی روشنی میں ہمارے جیسے کتنے ہی ستارے گم ہیں۔

آپ مرید نہیں بلکہ مراد اور محبوب ہیں۔ جن کے ظہور کی کتنے ہی اکابر اولیاء اللہ نے بشارتیں دی تھیں۔ میری محنت رائیگاں نہیں گئی کہ میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ)

جیسی ہستی کی تربیت کر چلا ہوں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بشارت دی کہ تم علم کلام کے مجتہدین سے ہو۔ جن کے عقائد کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت ہو چکی ہے، اور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے ایک رسالہ کے متعلق اولیاء کرام سے فرمایا کہ ایسے عقیدے رکھنے چاہئیے!۔

میاں شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی ہستی آج اس آسمان کے نیچے اور نہیں ہے۔

(زبدۃ المقامات۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص: 262۔ مشائخ نقشبندیہ۔)

حضرت امام ربانی کے حق میں حضرت غوث اعظم کی بشارت

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ جامع السلاسل بزرگ ہیں، آپ کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی فیض حاصل ہے، چنانچہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس وقت جنگل میں مصروف عبادت تھے، اچانک آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا؛ جس سے سارا عالم روشن ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ آج سے پانچ سو سال بعد جب بے دینی اور بگاڑ پھیل جائے گا، ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا؛ جو الحاد و بے دینی کے خلاف آواز اٹھائے گا اور دین اسلام کو نئی زندگی دے گا، آپ نے اپنے خرقۂ خاص کو نعمتوں سے مالا مال کر کے اپنے شہزادے حضرت سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا، وہ خرقہ آپ کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا؛ یہاں تک کہ حضرت سید شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خرقۂ نعمت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کی۔

(روضۃ قیومیہ۔ جواہر مجددیہ، ص:13)

تذکرۂ امام ربانی کی اہمیت' حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی نظر میں:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اخبار الاخیار'' میں رقم طراز ہیں: ترجمہ: کتاب اخبار الاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی جبکہ زبدۃ المقربین، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات الٰہی، مصدر برکات لامتناہی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات تحریر نہ کئے جائیں۔

مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی اس لئے آپ مقدم ترین کاملین وسابق ترین واصلین الی اللہ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے اور اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو اول وآخر سب ایک ہی چیز ہے، میرا آپ سے رجوع ہونا ثقہ حضرات کی زبانی مشہور بات ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ بیان ہوگا-(اخبار الاخیار، ص728)۔

کرامات

آپ کی کرامات بے حد وبے شمار ہیں، ایک وقت معین پر دس جگہ کی دعوت قبول فرمائی، وقت مقررہ پر ہر ہر شخص کے پاس کھانا تناول فرماتے نظر آئے۔

کلمہ حق کہنے کی وجہ سے جہانگیر نے جب آپ کو قید کیا تو باوجود سخت پہرہ چوکی، جمعہ کے لئے مسجد میں آتے اور بعد اس کے قید خانے تشریف لے جاتے، پہرہ والے جوانوں کو خبر بھی نہ ہوتی کہ آپ باہر کب آئے اور قید خانہ میں واپس کب ہوئے۔

بادشاہ موصوف نے کئی بار آپ سے یہ کرامت دیکھی، نہایت معتقد ہوکر معذرت کرتے ہوئے قید سے رہا کیا، جس وقت آپ محبس (قید خانہ) سے نکلے تو

دیگر تو سینکڑوں قیدی پر آپ کی فیض صحبت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ قیدی اہل دل اور اولیاء کرام سے ہو گئے تھے۔

ایک مرتبہ بارش کے موقع پر آپ نے بادل کو حکم فرمایا کہ مخصوص مدت تک بارش نہ ہو تو بارش اس مدت تک رکی رہی۔

اور آپ کی بہت بڑی کرامت تو شریعت پر استقامت تھی ،جسکو آپ نے اپنے کسی مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود ہوا پر اڑنے اور پانی پر چلنے کے ایک مستحب بھی ترک کیا ہو تو وہ نقشبندی اولیاء اللہ کے نزدیک جَو ، برابر قدر و منزلت نہیں رکھتا ہے۔

اتباع سنت آپ پر اس طرح غالب تھی کہ جب آپ کی عمر شریف (50) سال کی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ہماری عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف سے بڑھ نہیں سکتی، ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت میں ترسٹھ (63) سال کی عمر میں دنیا سے کوچ کر جائیں گے۔

ایسا ہی ہوا، ماہ محرم 1034ھ میں ایک روز آپ نے فرمایا کہ (پچاس روز کے بعد ہم اس عالم سے کوچ کرنے والے ہیں، مجھے میری قبر کی جگہ بتلائی گئی ہے)

ارشادات وفرمودات:

﴿اتباع سنت' عین سعادت﴾

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں جہاں کی سعادت کا حصول آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر منحصر ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی فلاح و بہبود حضرت

سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔اُسی کے ذریعہ بندے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں پہونچتے اور تجلیات ربانی سے مشرف اور مرتبۂ عبدیت (جو کمال کے مرتبہ سے اوپر مقام محبوبیت کے بعد ہے) سے سرفراز ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے موافق درست رکھے تا کہ آخرت کی سعادت نصیب ہو، بداعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے زہر قاتل ہے جو دائمی موت وعتابِ الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی میں مغفرت کی گنجائش ہی نہیں۔

﴿ظاہر و باطن کی ترقی کی راہ﴾

علمائے اہل سنت و جماعت نے فرمایا ہے کہ اول اپنے عقیدہ کو ان بزرگوں کے عقائد کے موافق درست کر کے علمِ حلال وحرام،فرض وواجب،سنت ومستحب،مباح و مشتبہ حاصل کرنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی چاہیئے۔ان دو پروں کا حصول عملی اور اعتقادی طور پر حاصل ہونے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد دے تو عالمِ قدس کی طرف پرواز کرے۔اور حقیر دنیا تو اس قابل نہیں ہے کہ اس کو اور اس کے مال و جاہ کے حاصل ہونے کو اصلی مقصود خیال کرے۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد نقشبندی سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل اور بدعتی لوگوں کی عزت نہ کیا کرو! جس نے ایسوں کی تعظیم کی تو اس نے گویا اسلام کو بے عزت کرنے میں مدد کی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کے مکان میں تصاویر ہوں یا وہاں فرش ریشمی ہو یا ظروف چاندی کے ہوں یا ساز کی قسم سے کوئی چیز ہو، یا لہو ولعب اور غیبت و بہتان کی مجلس ہو ان تمام صورتوں میں دعوت ہرگز قبول نہیں کی جانی چاہئیے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم دین کو تلقین سلوک کے مقابلہ میں بہتر سمجھتے تھے۔

نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے۔

تمام اولیاء رحمهم الله پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزار کو سجدہ کرنا حرام سمجھتے تھے۔

زیارت قبور کو مستحسن، اولیاء اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثوابِ عباداتِ مالی و بدنی کو جائز قرار دیتے تھے۔ (ملخص از: مواعظ حسنہ، جلد دوم)

☆ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ مبارک سے قیامت تک جتنے اولیاء، ابدال، اقطاب، اوتاد، نقباء، نجباء، غوث یا مجدد ہوں گے سب فیضان ولایت و برکات طریقت حاصل کرنے میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہوں گے، بغیر ان کے واسطہ اور وسیلہ کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہوسکتا۔

(مکتوبات امام ربانی ، جلد اول، ص:323، مکتوب نمبر:266)

☆ مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ، جلد اول، ص:133، مکتوب نمبر:54)

☆ مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام واہل بیت عظام، اولیاء اعلام رضی اللہ عنہم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟۔

(مکتوبات امام ربانی ،جلد سوم،ص:427،مکتوب نمبر:72)

☆ علماء کے لئے دنیا کی محبت اور اس میں رغبت کرنا ان کے جمال کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔مخلوقات کو اگر چہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں،لیکن ان کا علم ان کے اپنے حق میں نفع بخش نہ ہوا۔یہ علماء پارس کے پتھر کی مانند ہیں کہ تانبے،لوہے کی جو چیز بھی اس کے ساتھ رگڑ کھاتی ہے سونا ہو جاتی ہے،اور وہ خود اپنی ذات میں پتھر ہی رہتا ہے۔

بیشک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اللہ تعالی نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا۔

(مکتوبات امام ربانی،جلد اول،ص:95،مکتوب نمبر:33)

وصال مبارک:

روز سہ شنبہ 28 صفر 1034ھ میں آپ نے مسنون طریقہ کے موافق سیدھی کروٹ لیٹ کر دست مبارک اپنے رخسار کے نیچے رکھے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ سب کچھ اعمال صالحہ کئے مگر ایک وقت جو دو رکعت نماز میں نے پڑھی ہے وہ آج کافی ہو رہی ہے، یہ فرمایا اور اشراق کی نماز ادا فرمانے کے بعد آپ کی روح مبارک اعلی علیین کو روانہ ہوگئی،لفظ صلوۃ پر ہی خاتمہ ہوگیا،اور یہی صلوٰت نسبت انبیاء علیہم السلام کی ہے۔

آپ کی تاریخ رحلت ’’ رَفِیعُ المَرَاتِبُ‘‘ نکالی گئی ہے۔

نَـوَّرَ اللّٰـهُ مَضْجَعَهُ وَقَدَّسَ سِرَّهُ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نورانی کرے اور ان کے سِرّ کو پاک کرے)۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عقائد حقہ پر قائم رکھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔

آمِیْـن بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

e

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی شان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ. وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! چونکہ ماہ صفرالمظفر کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے خصوصی آثار ظاہر ہونے لگے تھے اور بارہ ربیع الاول کو آپ کا وصال مبارک ہوا۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس سے پہلے کی مبارک کیفیات اور وقتِ وصال کے احوال شریفہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کروں جس سے ہمیں معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے احوال بھی آپ کی بے مثال شان وعظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔

عام طور پر جب کسی انسان کے انتقال کا وقت آتا ہے تو اس کے دل میں خوف وڈر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے،ایک فرشتہ وقت مقررہ پر آجاتا ہے اور انسان چاہے یا نہ چاہے اس کی روح قبض کر لیتا ہے،اس کا دنیا اور دنیا والوں سے تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔

آج میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ موت کے وقت عام انسان ان مراحل سے گزرتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالی نے بے مثل و بے مثال شان عطا فرمائی، آپ کا ہر معاملہ رفعتوں اور بلندیوں والا ہے، آپ کی ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے، آپ کے وصال اقدس کا ہر مرحلہ عظیم شان والا ہے۔

برادران اسلام! ملک الموت علیہ السلام جب روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو وہ کسی کی اجازت کے محتاج نہیں، لیکن جب وہ دربار نبوی میں حاضر ہوتے ہیں تو اجازت لیکر باادب حاضر ہوتے ہیں، اور سلام عرض کر کے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ جب تک آپ سے اجازت نہ لوں روح مبارک قبض نہ کروں۔

برادران اسلام! اس عنوان پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل کے ساتھ تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

میں نے خطبہ میں جن آیات مبارکہ کی تلاوت کی ہے اُن میں اللہ تعالی یہ ارشاد فرمارہا ہے:

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں جماعت در جماعت داخل ہورہے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان فرمائیں اور (امت کے لئے) مغفرت طلب کریں، بیشک وہ خوب توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(سورۃ النصر۔1تا3)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

الصحابة اتفقوا على ان هذه السورة دلت على انه نعى لرسول الله صلى الله عليه وسلم.	صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کی خبر دی گئی ہے۔

(التفسیرالکبیرللرازی، سورۃ النصر۔ 3)

اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگیں' قبیلہ قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوتا چلا جائے ، اسلام کے انوار چار دانگ عالم میں پھیل جائیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مقصدِ بعثت حاصل ہو چکا ، احکام الٰہی کی تبلیغ تمام وکمال کے ساتھ ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمد وثنا' تسبیح وتقدیس کا حکم فرمایا اور امت کے حق میں بخشش ومغفرت کی دعا کرنے کا امر فرمایا، گویا یہ وصال اقدس کے لمحات قریب آجانے اور سفر آخرت فرمانے کی علامتیں ہیں۔

وصال اقدس کی پیشنگوئی

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو طلب فرمایا اور ان کے ساتھ آہستہ گفتگو فرمائی ، اس سلسلہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں صحیح مسلم کی روایت میں مذکور ہے:

فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِءُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا	حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا اس انداز میں آئیں کہ آپ کے تشریف لانے کا انداز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے انداز سے کچھ بھی علحدہ نہیں تھا،

فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ . فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سَأَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَتْ مَا كُنْتُ أُفْشِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم سِرَّهُ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم

تو جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادی کو ملاحظہ فرمایا تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: میری شہزادی کے لئے خوش آمدید! پھر انہیں اپنی داہنی جانب یا بائیں جانب بٹھایا پھر ان کے ساتھ آہستہ گفتگو فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں، جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فکر کرنے کو دیکھا تو آپ نے اُن سے دوسری مرتبہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان خصوصی طور پر آپ سے سرگوشی فرمائی' پھر آپ رونے لگیں' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے آپ سے کیا ارشاد فرمایا؟ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرسکتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما ہوئے تو میں نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا:

قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ أَمَّا الآنَ فَنَعَمْ أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي ...... وَإِنِّي لاَ أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ.	آپ کو اس حق کا واسطہ جو میرا آپ پر ہے، مجھے بتلایئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے آپ سے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ہاں میں اب بتاتی ہوں؛ پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرمائی اور مجھے خبر دی کہ اسی حالت میں آپ کا وصال ہونے والا ہے اور فرمایا: میں اپنے وصال کو قریب دیکھتا ہوں تم تقوی پر قائم رہو اور صبر سے کام لو کیونکہ میں تمہارے لئے بہترین آگے جانے والا ہوں۔ تو میں رونے لگی جیسا کہ (اے ام المومنین) آپ نے مجھے دیکھا پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بے چینی اور میرا فکر کرنا ملاحظہ فرمایا تو دوسری مرتبہ مجھ سے سرگوشی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم ایمان والوں کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا کہ اس امت کی خواتین کی سردار ہو، تو میں مارے خوشی کے ہنس پڑی جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

(صحیح مسلم ج 2 ص290، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل فاطمۃ بنت النبی علیہاالصلوۃ و السلام، حدیث نمبر:6467)

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِهِ أَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

پھر مجھ سے سرگوشی کی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گی تو میں مارے خوشی کے ہنس پڑی۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب ، باب علامات النبوۃفی الاسلام،حدیث نمبر:3427)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشادفرمایا' جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذَلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللَّهِ قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ أَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے خطبہ ارشادفرمایا' اورفرمایا کہ اللہ تعالی نے ایک بندہ کو دنیا اور جو کچھ اللہ تعالی کے پاس ہے دونوں کے درمیان اختیار دیا ہے تو اس بندہ نے اُسے اختیار کیا جو اللہ تعالی کے پاس ہے،راوی فرماتے ہیں: اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو ہم نے اس بات پر ان کے رونے کی وجہ سے تعجب کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کے بارے میں فرمایا جنہیں اختیار دیا گیا ہے،

فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا.	حقیقت یہ تھی جنہیں اختیار دیا گیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(صحیح بخاری ،کتاب المناقب ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر، حدیث نمبر:3454)

اسی سے متعلق مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر رونق افروز ہو کر فرمایا:

إِنَّ عَبْداً عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا فَاخْتَارَ الآخِرَةَ .فَلَمْ يَفْطُنْ لَهَا أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي بَلْ نَفْدِيكَ بِأَمْوَالِنَا وَأَنْفُسِنَا وَأَوْلادِنَا.قَالَ ثُمَّ هَبَطَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم عَنِ الْمِنْبَرِ فَمَا رُئِيَ عَلَيْهِ حَتَّى السَّاعَةِ.	یقیناً ایک بندہ کے سامنے دنیا اس کی زینت ورعنائی کے ساتھ پیش کی گئی تو اس بندہ نے آخرت کو اختیار کیا،اس بات کو لوگوں میں کسی نے نہیں سمجھا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے،انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بلکہ ہم سب اپنے اموال اپنی جانیں اور اولاد آپ پر قربان کرتے ہیں ،راوی کہتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اُترے پھر کبھی آپ منبر شریف پر خطبہ کیلئے تشریف فرما نہیں دیکھے گئے۔(یعنی یہ آخری خطبہ تھا)

(مسند امام احمد ، مسند ابی سعید الخدری ،حدیث نمبر:12185)

وصال مبارک سے پہلے کی کیفیات

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر آن اپنے پروردگار کی غیر متناہی تجلیات مسلسل نازل ہوتی رہتی ہیں۔تاہم وصال مقدس کے لمحات جوں جوں قریب آتے گئے ،قرب حق اور انوار الٰہی کے مشاہدہ میں ڈوبے رہنے کے باعث آپ کے بدن مبارک پر عجیب کیفیات طاری ہوتی رہیں۔ظاہری طور پر کبھی سرانور میں تکلیف کی شدت تو کبھی بخار میں تیزی اور حِدّت اور کبھی غشی کا طاری ہونا، یہ سب کیفیات دراصل وصال حق و قرب رب کے انوار و تجلیات میں محویت واستغراق کی آئینہ دار ہیں۔

صفرالمظفر کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع تشریف لے گئے ،واپسی کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں درد شروع ہوا، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی مُوَیْهِبَةَ مَوْلَی رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ عَثَنِی رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ: يَا أَبَا مُوَیْهِبَةَ إِنِّی قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لأَهْلِ الْبَقِیعِ فَانْطَلِقْ مَعِی. فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا وَقَفَ بَیْنَ أَظْهُرِهِمْ قَالَ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کے درمیانی حصہ میں بلا بھیجا اور فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے حکم دیا گیا کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں تو تم میرے ساتھ چلو، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا' جب آپ بقیع میں کھڑے ہوئے تو فرمایا:

السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ لِيَهْنِ لَكُمْ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْبَحَ فِيهِ النَّاسُ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا نَجَّاكُمُ اللَّهُ مِنْهُ أَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يَتْبَعُ أَوَّلُهَا آخِرَهَا الآخِرَةُ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى .قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ وَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذَلِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَالْجَنَّةِ .قَالَ قُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي فَخُذْ مَفَاتِيحَ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ .قَالَ لاَ وَاللَّهِ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي وَالْجَنَّةَ.

السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ !تم پر سلامتی ہوا اے اصحاب قبور! جن حالات میں صبح کرتے ہو تمہارے لئے خوشگوار اور بہتر ہے اس سے جن حالات میں لوگ صبح کرتے ہیں، اگر تم جانتے جس سے اللہ تعالی نے تمہیں نجات عطا فرمائی، فتنے قریب ہیں تاریک رات کے حصوں کی طرح جس کا پہلا حصہ آخری حصہ کے پیچھے آتا ہے، آخری فتنہ پہلے سے برا ہے، حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابومویہبہ! مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور دنیا کا قیام عطا کیا گیا پھر جنت دی گئی اور دنیا کے درمیان اور میرے رب کے وصال و جنت کے درمیان اختیار دیا گیا، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور دنیا میں قیام اختیار فرمائیں، اس کے بعد جنت کو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابومویہبہ! اللہ کی قسم! یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وصال اور جنت کو اختیار کرلیا ہے،

ثُـمَّ اسْتَـغْـفَرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ ثُمَّ انْـصَـرَفَ فَبُـدِءَ رَسُولُ اللَّـهِ صـلـى الـلـه عليه وسلم فِي وَجَـعِـهِ الَّـذِى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ حِينَ أَصْبَحَ.	پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی اور واپس ہوئے، جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض مبارک کی وہ کیفیت شروع ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر قبض کی۔

(مسند امام احمد، حدیث نمبر:16419)

تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ کے باعث اوراس میں مستغرق رہنے کی وجہ سے بظاہر دردظاہر ہوااوردرد زیادہ ہونے کی وجہ بخار چڑھ گیا، بخار بھی اتنی شدت کے ساتھ تھا کہ بدن مبارک پر بخار کی حرارت محسوس ہوتی تھی، اس کیفیت کے باوجود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لاتے اورامامت فرماتے، ازواج مطہرات کی باریوں کا بھی لحاظ فرماتے، باوجود یہ کہ جس طرح بیویوں کی باریاں مقررکرنا مسلمانوں پر واجب ہے ؛اسطرح ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا،لیکن آپ نے ازراہ کرم اپنی جانب سے باریاں مقرر فرمائی تھیں، جب اس حالت میں زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے تمام ازواج مطہرات کوطلب فرمایا اورام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں قیام فرمارہنے کا ارادہ ظاہر فرمایا،اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تھے،تمام ازواج مطہرات نے رضامندی کا اظہار کیا،تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے حجرۂ مبارک تشریف لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی سکونت اور سفرِ آخرت کا اختیار

حاضرین کرام! جیسا کہ ابھی معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں عطا دی گئیں، دنیا میں رہنے کا اختیار دیا گیا، جنت بھی آپ کے قدم اطہر چومنے کیلئے بے چین و بے قرار ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ملک الموت حاضر خدمت نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں مزید رہنا، یا آخرت کو اختیار کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا۔

اس سلسلہ میں ایک اور روایت صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم يَقُولُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ۔

فرماتی ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں جاتے؛ جب تک کہ انہیں دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر ، باب قوله فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين، حدیث نمبر: 4310، ج 2، ص 660۔ مسند احمد، حدیث نمبر: 26175، ج 7، ص 293، صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ ، باب مرض النبی صلی الله علیه وسلم ، ج 14، ص 556)

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے:

ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى قُلْتُ إِذًا لاَ يَخْتَارُنَا.

وصال مبارک کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ادا فرمارہے تھے "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیقَ الْأَعْلٰی" یعنی اے اللہ! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ قیام اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات ، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرفیق الاعلی ،حدیث نمبر:5988، ج 2،ص 393)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم

برادران اسلام! وصال مبارک سے پہلے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل امامت فرماتے رہے، جب بار بار غشی طاری ہوتی رہی تو آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا' اس سے متعلق صحیح مسلم میں حدیث پاک مذکور ہے:

فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى أَبِى بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّىَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّىَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلاً رَقِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ .قَالَتْ فَصَلَّى بِهِمْ أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آپ امامت کے لائق وحق دار ہیں، چنانچہ ان دنوں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرماتے رہے،

ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَجَدَ مِنُ نَفُسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلاةِ الظُّهُرِ وَأَبُو بَكُرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكُرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَنْ لا يَتَأَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكُرٍ وَكَانَ أَبُو بَكُرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلاةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاةِ أَبِي بَكُرٍ وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَاعِدٌ.	پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو دو صحابۂ کرام کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمانے کے لئے مسجد تشریف لائے ؛ جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے' اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی امامت فرمارہے تھے، جب آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؛ پیچھے ہٹنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا اور اُن دونوں حضرات سے فرمایا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھاؤ، اُنھوں نے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بٹھادیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے رہ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے لگے اور تمام صحابہ کرام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیرات سن کر نماز ادا کرتے رہے، اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرمارہے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ،ج ۱ ص ۱۷۷/۱۷۸ ، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض و سفر وغيرهما،حديث نمبر:963)

بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز فجر کی امامت فرما رہے تھے، اچانک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی اور جلوہ نمائی ہوئی کہ آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور صحابہ کرام کی جانب نظر رحمت فرمائی، جب کہ صحابۂ کرام نماز میں صف بستہ تھے، پھر آپ نے تبسم فرمایا' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے تا کہ صف سے مل جائیں اور یہ گمان کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مسلمانوں کو اس قدر مسرت وشادمانی حاصل ہوئی کہ سب لوگوں نے ارادہ کرلیا کہ نماز توڑ دیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار میں محو ہوجائیں۔

فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری ، ج 2ص640، کتاب المغازی ، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ حدیث نمبر: 4183)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ اس وقت چہرۂ انور کی شان یہ تھی کہ آب وتاب، چمک دمک اور نورانیت و ہدایت میں قرآن کا صفحہ لگ رہا تھا۔

(صحیح البخاری ۔ ج 1۔ص93،کتاب الاذان ، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ، حدیث نمبر: 648)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم فرمانا خوشی ومسرت کے لئے تھا، چہرۂ انور صفحۂ قرآن نظر آرہا تھا، چہرۂ انور میں نورانیت کے ساتھ ساتھ اس بات کی فرحت ومسرت کا اظہار تھا کہ احکام الہیہ کو پہنچانے کا عظیم مقصد حاصل ہو چکا ہے، امت، اسلام کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے، عبادات ومعاملات' اطاعت خداوندی اور خوشنودی الہی کے لئے بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے۔

وصال مبارک کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی حاضری

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے تین دن قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام تاجدار ختم نبوت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کا اعزاز واکرام اور تعظیم واحترام بجالانے کے لئے بطور خاص بھیجا ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپکی پاکیزہ طبیعت اور احوال شریفہ دریافت کئے، پھر ملک الموت نے اجازت طلب کی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ ملک الموت ہیں، آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اور آپ سے پیشتر کسی نبی سے انہوں نے اجازت نہیں طلب کی اور نہ آپ کے بعد کسی انسان سے وہ اجازت طلب کریں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اجازت دیدو! پس ملک الموت حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!:

إن اللـه أرسلـني إليک وأمـرني أن أطيعک، إن أمـرتـني بقبض نفسک قبضتها، وإن كرهت تركتها، فقال جبريل يا أحمد إن الله قد اشتاق إلى لقائک، قال رسول اللـه صلى الله عليه وسلم يا ملک الموت امض لما أمرت به، فقال جبريل :يا أحـمـد عـليک السـلام هذا آخـر وطـئـي الأرض، إنمـا كنت أنت حاجتي من الدنيا.

بے شک اللہ عزوجل نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ جو بھی ارشاد فرمائیں؛ میں اس کی تعمیل کروں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا: اے ملک الموت! تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو، پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو! روئے زمین پر (وحی کے ساتھ) میری یہ آخری حاضری ہے، اس کے سوا نہیں کہ اس دنیا میں میرا مقصود ومدعا آپ ہی ہیں۔

(المواهب اللدنية، ج 4 ص 841۔ کنز العمال ، حرف الشين ، کتاب شمائل الاخلاق ، ج 7،ص 100/101،حدیث نمبر:18785)

ملک الموت کا کام یہ ہے کہ جس شخص کی عمر ختم ہوجائے اس کی روح قبض کرلیں ، مدتِ عمر ختم ہونے کے بعد اُنہیں دنیا کی کوئی طاقت اپنا کام انجام دینے سے نہیں روک سکتی ،لیکن یہ بارگاہ' سرورکون ومکاں کی بارگاہ ہے، یہ دربار' بادشاہِ انس وجان کا دربار ہے، اس دربار عالی شان میں ملک الموت مؤدبانہ انداز سے اجازت طلب کرتے ہیں ، اس بارگاہِ عالیجاہ میں خادمانہ شان سے حاضر ہوتے ہیں ، وہ ملک الموت جن کے سپرد ،ارواح قبض کرنے کا معاملہ ہے، جو مقررہ وقت پر روح قبض کرنے میں تأمل نہیں کرتے ، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض یہ کرتے ہیں کہ حکم الٰہی یہی ہے کہ اطاعت کروں ،منشأ یزدانی یہی ہے کہ آپکے حکم کی تعمیل کروں ،آقا! آپ جو حکم فرمائیں بجالانے کے لئے حاضر ہوں۔

ملک الموت دراقدس پر اجازت کے خواہاں

عزیزان محترم !اسی طرح معارج النبوت ،ج 3 ص 501 میں ایک روایت ہے: حضرت عزرائیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کے ساتھ جو موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے ہوئے تھے، زمین کی طرف آئے ،سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اندر داخل ہوئے اور سلام عرض کیا، پھر عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ جب تک آپ سے اجازت نہ لوں روح مبارک قبض نہ کروں ، روح الامین حضرت جبرئیل عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !خوشخبری لایا ہوں ،فرمایا: کیا ہے؟ عرض کیا: آج دوزخ کے دروازے بند کردئے گئے، جنت آراستہ کردی گئی ہے،حورعین نے اپنے

آپ کو آراستہ کرلیا ہے اور صف بستہ فرشتے آپ کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو سب مسرت بخش خبریں ہیں، مگر ایسی بات سناؤ! جس سے مزید خوشی ہو، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: تمام انبیا اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خوشی اور زیادہ کرو! عرض کیا: حق تعالیٰ نے آپ کو ایسے فضائل عطا فرمائے ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، حوض کوثر، مقام محمود، شفاعت عظمیٰ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے اتنے لوگوں کو بخش دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت علیہ السلام سے بخوشی ارشاد فرمایا: جس چیز کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو!۔ (معارج النبوت ج3، ص501)

بارہ ربیع الاول روز دوشنبہ چاشت کے وقت سر انور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک گود میں تھا، مسواک کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے، لیکن مسواک سخت تھا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسواک کو چبا کر نرم کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا؛ آپ کے سامنے ایک برتن تھا، آپ پانی میں دونوں مبارک ہاتھ داخل فرماتے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فرماتے ہوئے چہرۂ انور پر پھیرتے، پھر آپ نے دست اقدس اُٹھایا اور فرمایا" أَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى" (بارالہا! میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں) روح مبارک قبض ہوئی اور دست اقدس مائل ہو گیا۔

(صحيح البخاری، ج 2 ،ص640، كتاب المغازی ، باب مرض النبی صلی الله عليه وسلم ووفاته، حديث نمبر:4184)

وصال مبارک کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ

صحابۂ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وصال مبارک کے بعد پڑھی جانے والی صلوۃ سے متعلق عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر صلوٰۃ کون پڑھیں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غسل مبارک اور تکفین سے فارغ ہونے کے بعد مجھے روضۂ اقدس کے کنارے میرے تخت پر رہنے دو، پھر کچھ دیر میرے حجرۂ مبارک سے باہر ہو جاؤ! کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ پڑھنے والے جبرئیل ہونگے، پھر میکائیل' پھر اسرافیل' پھر ملک الموت اور ان کے ساتھ فرشتوں کی بہت سی جماعتیں ہونگی، پھر تم لوگ جماعت در جماعت حاضر ہوتے جاؤ اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھو! سب سے پہلے میرے اہل بیت حاضر ہونگے، پھر ان کی مستورات، بعد ازاں تم لوگ حاضر ہونگے، کرم نوازی فرمانے والے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اُن صحابہ کو جو اس وقت حاضر نہ ہوں اور آج کے دن سے قیامت تک میرے بعد آنے والے میرے غلاموں کو میری جانب سے سلام پہنچا دو! ہم نے عرض کیا: آپ کے روضۂ اقدس میں کون داخل ہونگے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پروردگار کے فرشتوں کے ساتھ میرے اہل بیت داخل ہوں گے۔ (حاشية الزرقاني على المواهب۔ ج12' ص115/116)

قربان جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام فرمانے پر' کہاں وہ عظمت والے نبی اور کہاں ہم سیاہ کار امتی، کہاں وہ ختم نبوت کے تاجدار کہاں ہم جیسے روسیاہ

گنہگار، کیا ہم اس لائق ہیں کہ سرکار ہمیں سلام فرمائیں، ہمارے لئے سلامتی کی دعا کریں ، ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جس کی وجہ سے ہم زبان نبوت کے ذریعہ سلامتی کے مستحق ہوجائیں' یہ محض حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی اورآپ کا کرم بالائے کرم ہے کہ آپ نے آنے والے تمام اہل ایمان کوسلام فرمایا، یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال لطف وعنایت ہے کہ قیامت تک کے ہم مسلمانوں کوسلامتی عطافرمائی ،سرکار کی جانب سے سلامتی کی اس دعا کی برکت ہی ہے کہ ہم ہزاروں لغزشوں کے باوجود باعزت زندگی بسرکررہے ہیں، بے شمار گناہوں کے باوجود باسلامت ہیں،ہمیں چاہئے کہ رحمت ومحبت کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے مشفق ومہربان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کثرت سے درودشریف پڑھتے رہیں،سلام عرض کرتے رہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق غسل شریف اور تکفین کے بعد حجرۂ مبارک خالی کردیا گیا،فرشتوں نے حجرۂ مبارک میں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کیا، فرشتوں کی حاضری کے بعد صحابۂ کرام جماعت در جماعت حجرۂ مبارک میں حاضر ہوتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ، پہلے مرد حضرات حاضری دیتے، پھر مقدس خواتین، پھر بچے،اس طرح کسی صحابی نے کسی کی اِقتدا نہیں کی ، ہر شخص امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی سعادتیں وبرکتیں حاصل کرتا۔

جیسا کہ سبل الھدی والرشاد ۔ج 12۔ص 331 میں ہے:

وقال أبو عمر رحمه الله تعالى وصلاة الناس عليه أفذاذا لم يؤمهم أحد.

حجرۂ مبارک میں داخل ہوکر آپ کی خدمت بابرکت میں صحابۂ کرام نے ان کلمات کے ساتھ صلاۃ وسلام عرض کیا ''اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ''............:

اللھم إنا نشھد أنه قد بلغ ما أنزل إلیه ونصح لأمته، وجاھد فی سبیل اللہ تعالی، حتی أعز اللہ تعالی دینه وتمت کلماته فآمن به وحده لا شریک له فاجعلنا یا إلھنا ممن یتبع القول الذی أنزل معه واجمع بیننا وبینه حتی یعرفنا ونعرفه فإنه کان بالمؤمنین رؤوفا رحیما. لا نبتغی بالإیمان بدلا ولا نشتری به ثمنا أبدا، فیقول الناس آمین آمین.	اے اللہ! بیشک ہم گواہی دیتے ہیں کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام احکام کو پہنچا دیا جو آپ پر نازل کئے گئے اور اپنی امت کی خیرخواہی فرمائی، راہ خدا میں بڑے بڑے مجاہدات فرمائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا اور اس کے کلمات پورے ہوئے، ہم اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی ذات پر ایمان لے آئے۔ پروردگارا! ہمیں اس کلام مقدس کی پیروی کرنے والا بنا جو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ میں ہمارا حشر فرما، تاکہ آپ کی نگاہ کرم سے ہم بہرہ ور ہوں اور بروز محشر آپکی قدرومنزلت کو پہنچان لیں، بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنوں پر حددرجہ شفقت ورحمت فرمانے والے ہیں، ہم اپنے ایمان کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتے اور نہ اس کے ذریعہ کوئی قیمت ودام چاہتے ہیں، صحابۂ کرام اس دعا پر آمین آمین کہتے جاتے۔

(سبل الھدی و الرشاد ۔ج12 ۔ص330)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد فرشتوں نے اور صحابۂ کرام نے جو صلوٰۃ پڑھی اس سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں دو باتیں ہیں (1) ایک یہ کہ اس سے نماز جنازہ مراد ہے۔(2) دوسرے یہ کہ اس صلوٰۃ سے درود شریف مراد ہے ، اور یہ دوسرے معنٰی مراد لینے میں کوئی تکلف نہیں، روایتوں کے الفاظ وکلمات اس کی تائید کرتے ہیں، درود شریف کے لئے عربی زبان میں جو لفظ ''صلوٰۃ'' ''علی'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے نماز جنازہ کے لئے بھی ٹھیک اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔

روضۂ اقدس اور تدفین مبارک:

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ. قَالَ فَرَفَعُوا فِرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الَّذِى تُوُفِّىَ عَلَيْهِ فَحَفَرُوا لَهُ۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بیان فرمایا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام جس جگہ وصال فرماتے ہیں؛ وہیں اُن کی آرام گاہ ہوتی ہے، لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تدفین شریف عمل میں آئی؛ جہاں وصال مبارک ہوا۔

(سنن ابن ماجه .باب ذكر وفاته ودفنه -صلى الله عليه وسلم 1696.)

روضۂ اقدس میں امت کی بخشش کے لئے دعاء

روضۂ اقدس لحد کے طور پر بنایا گیا، حضرت علی مرتضٰی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے اندر اترنے کی سعادت حاصل کی ،حضرت قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے آخر تک روضہء اقدس میں رخ انور کی

زیارت کی، جب میں نے نظر ڈالی تو دیکھا: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک جنبش کر رہے ہیں! میں نے جب اپنا کان دہن مبارک کے قریب کیا تو میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: رَبِّ اُمَّتِی اُمَّتِی، پروردگار! میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے۔ (مدارج النبوت فارسی ۔ ج2۔ص442)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.

یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کو کھائے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، ابواب ماجاء في الجنائز، باب ذكر وفاته و دفنه صلى الله عليه وسلم، ص 118 حديث نمبر: 1706)

حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرًا لكم تعرض علي أعمالكم فإذا رأيت خيرًا حمدت الله وإن رأيت شرًّا استغفرت لكم . (ابن سعد عن بكر بن عبد الله مرسلاً)

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا میں قیام فرما رہنا تمہارے لئے بہتر ہے، تم مجھ سے ہم کلامی کا شرف پاتے ہو اور تمہیں احادیث شریفہ بیان کی جاتی ہیں، جب میں وصال کر جاؤں تو میرا یہ وصال فرمانا تمہارے حق میں بہتر ہے، تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، اگر میں ان میں کوئی نیکی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

(جامع الأحاديث ،حديث نمبر: 11666الجامع الكبير،حديث نمبر: 12123)

اللہ تعالیٰ ہمیں فیضان نبوت سے مستفیض فرمائے ، اور حشر میں آپ کی شفاعت عظمیٰ سے مستفید فرمائے اور ہمیں عقائد صحیحہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالَی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ سوم برائے ربیع الاول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......بعثت خیر الانام کا آفاقی پیغام......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰيَاتِه وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! خطبہ کے بعد جس آیت کریمہ کی تلاوت کی گئی اس کا ترجمہ یہ ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک عظمت والے رسول کو مبعوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بلاشبہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(سورۃ اٰل عمران۔164)

﴿بعثت سے پہلے کے حالات﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی ساری انسانیت کے حق میں

نعمت عظمی ہے، آپ کی بعثت سے قبل جاہلیت کا دور دورہ تھا، جزیرۂ عرب کے بشمول ساری دنیا جہالت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، لوگ بداعتقادی، توہم پرستی اور کفر وشرک کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، فحاشی وبے حیائی میں ملوث تھے، ظلم وزیادتی اور حق تلفی عام تھی، سودخوری اور جوابازی کا بازار گرم تھا، برسرِعام مئے نوشی وخون ریزی کی جاتی تھی، لوگوں کے درمیان محبت والفت کے تعلقات نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ عداوت ودشمنی، بغض وعناد ان کے مابین عام تھا، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے مخالفت رکھتا تھا، ایک خاندان دوسرے خاندان کو ناپسند کرتا تھا، نفرت ومخالفت کی وجہ سے دو قبیلوں کے درمیان لڑائی اور جنگ کی نوبت آتی، ہر دو قبیلے اپنے حلیف قبائل سے تعاون لیتے تا کہ دوسرے قبیلہ کو تباہ وتاراج کردیں، اس طرح متعدد قبائل کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی، وہ اپنی مکمل طاقت، صِرف اس مہم میں خرچ کرتے کہ کسی طرح مقابل والے قبیلہ کے افراد کی خونریزی کریں اور اس قبیلہ کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹادیں، ایک چھوٹی سے بات پر عرب کے دو قبیلوں "اوس وخزرج" کے درمیان تکرار ہوئی اور تکرار کی یہ حالت جنگ میں تبدیل ہوگئی، اوس وخزرج کے درمیان چھڑی یہ جنگ ایک سو بیس (120) سال تک جاری رہی۔

اس دہشت ناک ماحول میں انسانی جان کیسے محفوظ رہ سکتی تھی؟ جان کی ارزانی کا یہ عالم ہے تو مال کی تباہی وبربادی کا کیا پوچھنا؟ دلوں میں شدت وسختی تھی، تعلقات میں کشیدگی تھی، خودغرضی، دھوکہ دہی، غرور وتکبر کو لوگ اپنی شان سمجھتے تھے، انسانیت سِسک کر دم توڑ رہی تھی، ایسے نازک وقت میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کے لئے، کفر وشرک کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان واسلام کے انوار سے منور کرنے

اور جہالت وناخواندگی کو مٹا کر دولت علم سے مالا مال کرنے کے لئے اللہ تعالی نے محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ختم نبوت کی خلعت فاخرہ پہنا کر تمام مخلوق کی طرف بھیجا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کیا ہوئی، کائنات پر رحمت سایہ فگن ہوگئی، انسانیت کو قرار حاصل ہوا، فساد وبدامنی کی جگہ امن وسلامتی آ گئی، قَسْوَتِ قلبی کی جگہ شفقت ونرمی آ گئی، تعلقات میں کشیدگی کی جگہ دلوں کی کشادگی نے لے لی، خودغرضی ودھوکہ دہی کی جگہ اخلاص وللّٰہیت نے اختیار کی، غرور وتکبر کی جگہ فروتنی وانکساری نے حاصل کر لی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بکھرے ہوئے معاشرہ کی شیرازہ بندی کی، سماج کے انتشار وپراگندگی کو اتحاد واتفاق سے بدل دیا، جہالت کی تاریکیوں میں حیراں وسرگرداں دنیا کو علم ومعرفت کی روشنی عطا فرمائی، سسکتی ہوئی انسانیت کو زندگی سے آشنا کر دیا، معلم کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتلایا کہ تمہاری طاقت وقوت خونریزی اور غارت گیری کے لئے نہیں، بلکہ فتنہ وفساد کا سد باب کرکے امن قائم کرنے کے لئے ہے، تمہاری کدّ وکاوش اختلاف کے لئے نہیں، یکجہتی کے لئے ہو، تمہاری کوشش خودغرضی ودھوکہ دہی کے لئے نہیں، ایثار وقربانی کے لئے ہو، تمہارا وجود ظلم وزیادتی کرنے کے لئے نہیں بلکہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لئے ہے۔

بعثت مصطفیٰ کی عالمگیریت

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت میں اللہ تعالی نے عالمگیریت وآفاقیت رکھی ہے، آپ کسی خاص قوم وملک کے لئے نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لئے ہادی ورہبر ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

تَبَارَکَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُونَ لِلْعٰلَمِینَ نَذِیرًا.	بڑی بابرکت ہے وہ ذات! جس نے فیصلہ والی کتاب (قرآن کریم) اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر نازل فرمائی، تاکہ وہ تمام جہاں والوں کو ڈرانے والے ہوں۔

(سورۃ الفرقان:1)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا پیام ہمہ جہت ہے، آپ کا پیام ہر طبقہ اور گروہ کے لئے راحت رساں اور فیض بخش ہے، آپ کی بعثت کے بعد معبودان باطلہ کی پرستش کرنے والے، معبود برحق "خدائے واحد" کی عبادت کرنے لگے، آپ نے انسانی اقدار کا تحفظ فرمایا، کمزور وناتواں افراد کو ان کے حقوق دلائے، غلامی وظلم کی بیڑیوں میں قید رہنے والی انسانیت کو رہائی اور آزادانہ زندگی گزارنے کا حق دیا، اخلاق سوز حرکت کرنے والوں کو پاکیزہ اخلاق اور بلند کردار کا حامل بنایا، آپ نے دہشت وبربریت کے ماحول کو ختم کرکے امن وسلامتی، صلح وآشتی کی فضا عام فرمائی، جنہوں نے آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے آپ نے ان کے حق میں بھی ہدایت کی دعا فرمائی، جنگ وجدال، خون ریزی وفساد کی عادی قوم کو محبت واخوت کا ایسا درس دیا کہ سخت دشمن بھی آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، آپ کے اس احسان عظیم کا تذکرہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 103 میں اس طرح کیا گیا، ارشاد الٰہی ہے:

وَاذْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِکُمْ	اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو؛ جو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں) اس نے تم پر فرمائی ہے! جب کہ تم دشمن تھے، تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی،

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا.	اورتم اس کی اس نعمت کی برکت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے،اورتم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے،تو اس نے تمہیں وہاں سے نکالا۔

(سورۂ آل عمران:103)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل چالیس سال مکہ مکرمہ میں گزارے،آپ کی یہ بابرکت زندگی،آپ کے اخلاق کی پاکیزگی،معاملات کی صفائی،کردار کی بلندی اور آپ کی حق پسندی وحق گوئی کو دیکھ کر اغیار بھی آپ کو صادق وامین تسلیم کیا کرتے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے آپ کے وجود باجود کو نعمت کبری اور آپ کی بعثت کو احسان عظیم قرار دیا،ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ.	یقیناً اللہ تعالی نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا کہ ان کے درمیان انہیں میں سے ایک باعظمت رسول کو مبعوث فرمایا،جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اورانہیں پاک وصاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں،حالانکہ وہ (آپ کی آمد سے) قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

(سورۃ ال عمران:164)

عفو ورحمت کی عظیم مثال

برادران اسلام! کفار مکہ جو اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اور ہجرت مدینہ سے صلح حدیبیہ تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے رہے، ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی بارہا ناپاک سازشیں کیں، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ فتح مکہ کے وقت ایسے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے حق میں رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رحمت والفت سے لبریز فرمان عالیشان جاری فرمایا:

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ .. آج تم سے کوئی باز پرس نہیں، جاؤ تم لوگ آزاد ہو۔

(سبل الهدى والرشاد، ج5ص242)

اور عام اعلان فرمایا کہ

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةُ. آج تو رحمت ومہربانی فرمانے کا دن ہے۔

(جامع الأحاديث، مسند عبد الله بن عباس رضى الله عنهما . حديث نمبر38481)

برادران اسلام! جب سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی ہے تو انسان ظلم و انصاف کا فرق بھول جاتا ہے، دنیا کی جتنی سوپر پاور مملکتیں گزری ہیں، انہوں نے اپنی فتح کا جشن مظلوم افراد کا خون بہا کر منایا ہے، دنیا میں جب بڑی بڑی فتوحات ہوئیں تو فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ تاتاری قوم جب پوری قوت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئی تو انہوں نے سارے شہر کو تہس نہس کر دیا، انسانی خون کا

سمندر بہا دیا۔ صلیبیوں نے جب ملک شام پر غلبہ واقتدار حاصل کیا تو خون کی ندیاں رواں کردیں، اس وقت مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنے انسانی خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ دنیا نے صلیبیوں کا یہ اقتدار دیکھا، جہاں انسانی خون کی ندیاں بہتی ہیں، انسانیت سسک سسک کر دم توڑتی ہے، فتح مکہ کے موقع پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام بادشاہوں، سربراہانِ مملکت اور ارباب سلطنت کے لئے عظیم مثال قائم فرمائی۔ اقتدار حاصل کرنے والوں کو ایک آفاقی پیام دیا، فتح مکہ جیسا عظیم کارنامہ ہوا، جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو اپنے زیر اقتدار ملاحظہ فرمایا، چاہتے تو تمام کافروں کو قتل کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کوئی داروگیر نہیں، تم لوگ آزاد ہو، پرامن رہو۔

حضرات! دنیا فکری، عملی اور اخلاقی اعتبار سے تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، اندھیریوں میں کھوگئی تھی، رب العالمین نے اپنے حبیب کریم، آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ گر فرمایا، جن کی کرنوں سے اقطاعِ عالم کو روشن کردیا گیا جس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے عالم کو امن وسلامتی کا پیغام دیا، جس نبی عالی وقار نے انسانیت کو درس حیات دیا، جس معلم کائنات نے مخلوق کو ان کے حقوق عطا کئے اور خالق کا عرفان عطا کیا اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

الٓر کِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ.

الف، لام، را، یہ عظیم کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی جانب لے آئیں، ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف لائیں جو غلبہ والا سب خوبیوں والا ہے۔

(سورۃ ابراھیم۔آیت 1)

﴿سختیاں ختم کردی گئیں﴾

حضرات ! گزشتہ امتوں کے ذمہ گراں بار احکام تھے، سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کے سبب انہیں اُٹھالیا گیا، گزشتہ شریعت کے احکام میں جو سختیاں تھیں وہ برخاست کردی گئیں، چنانچہ یہود کے پاس ہفتہ کے دن ہر قسم کا دنیوی کام کرنا ممنوع تھا؛ کپڑا ناپاک ہوجائے تو اُسے کاٹ کر علیٰحدہ کرنا ضروری تھا؛ اب شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں ہفتہ کے دن دنیوی کام کرنا ممنوع نہیں، کپڑے کو دھونے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، پہلے مال غنیمت کا استعمال حرام تھا؛ اب اُس کی حرمت ختم کردی گئی، عبادت کے لئے مخصوص مقام پر حاضر ہونا لازمی تھا؛ اب ساری زمین کو جائے عبادت اور سجدہ گاہ بنادیا گیا، پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی کے استعمال کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہ تھا؛ اب شرعی عذر کی بنا مٹی سے پاکی حاصل کرنے کی اجازت دی گئی، ماہواری میں عورت پر بہت ساری پابندیاں عائد تھیں؛ ازدواجی تعلق کے سوا باقی تمام تعلقات کو جائز ومباح قرار دیا گیا، اُس کے ساتھ خورد ونوش، نشست وبرخواست وغیرہ ممنوع نہ رہے۔

اور اس طرح کی تمام مشقتوں کو بعثت کی برکت سے دور کردیا گیا اور انہیں یسر وسہولت' راحت وسکون پر مبنی احکام عطا کردئے گئے اور یہ سب رحمۃ للعالمین کی جلوہ گری کی برکت اور آپ ہی کا فیضان ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَـضَـعُ عَـنْـهُـمْ إِصْـرَهُمْ وَالْاَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ .

اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ان کا وہ بوجھ جو ان پر لدا ہوا ہے اتارتے ہیں اور وہ زنجیریں توڑ دیتے ہیں' جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔(سورۃ الاعراف۔157)

طوق غلامی سے آزادی

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد نے سختیوں کو آسانیوں سے، صعوبتوں کو سہولتوں سے بدل دیا، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کیا ہوئی، غلامی کی بیڑیاں توڑ دی گئیں، قید و بند کی زنجیریں کھول دی گئیں۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے ہی دنیا میں آمد ہوئی، حضرت ثوبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزادی مل گئی، (صحیح البخاری، ج 2ص،764، عمدۃ القاری، کتاب النکاح،باب من مال لارضاع بعد حولین ، ج 4ص،45) خدا نے بتایا کہ یہ وہ حبیب ہیں جو انسانیت کو طوقِ غلامی سے آزاد فرمانے والے ہیں۔

ظلم کی جکڑ بندیوں سے رہائی

برادران اسلام! یہ وہ نبی ءمکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو انسانی معاشرہ کو ظلم کی جکڑ بندیوں سے نکالنے والے ہیں، انسانی افکار کو تعصب و جانبداری کی گرفت سے رہا کرنے والے ہیں اور ان کے محدود تعلقات کو بین الاقوامی وسعت دینے والے ہیں، جیسا کہ سنن ابوداود کی یہ روایت ناطق حق ہے، ارشاد نبوی ہے:

أَلاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .	خبردار! جس شخص نے کسی صاحب معاہدہ غیر مسلم اقلیتی فرد پر ظلم کیا یا اس کا حق چھین لیا یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری دی یا اس کی خوشدلی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس زیادتی کرنے والے کے خلاف مقدمہ پیش کروں گا۔

(سنن ابی داود، کتاب الخراج ،باب فی تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات .حدیث نمبر3054)

حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیسا پیارا نظام عطا فرمایا ہے جس میں غیر مسلم شخص پر بھی ظلم روا نہیں رکھا گیا، اسلامی تعلیمات کا یہ وہ عظیم پہلو ہے کہ آدمی اگر تعصب کی عینک نکال کر حقیقت کو دیکھے تو ہمیشہ کے لئے اس نظام کو قبول کرلے۔

شیر خوارگی میں پیغام عدل

زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کے حقوق کو چھین لینا فخر سمجھتے تھے، کسی پر ظلم وزیادتی کرنا بلند ہمتی اور بہادری سمجھتے تھے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت عدل کا پیغام دیا، انصاف کی تعلیم دی اور حقوق کی ادائیگی کا عملی نمونہ ظاہر فرمایا، جبکہ آپ شیر خوارگی کے عالم میں تھے، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر جب سیدھی جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش فرمایا، پھر جب بائیں جانب کا دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش نہیں فرمایا، تب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ نے ان کے دوسرے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کے لئے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیر ہوئے اور انکے صاحبزادے بھی سیراب ہوئے۔

(المواھب اللدنية مع حاشية الزرقانی ، ج1،ص269)

واعطيته ثديي الايمن ،فاقبل عليه بما شاء من لبن ،فحولته الى الايسر فابى،وكانت تلك حاله بعد. قال اهل العلم :الهمه الله تعالى ان له شريكا فالهمه العدل.قالت فروى وروى اخوه.

پھر حلیمہ وہ کہ جن کا خانداں تک سعد تھا   آئیں خدمت میں تو دیکھا ان کو شدنی مسکرا
داہنی جانب کا ان کے دودھ نوش جاں کیا   جانب چپ ان کے بچے کے لئے رکھے بچا

طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل اُن کی رسا
عدل واحسان وکرم تھے جلوہ گر صبح ومسا

(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ)

حضرات ! ملاحظہ فرمائیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوارہ میں رہ کرامت کو پیغامِ عدل دیا، شیرخوارگی کے مبارک دور ہی سے ادائی حقوق کا درس دیا اور خود عملی طور پر اس بات کو واضح کردیا کہ اب تک تو حقوق پامال کئے جاتے تھے اور اب سبھی کو ان کے حقوق عطا کرنے کا قانون عطا کردیا جائیگا۔

صداقت کا پیغام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال زندگی، آپکی وفا شعاری اور آپ کی صداقت وامانت داری کے اغیار بھی قائل تھے، کیونکہ آپ ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں، آپ کی گفتگو میں خلاف واقعہ کبھی کوئی بات نہیں ہوتی، آپ کی ذات اقدس سراپا صدق ہے **مُستدرَک علی الصحیحین** میں روایت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ابوجہل نے نبی ءکریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

قَدْ نَعْلَمُ يَا مُحَمَّدُ اَنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ .	ترجمہ: اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بات فرماتے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ، كتاب التفسير، تفسير سورة الأنعام، حديث نمبر3187)

برادران اسلام! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا معیار اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا کمال اس قدر بلند تھا کہ کفار مکہ بھی اسے تسلیم کیا کرتے تھے، چنانچہ جب آپ نے صفا پہاڑ پر ٹھہر کر قریش کو آواز دی، تو سب لوگ جمع ہو گئے، آپ نے ان سے سوال کیا:

اَرَاَیْتَکُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلاً بِالْوَادِی تُرِیدُ اَنْ تُغِیرَ عَلَیْکُم اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ .قَالُوا نَعَمْ ، مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا .

بتاؤ! اگر میں تمہیں اطلاع دوں کہ وادی کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کیا تم میری بات کی تصدیق کروگے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ کہتے ہوئے پایا۔

(صحیح البخاری ، کتاب التفسیر،باب وانذر عشیرتك الاقربین ، حدیث نمبر4770)

خصائل حمیدہ کے ذریعہ عملی پیغام

اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی کے نزول کے بعد جب امت کی فکر دامن گیر ہوئی تو ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائل حمیدہ بیان کرتے ہوئے آپ کو ان کلمات سے تسلی دیں:

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیکَ اللّٰہُ اَبَدًا ، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْکَلَّ ، وَتَکْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ ، وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ .

ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند رکھے گا اور اپنی مدد کو نہیں روکے گا، آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں ، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(صحیح البخاری ،باب بدءِ الوحی ، حدیث نمبر3)

مصیبت زدہ افراد کی مدد کا پیغام

حضرات! دورِ جاہلیت میں اخلاقی انحطاط اپنی حد کو پہنچ چکا تھا، لوگوں میں رسہ کشی اور کشمکش عام تھی، تکلیف وایذا رسانی ان کا شعار تھا، انتقام کا جذبہ انسانیت کی حدوں کو پار کر چکا تھا، ایسے وحشیانہ ماحول میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ہمدردی وغمگساری کی تعلیم دی، لوگوں کے دکھ درد میں ساتھ دینے کا درس دیا، جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ . صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم. مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی ادنی مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالی اس شخص سے قیامت کی بڑی مصیبت کو دور فرمادیگا، اور جو شخص کسی تنگدست کے لئے سہولت فراہم کرے گا تو اللہ تعالی اس کے لئے دنیا وآخرت میں آسانی پیدا فرمادیگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالی دنیا وآخرت میں اس کی ستر پوشی فرماتا ہے، اور اللہ تعالی بندہ کی خصوصی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، حدیث نمبر7028)

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے سہاروں کو سہارا دینے کی تعلیم دی، بے کسوں کی مدد کرنے کی تربیت فرمائی اور بے نواؤں کی فریادرسی کی ترغیب دی اور عمل خیر انجام دینے والے کے لئے اجر وثواب کی بشارت سنائی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: السَّاعِی عَلَی الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِینِ كَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِیلِ اللَّهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ .وَكَالْقَائِمِ لاَ یَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لاَ یُفْطِرُ.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیوہ خاتون اور مسکین محتاج کو راحت پہونچانے کے لئے کوشش کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، راوی کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وہ شخص اس شب بیدار کی طرح ہے جو کبھی تھکتا نہیں، اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھتا ہے۔

(صحیح البخاری، باب الساعی علی المسکین، حدیث نمبر 6007۔صحیح مسلم، باب الإحسان إلی الارملة والمسکین والیتیم، حدیث نمبر2982)

رحمت وشفقت سے پیش آنے کی تاکید

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جو سنگ دل افراد تھے جن میں شفقت ومہربانی کا نام ونشان نہ تھا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باہم شفقت ومہربانی کرنے کی رغبت دلائی، اور رحمت ومودت پر اُبھارا، جیسا کہ جامع ترمذی اور سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ رحمدلی سے پیش آنے والوں پر خدائے رحمٰن مہربانی فرماتا ہے، زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو! آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة ،باب ما جاء فی رحمة المسلمین، حدیث نمبر 2049۔سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرحمة، حدیث نمبر 4943)

رسول رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جن پاکیزہ تعلیمات کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس نظام کے ساتھ تشریف لائے ہیں؛ آج زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس نظام کے ایک ایک گوشہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں جو اسلامی قانون عطا فرمایا ہے اس قانون کے ایک ایک دفعہ سے غیر مسلم اقوام کو واقف و روشناس کروایا جائے۔

یہ ایک ایسا معقول ضابطہ اور باقاعدہ نظام ہے کہ اس کا ہر گوشہ اپنے اندر ایک کشش و جاذبیت رکھتا ہے، یہ ایسا لچک دار قانون ہے کہ اس کی دفعات کو غیر جانبدارانہ طریقہ سے غور کرنے والا ہر فرد اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس کا ہر کلّیہ اور ہر جزئیہ انسانیت کو حق قبول کرنے پر آمدہ کرتا ہے، یہ ایسی پاکیزہ تعلیمات ہیں جن کا ہر حصہ طہارت و پاکیزگی پر مبنی ہے، یہ وہ درخشاں ہدایات ہیں جو انسانیت کو سیدھی راہ پر گامزن کرتی اور خدا کے قرب میں پہنچاتی ہیں۔

برادران اسلام! عرض کرنے کا مقصود یہی ہے کہ حقیقی طور پر سکون اور یقینی طور پر اطمینان اسی نظام پر عمل کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے اور اسی قانون کو روبہ عمل لانے سے ہدایت حاصل ہوسکتی ہے، انہی تعلیمات پر عمل کرنا، راحت ونجات کا باعث اور فلاح وکامیابی کا سبب ہے۔ اس قانون میں ظلم وزیادتی کے لئے کوئی جگہ نہیں، اس نظام میں وحشت ودہشت کے لئے کوئی حصہ نہیں، ان تعلیمات میں بداخلاقی وبدکرداری کے لئے کوئی راہ نہیں، ان ہدایات میں فحاشی وبے راہ روی کے لئے کوئی موقع نہیں۔

یہی قانون امن والا قانون ہے، یہی نظام سلامتی والا نظام ہے، یہی تعلیمات اخلاق والی تعلیمات ہیں اور یہی ہدایات پاکیزہ ہدایات ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور ان روشن ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد کی برکتوں سے بہریاب فرمائے اور آپ کی جلوہ گری کے انوار سے ہماری جان وایمان کو منور فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

……ولادت باسعادت، خصائص وامتیازات……

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ .وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام!ماہ ربیع الاول وہ متبرک اور باعظمت مہینہ ہے جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،اللہ تعالی نے آپ کی ولادت باسعادت کوامتیازی شان عطافرمائی،آپ کی شان وعظمت،رفعت وبلندی کے اظہار کی خاطر اللہ تعالی نے اس موقع پر بے پناہ رحمتوں کانزول فرمایا،خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا اہتمام فرمایا کہ ولادت باسعادت کے سال کوفرحت وشادمانی ، رونق وخوشحالی کا سال کہا جانے لگا۔

اسی مناسبت سے آج میں احادیث کریمہ کی روشنی میں حضور اکرم،نور مجسم ،رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کے چند خصائص وامتیازات بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں۔

خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا، اس میں اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کی قسم ذکر فرمائی ہے۔

اب یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ رب العالمین نے شہر مکہ کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ روحانیت کا عظیم مرکز ہے، وہ ایسا باعظمت شہر ہے کہ جہاں قدرت الٰہی کی عظیم نشانیاں موجود ہیں، اس شہر میں کعبۃ اللہ شریف اور حجر اسود ہے، وہاں مقدس حطیم اور میزاب رحمت ہے، وہاں مقام ابراہیم اور چاہ زم زم ہے، وہاں صفا ومروہ کی بابرکت پہاڑیاں ہے، وہاں جبل رحمت اور جبل نور ہے، وہاں مزدلفہ اور منی ہے، یقیناً یہ ساری عظمتیں مکہ مکرمہ کو حاصل ہیں ! لیکن اللہ تعالی نے ان خصائص وعظمتوں کے سبب مکہ مکرمہ کی قسم ذکر نہیں فرمائی ، بلکہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے مکہ مکرمہ کو اپنی جائے قیام بنایا تو اللہ تعالی نے اپنے پاکیزہ کلام میں اس حیثیت سے شہر پاک کی قسم ذکر فرمائی، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ.

مجھے اس شہر مکہ کی قسم ،اس لئے کہ اے محبوب آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔

(سورۃ البلد:1/2)

مکہ نے چومے کف پا اس کی عظمت بڑھ گئی
اس فضیلت کی شہادت آیت قرآن ہے

(مؤلف)

برادران اسلام ! آیئے ،جس باعظمت نبی کی ولادت باسعادت اور جلوہ گری کی وجہ سے اللہ تعالی نے شہر مکہ کی قسم ذکر فرمائی ہے، ان کی ولادت باسعادت

کے احوال وکیفیات، خصائص وامتیازات کے ذکر سے اپنی روح کوجلا عطا کریں اور ایمان کوتازگی بخشیں۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوا یَا رَسُولَ اللَّهِ مَتی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ.	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:3968)

یوں تو آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے اخیر میں تشریف لائے لیکن آپ کے نور مبارک کی تخلیق ساری کائنات سے پہلے ہوچکی تھی، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہ نُوْرِی. ترجمہ: سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس حدیث شریف کوحدیث صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''چنانچہ درحدیثِ صحیح واردشدہ اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہ نُوْرِی'' (مدارج النبوۃ ۔ ج 2۔ص 2)

مصنف عبدالرزاق، مواہب لدنیہ اور سیرت حلبیہ میں روایت ہے:

وروی عبد الرزاق بسنده عن	سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ
جابر بن عبد الله الأنصاری	سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں
رضی الله عنه قال: قلت یا	نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
رسول الله: بأبی وأمی أخبرنی	کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: یارسول
عن أول شیء خلقه الله تعالی	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ
قبل الأشیاء؟ قال یا جابر: إن	آپ پر قربان! مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ
الله تعالی خلق قبل الأشیاء نور	نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا
نبیک من نوره، فجعل ذلک	فرمایا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے
النور یدور بالقدرة حیث شاء	جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات
الله تعالی، ولم یکن فی ذلک	سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور
الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا	سے پیدا فرمایا، پھر وہ نور قدرت الٰہی سے
نار ولا ملک ولا سماء ولا	جہاں چاہتا تھا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح
أرض ولا شمس ولا قمر ولا	تھی نہ قلم، جنت نہ دوزخ، آسمان نہ
جن ولا إنس .	زمین، چاند نہ سورج اور نہ جن نہ انسان۔

(المواهب اللدنیة مع حاشیةالزرقانی ۔ ج 1۔ ص 89، السیرة الحلبیة ج 1۔ ص 31)

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور مبارک کو اللہ تعالی نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اس نور مبارک پر طرح طرح کی سرفرازیاں فرماتا رہا، جب وہ نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رہا تو آپ کو مسجود ملائکہ بنادیا،

اس طرح یہ نور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام میں جلوہ گر ہو کر سب کو مشرف فرماتا رہا۔

أَنَّ الْمَلَائِكَةَ أُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ لِأَجْلِ أَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ جَبْهَةِ آدَمَ

حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا 'فرشتوں کو اس لئے حکم دیا گیا تھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں تھا۔

(التفسیر الکبیر۔سورۃ البقرۃ۔253)

وہ نور مبارک پاک پشتوں اور پاکیزہ ارحام کے ذریعہ بنو ہاشم سے ہوکر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی روشن جبین پر چمکا۔

اس نور مبارک کی فیض رسانی کا یہ عالم تھا کہ قحط سالی کے وقت لوگ اس سے فیض حاصل کیا کرتے، چنانچہ مواہب لدنیہ میں روایت ہے:

وکانت قریش اذا اصابھا قحط شدید تاخذ بید عبد المطلب فتخرج بہ الی جبل ثبیر فیتقربون بہ الی اللہ، ویسالونہ ان یسقیھم الغیث، فکان یغیثھم ویسقیھم ببرکۃ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم غیثا عظیما.

قریش جب سخت قحط سالی میں مبتلا ہوتے تو حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ثبیر پہاڑ کی جانب لے جاتے اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالی کے دربار میں معروضہ کرتے، اور باران رحمت کے نزول کے لئے دعا کرتے تو اللہ تعالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور مبارک کی برکت سے ان پر باران رحمت کا نزول فرماتا اور انہیں مکمل طور پر سیراب فرما دیتا۔

(المواھب اللدنیۃ مع حاشیہ الزرقانی ۔ج 1۔ص155)

نور اقدس کی شکم مبارک میں جلوہ گری

پھر وہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوا، چوبیس (24) سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے ہوا، ماہ رجب، شب جمعہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت دار ہوئیں۔

مواہب لدنیہ میں خطیب بغدادی کے حوالہ سے مذکور ہے:

وقال سهل بن عبد الله التستری فیما رواه الخطیب البغدادی الحافظ: لما اراد الله تعالی خلق محمد صلی الله علیه واله وسلم فی بطن آمنة لیلة رجب ، وكانت لیلة جمعة ، امر الله تعالی فی تلک اللیلة رضوان خازن الجنان ان یفتح الفردوس ، ونادی مناد فی السموات والارض: الا ان النور المخزون المكنون الذی یکون منه النبی الهادی ،

امام سہل بن عبداللہ تستری نے وہ روایت بیان فرمائی جسے خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے: جب اللہ تعالی کو منظور ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نور مبارک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں آیا، وہ ماہ رجب تھا، اور شب جمعہ تھی، اس رات اللہ تعالی نے خازن جنت "رضوان" کو حکم فرمایا کہ فردوس بریں کے تمام دروازے کھول دیں، آسمانوں اور زمین میں ایک منادی نے ندا دی "سنو! بیشک وہ خزانۂ قدرت میں رکھا ہوا نور جس سے نبی ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والے ہیں،

فی هذه الليلة يستقر فی بطن آمنة، الذی يتم فيه خلقه ويخرج الی الناس بشيرا ونذيرا.	آج کی شب اپنی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں متمکن ہو چکا ہے، وہ حمل شریف میں مدت مکمل کرنے کے بعد بشیر ونذیر کی شان سے خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہونے والے ہیں۔

(المواهب اللدنية مع حاشيه الزرقانی ج1 ص197)۔

حضرات! اس رات کرۂ ارض پر جو خوشی وشادمانی کا اہتمام تھا، خصائص کبری اور مواہب لدنیہ کی یہ روایت اس کی ترجمانی کر رہی ہے:

وأخرج أبو نعيم عن ابن عباس قال كان من دلالات حمل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان كل دابة كانت لقريش نطقت تلك الليلة وقالت حمل برسول الله صلى الله عليه وسلم ورب الكعبة وهو امام الدنيا وسراج اهلها ولم يبق سرير ملك من ملوك الدنيا إلا أصبح منكوسا ومرت وحش المشرق إلى وحش المغرب بالبشارات ،	امام ابونعیم نے سیدنا عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرمائی ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شکم مادر میں تشریف لانے کی نشانیوں میں یہ تھا کہ اس رات قریش کے سارے جانور بول اُٹھے: رب کعبہ کی قسم! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں تشریف لائے ہیں، آپ ساری دنیا کے امام اور تمام اہل دنیا کے لئے روشن چراغ ہیں، اس شب دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ گئے، مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کو مبارکبادیاں دینے لگے،

وكذلك أهل البحار يبشر بعضهم بعضا. له في كل شهر من شهوره نداء في الارض ونداء في السماء ان ابشروا فقد آن لأبي القاسم ان يخرج إلى الأرض ميمونا مباركا.	اسی طرح سمندر کی مخلوق بھی آپس میں ایک دوسرے کو بشارت دینے لگی،حمل شریف کے بعد ہر ماہ آسمان اور زمین میں ندا دی جاتی:"مبارک ہو!سرچشمۂ خیر وسراپا برکت ،حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلوہ گری کا وقت آچکا ہے"۔

(المواهب اللدنية مع حاشيه الزرقانی ج 1 ص202۔203۔ الخصائص الکبری،ج1ص81)

ولادت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

برادران اسلام!غور فرمائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل اللہ تعالی نے کس قدر فرحت وخوشی کا اہتمام فرمایا،ہر طرف سرور کا ماحول ہے،مسرت وشادمانی کا سما چھایا ہوا ہے،سورج کو مزید روشن کردیا گیا،ستارے زمین کے قریب آ گئے،چارسُو نور ہی نور چھا گیا ہے،ملائکہ استقبال کے لئے حاضر ہیں،حضرت مریم وحضرت آسیہ حوران بہشت کے ساتھ خدمت کی سعادت کے لئے آ چکی ہیں،نور کامل کی آمد کی خوشی میں آسمان کو منور کردیا گیا،حسن مطلق کی آمد کی فرحت میں زمین کو مزین کردیا گیا،گلستان مہکنے لگے،مسحور کن ہوائیں قلب وجاں کو سرور پہنچانے لگیں،جن سے مشام جان بھی مُعطر ہونے لگا اور مشام ایمان بھی مُعنبر ہونے لگا،اشتیاق محبوب میں سمندر کی موجیں بلند ہونے لگیں،فخر سے پہاڑ کا سینہ کشادہ ہوگیا۔

غرض ساری مخلوق منتظر ہے اس ذات گرامی کی آمد کی،جس کے لئے بزم کائنات سجائی گئی،جس کے صدقہ میں مخلوق کو وجود بخشا گیا۔ ے

جگمگا اٹھا زمانہ آئے جب آقا میرے
ظلمتیں سب چھٹ گئیں یہ آپ کا احسان ہے
(مؤلف)

اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں، وہ احمد مختار، رسولوں کے تاجدار، نبیء عالی وقار، غریبوں کے غمگسار، حبیب کردگار کی آمد ہے، جن کی جلوہ گری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، جن کی رونق افروزی کی بشارت حضرت عیسی علیہ السلام نے دی تھی، جن کے فضائل وکمالات کتب سماوی میں بیان کئے گئے۔

برادران اسلام! اصحاب فیل کے واقعہ کے پچپن (55) دن بعد مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء صبح صادق کے وقت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع ہوا جس کی کرنوں نے افق عالم کو ہمیشہ کے لئے روشن کردیا اور ساری دنیا میں خوشی کا سماں چھا گیا۔

پس وہ نورِ پاکِ رب العالمیں پیدا ہوئے مبدأ کونین وختم المرسلیں پیدا ہوئے
جان عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے
دھوم تھی عالم میں خورشید کرم طالع ہوا
ہاں! کریں تعظیم اب، نورِ قدم طالع ہوا
(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

ولادت باسعادت کے لئے ماہ ربیع کا انتخاب

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینہ ربیع الاول ہے، آپ کی ولادتِ مبارکہ ماہِ ربیع میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ربیع کے معنی

بہار کے ہیں، جب موسم بہار آتا ہے تو مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے، خشک زمین میں پھر سے ہریالی اُگ آتی ہے، درخت جو سوکھ چکے تھے وہ پھر ہرے بھرے اور تروتازہ ہوجاتے ہیں، باغ و چمن کو اپنی کھوئی ہوئی رونق پھر سے حاصل ہوجاتی ہے، اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ ماہِ ربیع (موسم بہار) میں ماہِ نبوت، مہر رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج کر یہ اشارہ فرمارہا ہے کہ اے لوگو! یہ جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم میں تشریف لارہے ہیں وہ مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ہیں، جو لوگ ظلم وستم کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ان پر رحم و کرم فرمانے والے ہیں، لوگوں کے دلوں کو الفت و محبت سے مزین کرکے حلاوتِ ایمان مرحمت فرمانے والے ہیں اور غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو یادِ خدا سے معمور کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی امتیازی شان

برادران اسلام! دنیا میں بچے پیدا ہوتے ہیں تو روتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے ہوئے، کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ساری کائنات کو مسرت وشادمانی سے نوازتے ہوئے تشریف لارہے ہیں، آپ کا سجدہ کرنا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنادیا۔

صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ....وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔۔۔اور میری خاطر ساری زمین پاک کرنے والی اور سجدہ گاہ بنادی گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر1195)

پچھلی قوموں کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر عبادت کرنا ہو تو مخصوص مقام پر ہی عبادت کریں، وہ لوگ اس کے علاوہ دوسری جگہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو ساری زمین زیر آب ہوگئی اور تمام زمین کو غسل دیا گیا، پھر بھی زمین پاک نہیں ہوئی کہ کہیں بھی سجدہ کیا جا سکے، لیکن سرکار کا قدم مبارک پڑنا کیا تھا کہ ساری زمین پاک ہی نہیں بلکہ آپ کی آمد کی برکت سے پاک کرنے والی بن گئی۔

اسی طرح گزشتہ قوموں کے لیے تیمّم نہیں تھا، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں کی برکت سے زمین ایسی پاک ہوگئی کہ آپ کے امتی کے لئے اگر کسی وقت پانی میسر نہ ہو تو وہ مٹی سے تیمّم کر کے پاکی حاصل کر سکتا ہے۔

﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم طیب و طاہر پیدا ہوئے﴾

برادران اسلام! تمام کائنات کو کفر و شرک کی نجاست، گمراہی و بے دینی کی نحوست سے پاک و صاف کر کے ایمان و اسلام کے انوار سے منور کرنے کے لیے نبی مطہر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کی حالت شریفہ کے بارے میں خود آپ کی والدۂ ماجدہ فرماتی ہیں: جب آپ تشریف لائے تو اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی آلائش و نامناسب چیز نہ تھی۔

(المواهب اللدنية مع حاشيه الزرقانی۔ج 1۔ص220)

جسم اقدس سے خوشبو مہک رہی تھی اور آپ سرمہ لگائے ہوئے ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔

(السيرة الحلبية ۔ج 1۔ص53)

شاعر دربار رسالت، مدّاح حبیب کبریا، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اس مضمون کا آئینہ دار ہے ۔

وأَحسَنَ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ ... وَأجْمَلَ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مَبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ ... کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسا حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ جیسا حسن و جمال والا کسی خاتون کو تولد ہی نہیں ہوا۔

آپ ہر عیب وآلائش سے پاک پیدا کئے گئے گویا آپ کو اسی شان کے ساتھ پیدا کیا گیا جیسا آپ چاہتے تھے۔

(دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ، قافیۃ الالف ، ج1ص2)

بوقت ولادت عجائب کا ظہور، خانۂ کعبہ تین دن تک جھومتا رہا

برادران اسلام! جس سہانی گھڑی سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کی آمد کی خوشی کا اظہار خانۂ کعبہ بھی کررہا تھا:

وأخرج ابو نعیم عن عمرو بن قتیبة قال سمعت أبی وکان من أوعیة العلم قال لما حضرت ولادة آمنة قال الله لملائکته افتحوا ابواب السماء کلها وأبواب الجنان کلها وامر الله الملائکة بالحضور

سیدنا عمرو بن قتیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا۔ اور وہ علم کا ایک عظیم ظرف تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت آیا تو اللہ تعالی نے اپنے ملائکہ کو حکم دیا کہ تمام آسمانوں اور تمام جنتوں کے دروازے کھول دیں اور زمین پر حاضر ہوجائیں،

فنزلت تبشر بعضها بعضا وتطاولت جبال الدنيا وارتفعت البحار وتباشر أهلها فلم يبق ملك إلا حضر وأخذ الشيطان فغل سبعين غلا وألقى منكوسا في لجة البحر الخضراء وغلت الشياطين والمردة ألبست الشمس يومئذ نورا عظيما وأقيم على رأسها سبعون الف حوراء في الهواء ينتظرون ولادة محمد (صلى الله عليه وسلم) وكان قد أذن الله تلك السنة لنساء الدنيا أن يحملن ذكورا كرامة لمحمد (صلى الله عليه وسلم)

تو تمام فرشتے زمین پر حاضر ہو گئے، اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دینے لگے، اور دنیا کے پہاڑ اونچے ہو گئے، اور سمندر کی موجیں بلند ہو گئیں، اور سمندر کی مخلوق آپس میں ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دینے لگی، تمام فرشتے حاضر ہو چکے تھے، اور شیطان کو ستر بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا، اور اسے سبز سمندر کی گہرائی میں منہ کے بل ڈال دیا گیا، شیاطین اور سرکش جنوں کو قیدوبند کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا، اور اس دن سورج کو نور عظیم سے آراستہ کیا گیا، اور اس کے اوپر فضا میں ستر ہزار حوروں کو ٹھرایا گیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مسعود گھڑیوں کا انتظار کرتی رہیں، اور اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں اس سال دنیا کی تمام خواتین کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ انہیں لڑکا پیدا ہوگا،

وان لا تبقى شجرة إلا حملت ولا خوف إلا عاد أمنا فلما ولد النبى (صلى الله عليه وسلم) امتلأت الدنيا كلها نورا وتباشرت الملائكة وضرب فى كل سماء عمود من زبرجد وعمود من ياقوت قد استنار به فهى معروفة فى السماء قد رآها رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ليلة الإسراء قيل هذا ما ضرب لك استبشارا بولادتك وقد انبت الله ليلة ولد على شاطئى نهر الكوثر سبعين الف شجرة من المسك الاذفر جعلت ثمارها بخور أهل الجنة وكل اهل السموات يدعون الله بالسلامة

اور تمام درختوں کوثمر آور کردیا گیا،اور ہر خوف کو امن میں تبدیل کردیا گیا،جب حضرت نبیءکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساری دنیا نور سے معمور ہوگئی،اور ملائکہ آپس میں ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگے،اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کا ایک ایک ستون نصب کیا گیا،جس کی وجہ سے آسمان منور ہوگیا،وہ ستون ملاء اعلی میں معروف ہے،جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معراج کی شب ملاحظہ فرمایا تو عرض کیا گیا کہ یہی وہ ستون ہے جو آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کئے گئے،اور جس شب آپ کی ولادت ہوئی اللہ تعالی نے حوض کوثر کے کنارہ پرستر ہزار خوشبودار مشک کے درخت لگائے،اور ان کا پھل اہل جنت کے لئے بخور بنادیا گیا،اورتمام آسمانوں کی مخلوق اللہ تعالی سے سلامتی کی دعا کرنے لگی،

ونكست الأصنام كلها وأما	اور تمام بت سرنگوں ہو گئے،اور لات وعزی
اللات والعزى فإنهما خرجا	اپنے مقام سے باہر نکل پڑے،اور وہ کہہ
من خزانتهما وهما يقولان	رہے تھے": قریش کا بھلا ہو !ان کے
ويح قريش جاء هم الأمين	پاس نبی امین تشریف لا چکے ہیں،ان کے
جاء هم الصديق لا تعلم	پاس صداقت شعار آ چکے ہیں،قریش کو نہیں
قريش ماذا اصابها وأما	معلوم کہ اسے کیا فضیلت حاصل ہوئی
البيت فأياما سمعوا من جوفه	ہے"،اور لوگوں نے کعبۃ اللہ شریف سے
صوتا وهو يقول الآن يرد	کئی روز تک آواز سنی ،وہ کہہ رہا تھا:اب
على نوري الآن يجيئني	میرا نور مجھے لوٹا دیا جائے گا،اب میرا
زواري الآن أطهر من	طواف کرنے والے میرے پاس
أنجاس الجاهلية أيتها العزى	آئینگے،اب میں جاہلیت کی آلودگیوں سے
هلكت ولم تسكن زلزلة	پاک کردیا جاؤنگا،اے عزی !تو ہلاک
البيت ثلاثة ايام ولياليهن	ہوگیا،اور کعبۃ اللہ مسلسل تین دن اور تین
وهذا اول علامة رأت قريش	رات تک جھومتا رہا،اور یہ پہلی نشانی تھی جو
من مولد رسول الله (صلى	قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم
الله عليه وسلم)	کی ولادت کے موقع پر دیکھی تھی۔

(الخصائص الکبری،ج1،ص:80)

وعن عبد المطلب قال: ....سمعت صوتاً من جدار الكعبة يقول:	حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں میں نے کعبہ شریف کی دیواروں سے یہ آواز سنی

ولـد الـمصطفى المختار الـــذى تهـــلک بيـــده الـكـفار، ويطهر من عبادة الأصـنـام، ويـأمـر بـعبادة الملک العلام.	مختار کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت ہوچکی ہے، جن کے وجود مبارک سے کفر کی تاریکی ختم ہوگی، بتوں کی پرستش سے دنیا کو پاک کرینگے اور خدائے واحد کی طرف لوگوں کو بلائینگے۔

(السيرة الحلبية، ج 1ص 86)

﴿بوقت ولادت عجائب کا ظہور، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بیان﴾

مسند امام احمد میں روایت ہے :

عَـنْ عِـرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَـــالَ ...أَنَّ أُمَّ رَسُـولِ الـلَّـهِ صَـلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَـــلَّـــمَ.رَأَتْ حِيـنَ وَضَـعَتْـهُ نُوراً أَضَاءَ تْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ.	ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے مشاہدہ فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا کہ ملک شام کے محلات نظر آنے لگے۔

(مسند الامام احمد : حديث نمبر ـ17615)

یہ سب انتظام کس لئے ہورہا ہے، کیونکہ یہ اس شاہ کی آمد ہے کہ جس کی آمد کا ہر کوئی منتظر تھا، انبیاء کرام جن کے آنے کی خوشخبریاں دیتے رہے، یہ وہی ہیں جن کی امت میں ہونے کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آرزو تھی۔

ولادت باسعادت کی خوشی میں تین جھنڈے نصب کئے گئے

محدث جلیل امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خصائص کبری میں ، اور شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مواہب لدنیہ میں درج فرمایا ہے:

فكانت آمنة تحدث عن نفسها وتقول ...ورأيت ثلاثة أعلام مضروبات: علما في المشرق وعلما في المغرب وعلما على ظهر الكعبة.

ترجمہ: سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ولادت باسعادت کے وقت تین جھنڈے نصب کے گئے: (1) ایک مشرق میں (2) دوسرا مغرب میں (3) اور تیسرا خانۂ کعبہ پر

(الخصائص الكبرى ، باب اخبار الكهان به قبل مبعثه ، ج:1،ص:82۔المواھب اللدنية، ج1،ص125)

برادران اسلام! کعبۃ اللہ شریف پر جھنڈا اس لئے نصب کیا گیا کہ تا کہ دنیا والوں کو پتا چل جائے کہ اب تک کعبۃ اللہ کے اطراف تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، وہاں باطل کی پرستش ہوا کرتی تھی لیکن اب وہ نبیء مکرم، شافع امم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لا چکے ہیں جو کعبۃ اللہ کو تمام آلائشوں سے پاک کریں گے، اسے ساری دنیا کے لئے قبلہ بنائینگے۔

اور مشرق ومغرب میں جھنڈا نصب کر کے گویا یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ یہ مولود سعید، مختار کائنات ہیں، مشرق سے مغرب تک انہی کی حکومت رہے گی، اور آپ ساری مخلوق کے لئے رسالت کی شان کے ساتھ مبعوث کئے جارہے ہیں۔اس کی تائید صحیح

احادیث شریفہ سے ہوتی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ....وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام مخلوق کی طرف رسالت کی شان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، اور مجھ پر نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث نمبر 1195)

صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. خَرَجَ يَوْمًا ...فَقَالَ...وَإِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ خَزَائِنَ مَفَاتِيحِ الْأَرْضِ.	سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، حدیث نمبر 3596)

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

وسمعت مناديا ينادي طوفوا بمحمد شرق الأرض وغربها .....وإذا قائل يقول بخ بخ قبض محمد (صلى الله عليه وسلم) على الدنيا كلها لم يبق خلق من أهلها إلا دخل في قبضته۔	جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولادت کی ہوئی، تو یہ ندا دی گئی": آپ کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں کی سیر کراؤ!"۔ اور ایک کہنے والے نے کہا": خوش ہو جاؤ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے، دنیا کی تمام مخلوق (برضا ورغبت) آپ کے قبضہ میں داخل ہوگئی۔

(الخصائص الکبری ، باب اخبار الکھان به قبل مبعثه ، ج:1،ص:82)

امام بیہقی اور امام ابونعیم نے روایت کی ہے:

أخـرج البيهقـي وأبـو نعيم عن حسـان بـن ثـابـت قال إني لغلام يفعة ابن سبع سنين او ثمان أعقل مـا رأيـت وسـمـعت إذا يهودى بيثـرب يـصـرخ ذات غـداة على أطـمـه يـا مـعشر يهود فاجتمعوا إليـه وأنـا اسـمـع قـالوا ويلك مـالك قـال طـلـع نـجم أحمد الذى ولد به فى هذه الليلة.

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک سمجھ دار لڑکا تھا، میں نے دیکھا کہ یثرب کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا پکارنے لگا: اے گروہ یہود! آس پاس کے سارے یہودی جمع ہوگئے ، لوگوں نے اس سے کہا تیری خرابی ہو، کیوں شور مچاتا ہے؟ وہ کہنے لگا: احمد مختار کا ستارہ طلوع ہوگیا ہے، جنکی آج رات ولادت باسعادت ہونے والی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما ظھر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص77)

امام بیہقی ،امام طبرانی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے:

وأخـرج البيهقي والطبراني وأبـو نـعيم وابن عساكر عن عثـمـان بـن أبـى العاص قال حـدثتـنـى امـى انهـا شهدت ولادة آمـنة أم رسـول الـلـه صـلـى الـلـه عليه وسلم ليلة ولدته

سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میری والدہ نے بتایا: میں اس رات حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھی، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،

قالت فما شيء أنظر إليه في البيت إلا نور وإني لأنظر الى النجوم تدنو حتى أني لأقول ليقعن علي فلما وضعت خرج منها نور أضاء له البيت والدار حتى جعلت لا أرى إلا نورا.	میں گھر میں جس چیز کو دیکھتی وہ روشن ومنور نظر آتی، میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ قریب سے قریب تر ہورہے ہیں حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے، پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے وضع حمل کیا تو آپ سے ایسا نور برآمد ہوا جس سے تمام کمرے، اور سارا گھر روشن ہوگیا، یہاں تک کہ مجھے نور کے سوا کچھ بھی نہیں دکھائی دینے لگا۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما ظهر في ليلة مولده صلى الله عليه وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص78)

ذکر ولادت، بزبان تاجدار ختم نبوت ﷺ

برادران اسلام! امام احمد بن حنبل، امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم، امام بیہقی اور امام ابونعیم رحمہم اللہ نے روایت بیان کی ہے:

وأخرج احمد والبزار والطبراني والحاكم والبيهقي وأبو نعيم عن العرباض بن سارية أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إني عبد الله وخاتم النبيين وان آدم لمنجدل في طينته وسأخبركم عن ذلک دعوة أبي ابراهيم وبشارة عيسى	سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس وقت بھی اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں تھے، اور میں تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

ورؤيــا امــي التــي رأت	اور اپنی والدۂ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے
وكــذلك امهات الـنبيين	مشاہدہ کیا تھا اور اسی طرح حضرات انبیاء کرام کی
يرين وأن ام رسول الله صلى	مقدس مائیں مناظر دیکھا کرتی تھیں، اور بلا شبہ
اللـه عليـه وسلم رأت حين	آپ کی والدۂ ماجدہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
وضعتــه نـورا أضاء ت لـه	کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھا جس کی وجہ سے
قصور الشام .	ان کے سامنے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(الـخـصـائـص الكبرىٰ، باب ما ظهر فى ليلة مولده صلى الله عليه وسلم من المعجزات والخصائص ج 1۔ص78)

برادران اسلام! ایک روایت کے مطابق حشر ملک شام میں بپا ہوگا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر بطور خاص ملک شام کے محلات نظر آنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مولود سعید کی فیض رسانی اِس عالم میں بھی ہے اور اُس عالم میں بھی، ان کی کرم نوازیاں دنیا میں بھی ہے اور میدان حشر میں بھی۔

سرکار کی ولادت پر خوشی منانا فطری تقاضہ

انسان کی طبیعت وفطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسے کوئی تکلیف یا غم لاحق ہوتا ہے یا کسی کی تکلیف کو سنتا ہے تو اس کے چہرے پر خود بخود غم کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں، اسی طرح جب کوئی حسین منظر دیکھتا ہے یا کوئی نعمت اسے حاصل ہوتی ہے تو فطرتاً اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے اس کا چرچہ کرنے لگتا ہے، اس پر نہ کسی کا دباؤ ہوتا ہے نہ اسے کوئی برا سمجھتا ہے۔

غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی چھوٹی سی نعمت کے حصول پر اتنا اظہارِ مسرت جبکہ دنیا بھی فانی اس کی نعمتیں بھی فانی، اس کے لیے طبیعتاً اتنی خوشی ہے تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت تو نعمتِ عظمیٰ اور نعمت کبریٰ ہے کہ تمام نعمتیں خواہ دنیوی ہوں یا اُخروی اُنہی کے صدقے میں ملتی ہیں، اس نعمت کی سرفرازی پر ہمیں کتنی خوشی و اظہار مسرت کرنا چاہیے!!!

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت با سعادت پر خوشی کا اظہار کرنا تقاضۂ فطرت بھی ہے اور منشاء قدرت بھی، ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل پر ہی خوشی منائیں۔

(سورۃ یونس۔58)

جشن میلاد النبی پر ہم سبھی خوشیاں کریں
شکر نعمت اور بخشش کا یہی سامان ہے
(مؤلف)

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اللہ تعالی اسے اجر عظیم وثواب جزیل عطا فرماتا ہے۔

صحیح بخاری شریف اور دیگر کئی کتب حدیث میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے، بعض روایتوں میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے، صحیح بخاری شریف، ج2، صفحہ 764، کی روایت کے الفاظ یہ ہیں::

قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ثُوَیبَہ" ابولہب کی باندی تھیں، ابولھب نے انہیں آزاد کیا تھا

فَأَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ.	اور انھوں نے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف پایا، جب ابولہب مرگیا تو اس کے خاندان والوں میں کسی نے خواب میں اُسے بدترین حالت میں دیکھا،اس سے کہا: تو نے کیا پایا؟ ابو لہب نے کہا: میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کچھ آرام نہیں پایا،سوائے یہ کہ ثُوَیبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اِس (انگلی) سے سیراب کیا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری شریف ، کتاب النکاح ،باب من قال لا رضاع بعد حولین ، حدیث نمبر:5101)

اس روایت کی شرح کرتے ہوئے شارحین صحیح بخاری شریف علامہ بدرالدین عینی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی وغیرھما رحمہم اللہ تعالی نے اپنی اپنی شرح میں دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے تفصیلی روایت تحریر فرمائی ہے۔ یہاں علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمتہ اللہ علیہ کی شرح عمدۃ القاری ج، 14 صفحہ 45، سے عبارت نقل کی جارہی ہے:

وذكر السهيلي ان العباس رضی اللہ تعالی عنہ قال لما مات ابولهب رايته في منامي بعد حول في شر حال، فقال مالقيت بعدكم راحة الا ان العذاب يخفف عني كل يوم اثنين،	حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مرگیا تو میں نے ایک سال کے بعد خواب میں اسے بدترین حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد اب تک راحت نہیں پائی ،البتہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔

قال وذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبة بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا.	حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: وہ اس لئے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن تولد ہوئے اور ثُوَیْبَہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تو اس نے انہیں آزاد کردیا تھا۔

(عمدۃ القاری، کتاب النکاح ،باب من قال لا رضاع بعد حولین، ج14،ص45)

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ اِن کتب احادیث میں بھی وارد ہے: السنن الکبری للبیھقی، کتاب النکاح ،حدیث نمبر14297۔مصنف عبدالرزاق ، کتاب المناسک ج7۔حدیث نمبر13546۔جامع الاحادیث والمراسیل، مسانید الصحابة ،حدیث نمبر43545۔کنزالعمال، ج6، کتاب الرضاع من قسم الافعال،حدیث نمبر15725۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسے ہی دنیا میں آمد ہوئی، اس کی برکت سے حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزادی مل گئی ،خدا نے بتایا کہ یہ وہ حبیب ہیں جو انسانیت کو طوقِ غلامی سے آزاد فرمانے والے ہیں۔

بولہب جس کے ہے ذم میں سورۂ تبت یدا
مژدۂ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا
ہو کے شاداں انت حرۃ اذ ہی اس کو کہا
ساتھ اس کہنے کہ اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اس کے ہاتھ سے
جس کے پینے سے ہے تسکین پیاس کے صدمات سے
یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا
کفر و دوزخ میں ہو جس کی آبیاری بر ملا

پھر جو ایماں بھی ہوساتھ اس جشن کے سوچو ذرا مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا

یہ نہیں ممکن کہ رنج وشادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

(حضرت امام انواراللہ فاروقی قدس سرہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر میلاد کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے انتہا محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......جسم اطہر کی اعجازی شان......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکُمْ نُورًا مُبِینًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم

برادران اسلام! ابھی میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے، اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا معجزہ اور روشن دلیل قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات دے کر بھیجا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ صرف معجزات عطا فرمائے بلکہ آپ کی ذات مقدسہ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا، ارشاد الٰہی ہے:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکُمْ نُورًا مُبِینًا.	اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل آ چکی اور ہم نے تمہاری طرف ایک درخشاں نور اتارا ہے۔

(سورۃ النساء 174)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابوالحسن علی بن محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ يعنى محمداً صلى الله عليه وسلم وما جاء به من البينات من ربه عز وجل .	یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک روشن دلیل آ چکی "برہان" روشن دلیل سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور وہ روشن نشانیاں ہیں جو آپ اپنے رب کی بارگاہ سے لائے ہیں۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل ،سورة النساء 174)

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صورت وسیرت، حسن و جمال، فضل وکمال ہر اعتبار سے بے مثل و بے مثال بنایا ہے اور آپ کے وجود مقدس کو حق کی دلیل قرار دیا ہے، اسی لئے شمائل شریفہ کے ہر باب سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ کائنات پست وبالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نظیر وہمسر نہیں، سراپائے اقدس کا ہر مبارک حصہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ نور کامل اور ساری مخلوق میں سب سے اعلی وارفع ہیں، آپ کی ذات مقدسہ سے انسانیت کو عروج وکمال نصیب ہوا ہے۔

آج میں احادیث کریمہ کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سراپائے اقدس اور آپ کے جسم اطہر کی اعجازی شان سے متعلق عرض کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہوں۔

آپ کے جمال بے مثال اور حسن با کمال سے متعلق شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ ! اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانَ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِیْفِ عَلٰی وَجْهٍ لَمْ یَظْهَرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقُ اٰدَمِیٍّ مِثْلُهٗ .

جان لو کہ اس بات کا یقین رکھنا کمال ایمان سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجود مقدس کو اس طور پر پیدا فرمایا کہ آپ جیسا نہ کسی کو آپ سے پہلے پیدا فرمایا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی وجود بنایا۔

(المواهب اللدنية مع حاشية الزرقاني ج5ص239)

حسن و جمال

برادران اسلام! حضورا کرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بے مثل حسن و جمال، جاہ وجلال اور جود ونوال سے متعلق صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ .

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔

(صحيح البخاری ، كتاب الجهاد ،باب الشجاعة فی الحرب والجبن ،حديث نمبر2820)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال باکمال کا یہ عالم تھا کہ صبح وشام خدمت اقدس میں حاضر رہنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم آپ کو نظر بھر نہیں دیکھ سکتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ .صلى الله عليه وسلم. وَلاَ أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلاَلاً لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ.	کوئی شخص میرے نزدیک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں اور نہ کوئی ہستی میری نظر میں آپ سے زیادہ بزرگ و باعظمت ہے، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت وجلالت کی وجہ سے آنکھ بھر آپ کا دیدار نہیں کرسکتا اور اگر مجھ سے سراپائے اقدس سے متعلق پوچھا جائے تو میں بیان نہیں کرسکتا اس لئے کہ میں آنکھ بھر آپ کا دیدار نہیں کرسکا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الإيمان ،باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج .حدیث نمبر336)

آپ کا سراپائے اقدس بیان کرنے والے صحابۂ کرام فرمایا کرتے:

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رضى الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ....حَسَنَ الْوَجْهِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلاَ قَبْلَهُ مِثْلَهُ.	سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں،آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حسین چہرے والے ہیں، میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس،باب الجعد، حدیث نمبر5907،الشمائل المحمدية للترمذی ص1)

اسی طرح صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِـي إِسْـحَـاقَ قَـالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَ رَسُـولُ اللَّهِ. صَلَّـى اللّٰه عَـلَيْـهِ وَسَلَّمُ. أَحْسَـنَ الـنَّـاسِ وَجْهًـا وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا.

حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوب رُو اور سراپائے اقدس کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

(صحيح البخاری ،کتاب المناقب ، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر3549)

﴿سراپائے اقدس﴾

برادران اسلام! سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے اقدس کے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كـان عـلى إذا وصف رسـول الـلـه صلى الله عـلـيـه وسـلم قـال : لم يكن رسول الله بالطويل الـمـمغط ، ولا بالقصير المتردد ، وكان ربعة من الـقـوم ، لـم يـكـن بـالـجـعـدالـقـطط ، ولا بـالسبـط ، كـان جعدا رجلا ،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ دراز قد ہیں اور نہ پست قد، آپ لوگوں میں رفعت شان کے ساتھ میانہ قد ہیں(لیکن یہ آپ کی قامت زیبا کا معجزہ ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود جب آپ کسی دراز قد شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے زیادہ دراز ہوتے) آپ کے مبارک بال نہ چھلے دار گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ خم دار وآبدار ہیں،(آپ کے بال مبارک کان کی لوتک رہتے اور کبھی نصف گردن مبارک تک پہنچتے تھے اور کبھی اس سے تجاوز کرتے تو آخر گردن تک پہنچتے،اس سے زیادہ کبھی آگے نہیں بڑھے)

ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم ، وكان في وجهه تدوير أبيض مشرب ، أدعج العينين ، أهدب الأشفار ، جليل المشاش والكتد ، أجرد ذو مسربة ، شثن الكفين والقدمين ، إذا مشى تقلع كأنما ينحط في صبب ، وإذا التفت التفت معا ، بين كتفيه خاتم النبوة ، وهو خاتم النبيين ، أجود الناس صدرا ، وأصدق الناس لهجة ، وألينهم عريكة ، وأكرمهم عشرة، من رآه بديهة هابه ، ومن خالطه معرفة أحبه ، يقول ناعته : لم أر قبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم.

آپ بہت موٹے نہیں اور نہ گول چہرے والے۔آپ کے چہرۂ انور میں عظمت شان کے ساتھ قدرے گولائی ہے،سفید رنگ،سرخی مائل،مبارک آنکھوں کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید، مبارک پلکیں دراز، مبارک ہڈیاں پُر گوشت اور مضبوط،جسم اقدس بالوں سے صاف ، ناف مبارک اورسینۂ اقدس کے درمیان مبارک بالوں کی ایک باریک لکیر،مقدس ہتھیلیاں اورمبارک قدم پُر گوشت،جب آپ چلتے تو قدم مبارک قوت سے اُٹھاتے گویا آپ بلندی سے پستی کی طرف تشریف لا رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو بدن اطہر کے ساتھ مکمل توجہ فرماتے ، آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔آپ سب سے زیادہ سخاوت فرمانے والے ، سب سے بڑھ کر سچ کہنے والے، انتہائی نرم طبیعت والے اور سب سے بڑھ کر اچھا برتاؤ کرنے والے ہیں۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہوجاتی اور جو آپ کی جلالت وعظمت کو جان کر آپ سے شرف ملاقات کرتا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔آپ کی نعت وصفت بیان کرنے والے کہتے ہیں: میں نے آپ کے مثل نہ آپ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔

(الشـمـائـل المحمدية للترمذى ، باب ما جاء فى خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر6)

﴿بدن مبارک کی اعجازی شان﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جسم مبارک بے مثل و بے مثال، لطیف و نفیس سراپا نور جس کی خوشبوئے دلنواز سے مشام جان وایمان اور ساری فضائے بسیط معطر رہا کرتی۔ آپ کا جسم مبارک سرخی مائل سفید نورانی ہے ایسا معلوم ہوتا گویا چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے۔

(الشمائل المحمدية للترمذى ـ ص 2، سبل الهدى والرشاد ـ ج 2ـ ص10ـ11)

اللہ تعالٰی نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ظاہری و باطنی ہر قسم کی آلائش سے منزہ اور پاک رکھا، جسم اقدس نور کے سانچہ میں ڈھلا تھا، جسم اطہر تو کجا لباس مبارک پر بھی کبھی مکھی یا مچھر نہیں بیٹھا۔

وَاَنَّ الذُّبَابَ لَا يَقَعُ عَلَى ثِيَابِهِ فَضْلاً عَنْ جَسَدِهِ الشَّرِيْف.

(السيرة الحلبية ـ ج3ص372)

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

آپ نور ہیں اور مکھیوں کا آنا، جوؤں کا پیدا ہونا گندگی اور بو کی وجہ سے ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر قسم کی آلائش سے پاک ہیں اور آپ کا جسم مقدس خوشبودار ہے۔

﴿رُخِ انور﴾

امام بیہقی کی کتاب 'دلائل النبوۃ' میں حدیث پاک ہے:

عن عائشة : أنها	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے
قالت : وكان	روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
أحسن الناس وجها .	علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر حسین چہرہ والے
وأنورهم لونا .	اور رنگت میں سب سے بڑھ کر بارونق ونورانی ہیں۔

(دلائل النبوة للبيهقي،جماع أبواب مولد النبي صلى الله عليه وسلم،باب جامع صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث نمبر238)

سنن دارمی میں روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ	حضرت عبدالملک بن عمیر رضی اللہ تعالی عنہ سے
قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَا	روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر
رَأَيْتُ أَحَداً أَنْجَدَ وَلاَ	رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت
أَجْوَدَ وَلاَ أَشْجَعَ وَلاَ أَضْوَأَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جیسا طاقتور
وَأَوْضَأَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ	وبہادر سخی وفیاض اور پاکیزہ ونورانی کسی کو نہیں
صلى الله عليه وسلم .	دیکھا۔

(سنن الدارمي ، كتاب المقدمة،باب في حسن النبي صلى الله عليه وسلم،حديث نمبر60)

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ انور کی نورانیت کی وجہ سے تاریکی وتیرگی روشنی وتابناکی سے بدل جاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرۂ

انور ایسا حسین وجمیل اورنورانی کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں روشنی ہوجاتی، چہرۂ انور کی نورانیت چراغ کی روشنی اورسورج کی چمک دمک پرغالب رہتی اورایسا معلوم ہوتا کہ سورج آپ کے چہرۂ انور سے روشنی حاصل کرتے ہوئے چل رہا ہے،جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِـی هُـرَیْـرَةَ قَـالَ مَـا رَأَیْـتُ شَیْـئًـا أَحْسَـنَ مِـنْ رَسُـولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسـلـم کَـأَنَّ الشَّـمْــسَ تَجْرِی فِی وَجْهِهِ .	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کوئی چیز نہیں دیکھی گویا سورج آپ کے چہرۂ انور سے روشنی حاصل کرتے چل رہا ہے۔

(جـامـع الـتـرمـذی ،ابـواب الـمـنـاقـب، بـاب فـی صفة النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر4009۔زجاجة المصابیح، ج 5ص25)

﴿موئے مبارک وریش مبارک﴾

برادران اسلام! حجۃ الوداع کے موقع پرحضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سرمبارک حلق کروانے کے بعدحضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کوموئے مبارک تقسیم کرنے کاحکم فرمایا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ...فَحلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَیْنَ النَّاسِ .(صـحـیـح مسلم ، کتاب الحج، باب بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق،حدیث نمبر3215)

علاوہ ازیں وضو کےوقت جوموئے مبارک یاریش مبارک نکلتے اورجومبارک

آپ بینی ہوتا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں ہاتھوں میں لے لیتے اور اس سے برکت حاصل کرتے، جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے جب حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبۂ عشق ومحبت کو دیکھا، مسلمانوں کے ماحول اور بارگاہِ نبوی میں صحابۂ کرام کے ادب کا مشاہدہ کیا، تو مکہ واپس ہوکر قریش کے سامنے اس طرح اپنا تاثر ظاہر کیا:

قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ ،فَقَالَ أَيْ قَوْمِ ، وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ.	اے میری قوم! خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ناک صاف کرتے ہیں تو آپ بینی مبارک اُن میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرتا، وہ اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے اور برکت حاصل کرتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم فرمائیں تو وہ حضرات حکم کی تعمیل میں سبقت کرتے ہیں جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کا استعمال کیا ہوا پانی حاصل کرنے کے لئے اس طرح مچلتے ہیں گویا لڑائی کی نوبت آجائے گی، جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام اصحاب اپنی آوازیں پست کر لیتے، اُن کے دلوں میں آپ کی ایسی عظمت وہیبت، عزت و تقدس جاگزیں ہے کہ کوئی شخص ان کی جانب آنکھ بھر کر نہیں دیکھتا۔ لوگو! خدا کی قسم! میں نے بادشاہوں کا دربار دیکھا۔

وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ ، يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم . مُحَمَّدًا... وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ ، فَاقْبَلُوهَا .

قیصر وکسریٰ کی آن بان دیکھی نجاشی، بادشاہ کا رعب و دبدبہ دیکھا مگر خدا کی قسم ! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اُن کی تعظیم اور ادب کرتے ہیں ۔آپ نے صلح کی تجویز رکھی ہے اس کو قبول کرلو۔

(صحیح بخاری ۔ کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط، حديث نمبر 2731)

نگاہ مقدس

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قوت بصارت کی شان یہ ہے کہ آپ نے رب کا دیدار فرمایا اور انوار وتجلیات کے مشاہدہ کے وقت نہ پلک جھپکی اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی، ارشاد الہٰی ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى .

(دیدار حق کے وقت) نہ نگاہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ جلوۂ حق سے متجاوز ہوئی۔

(سورة النجم ۔ 17)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیک وقت شش جہات: دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے دیکھتے۔

كَـانَ يَـرَى مِنْ كُلِّ جِهَةٍ. (الـمـواهــب الـلـدنية مع حـاشية الـزرقـانـى، ج5ص265)

آپ کی نگاہ حق آ گاہ سے اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ أَسْـمَاء َ بِنْتِ أَبِي بَـكْرٍ قَالَتْ: ...قَالَ: مَـا مِـنْ شَـيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيتُـهُ إِلَّا قَـدْ رَأَيْتُهُ فِي مَـقَـامِـى هَـذَا حَتَّـى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ .

سیدتنا اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں۔۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبۂ مبارک میں ارشاد فرمایا: کائنات کی ہر وہ چیز جس کو میں نے نہیں دیکھا اب میں نے اس کو اپنے اِس مقام سے دیکھ لیا، یہاں تک کہ میں نے جنت ودوزخ کوبھی دیکھا۔

(صـحـيـح الـبـخـارى ،كـتـاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء أما بعد، حديث نمبر922)

سماعت مبارک

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس شان کی قوت سماعت عطا فرمائی کہ آپ کے لئے دوروںنزدیک کی آواز یکساں ہے، آپ زمین پر تشریف فرما رہ کرآسمان میں پیدا ہونے والی آواز کو سماعت کرتے ہیں۔

جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم :

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا:

إِنِّـــي أَرَى مَـــا لاَ تَـــرَوْنَ	کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
وَأَسْـــمَـعُ مَـا لاَ تَـسْـمَـعُـونَ	ارشادفرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جوتم نہیں دیکھتے
أَطَّـتِ السَّـمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ	اور وہ سنتا ہوں جوتم نہیں سنتے، آسمان چرچرایا
تَـئِـطَّ مَـا فِيهَـا مَوْضِعُ أَرْبَعِ	اور اس کی چرچراہٹ ضروری ہے ،اس میں
أَصَـابِـعَ إِلاَّ وَمَلَكٌ وَاضِعٌ	چارانگل جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ
جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ .	ریز نہ ہو۔

(جـامـع التـرمـذی ،ابواب الزهد، باب فی قول النبی صلی الله علیه وسلم لو تعلمون ما أعلم لضحکتم قلیلا،حدیث نمبر2482)

نیز امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے خصائص کبری میں بیہقی ، صابونی،خطیب اورابن عساکر کے حوالہ سے نقل فرمایا:

عـن الـعبـاس بـن عبـد	سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے
المطلب قال : قلت : یا	فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
رسـول الـله ، دعانی إلی	وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا "
الـدخـول فـی دیـنـک	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ کی نبوت
أمارة لنبوتک ، رأیتک	کی ایک علامت میرے اسلام میں داخلہ کا باعث
فـی الـمهـد تناغی القمر	بنی، میں نے آپ کوگہوارہ میں دیکھا کہ آپ چاند
وتشیـر إلیـه بأصبعک،	سے باتیں فرماتے اور جس طرف اشارہ فرماتے وہ
فـحیـث أشـرت إلیه مال	اسی سمت جھک جاتا،حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ
قال :	وسلم نے ارشادفرمایا:

إنــي كـنـت أحـدثـه ويـحـدثـني ، ويلهيني عن البكـاء ، وأسمع وجبته حين يسجد تحت العرش	میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ کو رونے سے بہلایا کرتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنا کرتا۔

(الخصائص الکبری، ج 1ص 53)

دہن مبارک وزبان مبارک

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ وفراخ ہے اور آپ نہایت خوش آواز ہیں اور آپ کی مبارک آواز کی یہ معجزانہ شان ہے کہ جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو گھر کے اندر پردہ نشین خواتین بھی سنا کرتیں۔

جب آپ کلام فرماتے تو دندان مبارک سے نور نکلتا جیسا کہ سنن دارمی، معجم اوسط طبرانی، شمائل ترمذی، مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ ابْـنِ عَـبَّـاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ ، إِذَا تَـكَـلَّـمَ رُئِـيَ كَـالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک کے درمیان کشادگی تھی، جب آپ کلام فرماتے تو دندان مبارک کے درمیان سے نور دکھائی دیتا۔

(سنن الدارمی، کتاب المقدمة، باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 59۔ الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،حدیث نمبر 14۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، حدیث نمبر 14031۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، کتاب الشمائل، حدیث نمبر 17819)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے جو الفاظ ادا ہوتے ہیں اس سے متعلق حق تعالیٰ اپنے پاکیزہ کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى .	آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ تو وحی الٰہی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

(سورۃ النجم ـ3ـ4)

حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم فصیح گفتگو فرماتے، آپ کی گفتگو نہایت شیریں ہوا کرتی، دل کی گہرائیوں تک پہنچتی، آپ کا کلام بلاغت نظام فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر ہے جہاں تک کسی اور کے کلام کی رسائی ممکن نہیں۔

لعاب دہن مبارک

برادران اسلام! حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک لعاب دہن کی یہ شان ہے کہ اگر آپ اپنا لعاب مبارک کھارے پانی کے کنویں میں ڈالتے تو پانی شیریں ہوجاتا، زخم پر لعاب مبارک لگاتے تو زخم اسی لمحہ مندمل ہوجاتا، تکلیف کی جگہ لگایا جاتا تو فوراً تکلیف ختم ہوجاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ کبھی تکلیف تھی ہی نہیں، جو آپ کے لعاب مبارک سے برکت حاصل کرتے رحمتیں اور سعادتیں ہمیشہ کے لئے اُن کا مقدر بن جاتیں۔ صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ ... قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : ...أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؟	ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:......خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:......علی بن ابی طالب کہاں ہے؟

فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ . قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ . فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ ، وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ .

عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں آشوب چشم لاحق ہوا، حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو طلب فرمایا، جب آپ کو لایا گیا تو حضور نے اُن کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور دعا کی تو وہ ایسے شفایاب ہوئے جیسے انہیں کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ،حدیث نمبر4210)

دست اقدس

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست اقدس کی شان وعظمت یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے دست مبارک پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جس میں آپ کے دست مبارک کو اپنا دست قدرت قرار دیا، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ.

ترجمہ (اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم!) بیشک جو لوگ آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتے ہیں اس کے سوانہیں کہ وہ اللہ تعالی کے دست قدرت پر بیعت کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

(سورۃ الفتح۔10)

صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ ...

حضرت حکم سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوا يَأْخُذُونَ يَدَيْهِ ، فَيَمْسَحُونَ بِهَا وُجُوهَهُمْ ، قَالَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ ، فَوَضَعْتُهَا عَلَى وَجْهِي ، فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ ، وَأَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ .

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے دستہائے اقدس کو چومنے کی سعادت حاصل کرتے اور اُن کو اپنے چہروں پر مَل کر برکت حاصل کرتے ،تو میں نے بھی آپ کا دست مبارک تھام کر اپنے چہرہ پر رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر3553)

دست اقدس کی معجزانہ شان یہ ہے کہ آپ جہاں دست مبارک پھیرتے وہ جگہ ہمیشہ کیلئے برکتوں کا منبع ہوجاتی ،دست کرم کی برکت سے بیماریاں دور ہوتیں، تکلیفیں دفع ہوتیں اور بکری کے خشک تھن میں دودھ آجاتا، انگشت ہائے مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوتے اور آپ کی انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوجاتا ، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا۔

قدم مبارک

برادران اسلام! جب آپ چلتے تو زمین آپ کے لئے سمیٹ دی جاتی۔

(جامع الترمذی، ج 2ص 206)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پاک کی یہ عظمت ہے کہ جہاں مقدس قدم رکھتے وہ مقام ہمیشہ کے لئے برکتوں کا منبع اور سعادتوں کا مرکز ہوجاتا ہے۔آپ کی

تشریف آوری سے قبل مدینہ طیبہ کو یثرب یعنی بیماریوں اور وباؤں کا مقام کہا جاتا تھا لیکن جب آپ نے وہاں اپنا مبارک قدم رکھا تو وہ مقام مدینہ طیبہ و مدینہ منورہ ہوگیا، قدم پاک کی برکت سے بیماریوں والی زمین بھی خاک شفا ہوگئی۔ آپ کے مبارک قدموں کی برکت صرف اس عالم کی حد تک خاص نہیں بلکہ عالم آخرت وروز محشر بھی آپ کی رحمتوں وبرکتوں کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

جیسا کہ امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملک شام میں میدان حشر برپا ہوگا اور معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیت المقدس لے جانے میں مشیّت خداوندی یہ تھی کہ جب اس حصۂ زمین پر آپ کے مبارک قدم پڑ جائیں گے تو کل روز قیامت آپ کی امت کے لئے سہولتیں اور آسانیاں میسر آجائیں گی اور آپ کے قدمین اطہرین کی برکت کے سبب وہاں پر ٹھہرنا آسان ہوجائے گا۔

وقیل لانہ محل الحشر، فأراد اللہ تعالی أن تطأہ قدمہ لیسھل علی أمتہ یوم القیامۃ وقوفھم ببرکۃ أثر قدمیہ۔

(سبل الھدی والرشاد ج3ص18)

برادران اسلام! سراپائے اقدس اور شمائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل کیفیت بیان کرنے سے الفاظ وکلمات قاصر ہیں، زبان وبیان اپنی وسعت وکشادگی کے باوجود تنگ دامنی کا شکوہ کرتے ہیں، حصول سعادت کے لئے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سراپائے اقدس اور حسن وجمال کو روایات کے مطابق مختصر اذکر کیا گیا۔ درحقیقت حسن وجمال کو مکمل طور پر ظاہر کیا ہی نہیں گیا کیونکہ اگر آپ کا حسن وجمال ہمارے لئے

مکمل طور پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس جمال بے مثال اور حسن با کمال کی نورانیت کی تاب نہ لا سکتے اور اس کی تابنا کی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام قرطبی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهِ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.	ہمارے لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل حسن و جمال ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ اگر آپ کا مکمل حسن ظاہر ہو جاتا تو ہماری نگاہیں آپ کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتیں۔

(المواهب اللدنية على حاشية الزرقانى، ج5ص241)

حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شمائل مبارکہ کے بیان سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ خیر البشر ہیں، چہرۂ انور کا بے مثال نور، سماعت مبارک اور نگاہ مقدس کی غیر معمولی رسائی، دہن مبارک کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، لعاب دہن مبارک کی برکت، دست اقدس کا تصرف و اختیار اور تمام سراپائے مبارک کے کمالات و معجزات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ عالم وجود میں آپ جیسا کوئی وجود ہی نہیں اور کائنات ارضی وسماوی میں آپ کا کوئی نظیر نہیں۔ جس طرح فرش والے آپ کے بے مثل و بے مثال ہونے کا چرچہ کر رہے ہیں اسی طرح آپ کی ملکوتی و عالم علوی کی سلطنت کے وزیر سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی آپ کے فضل وکمال میں یکتا ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔

بیہقی طبرانی اور ابن عساکر کی روایت ہے:

قلبت الارض مشارقها و مغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو چھان ڈالا لیکن پیکر حمد وثناء حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کسی کو نہ پایا۔

(الخصائص الکبریٰ ج1ص317)

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وآخرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمائے۔آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰی قَدْرِ حُسْنِهٖ وَ جَمَالِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ .

آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عظیمہ......

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سامعین گرامی منزلت ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ، عادات مبارکہ تمام خوبیوں کی جامع ہیں ، آپ کے اخلاق عالیہ میں صبر وتحمل، حلم وبردباری، شفقت ورحمت، عدل وانصاف، سخاوت وشجاعت، غمخواری وانکساری کے محاسن وکمالات موجود ہیں ، آپ کے معاملات کی ستھرائی ،گفتار کی شیرینی اور کردار کی پاکیزگی کو اپنے بیگانے سبھی مانتے ہیں ، ہر ایک کے ساتھ آپ عنایت ومہربانی کا معاملہ فرماتے ، جو لوگ طعن وتشنیع کے تیر برساتے ان کے ساتھ بھی آپ محبت وعنایت کا برتاؤ کرتے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برائی کا بدلہ اچھائی سے اور بد سلوکی کا حسن سلوک سے دینے کی تعلیم فرمائی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

تعطی من حرمک ،	''تم اسے عطا کرو جو تمہیں محروم رکھے، تم اس شخص
وتعفو عمن ظلمک ،	کو درگزر کرو جو تم پر ظلم کرے اور تم اس کے ساتھ
وتصل من قطعک .	صلہ رحمی کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کرے۔''

(مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة اذا السماء انشقت والسجود فيها، حديث نمبر:3873)

اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صورت وسیرت' ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا، آپ کو اخلاق عالیہ کے بلند ترین مراتب پر فائز فرمایا، آپ کے خصائل حمیدہ و اخلاق عالیہ کا مبارک تذکرہ صرف قرآن کریم ہی میں نہیں بلکہ دیگر آسمانی کتابوں میں موجود ہے جو اچھے صفات اور فضائل وکمالات مختلف پیغمبروں کو عطا کئے گئے ؛ وہ تمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں جمع کر دئے گئے، آپ کے اخلاق کی رفعتوں کے بیان میں ارشاد الہی ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ.	اور (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم !) بیشک آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

(سورة القلم، آيت:4)

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ خلقِ عظیم والے ہیں، آپ کے اخلاق عظیم ہیں بلکہ اس طرح تعبیر فرمائی کہ اخلاق کی بلندی اور رفعت آپ کے تحت ہے اور آپ اس کے اوپر ہیں۔

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا — تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا — تیرے خالق ہردو ادا کی قسم

(فاضل بریلوی)

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، حدیث نمبر: 2150)

آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.

یقیناً مجھے اخلاق کی بزرگیوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الشھادات، باب بیان مکارم الاخلاق و معالیھا، حدیث نمبر: 21301)

جہالت کے ماحول میں انسانیت کو عروج تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالی نے سرزمین مکہ پر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے کفر وشرک کا خاتمہ کیا، ظلم وعدوان، حق تلفی وناانصافی کے دور میں اقدار انسانی کا تحفظ فرمایا اور مخلوق کو انصاف کی شاہ راہ پر گامزن کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت دنیا کو اخلاق کریمہ کا درس دیا

جبکہ دنیا سے اخلاقی اقدار ناپید ہو چکے تھے۔

کبھی انسان تکلف کی بنا پر اخلاق کا نمونہ پیش کرتا ہے اور لوگ اسے با اخلاق سمجھتے ہیں؛ لیکن اس کی حقیقی حالت اس کے گھر والوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی گواہی آپ کے گھر والوں نے اس طرح دی؛ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے اخلاق کریمہ سے متعلق بیان فرماتی ہیں:

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا ، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ .

"اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند رکھے گا اور اپنی مدد کو نہیں روکے گا، آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔"

(صحیح البخاری ،باب بدء الوحی، حدیث نمبر:3)

آپ نہ صرف گھر والوں، احباب واصحاب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے بلکہ خادموں اور ماتحت افراد سے بھی شفقت کا معاملہ فرماتے۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں دس برس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہا، کبھی آپ نے مجھے "اُف" تک نہیں فرمایا۔

وَمَا قَالَ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُهُ لِمَ تَرَکْتَهُ وَکَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا .	اور میں نے جو کیا اس میں کسی چیز سے متعلق دریافت نہیں کیا کہ "تم نے یہ کیوں کیا"۔ اور میں نے جو نہیں کیا اس میں کسی چیز سے متعلق نہیں فرمایا کہ "تم نے کیوں نہیں کیا"۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے بہتر اخلاق والے ہیں۔

(جامع الترمذی ، ابواب البر والصلة ، باب ما جاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 2147)

﴿اخلاق عالیہ کے چند بہترین نمونے﴾

حضرات گرامی ،حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اخلاق عالیہ کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

☆ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

قَامَ أَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم دَعُوهُ وَهَرِیقُوا عَلَی بَوْلِهِ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ ، أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِینَ ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِینَ .	ایک اعرابی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کے صحن میں پیشاب کر دیا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دوڑے کہ ان کو سختی سے منع کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کو روک لیا اور فرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگی پیدا کرنے کے لئے! پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس پر پانی بہا کر صاف کر دیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، حدیث نمبر:220)

یہ آپ کے بلند اخلاق کا نمونہ ہے کہ آپ نے اس اعرابی کو شرمسار نہیں کیا؛ بلکہ نہایت شفقت ومحبت سے فرمایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہاں نماز وتلاوت ہوتی ہے، یہاں گندگی کرنا اس کے تقدس کے خلاف ہے۔

☆مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے:

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ فَتًى شَابًّا أَتَى النَّبِیَّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِی بِالزِّنَا .فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْهِ فَزَجَرُوهُ وَقَالُوا مَهْ مَهْ .فَقَالَ ادْنُهْ . فَدَنَا مِنْهُ قَرِیباً . قَالَ فَجَلَسَ. قَالَ أَتُحِبُّهُ لأُمِّکَ . قَالَ لاَ وَاللَّهِ جَعَلَنِی اللّٰهُ فِدَاکَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ یُحِبُّونَهُ لأُمَّهَاتِهِمْ .

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ’زنا‘ کرنے کی اجازت عطا فرمائیں! ۔رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ انہیں شرمسار نہیں کیا اوران پر سختی نہیں کی؛ بلکہ-فرمایا: آپ میرے قریب آئیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم یہ ارادہ کس کے ساتھ کرتے ہو؟ کیا تمہارا اپنی ماں کے ساتھ ایسا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔

قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لابْنَتِکَ . قَالَ لاَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِى اللّٰهُ فِدَاکَ . قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِبَنَاتِهِمْ . قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لأُخْتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِى اللّٰهُ فِدَاکَ . قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لأَخَوَاتِهِمْ. قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِکَ . قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِى اللّٰهُ فِدَاکَ. قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِعَمَّاتِهِمْ. قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِکَ. قَالَ لاَ وَاللّٰهِ جَعَلَنِى اللّٰهُ فِدَاکَ.

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی بیٹی کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی بہن کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی پھوپی کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپیوں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اپنی خالہ کے ساتھ یہ عمل کرنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کردے۔

قَالَ وَلاَ النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِخَالاَتِهِمْ .قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ .قَالَ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے ساتھ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں، پھر اپنا دستِ شفقت ان کے سر پر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ باری تعالیٰ اس نوجوان کے سابقہ سارے گناہ بخش دے، ان کے دل سے سارے برے ارادے ختم فرما دے اور انہیں عفیف و پاکباز رکھ! ۔حضراتِ صحابۂ کرام بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی کسی نامناسب کام کی طرف التفات نہیں کیا۔

(مسندالامام احمد،حدیث ابی امامة الباھلی رضی اللہ عنہ،حدیث نمبر:22868)

☆بیہقی اور مشکوۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

أن يهوديا ، كان يقال له فلان حبر كان له على رسول الله صلى الله عليه وسلم دنانير فتقاضاها النبى صلى الله عليه وسلم فقال له: يا يهودى ، ما عندى ما أعطيك قال: فإنى لا أفارقك يا محمد حتى تعطينى ، فقال صلى الله عليه وسلم : إذا أجلس معك ،

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی یہودی سے قرض لیا، اس شخص نے مقررہ وقت سے پہلے آکر رقم کا مطالبہ کیا اور کہنے لگا: جب تک آپ رقم نہیں دینگے میں آپ کو یہاں سے جانے نہیں دونگا!

فجلس معه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر والمغرب والعشاء الآخرة والغداة،وكان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يتهددونه ويتوعدونه ففطن رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما الذى تصنعون به ؟ فقالوا : يا رسول الله ، يهودى يحبسك ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : منعنى ربى أن أظلم معاهدا ولا غيره ، فلما ترجل النهار قال اليهودى أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، وشطر مالى فى سبيل الله ، أما والله مافعلت الذى فعلت بك إلا لأنظر إلى نعتك فى التوراة .

آپ اس شخص کے ساتھ نماز ظہر سے دوسرے دن کی فجر تک مسجد میں تشریف فرما رہے، یہودی کی اس حرکت پر صحابۂ کرام اسے تنبیہ کرنے لگے ،صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے! آپ نے فرمایا: ”میرے رب نے مجھے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ میں کسی صاحب معاہدہ شخص پر ظلم کروں۔“ آپ کے اخلاق عالیہ کو دیکھ کر وہ یہودی کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ میری تمام دولت کا آدھا حصہ اللہ تعالی کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ میں نے جو کچھ حرکت کی، قسم بخدا! اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توراۃ میں آپ کی نعت وتوصیف پڑھی تھی کہ

محمد بن عبد الله مولده بمكة ومهاجره بطيبة ، وملكه بالشام ليس بفظ ولا غليظ ، ولا سخاب في الأسواق ، ولا متزين بالفحش ، ولا قول الخنا . أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله . وهذا مالي فاحكم فيه بما أراك الله.	''محمد بن عبد اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی، مدینہ منورہ آپ کی ہجرت کا مقام ہوگا، آپ کے اقتدار کے جھنڈے ملک شام میں لہرائیں گے، آپ نہ سخت مزاج ہیں نہ تندخو، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں نہ فحش کلام کرنے والے ہیں، کبھی بیہودہ کلام نہ کریں گے'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور! یہ میرا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جس طرح حکم فرمائے' آپ اس کا فیصلہ فرمادیں۔

(دلائل النبوة للبيهقي،جماع أبواب أسئلة اليهود وغيرهم ، واستبرائهم عن أحوال النبي صلى الله عليه وسلم ، وإسلام من هدى إلى الإسلام منهم ،حديث نمبر:2539۔مشكوة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل،باب فضائل سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم،حديث نمبر:5832)

﴿خلق عظیم، صحابیات کی زبانی﴾

عزیزان گرامی قدر، دین اسلام کی اشاعت کا بڑا سبب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ ہیں ، آپ کے اخلاق سے دشمنوں کے دلوں کی نفرت وکدورت چھٹ جاتی ، کفر وضلالت کا صفایا ہو جاتا، جانی دشمن بھی اگر ناپاک ارادہ سے

دربارِ اقدس میں حاضر ہوتا تو خلقِ عظیم کی عظمت ایسی چھا جاتی کہ اس کی دنیا بدل جاتی، آپ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ما رأيت أحدا أحسن خلقا من رسول الله صلى الله عليه وسلم

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حَسین اخلاق والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، حدیث نمبر:6768)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو قرآن کریم ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرِينِي بِخُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-. قَالَتْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ).

حضرت سعد بن ہشام بن عامر سے روایت ہے، فرمایا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن شریف ہے کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: اور بے شک آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

(مسند احمد، حدیث السیدہ عائشہ، حدیث نمبر:25338)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کی شرح میں لکھا کہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے کیا آپ نے **وانک لعلیٰ خلق عظیم** نہیں پڑھا۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے قرآن پاک کے اوامر ونواہی پر حضور کے جیسا کوئی عمل کرنے والا نہیں۔

تعنی کان خلقه مذكورا في القرآن في قوله تعالى وإنك لعلى خلق عظيم القلم تعنى أن العظيم إذا عظم أمرا لم يقدر أحد قدره ولم يعرف أحد طوره.

(مرقاۃ المفاتیح ، کتاب الایمان ، ج:1، ص:281)

﴿اچھے اخلاق میں اضافہ کی دعاء﴾

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ابد تک حسن اخلاق سے متصف ہیں، اچھے اخلاق کی توصیف بھی اسی لئے ہے کہ سرکار نے ان کا انتخاب فرمایا، اس اخلاق عالیہ کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے حسن اخلاق میں اضافہ وکثرت کی دعا فرمایا کرتے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! تونے میرا ظاہر اچھا بنایا، پس میرے اخلاق مزید اچھے بنا۔''

(مسند احمد ، مسند عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر:3900)

﴿اہل خانہ کے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ﴾

بزرگوں اور دوستوں، اہل خانہ، امہات المؤمنین، رشتہ دار، کمسن بچوں کے ساتھ آپ کے حسنِ معاملہ کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ امہات المؤمنین کے ساتھ نرم گفتگو فرماتے، سخت کلامی سے نہایت دوری پسند رہی، گھر کے کاموں میں ازواج مطہرات کا تعاون فرماتے، جس برتن سے وہ کھاتے پیتے اس میں آپ تناول فرماتے، بوقت ضرورت لباس پاک بنفس نفیس سینے کو عیب نہ جانتے، کبھی کبھی نعلین شریفین سی لیا کرتے۔

عَنْ عَـائِشَةَ قَـالَـتْ قَـالَ رَسُـولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسـلم - خَيْـرُكُـمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي .

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سب اچھا وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہوں۔''

(جامع ترمذی ، باب فضل ازواج النبی ، حدیث نمبر:4269)

عَنِ الأَسْـوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْـتُ لِعَـائِشَةَ أَيُّ شَيْءٍ كَـانَ الـنَّبِيُّ -صـلى الله عليـه وسلم -يَصْنَعُ إِذَا دَخَـلَ بَيْتَـهُ قَـالَـتْ كَـانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ .

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے پوچھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کاشانۂ اقدس میں تشریف لاتے تو آپ کا عمل کیا ہوتا؟ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے کام میں تعاون فرمایا کرتے۔

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاۃُ قَامَ فَصَلّٰی. پھر جب نماز کا وقت آتا تو مسجد میں کھڑے ہوتے اور نماز ادا فرماتے۔

(جامع ترمذی ، باب صفة القيامة ، حديث نمبر:2677)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد سے ہم نشینوں کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق پوچھا تو فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ رو، نرم خو اور نرم مزاج رہتے ، نہ سخت مزاج تھے نہ سخت دل، نہ چلانے والے، نہ بدکلام، نہ عیب لگانے والے، نہ جھگڑا کرنے والے، جس چیز کی خواہش نہ رکھتے اُس سے چشم پوشی فرماتے لیکن اُس کی امید کرنے والے کو اُس سے مایوس و نامراد نہ کرتے، اپنے آپ کو تین چیزوں سے دور رکھا: جھگڑے، تکبر اور بے فائدہ باتوں سے، اور تین چیزوں سے لوگوں کو بچائے رکھتے: نہ کسی کی برائی بیان کرتے، نہ کسی کو عیب لگاتے، نہ کسی کا عیب تلاش کرتے، گفتگو نہ کرتے مگر وہی جس میں ثواب کی امید رکھتے، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہمنشین سر جھکا لیتے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ خاموش ہوتے تو ہمنشین گفتگو کرتے، وہ آپ کے پاس کسی بات پر نہ جھگڑتے، جو شخص آپ کی خدمت میں اجازت لے کر بات کرتا اُس کے لئے سب لوگ خاموش رہتے جبکہ وہ خاموش نہ ہو جائے، تمام لوگوں کی گفتگو آپ کے پاس پہلے آدمی کی گفتگو کی طرح ہوتی، جس بات سے اہل مجلس ہنستے اُس سے آپ بھی مسکراتے اور جس بات سے دوسرے تعجب کرتے آپ بھی تعجب کرتے، اجنبی شخص کی گفتگو اور سوال میں سختی پر صبر کرتے یہاں تک کہ آپ کے اصحاب اجنبی افراد کو آپ کی خدمت میں لاتے تا کہ اُن کے سوالات اور حضور کے جوابات سن کر فائدہ اُٹھائیں، آپ

فرمایا کرتے: جب کسی حاجتمند کو حاجت طلب کرتے دیکھو تو اس کی مدد کیا کرو، تعریف اُسی وقت قابل قبول جانتے جو احسان کے مقابل ہو، کسی کی بات نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے آگے بڑھ جائے تو اُسے روکتے یا وہاں سے اُٹھ کر تشریف لے جاتے۔

(شمائل ترمذی ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿صفت حیاء﴾

سامعین کرام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صفت حیاء کمال درجہ پر تھی،

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ -رضی اللہ عنہ -قَالَ كَانَ النَّبِيُّ - صلی اللہ علیہ وسلم -أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے کئی درجہ زیادہ حیادار تھے۔“

(صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، حدیث نمبر:3562)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

وکان إذا کرہ شیئا عرفناہ فی وجھہ .

جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو اُس کو آپ کے چہرۂ انور سے پہچان لیتے؛ کیونکہ چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوتے۔

(دلائل النبوة للبیہقی ، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ واخلاقہ علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:257)

کسی شخص کو کسی کام سے منع کرنا مقصود ہو تو نہایت لطیف انداز سے فرماتے یا کنایۃً فرماتے یا دوسروں کو اُبھارتے کہ وہ اُس شخص کو روکیں چنانچہ دلائل النبوۃ میں

روایت ہے:

عن أنس ، أن رجلا دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ، وعلیه أثر صفرة وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم ، قلما یواجه رجلا فی وجهه بشیء یکرهه فلما خرج ، قال : لو أمرتم هذا أن یغسل ذا عنه.	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوتے کہ اُن کو کوئی زرد چیز لگی ہوئی تھی ، بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ کسی سے اس چیز کے ساتھ ملیں جس کو آپ ناپسند کرتے ہوں ، جب وہ صاحب چلے گئے تو حاضرین سے فرمایا: بہتر ہوگا کہ تم اِنہیں وہ زردی دھونے کے لئے کہہ دو۔

(دلائل النبوۃ للبیهقی ، باب ذکر اخبار رویت فی شمائله واخلاقه علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:258)

عن عائشة ، قالت : کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا بلغه عن الرجل الشیء لم یقل :ما بال فلان یقول ؟ ولکن یقول : ما بال أقوام یقولون کذا وکذا	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی کوئی چیز بری معلوم ہوتی تو یہ نہیں فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے اس طرح کہتا ہے لیکن یہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کہتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیهقی ، باب ذکر اخبار رویت فی شمائله واخلاقه علی طریق الاختصار ، حدیث نمبر:259)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ حیاء کی وجہ سے کسی کے چہرہ پر نگاہ جمائے نہ رکھتے، کسی ناپسندیدہ بات کو بیان کرنا اگر ضروری ہو جاتا تو اشارہ کنایہ کے ساتھ فرماتے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لاَ یَحِلُّ لاِمْرِءٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ أَنْ یَسْقِیَ مَاءَہُ زَرْعَ غَیْرِہِ.

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ اپنے پانی سے کسی دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرے۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی وطئی السبایا، حدیث نمبر: 2160)

عفو اور بردباری

حضرات، کوئی شخص کیسا ہی بردبار ہو اُس سے کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے، جب تکلیف پہنچی تو اُس نے بردباری کے خلاف حرکت کی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلم و بردباری میں اس قدر کمال حاصل ہے کہ دشمنانِ اسلام نے آپ کو انتہائی اذیتیں دیں، آپ کے اصحاب کو ستایا، خاندان والوں کو بُرا بھلا کہا، ذات پر مختلف الزامات عائد کئے یہاں تک کہ جسمانی تکلیف بھی پہنچائی، ہر موقع پر آپ نے عفو و درگزر سے کام لیا، نہایت بردباری کے ساتھ ردعمل کیا۔

عَنْ عَائِشَةَ -رضی اللہ عنہا -قَالَتْ مَا خُیِّرَ النَّبِیُّ -صلی اللہ علیہ وسلم -بَیْنَ أَمْرَیْنِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دو چیزوں کے درمیان اختیار نہیں دیا گیا

إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا ، مَا لَمْ يَأْثَمْ ، فَإِذَا كَانَ الإِثْمُ كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ ،وَاللَّهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَى إِلَيْهِ قَطُّ ، حَتَّى تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللَّهِ ، فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ .	مگر آپ نے آسان ترین چیز کو اختیار فرمایا جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو، جب وہ گناہ ہو تو آپ اُس سے سب سے زیادہ دور رہتے ، اللہ کی قسم ! آپ نے کبھی کبھی اپنی ذات کے لئے کسی بات کا انتقام نہیں لیا یہاں تک کہ اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال نہ کیا جائے ، اگر اللہ تعالی کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔''

(صحیح البخاری ، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود والانتقام لحرمات الله ، حديث نمبر:6786)

جاء وا برجل منهم إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال : إن هذا أراد أن يقتلک فقال النبي صلى الله عليه وسلم : لن تراع لن تراع ولو أردت ذلک لم تسلط على .	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لوگوں نے ایک شخص کو لایا اور کہا کہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کو شہید کردے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بردباری کے ساتھ فرمایا: ڈرومت ، اگر تم نے یہ ارادہ کیا ہے تو تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے۔

(معجم الصحابة، لابن قانع ، جعدة بن معاوية جشمی ، حدیث نمبر:248)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بڑا یہودی عالم زید بن سعنہ آیا اور آپ سے قرض کا مطالبہ کرنے لگا جو آپ کے ذمہ تھا، پھر

شانۂ مبارک سے چادر کو سختی کے ساتھ کھینچ کر چلّانے لگا پھر کہا کہ تم عبدالمطلب کی اولاد ٹال مٹول کرنے والے ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے جھڑک دیا اور سختی سے بات کی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمارہے تھے پھر آپ نے فرمایا: قرض کی ادائی کے لئے تین دن باقی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے مال سے قرض ادا کریں اور اُسے خوفزدہ کرنے کی وجہ سے بیس صاع زیادہ دیں، یہی واقعہ اُن کے اسلام لانے کا سبب بنا، وہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نبوت کی تمام علامتیں دیکھ لی تھیں سوائے دو علامتوں کے؛ جس کی مجھے خبر نہ ہوئی تھی ایک یہ کہ آپ کی بردباری نامناسب رویہ پر غالب رہے گی، دوسرے آپ کے ساتھ سخت ترین بد اخلاقی کی وجہ سے آپ کی اور زیادہ بردباری ظاہر ہوگی، مجھے یہ بات بتائی گئی تھی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی پایا جیسے آپ کی صفت بیان کی گئی تھی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ، القسم الاول)

شانِ تواضع

سامعین محترم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت میں امامت کا درجہ حاصل ہے، خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ہیں، زمین وآسمان میں آپ کے دو دو وزیر موجود ہیں، مراتب کی بلندی اور ہر کمال پر فائز ہونے کے باوجود آپ میں تواضع کی شان بلند درجہ کی ہے، آپ کی مبارک زندگی میں سادگی تھی، طبیعت میں تکلف وتصنع نہ تھا، فقراء کے ساتھ بیٹھ جاتے، اُن کی دعوت قبول کرتے،

دراز گوش پر سوار ہوتے، دراز گوش پر سوار شخص کے پیچھے بیٹھتے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيفٍ عَلَيْهِ إِكَافُ لِيف	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کرتے، جنازے میں شریک ہوتے ، دراز گوش پر سوار ہوتے ، غلام کی پکار کا جواب دیتے، بنی قریظہ کے دن دراز گوش پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے چھال کی تھی اور اس پر چھال کا پالان تھا۔

(سنن ترمذی ، ابواب الجنائز ، باب اخر (عیادۃ المریض وشهود الجنازة)، حدیث نمبر:1033)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع یہ تھی کہ جو کی روٹی اور بودار سالن پر آپ کو دعوت دی جاتی تب بھی آپ دعوت کو قبول فرماتے، آپ نے ایک بوسیدہ کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک چادر تھی جس کی قیمت صرف چار درہم تھی اور حج کے موقع پر آپ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو مقبول حج بنا جس میں دکھاوا اور شہرت نہ ہو۔

جبکہ آپ کا حج اس شان کا تھا کہ اس موقع پر ہر طرف سے لوگ جمع ہوئے اور آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ، القسم الاول ، تواضع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا کہ نبوت کے ساتھ

شاہانہ زندگی گزاریں یا چاہیں تو بندے کی زندگی گزاریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندے کی زندگی گزارنے کو پسند فرمایا، حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا: آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے جو تواضع اختیار فرمایا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ آپ قیامت کے دن اولادِ آدم کے سردار ہیں، سب سے پہلے آپ روضۂ اطہر سے نمودار ہوں گے اور سب سے پہلے شفاعت کریں گے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفی ، القسم الاول ، تواضع ......)

امام الانبیاء ہونے اور تمام انبیاء پر فضیلت و برتری حاصل ہونے کے باوجود آپ نے تواضع کے طور پر یہ ارشاد فرمایا:

لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ. مجھے انبیاء کرام کے درمیان فضیلت مت دو،

لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسٰى. مجھے موسیٰ علیہ الاسلام پر فضیلت مت دو۔

(صحیح بخاری ، کتاب الخصومات ، باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیھودی ، حدیث نمبر: 2411/2412)

اس قسم کے ارشاد آپ کی تواضع کی بنیاد پر ہیں ورنہ آپ کا آخری نبی ہونا اور شب معراج انبیاء کرام کی امامت کرنا وغیرہ آپ کے سب نبیوں سے افضل ہونے کو بتاتا ہے۔

﴿رحمت وشفقت﴾

حاضرین باتمکین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا، لہذا آپ چھوٹے بڑے

مردو عورت، امیر وغریب، ضعیف وقوی، دوست ودشمن ہر ایک ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتے۔

امت پر ایسے شفیق ومہربان ہیں کہ کئی امور کو آپ نے اس لئے چھوڑا کہ امت پر فرض نہ ہو جائیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ

اگر مجھے اپنی امت پر گراں ہونے کا اندیشہ نہ ہوگا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم ضرور دیتا۔

(صحيح بخاری، كتاب الجمعة ، باب السواك يوم الجمعة ، حديث نمبر:887)

اس طرح نماز عشاء کو تاخیر سے ادا کرنے کے بارے میں حدیث پاک وارد ہے۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا هَكَذَا

اگر مجھے اپنی امت پر گراں ہونے کا اندیشہ نہ ہوگا تو میں انہیں عشاء کی نماز اسطرح (تاخیر سے) پڑھنے کا حکم ضرور دیتا۔

(صحيح بخاری ، كتاب مواقيت الصلوٰة ، باب النوم قبل العشاء لمن غلب ، حديث نمبر:571)

بچوں پر نہایت شفقت فرماتے، بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موسم کا پہلا میوہ حاضر کیا جاتا تو آپ اُسے بوسہ دیتے یا آنکھوں پر رکھتے پھر آپ کے سامنے موجود سب سے چھوٹے بچہ کو عنایت فرماتے۔

(المعجم الكبير للطبرانی ، باب الميم ، من اسمه محمد)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتي ضعفاء المسلمين ، ويزورهم ويعود مرضاهم ، ويشهد جنائزهم

عام مسلمانوں پر بھی شفقت فرماتے ، کمزور مسلمانوں کے پاس تشریف لے جاتے ، اُن میں سے مریضوں کی عیادت کرتے ،اُن کے جنازوں میں شرکت کرتے۔

(مستدرك على الصحيحين ، كتاب التفسير ، تفسير سورة ق ، حديث نمبر:3694)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات پر بھی شفقت فرماتے آپ نے چرندوں' درندوں' پرندوں کو بے جا تکلیف دینے سے منع فرمایا، حیوانات کو باندھ کر نشانہ بنانے سے روکا، یہاں تک کہ آپ نے پرندوں کو ان کے چوزوں سے دور رکھنے کو پسند نہ فرمایا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا .وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا تو آپ نے فرمایا' چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ؟ اُس کے بچے اُسے لوٹا دو ۔' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا،

فَقَالَ مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ . قُلْنَا نَحْنُ .قَالَ إِنَّهُ لاَ يَنبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

تو فرمایا: اس کوکس نے جلایا؟ عرض کیا: ہم نے، فرمایا: آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف آگ کے رب کے لئے ہی سزاوار ہے۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الجهاد ، باب فی کراهية حرق العدو بالنار، حدیث نمبر:2675)

﴿جود وسخا﴾

حضرات گرامی قدر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں جود وسخا کمال درجہ پر ہے، لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہیں، آپ کی سخاوت اس لئے نہیں کہ کوئی ستائش مقصود ہو یا عیب سے بچنا ہو، نہ فخر کے لئے ہے اور نہ تعریف کرنے والے کوموہ لینے کے لئے ہے بلکہ صرف اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرنے میں اپنی ذات پر اور اہل وعیال پر دوسروں کو ترجیح دیتے، جو شخص زیادہ ضرورت مند ہوتا اُسے عطا فرماتے، جس شخص کو تھوڑے کی ضرورت ہوتی اُسے زیادہ عطا فرماتے، راہِ خدا میں مال کثیر خرچ کرتے اور اُسے کم سمجھتے، بہت زیادہ عنایت فرما کر زیادہ نہیں سمجھتے۔

مَا سُئِلَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لاَ

آپ سے ایسی کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا گیا جس کو آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

(صحیح بخاری ، کتاب الادب ، باب حسن الخلق و السخاء وما یکره من البخل ، حدیث نمبر:6034)

فقیروں، یتیموں، بیواؤں پر خرچ کرتے، غلاموں کو آزادی دلوانے کے لئے خرچ کرتے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر خواہش کی کہ اُنہیں عطا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: اس وقت میرے پاس (بظاہر) کچھ نہیں ہے لیکن تم میرے حوالہ سے خرید لو، جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں ادا کردوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس شخص کو ایک مرتبہ عطا فرمایا ہے، اور اللہ تعالی نے آپ کو طاقت سے زیادہ مہ داری نہیں دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کی بات پسند نہ فرمائی، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خرچ کریں اور عرش والے خدا سے تنگی کا اندیشہ نہ کریں، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاری صحابی کی بات کی وجہ سے آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے، پھر فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم)

حضرت ابن شہاب نے بیان کیا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ فتح کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر چلے، مقام حُنین میں معرکہ بپا ہوا تو اللہ تعالی نے اپنے دین کی اور مسلمانوں کی مدد فرمائی، اُس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطا فرمائے پھر سو اونٹ عطا فرمائے۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

حضرت ابن شہاب نے فرمایا: مجھے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

أَنَّ صَفْوَانَ قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَا أَعْطَانِي وَإِنَّهُ لَأَبْغَضُ النَّاسِ إِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِينِي حَتَّى إِنَّهُ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ.

کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا جو عطا فرمایا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص تھے تو آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ذات ہیں۔

(صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب ماسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قط فقال لا، حدیث نمبر: 6162)

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ أَىْ قَوْمِ أَسْلِمُوا فَوَاللَّهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ. فَقَالَ أَنَسٌ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلاَّ الدُّنْيَا فَمَا يُسْلِمُ حَتَّى يَكُونَ الإِسْلاَمُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان بھر بکریاں مانگی تو آپ نے اُسے عطا فرمادیں ،اس نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا: اے میری قوم! تم سب اسلام لے آؤ؛ کیونکہ اللہ کی قسم! بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوب سرفراز کرتے ہیں، تنگدستی کا خوف نہیں کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً آدمی ایسی حالت میں اسلام قبول کرتا کہ وہ دنیا ہی چاہتا ہے پھر وہ اسلام قبول ہی کرتا ہے کہ اسلام اُس کے پاس دنیا اور اُس کی تمام دولت سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب ماسئل رسول الله صلى الله

علیه و سلم شیئا قط فقال لا، حدیث نمبر: 6160)

عَـنِ ابْـنِ عَبَّـاسٍ قَـالَ كَـانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ ، فَلَرَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہیں ، اور آپ اُس وقت اورزیادہ سخاوت فرماتے جب ماہِ رمضان میں جبیریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے ، وہ آپ سے ماہِ رمضان کی ہر رات ملاقات کرتے اور قرآن کریم کا دور کرتے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندھن کھلی ہوئی ہوا سے زیادہ خیر کی سخاوت کرنے والے ہیں۔

(صحیح بخاری ، باب بدء الوحی ، حدیث نمبر:6)

﴿عدل وانصاف﴾

سامعین ذی احترام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں، عدل وانصاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوکر کمال کو پہنچا، آپ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمایا، آپ کی تقسیم' فیصلہ جات اور آپ کے تمام امور میں کامل طور پر عدل پایا جاتا ہے، دنیا کو آپ نے انصاف سکھایا، انصاف کی مثال قائم کی، دنیا والے اگر عدل وانصاف میں آپ کو نمونہ بنالیں تو یقیناً تمام فیصلہ جات تعصب اور جانبداری سے محفوظ رہیں گے اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے کا مرحلہ آیا تو انصار نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ . فَقَالَ لَا تَدَعُونَ مِنْهَا دِرْهَمًا .

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اُن کا ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الجهاد والسير ، باب فداء المشركين ، حديث نمبر:3048)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کی خوبی کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا، اعلان نبوت سے پہلے جب قبائل میں کعبہ کی بنیاد رکھنے سے متعلق اختلاف واقع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منصفانہ فیصلہ فرمایا، حجر اسود کو چادر پر رکھنے کے بعد فرمایا کہ اس چادر کو ہر قبیلہ کا سردار اُٹھائے، پتھر رکھنے کے موقع آپ نے اُسے اُٹھا کر اپنے دست مبارک سے رکھا۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ : زَحَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ وَفِي رِجْلِي نَعْلٌ كَثِيفَةٌ ، فَوَطِئْتُ بِهَا عَلَى رِجْلِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما عرب کے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے موقع پر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدہام میں تھا، میرے پیر میں سخت جوتی تھی، میں نے ازدہام کے باعث نادانستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو روندا

فَنَفَحَنِی نَفْحَةً بِسَوْطٍ فِی یَدِهِ وَقَالَ : بِسْمِ اللَّهِ أَوْجَعْتَنِی . قَالَ :فَبِتُّ لِنَفْسِی لائِماً أَقُولُ أَوْجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم .قَالَ : فَبِتُّ بِلَيْلَةٍ كَمَا يَعْلَمُ اللَّهُ ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا رَجُلٌ يَقُولُ : أَيْنَ فُلاَنٌ؟ قَالَ قُلْتُ :هَذَا وَاللَّهِ الَّذِی كَانَ مِنِّی بِالْأَمْسِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مُتَخَوِّفٌ ، فَقَالَ لِی رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم: إِنَّكَ وَطِئْتَ بِنَعْلِكَ عَلَى رِجْلِی بِالْأَمْسِ فَأَوْجَعْتَنِی ، فَنَفَحْتُكَ نَفْحَةً بِالسَّوْطِ ، فَهَذِهِ ثَمَانُونَ نَعْجَةً فَخُذْهَا بِهَا .

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے سے مجھے ہٹایا جو آپ کے ہاتھ میں موجود تھا اور فرمایا: بسم اللہ، تم نے مجھے درد زدہ کیا، راوی کہتے ہیں : میں نے اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے رات گزاری کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، میں نے رات گزاری جیسا اللہ تعالی جانتا ہے، جب ہم نے صبح کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب کہتے ہیں: فلاں شخص کہاں ہے؟ روای کہتے ہیں: میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی غلطی ہے جو کل مجھ سے سرزد ہوئی، تو میں خوف کے عالم میں چلا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے کل اپنی جوتی سے میرا پیر روند کر مجھے تکلیف دی تو میں نے کوڑے سے تمہیں ہٹایا تھا، یہ اسّی بکریاں ہیں، اُس ہٹانے کے بدلہ لے لو۔

(سنن دارمی ،مقدمه ، باب فی سخاء النبی صلی الله علیه وسلم ، حدیث نمبر:73)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلاثَةٍ عَلَى بَعِيرٍ كَانَ أَبُو لُبَابَةَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ زَمِيلَىْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَكَانَتْ عُقْبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَقَالا نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ . فَقَالَ مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي وَلا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الأَجْرِ مِنْكُمَا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ بدر کا موقع تھا، ہم میں ہر تین افراد کے لئے ایک اونٹ تھا، ابولبابہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سوار رہیں، ہم آپ کی جانب سے پیدل چلیں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: تم چلنے کے لئے مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے بے نیاز ہوں۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، حدیث نمبر:3978)

حاضرین کرام! غرض حیات رحمۃ للعالمین کا ہر گوشہ ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......انسانی حقوق کا عالمی منشور......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ o صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

محترم حاضرین! خطبہ مسنونہ میں جس آیت مقدسہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہوں اس کا ترجمہ یہ ہے: اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔(سورۃ الحجرات۔13)

برادران اسلام! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اسلامی تعلیمات کا مغز وعطر عطا فرمایا، نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے ایک آفاقی پیغام دیا، انسانی حقوق کا ذکر فرمایا، بنی نوع انسان کے تمام اصناف سے متعلق حقوق وفرائض بیان فرمائے، ان کی فکری واعتقادی اور عملی واخلاقی زندگی کے لئے رہنمایانہ ارشادات صادر فرمائے اور ساری انسانیت کوایک ناقابل تبدیل الٰہی قانون عنایت فرما کر عظیم احسان فرمایا۔

حجۃ الوداع کے اس خطبہ کوشرعی وفقہی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس خطبہ سے کئی احکام مستنبط ہوتے ہیں، اسکے ایک ایک جملہ سے مسائل حل ہوتے ہیں، اس عظیم خطبہ کومعاشی ومعاشرتی حیثیت سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں معاشی واقتصادی مسائل کا حل موجود ہے اور عائلی ومعاشرتی احکام کی تفصیل ہے، اس عظیم خطبہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی سماجی ومعاشرتی زندگی کے لئے سنہری اصول بیان کئے ہیں، جن کی معرفت اوران پرعمل آوری معاشرہ کے ہرفرد کے لئے نہایت ضروری ہے، یہ مبارک خطبہ عالمی اور بین الاقوامی روابط وتعلقات کے اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں انسانی حقوق کی بابت ایسے اہم اور ضروری ارشادات ہیں جو قانون داں وقانون ساز افراد کے لیے قانون مدون کرنے اور دستور وضع کرنے کے سلسلہ میں بیک وقت مشعل راہ اور منزل مقصود کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج میں آپ حضرات کے سامنے وہ مبارک خطبہ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

﴿خطبۂ حجۃ الوداع﴾

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ	تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد کرتے ہیں،

وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ	اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب
وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ	کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور
أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَآتِ	اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ میں آتے
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ	ہیں۔جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ
مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ	نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی
هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ	ہدایت نہیں دے سکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ
إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ	تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک
لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ	ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد
وَرَسُولُهُ.	صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ، حدیث نمبر: 1967، کنزالعمال ،کتاب المواعظ والرقائق والخطب والحکم ،فصل فی جامع المواعظ والخطب، حدیث نمبر:44147)

أَيُّهَا النّاسُ اسْمَعُوا قَوْلِي ، فَإِنّي	لوگو! مجھ سے سنو، میں تمہیں بیان کرتا ہوں،
لَا أَدْرِي لَعَلّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ	کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اس سال کے بعد
عَامِي هَذَا بِهَذَا الْمَوْقِفِ أَبَدًا	اس جگہ میری تم سے کبھی ملاقات ہو۔

(سیرۃابن ھشام ،حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ......إِنَّ دِمَاءَكُمْ	لوگو! یقیناً تمہارے خون ،تمہارے مال اور
وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ	تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہیں،

كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اللَّهُمَّ اشْهَدْ!

جیسے تمہارا آج کا دن، تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے، سنو! کیا میں نے پیغام حق پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ و سلم، حدیث نمبر 3009۔ کنزالعمال ، کتاب الحج و العمرۃ، حدیث نمبر:12355)

فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنْ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا وَانّ كُلَّ رِبًا مَوْضُوعٌ وَلَكِنْ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ. قَضَى اللّٰهُ أَنّهُ لَا رِبَا ، وَإِنّ رِبَا عَبّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطّلِبِ مَوْضُوعٌ كُلّهُ وَأَنّ كُلّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيّةِ مَوْضُوعٌ وَإِنّ أَوّلَ دِمَائِكُمْ أَضَعُ دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطّلِبِ

جس شخص کے پاس کوئی امانت ہو، وہ اس شخص کو ادا کر دے جس نے اس کے پاس امانت رکھائی۔ جاہلیت کا سارا سود معاف ہے، البتہ اصل مال تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ سود نہیں لینا چاہیے اور پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ یقیناً جاہلیت کا خون معاف ہے اور پہلا خون جسے میں ساقط کر رہا ہوں (میرے چچا کے بیٹے) ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام ،حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

أَلاَ إِنَّ كُلَّ مَأْثَرَةٍ كَانَتْ تُعَدُّ أَوْ تُدْعَى تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ إِلَّا السِّدَانَةَ وَالسِّقَايَةَ-

بے شک جاہلیت کے منصب و عہدے گرادیئے جاتے ہیں، سوائے خانہ ءکعبہ کی رکھوالی اور حجاج کو پانی پلانے کے۔

(کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ، الباب الثالث :فی العمرۃ وفضائلھا واحکامھا، حدیث نمبر12358)

إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلاَ وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ التَّابِعَةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ تُنْفِقُ امْرَأَةٌ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا .. .الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ.

لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے۔لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت نہ کی جائے، بچہ اسی شخص کی جانب منسوب ہوگا جس کی بیوی سے وہ پیدا ہوا اور حرام کاری کرنے والے کے لیے پتھر ہے، اور اُن کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جس شخص نے اپنی نسبت اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی جانب کی یا کوئی غلام اپنے آقا کے بجائے کسی اور کو اپنا آقا بتائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔کسی خاتون کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے، عاریۃً (محض استعمال کے لئے) لی ہوئی چیز واپس کردی جائے، تحفہ کا بدلہ دیا جائے قرض قابل ادائیگی ہے، اور جو شخص کسی کا ضامن ہو، تاوان وہی ادا کرے۔

(جامع الترمذی،ابواب الوصایا، باب ما جاء لا وصیة لوارث . حدیث نمبر2266)

وَأَنّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ فَلَا يَحِلّ لِامْرِءٍ مِنْ أَخِيهِ إِلّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ۔	اے لوگو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ خوشدلی سے پیش کرے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ، كتاب العلم ،حديث نمبر -290سيرة ابن هشام، خطبة الرسول فى حجة الوداع)

أَيّهَا النّاسُ إِنّ النّسِيءَ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلّ بِهِ الّذِينَ كَفَرُوا، يُحِلّونَهُ عَامًا وَيُحَرّمُونَهُ عَامًا ، لِيُوَاطِئُوا عِدّةَ مَا حَرّمَ اللّهُ فَيُحِلّوا مَا حَرّمَ اللّهُ وَيُحَرّمُوا مَا أَحَلّ اللّهُ . وَإِنّ الزّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّهُ السّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ	اے لوگو! سال میں مہینوں کو آگے پیچھے کرنا' کفر میں اضافہ کا باعث ہے، کفار اس کے ذریعہ مزید بھٹکائے جاتے ہیں' وہ ایک سال کو حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال کو حرام قرار دیتے ہیں تا کہ ان مہینوں کی تعداد پوری کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قابل حرمت بنایا ہے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ یقیناً زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا ہے' جیسا اُس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

وَإِنّ عِدّةَ الشّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَةٌ وَرَجَبُ مُضَرَ ، الّذِى بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ .	بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ہے، جس دن اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اُن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل اور ایک تنہا، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔

(سیرۃ ابن ھشام ،حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِى كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .	خبردار! تم لوگ میرے بعد گمراہ مت ہوجاؤ کہ آپسی جنگ و جدال، کشت وخون میں مبتلا رہو۔

(صحیح البخاری ، المغازی، باب حجۃ الوداع حدیث نمبر4403)

أَرِقَّاءَ كُمْ أَرِقَّاءَ كُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَإِنْ جَاءُوا بِذَنْبٍ لَا تُرِيدُونَ أَنْ تَغْفِرُوهُ فَبِيعُوا عَبَّادَ اللّٰهِ وَلَا تُعَذِّبُوهُمْ.	اے لوگو! اپنے غلاموں اور باندیوں کا خیال رکھو، اپنے غلاموں اور باندیوں سے اچھا سلوک کرو! انہیں اس میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو! اگر وہ ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! اُن کو فروخت کر دو اور انہیں تکلیف نہ دو۔

(المعجم الکبیر ،حدیث نمبر18093)

أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقًّا ، لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ وَعَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا ، وَإِنَّكُمْ إِنَّمَا أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ .

اے لوگو! تمہارے اوپر تمہاری بیویوں کے حقوق واجب ہیں اور اُن کے ذمہ تمہارے حقوق ہیں، تمہاری عورتوں کے ذمہ تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور یہ بھی اُن کی ذمہ داری ہے کہ کوئی بے حیائی کا عمل نہ کریں، اگر وہ ایسا کوئی عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم انہیں خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انہیں ہلکی سی تنبیہ کرو، اگر وہ باز آجائیں تو دستور کے مطابق نان نفقہ اور لباس اُن کا حق ہے۔ عورتوں سے متعلق بھلائی کی نصیحت قبول کرو! کیونکہ وہ تمہاری پابند اور تمہارے زیر فرماں ہیں۔ وہ خود اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتیں، لہٰذا تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے ساتھ حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی کی برکت سے وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام، حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

فَإِنّ الشّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ مِنْ أَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ هَذِهِ أَبَدًا ، وَلَكِنّهُ إِنْ يُطَعْ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ فَقَدْ رَضِيَ بِهِ مِمّا تَحْقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَاحْذَرُوهُ عَلَى دِينِكُمْ .	اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین پر اس کی عبادت کی جائے' لیکن وہ اس بات سے خوش ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی چیزوں میں اس کی اطاعت کی جائے جنہیں تم اپنے اعمال میں کمتر اور حقیر سمجھتے ہو' لہٰذا تم اپنے دین کے بارے میں شیطان سے بچتے رہو۔

(سیرۃ ابن ھشام ،حجۃ الوداع، خطبۃ الرسول فی حجۃ الوداع)

أَلاَ تَسْمَعُونَ ؟ ..اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ-	دیکھو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو' پنج وقتہ نماز ادا کرو' تم اپنے ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھو، خوشدلی سے اپنے اموال کی زکوٰۃ دو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے ائمہ و امراء کی اطاعت کرو! تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(مسند أحمد، حديث أبى أمامة الباهلى ،حديث نمبر22818)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِى أَهْلَ بَيْتِى .(وَفِى رِوَايَةٍ : وَسُنَّتِىْ)	اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی کہ جب تک تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے (میرے بعد) ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری اہل بیت (ایک روایت میں ہے میری سنت)

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه و سلم حديث نمبر 4155- المستدرك على الصحيحين للحاكم ،حديث نمبر291)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلاَ إِنَّ رَبَّكُمْ	اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے والد
وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلاَ	ایک ہیں،تم سب آدم (علیہ السلام) سے ہو اور
لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى	آدم (علیہ السلام) مٹی سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے
أَعْجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى	پاس تم میں بزرگ ترین وہ شخص ہے جو سب سے
عَرَبِيٍّ وَلاَلِأَحْمَرَ عَلَى	زیادہ پرہیز گار ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی
أَسْوَدَ وَلاَلِأَسْوَدَ عَلَى	فضیلت وفوقیت حاصل نہیں بجز تقویٰ کے۔سنو!
أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى .إِنَّ	کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ.	حاضرین نے عرض کیا: ہاں! (آپ نے پیغام حق
أَلاَ هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا	پہنچادیا) آپ نے ارشاد فرمایا جو حاضر ہے اسے
نَعَم.قَالَ :اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ،	چاہیے کہ غائب تک یہ پیغام حق پہنچا دے کیونکہ
فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ،	اکثر جس کو بات پہنچائی جائے وہ راست سننے
فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ	والے سے زیادہ اس کو یادرکھنے والا ہوتا ہے۔

(صحيح البخاری كتاب الحج ، باب الخطبة ايام منى،حديث نمبر : 1741،مسند احمد حديث نمبر: 24204، شعب الايمان للبيهقي،حديث نمبر:4921 كنزالعمال،حديث نمبر:5652)

بین الاقوامی اسلامی نظام کا اعلان

برادران اسلام! حجۃ الوداع کے اس تاریخ ساز و یادگار، مبارک و مقدس خطبہ میں شہنشاہ کون ومکان، رحمت عالمیان، ہادی انس وجان، معلم کتاب وحکمت، محسن انسانیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام رسم ورواج اور اس کے فرسودہ نظام کو منسوخ کردیا اور ناقابل اعتبار قرار دیا، جو ظلم وستم، جبر واستبداد، بربریت ودہشت گردی جیسے مختلف انسانیت سوز امور پر مبنی تھا۔

حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو دور جاہلیت اور اس کے غیر منصفانہ نظام سے نجات عطا فرمائی اور انسانیت کو رہتی دنیا تک کے لئے ایک عالمی و بین الاقوامی اسلامی نظام عطا فرمایا، جس کی اساس و بنیاد عدل وانصاف اور امن وسلامتی پر ہے، جس کا مقصد مظلوموں کو انصاف دلانا، غریبوں اور ناداروں کی فریادرسی کرنا، اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابدی منشور میں انسانیت کو اس کے وہ بنیادی واساسی حقوق عطا فرمائے جو انسانوں کو حاصل ہونا تو درکنار آج تک دنیائے انسانیت اُس سے واقف بھی نہ تھی؛ حجۃ الوداع کا یہ عظیم خطبہ ''قانون انسانی حقوق'' کا نقطۂ آغاز تھا، آپ نے نہ صرف انسانی حقوق کے قانون کو بیان فرمایا بلکہ اُسکے نفاذ کا اعلان فرمایا، مدینہ طیبہ اور تمام مسلم علاقوں میں یہ قانون نافذ العمل ہوا۔

حضور نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد انسانی کو برابر و یکساں قرار دیا، لہٰذا کوئی شخص بحیثیت انسان دوسرے انسان سے فوقیت نہیں رکھتا، رنگ ونسل، قومیت و وطنیت، سیاست وحکومت، دولت وثروت کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا، اس بین الاقوامی

اسلامی نظام کے تحت تمام افراد کو مقامی و بین الاقوامی سطح پر حق زندگی، حق تعلیم، حق رائے دہی، حق تجارت، حق ملکیت، حق نکاح و نیز اظہار رائے کا حق، انصاف چاہنے کا حق، حقوق کے مطالبہ کا حق، دیگر تمام انفرادی واجتماعی، اقتصادی ومعاشرتی حقوق حاصل ہوں گے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب ارباب عقل ودانش اوراصحاب فکرونظر کوانسان کی مظلومیت کا احساس ہوا تو اس وقت پہلی مرتبہ انسانی حقوق کے تعین اوراس کی تدوین سے متعلق آواز اُٹھائی گئی اوراسی اسلامی نظام کو بنیاد بنا کر انسانی حقوق مقرر کئے گئے اور عالمی سطح پر' قانون انسانی حقوق' کا اعلان کیا گیا، جب کہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عالمی جنگ سے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ پہلے ہی ان تمام حقوق کو بیان فرمادیا اور ساری دنیا کو اپنا آفاقی پیام عطا فرمادیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم خطبہ میں انسانیت کے لئے جو اہم حقوق بیان فرمائے ہیں میں یہاں بطور اختصار انہی میں سے چند حقوق کی تشریح کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں:

جان ومال کی حفاظت کے حق کا اعلان

ہرانسان کو زندگی گزارنے کا حق حاصل ہونا چاہئے اور کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کی جان کے درپے ہو اوراسے قتل کروائے، اسی طرح زندگی گزارنے کے لئے مال کی حفاظت ضروری ہے، تاکہ وہ اپنی مرضی سے مال کا تبادلہ کرے اوراپنی حوائج وضروریات کی تکمیل کرسکے، اس کیلئے مال کی حفاظت کا حق دیا جانا ضروری ہے، کسی شخص کے لئے یہ روانہیں کہ وہ دوسرے کے مال کو اسکی مرضی کے بغیر حاصل کرے۔

ان دونوں حقوق کی بنیاد یہ مبارک ارشاد ہے'' لوگو! یقیناً تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت تمہارے پاس قابل احترام ہے''۔

اسلام کے معاشی نظام کی حکمت

معاشرہ کے تمام طبقے اسی وقت ترقی کر سکتے ہیں جبکہ مال و دولت چند افراد میں منجمد اوران کی حد تک محدود نہ ہو، بلکہ تمام افراد میں گردش کرتی رہے، ایسا نہ ہو کہ دولتمند طبقہ دولت سمیٹتا رہے اور تنگدست اور غریب طبقہ کے افراد فقر و تنگدستی سے گھٹ گھٹ کر دم توڑتے رہیں، اس حکمت و پالیسی کے تحت اسلامی نظام میں سود کو حرام اور گناہ قرار دیا گیا، مالداروں پر زکوۃ فرض کی گئی، دیگر صدقات کی ترغیب دی گئی، بعض اعمال میں کوتاہی یا غلطی کی پابجائی کے لئے کفارہ واجب قرار دیا گیا اور مال غنیمت میں خُمس (پانچواں حصہ) مقرر کیا گیا، تاکہ ان ذمہ داریوں کے ذریعہ دولت غریب افراد کی طرف بھی آئے، اور چند افراد ہی میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

اس سلسلہ میں خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمودہ یہ ارشاد ہمارے لئے راہ نما ہے
''جاہلیت کا سارا سود معاف ہے البتہ اصل مال تمہارا حق ہے......تم اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتے رہو!''۔

حق مساوات کا اعلان

برادران اسلام! جس معاشرہ کے افراد اونچ نیچ، ذات پات، بھید بھاؤ، امیر وغریب، رنگ ونسل کے اعتبار سے بٹے ہوئے ہوں، وہاں آپسی تلخیاں اور عداوتیں عموما بہت جلد پیدا ہو جاتی ہیں اور ایسا معاشرہ بہت کم عرصہ میں زوال پذیر ہو جاتا ہے، بہترین سوسائٹی وہی ہے جہاں انسانی افراد میں اونچ نیچ، رنگ ونسل کا تصور نہ ہو، ہر ایک کے

حقوق برابر و یکساں ہوں، تمام افراد کے حقوق میں مساوات و یکسانیت پائی جاتی ہو، اس سلسلہ میں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے، ''کسی عربی کو عجمی پر فضیلت و فوقیت حاصل نہیں بجز تقوی کے'' اس مبارک ارشاد کے ذریعہ انسانوں کو طبقاتی تقسیم کے ذریعہ منتشر کرنے سے منع کیا گیا، انسانی تفاخر کا سدباب کر دیا گیا اور عالمگیر مساوات کا آفاقی اعلان کیا گیا۔

خواتین کے حقوق کا اعلان

دور جاہلیت میں خواتین سے جانبدارانہ' ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا، لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی، لڑکی کو بوجھ سمجھا جاتا، مال متروکہ میں صرف لڑکوں کا حصہ ہوتا اور لڑکیاں اس سے بالکل محروم رہتیں، ماہواری میں عورت کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا' اس کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام سمجھا جاتا، مرد عورت کو جتنی مرتبہ چاہے طلاق دیتا اور عدت کے اختتام پر رجوع کر لیتا، معاشی، معاشرتی، عائلی اور دیگر تمام گوشوں میں عورت مظلوم تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کیلئے ان تمام حقوق کا اعلان فرمایا جس کی وہ مستحق و حقدار تھیں اور عورت کو وہ بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ مرحمت فرمایا کہ کسی دین و مذہب میں اس کا تصور تک نہیں تھا، خطبۂ حجۃ الوداع میں خواتین سے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جامع ارشاد مبارک ہے:

فاتقوا اللہ فی النساء،	خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اُن کے
واستوصوا بھن خیرا	ساتھ بھلائی کرنے کی تاکیدی وصیت قبول کرو۔

(سبل الھدی والرشاد، ج8، الباب الثالث فی سیاق حجۃ الوداع ص:483)

دہشت گردی کا خاتمہ اور بقائے باہمی کا اعلان

دور جاہلیت میں انتقام کی رسم اتنی سخت تھی کہ ایک شخص کے قتل کے بدلے کئی افراد کا قتل کیا جاتا، اور انتقام کا یہ سلسلہ سینکڑوں سال جاری رہتا، معمولی سی بات پر جھگڑا کرنا اور ایک دوسرے کی جان لینا اس دور میں کوئی مشکل کام نہ تھا، اس وجہ سے جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا، جنگ شروع ہوتی تو اس کی کوئی میعاد مقرر نہ ہوتی، غیر میعادی طور پر طویل سے طویل جنگیں لڑی جاتیں، جنگ ''بعاث'' ایک سو بیس (120) سال تک جاری رہی، ان طویل جنگوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ معاشرہ میں کوسوں دور تک امن کا نشان دکھائی نہ دیتا، دہشت و بربریت کا دور دورہ رہتا اور مسلسل خوف و ہراس کا ماحول ہوتا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام کی اس انسانیت سوز اور دہشت گردی پر مبنی رسم کے خاتمہ کا اعلان فرمایا جو صدیوں سے جاری تھی، ارشاد فرمایا ''دور جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں''

یعنی جاہلیت میں جو قتل و خونریزی کا بدلہ لینا باقی تھا وہ اب نہیں لیا جائے گا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کو قابل احترام قرار دیا، ارشاد فرمایا ''تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے درمیان حرمت والے اور قابل احترام ہیں''۔

ان روح پرور ارشادات کے ذریعہ نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہشت گردی کا خاتمہ فرمایا اور امن و سلامتی کا آفاقی پیغام دیتے ہوئے بقائے باہمی کا اعلان فرمایا۔

غلاموں کے حقوق

عہدِ قدیم سے غلام انسانی حقوق سے یکسر محروم تھے، اُن کی حیثیت گھر کے ساز وسامان یا کسی فیکٹری کے اثاثوں سے زیادہ نہ تھی، ان سے دن رات کام لیا جاتا، انہیں

رات گزارنے کے لئے وہ جگہ دی جاتی جہاں جانور باندھے جاتے ہیں، ان کی گردن میں دھات کا ایک طوق ہوتا۔

یورپی قانون میں غلاموں سے متعلق مالک کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ غلام کو کوڑے لگا سکتا اور بعض صورتوں میں اسے قتل بھی کرسکتا، غلاموں کو اپنا نام رکھنے کا اختیار نہیں تھا، انہیں پڑھانا اور تعلیم سے آراستہ کرنا جرم قرار دیا گیا۔ ان پر ظلم وزیادتی کے ایسے تاریک ماحول میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور انہیں انسانی حقوق فراہم کرنے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ غذا اور لباس سے متعلق بھی نصیحت فرمائی، آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اگر وہ ایسی غلطی کریں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! انہیں فروخت کردو اور انہیں تکلیف نہ دو''

برادران اسلام! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حق زندگی اور حق تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ حق بھی عطا فرمایا کہ غلام اگر سیاسی تدبر اور دانشمندی رکھتا ہے تو حکمراں بھی بن سکتا ہے اور سارے لوگوں پر اس کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ولازم ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ''اے لوگو! امیر کی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو اگر چہ تم پر کسی حبشی غلام کو امیر بنایا جائے، جس کی ناک کٹی ہوئی ہو، جب تک وہ تمہارے معاملات میں اللہ کی کتاب کو نافذ کرے۔

برادران اسلام! آج دنیا میں ''قانون انسانی حقوق'' منظور ہونے کے باوجود سوپر پاور طاقتوں نے دفاعی ومعاشی اعتبار سے کمزور مملکتوں کو اپنے زیر فرماں اور ماتحت بنائے رکھا ہے اور ''قانون انسانی حقوق'' کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتے

ہوئے اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر دی ہیں‘ اس طرح ’’قانون انسانی حقوق‘‘ جس فساد وبگاڑ کو ختم کرنے کیلئے وضع کیا گیا تھا اسی کے ذریعہ بدامنی پھیلائی جارہی ہے اور ارباب فکر ونظر نے جس قانون کے ذریعہ انسان کو اسکے حقوق دلانے کا وعدہ کیا تھا اسی قانون کو ظلم وبربریت اور دہشت گردی کی فضا ہموار کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

اگر خطبۂ حجۃ الوداع میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ انسانی حقوق کو عالمی سطح پر آئینی حیثیت دی جائے، اسے نافذ العمل قرار دیتے ہوئے بروئے کار لایا جائے اور اس کی خلاف ورزی پر قانونی کارروائی کی جائے تو دنیا سے ظلم واستبداد کا ماحول ختم ہوجائے گا، امن وامان کی خوشگوار فضا میں ایسے پھول کھلیں گے کہ اُس کی خوشبو سے انسانی زندگی کے تمام گوشے مہک اُٹھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیۡن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

نعت شریف

عشق و تعظیمِ نبی ہی اصل میں ایمان ہے

تاجدار انبیاء پر جان و دل قربان ہے
عشق و تعظیمِ نبی ہی اصل میں ایمان ہے

جگمگا اٹھا زمانہ آئے جب آقا مرے
ظلمتیں سب چھٹ گئیں یہ آپ کا احسان ہے

جشن میلاد النبی پر مؤمنوں خوشیاں کرو!
شکر نعمت کے لئے رب کا یہی فرمان ہے

مکہ نے چومے کف پا اس کی عظمت بڑھ گئی
اس فضیلت کی شہادت آیتِ قرآن ہے

نور سے ان کے بنے لوح و قلم عرش بریں
انجم و شمس و قمر سب میں اُسی سے جان ہے

ڈوبا سورج پلٹا دیکھو! چاند بھی شق ہو گیا
اقتدار مصطفیٰ کی ہر گھڑی اک شان ہے

چشمے پھوٹے فیض کے اور تشنگی سب کی بجھی
لشکر جرار پی کر مست اور فرحان ہے

انگلیوں سے شیریں چشمے آپ کی جاری ہوئے
دیکھ کر منظر زمانہ آج بھی حیران ہے

معجزاتِ مصطفیٰ نے سب پہ واضح کر دیا
کائنات پست و بالا تابع فرمان ہے

لا نبی بعدی ہے خود خاتمیت کا ثبوت
اب نبوت کا تصور کفر ہے، طغیان ہے

خاتم پیغمبراں اور سرور کون و مکاں
رفعتوں کی، عظمتوں کی آپ سے پہچان ہے

ادن منی کی صدا سے ہو رہا ہے یہ عیاں
آپ کی قربت پہ حیراں عالمِ امکان ہے

خلد طیبہ میں عطا فرمایئے دو گز زمیں
میرے آقا اس سگِ در کا یہی ارمان ہے

گلشن انوار مہکا بوئے زلف پاک سے
یہ ضیاءؔ بھی خوشہ چیں اور طالب فیضان ہے

(از: مؤلف)

......نعت شریف......

امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور

خلق خدا میں سیدِ ابرار ہیں حضور
کون ومکاں میں سرور و سردار ہیں حضور

کل کائنات ہے خبر اور مبتدا حضور
ہر شی میں جلوہ گر ہیں ضیا بار ہیں حضور

صورت میں بے مثال ہیں سیرت میں لاجواب
تخلیقِ حق کا واقعی شہکار ہیں حضور

بخشی ہیں حق نے اپنے خزانوں کی کنجیاں
دونوں جہاں کے مالک ومختار ہیں حضور

جن کے قدومِ پاک سے روشن ہیں دو جہاں
ارض وسما میں منبعِ انوار ہیں حضور

دیدارِ حق کے ساتھ تکلّم کا یہ شرف
اسرارِ لامکاں کے خبردار ہیں حضور

اسریٰ کی شب عطا ہوا دیدار بے حجاب
جلوؤں میں حق کی دید کے سرشار ہیں حضور

حاصل ہے قربِ خاص وہ حق کی جناب میں
ہر لحظہ آپ حاضرِ دربار ہیں حضور

روشن جہاں کو کرتے رہے سارے انبیا
نبیوں میں حق کے نور کا مینار ہیں حضور

دشمن کو زیر کر کے کیا عفو و درگزر
امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور

باقی رہے گا تا ابد یہ دینِ حق ضرور
اس دین کی اساس کے معمار ہیں حضور

موت وحیات دونوں بھی طیبہ میں ہوں نصیب
ہم آپ سے اسی کے طلبگار ہیں حضور

محشر میں بخشوائیں ہمیں شاہ انبیاء
شافع بھی ہیں شفیع بھی ہیں غمخوار ہیں حضور

کچھ بھی نہیں ہے حسنِ عمل اس ضیؔا کے پاس
اس بے نوا کے آپ مددگار ہیں حضور

(از: مؤلف)

نعت شریف

ایک زندہ معجزہ ہے بلاغت رسول کی

جس دل میں ہوگی جاگزیں اُلفت رسول کی
اُس کو نصیب ہوگی حمایت رسول کی

محبوبِ حق وہ ہوگیا اور فائز المرام
کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی

بے مثل و بے مثال ہے وہ پیکرِ جمال
کیا زلف ورخ ہوں' قد ہو کہ قامت رسول کی

قبلہ بدل گیا رُخ زیبا جو اُٹھ گیا
مرضی وہ حق کی ہے جو ہے چاہت رسول کی

لفظوں میں موجزن ہیں معانی کے سمندر
ایک زندہ معجزہ ہے بلاغت رسول کی

بہر سلام آتے فرشتے بھی صبح وشام
حکمِ خدا سے کرتے ہیں مدحت رسول کی

صدیق سے ملے گی صداقت رسول کی
فاروق سے عیاں ہے عدالت رسول کی

عثمان سے رواں ہے سخاوت رسول کی
مولیٰ علی سے ملتی ولایت رسول کی

ثانی نہیں ہے اُن کا کوئی انبیاء کے بعد
جن کو میسر آگئی صحبت رسول کی

ہر نیک وبد کو کافی ہے میدانِ حشر میں
رحمت خدا کی اور شفاعت رسول کی

دارین میں ضیاؔ کو مقدر ہو اے خدا!
عرفان تیرا اور عنایت رسول کی

(از:مؤلف)

انوار خطابت

حصۂ چہارم برائے ربیع الثانی

x

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......عظمت اولیاء کرام......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . صدق الله العظيم .

برادران اسلام! ابھی میں نے جس آیت شریفہ کی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: ''انہی کے لئے دنیوی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں! یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (سورۃ یونس ۔64)

اس آیت مبارکہ میں رب العالمین نے اولیاء کرام کی عظمت وشان سے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کی دنیا اور آخرت ہر دو کو خوشگوار بنادیا گیا ہے، رب تبارک وتعالی نے دنیا میں بھی ان کے لئے عظمت وبلندی رکھی ہے اور آخرت میں بھی انہیں شرف وبزرگی سے نوازا ہے، اس آیت شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

وأخرج ابن جرير وأبو الشيخ وابن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس

مردویه عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله (لهم البشری فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة) قال هی فی الدنیا الرؤیا الصالحة یـراهاالعبد الصالح أو تری له ، وفی الآخرةالجنة .

(الـــدر الـــمـــنـثـــور فـــی التفسیرالماثور۔سورة یونس۔64)

آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بیان فرماتے ہیں،حضور پاک علیہ ا لصلوۃ والسلام نے فرمایا: دنیا کی خوشخبری نیک خواب ہیں؛جنہیں اللہ تعالی کا نیک بندہ دیکھا کرتا ہے یا اس کے حق میں (دوسروں کو) دکھایا جاتا ہےاور آخرت میں خوشخبری سے مراد جنت ہے۔

پرہیزگاروں کے لئے کتاب وسنت میں بشارتیں

محترم حضرات! بزرگان دین کی عظمت اوران کی فضیلت کا اندازہ لگائیں کہ رب العالمین نے ان سے محبت کا اظہار فرمایا ہے،رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مقبولیت کو واضح فرمایا ہےاوراولیاء کرام کو شخصی طور پر بھی ان کی قبولیت کی بشارتیں عطا کی جاتی ہیں ،مبارک خوابوں میں بلند درجات کی خوشخبریاں دی جاتی ہیں، ان بزرگان دین پر جو سرفرازیاں ہوتی ہیں؛اس کا ذکر فرماتے ہوئے علامہ ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وهو ما بشر به المتقین فی کتابه وعـلی لسان نبیه صلی الله علیه وسلم وما یریهم من الرؤیا الصالحة ومـا یسـنح لهم من المکاشفات

یہ وہ خوشخبریاں ہیں جو پرہیزگاروں کو کلام الہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ دی گئیں نیک خواب اور الہام

، وبشری الملائکة عندالنزع.	ومکاشفات کے ذریعہ ان پر سرفرازیاں ہوتی
(وَفِي الأخرة) بتلقی الملائکة	ہیں، ان کے وصال سے پہلے فرشتوں کی
إياهم مسلمين مبشرين بالفوز	جانب سے خوشخبریاں ملتی ہیں،اور آخرت میں
والكرامة بيان لتوليه لهم .	فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں،ان کے لئے
(انوارالتنزیل واسرارالتاویل	سلامتی کا سامان مہیا کرتے ہیں اور کامیابی
للبیضاوی ۔سورۃ یونس ۔ 64)	وبزرگی عطا ہونے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

دنیا میں صالحین کا ذکر،مقبولیت کی دلیل

دنیا میں خوشخبری سے مراد یہ ہے کہ لوگ ان بزرگوں کی تعریف کرتے ہیں،ان کی شان بیان کرتے ہیں ، ہر جگہ ان کا ذکر خیر ہوا کرتا ہے،ان کی عظمتوں کے چرچے ہوتے رہتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جنت اوراس کی نعمتیں ہیں،چنانچہ علامہ ابوالحسن علی خازن رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر فرمائی ہیں،ان میں سے ایک تفسیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں:

إن المراد بالبشری فی الحياة	آیت کریمہ میں جس خوشخبری کا ذکر کیا گیا ہے
الدنيا هی الثناء الحسن وفی	اس سے مراد دنیا میں ان کی اچھی تعریف ہے
الآخرة الجنة.	اور آخرت میں اس خوشخبری سے جنت مراد ہے،

(تفسیر الخازن -سورۃ یونس۔64- تفسیر النسفی ۔سورۃ یونس ۔ 64)

اس بنیاد پر بندگان خدا بزرگان دین سے عقیدت رکھتے ہیں،ان کی ریاضتوں اور مجاہدات کودیکھتے ہیں اوران سے اپنی زندگی سنوارنے کی فکر کرتے ہیں اوران کی شان وبلندی کا تذکرہ کیا کرتے ہیں،اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی حدیث مبارک پیش کی

جاتی ہے، سماعت فرمائیں:

عن أبی ذر قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم أرأیت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمده الناس علیه قال تلک عاجل بشری المؤمن .

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؛ جو نیک عمل کرتا ہے اور اس عمل پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مومن کو جلد ملنے والی خوشخبری ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر: 6891)

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنٰی هٰذَا الْبُشْرٰی الْمُعَجَّلَةِ لَه بِالْخَیْرِ ، وَهِیَ دَلِیلُ لِلْبُشْرٰی الْمُؤَخَرَةِ لَه فِی الْاٰخِرَةِ بِقَولِه: بُشْرَاکُمُ الْیَوْمَ جَنَّات تَجْرِیُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیمُ.

(سورۃ الحدید۔12)

علماء کرام نے فرمایا کہ جلد ملنے والی خوشی سے مراد ان کے لئے بھلائیوں کی سوغات ہے جو ان کے لئے آخرت میں ملنے والی خوشی کی دلیل ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: آج تمہارے لئے ایسے باغات کی خوشخبری ہے، جن کے نیچے سے نہریں جاری رہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

کائنات پست و بالا میں محبوبین بارگاہ کی مقبولیت

برادران اسلام! اولیاء کرام کو دنیا میں یہ جلد ملنے والی خوشی ان کے لئے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت ہے، محبت الٰہی کی نشانی ہے، کیونکہ ان بزرگان دین اور اولیاء کرام کا اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہی بارگاہ الٰہی میں ان کی مقبولیت کو آشکار کرتا ہے، ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں، نور سے معمور ہو جاتے ہیں، اسی نورانیت کی برکت ان کے چہروں پر بھی نمایاں ہوتی ہے، انوار و تجلیات سے ان کی پیشانی چمکنے لگتی ہے، زہد و تقوی کے آثار ان کی زندگی میں ظاہر ہونے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے خلق خدا ان کے قریب ہوتی ہے، ان کی بارگاہوں میں حاضر ہوا کرتی ہے، ان کی شان و عظمت بیان کرتی ہے، محبت و وابستگی کا اظہار کرتی ہے، ان سے فیوض و برکات حاصل کرتی ہے اور ان کا ذکر خیر کر کے اپنے دامن مراد کو بھر کر سعادتوں سے مالا مال ہوتی ہے، ان عقیدتوں کا اظہار شخصی فکر کی بنیاد پر نہیں ہوتا اور نہ کسی شخص کے پابند کرنے سے ہوتا ہے، بلکہ انہیں بارگاہ رب العزت سے اس کی توفیق ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف اور اس کے علاوہ دیگر معتبر کتب حدیث میں روایت موجود ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ . فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت فرماتا ہے تو تم بھی اس

أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.

سے محبت کرو! تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت فرماتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں کو ندا دیتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت فرماتا ہے، تو تم بھی اس سے محبت کرو! تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 3209، صحیح مسلم۔ 6873، موطا الامام مالك۔1747، مسند الامام احمد۔7840)

حضرات! غور فرمائیں کہ آسمانوں میں ان کے تذکرے ہوا کرتے ہیں، ملأ اعلی میں ان کی شان بیان ہوتی ہے، محبوبین بارگاہ ہونے کی نسبت سے کارکنان قضاوقدر ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، فرشتگان الٰہی بھی انہیں اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور محبت کرنے کا یہ سلسلہ وہیں ختم نہیں ہوتا، بلکہ اس کی برکتیں زمین میں نازل کر دی جاتی ہیں، ان محبوبین بارگاہ کی محبت خلق خدا کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے، یہی اولیاء کرام کے لئے بشارت اور خوشخبری کا باعث ہے۔

وقت وصال ملائکہ کی بشارتیں

حضرت عطا، حضرت زہری اور حضرت قتادہ نے کلمہ 'بشری' کی تفسیر اس طرح کی:

هی نزول الملائكة بالبشارة من الله عند الموت ويدل عليه قوله سبحانه وتعالى: تَتَنَزَّل

اولیاء کرام کے وصال کے وقت بارگاہ الٰہی سے فرشتے خوشخبری لیکر حاضر ہوتے ہیں اور اس پر یہ ارشاد الٰہی دلالت کرتا ہے:

عَلَيۡهِمُ الۡمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَأَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِيۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ. (سورةحم السجدة.30)

''ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تم مت ڈرواور نہ رنجیدہ ہواور خوش ہوجاؤاس جنت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

(تفسير الخازن -سورة يونس 64-)

مفسرین کرام کی بیان کردہ تفصیلات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اولیاء کرام کی دنیوی زندگی ہو یا اخروی زندگی ہر دو کامیاب ہیں، آخرت میں تو ان کے لئے ابدی شان وبلندی مسلم ویقینی ہے،تاہم پروردگار عالم انہیں دنیا میں بھی خیر وبھلائی' عظمت ورفعت عطا فرماتا ہے۔

اولیاءکرام کی زندگیاں کتب میں محفوظ

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم بزرگان دین سے عقیدت کا اظہار اپنی طرف سے نہیں کرتے ، بلکہ رب العالمین نے ان کے عظمت والے بیان کو اپنے مبارک کلام میں ذکر فرمایا ہے،رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاکیزہ فرامین میں ان کے مقام و مرتبہ کو آشکار فرمایا ہے اور حضرات صحابہء کرام وتابعین ، مفسرین ومحدثین اورفقہاء ومجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی کتب اور تصنیفات میں مکمل دیانت داری کے ساتھ کتاب وسنت میں کئے گئے ان کے تذکروں کو محفوظ فرمادیا،اسی وجہ سے اسلامی لٹریچر کا ذخیرہ ان بزرگان دین کے تذکروں سے بھرا ہوا ہے،اسلامی لائبریریوں میں مختلف علوم وفنون میں ''تذکرہ'' کا ذکر بطور خاص ملتا ہے،جس میں محض بزرگوں کا تذکرہ،اولیاءکرام کے واقعات اور صالحین امت کے احوال و کیفیات مذکور ہوتے ہیں۔

واقعات اولیاء، ایمانی قوت کا ذریعہ

بندگان خداان کے تذکروں کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کی مبارک زندگیوں سے سبق حاصل کرکے اپنی دنیا وآخرت کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بزرگان دین کے حالات کا مطالعہ کرنے ،ان کے واقعات سننے اور سنانے سے متعلق حضرت شیخ الاسلام بانئ جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نصیحت فرماتے ہیں:

''پہلے ایمان کوقوی کرنے کی فکرکریں اوراس کی تدبیر یہی ہے کہ بزرگان دین کے حالات بیان کئے جائیں! تاکہ ان کے کمالات کے مقابلے میں اپنے نقص پرنظر پڑے،اوردلوں میں ولولے پیداہوں۔اوربفحوائے آیۂ شریفہ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ. (سورۃ ھود.120) دل میں کیفیت ثبات پیداہو! کیونکہ آدمی اپنے بزرگوں کی اولوالعزمیاں اورفضائل بسمع قبول سنتا ہےاور ان میں جن کوزیادہ عالی مرتبت اوراقران میں ممتاز پاتا ہےان سےزیادہ محبت ہوتی ہے، ان کے جیسے اخلاق واوصاف حاصل کرنے کی فکرکرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عرب وغیرہ میں جب کسی قبیلےکوابھارنے کی ضرورت ہوتی تو خطباء،شعراءاورلیکچراران کے آباء واجداد کی اولوالعزمیاں اورکارنامے بیان کرتے، جس سے قبیلےکاقبیلہ آمادۂ جنگ ہوکرداد شجاعت دیتا،اسی وجہ سے وہ اپنے بزرگوں کے حالات سن کران کےقدم بقدم چلنے پرآمادہ ہوجاتے اورجان کی بھی پروانہ کرتے،کیونکہ محبت کا مقتضا یہی ہے کہ آدمی پراپنے محبوب کی پیروی آسان ہوتی ہے،اسی طرح اگر واعظین بزرگان اسلام کی اولوالعزمیاں اورکرامات مسلمانوں کے ذہن نشین کیا کریں اوران کے اخلاق وعادات جوان کی ترقئ مدارج اورکرامات کے باعث تھے بیان کیا

کریں تو بحسب اقتضائے فطرت خود بخود ان کو ان اخلاق و عادات پر کاربند ہونے کی رغبت پیدا ہوگی، کم سے کم اس کا اثر اتنا تو ضرور ہوگا کہ اپنے افعال رذیلہ اور ضعف ایمان پر نادم ہونگے اور یہ ندامت بھی کچھ کم نہیں! بلکہ وہی اصل توبہ یا مقدمۂ توبہ ہے۔الحاصل مسلمانوں کے حق میں معجزے اور کرامات کے ذکر سے بہتر کوئی چیز نہیں!۔

(مقاصد الاسلام، ج7،ص 181، 182)

اولیاءاللہ کا تذکرہ' بیماری کے لئے مداوا

اولیاء کرام کے حالات وکرامات، واقعات وحکایات اور ان کے تذکروں کی برکت واہمیت واضح کرتے ہوئے حضرت ابوالحسنات سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور روشنی قلب کے لئے جس طرح کثرتِ ذکر اور تلاوتِ قرآن مجید کی سالک کے لئے شدید ضرورت ہے اسی طرح حکایات اولیاءاللہ بھی ہمیشہ دیکھتے رہنا ضروری ہے!۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ سالک کے لئے مردانِ راہِ خدا کی حکایت اور روایات سے کیا فائدہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ذکر سے سالک کا ٹوٹا ہوا دل مضبوط ہوکر قوی تر ہوجاتا ہے اور اولیاءاللہ کے ذکر کی برکت سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔''

حضرت شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مردانِ خدا کا ذکر سننے سے دو فائدے ہوتے ہیں: ایک تو یہ کہ اگر سالک طالب مولیٰ ہوتو اس کی ہمت اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص متکبر ہوتو اس کا تکبر کم ہوجاتا ہے اور غرور کا دعویٰ سرے سے نکل ہی جاتا ہے اور اپنی برائی اس کو بُرائی نظر آنے لگتی ہے اور اپنی کور

باطنی (باطن کے اندھے پن) سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔''

(ملخص از: مواعظ حسنہ، ج1، ص132)

دنیا میں اولیاء کرام کی فیض رسانی

چونکہ اولیاء کرام اپنی ساری زندگی مولی تعالیٰ کی بندگی میں بسر کیا کرتے ہیں، عمر رفتہ کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ کی یاد و یافت میں گزارتے ہیں، ذکر و فکر ان کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہو جاتا ہے اور اس پر رب تبارک وتعالیٰ ان کی قدر دانی فرماتا ہے، ان کے مجاہدوں اور ریاضتوں کا صلہ عطا فرماتا ہے، ان پر انوار و تجلیات کی بارش فرماتا ہے۔

بندگان خدا ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں، فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور دنیا کو سنوارنے، آخرت کو سدھارنے کی فکر لے کر ان کے در کھٹکھٹاتے ہیں، اس سلسلہ میں قابل اعتبار کتب حدیث کے حوالہ سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِن

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے والوں میں ایک شخص نے ننانوے (99) قتل کیے، پھر وقت کے سب سے بڑے عالم سے متعلق دریافت کیا، تو اسے ایک راہب کا پتہ بتایا گیا اور وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور پوچھا کہ میں ننانوے انسانی جانوں کا

مِـنْ تَـوْبَةٍ فَـقَـالَ لَا. فَقَتَلَهُ فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَـأَلَ عَـنْ أَعْـلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَـدُلَّ عَـلَـى رَجُـلٍ عَـالِـمٍ فَـقَالَ إِنَّهُ قَتَـلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَـوْبَةٍ فَـقَـالَ نَـعَمْ وَمَـنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّـوْبَةِ انْـطَـلِـقْ إِلَـى أَرْضِ كَـذَا وَكَـذَا فَإِنَّ بِهَـا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَـاعْبُـدِ اللَّهَ مَعَهُمْ وَلَا تَـرْجِعْ إِلَـى أَرْضِـكَ فَـإِنَّهَـا أَرْضُ سَـوْءٍ. فَـانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ ......فَـاخْتَـصَـمَـتْ فِيـهِ مَلَائِـكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ

قاتل ہوں ، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی طریقہ ہے؟ راہب نے کہا: تیرے لئے توبہ کی کوئی صورت نہیں! تو اس شخص نے راہب کو قتل کردیا اور سو (100) جانوں کا قاتل ٹھہرا ۔ پھر وقت کے سب سے بڑے عالم سے متعلق دریافت کیا، تو اسے ایک عالم کا پتہ بتادیا گیا اور وہ اس عالم کے پاس گیا اور پوچھا کہ میں سو(100) انسانی جانوں کا قاتل ہوں، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا: کیوں نہیں! تمہارے اور تمہاری توبہ کے درمیان کونسی چیز حائل ہے؟ تم فلاں جگہ چلے جاؤ! وہاں اللہ تعالی کے کچھ برگزیدہ بندے ہیں جو اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف ہوجاؤ اور اپنے وطن واپس نہ آؤ! کیونکہ یہاں برے لوگ رہتے ہیں، وہ شخص روانہ ہوگیا ۔ ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ پیام اجل آ گیا، وقت اخیر جب اس میں چلنے کی طاقت نہ رہی تو وہ اپنے سینہ کے بل صالحین کرام کی بستی کی طرف بڑھنے لگا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا، رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے

الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلاً بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ. وَقَالَتْ مَلائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ. فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ. فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلائِكَةُ الرَّحْمَةِ.	فرشتوں میں باہم بحث ہونے لگی کہ اس کی روح کون لے جائے گا ۔رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص صدق دل سے توبہ کر کے اللہ کی رضا کی خاطر آ رہا تھا. عذاب کے فرشتوں نے کہا :اس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا،ایسے میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں ان کے پاس آیا،فرشتوں نے اپنا فیصلہ اس کے حوالہ کردیا،اُس فرشتہ نے کہا کہ زمین کی پیمائش کرو، یہ جس بستی کے قریب ہواُسے ان ہی میں شمار کرلو(اگر صالحین کی بستی کے قریب تھا تو رحمت کا مستحق ہےاوراگر گنہگاروں کی بستی کے قریب تھا تو اسے عذاب کے فرشتے لے جائینگے)زمین کی پیمائش کی گئی تو نیک لوگوں سے اس کا فاصلہ قریب نکلا،لہذا رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔

صحیح بخاری شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے صالحین سے قریب والی زمین کو حکم فرمایا کہ وہ قریب ہوجائے اور گنہگاروں سے قریب والی زمین کو حکم فرمایا کہ دور ہوجائے۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء ، حدیث نمبر -3470 :صحیح مسلم،کتاب التوبۃ، باب قبول توبۃ القاتل وإن کثر قتلہ . زجاجۃ المصابیح ، باب الاستغفار والتوبۃ)

محشر میں اولیاء کرام کے لئے اعزاز

محترم حضرات !اولیاء کرام کی رفعت ومنزلت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص ان کے

قرب میں ہوتا ہے، اس پر بھی ان کی نسبت سے سرفرازیاں ہوتی ہیں، ان سے وابستگی کے سبب نوازا جاتا ہے۔

رب العالمین نے دنیا میں اولیاء کرام کو شان عطا فرمائی ہے، روئے زمین پر ان کے لئے مقبولیت کو رکھدیا ہے، چونکہ وہ پروردگار عالم کے محبوب ہوتے ہیں، اس کے سبب عوام وخواص سبھی ان کے شیدا ہو جاتے ہیں، ان کی تعریف کرنے لگتے ہیں، ان کی عظمتوں کا اظہار کرتے ہیں، ان کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں، ان کی صحبت بافیض سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔

عالم دنیا میں تو ان کی یہی کیفیت رہتی ہے اور آخرت میں بھی وہ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ رہیں گے، اللہ رب العزت ان پر اپنی خصوصی عنایات فرمائیگا، ان پر انوار وتجلیات کا پیہم نزول فرمائیگا، محشر کا خوف ان سے اٹھالیا جائیگا اور پروردگار کے اس انعام پر وہ نہایت مسرتوں میں رہیں گے۔

جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ	ترجمہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء، بروز قیامت اللہ تعالی کے پاس ان کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان کی تعریف کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! رسول اللہ!

تَعَالَی.قَالُوا یَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ .قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَی غَیْرِ أَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ وَلاَ أَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَی نُورٍ لاَ یَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلاَ یَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ .وَقَرَأَ هَذِهِ الآیَةَ (أَلاَ إِنَّ أَوْلِیَاءَ اللَّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَ)	وہ کون حضرات ہیں؟ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :وہ لوگ محض اللہ کی رحمت وعنایت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، نہ تو آپسی رشتہ داری کی بناء پر اور نہ مالی لین دین کی وجہ سے۔اللہ کی قسم !یقیناً ان کے چہرے حد درجہ نورانی ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، جب لوگ ڈر رہے ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہ ہوگا، جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ غمگین نہ ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ترجمہ :یقیناً اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔

(سنن ابی داود شریف ج 2 ص 495باب فی الرھن حدیث نمبر 3528)

اولیاءاللہ کے لئے نور کے منبر ہوں گے

محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں (ج4ص103) بحوالہ ترمذی "لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھداء" کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔یعنی ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، انبیاء وشہداء ان کی تعریف کریں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کا لباس بھی نورانی ہوگا۔جیسا کہ

کنزالعمال ج 9 ص 8 میں مسند امام احمد کے حوالہ سے ایک طویل حدیث پاک ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں :

یضع الله لهم یوم القیامة منابر من نور فیجلسون علیها و ان ثیابهم لنورو وجوههم نور.	ترجمہ: اللہ تعالی قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر رکھے گا تو وہ ان منبروں پر تشریف رکھیں گے یقیناً ان کا لباس بڑا نورانی ہوگا اور ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے۔

غرض یہ کہ اللہ کے محبوب و مقرب بندے قیامت کے دن مسرتوں میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور سرفرازیوں پر شاداں وفرحاں رہیں گے، ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے۔ ان کا لباس نورانی ہوگا اور ان کے چہرے پرنور ہوں گے۔

بلاحساب جنت میں داخلہ

کرم بالائے کرم رب قدیر کا یہ ہوگا کہ ان خاصان خدا کو فردوس بریں کی خوشخبری سنائی جائیگی، میدان حشر کی ہولناکیوں سے انہیں محفوظ کردیا جائیگا، ان سے حساب وکتاب نہیں لیا جائیگا-

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ	میری امت سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے

(صحیح مسلم ، باب الدلیل علی دخول ......حدیث نمبر:542)

یہ انعام واکرام صرف ان ہی پر منحصر نہ ہوگا، بلکہ ان کی نسبت سے دیگر ایمان

والوں پر بھی اس کی برکت ظاہر ہوگی، چنانچہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

......اَبَا اُمَامَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ. صلى الله عليه وسلم. يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا لاَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلاَ عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلاَثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: سیدابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر(70) ہزار افراد کو بغیر حساب وکتاب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائیگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر(70) ہزار لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیگا اور قدرت کے پسوؤں سے تین پسّو لوگوں کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ امام ابوعیسی ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع الترمذی، حدیث نمبر: 2624)

الغرض بزرگان دین نے مولی تعالیٰ کے ذکر وفکر اور یاد و یافت میں اپنی ساری زندگی صرف فرمادی، ہمیشہ رضاء الٰہی ومحبت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار رہے اور اپنے وابستگان اور ارادت مندوں کو اسی کی تعلیم وتلقین کرتے رہے، جس طرح انہوں نے دنیا وآخرت کو کامیاب بنایا، اسی طرح بندگان خدا کو بھی صراط مستقیم پر گامزن کرتے ہوئے، ان کی دنیا وآخرت کو سنوارتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت میں عزت واکرام، بلندی ورفعت سے نوازا ہے اور ان کے مبارک تذکرہ کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا۔

امام سیوطی کی جامع الاحادیث میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذکـر الأنبیاء من العبادۃ وذکر انبیاء کرام کا ذکر عبادت اور صالحین کا ذکر **الصالحین کفارۃ الذنوب**......۔ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(جامع الاحادیث للسیوطی،حرف الذال ،حدیث نمبر:12503)

ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیاء
اور از قسم عبادت ہے جو ذکر انبیاء
(حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام سے محبت وعقیدت عطا فرمائے اور ان کی صحبت بافیض سے مشرف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۞۞۞۞۞

غوث اعظم رضی اللہ عنہ علمی جلالت، فیضان اور تعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَن یُّنِیْبُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

برادران اسلام! ہر انسان کی تخلیق کا مقصد رب العالمین کی عبادت اور اس کی بندگی ہے۔ بندگان خدا اپنے مولی کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے عبادت کرتے ہیں، اسے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمیشہ اس کی رضا حاصل کرنے کی فکر کرتے ہیں اور پروردگار عالم انہیں دارین میں اس کا صلہ عنایت فرماتا ہے، انہیں اپنی بارگاہ میں اعلی درجات مرحمت فرماتا ہے، اپنا خاص قرب عطا فرماتا ہے اور انہیں مقبول بارگاہ بنا کر منصب ولایت سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ ایسا عظیم منصب ہے جو رب العالمین اولیاء کرام کو ان کی ریاضتوں اور مجاہدات کے صلہ میں عطا فرماتا ہے اور بعض خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جنہیں حق تعالی ریاضت ومجاہدہ کے بغیر ہی اپنی بارگاہ میں مقبول بنالیتا ہے اور درجۂ ولایت پر فائز فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ — اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی بارگاہ کے لئے چن لیتا ہے اور

وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَن یُّنِیْب — جو رجوع ہوتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ۔13)

محترم حضرات! پروردگار عالم جن اولیاء کاملین ومحبوبین بارگاہ کو بغیر ریاضت ومجاہدہ، محنت ومشقت کے محض اپنی عطا وکرم سے چن لیتا ہے اور اپنا محبوب بنالیتا ہے اور

انہیں اپنے خوان کرم سے انعام واکرام سے سرفراز فرماتا ہے، انہی خاصان خدا بزرگ وباعظمت، محبوب ومقرب نفوس قدسیہ میں بے مثال شان والی ہستی، محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی، قندیل نورانی ابومحمد محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں خدائے کریم نے اپنی بارگاہ میں خصوصی مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کو تمام اولیاء کرام کا سردار اور ان کا پیشوا ومقتدی بنایا ہے اس عطائے الٰہی اور انتخاب خداوندی کے آثار آپ کی ولادت سے قبل ہی ظاہر ہو رہے تھے، جیسے جب ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو رحمت باراں کے نزول کی خوشخبریاں دیتی ہوئی گزر جاتی ہیں، اسی طرح آپ کی ولادت باسعادت سے قبل خوشخبریاں دی گئیں اور آپ کی ولادت اور محبوبیت سے متعلق نوید مسرت سنائی گئی۔

ولادت باسعادت کی خوشخبری

طبقات کبری، بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، نفحات الانس، جامع کرامات اولیاء، نزہۃ الخاطر الفاتر اور اخبار الاخیار وغیرہ کتب میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت کے واقعات اس طرح مذکور ہیں:

محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے والد ماجد حضرت ابوصالح سید موسی جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے آپ کی ولادت کی شب مشاہدہ فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی مبارک جماعت کے ساتھ آپ کے گھر جلوہ افروز ہیں اور آپ کے ساتھ اولیاء کرام بھی حاضر ہیں، حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں یہ خوشخبری عطا فرمائی:

"یا ابا صالح! اعطاک اللہ ابنا وھو ولیی و محبوبی ومحبوب	ترجمہ: اے ابو صالح! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا فرزند صالح سرفراز فرمایا ہے جو میرا مقرب ہے، وہ

الله تعالی، و سیکون له شان میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب ان کی
فی الاولیاء و الاقطاب کشأنی اولیاء اللہ اور اقطاب میں وہ شان ظاہر ہوگی جو
بین الانبیاء والرسل. انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے۔

حضرت ابو صالح موسی جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالی علیہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے اور سبھی نے آپ کو یہ بشارت دی کہ 'تمام اولیاء کرام تمہارے فرزند ارجمند کے مطیع ہوں گے اور ان سب کی گردنوں پر ان کا قدم ہوگا'۔

جس رات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اس رات جیلان شریف کی جن عورتوں کے ہاں ولادت ہوئی، ان سب کو اللہ تعالی نے لڑکا ہی عطا فرمایا اور وہ ہر لڑکا، اللہ تعالیٰ کا ولی بنا۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی : عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے

کنیت شریفہ : ابو محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے

القاب مبارکہ : محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین پیران پیر اور غوث اعظم دستگیر وغیرہ ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے علمی، اخلاقی اور روحانی اوصاف اور خصائل پر علماء عظام نے آپ کو بڑے بڑے القابات سے یاد کیا ہے -چند ایک درج ہیں:

ذوالبیانین، کریم الجدین والطرفین، صاحب البرھانین و السلطانین، اما الفریقین والطریقین، ذو السراجین و المنھاجین وغیرھا -

(قلائد الجواھر، ص 5- نزھة الخاطر الفاتر، ص 30، تفریح الفاطر)

آپ کی ولادت 29/شعبان المعظم 470ھ، ملک عراق کے ایک قصبہ جیلان، نزد بغداد شریف میں ہوئی۔اورآپ کا وصال مبارک 9/17/ربیع الآخر 561ھ میں ہو، تاہم دیار ہند میں گیارھویں شریف مشہور ہے۔

(ماثبت بالسنۃ۔ص68)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی اور حسینی سادات ہیں، والد ماجد سے سلسلۂ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے اور والدہ ماجدہ کے بتوسط حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے اور آپ کا خانوادۂ عالیہ اولیاء اللہ کا مبارک گھرانہ ہے، آپ کے داداجان، نانا جان، والد ماجد، والدۂ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی صاحب اور صاحبزادگان سب باکمال اولیاء کرام میں سے ہیں اور صاحبانِ کرامات عالیہ، مقامات رفیعہ ودرجات عظیمہ ہیں۔

ولادت کے ساتھ ہی ولایت کا اعلان

برادران اسلام! بچپن ہی سے آپ پر ولایت کے آثار نمایاں تھے چنانچہ انتیس (29) شعبان المعظم کو آپ کی ولادت ہوئی اور یکم رمضان المبارک ہی سے آپ نے روزہ رکھا، سحری سے لے کر افطار تک آپ اپنی والدۂ محترمہ کا دودھ نہ پیتے، جیسا کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا بیان ہے کہ ''میرے فرزندار جمند عبدالقادر رمضان شریف میں کبھی دن کے اوقات میں دودھ نہ پیتے تھے۔''

ایک مرتبہ موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا، لوگوں نے جب دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ میرے لڑکے نے آج دودھ نوش نہیں کیا ہے، بعدازاں تحقیقات کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا کہ اُس دن رمضان

کی پہلی تاریخ ہی تھی، اس طرح سارے شہر میں یہ بات مشہور ہوگئی:

واشتهر ببلدنا في ذلك	ہمارے شہر میں اس وقت مشہور ہوگیا
الوقت انه ولد في	کہ سادات گھرانہ میں ایک صاحبزادہ تولد
الاشراف ولد لا يرضع في	ہوئے ہیں جو رمضان شریف میں دن تمام
نهار رمضان	دودھ نہیں پیتے۔ (بلکہ روزہ رکھتے ہیں۔)

(طبقات کبری، ج 1، ص 126، بهجة الاسرار -، ص 89، قلائد الجواهر، ص 3-نفحات الانس، فارسی، ص 251، جامع کرامات اولیاء، ج 2، ص 201، نزهة الخاطر الفاتر، ص 23، اخبار الاخیار، فارسی، ص 23، سفینة الاولیاء، ص 63)

محترم حضرات! ابھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہی ہوئی تھی کہ رب قدیر نے آپ کی ذات عالی صفات سے فیض کے چشمے بہادئے، خود بھی بارگاہ الٰہی میں تحفۂ بندگی پیش کررہے ہیں اور خلق کثیر کو بھی مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کررہے ہیں۔ درباطن اس بات کا اعلان کردیا گیا کہ آپ کی ذات کو امت مرحومہ کی رہنمائی کے لئے وجود بخشا گیا ہے اور سارے عالم کے لئے آپ کو مقتدا اور پیشوا بنادیا گیا، گہوارہ میں آپ کے کمال کا یہ عالم ہے کہ آپ کے روزہ کو دیکھ کر لوگ روزہ رکھ رہے ہیں، آپ کی عبادتوں سے سلیقہ حاصل کرکے اپنی عبادتوں کو کامل بنارہے ہیں، تو جس وقت آپ باضابطہ منصب رشد وہدایت پر متمکن ہوکر مخلوق کی رہنمائی فرماتے تو فیض رسانی کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟

حضرت غوث پاک کی ولایت

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا، آپ کو کب

سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :

انا ابن عشر سنين،	میں دس (10) سال کا لڑکا تھا
في بلدنا اخرج من دارنا و	کہ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے کے
اذهب الى المكتب فارى	لئے اپنے گھر سے نکلتا تو میں اپنے
الملائكة عليهم السلام	اردگرد فرشتوں کو چلتے دیکھا کرتا، اور
تمشي حولي، فاذا وصلتُ	جب مدرسہ پہنچتا تو میں انہیں یہ کہتے
الىٰ المكتب سمعت	ہوئے سنتا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے
الملائكة يقولون ":افسحوا	راستہ فراہم کرو! یہاں تک کہ وہ تشریف
لولي الله!حتى يجلس".	رکھیں"

(بھجۃ الاسرار، ص 21، قلائد الجواھر، ص 9، اخبار الاخیار، فارسی، ص22، سفینۃ الاولیاء، ص63)

قلائد الجواہر میں منقول ہے کہ :

قال رضي الله عنه : لما كنت	حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
صغيرا في المكتب كان	ہیں کہ جب میں صغر سنی کے عالم میں مدرسہ کو
يأتيني في كل يوم ملك لا	جایا کرتا تھا تو روزانہ ایک فرشتہ انسانی شکل
اعرف انه ملك على صورة	میں میرے پاس آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا،
بني آدم يوصلني من دارنا	اورلڑکوں کو حکم دیتا کہ وہ میرے لئے مجلس کشادہ
الى المكتب وكان يأمر	کریں، خود بھی اس وقت تک میرے پاس بیٹھا
الصبيان أن يوسعوا لي في	رہتا یہاں تک کہ میں اپنے گھر واپس

المجلس ویجالسنی حتی	آتا، میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔
انصرف الی دارنافسألته یوما،	ایک روز میں نے اس سے پوچھا آپ کون
من تکون؟ فقال : انا	ہیں؟ تو اس نے جواب دیا۔ میں فرشتوں میں
ملک من الملائکة علیهم	سے ایک فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس
السلام ارسلنی الله تعالیٰ	لئے بھیجا ہے کہ میں اس وقت تک مدرسہ میں
الیک اکون معک	آپ کے ساتھ رہا کروں جب تک کہ آپ
مادمت فی المکتب.	وہاں تشریف فرما ہیں۔

(قلائد الجواهر ص، 134، 135)

بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر میں منقول ہے:

وقال رضی الله عنه: کنت	حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
صغیرا فی اهلی ، کلما	ہیں کہ بچپن میں جب کبھی میں ساتھیوں کے
هممت أن العب مع الصبیان	ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں غیب سے کسی
اسمع قائلایقول لی الی یا	کہنے والے کی آواز سنا کرتا "اے برکت
مبارک، فاهرب فزعاً منه	والے، تُم میرے پاس آجاؤ! تو میں فوراً والدہ
والقی نفسی فی حجر امی.	ماجدہ کی گود میں چلا جاتا۔

(بہجۃ الاسرار، ص 21۔ قلائد الجواہر، ص 9، اخبار الاخیار، مترجم، ص 51)

حضرات! آپ کی شان وعظمت دیکھیں! آپ کو بچپن ہی سے رجوع الی اللہ کی فکر دیجا رہی ہے، دنیا اور اس کی رنگینیوں سے آپ کی حفاظت کی جارہی ہے کہ آپ کا منصب دنیا میں منہمک ہونا نہیں، بلکہ دنیا داروں سے دنیوی افکار کو نکال کر مولی کے ذکر وفکر اور اس کی یاد میں مشغول کرنا اور ان کے تاریک دلوں کو انوار وتجلیات سے منور کرنا ہے۔

علم دین حاصل کرنے کا اشارہ

حضرت شیخ محمد بن قائد الاوانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

قال کنت صغیرا فی بلدنا فخرجنا الی السواد فی یوم عرفة وتبعت بقرة حراثة فالتفتت الی بقرة وقالت: یا عبدالقادر! مالهذا خلقت، فرجعت فزعا الی دارنا وصعدت الی سطح الدار، فرأیت الناس واقفین بعرفات، فجئت الی امی وقلت لها: هبینی لله عزوجل، وائذنی لی فی المسیر الی بغداد، اشتغل بالعلم وازور الصالحین فسألتنی عن سبب ذلک فأخبرتها خبری فبکت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ہم سے فرمایا کہ بچپن میں مجھے ایک دفعہ حج کے ایام میں جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور میں ایک گائے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، اچانک اُس گائے نے میری طرف دیکھ کر کہا" :اے عبدالقادر ! تمہیں اس قسم کے کاموں کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا!، میں متفکر ہوکر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو میں نے میدان عرفات کا مشاہدہ کیا لوگ وہاں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ یہ سارا واقعہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا اور اجازت طلب کی: اے مادر مہربان! آپ مجھے اللہ تعالی کی خاطر وقف کردیں اور مجھے سفر بغداد کی اجازت مرحمت فرمائیں، تاکہ میں علم دین حاصل کروں صالحین کی زیارت کرتا رہوں اوران کی صحبت میں رہوں۔ والدہ ماجدہ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا؟ میں نے سارا واقعہ عرض کیا تو آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے اور مجھے

......واذنت لی فی المسیر وعاھدتنی علی الصدق فی کل احوالی.

بغداد جانے کی اجازت عطا فرمائی، اور یہ نصیحت کی کہ میں ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپناؤں۔

(قلائدالجواھرفی مناقب عبدالقادر۔ 9،8)

برادران اسلام! حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدۂ ماجدہ کی خدمت میں جو معروضہ کیا ہے اس میں ہمیں کئی نصیحتیں ملتی ہیں، اس کمسنی کے عالم میں آپ کا حصول علم کیلئے گھر بار کو چھوڑ دینا، والدہ محترمہ اور عزیز بھائی سے دوری اختیار کرنا، وطن مالوف سے دور کوچ کر جانا، محض اخلاص وتوکل کی اساس پر بغداد شریف کا سفر کرنا اور سب سے اہم یہ بات ہے کہ حصول علم کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی ہمنشینی اختیار کرنا، اولیاء کرام اور صالحین سے ملاقات اور انکے دیدار کی تڑپ، یہ سب ایسے امور ہیں جو ہماری فکر ونظر کو شعور وآگہی اور عقل وخرد کو احساس وروشنی بخشتے ہیں۔

ہمارے لئے مقام غور ہے کہ دین ودنیا کی ترقی صرف حصول علم ظاہری پر منحصر نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ صالحین کی قربت اور بزرگوں کی صحبت انسانیت کیلئے نقطۂ کمال ہوا کرتی ہے، سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے سفر بغداد کے سلسلہ میں حصول علم کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کی زیارت کو اپنا نصب العین بنایا اور یہ اہل حق کی ابتداء ہی سے فطرت رہی کہ وہ صالحین کی قربت اور صحبت کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

علمی مقام

امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی، شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحیی حلبی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

غوث الاغیاث رضی الله تعالی عنه یتکلم فی ثلاثة عشر علما. حضرت غوث الاغیاث رضی اللہ عنہ تیرہ علوم میں مباحث فرمایا کرتے تھے۔

(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127، مطبوعہ مصر، قلائد الجواھر، ص 38)

علامہ شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کا علم پڑھتے تھے۔ دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قراتوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھاتے تھے۔(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127۔ قلائد الجواھر، ص 38، مطبوعہ مصر)

بغرض امتحان ایک سو(100) فقہاء کی حاضری

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے علم وعرفان کی شہرت جب دور دراز کے ملکوں اور شہروں میں ہوئی تو بغداد شریف کے اجلئہ فقہاء میں سے ایک سو فقہاء آپ کے علم کا امتحان لینے کی غرض سے حاضر ہوئے اور ان فقہاء میں سے ہر ایک فقیہ بہت سے پیچیدہ مسائل لے کر حاضر ہوا۔ جب وہ سب فقیہ بیٹھ گئے تو آپ نے اپنی گردن مبارک جھکالی اور آپ کے سینہ مبارک سے نور کی ایک کرن ظاہر ہوئی جو ان سب فقہاء کے سینوں پر پڑی، جس سے ان کے دل میں جو جو سوالات تھے ہو سب محو ہو گئے۔ وہ سخت پریشان اور مضطرب ہوئے۔ سب نے مل کر زور سے چیخ ماری اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنی پگڑیاں پھینک دیں۔

ثم صعد الکرسی و اجاب الجمیع عما کان عندهم فاعترفوا بفضله۔ اس کے بعد آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور ان کے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے جس پر سب فقہاء نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔

(جامع کرامات الاولیاء للعلامة النبهانی، جلد 1، ص 201، قلائد الجواهر، ص 33، طبقات الکبری، جلد 1، ص 128، سطر 14تا 17- نزهة الخاطر الفاتر، ص 69-68 ، تفریح الخاطر، ص 51، تحفه قادریه، ص 74-74)

ایک آیت کی تفسیر

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس شریفہ میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اس آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنی پھر دوسرے اس کے بعد تیسرے معنی یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے - بعدازیں دیگر وجوہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھی -اور ہر وجہ کی تائید میں دلائل قاطعہ بیان فرمائے -ہر معنے کے ساتھ سند بیان فرمائی - آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے -(اخبار الاخیار فارسی، ص 17-16، قلائد الجواهر، ص 38)

حافظ عمادالدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ میں فرمایا ہے:

کان له الید الطولی فی الحدیث والفقه والوعظ وعلوم الحقائق- آپ علم حدیث، فقہ، وعظ اور علوم حقائق میں ید طولی رکھتے تھے۔

(قلائد الجواهر -ص 8)

فتاوی مبارکہ

حضور پرنور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ سیدی عبدالوہاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے 528ھ تا 561ھ تینتیس (33) سال درس و تدریس

اور فتاویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیئے ۔(اخبار الاخیار، ص 15، قلائد الجواھر، ص 18)

علماء عراق اور گرد ونواح کے علماء اور دنیا کے گوشے گوشے سے آپ کے پاس فتوے آتے:

"آنحضرت بے سبق مطالعہ و تفکر جواب برصواب ثبت فزودی و ہیچکس را از حذاق علماء و بحار عظماء مجال خلاف تکلو دراں متصور نبودے "	یعنی آپ بغیر مطالعہ، تفکر اور غور و خوض کے جواب باصواب دیتے۔ حاذق علماء اور بہت بڑے فضلاء میں سے کسی کو بھی آپ کے فتوے کے خلاف کلام کرنے کی کبھی جرات نہیں ہوئی۔

(اخبار الاخیار فارسی، ص 17، مطبوعہ دیوبند، تحفہ قادریہ، ص 86)

علامہ شعرانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

كانت فتواه تعرض على العلماء بالعراق فتعجبهم اشد الاعجاب فيقولون سبحان من انعم عليه	یعنی علماء عراق کے سامنے آپ کے فتاویٰ پیش ہوتے تو ان کو آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ یہ پکار اٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان کو ایسی علمی نعمت سے نوازا ہے۔

(طبقات الکبریٰ، عربی جلد 1، ص 127، مطبوعہ مصر)

ایک عجیب مسئلہ

بلاد عجم میں سے آپ کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اسی طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت

میں مشغول ہوگا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی وہ عبادت نہ کرتا ہوگا -اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی -اس صورت میں کون سی عبادت کرنی چاہیئے:

"علماء عراقین در جواب ایں سوال مخیر و بعجز از دریافت آں معترف گشته بودند -"

یعنی اس سوال سے علماء عراق حیران اور ششدر رہ گئے اور اس کا جواب دینے سے معذرت کرنے لگے۔

اور اس مسئلہ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں انہوں نے پیش کیا تو آپ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لئے خالی کرائے اور تنہا سات مرتبہ طواف کر کے اپنی قسم کو پورا کرے- فاعجب علماء العراق وکانوا قد عجزوا عن الجواب پس اس شافی جواب سے علماء عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے -(طبقات الکبری، جلد 1، ص 127، اخبار الاخیار، فارسی، ص 17، قلائد الجواھر، ص 38، تحفه قادریه ، ص 87)

وہ علماء عظام جو آپ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتے

قاضی ابو یعلی محمد بن محمد الفراء الحنبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالعزیز بن الاخضر نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو یعلی سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں الشیخ عبدالقادر الجیلانی کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا اور شیخ الفقیہ ابوالفتح نصر المنی، شیخ ابو محمد محمود بن عثمان البقال، امام ابوحفص عمر بن ابونصر بن علی الغزال، شیخ ابو محمد الحسن الفارسی، شیخ عبداللہ بن احمد الخشاب، امام ابوعمرو عثمان الملقب بشافعی زمانہ - شیخ محمد بن الکیزان، شیخ الفقیہ رسلان بن عبداللہ بن شعبان، شیخ محمد بن مظفر بن غانم العلثمی، احمد بن سعد بن

وھب بن علی الھروی، محمد بن الازطرالصیر فنی یحیی بن البرکۃ محفوظ الدیبقی، علی بن احمد بن وھب الازفی، قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسی بن ھرباس المارائی ان کے بھائی عثمان ان کے صاحبزادے عبدالرحمان، عبداللہ بن نصر بن حمزہ البکری، عبدالجبار بن ابوالفضل القصفی، علی بن ابوطاھر الانصاری، عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الحافظ، امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامۃ المقدسی الحنبلی اور ابراھیم بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی علیھم الرحمۃ بھی آپ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے ۔(قلائد الجواھر، ص 605)

مجلس وعظ میں ہجوم

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتداء میں میرے پاس دو یا تین آدمی بیٹھا کرتے تھے پھر جب شہرت ہوئی تو میرے پاس خلقت کا ہجوم آنے لگا، اس وقت میں بغداد شریف کے محلّہ حلبہ کی عیدگاہ میں بیٹھا کرتا تھا، لوگ رات کو مشعلیں اور لالٹینیں لے کر آتے پھر اتنا اجتماع ہونے لگا کہ یہ عیدگاہ بھی لوگوں کے لئے ناکافی ہوگئی، اس وجہ سے باہر بڑی عیدگاہ میں منبر رکھا گیا، لوگ دور دراز سے کثیر التعداد میں گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے ۔ تقریباً ستر ہزار کا اجتماع ہوتا تھا ۔(بھجۃ الاسرار، ص 92۔ قلائد الجواھر، ص 12/13۔ سفینۃ الاولیاء، ص 64۔ تحفہ قادریہ، ص 83)

حضرت کے صاحبزادہ والاشان سیدنا عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

کان یحضرہ العلماء والفقھاء و المشائخ وغیرھم و یکتب ما یقول فی مجلسہ اربعمائۃ محبرۃ عالم.

آپ کی مبارک مجلس میں علماء، فقہاء اور مشائخ وغیرہم بکثرت تعداد حاضر ہوتے تھے ۔ اور آپ کی مجلس میں افاضل علماء جن کی تعداد چار سو تھی، قلم اور دوات لے کر حاضر ہوتے تھے۔

(قلائد الجواھر، ص 18۔ بھجۃ الاسرار، ص 98۔ اخبار الاخیار، ص 18)

آوازِ مبارک

آپ کی مجلس مبارکہ میں باوجودیکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا تھا، لیکن آپ کی آواز مبارک جتنی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی اتنی ہی دور والوں کو سنائی دیتی تھی، یعنی دور اور نزدیک والے حضرات یکساں آپ کی آواز مبارک بالکل صاف سنتے تھے -

(قلائد الجواهر، ص 74- بهجة الاسرار، ص 94)

مجلس کے اردگرد بارش

ایک دفعہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بعض اہل مجلس سے خطاب فرمارہے تھے کہ اتنے میں بارش ہونے لگی، آپ نے آسمان کی طرف نظر مبارک اٹھا کر بارگاہ رب العالمین میں عرض کی: اے اللہ! میں تیرے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو ان کو منتشر کرتا ہے - آپ کا یہ کہنا ہی تھا کہ مدرسہ پر بارش کا برسنا موقوف ہو گیا اور اس کے اردگرد بارش برستی رہی -(نفحات الانس فارسی، ص 361- قلائد الجواهر، ص 29- بهجة الاسرار، ص 75- تحفه قادریه، ص 85)

مجلس کی کیفیت

آپ کی مجلس شریف میں تو نہ کسی کو تھوک آتا تھا، نہ کوئی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کوئی کسی سے کلام کرتا تھا، کسی فرد کو مجلس میں سے کھڑے ہونے کی جرات بھی نہ ہوتی تھی- آپ کی تقریر دلپذیر سے لوگوں کی وجدانی کیفیت ہوتی تھی-

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عظیم المرتبت محدث پر آپ کی مجلس مبارکہ میں وجد طاری ہو گیا تھا - (قلائدالجواہر، ص 74، ص 38، بہجۃ الاسرار، ص 94)

مجلس میں لوگوں کا تائب ہونا

آپ کے دست حق پرست پر کثیر تعداد میں لوگوں نے توبہ کی ۔ شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لم تكن مجالس سيدنا الشيخ	یعنی آپ کی مجالس شریفہ میں سے
عبدالقادر رحمة الله عليه	کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس
تخلو ممن يسلم من اليهود	میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ
والنصارى ولا ممن يتوب من	کرتے ہوں، یا ڈاکو، قزاق، قاتل
قطاع الطريق و قاتل النفس و غير	النفس، مفسد اور بد اعتقاد لوگ آپ
ذالک من الفساد ولا ممن يرجع	کے دست حق پرست پر توبہ نہ
عن معتقد شيء .	کرتے ہوں۔

(بهجة الاسرار، ص 96- قلائد الجواهر، ص 18- اخبار الاخيار فارسی، ص 19)

پانچ ہزار یہود و نصاریٰ کا اسلام قبول کرنا

محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

قد اسلم على يدى اكثر من	بے شک میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے
خمسة آلاف من اليهود	زائد یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا
والنصارى و تاب على يدى من	اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکوؤں،
العيارين والمسالحة اكثر من	قزاقوں، فساق، فجار، مفسد اور بدعتی
مائة الف خلق كثير.	لوگوں نے توبہ کی۔

(قلائد الجواهر، ص 19- اخبار الاخيار فارسی، ص 19)

سیدنا عیسی علیہ السلام کی بشارت سے پادری کا اسلام لانا

ایک دفعہ سنان نامی عیسائی پادری نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس شریف میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا : اور اجتماع میں کھڑے ہوکر بیان کیا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں اسلام کو قبول کرلوں اور اس پر میرا مصمم ارادہ ہوگیا کہ یمن میں سب سے افضل واعلی شخصیت کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔

اسی سوچ و بچار میں تھا کہ مجھے نیند آئی اور میں نے حضرت عیسی علی نبینا علیہ السلام کو خواب میں دیکھا - آپ نے مجھے ارشاد فرمایا:

یا سنان اذھب الی بغداد و	اے سنان! بغداد شریف جاؤ اور شیخ
اسلم علی ید الشیخ	عبدالقادر جیلانی کے دست حق پر اسلام
عبدالقادر فانه خیر اهل	قبول کرو - کیونکہ وہ اس وقت روئے
الارض فی هذا الوقت.	زمین کے تمام لوگوں سے افضل واعلی ہیں۔

(قلائد الجواھر، ص 18 -بهجة الاسرار، ص 96 ـ سفینة الاولیاء ص 70 -تحفه قادریه ص 41)

شیخ عمر الکیمانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں تیرہ شخص اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے - مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ عرب کے عیسائی ہیں، ہم نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تھا اور یہ سوچ رہے تھے کہ کسی مرد کامل کے دست حق پرست پر اسلام قبول کریں۔

اسی اثناء میں ہاتف غیب سے آواز آئی کہ بغداد شریف جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مبارک ہاتھوں پر اسلام قبول کرو

فانہ یوضع فی قلوبکم من	پس اس وقت جس قدر ایمان ان کی برکت
الایمان عندہ ببرکتہ مالم	سے تمہارے دلوں میں جاگزیں ہوگا، اس
یوضع فیھا عند غیرہ من	قدر ایمان اس زمانہ میں کسی دوسری جگہ
سائر الناس فی ھذا الوقت	سے ناممکن ہے

(قلائد الجواھر، ص 18- بھجة الاسرار، ص 96)

سابقہ امتوں میں بھی آپ جیسا کوئی نہیں

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد شریف میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ سوار تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے ۔ آپ نے فرمایا یا موسیٰ افی امتك رجل ھکذا ۔اے موسیٰ علیہ السلام ! کیا آپ کی امت میں بھی اس شان کا کوئی شخص ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا :لا نہیں ۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے خلعت پہنائی ۔(قلائد الجواھر، ص 22)

ریاضتیں اور مجاہدے

سرکار پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ابتدائے جوانی میں مجھ پر نیند غالب آتی تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی :اے عبدالقادر ! ہم نے تجھ کو سونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔(بھجة الاسرار ،ص 21 ،سفینة الاولیاء، ص63)

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں عرصہ دراز تک شہر کے ویران اور بے آباد مقامات پر زندگی بسر کرتا رہا،نفس کو طرح طرح کی ریاضت اور مشقت میں ڈالا ،پچیس (25)برس تک عراق کے بیابان جنگلوں میں تن تنہا پھرتا رہا، چنانچہ ایک سال تک میں

ساگ گھاس وغیرہ سے گزارا کرتا رہا اور پانی مطلق طور پر نہ پیا، پھر ایک سال تک پانی بھی پیتا رہا، پھر تیسرے سال میں نے صرف پانی پر ہی گزارا کیا، کچھ بھی نہیں کھاتا تھا، پھر ایک سال تک نہ ہی کچھ کھایا، نہ پیا اور نہ ہی سویا۔ (قلائد الجواھر، ص 10۔11)

چالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا فرمانا

اخبار الاخیار، ص 40، قلائد الجواہر، ص 76 میں مذکور ہے:

وقال ابو الفتح الهروی : خدمت سیدی الشیخ عبدالقادر رضی الله عنه اربعین سنة ، فکان فی مدتها یصلی الصبح بوضوء العشاء :	حضرت ابوالفتح ہروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں چالیس (40) سال تک رہا اور اس مدت کے دوران میں نے آپ کو ہمیشہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(اخبار الاخیار مترجم، ص 40، قلائد الجواھر، ص 76۔)

ایک رات میں قرآن پاک ختم فرمایا

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ پندرہ سال رات بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص 17۔ للشیخ عبدالحق الدہلوی جامع کرامات الاولیاء ج 2 ص 202۔ تحفہ قادریہ ص 30۔ خزینۃ الاصفیاء ج 1 ص 98)

شیخ ابوعبداللہ نجار سے مروی ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بڑی بڑی سختیاں اور مشقتیں برداشت کیں اگر وہ کسی پہاڑ پر گزرتیں تو وہ پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ (قلائد الجواہر ص 10۔ طبقات الکبریٰ ج 1 ص 126)

حضرت غوث اعظم سید الاولیاء

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ ارشاد فرمایا:

"قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله

"میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے"

اولیاء کرام نے آپ کے اس ارشاد کو سماعت کیا اور اپنے اپنے مقامات سے ہر ولی نے اس ارشاد کو قبول کیا اور سر تسلیم خم کیا،

خواجۂ خواجگاں، شاہ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ عنہ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ ارشاد مبارک کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: گردن ہی نہیں آپ کا قدم مبارک میری آنکھوں اور بصیرت پر ہے۔

علی عینی و علی بصیرتی۔(تفریح الخاطر، ص:20)

غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مقاصد الاسلام، حصۂ ہشتم میں ایک عنوان "غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی سلطنت " قائم فرمایا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت اس طرح نقل فرمائی "دائرۃ المعارف میں معلم بطرس بستانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میری ایک لڑکی گھر کے چھت پر چڑھی تھی، وہاں سے وہ غائب ہوگئی ! آپ نے فرمایا کہ آج رات تم محلّہ کرخ کے ویرانہ میں جاؤ اور پانچویں ٹیلہ کے پاس بیٹھو اور زمین پر یہ کہتے ہوئے ایک دائرہ اپنے اطراف کھینچ لو کہ (بسم الله علی نية عبد القادر) جب

اندھیرا ہوجائے گا تو جنات کی ٹکڑیاں مختلف صورتوں میں تم پر گزریں گی، ان کی ہیبت ناک صورتوں کو دیکھ کر ڈرنا نہیں، صبح کے قریب ان کا بادشاہ ایک بڑے لشکر میں آئے گا اورتم سے پوچھے گا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ تو کہہ دینا کہ مجھے عبد القادر نے بھیجا ہے،اوراس وقت لڑکی کا واقعہ بھی بیان کردو ! اس شخص نے اس مقام پر جاکر حکم کی تعمیل کی اورکُل واقعات وُقوع میں آئے، جب بادشاہ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھیجا ہے، یہ سنتے ہی وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور زمین بوسی کرکے دائرہ کے باہر بیٹھ گیا اوراس کی حاجت دریافت کی، جب اس نے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کیا تو اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جس نے یہ کام کیا ہے فوراا سے پکڑ کے لاؤ ! چنانچہ ایک سرکش جن لایا گیا،جس کیساتھ میری لڑکی بھی تھی، حکم دیا کہ اس سرکش کی گردن ماردی جائے،اورلڑکی کو میرے حوالہ کرکے رخصت ہوگیا"۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ کرامت نقل فرما کر حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ ارشادفرماتے ہیں" اس سے جنوں کے علم کا بھی حال معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ تو کرخ میں کھینچا گیااورمسافت بعیدہ پر بادشاہ کوخبر ہوگئی کیونکہ رات بھر چل کرقریب صبح اس دائرہ کے پاس پہنچا جوصرف حضرت شیخ کی نیت سے کھینچا گیا تھا،اوراس سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کے تصرف کا حال بھی معلوم ہوگیا کہ جنوں پرآپ کا کیا اثر تھا کہ لکیر جو آپ کی نیت سے کھینچی گئی تھی وہاں پادشاہ بذات خود حاضر ہوا اورزمین بوسی کی- " (مقاصد الاسلام،حصۂ ہشتم،ص:169/170)

برادران اسلام ! حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کرامت سے یہ حقیقت بھی آشکار ہورہی کہ جن اورانس ہردوآپ کی ذات عالی سے وابستہ ہیں،اورتابع فرمان ہیں۔

تعلیمات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام توانائیوں کو تحفظ اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے صرف فرمادیا، اپنی زندگی کا ہر لمحہ فروغ دین اور اصلاح امت کے لئے وقف فرمادیا۔

آپ ہر وقت اللہ کے دربار میں متوجہ رہا کرتے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت' اتباع واطاعت اور پیروئ شریعت کا آپ پر اس قدر غلبہ ہوتا کہ خلاف شرع کوئی کام نہ فرماتے ، سفر وحضر، خلوت وجلوت ، بزم ورزم میں کبھی کوئی سنت ومستحب عمل ترک نہ فرماتے ، ہمیشہ مشتبہ امور سے گریز فرماتے ، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، چند روز گزرنے کے بعد اس نے رخصت کی اجازت مانگی اور عرض کیا کہ میں آپ کی کرامات سے متعلق سنا تھا؛ لیکن حالیہ قیام کے دوران میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی ۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اس دوران مجھے کوئی خلاف شریعت کام کرتے دیکھا؟ فرائض وواجبات ، سنن ونوافل ترک کرتے دیکھا؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں! تب آپ نے فرمایا: شریعت پر استقامت ہی بڑی کرامت ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امت مسلمہ کو خصائل رذیلہ وعادات مذمومہ سے بالکلیہ طور پر گریز کرنے اور اخلاق حسنہ، خصائل حمیدہ اور برگزیدہ صفات اپنانے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے کثرت نوافل ، اصلاح باطن وصفائی قلب ، تفقہ فی الدین اور اپنے آپ کو تقوی سے آراستہ کرنے کی تعلیم دی۔

آپ نے فرمایا کہ منکرات ومنہیات سے رُک کے رہنا عوام کا تقوی ہے اور اس کیساتھ مشتبہ چیزوں سے بچتے رہنا خواص کا تقوی ہے، آپ نے ظاہر وباطن دونوں کو پاکیزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے حرص وطمع سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی، آپ نے فرمایا: لفظ "طمع" بے نقط اور خالی ہے، ایسے ہی طمع وحرص کرنے والا بھی خالی اور نعمت سے محروم رہتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات میں ہے کہ انسان کو ہمیشہ راضی بقضاء رہنا چاہیئے، بندۂ مؤمن احکام الٰہی کے سامنے چوں و چرانہیں کرتا، کیا اور کیوں نہیں پوچھتا؛ بلکہ تمام احکام کی بابت سر تسلیم خم کرتا ہے اوران کی بجا آوری میں مصروف ہوجاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: مصیبت وآزمائش کے وقت صبر کرنا ہی بڑی شجاعت ہے، حضرت نے فرمایا کہ لوگ تنگی وآزمائش کے وقت جزع فزع کرتے ہیں اور راحت وآسودگی میں شکرنہیں کرتے، مصیبتوں پر صبر کرنا چاہیئے !۔

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے، ہمیشہ اصلاح نفس کی فکر کرنی چاہیئے ۔جب نفس کا خلاف کیا جائے اور اس پر مکمل کنٹرول کرلیا جائے تب یہی نفس امارہ، نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے؛ جوخیر کی طرف لیجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ ہمیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......فروغ امن میں اولیاء کرام کا کردار......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا. صدق الله العظيم

برادران اسلام !ابھی خطبہ کے بعد میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے؛اس کا ترجمہ سماعت فرمایئے !پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جوزمین پر وقار کے ساتھ چلتے ہیں،اور جب ان سے جاہل لوگ گفتگو کرتے ہیں تو وہ محض سلامتی کی بات کرتے ہیں۔(سورۃ الفرقان ۔63)

اس آیت ربانی میں رب العالمین اپنے خصوصی شان والے بندوں کا تذکرہ فرمارہا ہے کہ وہ روئے زمین پر نہایت عمدگی،سکینت ووقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کبھی ان کے ساتھ کوئی سخت کلامی سے پیش آتا ہے تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں اور برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے، بلکہ اچھائی کیساتھ پیش آتے ہیں،وہ ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیتے،ظلم کرنے والے کو معاف کرتے ہیں،اپنے کردار سے اسے امن وسلامتی کا پیغام دیتے ہیں،کوئی دہشت وبربریت بپا کررہا ہے تو اس کے جواب میں اسے

دہشت میں مبتلا نہیں کرتے، بلکہ اسے راحت ورحمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی علیہ الرحمہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر:63 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد يعني سداداًمن القول مايسلمون فيه من الايذاء والاثم كذا قال مقاتل بن حبان قال الحسن لو جهل عليهم جاهل حملوا ولم يجهلوا	ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد ایسی درست گفتگو جس میں وہ تکلیف پہنچانے اور گناہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حبان نے بھی اسی طرح فرمایا ہے، حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی ناداں ان سے نامناسب گفتگو کرتا ہے تو وہ تحمل و برداشت سے کام لیتے ہیں اور جہالت اختیار نہیں کرتے۔

(التفسیر المظھری ج7ص46،انوار التنزیل واسرارالتاویل للبیضاوی، سورۃ الفرقان۔63، مدارك التنزیل وحقائق التاویل للنسفی، سورۃ الفرقان۔63)

اسی حکم خداوندی کے پیش نظر حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ نصیحت فرماتے ہیں: جب کوئی جاہل جہالت سے آپ کو ستانے لگے یا ایذا رسانی کے درپے ہوجائے تو ایسے جاہلوں کے ساتھ جاہل بن کر مقابلہ نہ کرو! بلکہ یہ معاملہ حق تعالیٰ سے رجوع کردو۔(مواعظ حسنہ، ج1،ص206)

یہ ایمان والوں کا شیوہ بتایا گیا، بالخصوص اولیاء کرام اورصالحین ان آیات کا خصوصی مصداق ہیں، انہوں نے کس طرح سلامتی کا پیغام دیا، برائی کا کس طرح سدِّ باب کیا اوران پر کئے جانے والے جوروجفا کا کس عمدگی سے جواب دیا،اورفروغ امن

وسلامتی کیلئے کتنی عظیم قربانیاں انجام دیں، اس کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں؛ تا کہ اس کے سننے کے بعد ہم اپنی زندگی میں ان سبق آموز واقعات کو جاری کرنے کی کوشش کریں، خود بھی خیر و بھلائی حاصل کرنے والے بنیں اور دوسروں کے لئے بھی چین وسکون کا سامان مہیا کرنے والے ہو جائیں۔

اسلامی قوانین امن وسلامتی کے آئینہ دار

یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ ہمارے دین کا نام اسلام ہے اور اس دین کے ماننے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے اور یہ الفاظ سلامتی کے معنی دیتے ہیں؛ دین اسلام کے نام اور اس کے ماننے والوں کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کی تعلیمات میں لوگوں کے لئے سراسر حفاظت وسلامتی اور امن وامان ہے، یہ دین اسی کی تعلیم دیتا ہے اور اس دین کے ماننے والے بھی امن وسلامتی کے پیامبر ہوتے ہیں، ان کے گفتار و کردار میں سلامتی ہوتی ہے، ان کی نشست و برخاست میں سلامتی ہوتی ہے، ان کے رہن سہن میں سلامتی ہوتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہیکہ اسلام امن' سلامتی اور بھائی چارگی کا دین ہے، جو ساری مخلوق کیلئے خیر خواہی اور بھلائی کا درس دیتا ہے، اسلام ہی نے انسانیت کو اس کا مقام و مرتبہ بتایا اور اسے انسان ہونے کی حقیقی شناخت کروائی، اسے عدل وانصاف کا پیغام دیا ، برابری ومساوات کی تعلیم دی اور اخوت ومحبت کا درس دیا۔ انسانیت کی کامیابی اس میں نہیں کہ وہ دنیا اور اسکی دولت سمیٹ لے، ایک انسان کی کامیابی اس میں نہیں کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کروائے، دوسروں کے حقوق پامال کر کے جائیدادیں، مال ودولت اور عزت وشہرت حاصل کرے، بلکہ انسانیت اگر امن چاہتی ہے تو اسلام کے زرین اصول اور اس کے آفاقی قوانین پر عمل پیرا ہو کر ہی امن ونجات حاصل کرسکتی ہے، صلاح وفلاح پاسکتی ہے اور کامیابی کی راہ پر گامزن رہ سکتی ہے۔

یہ دین امن وآشتی، چین وشانتی کا دین ہے اور اس دین کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رسول کریم ہیں، رؤف ورحیم ہیں، شفیق ومہربان ہیں، ان کی تعلیم امن اور صلح کی تعلیم ہے، رواداری اور غمگساری کی تعلیم ہے، انسانیت اور شرافت کی تعلیم ہے، جو مخلوق خدا کے لئے سب سے بہتر نمونہ ہیں۔

اولیاء کرام قرآن کریم اور حدیث شریف کی ان تعلیمات پر بخوبی عمل کرنے والے ہیں اور لوگ ان حضرات کی عالی خدمات ومبارک توجہات کی وجہ سے تعلیمات اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں' ان کی ہمنشینی اختیار کرکے باعمل ہوجاتے ہیں اور ان کے واقعات سننے سے بندۂ مومن کو استقامت حاصل ہوتی ہے، جذبۂ ایمانی عروج پاتا ہے ،اسلامی تعلیمات پر قدم جم جاتے ہیں، اسے نیک عمل کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اور وہ حسن اخلاق کا عادی ہوجاتا ہے۔

اولیاء کرام کے آستانے محبت ورواداری کے مراکز

حضرات صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالی عنہم کتاب وسنت کے سنہری اصول وقوانین کو روبہ عمل لاتے رہے، اولیاء کرام نے اسی مشن کو جاری رکھا' دنیا کے ہر خطہ میں اسلام کے پیغام امن وسلامتی کو مسلسل فروغ دیا اور ان بزرگوں نے عوام کے ساتھ ہمدردی وغمگساری کی ، ان کے دکھ درد میں شریک رہے، خدمت خلق کے مثالی نمونے پیش کئے اور تصوف کو انفرادی طور پر محض ایک روحانی تجربہ نہیں قرار دیا، بلکہ انہوں نے اسے محبت اور رواداری کی ایک عالمگیر تحریک بنادی، یہی سبب ہے کہ آج اولیاء کرام کی بارگاہیں اور آستانے عالم کے ہر گوشہ میں موجود ہیں، ہر قوم ومذہب کے افراد وہاں عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر میں پڑاؤ ڈالا اور وہیں رہائش اختیار کی ،

ایک خدا ترس درویش کا کسی اجنبی شہر میں آکر بس جانا، خود یہ ظاہر کرتا ہے کہ درویش بزرگ کا مسلک امن وسلامتی پھیلانا اور محبت و بھائی چارگی عام کرنا تھا، یہی وجہ ہیکہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا آج بھی حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و وابستگی رکھے ہوئے ہے، حقیقت یہ ہیکہ ان بزرگان دین نے ظلم کے بدلہ رحم وکرم کا برتاؤ کیا اور اپنے دشمنوں کو بھی دعاؤں سے نوازا، ان حضرات نے انتقام کے بجائے احترام کا معاملہ کیا، ان بزرگوں نے ملک گیری اور اقتدار حاصل کرنیکے بجائے قوم وملت کی رواداری اور ان کی دلجوئی فرمائی، دہشت کی آگ کو اخلاق کی ٹھنڈک سے بجھادیا، تعصب کی کڑواہٹ کو انصاف وغیر جانبداری کی مٹھاس سے ختم کردیا۔

اولیاء کرام نے دنیا میں امن وسلامتی کو فروغ دینے کے لئے جو کردار ادا کیا ہے اس کی چند مثالیں یہاں ذکر کرتا ہوں۔

مسلح شخص کو صبر وتحمل کی نصیحت

برادران اسلام! ہمیں تاریخ میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا بھی واقعہ ملتا ہے کہ حضرت کے پاس ایک شخص ہتھیار لے کر آیا اور آپ نے اسے بڑی عمدگی سے نصیحت فرمائی اور اس کے دل کو پھیر دیا، واقعہ ملاحظہ ہو:

ایک آدمی کو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ سے چھری کے ساتھ پکڑ لیا گیا، نیت اللہ بہتر جانتا ہے، اس بات کا سلطان المشائخ کو پتہ چلا، آپ نے اسے تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا، پھر خود اسے اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا: تم وعدہ کرو کہ آئندہ کسی کو ایذا نہ پہنچاؤں گا! اس نے وعدہ کیا، حضرت نے حکم دیا کہ اسے اخراجات دئے جائیں!

پھر دشمنی کے بارے میں فرمایا: جفا کو برداشت کرے! بدلہ خدا پر چھوڑ دے۔

پھر فرمایا: جس کسی نے ہمیں رنجیدہ کیا خدا اسے راحت پہنچائے! جو ہمیں بے مدد چھوڑا خدا اس کا یار و مددگار ہو! جو دشمنی کی وجہ سے میری راہ میں کانٹے بچھائے اُس کے گلستان حیات میں جو پھول بھی کھلے وہ بے خار ہوں!۔

پھر فرمایا: کوئی کسی کی راہ میں کانٹے بچھاتا ہے، وہ بھی اس کی راہ میں کانٹے بچھا دیتا ہے' یہ دونوں ایک جیسے عمل ہیں، انہی کلمات کے دوران فرمایا: عوام کا عمل ایسا ہی ہوا کرتا ہے، لیکن درویشوں میں ایسا نہیں ہے!، درویش اچھوں کے ساتھ اچھے ہیں مگر بروں کے ساتھ برے نہیں!۔ (ملخص از: سیر الاولیاء، ص، 578)

حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتار سے بھی امن کا پیغام دیا اور اپنے کردار سے بھی سلامتی کی تعلیم دی، آپ نے اپنی حکمت عملی سے نقضِ امن کرنے والوں کو سلامتی کا پاسدار بنا دیا اور دہشت کا ماحول پھیلانے والوں کو راحت رسانی کی طرف مائل کر دیا۔ پھر ایسے مبارک جملے ارشاد فرمائے کہ اس کا ہر ہر لفظ امن کی دعوت دے رہا ہے، اس کا ایک ایک کلمہ سلامتی کا پیغام پیش کر رہا ہے، کوئی شخص زیادتی کرتا ہے تو اس کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، لیکن حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بدلہ خدا پر چھوڑنے کا حکم دے کر آتش انتقام کو ختم کر دیا، کوئی شخص کسی کو غمگین و رنجیدہ کرتا ہو اس کے لئے بھی رنج و غم کا سامان کیا جاتا ہے، لیکن اولیاء کرام نے ایسے مرحلہ میں بھی راحت رسانی کا پیغام دیا، کوئی شخص کسی کو بے سہارا اور بے مدد چھوڑ دے تو اس کے ساتھ اسی طرح کے سلوک کی تمنا و آرزو کی جاتی ہے، لیکن اولیاء کرام نے ایسے شخص کی مدد و نصرت کے لئے دعا کی ہے، دنیا میں کوئی کسی کو تکلیف دیتا ہے تو اسے بھی تکلیف پہنچانے کی فکر کی جاتی ہے، کوئی ہراساں کرتا ہے تو اسے بھی ہراساں کیا جاتا ہے، کوئی برا سلوک کرتا ہے تو اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے، برائی کا جواب برائی سے، تکلیف کا جواب تکلیف سے، حملہ کا جواب حملہ

سے دیا جاتا ہے، بلکہ انتقام کے موقع پر یہ فکر دی جاتی ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے ، اولیاء کرام نے اپنی گفتار و کردار کے ذریعہ اس فکر کے خلاف امن وسلامتی کا پیغام دیا کہ تکلیف وہراسانی کا جواب لطف ومہربانی سے دیا جائے! بدسلوکی کا جواب خوش اخلاقی سے دیا جائے! بدتمیزی وبدزبانی کا جواب خوش کلامی وشیریں بیانی سے دیا جائے!۔

قتل کے ارادہ سے آنے والا مشرف بہ اسلام ہوگیا

صاحب مرآۃ الاسرار نے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حکمت سے لبریز واقعہ رقم کیا ہے:

ایک دن ایک سخت دل غیر مسلم خنجر بغل میں چھپا کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے کے ناپاک ارادہ سے آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فراست سے اس کا ارادہ معلوم کرلیا اور اس سے فرمایا کہ خنجر کیوں نہیں چلاتے؟ میری گردن حاضر ہے! یہ سنتے ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا' خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا، اس کے بعد اس شخص نے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ (مرآۃ الاسرار، ص598)

وہ سخت دل شخص آیا تو اس غرض سے تھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زیادتی کی انتہاء کر بیٹھے، لیکن حضرت کی فراست باطنی نے اسے امن کا علمبردار بنادیا اور اسے حلقہ بگوش اسلام کردیا۔

ارشاد باری تعالی ہے: اُتْلُ مَا أُوحِیَ إِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

(سورۃ العنکبوت45)

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں تلاوت قرآن ،ادائی نماز کا حکم دیا ،اور

اہتمام ذکر کی ترغیب دی، انہیں تین مقاصد کی تکمیل کے لئے فرمان الٰہی کی روشنی میں تین مراکز کا قیام عمل میں لایا گیا، کثرت تلاوت قرآن کے لئے مدارس کی بنیاد ڈالی گئی، باجماعت نماز کی ادائی کے لئے مساجد کی تعمیر کی گئی اور اہتمام ذکر کے لئے خانقاہوں کو فروغ دیا گیا، خانقاہوں میں برے اخلاق اور صفات مذمومہ سے نفس کو پاک کیا جاتا ہے، اور اخلاق عالیہ اور صفات حمیدہ سے مزین کیا جاتا ہے جسکا قرآن کریم نے ہم سے تقاضہ کیا ہے۔

یقیناً اولیاء کرام کی بارگاہیں اور بزرگان دین کی خانقاہیں انسانیت کے لئے عظیم تربیت گاہیں ہیں، یہاں لوگوں کو اچھے اخلاق اور بہترین آداب سکھائے جاتے ہیں، انہیں پیغام سلامتی کا سفیر بنایا جاتا ہے، ان کے ایک ایک عمل پر نظر رکھی جاتی ہے اور ان کی بہر طور اصلاح کی جاتی ہے، بزرگوں کے آستانے روحانی شفا خانے بھی ہیں جہاں بیماروں کو دوا اور دعا دونوں ملتی ہیں، کسی کو تعویذ دی جاتی ہے، کسی کو عمل یا وظیفہ بتایا جاتا ہے اور کسی کے لئے باطنی توجہ کی جاتی ہے، اولیاء کرام کی بارگاہیں ایک ایسا مقام ہے جہاں سماج کے ہر طبقہ کے لوگ آ کر ملتے ہیں، ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں، محبت، بھائی چارگی، رواداری اور دردمندی کا سبق سیکھتے ہیں، آپس میں شیر وشکر ہو کر رہتے ہیں، بزرگوں کے آستانے لنگر خانے بھی ہیں، جہاں فقراء، مساکین اور مسافروں کو بروقت کھانا میسر ہوتا ہے اور بعض آستانوں میں دن رات لنگر جاری رہتا ہے۔ ایسے ادارہ کی افادیت اور اچھائی سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے جس میں بیک وقت ایسی خوبیاں موجود ہوں، جہاں سے لوگ جسمانی و روحانی شفا پاتے ہوں، دنیا وآخرت کا چین و سکون حاصل کرتے ہوں اور جہاں سے بلا لحاظ مذہب وملت ہمدردی ورواداری کو فروغ دیا جاتا ہو، بلاشبہ ایسے مقامات امن کے گہوارے ہی کہلائے جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ خانقاہیں امن کے ایسے مراکز ہیں جہاں ٹوٹے ہوئے دلوں کواسطرح جوڑ دیا جاتا کہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ کبھی ٹوٹے بھی تھے۔

بزرگان دین ان فلاح و بہبود پر مشتمل امور کے اجراء میں اپنے شخصی مفاد اور دنیوی منفعت کوکبھی مدنظر نہیں رکھا کرتے،محض رضائے الٰہی کی خاطر خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں اور قوم وملت کی صلاح وفلاح اورصالح معاشرہ کی تشکیل میں اپنے شب وروز گزارا کرتے ہیں۔

حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ،سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں:انسان کا دل خوش کرنا اوراسکی دلجوئی اورراحت رسانی افضل ترین عمل اورتقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔(مواعظ حسنہ،ج ۲،ص ۱۸۱)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حکایت

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں:

ایک بادشاہ تھا، جسے تارانی کہتے تھے،اُسے بغاوت کرکے قتل کردیا گیا،تارانی کوحضرت شیخ سیف الدین باخرزئی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی،اس کی جگہ دوسرے شخص کو بادشاہ بنادیا گیا' اس نئے بادشاہ کے سامنے ایک ساعی مقرر کیا گیا، جسے حضرت شیخ سیف الدین باخرزئی سے عداوت تھی ، جب اسے بات کرنے کا موقع ملاتو بادشاہ سے کہنے لگا،اگر چاہتے ہوکہ آپ کی حکومت قائم رہےتو شیخ سیف الدین کوختم کردیجئے، سلطنت میں پہلی تبدیلی اُنہی کی وجہ سے ہوتی ہے، بادشاہ نے یہ بات سن کراسی کوکہا کہ تم ہی جاؤ! جس طرح مناسب سمجھو شیخ کوادھر لے آؤ، وہ آدمی گیا اور شیخ کو بڑی بے ادبی سے دربار میں لایا،(شاید گلے میں پگڑی ڈال کرلایا یاکسی اورطرح ہتک کرکے لایا،) غرضکہ جب شیخ اندر داخل ہوئے، جوں ہی بادشاہ کی نظران پر پڑی، نہ جانے اسے خدا

نے کیا جلوہ دکھایا، وہ فوراً تخت سے نیچے اترا اور بڑی معذرت کر کے شیخ کے قدموں کو چھوا، بوسہ دیا اور بڑے مؤدبانہ طریقہ سے معذرت کی کہ میں نے یوں ہرگز نہ کہا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ شیخ گھر کو لوٹ آئے، اگلے دن بادشاہ نے اس ساعی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے اسے قابل گردن زدنی قرار دے دیا ہے، اب آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، جس طرح سے چاہیں اسے ٹھکانے لگائیں! جوں ہی شیخ نے اسے یوں جکڑے ہوئے پایا، فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے، اسے اپنا لباس پہنایا اور کہا: آج تم وعظ میں میرے ساتھ چلو۔ اس دن دوشنبہ تھا، حسب وعدہ شیخ وعظ کے لئے مسجد میں آئے، جب منبر پر چڑھے تو یہ شعر پڑھا۔ (بیت......) ترجمہ: جنہوں نے ہمارے ساتھ بدیاں کیں، اگر ہو سکے تو نیکی کے سوا اور کچھ نہ کروں۔

حضرات! الغرض حضرت شیخ سیف الدین علیہ الرحمہ نے اس شخص کو معاف کر دیا، اگر چہ کہ اس نے آپ سے بدتمیزی کی، قتل کا ناپاک ارادہ کیا، بے آبرو کرنے کی کوشش کی اور آپ کے ساتھ برائی کی لیکن حضرت نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آئے، وہ شخص تو دل دکھایا تھا' لیکن آپ نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ دشمن کا دل دکھے اور وہ تکلیف میں رہے، آپ نے اس کے ساتھ خیر کا برتاؤ اور راحت کا معاملہ فرمایا۔ (ملخص از: سیرالاولیاء، ص 581تا582)

اولیاء کرام کے ملفوظات و مکتوبات کا بنظر غائر اور گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں ایسی ہزاروں مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں مسکینوں، فقیروں، دردمندوں کے دکھ بانٹے ہیں، رضائے الٰہی و خوشنودئ خداوندی کے حاصل کرنے کی خاطر ان کی خدمت کی ہے۔

یہی وہ بلند کردار اور اخلاقی اقدار ہیں جس کی وجہ سے اولیاء کرام کے ذریعہ عوام

کے ہر طبقہ میں امن کی فضا قائم رہی، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہوں، یا خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ' حضرت بابا شرف الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت احمد باد پا رحمۃ اللہ علیہ ہوں، یا حضرت اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں، یا حضرت قطب دکن شاہ راجو قتال حسینی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نقشبند دکن شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین، تمام اولیاء کرام اور اہل سلاسل نے ہر طرف امن کو فروغ دینے کی کامیاب سعی فرمائی، اور آج بھی ان اولیاء کرام کی بارگاہیں، وہاں کے پروگرامس اور سرگرمیاں امن و سلامتی کی دعوت دے رہی ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہیکہ ہمیں ان بزرگوں کے دامن کرم سے وابستہ فرمائے اور راحت و رحمت، الفت و محبت کا پیکر بنائے!

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت‘ عقائد و تعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ!قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ :وَمَنْ خُلَفَاؤُکَ؟ قَالَ :اَلَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَیَرْوُوْنَ أَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ.

حضرات! دنیا میں جب بھی کسی اہل صدق وصفا صاحب عشق ووفا کی آمد ہوتی ہے تو اس سے قبل ان کی تشریف آوری کی بشارتیں سنائی جاتی ہیں جیسا کہ بارش برسنے سے پیشتر ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک سے چونکہ اندھیروں کو چھٹنا اور روشنی کو پھیلنا، قرب حق کے طلبگاروں کو حق سے ملنا اور وصال کی لذتوں سے آشنا ہونا مقدر تھا، اس لئے آپ کی آمد سے پہلے بھی دستور خداوندی کے مطابق خوشخبریاں سنائی گئیں۔

مرتب مواعظ حسنہ رقمطراز ہیں:

آپ کی والدہ محترمہ فرماتی تھیں کہ زمانۂ حمل سے قبل ہی مجھے فرزند صالح کی بشارتیں مل رہی تھیں، چنانچہ آپ کے شکم مادر میں تشریف لانے سے قبل آپ کے بڑے

بھائی صاحب کا زمانۂ شیر خواری میں انتقال ہو چکا تھا جس کی وجہ حضرت کی والدہ صاحبہ کو سخت صدمہ تھا، اسی اثناء میں ایک مجذوب صاحب تشریف لائے اور فرمایا:

''بیٹی غم نہ کرو، عنقریب نعم البدل مل رہا ہے، وہ دیکھو آسمان کی طرف! تمہارا بچہ آتا ہوا دکھائی دیتا ہے''۔ آپ فرماتی ہیں کہ جوں ہی میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک نورانی قندیل اترتی ہوئی میرے گھر میں داخل ہوئی جس کی نورانیت سے حد نظر تک فضاء منور اور میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ اس کے بعد ہی ایام حمل آغاز ہوئے۔

(ملخص از: مواعظ حسنہ، ج:1، ص:10)

چنانچہ زبدۃ المحدثین سید العارفین خاتمۃ المحققین محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ اس بشارت کا مصداق بن کر 10 ذی الحجہ 1292ھ بروز جمعہ بوقت 5 ساعت صبح رونق آرائے حیدر آباد فرخندہ بنیاد ہوئے۔

اور حسن اتفاق کے اسی سال'' 19 ''ذی الحجہ کو حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے مرکز علم وعرفان جامعہ نظامیہ قائم فرمایا۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا سنہ ولادت ذات حبیب کبریا سے آپ کی کامل وابستگی واٹوٹ نسبت وتعلق کا آئینہ دار ہے۔

''92''سرکار دو عالم کے نام مبارک ''محمد'' کے اعداد ہوتے ہیں اور ''12'' تو تاریخ میلاد حبیب پاک ہے۔

ونیز یہ اسم مبارک علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کا ہی فیضان ہے کہ آپ کا اس دنیا میں جملہ قیام ''92'' برس رہا کیونکہ آپ کا وصال مقدس پنجشنبہ 8 بجے صبح، 18، ربیع الثانی 1384ھ میں ہوا، اس سے بھی ذات اقدس سے کمال نسبت آشکار ہوتی ہے۔

محدثین، حضور ﷺ کے جانشین وخلفاء

امام طبرانی کی ''معجم اوسط'' اور ''کنز العمال'' میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَيَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ.

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ نے یہ دعاء فرمائی: ''اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما! اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما! اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما!، صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے خلفاء وجانشین وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث وسنت کو لوگوں تک پہنچائیں گے اور انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی۔ کنز العمال، حدیث نمبر: 29488)

حضرات! جس برگزیدہ شخصیت کا آج ہم تذکرہ کررہے ہیں وہ سادات گھرانے کے چشم وچراغ ہونے کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث قال بھی تھے اور وارث حال بھی۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ درس وتدریس، وعظ وارشاد تصنیف وتالیف، علوم قرآن وحدیث شریف کی نشر واشاعت اور

دین متین کی عظیم خدمات کے لئے وقف فرمادیا،شب وروزمریدین کا تزکیۂ نفس ،تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح فرماتے رہے۔

آپ نے امت کی ہدایت ورہنمائی کیلئے کئی ایک گرانقدر تالیفات اور تصنیفات تحریر فرمائیں جوعقیدہ وعمل کی تیرگی کا خاتمہ کرتی ہیں ، گمگشتگان راہ کی رہنمائی کرتی ہیں،اورتشنگان علوم کوسیراب کرتی ہیں،آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے دل میں سکون واطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے،ایک ایک فقرہ دل میں اثر انداز ہوکرروح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔

آپ نے پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل حدیث شریف کا عظیم مجموعہ بنام ''زجاجۃ المصابیح'' کی تالیف فرمائی۔

زجاجۃ المصابیح فن حدیث کا ایسا کارنامہ ہے ، جس کی اہمیت وضرورت روزافزوں مزیدعیاں وآشکار ہورہی ہے۔زجاجۃ المصابیح تصنیف فرما کرحضرت سیدی محدث دکن علیہ الرحمۃ نے نہ صرف احناف بلکہ کل امت مسلمہ پر بڑا احسان فرمایا علماء دین ومشائخ طریقت کے ساتھ بالواسطہ عوام الناس بھی اس مقدس کتاب سے استفادہ کرتی ہے اور مسائل شریعت کوبہتر طریقہ سے سمجھنے کیلئے اس کومشعل راہ بناتی ہے، جہاں آپ نے زجاجۃ المصابیح کے ذریعہ علم داں طبقہ کے لئے ذخیرۂ علمی فراہم کیا وہیں عوام وخواص کی ہدایت اورانہیں جادۂ ایمان پراستقامت کے ساتھ رہنے کیلئے بزبان اردو کئی ضخیم ومختصر تصانیف تحریر فرمائیں ، جنکے ذریعہ اصلاح ظاہر تصحیح عقائد، ترقی باطن کا عظیم کارنامہ انجام دیا،جسکی بدولت آج تک لاکھوں افراد کےقلوب اَللّٰہُ اَللّٰہُ کے ذکر میں سرشاراورحبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں مست ہیں،آپ کی تصانیف مبارکہ سے چند

جواہر پارے اصلاح عقائد واعمال کی بابت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن ہر طرح نور ہی نور ہیں

حضرات! اس موضوع سے متعلق حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے قرآن کریم واحادیث شریفہ سے ایمان افروز بحث سپرد قلم کی ہے:

یَـا أَیُّهَـا الـنَّبِـیُّ إِنَّـا أَرْسَـلْـنَـاکَ شَـاهِـدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا .	بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا، اور ڈرانے والا اور اللہ تعالی کی طرف اسکے حکم سے بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر۔

(پ22 ع6 سورہ الاحزاب، آیت 45)

قَـدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُبِینٌ .	غرض کہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن آچکا ہے۔

(پ 6، ع3، سورہ المائدۃ، آیت 15)

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اللہ اس لئے فرمایا کہ نور طالب اور مطلوب کے درمیان واسطۂ دید ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اللہ اور اللہ والوں کے درمیان واسطہ ہیں، اللہ تعالی نے نور خدا اس لئے بھی کہا ہے کہ مظہر اتم حضور ہی ہیں۔

مظہر اتم (یعنی اللہ تعالی کا نور کامل طور پر حضور سے ظاہر ہونے) کی تفصیل:

دوسرے پیغمبر بھی اللہ تعالی کے نور سے منور تھے مگر وہ پیغمبر اللہ تعالی کے نور کے پورے مظہر نہیں تھے یہی وجہ تھی کہ ان سے ہدایت بھی صرف خاص خاص قوموں اور خاص ملک کو ہوئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے نور کے پورے مظہر تھے اس لئے پوری ہدایت ہوئی، دنیا کے کونے کونے میں ہدایت پہنچ گئی یہ آپ، نور خدا کے مظہر اتم

ہونے کی بین دلیل ہے۔مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ. (پ18، ع5، سورۂ نور، آیت35)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ہمارے نور سے سارا آسمان اور ساری زمین منور ہے مگر کوئی مظہر اتم اس نور کا نہ ہوا، ہمارے نور کے مظہر اتم اگر دیکھنا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو، آپ کے سینۂ مبارک میں ہمارا نور' کامل طور پر جو ظہور کیا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھو کہ ایک طاق میں چراغ ہے اور وہ چراغ قمقمے میں رہنے سے بہت منور ہے اور اس چراغ کا تیل زیتون کا ہونے سے اس چراغ کے نور میں صفائی بھی پیدا ہوگئی ہے۔

اس مثال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے نور پر غور فرمایئے جس طرح چراغ کے طاق میں رہنے اور اس میں بہتر تیل کی وجہ سے کامل درجہ کا نور ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالی کا نور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک میں ظاہر ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچا، اسی کی وضاحت میں اللہ تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ. (پ30، ع1 سورہ الانشراح، آیت1) ہم اپنا کامل اور پورا نور آپ کے سینہ میں ڈال دیئے۔

جس کا نتیجہ ہے آپ کا سینہ کامل طور سے منور ہو کر شرح صدر ہو گیا۔

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں

نور کو سایہ نہیں ہوتا چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن ہر طرح نور ہی نور تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سایہ نہ تھا۔

اخرج الحكيم الترمذی عن ذكوان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل فی شمس ولا قمر.

(الخصائص الکبری،باب الایة انه ﷺلم یکن له ظل،ج:1،ص:117)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک سے صد ہا ظاہراً و باطناً روشن ہوئے باطنی طور پر تو قیامت تک اولیاء کبار او رعلماء ابرار روشن ہوتے رہیں گے ظاہراً جو سینکڑوں چیزیں روشن ہوئیں ان کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث بخاری:

عن أنس أن أسيد بن حضير وعباد بن بشر تحدثا عند النبي صلى الله عليه وسلم في حاجة لهما؛حتى ذهب من الليل ساعة في ليلة شديدة الظلمة، ثم خرجا من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ينقلبان وبيد كل واحد منهما عصية فأضاء ت عصى أحدهما لهماحتى مشيا في ضوئها	دوصحابی نماز عشاء پڑھ کر حضرت کے پاس سے رخصت ہونے لگے ، اس وقت ابر تھااور اندھیرا تھا حضور نے ایک کھجور کی لکڑی ایک صحابی کے ہاتھ میں دی وہ لکڑی چمکنے لگی ،جس سے راہ نظر آتی تھی،
حتى إذا افترقت بهما الطريق أضاء ت	جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے
للآخر عصاه فمشى كل واحد منهما	تو اس لکڑی سے دوسرے صحابی اپنی لکڑی ملالئے وہ لکڑی بھی روشن ہوگئی،اسی روشنی میں ہرایک
في ضوء عصاه حتى بلغ أهله.	اپنے اپنے گھر پہونچ گئے۔

(مشکوۃالمصابیح، باب الکرامات، ج 2ص544،حدیث نمبر:5944۔زجاجۃ المصابیح،باب الکرامات،ج:5۔صحیح البخاری۔دلائل النبوۃ للبیقی،باب ماجاء فی اضاءۃ عصی،حدیث نمبر:2329)

یہ تھارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیزوں کا منور ہونا۔اسی طرح بیہقی کی حدیث میں مذکور ہے بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رخصت ہوئے،وہ رات اندھیری تھی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہماری انگلیاں روشن ہوگئیں اور ہم اس روشنی میں آرام سے اپنے گھر پہنچ گئے۔

روی البخاری فی التاریخ والبیھقی وابو نعیم والطبرانی بسند جید عن حمزۃ بن عمرو الاسلمی قال:کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فتفرقنا فی لیلۃ مظلمۃ، فأضاء ت أصابعی؛حتی جمعوا علیھا ظھرھم، وما ھلک منھم وان أصابعی لتنیر.

(المعجم الکبیر للطبرانی،حدیث نمبر: 2920۔دلائل النبوۃ للبیقی،باب ما جاء فی إضاءۃ عصی الرجلین من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم،حدیث نمبر:2332۔سبل الھدی والرشاد،ج:10،ص:44)

یہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ظاہری چیز کا منور ہونا۔

اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام کے لئے چند صحابہ کو بھیجے تو وہ صحابہ درخواست کئے کہ اسلام سچا مذہب ہونے پر کیا دلیل پیش کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ میں انگلی رکھ دیئے،جس سے ان کے دونوں آنکھوں کے بیچ سے نور چمکنے لگا،صحابہ اس نور سے اپنا کوڑا ملالئے تو وہ کوڑا بھی اس نور سے چمکنے لگا۔یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جو ایک دوسرے کو منتقل ہورہا تھا۔(میلادنامہ،130،تا132)

عن محمد بن إسحاق بن يسار ، قال: كان الطفيل بن عمرو الدوسی يحدث أنه قدم مكة ورسول الله صلى الله عليه وسلم بها فمشى إليه رجال قريش .....فعرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على الإسلام وتلا على القرآن فلا والله ما سمعت قولا قط أحسن منه ، ولا أمرا أعدل منه ، فأسلمت وشهدت شهادة الحق. وقلت: يا نبي الله إني امرؤ مطاع في قومي وإني راجع إليهم فداعيهم إلى الإسلام ، فادع الله أن يجعل لي آية تكون لي عونا عليهم فيما أدعوهم إليه ، فقال: اللهم اجعل له آية. قال: فخرجت إلى قومي حتى إذا كنت بثنية يقال لها كذا وكذا تطلعني على الحاضر ، وقع نور بين عيني مثل المصباح. قال: قلت: اللهم في غير وجهي إني أخشى أن يظنوا أنها مثلة وقعت في وجهي لفراق دينهم قال: فتحول فوقع في رأس سوطي كالقنديل المعلق وأنا أهبط إليهم من الثنية حتى جئتهم فأصبحت فيهم.

(دلائل النبوة للبیقی، باب قصة دوس والطفیل، حدیث نمبر:2108)

ولادت باسعادت پراظہار مسرت' حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کا نفیس استدلال

صاحبو! حضرت کی پیدائش کی جس قدر خوشی ہو کم ہے، تولد کی خوشی منانے صرف ایک میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خدا خود حکم دے رہا ہے، قرآن خود سکھا رہا ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیئے

(پ 11 ع 6،سورۂ یونس:58)

مصطفٰے کی دوستی ایمان ہے

شاہد اس پر آیتِ قرآن ہے

لفظ ''رحمت'' سے مراد دین کی نعمت ہوتی ہے، جس طرح حکم ہے کہ مسجد میں آتے ہی پڑھیں ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک'' اس دُعا میں لفظ ''رحمت'' سے مراد دین کی نعمت ہے۔ لفظ ''فضل'' سے مراد دنیا کی نعمت ہوتی ہے، جس طرح مسجد سے باہر آتے وقت کی دُعا ''اللھم انی اسئلک من فضلک''. اس دُعا میں لفظ ''فضل'' سے مراد دُنیا کی نعمت ہے۔

اس قاعدہ کے لحاظ سے آیت مُبارکہ ''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ'' (پ 11 ع 6 سورۂ یونس 58) میں لفظ ''فضل'' اور لفظ ''رحمت'' سے دین اور دُنیا کی تمام نعمتوں کی اصل و جڑ مراد لینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ وہ اصل و جڑ؛ جس کا اہتمام کیا گیا آقائے نامدار، سرکار دو عالم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے۔

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے دُنیا اور دین کی سب نعمتیں ملیں، اس لئے تاکید پر تاکید اور حصر پر حصر کر کے یہ بتلا دیا ہے کہ اگر خوشی کے قابل کوئی چیز ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہے، اس پر بے حد خوش ہونا چاہیئے '' قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوا'' پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس کے بعد صراحت فرماتا ہے: ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ .(پ 11، ع 6، سورۂ یونس 58)

یہ حضرت کی نعمت دنیا کی ان تمام نعمتوں سے بہتر ہے جن کو تم جمع کر کے اس پر خوش ہوتے ہو۔ اس آیت میں ''فضل و رحمت'' سے مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیدائش ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

یَتْلُو عَلَیْھِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبِینٍ ۔

یہ نبی ایسے ہیں کہ آیتیں تلاوت کرتے ہیں ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک کرتے ہیں، ان کو حکمت کی باتیں سکھلاتے ہیں، اور وہ لوگ آپ کی تشریف آوری سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

(پ 28 ع 1 سورۃ الجمعة: 2)

یہی منشاء ہے حضرت کے پیدا ہونے کا، اس وجہ سے حضور رحمت اور فضل ہیں۔

مومنوں کے دل پر فرحت ہے نمود قدسیاں پڑھتے ہیں الحمد اور درود

جومسلماں آپ کے ہیں اُمتی ان پہ واجب ہے تولد کی خوشی

(میلاد نامه)

شب میلاد افضل ہے یا شب قدر؟ ایک انوکھی بحث

اللہ تعالی نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اشخاص وافراد اور زماں ومکاں ہر چیز کو فضیلت و بزرگی عطا فرئی ہے آپ جس مہینہ میں، جس رات اور جس وقت اس عالم پست وبالا میں جلوہ گر ہوئے اللہ تعالی نے اس کو فضیلت والا اور برکت والا بنا دیا، لہذا شب میلاد ساری راتوں سے یہاں تک کہ شب قدر سے بھی افضل و برتر ہے۔ محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ میلاد نامہ میں اس پر دلائل سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صاحبو! تمام متبرک راتوں میں سب سے افضل شب قدر ہے، آپ کو معلوم ہے کہ اس کا یہ مرتبہ کیوں ہے؟ تنزل الملئکة والروح (پ30، ع1، سورۃ القدر) (ملائکہ کے نازل ہونے کے سبب سے شب قدر متبرک ہے) جس رات خود

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی ہوئی ہے اس کا کیا مرتبہ پوچھتے ہو؟ حضرت کے پیدائش کی رات شب قدر سے اس لئے افضل ہے کہ شب قدر صرف رحمت ہے مومنین کیلئے، خاص مومنین کو ہی فائدہ پہنچتا ہے شب میلاد رحمت ہے تمام عالم کے لئے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(پ 17، ع 7، سورۃ الانبیاء)۔

شب قدر سے خاص فائدہ پہنچتا ہے اور شب میلاد سے عام فائدہ پہنچتا ہے، اسی لئے شب میلاد تمام راتوں سے افضل ہے۔

اب شاید آپ کو یہ شبہ ہو رہا ہوگا کہ شب قدر میں ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ لیلة القدر خیر من الف شهر. (پ 30 ع 1، سورۃ القدر)

شب میلاد میں نہ کوئی خاص عبادت ہے اور نہ عبادت کا کوئی ثواب زیادہ ملنا ثابت ہے، پھر کیسے شب میلاد شب قدر سے افضل ہوگی؟

میرے دوستو! آپ نے غور نہیں فرمایا؟ بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ دربار کے وقت نوکروں کو ہمیشہ سے زیادہ کمر باندھ کر نوکری پر مستعد ہونا پڑتا ہے اور دنوں کے انتظام سے زیادہ انتظام کرنا پڑتا ہے اس کے بعد کہیں سرفرازی ہوتی ہے، بخلاف اس کے جب بادشاہوں کے پیدائش کا دن ہوتا ہے عام تعطیل دی جاتی ہے بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے خلعتیں بٹتی ہیں۔

دوستو! شب قدر دربار کی رات ہے تمام رات جاگو تو سرفرازی ہوتی ہے شب

میلاد بادشاہوں کے پیدائش کی رات کی طرح ہے اس میں عام تعطیل ہے۔ نہ رات کو جاگنے کی ضرورت نہ (زائد) کوئی عبادت کرنے کی؛ بغیر کسی خدمت کے سرفرازی ہوتی ہے۔(میلادنامہ،ص82/83)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلاتے ہیں

اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے، قیامت تک کیا کیا واقعات پیش ہونے والے ہیں آپ مکمل تفصیلات کے ساتھ اس کا علم رکھتے ہیں، میدان محشر' پل صراط' میزان کی کیفیات، جنت ودوزخ کے احوال لوگوں میں کونسا شخص جنت میں داخل ہوگا اور کون دوزخ میں جائیگا ان کے باپ دادا کے نام اور قبائل کے نام کے ساتھ جانتے ہیں لیکن بعض لوگ قرآن کریم کی ایک آیت کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ اس آیت میں علم غیب کی نفی کردی گئی۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غیب کے علم کا عقیدہ رکھنا درست نہیں:

"وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ."	اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سا خیر حاصل کرلیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی اس کے سوانہیں کہ میں ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔

(سورۃ الاعراف،آیت:188)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کریمہ کو ذکر فرمانے کے بعد اس کا معنی بتلائے ہوئے علم غیب پر کئے جانے والے اعتراض کا جواب اور علم غیب کے ثبوت کے لئے حیات مبارکہ کو دلیل قرار دیتے ہیں اور بطور نمونہ متعدد آیات میں سے ایک آیت کریمہ بھی

ذکر فرماتے ہیں اور واقعات سے بھی استدلال کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں۔

دوسرا یہ واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت تیز آندھی چلنے کی وجہ سے اونٹ اور گھوڑے بھاگ گئے، آپ نے فرمایا کہ ''مدینہ منورہ میں آج رفاعہ بن زید کی موت ہوئی ہے'' اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹی کہاں ہے؟ ایک منافق نے کہا کہ تعجب کی بات ہے! یہ مدینہ میں مرنے والے کی خبر رکھتے ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ آپ کو اس کے اعتراض کا بھی علم ہوگیا، ارشاد فرمایا: میری اونٹنی پہاڑ کی اس گھاٹی میں ہے اور اس کی لگام ایک درخت میں الجھ گئی ہے۔ جب انہوں نے وہاں جا کر دیکھا تو اونٹنی کو اسی مقام پر اسی حالت میں پایا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

آپ کی غیب دانی کی شان کو دیکھ کر وہ شخص مشرف بہ اسلام ہوگیا، اور جب قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ واقعی ''رفاعہ بن زید'' کی موت اسی وقت ہوئی تھی جس وقت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے موت کی خبر راستہ میں دی تھی۔

(لباب التأویل فی معانی التنزیل للخازن، سورۃ المنافقون، آیت:4۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث نمبر:1408)

حدیث عبد الله بن أبی .... حدیث عبد الله بن أبی الذی کان منه بالأمس ثم راح بالناس حتی نزل علی ماء بالحجاز فویق البقیع یقال لها نقعاء فهاجت ریح شدیدة آذتهم وتخوفوها وضلت ناقة رسول الله صلی الله علیه وسلم وذلک باللیل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تخافوا فإنما هبت لموت عظیم من عظماء الکفار توفی

بالمدينة فقيل من هو؟ قال رفاعة بن زيد بن التابوت فقال رجل من المنافقين كيف يزعم أنه يعلم الغيب ولا يعلم بمكان ناقته ألا يخبره الذى يأتيه بالوحى فأتاه جبريل عليه الصلاة والسلام فأخبره بقول المنافق وبمكان ناقته فأخبر بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابه وقال ما أزعم أنى أعلم الغيب ولا أعلمه ولكن الله أخبرنى بقول المنافق وبمكان ناقتى هى فى الشعب وقد تعلق زمامها بشجرة فخرجوا يسعون قبل الشعب فإذا هى كما قال فجاؤوا بها فآمن ذلك المنافق وحسن إيمانه فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت قد مات فى ذلك اليوم.

یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن یہ علم غیب اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بغیر اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے آپ کو غیب کا حال معلوم ہو جاتا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے اور اوپر لکھی ہوئی آیت شریفہ میں ایسے ہی علم غیب کا انکار ہے، اگر آپ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی کیسی باتیں ظاہر ہوئی ہیں اس کا اندازہ ہو سکے گا اور انتیسویں پارہ سورہ جن رکوع (2) کی یہ آیت شریفہ

"اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ "اَلآيَة . جن پیغمبر کو پسند فرمائے تو ان کو غیب کی باتیں بتلا دیتا ہے۔

جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے اس اعتبار سے ہر ضرورت پر آپ کو غیب کا حال معلوم ہو جاتا تھا، اس کی موجودگی میں پھر آپ کے علم غیب کو معرض بحث میں لانا تحصیل حاصل ہے جو بالکل باطل ہے۔ اس کے باجود جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آپ کو اپنے جیسا آدمی سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

بوجہل اشد اندھا کہاں دیکھا محمد کو جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ ہے صورت محمد ﷺ کی

ہاں! اگر وہ حضرات اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ آپ کس مقام اور کیسے بلند مراتب پر فائز ہیں جب ہی تو کہا گیا ہے کہ

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ

بَعْدُ اَزْ خُدَا بُزُرْگْ تُوئِیْ قِصَّهْ مُخْتَصَرْ

ترجمہ: آپ کی تعریف وثناء آپ کے لائق شان ناممکن ہی ہے مختصر یہ کہ اللہ تعالی کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔

(مواعظ حسنہ، ج2ص312/313)

موت وحیات کی علمی تحقیق

اللہ تعالی نے ہر جاندار کے لئے موت مقرر فرمائی ہے ارشاد ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ اس آیت کے حوالہ سے شہداء کرام وانبیاء عظام کی حیات پر گفتگو کی جاتی ہے حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ موت کی حقیقت اور حیات کا معنی واضح اور دلنیشن انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

موت انتقال کا نام ہے کہ روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دو پنجرے ہیں اور پرندہ ایک ہے دونوں پنجروں کے دروازے کھول کران کے منھ ملا دیتے ہیں تو پرندہ ایک پنجرہ سے دوسرے پنجرہ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ عالم برزخ میں اسی جسم خاکی کے ہو بہو ایک دوسرا جسم بھی تیار کیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ جسم خاکی کثیف ہوتا ہے اور برزخ کا جسم لطیف ہوتا ہے۔ (شہادت نامہ ص56)

موت اور حیات کا مفہوم بتلانے کے بعد شہداء کرام کی حیات اور رب کی نعمتوں سے سرفرازی ولطف اندوزی کو حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

جسم خاکی میں جیسے عمل کے ذریعہ سے ترقی کرتے تھے شہید برزخ کے جسم لطیف میں جانے کے بعد بھی ویسے ہی بدستور ترقی کرتے اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں، مبالغہ نہیں واقعی وہ زندہ ہیں زندگی کے سارے آثار موجود ہیں: **يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ**۔(سورہ اٰل عمران،آیت:170)

اپنے خدا کے پاس اس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

عمدہ ہیئت میں ہر قسم کی لذت اور آرام حاصل کر رہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں، سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسے ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں۔(شہادت نامہ،ص:57)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مثل ونظیر نہیں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفیس بحث

اس کے بعد حضور اکرم سید کائنات مختار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وصال والی حیات مقدسہ کی بے مثال ولا ثانی شان ذکر فرماتے ہیں اور امت مسلمہ کو عموما، اپنے مریدین ومتوسلین کو خصوصا اس عقیدہ کی رہبری فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ کوئی مثل ونظیر آیا ہے نہ آسکتا ہے اس اعتقاد کو حرز ایمان بنالینے میں ہی دارین کی سلامتی ہے۔فرماتے ہیں:

مگر برزخ میں کوئی ایسا لطیف جسم نہیں تھا جو آپ کی روح مطہر کے لائق ہو، اس

وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر نہ دنیا میں ہے نہ عالم برزخ میں اور نہ آخرت میں، جب عالم برزخ میں ایسا جسم لطیف نہیں رہا تو پھر اسی جسم خاکی میں روح مطہر کو واپس کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم اطہر اس عالم سے عالم برزخ میں منتقل ہو گیا اور اسی وجہ سے آپ کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں چونکہ عام انسانوں اور شہدا کی روحیں عالم برزخ میں دوسرے لطیف اجسام میں منتقل ہوئی ہیں اس لئے ان سے جسم خاکی کے لوازم بھی ٹوٹ گئے ہیں ان کی بیبیوں سے نکاح کیا جا سکتا ہے ان کی میراث تقسیم ہو سکتی ہے، اسکے برخلاف چونکہ رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کا یہی جسم خاکی برزخ میں منتقل ہو گیا ہے اور آپ کے جسم خاکی کے لوازمات منقطع نہیں ہوئے ہیں اس لئے ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا اور آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی، اگر ایسا کیا جاتا تو لازم آتا کہ زندہ کی بیوی سے نکاح کیا گیا، اور زندہ کا مال تقسیم ہوا، عالم برزخ کے جسم میں جو لطافت پائی جاتی ہے وہ لطافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسم خاکی میں بدرجہا زائد موجود تھی، پھر عالم برزخ میں آپ کے لئے لطیف جسم کی کیا ضرورت؟ جیسے عالم برزخ کے جسم کو سایہ نہیں ہوتا، ایسے ہی آپ کے جسم مبارک کو سایہ نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جیسے میں سامنے سے دیکھتا ہوں ویسے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب عظة الإمام الناس فی إتمام الصلاۃ ،وذکر القبلة،حدیث نمبر:418)

کیا کبھی آپ نے کسی کثیف جسم کو دیکھا ہے کہ وہ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہو یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک ہی کی لطافت تھی کہ آپ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتے ،آپ کے اس عالم کے جسم کے لطیف ہونے پر معراج شریف کا واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کوئی کثیف جسم ایسا نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ معراج میں آپ کا لطیف جسم کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

کوئی مسلمان کہیں ہو، جب وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو روح اقدس جو عالم برزخ میں احوال ملکوت کی طرف متوجہ رہتی ہے اور مشاہدۂ رب العزت میں مستغرق ہے سلام کا جواب دینے کے لئے روح مطہر کو مذکورہ حالت سے ایسا ہی افاقہ ہوتا ہے جیسے دنیا میں وحی کے وقت عالم ملکوت کی طرف مشغولیت ہوتی تھی اور وحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ اس عالم کی طرف متوجہ جاتے تھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں ''ردَّ اللہ علَیّ روحی '' جو مذکور ہے(سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز،باب زیارۃ القبور،حدیث نمبر:2043۔ کنزالعمال،باب فی الصلوۃ علیه وعلی وآله،حدیث نمبر: 2161)اس میں ردّ روح سے روح مطہر کا جسم سے نکلنا اور سلام کے وقت پھر جسم کی طرف آنا مراد نہیں بلکہ روح اقدس کا استغراق اور محویت سے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے اگر روح اقدس کا جسم سے نکلنا اور پھر جسم میں داخل ہونا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں ردَّ اللہ علَیّ روحی کے بجائے ''ردَّ اللہ علٰی جِسْمِیْ رُوحِی'' ارشاد

فرمایا جاتا یعنی میری روح کو میرے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جب ایسا نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ گیا روح میری طرف لوٹ آتی ہے تو اس کے یہی معنی ہوئے کہ مجھے اس عالم سے اس عالم کی طرف افاقہ ہوتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(شہادت نامہ،ص:57تا59)

مقام خلیل وشان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح، ج:5،ص:12/13، پر جامع ترمذی اور سنن دارمی سے حدیث شریف ذکر کی اور حاشیہ پر اس حدیث شریف کی شرح کے ضمن میں مرقات کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: واعلم أن الفرق بین الخلیل والحبیب :أن الخلیل من الخلة أی الحاجة ، فإبراهیم علیه السلام کان افتقاره إلی الله تعالی ، فمن هذا الوجه اتخذه خلیلا . والحبیب فعیل بمعنی الفاعل والمفعول ، فهو صلی الله تعالی علیه وسلم محب ومحبوب . والخلیل محب لحاجته إلی من یحبه ، والحبیب محب لا لغرض . وحاصله أن الخلیل فی منزلة المرید السالک الطالب،والحبیب فی منزلة المراد المجذوب المطلوب .

الله یجتبی إلیه من یشاء ویهدی إلیه من ینیب .(سورة الشوری،30)

ولذا قیل الخلیل یکون فعله برضا الله تعالی،والحبیب یکون فعل الله برضاه . قال تعالی :فلنولینک قبلة ترضاها (سورة البقرة:144). ولسوف یعطیک ربک فترضی .(سورة الضحی،5)

ترجمہ: جان لو کہ خلیل اور حبیب کے درمیان فرق یہ ہیکہ ''خلیل'' خلت سے

ہے؛ جس کے معنی حاجت وضرورت کے ہیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی احتیاج اللہ تعالی کی طرف ہے، اس وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں خلیل بنایا اور ''حبیب'' فاعل اور مفعول کے معنی میں ہے، تو آپ محبّ (محبت کرنے والے) اور محبوب ہیں۔ خلیل وہ ہے جو محبوب کی طرف اپنی احتیاج وضرورت کی وجہ سے محبت کرے اور حبیب وہ ہے جو کسی غرض کے بغیر محبت کرے۔

حاصل یہ ہے کہ خلیل طلب کرنے والے، سالک، مرید کے درجہ میں ہے اور حبیب، مراد ہے اور مطلوب کے درجہ میں ہے، جنہیں طلب کیا جاتا ہے

''اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ'' — اللہ تعالی جس کو چاہتا اپنی جناب میں چن لیتا ہے اور اس شخص کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

(سورۃ الشوری، آیت:30)

اسی لئے کہا گیا: ''خلیل'' کا عمل اللہ تعالی کی خوشنودی کی خاطر ہوتا ہے اور حبیب کی شان یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لئے اللہ تعالی حکم فرماتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'' فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا'' — تو ہم ضرور ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے آپ راضی ہیں۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:144)

''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى'' — اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(سورۃ الضحی، آیت:5)

لواء الحمد عطاء کئے جانے کی حکمت اور نفیس تحقیق

محدث دکن نے زجاجۃ المصابیح ج 5 ص 14/15 میں جامع ترمذی شریف سے حدیث پاک روایت کی ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر ومامن نبی یومئذ آدم فمن سواه الاتحت لوائی وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر. رواه الترمذی.	سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا؛ کوئی فخر نہیں، اس دن آدم اور ان کے سوا تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہونگے اور سب سے پہلے میں ہی اپنے روضۂ شریف سے باہر آؤنگا کوئی فخر نہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی اسرائیل، حدیث نمبر: 3975/3441)

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حاشیۂ زجاجہ میں تحریر فرماتے ہیں::

لامقام من مقامات عباد الله الصالحین ارفع واعلی من مقام الحمد ودونه ینتهی سائر المقامات	اللہ کے نیک بندوں کے مقامات میں سے کوئی مقام، مقام حمد سے بلند وبالا نہیں اور تمام مقامات اس کے نیچے ہی ختم ہوجاتے ہیں، اور جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کے

ولما کان نبینا سید المرسلین احمد الخلائق فی الدنیا والآخرة	سردار ہیں، دنیا وآخرت میں ساری مخلوقات سے زیادہ حمد وثنا کرنے والے ہیں۔
اعطی لواء الحمد لیاوی الی لوائه الاولون والآخرون والیه الاشارة بقوله صلی الله علیه وسلم آدم ومن دونه تحت لوای ولهذا المعنی افتتح کتابه بالحمد واشتق اسمه من الحمد فقیل محمد واحمد واقیم یوم القیامة المقام المحمود ویفتح علیه فی ذلک المقام من المحامد مالم یفتح علی احد قبله ولایفتح علی احد بعده.	اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا تاکہ اولین وآخرین سب آپ کے جھنڈے کے زیر سایہ آجائیں، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی جانب اشارہ ہے ''آدم علیہ السلام اور ان کے بشمول دیگر حضرات سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے'' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا آغاز حمد سے فرمایا اور آپ کا نام ''حمد'' سے مشتق کر کے رکھا، اور آپ ہی کو ''محمد ﷺ'' (جن کی ہمیشہ خوب خوب تعریف کی جاتی ہے) اور ''احمد ﷺ'' (سب سے زیادہ حمد کرنے والے) سے موسوم فرمایا، قیامت کے دن آپ کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا اور اس مقام میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے وہ خزانے کھولے جائیں گے جو نہ آپ سے پہلے کسی پر کھولے گئے اور نہ آپ کے بعد کسی پر کھولے جائیں گے۔

(زجاجۃ المصابیح، ج:5)

آثار اولیاء کے فیوض و برکات

برادران اسلام! اولیاء کرام و بزرگان دین کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں بعض لوگ گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لباس کی تعظیم کی جاتی ہے اس سے کیا فائدہ ہونے والا ہے؟

ذہن و فکر میں پیدا ہو کر دل کو الجھنوں کا مرکز بنانے والے ان جیسے وساوس کا حضرت سیدی محدث دکن قدس سرہ نے نہایت ہی آسان اسلوب میں ازالہ فرمایا ہے چنانچہ تفسیر سورۂ یوسف میں آیت کریمہ " **فلما ان جاء البشیر القاہ علی وجهه فارتد بصیرا** "(سورة یوسف، آیت: 96) کے تحت بزرگان دین کے لباس اور دیگر آثار سے برکت حاصل کرنے پر استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

صاحبو! لباس کی صحبت کا یہ اثر ہے تو لباس والے کی صحبت کا کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیجئے، اس آیت کریمہ سے اولیاء اللہ کی اور نیکوں کی صحبت کا مفید ہونا معلوم ہوا، نئی تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے اور پرانے لوگوں میں وہابی لوگ اولیا اللہ کے لباس کی برکت کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان کا خیال غلط ہے، اولیاء اللہ کے لباس کی برکت کا انکار نہیں ہوسکتا مشاہدہ سے بھی برکت ثابت ہے۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا، انہوں نے اس کو اپنے کفن کے واسطے رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں شریک کرنا۔

عن سهل رضی اللہ عنہ أن امرأة جاء ت النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها .... فأخذها النبی صلی الله عليه وسلم محتاجا إليها ، فخرج إلينا وإنها إزاره ، فحسنها فلان فقال اكسنيها ، ما أحسنها ..... قال إني والله ما سألته لألبسها إنما سألته لتكون كفني.قال سهل فكانت كفنه.

(صحيح البخاری،كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن فی زمن النبی صلی الله عليه وسلم فلم ينكر عليه،حديث نمبر:1277)

حدیث:۔ایک مرتبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال تقسیم فرمائے تھے۔

عن أنس بن مالک أن رسول الله صلی الله عليه وسلم أتى منى فأتى الجمرة فرماها ثم أتى منزله بمنى ونحر ثم قال :للحلاق خذ .وأشار إلى جانبه الأيمن ثم الأيسر ثم جعل يعطيه الناس .(صحيح مسلم،کتاب الحج،باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمی ثم ينحر ثم يحلق،حديث نمبر:3212) جس کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑے ادب اور اہتمام سے محفوظ رکھا تھا۔

ایک صاحب کا تجربہ ہے ان کو ایک بزرگ نے چھینٹ کا جبہ دیا تھا' فرماتے ہیں: میں اس کو پہنتا تو جب تک بدن پر رہتا کسی گناہ صغیرہ وکبیرہ کا وسوسہ تک نہ آتا تھا پہلے تو میں اس کو اتفاقی امر سمجھا لیکن جب بار بار پہننے کے بعد یقین ہو گیا کہ یہ اس لباس کی برکت ہے۔(تفسیر سورۂ یوسف،ص:285)

عقیدۂ اہلسنت پر قائم رہنے کی نصیحت

حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ عقیدۂ اہل سنت پر استقامت اختیار کرنے کے فوائدوبرکات بتاتے ہوئے اور بدعقیدگی کے برے انجام سے باخبر کرتے ہوئے رقم

طراز ہیں: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے موافق درست رکھے تاکہ آخرت کی سعادت نصیب ہو، بداعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے زہرِ قاتل ہے جو دائمی موت و عتاب الٰہی تک پہونچا دیتی ہے۔ عمل کی سستی اور غفلت پر مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی میں مغفرت کی گنجائش ہی نہیں۔ (مواعظ حسنہ، ج 2 ص306)

حدیث شریف میں آیا ہے بعض لوگ قیامت کے دن پہاڑ کے برابر نیک عمل رکھتے ہوں گے مگر فساد عقیدہ کی وجہ سے ان کے سب اعمال ایسے اکارت ہو جائیں گے جیسے ہوا میں ریت اڑ جاتی ہے۔ (سلوك مجدديه ،ص:107)

بدعقیدہ لوگوں کی صحبت اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے بچنے کی تلقین

حضرات! سیدی محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ مبارک میں برے خاتمہ کے اسباب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ کہہ رہا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائے اور صحابہ کیا فرمائے تھے، اس کی کچھ فکر نہیں اپنے جو جی میں آیا کہنا شروع کر دیا ہے میرے دوستو! کہیں برے اعتقادات میں نہ پھنسو ایسی کتابیں مت دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو یہی اعتقادات اگر کل مرتے وقت آ گئے تو پچھتاوگے، غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئینگے تو اس وقت پچھتاوگے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا، ویسے وقت موت آئیگی تو خاتمہ خراب ہو جائیگا۔

(فضائل رمضان، ص186)

اولیاءاللہ کی دشمنی پراللہ تعالی کا اعلان جنگ

اولیاء کرام اللہ تعالی کے محبوب بندے ومقربان بارگاہ ہوتے ہیں اللہ تعالی یہ گوارانہیں کرتا کہ کوئی شخص انہیں کسی قسم کی اذیت پہنچائے یا ان کی شان میں نامناسب الفاظ کہے،اللہ تعالی اولیاء کرام کوتکلیف دینے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے، جیسا کہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ولایت کے درجات اوراولیاءاللہ کی اقسام بیان کرنے کے بعدحدیث قدسی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

میں میرے دوست کواذیت پہونچانے والے کے خلاف اعلان جنگ کردیتا ہوں۔**إن الله قال:من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب.**

(صحیح البخاری،باب التواضع،حدیث نمبر:6502)

بعض دفعہ اللہ تعالی اپنے دوستوں کا امتحان ان کے مخالفین اوردشمنوں کے ذریعہ فرماتا ہے،مگرپھربہت جلدمخالفین پرغضب نازل ہونے لگتا ہے،یہ نہ سمجھوکہ ہم نے بزرگوں کی مخالفت کی لیکن ہمارا کچھ نہ بگڑا،اولیاءاللہ کوستانا کبھی خالی نہیں جاتا۔شعر:

حلم حق باتو مواساہ کند　　　چوں توازحد' بگزری رسوا کند

(اللہ تعالی کا حلم تیرے ساتھ لطف ونرمی کا معاملہ کرتا ہے لیکن جب تو حدسے بڑھ جاتا ہے تو پھر تجھے وہ رسوا کردیتا ہے)۔(مواعظ حسنہ،ج 1 ص54/55)

اولیاءاللہ کی بےادبی سے خاتمہ خراب ہوتا ہے!

برادران اسلام! حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے اولیاءاللہ کی بارگاہوں میں جانے والے راستے کی بھی بےادبی کرنے پرسخت تنبیہ فرمائی اور برے خاتمہ سے ڈرایا چنانچہ فرماتے ہیں:میرے دوستو!ایک اوروجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

سنو! اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو! آج کل یہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بڑی بے ادبی ہو رہی ہے معلوم نہیں ان کا خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا حضرت یوسف صاحب اور شریف صاحب کی درگاہ کے سامنے جو سڑک ہے اس پر سے بھی گزرنا نہیں چاہئے اندر درگاہ میں جانا تو برا ہے ہی اس سڑک پر چلنا بھی برا ہے۔ افسوس افسوس اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپ کے پاس؟ خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، یہ حال ہے تو تب کیا حال ہوگا آپ کا، خیال کرلو؟ اس کو یاد رکھو ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا۔ (فضائل رمضان، ص189)

اولیاء اللہ کا وسیلہ لینا اور ان سے مدد مانگنا

کم علمی کی وجہ سے بعض لوگ اولیاء اللہ کا وسیلہ لینے اور ان سے مدد مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں، سیدی محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اس پر دلنشین پیرائے میں ایمان افروز روح پرور بحث فرمائی ہے، چنانچہ حضرت قبلہ رقمطراز ہیں:

دنیا عالم اسباب ہے، ہر بات سبب سے معلوم اور حاصل ہوتی ہے، اگر سبب کو شرک قرار دیں تو زندگی مشکل ہو جائے گی، مثال کے طور پر ابتداءً حصول ملازمت کے لئے آپ کو کہاں کہاں بھٹکنا پڑتا ہے اور مختلف قسم کی کوششیں ضروری ہوتی ہیں، اگر آپ ان اسباب کو شرک سمجھ کر جدوجہد نہ کریں تو عمر بھر ملازمت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی کام پورا ہوسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ کسی شخص سے آپ کی کوئی ضرورت پوری ہوسکتی ہے اور آپ اجنبی طور پر اس شخص کے پاس جائیں، تو وہ آپ سے سیدھے منہ بات کریگا نہ آپ کا کام کرے گا، اگر اس شخص کے دوست اور شناسائی کو آپ ساتھ لے جائیں اور اس

سے سفارش کروائیں تو آپ کا کام آسانی سے ہوسکتا ہے اور وہ شخص اپنے دوست کی سفارش کی وجہ آپ سے ایسی ہی ہمدردی اور آپ کی مدد کرے گا جیسے کسی قدیمی دوست سے کرتے ہیں، یہ ایک دنیوی مثال تھی مگر بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ بغیر ذریعہ ووسیلہ اپنا کام بآسانی نکلنا مشکل ہے، اسی طرح ہر امور پر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ذریعہ سے تکمیل پاتا ہے پھر واسطہ یا وسیلہ کو ناجائز یا شرک کہنا کتنی نادانی ہے، یہی حال اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا بھی ہے کہ وہ اپنی زندگی، احکامُ اللہ تعالی اور سنتِ حضرت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اور یاد الٰہی میں گذارنے سے اللہ تعالی کی محبوبیت ومقبولیت کے درجہ پر فائز ہو چکے ہیں، پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آتا جس طرح حالت حیات میں بندگان خدا کیلئے دعاء کیا کرتے تھے، پردہ فرمانے کے بعد بھی حیات برزخیہ میں کرتے ہیں اور اللہ تعالی ہمارے لئے ان کی دعائیں قبول فرمالیتا ہے،اس میں کیا برائی ہے معلوم نہیں!

یہ سب اعتراضات ایمان کی کمزوری اور اللہ تعالی کو خیالی تصور کرنے سے ہیں، ہاں اگر اس کو موجود سمجھتے اور اس کو پانے کے لئے اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر رہتے تو ان مسائل کی الجھن میں نہ پڑتے ،سب سے بڑی غلطی تو یہ ہے کہ ہم نے اس کے ذکر واذکار کو بھلا دیا ہے، ذکر واذکار وہ ہیں جن کی بدولت اللہ تعالی کو موجود پانا اور اپنے معاملات کا کارساز سمجھنا دشوار نہ ہوتا ،ان ہی ریاضتوں کی وجہ سے مشاہدہ کرنا نصیب ہوتا تو ایسے اعتراضات کے لئے زبان نہ کھلتی ، یہ سب عدم صحبتِ اہل اللہ کی وجہ سے ہے،اگر ان کی صحبت بابرکت میسر آتی اور ان کے ساتھ کچھ عرصہ زندگی گزرتی تو خود بخود معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے کیسے کیسے کام بن رہے ہیں، اور اس

قدرت کاملہ کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے؟ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے: شعر:

خاصان خدا' خدانہ باشند لیکن ز خدا جدانہ باشند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اللہ تعالیٰ نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ سے جدا بھی نہیں ہیں۔ (مواعظ حسنہ ج2 ص، 65/66)

امت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بے شمار احسانات ہیں اسی طرح امت پر آپ کے بہت سے حقوق ہیں، حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہوئے تین بڑے اور اہم حقوق ذکر فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات اور عنایات امت کے حال پر ہیں اس کے لحاظ سے حضرت کے اس قدر حقوق امت کی گردن پر ہیں کہ قیامت تک امت حضرت کے حقوق کو ادا کر کے سبکدوش نہیں ہوسکتی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر ہزار ہا حق ہیں، ان میں تین بڑے حق ہیں، اور حق کو تو امت کیا ادا کرتی اگر ان تین حق کو بھی ادا کرے تو غنیمت ہے۔ صاحبو! آپ سونچو کہ آپ ان تینوں میں کون سے حق کو ادا کر رہے ہیں۔ (1) پہلا حق آپ کی محبت رکھنا ہے (2) دوسرا حق آپ کی تعظیم کرنا اور عظمت کرنا ہے، (3) تیسرا حق تابعداری کرنا۔ (قیامت نامہ، ص139)

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ج:2، ص:35/18/6)

توہین سے گریز کرنے کی نصیحت

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے قلب ونگاہ' ظاہر وباطن کی اصلاح فرمائی، سلوک طئے کرنے والوں کے لئے راہ سلوک میں جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں، اس سے

پرہیز کرنے کی ہدایت دی کہ صفات رذیلہ واخلاق سیئہ سے پرہیز کرواور اعمال صالحہ واخلاق عالیہ کو اختیار کرو چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: بابا! کسی کی توہین کرنا کسی کو ذلیل کرنا، یہ سالکوں کے کام نہیں ہیں، سالکوں کو تو ان چیزوں سے جو دل کو خراب کرنے والی ہیں سخت پرہیز کرنا چاہیئے ،توہین دل دکھانے والی چیز ہے۔حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بڑے کرّ و فر سے کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک غریب سیدزادہ نے آپ سے مل کر کہامیں سید ہوں لیکن دیکھتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ مجھ سے بلند ہے اس کی کیاوجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آپ کے جد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں نے حاصل کی ہے اس لئے مجھے یہ رتبہ ملا،اور آپ نے میرے گمراہ والد کی میراث حاصل کی ہے اس وجہ سے ذلیل ہیں۔ اسی رات آپ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ناراض ہیں،عرض کیا: حضور!اس ناراضگی کا کیا سبب ہے؟ ارشاد ہوا تو نے میرے فرزند کی توہین کی ہے جس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالی علیہ بیدار ہوئے اور سخت پریشانی کی حالت میں ان سیدزادہ کی تلاش میں نکلے،ادھران سیدزادہ نے بھی خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے فرزند! اگر تیرے افعال اچھے ہوتے تو عبداللہ تیری توہین نہ کرتے۔سیدزادہ بھی بیدار ہوکر حضرت عبداللہ کی تلاش میں نکلے۔راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی، ہردو نے اپنے اپنے خواب کے واقعات بیان کرکے توبہ کرلی۔

دیکھو! توہین ایسی بری چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کو بھی تکلیف پہونچائی ہے۔(مواعظ حسنہ، ج:1، ص109/110)

محدث دکن کا شرح حدیث میں محدثانہ رنگ!

حضرات زجاجۃ المصابیح شریف کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف میں احادیث

شریفہ کثرت سے مذکور ہیں۔حدیث شریف ذکر فرما کر آپ نے اس کی حسب موقع اور ضرورت مختصر و تفصیلی شرح فرمائی ہے؛ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفاء کیا جاتا ہے،حدیث پاک ہے:''الدنیا جیفة و طلابها کلاب '' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا مردار ہے اور اس کہ طالب کتّے ہیں۔

اس حدیث شریف کی تشریح میں محدث دکن فرماتے ہیں:

مردار خوار تو کوّا بھی ہے اور کتا بھی، پھر دنیا کے طالب کی مثال کتّے سے کیوں دی گئی ہے؟ حضرت (افصح العرب و العجم صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہایت بلیغ مثال ارشاد فرمائی ہے:

پہلا عیب اس لئے کہ کتّا جب کسی مردار کو دیکھتا ہے؛ خواہ وہ مردار کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو،تنہا خوری کا ارادہ کرتا ہے، کسی دوسرے کتّے کو قریب تک آنے نہیں دیتا،اتفاقا دوسرا کتّا ادھر آ بھی جائے تو وہ بھونک بھونک کر اس کوا پنے پاس سے بھگا دیتا ہے، دنیا دار میں بھی یہی وصف ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی دنیا میں شریک ہونے نہیں دیتا۔ برخلاف اس کے کوّا جب مردار پائے گا؛غل مچا کر دوسرے کووں کو بھی بلائے گا،اس لئے کوّا دنیا دار کی پوری مثال نہیں ہے۔

دوسرا عیب کتّے میں یہ ہے کہ ظالم اپنے مردہ بھائی کا گوشت بھی کھا جاتا ہے، کوّا' ہرگز دوسرے کوے کا گوشت نہیں کھاتا۔دنیا دار بھی مثل کتّے کے ہے کہ ایک کو دوسرا کھا جاتا ہے۔

تیسرا عیب کتّے میں یہ ہے کہ ایک کتّا دوسرے کتّے کے مرنے سے عبرت نہیں لیتا۔برخلاف اس کے ایک کوّا دوسرے کو مردہ دیکھ کر بے حد رنج کرتا ہے،غل مچاتا ہے، جہاں مردہ کوّا لٹکا دیا جائے وہاں اس نواح کے سارے کوے جمع ہوجاتے

ہیں،ایک کوے کی موت سے اس کی ساری قوم کو عبرت ہوتی ہے، کتّا اس کے برخلاف ہے،اس کو ذرا سی بھی عبرت نہیں ہوتی، کتّے کی طرح دنیاداروں کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ کسی کی موت سے عبرت نہیں لیتے، ایک دنیادار مرتا ہے' دوسرا اس کا مال لینے کی خوشی میں پھولا نہیں سماتا۔

چوتھا عیب کتّے میں یہ ہے کہ رات کو بھی مردار کے پاس سے نہیں ہٹتا، رات دن مردار ہی کے پاس پڑا رہتا ہے، بخلاف اس کے کوّا رات کو مردار کے پاس سے ہٹ جاتا ہے، دنیادار بھی مردار کے پاس پڑا رہتا ہے ہر وقت اسی کا ذکر اسی کی فکر اسی کا حساب و کتاب سامنے رہتا ہے۔

پانچواں عیب کتّے میں یہ ہے کہ مردار جانور کا گوشت کھا کر ہڈیاں تک چباجاتا ہے، کوّا صرف ملائم گوشت پر ہی اکتفا کرتا ہے، ہڈیاں نہیں کھاتا، دنیادار بھی کتّے کی طرح گوشت بھی کھا جاتا ہے پھر ہڈیاں بھی چبا جاتا ہے، مثلاً سود خوار، دنیادار ساری جائداد لے کر بھی کھانے پکانے کے برتن کپڑے وغیرہ تک قرق کروا لیتا ہے، سب کچھ کھا جاتا ہے۔ بے چارے مقروض کی ہڈی تک باقی نہیں رکھتا۔ گو کوّا اور کتّا دونوں مردار خوار ہیں، مگر دنیادار کی مثال کتّے پر صادق آتی ہے۔

(مواعظ حسنہ، ج:1، ص:151/152)

برادران اسلام! اختتامیہ کے طور پر حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مقدس سے متعلق سماعت فرمائیں!

حضرت قبلہ (محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی باتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی اقامت ہوئی تو (اپنے جانشین، شہزادہ اکبر سیدی و مرشدی حضرت) مولانا سید خلیل اللہ شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)، کو آگے بڑھا دیا۔ اور خود اپنی آخری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں اپنے خلیفہ کے ساتھ بیٹھ کر ادا فرمائی۔ پھر حضرت قبلہ

مسجد تشریف نہ لا سکے یہاں تک کہ آپ دنیا سے پردہ پوش ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے بھی اپنی مبارک زندگی کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی طرح جمعہ ہی سے شروع کیا اور جمعہ ہی کو ختم فرمایا اس طرح کہ آپ کا یوم ولادت جمعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ ''لحد مؤمن کے لئے جنت کی کیاری ہے'' آپ کو جمعہ ہی کے دن سپرد لحد کیا گیا۔ حضرت قبلہ نے اپنی مبارک زندگی میں جمعہ کو جو اہمیت دی تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی اتباع میں آپ بھی جمعہ کی تیاری جمعرات ہی سے شروع فرما دیتے تھے۔ اس کی برکت کہ دنیاوی معمول، آخرت کے سفر میں بھی کام آ گیا چنانچہ آپ نے اپنا سفر آخرت جمعرات ہی سے شروع فرمایا۔ بہ اطمنان تمام لاکھوں پروانوں کو دیدار سے مشرف فرما کر غسل وتبدیل لباس آخری کے بعد معطر ہو کر جب آپ کی سواری خلقت کے دوش پر چلی ہے تو کتنا عجیب حسن اتفاق ہے کہ آپ کو اپنی لحد (جنت کی کیاری) میں عین اس وقت داخل کیا جا رہا تھا جس وقت کہ آپ معمولاً مکہ مسجد میں نماز جمعہ کے لئے داخل ہوا کرتے تھے ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَاءُ. (مرقع حسنات، ص:62)۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ بطفیل حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عقائد حقہ پر قائم رکھے اور حضرت کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے کتاب وسنت میں دی گئی تعلیمات وہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاهِ سَیِّدِنَا طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ.

منقبت بحضور حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع تکمیل ترجمۂ زجاجۃ المصابیح

مشعلِ راہِ ہدیٰ سنت ابوالحسنات کی	کہکشاں سے ہے بلند عظمت ابوالحسنات کی
ہے زمیں سے آسماں تک نور کا اک سلسلہ	رشکِ مہر وماہ ہے جلوت ابوالحسنات کی
اک توجہ قلب کی دنیا بدلتی ہے یہاں	کیمیاء سے ہے وراء صحبت ابوالحسنات کی
چہرۂ انور ہے روشن ماہِ تاباں کی طرح	پُر ضیاء پُر نور ہے صورت ابوالحسنات کی
یادِ حق اور ذکرِ آقا میں رہے صبح و مساء	سنتوں میں ہے ڈھلی سیرت ابوالحسنات کی
علم وعرفاں سے ملا وہ فیض بوالبرکات کو	جسم وجاں میں تھی بسی نکہت ابوالحسنات کی
یادِ حق میں مست وبیخود بس ابوالبرکات تھے	یوں کرشمہ ساز تھی نسبت ابوالحسنات کی
حضرتِ بوالخیر میں دیکھا ابوالخیرات میں	روشنی تھی اور تھی طلعت ابوالحسنات کی
پانچ جلدوں میں زجاجۃ پنجتن کا فیض ہے	ہے حدیث وفقہ میں خدمت ابوالحسنات کی
پیارے آقا کی حدیثوں کا چمکتا یہ چراغ	تھا یہی سرمایہ اور ثروت ابوالحسنات کی
قرض جو احناف پر تھا وہ ہوا ہے اب ادا	فضلِ حق کی بات ہے ہمت ابوالحسنات کی
ترجمہ کی، کی ہے تکمیل آپ نے شیخ الحدیث	آپ کے حق میں تھی یہ دولت ابوالحسنات کی
ترجمہ کے حسن سے شانِ رسالت ہے عیاں	فیض ہے انوار کا برکت ابوالحسنات کی
سلسلہ نور المصابیح کا مکمل ہوگیا	آرزو پوری ہوئی حضرت ابوالحسنات کی
آپ کی چشمِ کرم میں رہتے ہیں ہم سب غلام	ہے ضیاءِ رب کی عطاء نسبت ابوالحسنات کی

(از: مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......کرامت کی حقانیت آیات وآثار کی روشنی میں......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ -صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ

برادران اسلام !اللہ تعالی کے وہ برگزیدہ اور مقرب بندے جو اپنی زندگی کا ہر لمحہ یاد خدا کے لئے وقف کردیتے ہیں،نفسانی خواہشات کو پامال کرتے ہیں، دنیوی لذتوں کوترک کر کے اپنی ساری توانائیاں دین متین کی تبلیغ واشاعت میں صرف کرتے ہیں،ایسے اولیاء وصالحین کی عظمت ورفعت کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا،ان نفوس قدسیہ کے لئے آخرت میں بلند مقامات واعلی درجات ہیں اور وہ نعمتوں سے سرفراز کئے جائیں گے،لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالی ان کی قدر ومنزلت کے اظہار کے لئے خصائص وامتیازات عطا فرماتا ہے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے "زبور" میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا یقیناً زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔

(سورۃ الانبیاء105)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ "زمین" سے مراد جنت کی زمین ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے دنیا کی زمین مراد ہے۔

اور علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اولیاء وصالحین' دنیا وآخرت ہر دو کی زمین کے وارث ہوتے ہیں:

يقول تعالى مخبرا عما حتمه وقضاه لعباده الصالحين، من السعادة في الدنيا والآخرة، ووراثة الأرض في الدنيا والآخرة-

ترجمہ: اللہ تعالی ان چیزوں سے متعلق بیان فرمارہا ہے جس کا اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے قطعی اور حتمی فیصلہ کردیا ہے کہ دنیا وآخرت میں ان کے لئے سعادت ہے اور دنیاوآخرت میں زمین ان کی وراثت ہے-

(تفسیر ابن کثیر، ج5، ص384، سورۃ الانبیاء۔105)

جب اللہ تعالی اولیاء کرام وصالحین عظام کو زمین کا وارث بنادیتا ہے تو ان حضرات کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے بااختیار اورصاحب تصرف بنادیتا ہے، پھر ان سے خلافِ عادت کام ظاہر ہوتے ہیں، جنہیں" کرامت" کہا جاتا ہے-

برادران اسلام! آج آپ حضرات کے سامنے" کرامت کی حقانیت' آیات وآثار کی روشنی میں "بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے-

اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں" جیسا کہ فن عقائد میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" کے صفحہ 144 میں مذکور ہے: و کرامات الاولیاء حق-

ترجمہ: اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں-(شرح عقائد نسفی، ص144)

''معجزہ''اور''کرامت''کے درمیان فرق

حضرات! "معجزہ" اور "کرامت" کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ "**معجزہ**" سے مراد وہ خلاف عادت عمل ہے جو کسی نبی سے ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر صادر ہوا ہو- اور''**کرامت**'' اس خلاف عادت عمل کو کہا جاتا ہے جو نبوت کے دعوے کے بغیر کسی مومن صالح سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور اگر کسی غیر مسلم اور بدعمل سے کوئی خلاف عادت' واقعہ رونما ہو جائے تو اسے "استدراج" کہا جاتا ہے، جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

و کرامته :ظهور امر خارق للعادة من قبله غير مقارن لدعوى النبوة فما لا يكون مقرونا بالايمان و العمل الصالح يكون استدراجا -وما يكون مقرونا بدعوى النبوة يكون معجزة. (شرح عقائد نسفی، ص144)

ولی کی کرامت' نبی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے

عقل و عادت کے خلاف پیش آنے والے اولیاء کرام کے واقعات اور کرامتیں دراصل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و بزرگی کا تصدق ہوا کرتی ہیں چنانچہ امام نبہانی کی کتاب جامع کرامات الاولیاء کے مقدمہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے منقول ہے:

وعن الامام العارف شهاب الدین السهروردی؛انه قال:قد یکون للاولیاء انواع من الکرامات :کسماع الهواتف من الهواء ،والنداء من بواطنهم ،وتطوی لهم الارض ،ویعلمون بعض الحوادث قبل تکوینها ببرکة متابعتهم الرسول صلی الله علیه واله وسلم - وکرامات الاولیاء من تتمة معجزات الانبیاء -	عارف باللہ امام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے،آپ نے فرمایا: بیشک اولیاءکرام سے مختلف کرامات کا ظہور ہوتا ہے،جیسے : فضا میں ہاتف غیبی کو سماعت کرتے ہیں،اور باطن سے آواز سنتے اور پہنچاتے ہیں،اور زمین ان کے لئے سمیٹ دی جاتی ہے،اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع وپیروی کی برکت سے واقعات کے رونما ہونے سے قبل ہی انہیں جان لیتے ہیں -اور اولیاء کرام کی کرامات دراصل انبیاءکرام علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ اور فیض ہوتا ہے-

(مقدمہ جامع کرامات الاولیاء ،ص36)

کثرت سے کرامتیں پیش آنے کا سبب

برادران اسلام!اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی بنایا،اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئیں گے،قیامت تک جتنے لوگ آئیں گے،سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایمان لانے کے محتاج ہوں گے،ظاہر ہے جو لوگ ابھی دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ان کے لئے ایسے خلاف عادت واقعات کا پیش آنا ضروری ہے جو انہیں اسلام کی طرف مائل کریں اور ایمان لانے پر آمادہ کریں،اسی وجہ سے اس امت کے اولیاء کرام

کی کرامتیں دیگر امتوں کے اولیاء کرام کی کرامتوں سے زیادہ ہیں۔

جیسا کہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

الحکمة فی کثرة کرامات اولیاء الامة المحمدیة -والله اعلم -اظهار سیادته صلی الله علیه و آله وسلم علی سائر الانبیاء بکثرة معجزاته فی حیاته وبعد مماته ولکونه صلی الله علیه واله وسلم خاتم النبیین ، وحبیب رب العالمین ، واستمرار دینه المبین الی قیام الساعة فالحاجة الی اسباب التصدیق به مستمرة، ومن اقوی هذه الاسباب کرامات امته التی هی فی الحقیقة من جملة معجزاته صلی الله علیه واله وسلم	امت محمدیہ (علی صاحبھا افضل الصلوۃ والسلام) کے اولیاء کرام کی کرامتیں زیادہ ہونے کی حکمت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے -یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور آپ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے معجزات کی کثرت کے ذریعہ تمام انبیاء کرام پر آپ کی سیادت وسرداری کا اظہار ہے، کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں، اور قیامت تک آپ کا دین مبین چلتا رہے گا، اسی وجہ سے ضروری ہے کہ دین کی حقانیت وصداقت کے دلائل بھی ہر زمانہ میں ظاہر ہوتے رہیں، اور ان مضبوط ترین دلائل میں آپ کی امت کے اولیاء کی کرامات ہیں، جو در حقیقت آپ ہی کے معجزات کا فیضان ہے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(مقدمہ جامع کرامت الاولیاء، ص36)

کرامت کا ثبوت' قرآن کریم سے

پہلی دلیل:

اولیاء کرام وصالحین عظام کی کرامتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کیا گیا ہے، (سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 37) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

ترجمہ: جب بھی سیدنا زکریا علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو ان کے پاس کھانے کی چیزیں موجود پاتے- آپ نے فرمایا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہا ں سے آتی ہیں؟ انہوں نے کہا: (یہ رزق) اللہ تعالی کے پاس سے آتا ہے- بیشک اللہ تعالی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے-

(سورۃ آل عمران 37)

اس آیت کریمہ میں کرامت کی حقانیت کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نبی نہیں تھیں بلکہ ایک ولیہ تھیں، اور جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لے جاتے تو ملاحظہ فرماتے کہ وہاں مختلف قسم کے پھل موجود ہیں، گرما کے موسم میں سرما کا پھل میسر ہوتا اور سرما کے موسم میں گرما کا پھل موجود ہوتا-

اسی طرح بغیر موسم کے پھل کا ہونا اور غیب سے رزق کا آنا یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت ہے-

دوسری دلیل:

سورۂ کہف کی آیت نمبر 25 میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا

ترجمہ: اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کئے۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے رہے۔

(سورۃ الکہف 25،26)

حضرات! یہاں اصحاب کہف کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اللہ کے وہ نیک بندے تین سو نو (309) سال تک غار میں رہے، ان کے جسموں پر تغیر وتبدیلی نہ آئی، اس عرصۂ دراز تک نہ انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا، انسانی جسم کا تقاضہ کھانا پینا ہے، کوئی شخص بغیر کھائے پیئے سالوں سال بسر کرنا تو درکنار کچھ ہفتے یا مہینے نہیں گزار سکتا، لیکن اصحاب کہف نے تین سو نو سال کی طویل مدت گزاری،

یہ اللہ تعالی کی عظیم قدرت سے اصحاب کیف کی کرامت ہے کہ انہوں نے تین سو نو (309) سال کا طویل عرصہ غار میں بغیر کچھ کھائے پیئے گزارا، ان کے جسم سلامت رہے، اور ان کے در پر رہنے والا کتا بھی محفوظ رہا۔

تیسری دلیل:

سورۂ کہف کی آیت نمبر (17) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ	اور آپ سورج کو دیکھیں گے کہ جب وہ نکلتا ہے
تَـزَاوَرُ عَـنْ كَهْـفِهِـمْ ذَاتَ	تو ان کے غار سے دائیں جانب ہٹ کر گزرتا
الْيَـمِيـنِ وَإِذَا غَـرَبَـتْ	ہے اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا
تَـقْـرِضُهُـمْ ذَاتَ الشِّـمَـالِ	ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (اصحاب کہف) غار کے
وَهُـمْ فِـي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذٰلِكَ	کشادہ حصہ میں ہیں۔ یہ اللہ تعالی کی نشانیوں
مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ	میں سے ہے۔

(سورۃ الکہف 17)

برادران اسلام! یہ ایک حقیقت ہے کہ سورج اپنے ایک مقررہ نظام کے تحت گردش کرتا ہے، نکلنے اور ڈوبنے کے نظام میں نہ ایک سکنڈ کے لئے دیر کرتا ہے اور نہ ایک سینٹی میٹر یا ایک ملی میٹر ہٹ کر طلوع ہوتا ہے، یہ قدرتی نظام ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یہ کرامت و بزرگی عطا فرمائی۔

اس آیت کریمہ میں اصحاب کہف کی ایک اور کرامت کا ذکر ہے کہ جتنا عرصہ انہوں نے غار میں گزارا اتنے عرصہ تک سورج نے اپنی روش کو تبدیل کردیا، جب وہ طلوع ہوتا تو دائیں جانب ہوجاتا اور جب غروب ہوتا تو بائیں جانب ہوکر غروب ہوتا، اسی طرح سورج کی شعاعیں ان پر نہ پڑتیں۔

سورج کا اپنے مقررہ نظام سے ہٹ کر اس طرح طلوع وغروب ہونا قدرت خداوندی کی دلیل اور اصحاب کہف کی کرامت ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

و کان ذلک فعلاً خارقاً	سورج کا اس طرح طلوع اور غروب ہونا

للعادة وكرامة عظيمة	ایک خلاف عادت واقعہ ہے اور وہ عظیم
خص الله بها أصحاب	کرامت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو
الكهف.	عطا فرمائی-

(تفسیر کبیر، سورۃ الکھف، 17)

چوتھی دلیل:

سورۃ النمل کی آیت نمبر (40) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ الَّذِی عِنْدَهٗ عِلْمٌ	ترجمہ :(حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت
مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ	میں)ایک شخص نے عرض کیا، جس کے پاس کتاب کا علم
بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ	تھا کہ میں اس (تختِ بلقیس) کو آپ کے پاس لاسکتا
طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ	ہوں ،اس سے قبل کہ آپ کی آنکھ جھپکے- پھر جب
مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا	(سلیمان علیہ السلام) نے اس (تخت) کو اپنے پاس
مِنْ فَضْلِ رَبِّی	رکھا ہوا پایا تو فرمایا: یہ میرے رب کا فضل ہے-

(سورۃ النمل40)

حضرات! اس آیت کریمہ میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی ’’حضرت آصف بن برخیا‘‘ کی کرامت کا ذکر کیا گیا ہے-

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا شخص ہے جو بلقیس کے آنے سے پہلے ان کے تخت کو میرے پاس لے آئے؟ تو جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ آپ اپنے مقام سے اٹھنے سے قبل میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں- آپ نے فرمایا: مجھے وہ تخت اور جلد چاہیئے! تب حضرت آصف

بن برخیا نے اجازت چاہی اور پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں وہ تخت لے کر حاضر ہو گئے۔

وہ تخت سونے کا بنا ہوا تھا،جس پر یاقوت ،زبرجد اور موتیاں جڑی ہوئی تھیں،وہ تخت سات محلوں میں سے اندر کے محل میں محفوظ رکھا ہوا تھا،دروازوں پر قفل تھے،پہرے دار نگرانی کر رہے تھے،یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ اس قدر وزنی اور محفوظ تخت کو لمحہ بھر میں ایک ملک سے دوسرے ملک لایا جاسکے،حضرت آصف بن برخیا نے لمحہ بھر میں اس بھاری اور وزنی تخت کو ملک یمن سے ملک شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت پیش کر دیا۔

جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بہ تفصیل بیان فرمایا ہے۔

وکان من ذهب مُفصَّص بالياقوت والزبرجد واللؤلؤ -فجعل في سبعة أبيات، بعضها في بعض، ثم أقفلت عليه الأبواب ...حتى إذا دنت جمع من عنده من الجن والإنس، ممن تحت يديه، فقال :(يا أيها الملأ أيكم يأتيني بعرشها قبل أن يأتوني مسلمين).قال عفريت من الجن أنا آتيك به قبل أن تقوم من مقامك وإني عليه لقوي أمين ...فلما قال سليمان :أريد أعجل من ذلك، (قال الذي عنده علم من الكتاب) قال ابن عباس :وهو آصف كاتب سليمان .وكذا روى محمد بن إسحاق، عن يزيد بن رومان :أنه آصف بن برخياء ...وسأله أن يأتيه بعرش بلقيس -وكان في اليمن، وسليمان عليه السلام ببيت المقدس - (تفسير ابن كثير،ج 6،ص 193-191،سورة النمل:40)

برادران اسلام ! کرامت کی حقانیت اور اس کا ثبوت قرآن کریم کی آیات سے پیش کیا گیا،اب احادیث وآثار کی روشنی میں چند کرامتیں ذکر کرنے کی سعادت

حاصل کی جارہی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ ، وَمَا تَرَدَّدْتُ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں، اور میرا بندہ میری بارگاہ میں کسی چیز کے ذریعہ تقرب حاصل نہیں کیا جو اس فرض سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس کے ذمہ کیا ہے، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کے پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور بضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو ضرور بضرور میں اسے پناہ دیتا

عَنْ شَیْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِی عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ ، یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَکْرَہُ مَسَاءَتَهُ .	ہوں-اور میں کسی چیز کو کرنا چاہوں تو اس سے توقف نہیں کرتا ،جس طرح مومن کی جان لینے سے توقف کرتا ہوں جبکہ وہ موت کو ناپسند کرے،اور میں اس کو تکلیف دینا گوارانہیں کرتا۔

(صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، باب التواضع .حدیث نمبر6502)

حضرات !اس حدیث قدسی سے اولیاء کرام وصالحین امت کی عظمت وجلالت کا اظہار اوران کی کرامت کا بیان ہورہا ہے کہ جب ان کی سماعت وبصارت،کلام وحرکت کے پیچھے قدرت الٰہی کارفرما ہے تو وہ اپنے کان سے قریب کی بھی سنتے ہیں اور دور کی بھی،اپنی آنکھ سے قریب کو بھی دیکھ لیتے ہیں اوردورکوبھی،اپنے ہاتھ میں غیر معمولی قوت رکھتے ہیں،اپنے پیر میں زبردست طاقت رکھتے ہیں،اسی وجہ سے اولیاءکرام اپنی قوت سماعت سے وہ آواز سنتے ہیں جو دوسرے نہیں سن سکتے ،اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھتے ہیں جسے عام نگاہ نہیں دیکھ سکتی ،اپنے ہاتھوں میں گرفت ودستگیری کی وہ قوت رکھتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتی ،وہ اپنا زور قدم اس طور پر رکھتے ہیں تو آن واحد میں کئی منازل طے کرلیتے ہیں۔

یہ حدیث شریف بھی کرامت کی حقانیت پر دلالت کررہی ہے-

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ وصال کے بعد میرے جنازہ کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حجرۂ مبارک کے سامنے رکھ کر سلام عرض کرنا اورمعروضہ کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !ابوبکر حاضری کی اجازت چاہتا ہے!اگر خود بخود مبارک دروازہ کھل جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پہلوئے مبارک میں دفن کرنا ورنہ بقیع شریف میں لے جانا، چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ کے جنازہ مبارک کو حجرۂ مبارک کے سامنے رکھا گیا، جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نقل فرمایا ہے:

أنه لما حملت جنازته إلي باب قبر النبي صلى الله عليه وسلم ونـودي السلام عليک يـا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فـإذا البـاب قد انفتح وإذا بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب، فان الحبيب الى الحبيب مشتاق.	جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے پاس رکھ کر عرض کیا گیا: السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابوبکر دراقدس پر حاضر ہیں، تو کیا دیکھتے ہیں کہ خود بخود دروازہ کھل گیا اور روضہ اطہر سے یہ آواز سنائی دی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ! بے شک حبیب اپنے حبیب سے ملنے کا مشتاق ہے۔

(تفسیر کبیر،سورۃ الکھف9)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ، مشکوۃ المصابیح اورزجاجۃ المصابیح میں روایت ہے:

عن ابن عمر، أن عمر بعث جيشا وأمر عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر رضي الله عنه يخطب فجعل يصيح :	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کو روانہ فرمایا اور اس لشکر پر ایک صاحب کو امیر مقرر کیا جنہیں "ساریہ" کہا جاتا ہے۔اس دوران کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ارشاد فرمارہے

یـا ساری ، الجبل ، فقدم	تھے کہ آپ نے فرمایا: ساریہ! پہاڑ کے دامن میں
رسول من الجیش فقال :	آ جاؤ! اس کے بعد لشکر کے ایک قاصد آئے اور
یـا أمیـر الـمؤمنین ، لقینا	انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم نے اپنے
عـدونـا فهزمونـا ، فـإذا	دشمن سے مقابلہ کیا، وہ ہمیں شکست ہی دے چکے
صائح یصیح :یا ساری ،	تھے کہ ہم نے کسی آواز دینے والے کی آواز
الـجبل ، فأسندنا ظهورنا	سنی": اے ساریہ! پہاڑ کے دامن میں آ جاؤ"! تو
إلی الجبل فهزمهم الله-	ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی جانب کر دیا اور اللہ تعالی نے انہیں شکست دے دی۔

(دلائـل الـنبـوة لـلبیهـقـی ، جماع أبواب إخبار النبی صلی الله علیه وسلم بالکوائن بعده ،حدیث نمبر -2655 :مشـکوة المصابیح، باب الکرامات، الفصل الثالث- زجاجة المصابیح، باب الکرامات)

برادران اسلام! یہ روایت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی کئی ایک کرامتوں پر دلالت کرتی ہے، آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں رہ کر دور دراز کے مقام "نہاوند" میں ہونے والے معرکہ کا مشاہدہ فرمایا، دوسری کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنی آواز وہاں تک پہنچائی، جہاں کسی آلہ سے مدد لئے بغیر محض انسانی طاقت کی بنیاد پر آواز پہنچانا ممکن نہیں، تیسری کرامت یہ ہے کہ معرکہ میں موجود تمام افراد نے آپ کی آواز سنی، اور چوتھی کرامت یہ ہے کہ آپ کی برکت سے فتح ونصرت ان کے شامل حال رہی، اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

فیـه أنـواع مـن الـکـرامة لعمر	اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

كشف المعركة وإيصال صوته وسماع كل منهم لصيحته وفتحهم ونصرهم ببركته

کی مختلف کرامتیں ہیں: معرکہ کو دیکھنا، اپنی آواز پہنچانا، لشکر کا آپ کی آواز سننا اور آپ کی برکت سے ان کا فتحیاب ومنصور ہونا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات)

حضرات! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی صرف یہی کرامت نہیں کہ آپ میلوں دور رہنے والی قوم کو آواز دیتے ہیں تو وہ آپ کی مبارک آواز سنتے ہیں بلکہ آپ نے مدینۂ طیبہ میں رہ کر مصر میں بہنے والے دریائے "نیل" کو بذریعہ خط خطاب فرمایا تو اس دریا نے بھی آپ کا حکم مان لیا ہے۔

جیسا کہ امام طبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے الریاض النضرۃ میں روایت نقل کی ہے:

ويروى أن مصر لما فتحت أتى أهلها عمرو بن العاص وقالوا له إن هذا النيل يحتاج في كل سنة إلى جارية بكر من أسن الجواريفنلقيها فيه وإلا فلا يجري وتخرب البلاد وتقحط، فبعث عمرو إلى أمير المؤمنين عمر يخبره بالخبر فبعث إلى عمر ":الإسلام يجب

جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے باشندے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے: بیشک یہ دریائے نیل ہر سال ایک نوجوان دوشیزہ کا محتاج ہوتا ہے، اور ہم اس میں ایک لڑکی کو ڈالتے ہیں، اگر ہم ایسا نہ کرینگے تو دریا نہیں بہے گا، جس کے نتیجہ میں شہر ویران ہوجائینگے اور لوگ قحط سے دوچار ہوجائینگے۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ نے امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم

ما قبله ثم بعث إليه بطاقة قال فيها " :بسم الله الرحمن الرحيم، إلى نيل مصر من عبد الله عمر بن الخطاب .أما بعد فإن كنت تجري بنفسك فلا حاجة بنا إليك، وإن كنت تجري بالله فاجر على اسم الله . "وأمره أن يلقيها في النيل فجرى في تلك الليلة ستة عشر ذراعاً، وزاد على كل سنة ستة أذرع.

(الرياض النضرة في مناقب العشرة، الباب الثاني في مناقب أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب،ذكر كراماته ومكاشفاته)

رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں اس کی اطلاع کروائی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے پیغام روانہ کیا کہ اسلام سابقہ برائیوں کو باطل قرار دیتا ہے-اوران کی جانب ایک پرچی روانہ فرمائی،جس میں آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا":اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-اللہ کے بندہ عمر بن خطاب کی جانب سے مصر کے دریائے نیل کے نام"!امابعد!اے دریا!اگر تو اپنی مرضی سے رواں ہے تو ہمیں تیری حاجت وضرورت نہیں،اوراگر تو اللہ تعالی کے حکم سے بہتا ہے تو اللہ تعالی کے حکم سے جاری ہوجا!(خط تحریر ہونے کے بعد) آپ نے حکم فرمایا کہ اس تحریر کو دریائے نیل میں ڈال دیا جائے،جب آپ کا حکم نامہ دریا میں ڈالا گیا تو وہ اسی رات سولہ(16) گز کی بلندی سے جاری ہوگیا اور ہرسال چھ(6) گز اضافہ بلندی سے بہنے لگا-

برادران اسلام!اگر دریا کے پانی کا کوئی مسئلہ ہوتو کوئی بھی شخص دریا

. " " =< ! <

9 L <

; ' !

< *)

(

(

#

RS ?&Q. , C

: (1 [' +

. = R* & *

R* P*Y= I4

7 . 7

E W +3 "

5 ! "

" 7

.

) %) % bN* $ FK

FW%

+C - C8 #4

! 9 1 * B# ! +

)) Z) 9F C!

KS4

/ KI~ = I# C

) +v # 4] '%

7 H

) 2 ?1 S4

" @)KS#<)

* @ h 'ob + #<

V #* H #KS

> '

>) D@ K # R

* h 'obKSR

$ " aS4 - 0

ob I - G /

H : I)8 '

*

) 1 e 4 H +

c)#:}4> 5

e G F Y 4

)]] '

& F ;'H)]%t

! 1)& H 4U)

1 9 e4" +C (

]#4 'F#

U() I n5

0 1)5

H(; ,

) % 4

) %F%w%

LC

!

:

) $ x

)

$) $ "

$ *

)

!) (

yD ! " " ,)

3 ≠ !

9 3

C + MD

A *

! ! /

/ 0

9

(h V

))8

$ +) 6i) ^ !

] ,) 4<

P@KS ; , KI

Q G ;R .T

#4 H 0

/ .) H 0 G

9 ' 1> 5 K4 (4

0 G

! : 8 ?]# #6 ") F H

! KS) H)K 4

" / . H 0 G

0+ .T +dH 4 ƒ

! - %)d 4# +O ' &

)]#.ƒ 4F! +

s # • [' '

KS & 1 < ? :

. K & S

/ % 8 ;) 04‡ %

$ ' " l' 4 / A

0 /&P :)T !

8 KS /dF 4)#64

$ - F - %)dS4‡ % K& S

"4] # !FS*

@Q : , S)3 \G 4+D ! R

C F

E

)> ! 1

- HP + - 1 #

/ > ;S 4 r+ S

1 ; : 4K t F I

F 8#iW

' " U F KI <4

AS> <+ 4

9 !) ~)#<'> 51

" 1 * = •T

Z 3 ` #* `

/ + , ' 'D# : /d

&2 3iF /d S

C +BA@AO V: Bw LX

$; H V

M

48#+ E 6 K I

$ L $ H q ' 1 -

E6 1O H)

^ I Q S !

! € ' + ' k , -

1 9 U #P(C# = *

(0 VC - Q+

I 9 = T 64= - 4

K$ 4/ i+ #G

! 0 ^C8` : O ' E6

" 7 Rw = I4C]` i

" ! 4wC P- 4

E 6 W -

]) i ` : #<

? : 8# :] '

0) $ " # /) KI w

7 = 4 / -# -#

1 i 6' ^H U u

> 5

C +# C5dU<) :5/

,

,

9

.

6 +

* $ "

!

+ C +8 ') H/

5 V

' " E6 Kl

H =H* %

/ t ' 40q -

1 =I ; :F; i KS

! # * = S#A

#A KS

8 , , /4U #A

e , =C ( )Q-

R6U R< +

* # + KSA)

" = I (; i K S

3 (+ =Q \4A

@ =$ HU #R H

4> ` , +

3 A dS ?

C R8 / S) 3 J) 9

6 7

"

") ;i

-# ! ' +;S I

1 @ R 4 +]# ^ I +Q

$ ^ S U#q- 4k Y U ?

1EC6 CE)

7 F Y#Q /R - +

1 K (- Z Y *#

3 FSP#6P<)5 +

7 E6) IPH

6 H8F #. ' .T

) ! C4-4- P *P *

) /&#C ^ I]# :$ Z

3 1 J 3/& C*)?

8 / 3p _#85 45 C+ F(5: 696D,

0N : *G

(

6 / A

"? 3

(

S: # /{{ h) 0 (k' u Q)$

3 { 1 F , !($ 2 +

$ æg ľâľ

àzÑľ~š) ñ ľ',Qî~8

x

[illegible]

] q I Æ } izg Ô ˆ ðe 7gz I Å [» Æ›ÃiÔŠH 7 ç »

] ¬ ~g , t É Ô‰ G 7yÒ6gî ãzz{ /z e ‹ o 2] z@z

ÃVƒŠzÅ \ X~Šâ !zjÆ Åz!zzmvz -x™z Ô L z ä à¬vz

: ì à¬~g!Šá gzç OÔcŠ¯ < ÑÃ] Šñ z] Šá gzgzz k

Åz!zzmvz -x™zwÎg n } g v G

X ì :%+ 4 ~] zfug I Å

D21Vh]ˆuŸ] é…ç‰E

:cåŠá gz ~ Òg Îgzz

Åz !zzmvz -x™zwÎg »¼ gzz

N â IÐ Tgzzßá Ðz N â «

ƒg Dge Ð à¬vzgzzÔƒg i!*Ð kz

X ì Ñzz ¶ Š [z± J à¬vz G Ô

D7-† vÔ] é…ç‰E

Æ Åz!zzmvz -] Ñ»gzu ~ x¯ L z Æ ä = °z [g

~ŠÑŠzÂ Ì s §Å] !*kzÂcå s ” zzÃ Ì zÅ] Šá gzÆ \ Wgzzg (z

Å z I z Va Ã Ë Ð Æ y Á¬y â Æ Åz!zzmvz -x™zg—

ÞTz „ z , Šâ ê \ Wgzz ì ¬ ¬ „ z N â ¬ \ WÔ 7] iYz

: ì Šá gz»à¬vzç OÔ ì ê

7 Ý q htÃ] gúðñËgzŠ% ðñËgzz

Åz!zmvz -x™zwÎgÆkzgzà¬vz ž]†ûÜÖ‰çzöz] o-ÑÕ%ô
g (z¼ ~ n ç L z 7zÂ , Šâû ¬¼ àûõ¶æúÛÜöÕzçö¶ú
X ì g !Üâ‡úûô

D36Vh]ˆuŸ] é…ç‰E

s §Åt ‘~g ,ÃÅz!zmvz -x™zg—ä \¬vz!] z |
xiÑÃ~gzŠÎ âû z ®¤zÅ \ ¶gzzc‡âû _ ¬B ,Æyá Å ª ,gz] t
Ã©] §Å \ ¶gzzc‡¯ k ÃwqzgzzÆ u Ãwz ¸zÆ \ ¶ôc‡gzÔ~gz¢z
Xc‡gzÔE®¤zKzÃ®¤zÅ \ ¶gzzc*:%gzz{ Î ç n Æ] Ñ»~g ,
ï z}. ®¤z „ ®¤zÅ Åzmvz -x™zg— ï
:c‡âû Šá gz ä \¬h 6

®¤zÅ Åzmvz - *™wÎg ä T Åø»,ûÊöç‰öö] Äôâöúø
XÅ ®¤zÅvz ä kzâÊÔÅ äöö]

D80 -ð^Šßö] é…ç‰E

ð > z í Ðzô ì gy' Ç6{zgÅ ¹ F{z ì Cƒ é zpÅy KC
„t n Æy › q zB ,B ,Æ kzô ì ggz ÎpÏGiÅ kzgzzƒ Ý q
Æ kzgzzvzô ì g ì ‡6, ¿ (gzz ñ Cz{ o 9{z ì ~gz¢ $. Ì
kzX ì g@™ ¿6,V gzz ì g@™~gzŠÎ âû z ®¤zÅ Åzmvz -wÎg
X ì @Yƒ [x»~] y ¶gzz*Š{z6,Š âC

ï ?ŠÅöÅz › ½ qnz ï

kzÆyzô [8Æà¬vz{z åH~ŭšt ä ~g »zŠ ·

x‰z ïz*™~ŭšt »yz ~Š™ # ŸzÅ] !*kz ä *™y ‖Œ6, } ŭš

~zc Å Åzmvz - x™zÑ] | {z ~ ?ŠÅ kz ² Ç ñ Y Œ

: ì Šá gz» \ ¬vzX , ™

?¤z: £ Šâû \ ‖! Åzmvz - Ô }z

vz! z™qnz~÷ Âƒ D™ › Ð \ ¬vz

} Š j {kH} g vgzzÇ } ™ › Ð ?à¬

Ñz ä âû 3g $. Ñz Û u " vzgzzôÇ

X ì XÜnuô

D31Vá]†ÛÂ Ù! é…ç‰E

¸ gzz ì ŠH™f» ® ¤zqnzgzz › z ¿ z~ g I $ ‖kz

ð > z í ÅV ˜ zŠCgzz ¹ FÅ] y ‖z*Š n Æ ðñòÈ , qzŠ{z

X °» n Æw ” Æ

Åkzgzz } ™ › Ð öñ L z{z ì Cƒ zig ‖ÐÅ ðñòÈ qz

› {z J Z ô ì å*gzz† ” J‰z kz › t p ô } ™ Ý q~ŠÛp

X } ™: ~zc ÅÅz!zmvz - 2Ãgzu ‡ ‖ L zgzz } ™: ¿6,V ç »Æ

vz - u 0*Ô ŠtC ¸ £ »» öz › ~ g I $ ‖{gÃè

ÃVƒ Šz ug I Å \ ‖gzz ì gCƒ ~zc Å \ ‖xŠC ô ñ YÅ qnzÅ Åzm

[illegible]

{zôÅ 7 7 ?ŠðÃä k1ô ì ;g™ Â~ûŠ» › {zôÅ 7 › 6gî

» k Ð zzÅ kgz H 7 g7 £»» k p ì ;g™ ÂgÖ» ›

(â¥Ö^e^ãÂØ)XŠƒ ~ Vßz ä ™ ÚÈ¬gÑ

ï :% i »x™îÊôgz Ł qn ï

Ã 7 Æ ö] Šá g y ä eà¬v ègx™îÊô] |

Z HÅ ª ,g yâ q Š4Æ y ô HgÖ b§ ¾» Þ ¤ îÊ. L

9!åk¼H ~ VßŠÆ y»¬Æ Åz! zmv -Ý¬zŠg»uô ¶ w

X ì YYc*{i0¼»] !*k Ð §z q gÃè ~ p Ñ ›

~ {Çg!*Å Åzmv -x™g— eà¬v ègx™îÊô] |

ÓÇg!*å:Ø» < Ñ¬ 0 Ð Ü **î n Æ% Î ! ô q ô ¸ ¢q

ô ¸ ñ ƒ ê _ùÅ ä Î ~ B; L {z‰z kô ñ ƒ ¢q ~ kŠ

? ì Ht c*â Šá g gz ðâ C ª Wg**ä Åz! zmv - *™Ñg—

!zmv -] Ñ»gzu Ƶ ôcŠ* N ™w ï Ð B;Æ y Ã _ù kgz

: ¹Ð y ä ¶ , ËÆ y Âƒ „ {', ..ô‰ á p =Åz

{ZÃ Ð k b§gz Ëgz ß á _ù K

7 L Ð ~ ! { n 7 :¹ ä V r ôßV

ä Åz! zmv - wÎgÆ v ² ôÇVß

X ì c*Š N Ð

.

D5593†Û &,u (gâ„] Üi^ì |†› o h^(è^]æ Œ^] h^jÒ (ÜŠÚ xv ' E

åcŠ N Ã_ùzkz ä Åz!zzmvz -Ý¬zŠg»u Æ !] z |
~{0 < Ñ ¶tzzÉ ô ì ~æË_ùz ø Æ å 7 Â(z»kz È Â
L zÃä Î:gzz 7 I *ty**î n Æ kzô ì xzw < »kz n ÆŠ%
¸ Ì ä xz™îËôvŠX 7 ^,Y < »k n ÆŠ% p ô ì I ´g k0*
&zpÅ y L z Ð ôB á _ùz ~Š b& ä V rzÂ °ôå Œ
ðÃn L zÐ 7 ÅkzÆ™ ‡ zû Ð c*ì Y Yc*z Ã] zg ˜ gzz
îËôô ì ~Š] iYzÂÅkz ä {0 < Ñô ì e Ât ! ì Ë$ Y~hyq
i §^,Y Ë% ê Ð gzzßVz _ùz ¹Ð yz ä eà¬vz ègx™
!ß™ Ý qœÐ

H › îË.»yzô ì H HyZz» ! ô{z! N âû g¨!] z |
~g VY6,¬Æ \ Wgzz ® ¤zÅàñz‡ll L z q Š4,Æyzô ì @*gÖz
wÎg } g\ Ævzôóß 7Ð z L ~ ! nÅz}: Ñ ì ?ì ÷/ _.»
?ì Yƒ e ù tôVßá ~gzz , Š N Ð zÅz!zzmvz -
gzz ì H Ì zàâÅ _ùz kz ¬Š 7t ä ! ô Ñ !*kz
t ä] o îË.Æyzgzz ä] ù ÅyzÉ ?ì X 7 Åkz ~gzi!*
wzÅ kz , Š N Ãq T x?zz>ðô}zm] Ñ»gzu cŠ [z
! ì Ë$ƒH„ 7 gzz
mvz - = r Pg ¸ …Y{z ¶¸ zzÅ] o îË. kz
Ààvz „ ~gŠÎ âû Å \ Wó ì ® ¤zÅà¬vz „ ® ¤zÅ Åz!zz

[illegible]

Æg " ŀÔcåÛ ™f»VÆ',gzŀZ¯ Z Æ kŀ6,] â £Šå›gzŀcåÛ ¬

:Vƒ ;g™ Ý q]ŠXÅä™7 f Ñ] c‰B ,

ï 5 Y 7VDŀgó® ¤ŀ ï

n ðÃB ,Æ Œ zmÜŀ ~ ÝzgÅ{ o zyZŀ Z ðñ{È

« ŀb~g7~g7Å ¿Æ kŀÐŀ = °ŀ [gÂ ì @™ ¿ YŀðÃ ó ì @™

X@åÛ 7 ¶Å nË ~ [ŀNÆ kŀgzŀ ì @åÛ

: ì Šá gŀ»à¬vŀ ~] ŀÆŀ›g Î

mvŀ - w ÎgÆ kŀgzŀà¬vŀ ?¤ŀgzŀ

wqŀ } g v{zÂÐ z™ ® ¤ŀÅ Åz ! ŀz

[pà¬vŀ — " ôÇ ñ âÛ 7 ¶ ~

X ì Ñŀz ä ™3g $. Ñŀz Û

D14V I]†rvö] é…ç‰E

ï ã¶Å $ ŀ@w Îg ® ¤ŀ ï

$ JÅ $ ŀ@*™~gŀ ^ @ ® ¤ŀÅ Åz ! ŀzmvŀ - 2 Ãgzu

: ì Šá gŀ»à¬vŀ 6 ô ì

® ¤ŀÅ Åz ! ŀzmvŀ - *™w Îg kŀ ?¤ŀgzŀ

XÐ ƒ Y0*$ ŀ@ÂÐ z™

D54V…çßö] é…ç‰E

ê y xgšÆy{z @*ì @*Ycš s §

ﺽ¤gz1 Í ä ë: ë {zÂN âÛ

X á zä 0b#vß ¸ gzÅ

D51V...çß0] é...ç‰E

ï $ JÅ! x»z] 6,ﺽ¤ ï

*™~g^ @*Å Åz!zmv - *™ÑÆ kgzÝ¬gÇšgz6,

: ì @*âÛ à¬hÔ ì =gf» ã%»gza z»! x»

ÅÅz!zmv -wÎgÆkgzà¬v gz

gz ì g @*e Ð à¬ vgz } ™ ﺽ¤

X [x»vß ¸ Âô } ™g (~gÇ Ì 6,

D52...çß0] é...ç‰E

: ì Šá g~ [xÒg Î 2

Åz!zmv -wÎgÆkgzà¬v gz

@*™Ýq! x»~(„zGÂì @*™ﺽ¤Å

X ì

D71Vh]^uŸ] é...ç‰E

ï) !*ÅØg„iÛ uóqn ï

~gŠÎ âÛ z ﺽ¤ÅÅz!zmv - *™Ñgz °gz Ýg ñ }

: ì ö*Šá gÔ ì L 4 »ä½~ ðŠ L ÃØgz $ g

Å Åz ! zm v - *™w Îggz à¬ v gz Ù]ç Ãô
X ñ YH36,? @!z™ ® ¤ !á ç
D132V á]†ÛÂ Ù= é…ç‰E

ÆWz4,Æ Øgxá z ðô ì @ gz y » ö Øg‰C òŠW
Øg ® ¤ Å Åzm v -x™g— c e ä v ô ì @™ N ¬š n
X ì) !* ö $ Á~gŠÎ âÛ Å \ Wó ì L »~Ot }
ï ‰ÃgÅy § c*Å6,w Îg ® ¤ ï
á z ä ™q n Å Åz ! zm v - Ô Æ k gz] Ñ»Û{
Ð ö z Ä Å G ™gzYßô ¢ œôx™Y C à¬ v Ã h (
: ì ~Ot }Šá gô ì @*âÛ i Û u‰Ãg • ',!Åy gz ì @*âÛ g h
! zm v - *™w Îggz à¬ v gz Ù] Ä ô
ÆVíßy {zÂ ì @™ ® ¤ Å Åz ä] Ü Ä Ô
c*âÛ xÅ ä à¬ v 6, X Çƒ B , à ( ] à
ô G ™gzYßô ¢ œôY C(ª) ì à] à
X =g 4 „ Ht gz !^]
D69Vð^ŠB] é…ç‰E

ï L »¼Š ~ X,ô ® ¤ ï
v Ã ¿ á z ä ™q n z ® ¤ Å Åz ! zm v -x™g—
@*âÛ «¼Š ~ , ',kzŠÛ Ð gz ì @*âÛ i Û u Ð ~šÛp Ÿg K à¬

: ì ö"ŽŠá gzÔ ì

ÅÅz!zmvz -wÎgÆkzgzzà¬vz gzz

4Š ~ V¨!*, zÐzà¬vzÔ ì @™ ® ¤z

gzz ˜ , 1 Ð n Æ XÇ ñ âÛ

Xuš [z±u*ŠgŠÐz } ™ãŽŠ¤zg

D17VxjËÔ] é…ç‰E

] Ñ»Û{ ì ;gƒ x ¥ … Ð 6 !g] c¥yz!xs zyzgŠz',

- u 0*Ô L zgzzKz 7 zÔ ì @0*y' Ç6,Š ° w2ÃVzÈ L z Æ

Ð x™z a L zÂì 8 ŠxŠ $ U6,~gŠÎ âÛ z ® ¤zÅÅz!zmvz

Ô ì @âÛ ..t ,6,yzÃØggŠe KzÔ ì @âÛ wâÑâ Ð V zgÑ " 7z

½Ã ð ŠÆyzÐ b#zb &gzz ! pz í Ô ì @âÛ wi**ÎÊz Øg6,yz

`z å » kzÂì @0*ï á Ã‰zœgzzmÜz ~ ¿Æyz Æ Ô ì êŠ

~] yWgzz*ŠÔ ì êŠ™gzû zg ×zgÅ $ z@ n Æyzgzz ì @âÛ «

: 1 »yz tx™ ñ Ñ!x™»àñÔ ì @âÛ sæÐ ! x»z] 7z

ó ¢ œ] z | óx ?z : xz™YnG] z | ó 7 zÔ ì êŠ¯x £ Zz 6 Æ

X ì Cƒ , • '!*Ä ÅyzçºzzP°z : G ™gzzYzß

xŠCÔ , ™za / _.» ® ¤zgO L zë ì Å] !*kz] gz¢

wezgøÔƒ ~ ÝzgÅV *Q » Ô Î 3zzgøÔ , ™ ÒÃÅ qnz6,

Ü ~gøÔƒ . _Æ ¬Æ Åzmvz -x™zg— › , gzgøó ª

ò Í ëzò¯ëg r z] ‡5ƒ : s ÜÆ k ¿ðÃ~ „ {'z

¬ñÆ V ¿z w¸C gø y jz • wC ~gøƒ . _Æ V

Å Åz ! zm v - Ñ } g\ Æ k gz \ ¬v ÏGi ~g , K ëgz ƒ

u 0*Ô L … \¬v G N Yƒg» n Æ ä g !/~ ~gšÎ â

i u Ð VÆ',FxÓÅ~zcz ® ¤ ~ t ¤ Æ Åz ! zm v -

XÇ ñ â

} g\ L gz ñ â « = ÂÅ g ì ‡6,x© L … \¬v

X ñ â ,]š XÅ½6,õ òÎ Æ \ WgzV ÅÅzm v -Ñ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

î í ì

î í í í ì

[illegible]

´ L ~ ½ *Š ` @*q ` ƒ W6,R@¬] 5ç Cg ˆ Ð
~Š O Å *Š~g , ~ u‰gz ì Y á {^,Y‰ à »] 5ç
n Æ # z zhy ~ : âi *Š ì @Yƒ ¸ !Ð] gß Ÿ#gz ª
zz k D™ƒ ¿ ùgfÆy èa ‰C™ƒ Vc*r gzgi !*gz ' ´
wY» MÚ ~ *Š~g , ` W p C™ƒ 6,: eŠzö Ì] g ˆÅy Ð
gz~ r q *Š~g , ì ª œÅ ÷), íÑ yW=gfÆ T ì ƒ w
V ¸´ igŠgzŠ ¿Ñz g ~ ¸ Ì ËÆ*Š ì ˆ™g (w Ågi !*
G ì ~gY6,g îò¸Ñ Î !Šn» ´™6,Š âCk ì Y™ # z zhyÐ
X ì ÒW I pgz , j n Æ ¹ F,Cg ˆ] !t

ï) !*y d Ù çŠ Î ï

ì CY ug ¹ F,ÂN Yƒ ßwÑgz ñ Yƒ È !Šn» ´™¤/
ä Å ` ì @Yƒ gezŠÐ ~gi !*Š , g!*g» CY7, › ' g ˆ
zzë Å^z»g k ì @Yƒ a o z ~ {Ñ ç Ð kgz ì # ´ Å
ug» IŠ¤/Å ´™ L » Î ç kgz ì *Yƒ Šzö ~ Š P » ª zŠzwâ
Æ ¡ ¢ ¾ „ Ùgz ì g ? wâ ¡ q ª zŠ ƒ : (} ì *Y
X , ŠhÂxŠ™ • • L ÆYZz L L Š
ƒ o n Æ # z zhy ä xs . _Æ Œ* Õ k
6,Vâ › g—â [» # ™c ŠgŒ x{kgz ¬xwÃŠ Î G g Hwß
Æ „ @Ã ~ wq ‰ ˆ~Š Ì (F,Å] í z 'œvŠ ˆÅn >2i

wâgzl ŠIcŠgzlŒ Æ lz*™ aywâ{g ñg n ÆðO0*Å t gzl ugzlD

ª zŠ=gfÆx©lò s lyl @ŠIHgH(z Vlv0*} â ~ Ô

X ñ Y{g: ™ƒŠzö ~ Šzû lP gzl ñ Ws §ÅŠzû l ¾

ï B y´ l»yWŒs ÜÆVzgpŠ Î ï

» g ß ~ ¡ „ q lgzl ä Y ugÆ ª zŠzwâ!x s lylgŠl',

ÚlÃ{kIgzl Ë ì cŠgzlŒ{kI ™ Úl ä *™y ŒÃŠ Î ó ì Š Î Ŀ ël

} (‚‰{) z~g»$Iô~g» *Iô*³k‚òôÙâ [ÑôcŠ 7 gzlŒ{kI ™

ð n ÆŠÎ ð 7 Ïz J + l ~ *™y Œ~ Ÿ ÆVƒ kI} (‚

: c*û Šá gl ä = °l [gçO ì

»Š Î gzlzge Ð vl! ßlz yZl } l]çÏ] ... ø

yZl ?¤l!zŠhgÃklƒ Š{g Ì z]çė†ö] ...]

gzlvlÂÐ zhg 7ÃŠÎ ?¤lôƒ á lz ...

Í B y´ lÐ s §ÅwÎgÆkl ...

X!ß !äôç‰öãäö]

D279/278-ë†ïïfö] é…ç‰E

s §Åà¬vl s ÜÆVßlz ä ™~gpŠ Î ~ f Ñ] c*yl ª

X ì y´ l» B Ð

klón ™ B Ð w r lzf [g ì ‚rg‰¤ + lyÃ~ ë >

ì ¸ Ñ » ä ™yò Ïz J âlón ™ðl±Ð Åzmvl - Ô Æ

[illegible]

Å„Å~izgw ' Çƒ ¸ [»VßÎxÓy? 5 Wù b#zb&

Ï á xåðŠgø! x» GÔ Og ñ XÐ Ò ÅŠÎÃ\ W L Ô ñ Y

X Ï ñ Yƒg Î p Ï Gi~gø ~ V ˜ zŠCgz

: ì \¬ hyâÛ ~ y /w Òg Î

: Æ™Š ÎgŠÔŠ Î !ßzyZ }]çe†Ö]]ç

? @†zge Ð \¬ vgzƒ 3

Xƒ0†b# !

D130V á]†ÛÂ Ù! éç‰E

ï XzøÐ ö Ø gópŠ Î ï

xwŠ Î ì _ƒx¥] !† …Ð 6!†] c†y!x s ygŠ',

~ f Ñ $ŠqŠ¼ … 0 Ð kÔ ì x{k!†g»» kgz ì ¬

Š ÎÔ ðƒŠgz Ì ' g tKÅ [N6,ä ™uF,~gpŠ ÎÔ Q] ¬ h*'

{kÌŠÛ xÓá z ä ƒ q Ñ~ n ç~Š ÎÔ ÆyÆ{z´ ÆŠÛ gp

X D Y{gxzøÐ ö agz D ƒ >%Æ

: ì ug I $ u~ p Ñzâ O ògz p Ñ › 9

ä \ Ô ì $ zgÐ Åv èg',Y] |

ä Åz! zmv -x™wÎg] | c†Û

: ì pÑ§u ~ @..> ‡ 2

ì $ zg Ð Å \¬v èg{kÇ1] |

!zmv -vwÎg] | c*â ä V r

ô Z gŠ70 ,ÆŠÎ:c*â Šá g ä Åz

B ,ÆVâKzgŠ ÌŠÐ ƒ ~ y

X ì ',',Æ ä ™~g»$+

D2826:†fÛþ &m,u(246 ” (]çe†ö] h^e (xne^ ' Ûö] éçÓ ÚE

» kgz ì ;g0*gŒ >%»x` u**ç , ~ *ŠgpŠÎ !!º v

7 gÍ L ¿gŠ™!*gzgŠ§ q & ì ;gƒ ~ Ð {kÁ Îg , ðŠ

t B ,ÆVâKy › ðÃb§ T ô@™ 7wJ LÃðÎg + gz Y™

ì £»» Ïgeð¸ gz] pb§ Ï Y™ 7g ¦ » ä ™ • wu oÑ

X } ™: Ìw ì »n ç~ŠÎ ËòŠW

ï » ciZŠ§*gpŠÎ ï

Ì] yWÅkÉ ì ;gV{gÄ ~ *ŠsÜ:Ñz ä ™+ŠA~ŠÎ

zzÅ ä 3xwgz+ŠA~ŠÎô ì @0*gŒciZg**: 1»kô ì „gƒ q g@*

: ì u0*§u ~ yZÑ ™ çO ì @*Yƒ »W ~ ciZŠ Ÿ»k

$ zg Ð ¿v èg k„ 0 v†] |

Ð Åz!zmv -x™Ñ] | {zô ì

x ? ˜z> } ˜m u 0ŧ— D ™ ŝ ˜zg àûø: Ù^³ŝø!!! Ù^³ŝØø

lgz6, Ð ˜½x˜w " Í » T :cŧû Šá g˜ ä kôûŠö] àûšîûûøø

X ì ëÑ{ŠcŧÆ „ 3{zƒ cŧ* ! äeòôäûŝøö^Ëø

D5277ŸfÛÞ &, u (oÏ`ñfx0 á^ÛñŸ] gÃSE

=gf Æ k˜ p ô ì @*Ãq {ZÃC„ +Š A »ŠÎ !] ˜ |

~gzŠCc* F,k˜ ` ´ » T ì @Yƒ 2 ~ V-gFãzgG+ + ˜ FgpŠÎ

xz n „Åã!ŝzgô˜Ð gG+Æ k˜ } ô 7 e k0*Æ É zË˜e Ë Ì

˜ô ì CY¬ ½ ò s ˜Åk˜gz˜ ì @Yƒ »/ _. » è 5z] z lô ì CYƒ

» ¤ Åk˜gz˜Cƒ 7x ¥ 1 Åð¸ L ˜Ð˜ ì @ƒt ³ » k

» k˜ ñ ƒ D V˜{ZÃ» $ ¾Åð¸ L ˜{z Ɉ VŒôLg 7 k ˆ ˜

p ô ì êŠgz¢ Â¶gÐ ˜‰zÆ] gz¢ô ì @Yƒg» n Æ • ayp

]) y˜ ä xs ˜+Šô ì @8™ Ý q¶g{ŠcŧÐ k˜‰zÆ 3 ˜zÅ ¶g

XcŠg˜Œq NÃg!ŧg»~ŠÎ ñ ƒ D ™~z˜æ»

ï ¬» ä ™: wJ j Ð g˜ ¡ Œ ï

~Š (FÅyz¬zŠ˜æ˜ b !*n ÆØ{ÆxÂ~ŠÎ ä xs ˜

K˜ q] gz¢ @*Š ½Å ¶Š nŒ~ŠÎ š Ð ˜Âƒ Çgz¢ ðÃ¤˜ô ì

k˜ ä { 0 < Ñô n ™ : ˜zã , 7¶gðƒ à nŒˆ Æ ŠÅ] gz¢

ÐŠÎ µ 7 „ŠÎ ä xs ˜ô ñ âû ~gYwß˜ ï ô ˜ $. ~ Ÿ

` Ðg˜ ¡ ŒÃá ˜z ¶Š nŒô~Š ½Å ä ™ Ì 6z [A˜ Ì

[illegible]

ï Ì @*ƒ ø wgzl n³⁄Šp gpŠ Î ï

¿ } uzŠ Ëg) gŠÂ**à œÃ Ë Ð] lf Klgp Š Î !] l |

{Ši ¤ Ë{zô YNŠ 7 @*ƒ ',l',L lÐ tâuÆ klgzl ÒÃÅ klÃ

4Ùz ¤ Åkl ñ OÆ ä ™ŠlælÅklÆ™3g6, ¿wqy . 6,gzl

~ „Å ä hv ypÐ VÍgÅklô ì @*™ ÒÃÅ ä Vl{ZÃ^,Y**Ð

ì CYƒ{Šc*gŠ klÓÑz mwÅwâ ~ ³ Æ~gpŠ Î Ð lgzl ì Lg

Ç !*Ð x l } ',L lgzl } T 7 ÌÃ~$z nôÑz í ™ƒ ^ ~ Ï l

ì @*™ Ý q ¶g{Šc*Ð wâ ñ ƒ ñ Š L l{zÂ6,g î ~C ªô ì Lg…¸

X ì CYƒ µlz ¶ ~ ª zŠÅklgzl ì @*Y Qwâ» kl | gŠ p

: ì Šá gl»] çËz [gvl

X ì @*]ÃŠ Î à¬vl !^ø(ô] äô] Ðwâô

D276 ! é†Ïfô] é…ç‰E

xlg ô #$ lgz] ³gpŠ Î ` Çƒ @*w ì t ~ , fÆ Ë

ô ´ âÆVÂgq— ! ²zWz{zô ì ggl !/ÏGigl Îp ~ ölg z

{ ÅW ä 3 n Æylô Š ñ [òl åÆ] ,z H kô*Æyl

p ô ël #$ lg ƒ òl xÓ n Æ … gô ½ N l½j+¯z

t l(, ¹ ~ #$ lggzl #$ lg ƒ òl ì Y™Š C6, ä ™g¨ , lhð

~ Vzgli!gzl ì @*YHg» ~ Vâ{g»gzl V- 1 Â #$ lg Èâ ,ô ì

Ë: ô ì @*ƒ g» ~ ~ 1 Ë: y j z u gzl #$ lg p ô ì @*YH # z

hyÐ zÆ™sÜ 7 $gŠ '' gz—âðÃ: gzzô ì ÈÉ~ xzgØgzz – gâ

ÜÆ Åz! zmvz - u 0§— ì Ú xgzz 7 {zÂt ô ì Y

wŠgzz u » Ïæiô # zg ~] yWz*Šô ì CYÅ « Ð {Çg!*Ååà¬vz

mvz - = r Pgë Z ô ì Yƒ Ýq‰z Ïz … y j » râŠz

X N Yƒ sz ^@! ~ Þ ¤zzqnzÅ Åz! zz

tâu } (,} (Æ*Š! < g¨ „6, # zgÅ ' q z!xs zÈzgŠz',

g»y jz # zgÈâ , V˜ô ´ âÆ Vâ{g»gzz V µ V p + zgŠ

] ¯z # zg=gfÆ ª zŠ 7 z p ô ì @ ~ Vzgzi!*Ð zgzz ì @

A ¼ ƒ k0*Eyz Çƒx ¥ Ð Ú Š] ÑqÆ VzgpŠ ÎX$ ï 7

n Æ $ ¾R ¿ q z. W!*Æ kzô Ï A 7 q ðÃÅx**# zg1Ç

Åkz] ¢G « ô ì @¾] gz¢g” ô ì @™¬ ÏæiKz ~ yÐ L g

ƒ Ð y jz u ô ì @3 z½w ' gzz ì LgÈg»6, < Ñô ì ãæ

X ì Lg x y j àŠgzzy E z ¯Ð zô ì @ ' Å Øgz # zggzzô ì

Æx©zò szôÇ gp ôÐ Ò ÅŠÎ … ì ¬Š Ð à¬vz

gzzw ' Àzô ñ ¯Ñz ä ™g!zg»6, i §w ' gzz] g ˆ6, i §^,Y . _

o ÃÆô]o ‛ø ‹ æä› ³µ‰æô ræ³úX âû « = ÂÅw £ tœ

àæûu]Ãgûæäôo Ãæ ,ôvæ ‰æä Pâ]ûo Ãæ Àæ Õ øæ

!àæûÃ Ý]³ ‚æô ôæ] ûgÃ]ûæô æ

î í í í ì

[illegible]

! ñ YcŠwzi !*~g Î z~b¬Ð àŠ3gz ¿ z n Æ+–z(4

ä V r z 6 âÛ 3g6,yz!gÇŠgz6," ñ YÅ¬Š ~ hÆ+–zgz(5

X"Å Igz6,~÷ Ð Øgz › ~ ,

ï ! ñ YH Ì 6,Ð gñzyz ï

! ñ Y¹: J "s z"Ã+–z(1

! ñ YÅ:] !*uQÐ +–zgz(2

ï ~gzŠ) f AzzÅŠÑzz~gzŠÎ âÛ Å+–z ï

XŠmz t £(2)gzzvz t £(1): 9 zŠÅ t £!] z |

X ì x I 6,t £xÓ" h »+–z" ~Šmz t £

B ,Æ+–z6,] â £ F ~ ˆ y Œ{z ´ Æ ` ™ $ {gÃè

® ¤z~gz !# }Å \ !*Vâ6,Šâ Ckz Šzcš¬» ƒ @*, (gzz u | Œ

X ì ~gzŠ) f AzzÅŠÑzz~gzŠÎ âÛ z

ï {gá z " q z ï

¬» Wzx™zÆ+–z ì zÂ. ‡] !*t VŒ!x s zyzgŠz',

Wzx™z»yzzå*ô =gf»Š z~C ªÆŠÑzz{z ì ;gYcš n kz

¢q ~ # }Åyz Z ì ¬» ä ÑO [Šzb§ kz ì xiÑ6,ŠÑzz

J Ð yz: X Q 7 z: ñ YÅ W ~ iz0±x3, g ˜ óÂVƒ

g¨ ŠIH I J Ð ì "s z"–Âà 1 Ð y!*gzz , ™ò¯

»* ƒz [Šzô Wzx™zÆyz N 0ŒgzÔŒ=gf»Š z~Ĉª} gø õ̇Ğe

sÜ:Š !Š z»\ ǁ Åz!zmvz -x™zg—Âì ;gYcŠ¬b§kz

ã™WgŠ¾Å\ ǁô ì =gf»Š zÆ] zŠ ñxÓÉ =gf»Š z} gø

?õĞe*ÑO [Šz» \ ǁzgŠ¾gzzõĞe

ï ~q ŸgÅvz~~q ŸgÅ+–zz ï

cŠÄg ~~q ŸgÅ+–zzÃ~ŠÛpz~q Ÿg Kz ä à¬vz

§u ~ w)™z+ 6ô ì c*5g ~ Wzg**Å–zzÃWzg**Kzgzz ì

:ì pÑ

$zgÐ ¿à¬vz ègz / 0vz†**¦ ðˆ •Øgûĉh†ª0]o³ •Øô

ä Åz!zmvz -vzwÎg] | ì ½ÖíØ‰øàûõĉµŷ]

Åà¬vz~~q ŸgÅ+–zz:cåŠá gz ½ŷíØ‰øûĉh†]

à¬vz~ Wzg**Å–zzgzzô ì ~q Ÿg ! Õ (l ." ,õĉµŷ]

X ì Wzg**Å !".æ†ÛÂ àe]àÂ

D45552V†fÛÞ &,u(ÑçÏÄ0] hˆjÒ(ÙˆÃÊ¢]æ Ù]çÎ¢] à‰ oÊ ÙˆÛÃ0] ˆÒE

Lz \ !Vâ ì Ñ!z—H ~ hÆŠÑzzû%zx £»+–zz

ŠÑzzKz \ !Vâôˆƒ Ýqöz ñ Ÿg 7zc* ÂN Yƒ ègÐ V”

X ì ã¶Åöz„ŠÛp n ÆyztÂVƒ IpÐ

z ® ¤zô ãzŠgŠÅyzô Ú xÅà¬vz+–zz!] z |

x™zg—èY ’ exg “ Ð~gzi ǁwŠÅyzô ì ~gz¢zxiÑ~gzŠÎâÛ

gzzÔ DYØŠwÅ} iżzgŠzŠÆ Æ4 àúãuqÎÙá

{iżzgŠ q zÂVƒ qzðÃÐ ~ +–z¤z],±ûàáúØãûg(èÔr]û

Æ+–z t £ ¿ gzzÔ ì @Ycš wÅ o³Šûà³ûg( ],±ûgØ

Â ì @™xá ~ ãâû **Åà¬vz ~ Ÿ äûûàûÕ÷ô³Âø

DYØŠwÅ} iżzgŠzŠÆ 3 n Æ kz áûuq Ùá

q zÂVƒ qzðÃÐ ~ \ !*Vâ ¤zÔ áØ³ÒØãûg(ô³Õ] àúô

:Hn² ä ! ô q zÔ ì @YcšwÅ{iżzgŠ ÙØ!],±ûgØ],±ûø

mvz -g—?, ™Õ6,kz+–zp¤z [åÛûØ¾ãûg\ Öë³Õ]

p¤zÔ, ™Õ6,kz{zp¤z:c*û ä Åz!zz ãûg(åÛûØ¾ãûg\ ÙØ

X, ™Õ6,kz{zp¤z, ™Õ6,kz{z !åÛûØ¾ãûg(åÛûØ

èq^³q‡!7679 V†³fÛ³þ &³, ³u(o³Ï³`nfx³ á^³Û³Ÿ] g³³Ã³³SE

D88 " (4 t (èx ' Ö]æ †fÖ] h^e(xne^ ' ÛÖ]

ï Æ żz6ŠÑzzÖ # }Å+–zz ï

J Æ öG Æ zz J ‰z kz ~ hÆŠÑzz ® ¤zÅ+–zz

¬» ä ™~igz s ÜÅ < Ñ+–zz¤zÔ, š ¬. _Æ < Ñx©z{z

ãâû **ÅÛ{èYÔ 5 YÅ 7 ® ¤zÅyzÂ, ™N @Åx» ß Ë c*, š

X 7 „ gš ® ¤zÅt ' Ë ~

:c*û ä \ ÏÔ ì ~z%Ð ¿à¬vz ègk „0 vz † **¦

(5971: Çg u.lÈ ½ kÜz h ð [!ô [ŠÑz [Âô~g ‡ 9)
~g !ô# }ÃVâ ä Åz!zmvz -x™g—!xsyg Šz',
&èaVâ ì t Õ Åkzô ì ~Š ¤ {ŠctzgŠ & ~ u | Œgzz
» Ü(1);@f 7 q Ñ–zB, Æ kz ~ T ì C™ ð i % , z
X ³%» ® Ÿggzz (3) ³%»] ŠÑz(2)ô ³%
ô ì CVú1» kzô ì Bg ~ _Ã^ ¹ â~ ³%Æ ÜVâ
1 ô ì 0{i›gŠ ~ ³%Æ] ŠÑzô ì C™ " zŠ', ú n Æ kz
D™ " zŠ',ÝzŠgŠŠpô ì Cgz !] Ï Ì Æ 1 zŠgŠô ì q $˜Æ
yâ, »öza ñ ƒ D½ Å 1 ô ì k=gf»] ŠÑzÅ^ ñ ƒ
Æ ® ŸgQô ì î Š ÀÃ^™wze ~{ ç yYKz] ‡zÎ ô ì CYƒ
Ð zz Ï X ì Cö" |ŠzŠCz"®ypÐ J w, zŠÐ öza ~ ³%
XŠc‡eZizgŠ & Ð –zÃhÆ u | Œz~gz !ô# }ÅVâ
Çg 4 v + –zg$) ´ ~ bÑÅ p Ñ Çg u{gÃèÅ~g g 9
: Dâû Ü$ zg q zmvz
ègk„0vz †] | ä x) G _ ö
g»u! ôqz ì Å $ zgÐ ¿vz
~ ô# } Å Åz!zmvz - Ý¬zŠ
ãâg2ä ~ H n²gzz ñ ƒ ¢ q
ì) (îÅ$ c \ à¬vz¤z ¶
} Šâû

vzIV;:c‌âÛ Šá gz ä Åzmvz - u 0ŧ— †ŏŏ]ŏ³]ø Üø ŏø ŏîø

X ì Ñz ä âÛ x™ • z " gz ì z (, ¹ !gŏø]ø

V†fÛÞ &m,u(Ù^ÛÃ0]^³ß³Ò!7611 V†fÛÞ &m,u(á^ÛmŸ] g³Ã³SE

D88 ” (4 t (èx ’ 0]æ †f0] h^e (xme^ ’ Û0] èq^q‡ !45535

Šá gz Ð Øgyá Kz ä Åz!zmvz -Ý¬zŠg»u!] z |

@Ycš [zN» ew= q z6,Ú š ¡ Ð ÃÅ › s§Å+–z câÛ

Ì Ëiú « gzŠ0å YYHgH Ì [zN»VÅŠ„vš ~ Ÿ kzX ì

0 ì @fg»gŠyš q z sÜ Ì n Æ p g{izg0 ì E$ YS7,ã , 76,x £

‰z ~] z í z ‘œgz 7]gz¢Å ä ™aywâ¼ ~ yWŒ] z ˆ

ç » [zNÆw= e ä Åz!zmvz - *™Ñ p 0@f 7 sÜ

C ì 9 Û (z q z e0 Ì]š„àâgz ì Ì]š„ ã$e èY0câÛ

³ x £ gz‰z m{ n ÆðŠzÅ kz0 YYH 7 Šz (Cgz‰z

{Çg!è » kz YÈ 7B ,Æ ¢ ï »Ñz ä ™eš z!*Æ kzX ì

7 [zN» e sÜ6,~gŠÎ âÛ z Þ ¤zÅ+–z p 0 ì zƒ w= ~ ö*z

X ì @Ycš [zN» ew=É

Ð Åz!zmvz -x™zg—ä xz™îÊô™ íÃ]g tKx kz

H» [zNÂA šû%F: zizgÃ+–z L z^ „ e ‡ ŸzgzH n²

Šá gzt Ð g (ŠzŠz} L z ä Åz!zmvz -] Ñ»gU?Ç ì gn ç

[zN»w= e Ð z á ze6,\ !Vâ ÃÅ › z ¿ z Ƶ Ƶ ^ câÛ

X ¨ Yc‌š™ «

[illegible]

[illegible]

[illegible]

: ì pÑ\$u ~ yZÑz ™ gzl ànvnv ' ö] Zug ´

ô ì \$ lzgÐ Å à¬vl èg {–1l**¦

vlwÎg] | ä ~ c*âû ä \ ‖

‹ ñ ƒ Dâû ÃÅz!lzmvl -

à¬vl6,Vƒ kkX ~ Vƒ kkxÓ"

ñ lÎ ì @*âû yí! J ö# ªÃlw ì e

Vâ'à¬vlèYôÆãâû **Å +–lz

~ „ *Š I Ð] ñÃyâû **Æ \ !*

" ì êŠlw

V†fÛþ &m , u(èx ' ö]æ †fö] h^jÒ (ànvnv ' ³ö] o³x³Â Õ… , ³jŠÛ³ö]E

(á^Ûm¦] gÃS àÚ áçŠÛ í ö]æ ‹ Ú^ í ö] (oÏ`nfxö á^Ûm¦] g³Ã³S !7372

D 7646V†fÛþ &m , u (àm , ö]çö] †e oÊ h^e çaæ

Æ h I lxÓ~ T ì +Š åz ï » (lxsl !xslylgŠl',

G 7yÒ „ t £ÆVâ Ksܠ ä xsl+Šô ‰ G yÒ t £

~ Ÿ ÆðŠlÅ t £Æ h I lô G yÒ Ì t £ÆVzgâYÉ

›) \ !*Vâ Æ Ë¤lç Oô ì 3g 7 lzg tû » ›) z › ä xsl

: ì \¬~g!Šá gl ì êŠ¬» ä ™u | ŒB , Æylxsl Ì \$Vƒ

~ *Š ? Ì \$ (Vƒ ›) +–lz¤l)

Xz™ƒ @*,YlB , Æyl

D15 !á^ÛÏö å…ç‰E

Šá gž ~ ˆ x¯ L ž = °ž [g 0 Đ VzÈ i · 0*„ , ž

: ì @*âÛ

D à]â ÆVž vß{zt

žÎÆVžgzž DgeĐ kžgzž

Ñžz ḇ [ˆvžgzž Dge 7Đ Ë

Åz! Wzmvž -)·] |X ì °»

ô 7–žzÆËĐ ~ Vz%} g v (

gzžô ?{gzžwÎgÆvž{zÉ

X ì Ñžz + Y [pÃqC \¬vž

D40/39!h]ˆuŸ]é…ç‰E

»yá ÅÅz! Wzmvž -x™žg—ä \¬vž ~ f Ñ] c*zŠyž

gzžX ÆÔžzYrCÑž?{gzžô wÎg á žz Ñ Æ kž \ W c*âÛ gÖž

gzžc*âÛ gDWÃ ½ ´Šgzžã Zžî Æyžôc*âÛ ™f Ì »VzÈ [8 L ž

c*à ! I Ɉ VzÈÃx Æ \¬z: 4vž{z c*âÛ ¤/YžÃ„—Åyž

x¬ö^žx ôD 3 7 spĐ Ë{z´Æ] +ž [gvž{zgzž D™

Xk 7^z»g n Æyžqðà 0 Đ ä™

ƒ q] »_ž1žxâžv!*sg¬xsÑž] | ~ V – ug I 4ž

vžô ì , x q žÅyžç°žzP°žmð Âe Yã!*zgÃvžgžâž ·

]Š(ãÃ²z dôžižâĐ] ùz E¯~EŠz ´ŠÃ \ Wä \¬z: 4

Xc*âÛ gz{¾Đ „ žÛz Å CÑçzY gzžðâÛ «]Šªz

xsz+Š ~ ~œC = °z [g ì | qzt!xszygŠz',

] † Ñ !*n ÆØ{ÆVÇz',gzz] Ãzyàzz ä W~ kzgzzh‰Å

Å +Šô DÑg» ñ z',Ã~Œz} ! ô ì @âû za ~ *ŠÃ

X ï Šx z9 Û »ô# zb &zgzz D™ « ™

: ì u ô*g u ~ ŠzŠ1z ò 6

$ zzg Å \¬ vz èg {kC1z] |

] | Vƒ }Y ~ J V˜ ô Dâû

:câû Šá gz ä Åz!zzmvz -x™zw Îg

q z) ~ Yz ' zÅ~œC \¬vz— "

Ækz ì & n Æô# zkz(Ã

X D™h‰Å+ŠÆkz n

D4293 V†fÛÞ &m , u (Gæ]G oe] àß‰E

ô ì tz] åÅ pÑ g u kz ÏŒi~g , ÅxsÑz] |

Å ä S] zG'z] ¬$àzz ä W~ xszø< è ÏŒi~g , Kz ä \ W

ô ñ Šâû >z n Æ $ z@z "gÅ I zx¸izgz ' L zgzz~gz ¦/§ {

xsÑz] | ô ¶ŒEyƒ%Æ , ò ! Å \ WÁŠ I z6g îm{

Ï (zY gzz Bz ò¸ôk&zz iô ´Šz d ä ¶°zmðÂe Yã!*

ÏŒi ÅÁŠ I z ` Wgzz ñ Šx zuVcû ñ ;g»6,RCgzz ~ yzyC

¶°zmðÂe Yã!*xsÑz ~¦ {z ì CWÃð >z í ~ %CÆ

X ì y é »

ã{ ßgB4]ŠÑz Å ¶° mðÂ e Yã!*xsÑ] |

Xðƒ ~ » g ' „ cg I,Ø*‡ â1264

Ð VTz (39) : ™ Ð $ Y Å]â–z © M » \ W

Ð ô zÆ{]âÒ–zgz ì MYÐ Åv èg W tzgÃ] | Ý ð·÷

X ì (J (|578 ° á)mv Çg + ¦ ÃgL£ ¦] | i Öxâ

[Þ] | *™]Æ \ Wá z ä Ñ p =Ð ' ´Æy ĵ j

m+–h] | ~ wWÅ X {ztô ¶° m©»{á cû +–

Y Ü (|1034 ° á) ¶° mãU*³ Šë ã!gxâgz ¶° m]

Š]ÒÆ ¶° mðÂ e Yã!*xsÑ] | ô N ƒ a V i g ;

k&z dgÑ" ~gzŠ L L ä V MåÐ]Y , ïÇ m»x™

D2 " ( ]çþ] Í ^ÃÚ ‡] " í ÚEX ñ Šx VcŭÑ ;g»

w , õ0*ð ' Æ / ä ¶° mðÂ e Yã!*xsÑ] |

{ø*¥;Æ ¶° m~gJ¥ ¦ Ãg +– #$‹á ¦] | ˆ Æ ä g !/

¶° m # ™Zë ƒq] | ~ pÑ/Åw , {gŠHqzÑ*™yWŒ

gz ½ð ' ôÅ ŠÅ*™yWŒ ¡ (¸ vg),Ó**q) ~ ãôÅ

Ð ¶° m~gJ¥ +–q¼·1 è ‡] |]â–z L M F,à S

] | ô¶° m~Š!W8 gz +– n5] | ~ }gz $ uô , gzÅ Ý q

m ¶v †] | gz¶° mö Ðc& û ö Å †] | ô¶° mö Ðc& û > †

XÅ Ý q) @*] g ' ~ y .zxExÓgzH{Š . à SÐx™Y fŠ‰¶°

Ì n kÃ{Ç ä xsÑ] | ô ñ Yc¥Ú» b#zb&Åö#
¤/ô ì e ã , 7b&ÅxúÂñ Yƒ b&Å‰zy;á 1âû wJ
¹ F,~EŠÃ} gJŠÆx¸ ì eb§ T Âñ Yƒ M F6,gî 9ÅVƒá
X ì Y Yc5Ð wj âÆ ¢ , ´ Šgz
{ŠPÆy ˆ Æá 0*Z [8ô ;g~gYq ŒFŠ Ÿ t çO
Wy{ Z ¢ ×÷ [âVzŠPVâzŠÆygz ä y{ Zy¢÷ [â
¶°mxsÑ] | ä gŠ · {Y ¦ y{ Z ® ¼÷ [âgzgŠ · {Y
XHM ' ñ âi t ,Æ

Ãà <Ñ} wg \

Xc*û ^» <Ñ} wû‰ge ä mvPgxsÑ] |
{³ ~ ^ kgzc*û is^ ª ~ | 1294 ä xsÑ] | :is^ ª
YS ä \ W6,µñ ÏX ¶B , Æ \ W ®) M q Å [xz
gz Å ³ 6, „ 6,h „ ŠÆmvPgV` ' vŠæ Yq] |
X ñ ƒ iû uÐ Ä ÜîGy Ô š
VŒg!*q ~ w , õ0*C å HÇ ~ ~ xw ä xsÑ :^ uzŠ
Ƶ ˆ Æe½û ôc*û x ³» eQ ~ | 130 ~ ~È0*Å kóz™ƒ ¢q
X~Š >Šc*Å íz ä › ÅÅ!Wzmv -wÎg§c*Â‰ á p =©Üæ
$ j „ ~ ©Üæ HB , Æx ³ k ~ | 1305 ^ Š :^ Š
~ {gëîEæ ˆ Æ ä ƒ sæÐ e]ŠX \ W~ ^ kô , ™g (

Xô ì g¢q ~ ª ,g{Çg!*Ú w , (3) &gz ñ ƒâû xª

i*t âK ä \Wy gzŠÆxª! , &6,µñÆ^ } Š ~ © î

ÅÅzmv - *™w Îg ä \W~ Tôðâû " ó~£ gâLL[Â

šp 0 Ð M F,Å [Âk ô ñ âû k,' } pgz6,bzg6, ¤ z Ñ

: i Bg¶° mxsÑ] |

Åq**k ~gz6,{ÈÁ¾¿ ä +gš ñ ‡W ~ :âi T LL

, izgPô ¶ðâû g à ~ Ê ø äx³ö]^³âø]‡ © î š , a ô~g—

ôLg 7gZ 8 **ø èaô;g: 0 »{) z ögÐkgšx»ðÃ } g !/

Åzmv -Ý¬gzu] 7z bcz pÑš ~ ó} pP ðW~ wš] !*t

X N YGxàÆ™ É Ð §z §šq Ã ýÆ

] gzõÆy I :ô]g ' : ì ' Ð Ë: ~ ~² á ®PC

7 Àgz X ì x£ Ë^o „¸ö# }t Ð pÒk sÜ1ô / zÐ

: à J š ° i~gz ' gÃ Pôƒ Ýq Ì{ZÃ¼Ð k Ãxs I

ysôâ J Z ƒ a Ð zz k wì » ä ™ bÑÅgÃ y å

~ ~g—‹ æ Ï ç OôÐ N YŒ:šO . ‡ô ñ YH: yÒ» } p

Ð p,Ûu]…]çÞ]âÚ,ÏÚEóX ' ¶ˆ è bÑÅgÃ P

{gë î a ixš@™âû] ó Ð Ášš!*g©xsÑ] |

} iuÃ\ WÐ ~t{Çg!* V- ƒ pô ¸ ` ƒ¢qÐ {š Æxª ~

gz ƒ ¢q©Üæ™ƒg _ Ð gc¢Ë~ ðƒ „tÃ\ Wô5¬» 3 zÁš

ðz]. Ð gŠÆ [8 ÂÇVƒY : z ÁŠ¤/zôVƒ Le*™g (z $ j D

Yq] | êÈz [²z g §c L zô ñ ƒ : zg) (l g¯ô Ï ñ Yƒ

¬ cåû ä] | Âñ ƒ q g ~ ö# }. Åmvz Fg V` ' vŠæz

ö RÅŠŠF,~ kzgz ì òiÑ z Å ¬ô ì]Š X Å +gŠ ~ ª ,g

D6/5 ” (…]çþ] Í …^ÃÚ‡] “ í×ÚE ! 7

~ © îÈe ¶zigWÅ¶ °zmð Â e Yã!*xsÑz] |

Å +Š ~ ÁŠ \ W å A » Åzmvz -x™zg—gzz B™g (z $ j

Kz6, è%Å Åz ! zmvz -x™zg—ä xsÑz] | ô , ™ö# }.

¡ å;gƒ Cªt Ð kzô‰ƒ : z ÁŠŠ!™g©gzz cŠ™y!ÈÃ è%

vz -Üægz].@ÃMt ‘É 7 *™xª ~ {gëîÈÃxsÑz] |

X ì *™×zgÓÅ › z G ~ VßŠÆyzgzz ì *™h zÐ Åzm

¦ ì *™ x» ¼ » Üæ

Vƒ ;g Y á kz ' Ð ¶æ

D,ßa Ü¿Â] ' ,vÚE

XH~ |â1308 ä \ W^ åa» <Ñ } w:^ åa

: iz§¶g # ™º z ? z † · Ëze

& {gÃè 4 z6,g î x¬gó özÎ Æ mvz Fg vzgzâz *ññLL

xgX z óxsÑzœ £LL [ÂÅ *ññ pX D™™f» <Ñ } w^

*ññXXXXðâû Ýq] Š XÅ^ k l kzû%ge ä *ññ ` Ø Ð

ge» k l ^ kà¬ 8 Ì = ç OLL: i§ ¶gV- ~ Ÿ k
Xóó ƒ t · g!*
oÛ×Â(kn ' í SV oÎæ…^Ê äׂ]…]çþ] ‚ÛvÚ ^þŸç³Ú l †³—³u Ý¡ ³‰Ÿ] î³nSE
D41 " (4 t(Ý¡ ‰Ÿ] ‚ ' ^ÏÚ äÖ]çve 29Vävë ' (1Ú^þ…^Ò oeG]æ
ï 3 zÁŠ L Æ ª ‚g¬ ï
{gëî Œ a ixš@ ™ âÛ] ó Ð ÁŠŠ!™g©xsÑ] |
Åz! Wzmv -~t{Çg!* V- ƒ p ô ¸ ` ƒ ¢q Ð{Šg Æxª ~
™ƒg _ Ð gc‡Ê~ ðƒ „tÃ\ Wô ƒ ¬» 3 zÁŠ } iuÃ\ WÐ
ÂÇVƒY : zÁŠ¤ ôVƒ Le *™g ($ j D gz ƒ ¢q ©Üæ
g §c L ô ñ ƒ : zg) (l ¯ô ï ñ Yƒ ð]‚ Ð gŠÆ [8
ñ ƒq g~ ö# }‚Åmv ê gV` ' vŠ æYq] | êŒz [²
ì òiÑ zÅ¬ô ì]šXÅ+gzš ~ ª ‚g¬ c*û ä] | Â
D6 " (…]çþ] Í …^ÃÚ‡] " í×ÚE! 7 ö RÅŠŠF‚~ kgz
~ © îŒ ¶zigWÅ¶°mðÂe Yã!*xsÑ] |
ö# }‚Å+š ~ ÁŠ \ W åA»Åzmv -g—gz B™g ($ j
y!ŒÃ è%K6‚ è%Å Åz! zmv -g—ä xsÑ] | ô ‚ ™
] | ¡ å;gƒ y´ tc*wqy!*)‚ô‰ƒ : zÁŠŠ!™g©gzcš™
Åzmv -Üæg]‚@ÃMt 'É 7 *™xª ~ {gëîŒÃxsÑ
X ì *™×zgÓÅ › z G ~ VßŠÆy gz ì *™ h zÐ

ï xª» sg šz>],š ï

ä xsÑz] | ˆ Æ 3 lz Ášš!Ÿg© ~ |â1308!] z |

>],šLL{gŠšz ó@¬ n Æ ®á lz ® SÅV1Â! ²Åy .zxEò sz

\ Wn Æ „ šx z! I Å] âOzÆ{gŠšz kzÔc ~ ¿xª» óósg šz

kzÔ ‰~šâÛ š 4 Vc‡gš) fF,xÓÅ sg šz>],š &~š ú > q z ä

Æ] ¤ "ÔðW~ ¿ ®á zÅyzgzzðƒ ï 6,V1Â Ï ¹ Ð {gŠšz

Dñ *š Ð zH 7 t , Æ*š ä {gŠšz kz™wïÃC Íz ´ X Ð { í f

ï Ý¬Ð !zjÆ œ ï Å Ã ò sz{gŠšz ¸ `WÔË$™ 7 I ñzÛ Ô®z

X ì [0 # Ù d x q zÅŠ!Ÿg©gzz ì g ~ a^gz

6,g î —ä ¶°zmxsÑz] | yzgzŠÆxª ~ © î0E

Ôczz™ ÜÃV ¶ NÆV1ÂŠ¼Å pÑ g u Æ™ aytâug×z¤/

Ô ì [Â x{zÅ pÑ g u®tÔ ì „ zu pÑwé)™Åz+ ~ T

b gD : à ~ TÔ ì CB· ù » g u Ã Zi Ð , (70)

mxsÑz] | [Ât 2Ô ì Œ6,gU¥z g Šqz(46616)! Î óÎ

ä *š ÆÔðƒ ®á zÅwé)™Åz+Ð sg šz>],š ì y é „ »¶°z

»{š . z ~ *š~g , gzz ì { í fz(, ¹ » pÑ g uwé)™Åz+ ¬š

D67 ” (…]çþŸ] Äx_Ú‡] “ í×ÚEX ì =gf

" {g!zš ¶°zmxsÑz] | ˆ Æ 3 lz Ð k l is

9Ôƒ ®á zÅg°zòsz @Ô‰ƒ sz ^ ~ ögD kgŠgzz ; @z

gzl , ™ Ý qb#zb&xlúôƒ b&l iz~Š NlÅ I ôƒ ózF,ÅZ+
X gD™ð lgÅ¹F,~ yly C~EŠz´Š
ï gÖl»~i šŠ6,V-g» ¢ Å V¸ ë !*ï
xs lô ¸ ` ƒgD»V ' legzŠÐ Ý zø< è vß~gzŠ k
~úŠ» ¿6, k z [Âô ¸ ì g ; ´Š " 6,x*Æ +ŠlCx*‰Æ
á È } gøgzl ¸ ` wwY»] c*Ã ë !*L l º {le á lz ä ™
X ¸ ì gW~ ¢ xŠÆyl ð ¸ á ¸
V¸ ë !* ì VÈ b§Å×zgizg] !*t ~ Ÿ kl!] l |
ËŠl lá lz ä ƒ ïá ~V¸ ylgzl ì ;gƒ†Ÿly$yŠ~Šl®ÅŠl lÆ
ô ®) z k I lô 7Æ ' gzl Ëô y ›Špô 7Æø< è } uzŠ
µ Â" Å k I lxlúgzl ñ ƒ D™gÖl»~i šŠ6,V-g» g Šy lÅ ë !*
: Dâ ¶°lmxsÑl] | ñ ƒ D™k\l6,, lz6,Ñz
ô ì @7,6,,] l | " } gø ì @7,W, ä ì] !*t zÂþ. ‡
I lðÃ: 1ô ì g™ Vgzl~Š] úŠx¬ÅŠÒl ä {) z~o ôãcŠ‡
®) ~gøl}.ô ä ' ò s l Ë: gzl ä Vƒy :ôãâ] !*€l ä \ zg-
»¯»zgzl D™~g7Š‰Å q lC M] l | ¸ ô! Ç g# sÃ
" ôVƒ ÂVƒgzmÐ =ô ï Š¯{z¤/q l»yl™ƒ wq ëGÑÆyl
gzlÐ B ŠÐg¨Á¾j lôcŠÈ¼ä T Æzg Š kl ë gzl ƒ
ô ñ Y1yâ{z Ð Og s » lx*Ï lÂÔ Î: [l Ð [Ágzl d "

D wxzŠ , z{zô ‰ µ B; } N Æ ä ™gDÃVŠYŒŠz

} Š [z »V-i ~ gzzVcg kÅyzÂƒ D¤zô N Y ú ~ yz{z ({zp

zHyyZzÆ™ay¼¤z! Iz ™[pÃqCë ì i*6, =Qô Ã

b§Å_z÷wâô ¶ð¾ÅŠŠ \ !Â{z !@ƒ ¾ » ä YÅÆ kzÂ@ƒ

½ / Âñ Y á nŠ ðŠðÃBzg q z¤zô 7] !*Â ðÃ´Š t $gŠ "

yz í [zô 7{zz6,¼Åkzñ Y á yZz™ ðhŸ ðÃ1ôÐ OgŠc*

, zÉ !!H „ {ZÃÐ g ~ xsz I z»VÁzQ? mHÐ yZzÃ

X u 0V ˜Á I ô ì Å è+Œ„ *Y ƒ { e ÂÃVÍß

7 ÀX ñ Y ƒ yZz " òŠ gzG Zz ðÃ Ç ƒ t k \ zþ. ‡%z

ƒ c*âû {gá z s § Ï z ~ p Ñ § u kz ä Åz! zzmvz -] À

ñ z}. ’ e*™ ¬Št wq¾ô õ : {z (æzVƒ ~ : âi ~y

X gp ôÐ VKÆ ä âi í z ñ âû «ô# / zÃyZzI z\ ¬

D69 /68 ” (Ý…^`2 ä ’ u (Ý ¡ ‰Ÿ] , ‘ ^ÏÚE

ï Šg»îÏƒ!Z+ ï

x¬ 0 Ð ÄZ+gzz L ÆV . Ú Ð $ YÅV ¸û {ze

¯L z ä ¶ °zmxsÑz] |) !*ÆCz% " z~$ŠuÅVâ ›

Šg» kzÜg¯@ƒ 7 gŠn ç ðÃs ÜÆ +ŠÐ tzzi T gzz~Š RÃ

Y " 0 Ð] Ì ÏŠ] zf Å] Ñ» Û{ ~ gzŠ kz ôDâû

xsÑz] | ôå;gƒg ïz» ÏG{ÅkzÐ Xô ¸ ì gYG] Þz@*

óóxæLL[Âàz ä Y è6,yÄk ~ xÎî~8xsÑœ £ [ÂK ä

X~Šâû h‡ŠF‰z',Å

=gfÆ] Þz@*ë!*~ î6G{ÅÅz!Wzmv - ë?{

Ð k ä xsÑ] | Ô¸ ì gYGa] 2 Ug6,] t »ï o

Ï $. »Šû âëÆ kgzãcŠ‡i% ñ ƒ D™«ŠÃu "xÓ 0

gzóóx;zÑ î§iLL Ã àz ä Y è6,yÄkgzÔc*û Šg Ð Ï ¤ ågz

" Ã ò**ö / gâLgz({ zŠ)óóx~Ñ>ŠÃLL~ ŠgÆóó / G@*L

Xc‡™Šz > nû ä \ W™âû

~ gz¾Æ ®$z uÑ ü'Šgz©Â EG×Ð $ YÅV ¸û {e

ðâû zÂs §Åkg | ° ä \ Wô ¶„ gY~Š„Å!Š" ~ ª ,gyá

[Â ˆ è ~ {gëîEm< !*ôH [!*‡ » k0=gfÆ] k,'Kgz

~ Ýzg Å k z [ÂÐ z , ðgŠ‡Æxs Ñœ £ gzóó~£gâLL

Xc*û gDWÃ] tx £gz ª ,gyá

Å Çgz } ä \ Wôå;gYH ¨ Ð „ eÃÇÅ‹ gî*J z

Xðâû " ~Vz¢zŠ[Â ó q ò**ö î*Œ£G6,$ ŠÃz Ì

! ,g q ŒŒ6,] Þz@*ß ~ kgzg ï »] 7ÆxTMYnC

Ð tzi̇C ..z x gz {z [ä xsÑ] | Ôƒ ùá óók,–LL

XH $ UÃM ›Å] 7~ 2gzxzŠî~8Æxs Ñœ £

œ£ 0 Ð] c*Ãz+ ë!*Æ k n Æ!ÃuÅ) zgîGû

Xcâ Šg»kz ~ ÝzgÅ§ uzyWÔEzðâ c - ~ ¼zQî~ºxsÑz
Ä¤/¦ÑÅkz ä \WÔå;gñgzi ' q z Ð x*ÆEyWÔE l z
bÑŠo ¢ÆE kz z [ÂÃ] gz¢Åkzgzz k rüÅ p Ñ§ ugzzðâ
Xcâ $U*~ xgXî~ºÆExsÑzœ£Ð

ï x P z»kzgzz b ,zÆE# zb&z ï

â c b&zÅ l zx¸ ä ¶°zmxsÑz] | nº z
» ® á zÅV1Â ó s§ q zÔcâ w E zÃ=gf eC{z´ÆE $Âz
wW / Wn ÆE b Å Ã [c** Šz d s§~uzŠÂ;g~gY Ÿ
ÆEVÂgz¢! Šzz dÅxzú Ô ì ³ »V@ÃÓ zÅ„ \Wxª»~k,$Ñ
D68 " (…]çþŸ] Äx_Ú ‡] " í xÚEXzƒ $U*) !*{Š . z n
xsÑz] | ~©qzÆEðÂe Y n ÆEðÉg ¦ÑÅ l
J [z ³ Ð xªÆEYëÑzgzŠÔàzeŠâCÅYëÑzgŠ ~ ãzô —Kz ä
~zë{Š™~gY Ð YëÑzgŠÆE ðÂe YÔ ` ƒ ~gY ~zëVÅÑ
[ŠÐ Vƒ óÅgŠ— z°xÓÅ o m< !*} gzŠz~g»uÔy # ÓÃ
D76 " (…]çþŸ] Äx_Ú ‡] " í xÚEX C™wJ 7 zgzz
Ð x*ÆEx%z ® á zLLn ÆE ® á zz íÅ Ã d ä \Wb§ Ï z
g-i ÁÂVz % 0 Ð b&zÅwqzzZ+Ð V˜ Ôðâ ì ‡ > q z
® á zÅ Ã l èz´Š Ì `Wgzz _ W6,x¬©™ƒ 3 zgWÐ ® S
D60 " (…]çþŸ] Äx_Ú ‡] " í xÚEX ì ~gY Ÿ z¯ » ® Sz

ï œ£Æ k̃ẕg̃ẕx ª »ð Âe Y ï

x ªÆ k̃ẕÔ ì ;gE-ò s ẕ*Šẕ x q ẕÅ o `W ð Âe Y

Ð ½´š 7 ẕÔ ñ Y Hg̃ẕË g Å l è ~ V â › ì ¸ Ñ »

gẕẕÖ # ẕ y Ñ . â Ô ñ Y Å Þ á ẕgẕẕ VÅ x s ẕØ < è Ô ñ Y c ẕ™ k Ù ẕg

c* ë Ñ Æ ; @* " 7 ẕÔ ñ Y ẕg ¸ ẕ n Æ x » k ẕÃ l y** â

k l ẕ h Ý Ð y ẕgẕẕ ñ Y Å ẕa A & Å k, ẕk ½~ y ẕÔ ñ Y

1 x » » ó ẕF, Å Ä Z + Æ k ẕÔ ñ Y à Ö # } Å « ™Å Þ) z

D135/134 " (...]çþŸ] ...]çþ](70 " (...]çþŸ] Äx_Ú‡] " í xÚEX ñ Y

4 ẕÔ ñ ƒ D™ Ý q Ýẕg Ð g ° ẕÆ ã!* L ẕð Âe Y v : ẕ

. g Ã Æ V Œ ì | t gẕẕ ì y x' Ç 6,V ƒ ẕg Å ¹ F, ~ Š Å œ £

] | Ô ñ ƒ Ç g~g Y] â } K ẕ ~ Ý ¬ q · ẕ y y ẕÛ z y Y f gẕẕ

L ẕ s § ~u ẕŠ Â Ô c* V ẕẕ Ú » ä ™g » Þ) Å h Y f s § q ẕ ä x s Ñ ẕ

\ W ì @á õ g @* c* Û ~g Y Ÿ » ã , g ; n Æ Æ á ẕ + h%

» T D™ c* k g š » ó ó +] q : ẕẕ [Â x Å s ¦ Ô ‰ k š] ẕg : ẕ i ẕg

D33 " (...]çþŸ] Äx_Ú‡] " í xÚEX L g~g Y J z ã½ Ÿ

+ h% ẕ Y # ‰ {è ˆ m º Æ x s Ñ ẕ] | ~ k g š k ẕ

Ë g Æ +] q : [N ẕ ä ¶ ° ẕm x s Ñ ẕ] | Ô D™ H • Ñ

X ì š ñ ~ : { Ã Æ ð Âe Y ¯ N » T Ô ñ â Û – Ì] ï

ï [Nl n Æóxs Ñl LL £ ï

dÅ / Wy;á ä ¶°lmxsÑl] | èa!xslyl gŠl',

ôåHM [Šl ñ âli ~ ö# }Å \ Wä ‰zy;á gzl ¶Å 46,u ´ Šgzl

Kl ~ VÅ klgzl ì g 7 7 ~ ®á lÅ +Š{z lƒ tWl,» T

y{ Zy¢÷ [lâ Æ çOH 7 Ì :% igzl HgÖl» pŠ à S

~Š) B19Ãxs Ñl] | Âñƒ e µ Ð w ÅVlz3,âû ,Â,

É ógz » lgœLL» ÁŠ gzlóókjzLLÆ I ègñl ~ | â1330ôàzÑl

/ ð • l n Æö# i5~g»u Å „ lp] gm™Èt ä \ W p c*âû

ô ¶ˆ™iz ˆÐ w , 66 p Ñ /Å \ W‰z klgzl ì gHw , (55) ¢

{á p ô ¶_g ¦/] æÅ q lÅö# i5~g»u . _Æ ÆWc*

VziñðÃ{Šc*Ð \ Wn Æ] â }Å o ‰z klLL Hy ´ l ä ‰z

D82/80 ” (…]çþŸ] …]çþ](24 ” (…]çþŸ] Äx_Ú‡] “ íxÚEXóóì 7

\ Wgzl 1{^,Y»{Ç I ègñlkjz ¨ ä xs Ñl] | g»yW

ö »] â }Bzò ¸gzl gCƒ ÿ) lÇ*6,RäÓ] q&l I èz ´ ŠÅ

zzÅ] â }+ 4 Å \ W~ 9z ¿Æw , zŠô;g~gY I zØ< èpÒš

ug I Æóxs Ñl LL \ Wgzl ŠIHŠ4Æ \ Wø ïÇ » óó I èkjzLLÐ

ðÃ» I ~ Yzl klô;g Ý Ð \ Ww™z Ez@* ñƒ ^,Ã6, £

Xƒ cŠ:x l äxs Ñl] |) *g»» b&lzh‰Å T ô;g: (l%

ï ~g»Š!Wgzl yÅ].) ï

o yzÛz o ä \ WÃ 7 Æ DÆ ª ,gz©Âkñ**

àô ™fþ. ‡].) Å{y gzl ´ 7 W ~ ylm< !ô*N lz™ y].)

x Èl»Ù0*H Wgzlô # %Åyl ‰_ƒ lz $gzl)].) ~] Ã pz

gzlxâlô ¿ 6,g î ±gzlô cz™Š!W 7 l ‰ylk,gzlŠ!W)].) ôc*âô

D100 ” (…]çþŸ] …]çþ](50 ” (…]çþŸ] Äx_Ú‡] “ íxÚEXc*âô g½»yf ¸

" ~ k z [Â n ÆVßlz ä ™Š!W 7 lgzl ä ™ y].)

: ì \ ¬ hŠá gl ~ / Âïg î ô ñ ƒŠglz b cgÑ

ì Y™Š!W „ z sÜÃVz K Åvl G àÛäô] ,ØŠ...

Ãi úgzlcÑ*yZl6,yŠÆô # ªgzl6,vl †àØ...

: Ð Ël ÎÆvlgzlƒ HlŠl>Ãigzl H ì ‡ éØ...

Xƒ @gfe äô] Ÿ...

D18 !èeçjô] é…ç‰E

ï »{z ŠHyÒÃ ¿z{ oÆVßlz ä ™Š!Wgzl ä ¯ÃVz K

Ÿ Æ] 5çz] lŠ „gzl Dƒ ¢ ~ ÄZ+ô Dƒ Ì yZÑz

gÇŠgz6, L l{zô Dƒg ©Ð l}. spwŠÆylô T gxŠ $ U*~

Å g I $ Wklulu Ï0iÅxsÑz] | ôD 3 7 spÐ ËlÎÆ

HÐ Ë{z > Vƒ ruÆ‰z y;á ÐWÆ X ! , ™g ¨ô ì glŠ s W

X? ì Y 3 sp

ï ^gzl ª @Å kglæ ï

Dgæ ~ ¶glgŠ‰z kl ä x ?z> } lmu 0g— ì @á õg@*
Z V *Å{gëÜæôål ƒ 7 qzÑ Ÿ » yÅ].) ² ôcÑ ~ ¿x ª »
@0 Ë{!] | ä Åz! zmvl -] Ñ» y ÂN ƒ ×zgÐ xs lgâ
X ì g ï Š ½Å k z [ÂÃÜæ I l{zgzlcå :zgV;z™¯ yÃÅvl èg
o yzÛz o äxsÑl] | Ã 7 Æ ¤ z Ì l Ï l
Æx P lÆ ylgzl ðâ zÂà S s §Å ¹ F,Åylgzlx ªÆ kglæ ´Š
Vâ › ~ kglæ yl @(48 môglâÑl i il n)Xðâ ~gY¶g " n
ä ™ðÉg 9Å I ™ƒ ÙWÐ ¢ , òs lô gC™ Ýq ½ h Å
y ò0*F Æxs lÆ™ Ýq ½~Šâ CÅ < Ñgzl N Y 0 I l Å
X N Y 0gÑ ,Æ ä sz ð l ylzg»gzl

ï y § c*; z . gÅs z cÆ klgzlx ª »ÎE x‰lgŠ ï

Æx‰lgŠ klôcå ì ‡~ p ÑR ÎE x‰lgŠ äxsÑl
vl Pg~R l+–l ¥ · *Ññ] | Y ! l ÒÐ w Å ¯g= lgœ
· *Ññ] | = Õlgœ Vlil ˆ ô~Šx lô # }. ä ×ÑlwÁl # ™m
ô ñ ƒ ^,Ã6,{ Ç Æ ¯g= lgœ < Ñg · # ™mvl Pg plZël
Wl_ö ~] l | g á lz ä ™Ýq ½~ ÎE x‰gŠ ~ :âi kl
Ññ] | I ƒ qômvl Pg # ™ £lgŠu ·) ´] | y Î 0
mvl Pg plãŠm,xÝ*Ññ] | ôBÑÑl e Îlã!*mvl Pgm,+l †

mvƖŸg£Ɩ+–Ɩ ÒxÝ¦ *Ññ] |ô~',xsÑƖ 1 §4Ɩ ô
mvƖŸg _÷ãŒxÝ¦ *Ññ] |Y !Ɩgœô <Ñyâ‡ '
*Ññ ?ômvƖŸg~g7 ¡ @‰Ãg*Ññ] |WƖ ?ô~ggbgá
™fþ.‡mvƖŸg~g7É ¸y Ñ·*Ññ] |gzƖmvƖŸgwá í·
Ðð2000 ~òOƖŸg~ggbgá sgç ¶ ŠEX

ï ðÉg¦ÑÅ I ï

„Šx Ɩ! I Å{)z]Y ,gzƖ $æôü# âƖôãf¸]â}´Š
M F,[»àVqƖäxsÑƖ] |ô ¶]gz¢Å[»qƖnÆ
è‡*Ññ] |ægŠ¤/á qƖÆ\Wx»»M F,Å T ôc*âû ¬» ¶Š
x*ÆóÜÑ]â} I Ɩè[»LL c$x Ɩä ¶°Ɩm# ™+–Ɩ [xÝ
Ægî¾n ÆðÉg¦ÑÅ) j%ü# Ɩ Ì `W[»tgzƖ ì g Ð
Z£Ɩ¦~ßñðÂeY à Ð n¾Å{ZÃòÀv :ƖX ì @Y*â xz
X[ƒùá Ðx%Ɩ ®á Ɩ > HÀF,~ ~m,ôƖ» [ÂkƖä # ™
n Æ DÆVƒÕ{Å+ŠyÇg),gzƖVâ *WÆxƖ™Y1zƖ
g2Š n ÆM F,Åy1ágzƖyÇŠ=óðâû zÂàSäxsÑƖ] |
[»tgzƖðâû zÂs§Å+zÐÅ[»m° n ÆyƖgzƖ ú Å
{á ¦] |Š¤/á Æ„ \W&ôƖƒxÎñÐ x*Æóóc¬Ɩ] cƖ@LL
Xc*âû M F,äðÂeY ¯g=Ɩgœ¶°Ɩm~g¬ÌØƖ1Ɩ
D96 ” (…]çþŸ]…]çþ]‡] “ í×ÚE

{á Š!*Æ V¯g¬gz Ég Æ VÈ ,

gâ § z ~Ç Æ VC»

D Ì ©ÚE

òiÑ ~ kgæ~g»uÆgzŠ kÃ½´Š ä „ xsÑ] |

gz qHzàcz™ „ j ~ ¡ gŠ**ÆVâ › ÃZß I è cšgŒ

xO»Y h n Æ p g ¹ !*Ã# / 6,+Šgz ½ I è ~ VÂŒŠ

c*x È» M F,ÅVß \ n Æ \ z½ ~ ÝzgÅ{ O < Ñc*

" [Â q Ð x**Æyy Ñ \ [» O Ð kc* gHy J»y

(107mgâÑgâ58mgâÑ i i n)Xcz™ „ ÃkgzðZ™

R n Æ ä ™%f . _Æ < Ñgz ä ™w ' Ã fgzgâY

X ì ~gY Ì ` W~ ÁŠgc*v : Ÿ » T c* g½»Vƒ5Cc*½

D98 ” (…]çþŸ] …]çþ](55 ” (…]çþŸ] Äx_Ú‡] “ í xÚE

ï gÇizgîE*~ xE~) z ´ Šxs Ñ ï

» ï z D6,g Ï , < èðÃ ~ Ý¬ < èB , B , Æxs +Š

Y»gÃ b , ˆ ÆæWÅxs ì] !*¸ | ',FÉ @™ 7g ï

Ý zÅö*Å] ‡ 'ÃVâ O , Š@ƒ x¬Ax \ » k z [Â ƒ ,

Å„zg¨g!*g!*~]gŠC bÃ ¡ ÔŠ=gfÆ ö*Åx¯ Î ä ƒ D»

Æ™npzg¨ ä Ãz„ [!*gzxs I 6,N@kÅ Ç œ ˆ~Š] úŠ

~ [òz gU¶ ÁC ªz „ 6,{Šâ gzz ôG ð‰ wi o Æ ö z [ôŒ
ä Šz®pÒþ. ‡Å ~ yz ² Ñ ¶ Šgz ŒE ÊÈz W,ñÃ 7 zÆ™ ¸z',Ð
Xðƒ Ìxsz/ sæ{z) ¯ !*Æ T H Ý q hyÃ²=gfÆ ¸z',Ð
Û{ÂÐ ä Vzu Ŧ ®) q zàz ä ¯ , @Æ b , Ã+Š
¹zgÃ n Æ ä Œ. _ÆD +ÆyzgzE =Å 7 zÃyz ä] Ñ»
CâÆ b , z{h] xEôwV " [ô Ì !*ö ßô (Æ ª z° ~ ä z y
cg 9ÃV ° ÅVÍß{hz¤/Æ b , ä V Mc*ô za Ãg › Ššz',æ
»Vâz O , VŠ¤u ~ Vâz y {ŠI [W " Æ] Mgz] ƒ XH «
C bzgU¶ c*egzc*2 ³ ÷ , ~ VÕ D `Æö zyÃ²™xåB;
X ñ Yc*yZz6,] zfÅkzgz ñ YÅ Ý qgÇgš™ Ä c Ð] gŠ
: t{zðâô c 6,EXÆ b , ä xsÑz
(GEOLOGY)] Mgzô(ASTRONOMY)] ƒ
ô(Phrenology)Yß**ô(Teknologi) Yß)
ô(MESMERISM)xm,ç,g!
ô (B O T A N Y)] @m ô(P H Y S I C S)] gšE
(Medicine) ¥ Dô(MATHS)] Mc*g
j §&6,gî~Šâ C~ Ŧ I ³ ,gzW6, b , ä xsÑz
X ñ âô g (z
³ , c*ô Šg * !*wßz ³ , á z äz ” Ð xsz Z+(1)
Víß‰ n Æ \ ‖ 6 Å 7 sz@ß ~ wßz ´ ŠÆ™ t Ãwßz

X1x»Ð szẞ*ë !*~ ë ›ò sl ä

=gfÆylÆ™ c rz ±Š6,# Iz] î ³ , É (2)

Xcå*Û $ UÃM ›Åxsl

O ÆylgzlcåÛ G6,V ! ÅylÃVâl O , OY ä \ (3)

Ôc*Š [l j „ »] Ÿl ‹ l‰ G Ð $ YÅyl6,xsl=gfÆwßl

XðâÛ „ ©¶Åkl‰™æÐ j §¾V¹V¹{z

ï c ¿âl6, X Æ t a ` ùlÐ óói § 4 , ïï ï

f Ñ $ Šql oa ` ùl™ Í Åzmvl - · ug Ix**~ ylfl

gzl t aÃV^ùl™ Í Ð y» ug Ix** ì @* w ì VŒ ì $ U*Ð

@Y7,~ [&EòŠ Â ñ YHg ̈6,Š åCÅ = ? ì zzHÅY 6,V \

~ il©+ 4 , 6,kl ä xsÑz] | Ô ì @* 9 gŠÆg ïlQ c*ì

• ',t H $ U*=gfÆy ÜŠXlh]. $.ÆgzŠ L lgzlðâÛ c

: il Bgxs Ñz Ô ì i § q l» ä ™ Ý q

ëç OX ì CYÅ Ý q • ', Ì Ð ug Ix**õ“ b§ Ïl

Åzmvl -] | yfñ Z ì HÜ~ ~£lgläl Ð V1ÂŠ¼ ä

™ } ŠD16,V ï **Æ(V^ùl)Vñ · lVâzŠÑz G gzl á ug Ix**

6,V \ W ¿ gzl , Ï gp ô @ WÅ kl Ð O [ØWÂA 6,V \ W

ojÎ , u èÒ†fe ^Ûâ…çþæ o³jÎ , ³u À³Ë³u] Ü³ãx³Ö]: ñ 7,–Št ‰zÆ Y

gzl,Çƒ : JG{zÂ !^Ûâ…çþ æ Üx‰æ änxÂ äxÖ] ox ' äx³Ö] Ùç³‰… , ³Û³v³Ú

¬ ƒ Jg!*q ì Å ₿ zgÐ · ð¸ L ä mv Pg kmZ1
~ çWÐ] "gz h: Ñ ïÃkZ ~¤/~ çWÆy~è qÐ T
6gÃè ₿ u,‹ äx] Ùç‰],Ûv³Ú á] ,³ãM]Ð yfñ Æ XÎ ä ƒŠgŠ
Xö"~7,ò~èÐ çWg¯H ¿
Ð zzÅ Y 6,V \ WÃV ï ** ðƒ Ð pÖÆ ug I x**• ',t
ƒ {z ~ k hCß ñƒ Ð ì Æyfñ ì @*x ¥t» kYAX ¶
» T 56,V \ WK ˆ Æ kc$D1Ãk ¬ ¶ýG$Ð ug I x**s zw
x** Ç ñ W: ~ ™C„ t PCX I ƒ pôÐ] , xÓ @ W ƒ tW,
Yƒ ÁŠ d » kÂ ñ YHg¨ ~ b , 1X à ðY J V \ WW,» ug I
ð à ¸ 6,kÃ;œÆ¹ ',g@*%Ð TX ì ƒŠX!Wq ì @*Y ¹X ì
N W~ ¿] gá {gH ~ !Wq Æ X , ŠÄg!W{z e6,gzŠ æ ì CY
Ä) kX ì @*gG„gG ƒ t DYƒ Vcú{zg¯ ~ !W} uzŠÂ
x**k • ',b§ ÏX ì „gY¸{zgGÆƒ Cƒ 7 Ì ¸ÃË ~ {ê
Åv èg / O Š N ‡ b§ T îÂu¾X ì CY V J V \ WÅ ug I
• ',Åk]gzðW~ m{ k] • ',Å ug I ŸÆ Åzmv -] À W
=gfÆVð; L ä V r Ãk ¸ p g p =] | V˜ ðW~ x £ k
Å ug I x**gz ~ ug I x**• ',Å] fÆ] | b§ ÏXc*à J ì L
X ˆð à J V \ WgzVbx · èo *= g&ƒ • ',gz,ðW~ ƒ • ',
D180-181V " ÞVt üY¡‰Ÿ] , ' ^ÏÚE

ï]âŠvŠ n Æ# b& ï

ä™y' Ç6, oÜ 7gz n Æ ä Ñ6,h{gÃ}.yÇÈ

~g ,ÃVßzyZ ŠtcŠ~6,]â £ F~ ~t §Šqgz ö x¯ n Æ

: ì ;gƒŠá g~ -ïgÎô ' eã™„ÅgJ‡gzb&ÅM K

Ã { gz Õ s§Å{gÅ[g L

< c 6,i §kÐ ygz šÐ

Xƒ 4 Ð ƒ

D125! ØvßÜ]é…ç‰E

tÜgzgî z]Š¬Å Á ç‰¬ ä xsÑ] | çO

XcÑ~ ¿xª»óóy**› b& ³ Ln Æb&ÅgŠ™z

D88 " (…]çþŸ] …]çþ](52 " (…]çþŸ] Äx_Ú‡] " íxÚE

{)z [ÑôYâgzW¹ ñ ƒ D™È0t6,{ 0 < ÑÃ) j‰#

x©Æ ä™ v àyzÛÃVâ»ŠÅ [ÑôcŠgŒx` wþ. ‡Ãw E Æ

X~Š™Z¬~È0t6,p g î 7 6,µñug Izm ºgz ñ âÛ ~gY

D88 " (…]çþŸ] …]çþ](52 " (…]çþŸ] Äx_Ú‡] " íxÚE

] | X '™ƒ ' ǘgz ¢ g» Ì ~]‡zÆyŠ ~ ugMy pg

yŠ6,V™ƒ ä \ Wô ‰Cƒ ? ½ƒ ô~Š Î uzg6,y ä xsÑ

Xc*Û gŠ™¬» ä Î } Š6,~

D14 " (…]çþ] Í …^ÃÚ ! 100 " (…]çþŸ] …]çþ] ‡] " íxÚE

hy˜Àô ¸ 7V 7 ä eÆwÂ\ **~ gzŠÆ / W# Ó

x{kl~ < Ñt èÑqô ¶C™zƒ ¶ ~ wÂ\ *‰zÆ # zû z

[z± Ð zzÅ ä ™ CŠc ¶ ~ wÂ\ *x ¸Åx ? zm -] | ô ì

» ògŠgzz oÅVâ e xÓ òzg ~ o ä xsÑz] | ôðƒ 2 ~

Xcåû ! zizȒVçzyàzz ä ƒ za Ð wÂ\ *gzzcz™x Oz

D106 ” (…]çþŸ] …]çþ]!58 ” (…]çþŸ] Äx_Ú ‡] “ í xÚE

] | ô ‰ CY SG!*Vc7,Å t zgzz u a x gzz Ã ´Š

LL c ä X Ð w!*zÆ äw " gzz ! Šz " kzÃ l 6,g î m{ ä xsÑz

zz] , ò s zô Ã ´Š ä \ W& ô~Š ú > ò*ô a t zgzz D ³ z

¶{ Î~gzŠ) fÅ DÆ t zgzzÆ ö*zx¯m< !g

D107 ” (…]çþŸ] …]çþ] ‡] “ í xÚE

t Ã \ W ä Ëy zgzŠÆ xª ~ {g ë îôe Æ xsÑz] |

t ,Æ Ëgzz D™ \ ™w˜ èÐ zzÅ ‘ Ã # ™V# ~Šq : z

6, \ Wô ‰ ƒ gzôE " xsÑz] | „ g t ô D™ 7gÖz» 1 Kz

Šzæ zÅ] z | ¨ Æ p ÑÜæ‰z Ï z ä \ W zƒ W,zz , Úz»§ zz kz

ã zô ! l J xª L z ä \ WÅ T ôðâû ì ‡ ³ z n Æô # } Åy zgzz

D41 ” (…]çþŸ] Äx_Ú ‡] “ í xÚEXðâû

Ð ú Å \ W ƒ ‰ À wŠ!*Æ §

gzâz ¬æ » {Š ` z qŠgŠ

(³ ¸)

c*¶ Šð3ŠÆGe: ;â˜Àô ì @f «6,Gegæzgzš» õg@*‡

GeÆ [Ïgzy pg6,gîm{ô ¶C™;g W 0 Ð ¶ Šð3Š:

t ÃxÚú ä xsÑ] | ô ¸ T g~ ÷ ¡ vß6, X Æ Ú Š

ä \ W~ T ðâû ú Ð x**Æóówh ฿ fgLL w q n Æ ä ™

c*âû ãôÅ k Ì Šp % Y gz c*âû ï á Ã] ƒ + Câgz Y xzY f

~ {) z ÁŠŠ!*g© Ì ` Wv : Ÿ t»] â }Å wwh ฿ fgô D ™

D115^i112 " (...]çþŸ]...]çþ] ! 56 " (...]çþŸ] Äx_Ú ‡] " íxÚEX ì gŒ',

i d qÆ ¶°mxsÑ] | ì g ãz!] |

ô D ™c*âû Ì } gzŠ~g»uÆ] â £ Z Æ ÁŠ \ Wå*Eô ¸ kjz lè

~gz¢ ~ kgz ¢ {^,Y »] â } ´Šô D ™Üç ! l »gñ lè

geÆg z [ŒÆ kgzŠ!*8 gz ä \ W~ | â13250 D âû] q&

Üç »] â £ (94) } âga ä \ W~ {gzŠ kgzå c*âû {gzŠ»V ¸´

gz Çg!*(29) û ô kgæ(7)] ,ô].) (28) K V ~ T ôH

X ï á {) z ñ ugz] **k† ¸ñóy *Gô{Ç ï ôF,ÃŠvŠ{z ´Æ k

g (kjÆ \ WÐ 9 o kô ¸ kjz lèÆ \ Wèa

gz ~g—Y) ä \ Wó‰ Ì , ŠGYgzgñ 0 Ð x ¸ ›)

XðS! l ~gŠ) f KB ,Æ~gÈâ

D119/118 " (...]çþŸ] ...]çþ] V ‡] " íxÚE

Ãx© 0 Ð yÉ ôc*âû Üç sÜ: ä \ W»] â £ y

Å óóiƶâ{È] | vg),RzgLL~ |âƶ322 b§ ïƶô , š] cƶ@~gz¢
c✱âû xÈƶ à S»½ÅyÇš=] ƶ | ä \ WÂ I Å ! ºÃ\ W] â }
îôõDgæLL~ p Ñ§ çô ñ šx ƶgñƶ „ Ãg FvšgzƶçFz yÅ{Çg!✱ô
Xc✱âû xOƶ å »kƶgzƶcÑ✱~ ¿xª»:{Ëôàƶeš âCÅ óó
D102/101 ” (…]çþŸ]…]çþ]V‡] “ í×ÚE

ï óžFzf Î »] Y , ÄÂ ~ Áš ï

ðÃÅ b ï - ô ¸ D™ƶƒ ã!✱{Ò~šá ¬ w , Î | l,eÐ `W
ä ™ »Ã } × gzƶ qƶ4, 0 Ð VzšƶGYOzgñô Sg 7š ñmz *š
Âƒ [ƒ wÙƶ»Vƒ ƶÍ¤ƶô å@W: x] oðÃgzƶ{z´ Æ y;ƶÍ n Æ
ñ ƒ D™~igz s ÜÅ < Ñb§ ïƶô ¶:]gßðÃÅ ä ™ $ Ü✱¸g
{ ë V p ‰kƶô ¶k,¦/✱x åuzgÅVßƶz ä ™b ï - Ð V ¤gxƶw
ä mvƶPgð Âe Yã!✱s Ñƶ] | ôågezš{Ñ ç › Ð b)
6,Vçƶ yY gzƶ ä ™ i Ãb) { ë yƶgzƶ1{^,YÐ ðƶ , » b) yƶ
Y , ÄÂ ñ ƒ Dâû xƶŠƶgƶG0✱: ² ô µ q ƶ n Æ ä Î µŠ
;â‡ ä D°ƶ ª ƶ°6,zÂÅ \ WXHšXƶ) **b ïweâgzƶH E Ã]
{š . ƶÐ „ á yâi5] ¬‰ô ä ™ ~ „ á } i5gÑ» # ™ è‡
Xc✱âû ~gY¬» ä ™
ä V rƶ: Dâû e Îƶ . ,mvƶPg ?ƶ† · ?] |
`ƶgG✱»{) z$§ƶ I ‹ šÞôwJz [Xƶ ~ yƶ ñ ƶz™ â%] Y¦ (

ä *ÑñÃxÂÆ] Y , kzÔ ¸ D™zƒ ã!*gñzxÓt I Ð kzÔ ì @*ƒ
xOzÔy**› b&zÔ ä \ Wó fÆ kz™âÛ 0 Ð D°z] gzœ
ÃD°z ª z°gzzÔc*âÛ ! º Ì x» »ÜÑ] â }. º gzz b ï] Y¦ (
H{Ç WÐ t : èÕg@*ÃD°z] gzœÂƒ 7 {) z t : î% I ŠIHÈ0*
X n YHãÜ*b ï . _Æ < Ñx©z6,x ! zÆ] ° @*, ñ Y
D18!19 ” (...]çÞ] Í ...^ÃÚ (änxÂ äxÖ] èÛu... , nÛvÖ] , fÂ , ÛvÚ ojËÚ ^ÞŸçÚE
Æ $ zgz h Ð n¾Å ä ™ Ý q , ŠzGY6,g î ¦Ñ) vß
) Ã] Y , ÄÂ ä ¶ °zmxsÑz] | n kz ¸ D™ }.ûŠ L Ñ
c*âÛ gHxÂt ä \ Wn Æ s ËÅkzÔc* s Ëgzz÷ ± à ©
Ô ~] Y , íŠ ÝzÔ ñ Y 3gp ô ~ V V{åcÑ' &6,RäÓÃ] V (
X ~ ª z°ò £8»~uzŠ ~] gzœî*ÀC&8» q z
Ö# zÔh‰Å +Š ÏGi~g , Kz ä xsÑz] | n°z
xÓÆ] â }. ´ŠÔðâÛ sÜ ~ Š ‹ zb#Å I zx¸gzz b &zÅ) j%
Z gzz] 4 xÓÆVâ › Ô } hg I Ý} , ä \ W~ VØÍ
] â }.Å \ WÔ ì g™{Š . z Ú Ð] â }.Å \ WŠzÛ zxÓÆ] 4
gŠVz¤/{z ó *g» Æ \ WÔË$™ 7 I ñzÛ *Š Î Ô] â } x{z
7 Å \ WÔÐ N ¯{zg Ä n L z å y › & ó *g»
ðÉgz~Úgxzúzmzp Æ ®) z k I zÐ ? £ ógzz] zk,'
XÐ g D™ Ý q

ÌÝ} hgÆ \WÐ gì‡$ŧ@*

glâl Ÿ uŝ» ; Æ ½

DÌ ö©ÚE

Å gÈg»6,] x Å¶°lmxsÑl] | … \¬vl

Ð glâlÆ \Wgzl ñâů o Ð yé Æ \WÔñâů « =Â

!ñâů çG!

oÂüòÈaÕ²æ ö%ö] o‹ 'ø‹ iæi› ²ô%àôoæà³Úô

[illegible]

[illegible]

î í í í ì

¶°ɀmðÂe Yã!*sÑɀ g ï C

cš™ Ãz A » ‡ǁ L ɀ cš™ ɀÆ¼ ƒ ? {gá ɀ uɀ
cš™ éÈÅ eY ? uɀ cš™ ɀz ÃV1!*} g , Æ D
ì yÃ²z Dè œ% eY
ì y I £ uɀ » G
cš™ ¬ Ã ÏGi ~ G cš™ u ÃVƒɀg Å Ññ ƒŒ
cš™ ô Üæ Ã ÁŠ kɀ cš™ H Ã V · Å 6
ì y¢ ÷ Æ \ ǁ v ˜p
ì y ˆ ɀ ? I ~g7 » \ ǁ
VÒÆ h iɀg ì g D™ \ W Vɀ™ " x™ » [g L ɀ6, \ W
VÈgzɀV . ~gY , 1ÅX Vc0ÅDVɀzg Ð \ W
ì yá 5 uɀ Å D s§ Ç
ì yé t » eY ë!*
Ÿ » ; ì g ö# ª@* ° ð0*ä ë Æ gɀâɀ Ð gŠ
` Ã ƒ ? ⋹ I ɀ Ý , 4 » kɀ 7 ǫ cɀ*} } Š
ì yZɀ bzg „ g»u þi‘
ì yT ¸ ' Å ⋹ I ɀ
ɀ¢z{á Ð X ƒ D0*; ɀÇ {z ÆV¯g¬V>¬
ò@§â Ì ÃYM kɀ « ƒ ɀ‡ ØgÅ [gƒ?Š%Åyɀ
ì yǁ Ç ~gY » D š‡
ì y ˜ Šp ɀ} ó» eY
(³ ¸ :iɀ)

¶°žmðÂe Yã!*sÑz g ï C

gžâž Y»gž ~ ÁŠ kž » ÎGĒ gžâžYMÅVÃ²z G Õ zD

gžâž , žg Ð ½ {Çg!* H ì ‡ ä \ W Ð Ñ ¬ e Y

gžâž Ø » $ž@ z "g h +Š Ð \ W $ž@ ñ 0*¿ " { o$

gžâž žâ Å h ~ gžzŠž îæ H ‹î ä \ Wc¥žu ë!*Ì Æ

gžâž žzgVâÛ óÅ D ~ cŠ™ D » Z+ Æ k I ž

gžâž Ÿ už » ; Æ ½ I Ý } hg 6 WÐ g ì ‡$!@*

gžâž ž § z ~ Ç Æ VC» {á Š!*ÆV¯g¬gzž ÉgÆVÈ ,

gžâž Y¯ Å W- ´ Š už Ä gÇŠc* Å \ W sg ç gzž / W

gžâž ò Ç Æ Vâi È;á Š!* ñ ƒ Š¤/á Æ \ W ÌBßgzžDI ž

gžâž ¬æ » {Š ` z qŠgŠ Ð ú Å \ W ƒ ‰ À wŠ!*Æ§

ÝzgÃYMkž ì BÐ gŠÆ \ W

gžâž c$ už » Ýzg gŠ Ýzg

~ & +—žYM ¦ ƒ q ? *ñ:„ îE

åJ*žöŠ!Wg©Wa^g î sž] éJ*žžã!*ð Âe Yî©ž

¶°mðÂe Yã!*xsÑ] | {ÇgÑi*xs

x? xsÑ } x?
xâ Æ k I } x?

Ì z tœ (} x?
- ñ§ } x?
~äß í “gz } x?
~åX Óg Úg } x?

x? xsÑ } x?
xâ Æ k I } x?

Vò0* Æ h +Š } x?
V)F, Æ V } x?
V° è §Š ig } x?
VE ça ýG } x?

x?z xsÑz }z x?z
xâz Æ k Iz }z x?z

xs 6, › z G Æ \W
xs 6,]œñ gzz ~g VY
xs 6, Ö# ‡z ãæ k', D
xs 6,]ó :{ ÿz B,

x?z xsÑz }z x?z
xâz Æ k Iz }z x?z

xs 6, ª º d Å \W
xs 6, Ø> N gzz ãzš N
xs 6, Ú ¹zgÃ Å \W
xs 6, Ö# âz Ô 6, Ö# /z

x?z xsÑz }z x?z
xâz Æ k Iz }z x?z

xs 6,]# z]ï Å \W
xs 6, ö# }. qï Ç Å \W
xs 6, « d Å eY
xs 6, $ æG ãgïâ Å \W

x?ï xsÑï }ï x?ï
xâï Æ ⊵ Iï }ï x?ï

eY H ì‡ ä \W
ñÒÃ yG E iï ì ;g ^
{âz$ ì g ƒ ×zg Ð kï
{ïz {ïz ~gY ; ì » \W

x?ï xsÑï }ï x?ï
xâï Æ ⊵ Iï }ï x?ï

Ð k¼ c₩ Ã eY
Ð kà Å \W cf* gâ

Ð ķ' X Ċ ïƒ i
Ð ķ½ I Á ~g , ¤

x?ï xsÑï }ï x?ï
xâï Æ ķ Iï }ï x?ï

Å \W ฿Á +ï ƒ ? ë
~¸ ñYƒ *g Ð ½
' W gzï Äc Å ï} ƒ
~šp Kï Ë ƒ ~ è% Å kï

x?ï xsÑï }ï x?ï
xâï Æ ķ Iï }ï x?ï

Ã uï \ñ ó gïâï Ü iï
¬ V- ƒ ÏÐi Ð s¬
½ / ë ,™ ö# } Å +š
6, yZï Ø{ » Vð Ë ƒ

x?l xsÑl }l x?l
xâl Æ k l l }l x?l

» glâl Šl ï gš ŸM V;
» g»u VŒ ì Ć D
» gÓl M l l » {¦
» gc* Vzge gzl /ô ÿ®

x?l xsÑl }l x?l
xâl Æ k l l }l x?l
(³ ¸ :il)

ûMü

$ æg ẞâẞ

~yÑẞ~Š) ñ ẞ', ¼î~8

x

x¬6,x*ÆxsÌgzÌô ì ;g ñgzi Ñ cŠ‡XVâŠyÌ ì g ãÌz

ãcŠ‡tô ì „gYÅ ÒÃu 0*Å ä ™Š!*,Ã] t »Ò o ÆVâ ›

gzÌ ë óó~£ÌLÌÃ L Ì vßt ô ì l i , ~ qÌ Ð $ YÅ ‘Û

Æ] t » p ô p g 6 Vâ › Ì x*gzÌ Û k] 6 Vâ ›

g—gzÌ p g 7{ o {Š™ « ~ ÝzgÅ f Ñ g Šqz *™yWŒ~ } g!*

ÅzmvÌ -x™Ìg— ë É ô…â 7Ñ~yWÃÅzmvÌ -x™Ì

(vÌf ç)X ë óóÑ äÌLÃT ì Yƒ Ñ~¯óaÌzö~ ö# ÌÅ

ÑÃkÌ vßtóå H~űŠ»] t ä ãcŠ‡£ÌxÝÌi%6,ŠãC ï Ì

~ kÌ ì { o ~ŠãC(Ì q Ì] t » q Š4,Æy ›C Z ô …â

Z ‘Û tô ì @Yƒ `g{ Ð xs Ìò],Š òŠWÐ ä W tÛ Ì ',',{gf

X ì s z ^ ~ VØi ,gz6, Ì ` W~ VÂŒŠgzÌ ´ ~

] c*¬gzÌ } űŠ L ÑÆãcŠ‡£ÌxÝ

ë !* Z ~ V1Â KÌ ä ãcŠ‡£ÌxÝ Ìi% ã!*Æ ‘Û kÌ

ä kÌys!* ë { ôx ? Ìm ö IG ô IGäô ë Šë~űŠ:G } űŠ

(´ ã ðv!f Í)XcŠ™~űŠ»] t

n ïÌLÌ: ì q ~ 221mxŠ z ôx;zÑÌ IÌi Ì [ÂKÌ{zçO

Ñ gzÌ3g Ì äÌ x*Š b¬ kÌ Ì ~ t£Ì Ì', ä à¬ ñÌ}

(´ f ðv!f Í)Xóó Ì

à¬vÌÃ~űŠ ë !*L Ì(v!f oÌ)™ á x*Š~0zÌ}xAÌ ä kÌ

Zg—gzl cŠglŒÿG»xl™YmlÃ \ W L l ñ f D™ [™s§Å
QgzlLL: ì q{z 6ô ì H~úŠ Ì » ä f ÆÅzmvl - M%
¥ #Ð [æÆ ,³Û³u]^³³mg!g!* â $ â J VŒÅ ä l j ÿGyW
Åzmvl - ½ · k l] | Y - ÑlxâlzYmlÑl ¦ ÿG6g î ö Æ™
(´ f ðv!f Í)D105 " Ùæ] ä ' u(Ý^aæŸ] è]‡]EXóc ŠglŒ
~ ¦ c ¶ Š [l »VzúŠ ë !ÆãcŠ‡£lxÝw Šz [l ä
ylç°lz î*°lmðÂe Yã!*¹ zgÃvlglâl · xâlóv!*sg¬óxsÑl
kl ä \ W~ klôðâû " óx~Ñl>ŠÃlLL [Â Œ6Vz ¢ ?zŠ ä
kl=gfÆ Tôðâû " [Â q l ò*ó / lglâlLL2 zóHŠg8w8w»
XcŠglŒ `g{Ð xs lò], ŠÃklgzlcŠ [l ŒVlGŠ»] c*Ã ë !Æ
Æóóx ä xsÑl] | ~ Yl ' lÅ óx~Ñl èŠ LL
„ le Ð X H ¦ÃVÂg „ yÅkl~ Tôðâû A% „ z q l Ð x**
X ì @f ãlzŠlDglz¬gzl ª Hz
e l Ð Xô Š ñ~ V1ÂÅVEcŠ‡ ' g „ Ï ¹ Ånkl
{ o ~ŠG»Vâ › ² ì @f $ U6g î ãlz*™~úŠ»] tgzl (z ÿ Š
» nË ˆ Æ \ Wô èG l?{„ Åzmvl - ½ · **¦] | ì
] t M 6kŠl] lfÅ \ Wô 7 Ñlz ä W6g î ~zbc*iz ' ô ö ÑðÃ
X r **gzl ì) @*] t: ˆ Æ \ Wô ì ŠcŠ™ »
H~úŠ»] t ~ V1ÂKl ä ãcŠ‡£lxÝ Ž !xs l ylgŠl ',

»VEcš‡ ÌŠ z!ÆVOÜyÔfx¥ÐVĝ„ÅkÌ 6 ì

sÜäxs l ë t{zgzóóH 7~ŭ»] t ä k ì l

ì ¸Â | O pÔì ½]!*sÜÆ | gzðÍ rzŠÔ]!*§z

Ãgz Ë ˆÆ \ W Ì ñ ƒ…â ëG ?{ÃÅzmv -x™Ñ] |

X ì ŠDgz¬gz s ÜÆ ¬ ù *™ t ÑÐg±Ë

$ UÐ ¬ ù] t »Ò o

: ì Šá g»à¬v

Ð ~ VzŠç } g v Åzmv - ·

wÎgÆv \ W pÔ 7¬zÆË

ä ™ »Ã] t Ÿ Æ Ym ƒ gz

X ì Ñz + YÃqCà¬vgz á z

D4o!h]ˆuŸ]é…ç‰E

zzó]Š ñõ ˆƒ ãz | t Ð ` ™ $ Wk Å *™yWE

Æ \ WÔ Ñ~yW„ Åz!zmv - ½ · *¦] |] Ñ» ð

»6‚kŠ] fÅ \ W ª ‚gz] t M Ô 7 á z ä WwÎgc*ÑðÃˆ

„ (ðÃ+ ~] t qÔ ì e*zwõ*W»Ñ Ë ˆ Æ \ WÔŠcš™

X ˆƒxÓ6‚„ \ W] tz ª ‚gÔn ™ÃkÑðÃˆÆ \ W 7 ¹ !*

] oÐ f Ñ $ Šq ² F‚á

$ Šq Š¼Åy * k ~ 7) zW çÔ òzbô Ã

[illegible]

mvl - ½ · **¦] | Ý¬zŠg»u ä à¬vl!xs lylgŠl',

Xcâ Û ^,Ã6, x £ Æ ÆÔlzYrn©Ñl?{ÃÅz

: ì ~ (2441: ğ u)53m2 ` p Ñ~èF, ì Y

Šá gl ä Åzmvl - vlwÎg] | Ü×‰æ ä n×Â äx0] o³×³ ' äô] Üç‰ä ø

_ƒ { j !*] tz ª ,g G :câÛ kÃ ø ä Û,ô ç] ä ‰ ø 0] á ô

XÑðÃ:gzl ì YƒwÎgðÃ: ˆ } ÷Ô ì ! ô ø q ,ô ç ø ä ø Û

D2441 V†fÛÞ &m,u(53 " 2 t(p„Ú†j0] ÄÚ^qE

Ë ˆ Æ Åz!Wzmvl - M¦% Z] | Š z!zÆŠá gl ãlz kl

{ o t y › ðÃ¤lô ì ¬ ôÜ 'â»Ñ~zbô >ô~iz',ô ö ƒE 6,g î ì

X ì @YƒD%gzl `g{Ð xs lò],Š{zÂÇ g

Åzmvl -x™lÑ] | : ì u 0* ğ u ~ p Ñzâ 0l ò

: DâÛ Šá gl

Xƒ0# l~yW?gzlVƒÑ~yW~ Üø0] †ôô Ü] ô ø] †ôô ^]ø

D4215V†fÛÞ &m,u(Ù^q,0] èßjÊ h ^e àjË0] h]çe](äq^Ú àe] àß‰E

ô „gCƒ n ÆðÉgz ğ l@Åt ' ƒ Åx « Ëgzxl™Yrn©l

Yrn©Ñl?{] | p CYƒ ƒ ÅwÎg } uzŠÂD™w™zwÎgðÃ Z

ô 5™¯wÎg n Æ] Ñ»xÓgzl t '~g , ä à¬vlÃÅzmvl -

: ì ug IŠá gl ~ p Ñ › 9

B ,Æyá Å ª ,gs§Åt ‘~g , ~

XŠŀcŠ™ »] t M 6, í gzl Vƒ Šl 5

” éç³x³ ’ ³ö] Ä³ •]ç³Ú æ ,³q^³³ŠÛ³ö] h^³³jÒ 1 t (Ü³x³ŠÚ x³nv³ ‘ E

D1195V†fÛÞ &m ,u(199

J ö# ªgzl n Æ t ‘~g , ª ,gÅ Åzmvl - x™lg—

£Ê™ Zt · < Ñ ì ì‡*Š J Z ô ì n Æ M Kl~g , àlz ä W

< Ñ~uzŠ Ë: gzl 7] z¢ÅÑgzl Ëô Ï ì gÇ*„ x ? lz>

X ì # qÅ

: ì ~Gzl }Šá gzlô ì cŠ™ åÃt · < Ñ ä à¬vl

Ã+Š } g v n } g v ä ~ ` W

gzl ~Š™ xÓ Ú Kl 6, ?gzl H å

XŠƒ èlgÐ xsl+Š n } g v

D3! é ,ñ^Üö] é…ç‰E

7 ÑðÃˆ Æ Åzmvl -g—

Å \ Wô ì _ƒ å] t6,Åz! lzmvl - Y©Ñl ?{] | Z

ˆ Æ \ Wô ì e*zwõ*W» Ñ Ë ˆ Æ \ WQÂ ì c å < Ñ

: ì ug I ßu ~ p Ñ~gg 9 6 Ï ƒ Ä Ü%l Ï ƒ 7] t

Ë ~ kì { o ~Šâ» Vâ ›] t »Ò o !xs yŠ',

2ƒa y kðÃ n Æ] t h ú L ÑËÐ T *™ s @Å n

] tÅ i § Ë~ b~i ',ö ƒˆ Æ Å! mv -x™Ñ] |

y mÀn²Ð] t »Ò o Ý Š*™~ú»] tÅ n Ì Ë '

X ì ŠÐ ¬ ï »{F, á

B, Âc gH $ *CÃË Z ä Å mv -x™Ñ] |

Æ k @~Šâ Ì ÔÅ] t ˆ Æ k ä Å! mv - \ B,

»% ï þ ðÃÐ g± ËÃá ä ™~ú»] t [˜wYŠ Ë= gf

X ì g: ¹ !*„ µñ

ä Å mv -x™Ñ] | ì p Ñ u ~ p Ñ~g 9

:c Šá g ñ ƒ D â gH $ *CÃõ v x™Z] | 6,µñÆ u tÒ ç

n } ÷ 7 è Ð] !*k ? H oú

m) Ïñ(x ? m) y ; ‰ Yƒ , àú

Ì Ë ˆ } ÷ t 1 ¸ n Æ(x ? ò

X Y W 7 ÑðÃ» n !p,é

oâæ Õçfi éæˆÆ h^e(p‡^Ç³Û³] h^³jÒ(2 t (p…^ í f] xv³ ‘ E

D4416V†fÛþ &,u(633 ” (é†ŠÃ] éæˆÆ

çE n k ¶„gNŠÃVKá à ~ #] t{ó!] |

ХH«ŠÃëzÆb§CgzÎcÛ !ÏiÏ»µÆnC ä ÅzmvÏ -g—t›úuY

Æ ®¤ÏzqnÏÅ ÅzmvÏ -g—ÂN W Ìx ?Ïm Ïñ

7{geðÃÏÎ

} g * < Ñ# ™ôwÎgzÑ ¬ Ð ÅzmvÏ -x™Ïg—

ÅzmvÏ - \ WÂD ƒ ~ :âiÆ ÅzmvÏ -YnÑÏ ?{] | ¤Ï{z

¿6, < ÑÅ „ \ WgzÏ D ƒ 7 Ð w ÅwÎgcÑô D ƒ „ äÏÆ

6 ôCƒ :] gßgzÏðÃn ÆyÏÏÎÆ ®¤ÏzqnÏÅ \ WôDƒÏc

: ì ÷ÏzgÐ ÅvÏ èg',Y*¦ ~ ògÏŠ ò

[illegible]

q ì Ð Åv èg ',Y**¦
ä Åv èg [æ 0 /] | û%
} Å Åzmv - vwÎg] |
vwÎgc*:H n²™Ñ ¯ »] Â ~
Âô ì ¯ »] Ât! Åzmv -
I ñ{ Åzmv - x™wÎg] |
Oô Ñ " 7, Å v èg / ô ‰ ƒ
ïn» Åz m v - v w Îg] |
Åv èg–1**¦ ôÎ ä ƒ o ug I
Nzg6, ?V1z ä zg : ¹ ™NŠt ä
ïnÆ Åzmv - vwÎg] | H!
Åv èg /] | ? Ù Š 7Ãug I
„ Ù ŠÃÅzmv - vwÎg] |
Ð … Æv ~ :Ñ ä ™ n²
… Æ Åzmv - wÎgÆ kgz
Æà¬v ë!Vƒ Le{CÅv Ð
èg6,ä ƒ [g

[illegible]

X(55mÔ~£ gâ)!ÐnÊçjÖ] oÖæ çaæ hQŸ] ÐnÊçi ÷Ö^Ãi ä¤Ö] ØòŠþ

wz4,ä ¨ »x? m öÇ] |

tÖ# ´ q ~ Vá´ÅÖ# ª ä Åzmv -x™ Ñ] |

Åz! Wzmv - \ W{zÔÐ , F Ðy Wx? m öÇ] | ì ðe

ÆÖ# ª Z p ¸ wÎgzÑ ~ :âi L ¬ Ð ~gzW p = ~ *ŠÅ

mv -x™ g—\ WÂÐ N W~ x? z>ðÒ} £™ Zt ·Ö# Œ

XÐVƒ Ñgz ä qÆ Åz! Wz

: ì uÖ* g uã d f Æ , ÅY û >g Î ~ g]gŠ , L

ì zg Ð Å v èg{kC1 **¦ ÙØÙØ(

v - v w Îg] | c ä V r

0 öÇ— " :c Šá g ä Åzm oŠ Ÿ]:" Ü

y gz y xgŠ } ÷(x?) Ç) *%

Ôw Îg ðÃ:gz ì ÑðÃ: y xgŠÆ]Ÿ]

} ÷ ~ Ö# ~÷ ˆ } ÷{z1

XÐVƒ Ñz $ ** Xpû

D169V†fÛþ &, u (oþ]†f_ Ö †fÒ Ür ÃÚE

! i »µÆ nC

Ô 7ÑðÃˆ Æ Åzmv -x™ g— ƒ ã zÐ y mÀ

X C™ ª ÑŠ f Ñ g Šq F ágz ú E >g „Å6 WŒ W6, T

ëgzl µ {æ7Cgzl ˆ Æ ä ™ÔÅ] t B , Æ $ Ÿz âl

Ñ~zbc*iz',c*ð ƒ Å \ W L l™¯x l lÅ] t ðÃˆ Æ ä ™«ŠÃ< á

klgzl ä â] !Å kly › ô 7—ðÃ~ ä ƒwYŠgzl [l˜ n lÂ¾

X 7 mðÃÐ xs l» kl ì Ð½gzl `g {Ð xs lò]Š{z } ™qnlÅ

Vƒ :Cª [l˜ôwYŠ ð ÇÆ M J Æ Ïƒ 7 ì ‡ # ª

{Ç WÐ VKá lz à l ~ # l ä Åzmvl - x™lÑ] |

X~Š ¸ ~ } g!½ÆVßYŠgzlV1l˜ á lz ä ™~ûŠ»] tgzlc*â

: ì u 0*g u ~ p Ñ~èF, ì Yç O

~ ylÐ Vƒ L Ñ M~ # l~÷　áæ¸ÙØj] oÕäç³Ö³½ózÕ¸ø

èÑq ì Ñ{z Ç } ™~ûŠ q lC Ð　oÜÕ] ÜÕÔûÕÖÒÖ³Ö³ÕäçÖ³Ø

X 7ÑðÃˆ } ÷Vƒ Ñ~yW~　Xp,éäÖÜP àæ( ] ÜÕÞØ]ø

t † í oju èÂ^Š] Ýç ÏiŸ h^e(àjË] h]çe](2 t (p„Út j] ÄÚ^qE

D2380V†fÛ &, u(45 ” áçe]„Ò

: ì ug I g u ~ p Ñ~g 92

J Æ Ïƒ 7 ì ‡ J‰z kl # ª　o³jäè³Š] Ýç³Ï³ØÖø

ôVƒ :Cª [l˜ôwYŠ M ã½　áæç],ÒØ³Ö³ÕçÖÕä³Ãfûô

vl {z Ç } ™~ûŠ q lC ~ yl　Üûäè(àæ$Ø³ÚÖ³f‹³ô Ø

X ì wÎg»　!äÖ] Üç‰ä] ÜÕÔûø

: Dâû k'~ 566m ' ſ

+F, x Å F;'ƶ vg), vſ6,û# ſ kſt ä³³x³û] Ü³Ã³þ †³³fÒ] å„³³a

yſ n Æyſ ä kſ ì Ð ~ V z èÚŸ] å„a oxÂ Ø³qæ˜³Â

Å+Š } uzŠ Ë 7 ſÂcŠ™ åÃ+ŠÆ Ü`ßnQ Ü`û Ø³Û³Ò] &³nu

Ñ ËſÎÆÑ L ſ 7 ſ: gzſ 7 # q àmQ oû] áç³q^³jv³n ¡³Ê

g—ä à¬vſ n Ï ſû ì] gz¢Å †³nÆ o³fþ o³³û]Ÿæ å†³³nÆ

ä ™ » Ÿ » V 1Ã Åzmvſ - äxû] äx³Ã³q]„³`ûæ Ü³`nfþ

s § Å ÷ ſz X xÓÃ \ Wgzſ c*Ñſz oû] ä‰Ãeæ ð^³nfþŸ] Ü³i^³ì

Xcåû _ ¬ !àrû]æ ‹ þŸ]

: Dâû k'~ 393û392mp ÑY Ëmvſ !*g n È è ‡) ´ (3

Å kſ } ™~Š ¿ b§ Ï ſ äþ] Ü`ßÚ oÂQ] àÚ Ô û„³Òæ

»] t {zp ¤ſ ì CY Å kz $ Y éçfßû] Å‚m Üû á]æ änû] ouçm

] | gz ì û » t Â ' ƒ : gſ#Š Øì‚mæ ð^ÛŠû] oû] ‚Ã 'n äþ] æ]

á ſz ä PÃÅzmvſ - x™ſ Ñ ſ ^³a…^³Û$] àÚ Ø³Ò^³³næ èß³ r³û]

ä Åz m vſ - g—èY Ü`xÒ ànÃû] …ç³v³û] Ð³þ^³Ã³mæ

\ Wû YnÑſ ? { \ W ì cåû Šá gſ äxû] ox ' ofßxû áçe„ÓÚ …^ËÒ

Åzmvſ - g—tû 7 ÑðÃ ˆ Æ Üi^ì äþ] †fì] äþŸ Üx‰æ änx³Â

- \ W ~Š ¸ Ð $ YÅà¬vſ ä àÂ †fì]æ å‚Ãe ofþ Ÿ ànnfß³û]

ÆVÍßxÓgzſ Ñ~yWÅzmvſ Ü³i^³ì ä³³þ] o³û^³Ã³³i ä³³³x³³û]

Ñ Lẓ Ð } gz¢ ÂÚẓÐ VÇ ¸ y › Lẓ%ẓÔ M È 7¼ëÆ
ä ~ ä â ìC : gz OgÃ 7 ‰ẓCÃ] ẓŠá gẓÆ Åzmvẓ - *™
(293292mwzẓ z x~Ñẓ>ŠÃẓ)Xóó Tg ! ÎÛẓÐÅx I ẓ á ẓz
Ã ÃVâ › Åxs Ñẓ

e Yã!*] | ñ ƒ D™G z{Ç WÐ ÆãcŠ‡£ẓxÝẓi%
: Dâ SÅ ggzŠÐ kẓ¶°ẓmðÂ
ÃyZẓ LẓÐ Vzk½Ånkẓ ë : ;ẓpí Ð V1æë Lẓëẓẓ
>ŠÃẓ)óX [:] !*Å Ë ~ « £Æ g uzyWŒgzẓ , Š î :)œ
(132mwzŠî~x~Ñẓ
„ Š'¡Å T cŠgẓŒÿG»x ?ẓm ÏñÃÅzmvẓ -x™ẓÑg—ä ãcŠ‡
: ì gâ Ã ÃVâ ›mvẓî*gxsÑẓ] | ˆÆ ä ™hŠF,
Ãx ? ẓz>ð } ẓ : zmYmGÑẓ a ẓÑ } g v ä # ™ẓi%!â › ẓẓ
H? ì gOẓ» G ÿG»gzẓ Ë Ì [ẓH cŠgẓŒóÿG»x ? ẓm Ïñ
J “ ¸ ÙWÆ G pÖẓ ì5**, ẓy»Æ s sẓ } g vgzẓ } g v
: qẓÅyẓÂƒ T e] ¤ẓ!z™/Â?Ð z™ ‹ ' !*+ẓÅ # ™ẓi%
D47 ” ÝæPÿä ’ u Ý^`ÊŸ] éP^Ê]EóX!z™qnẓ» s sẓ L ẓgzẓ ’
» Ì Ñẓz ä ™ Ô { 7Ð gẓhúŠ L ÑÆ] t
¿ ðÃ¤ẓ ì c*Û J VŒÂ ä xẓ™Y !xs ẓy ẓgŠẓ',

Æ kl Ô tgzl } ™ Ô { 76,] tÅklÐ á lz ä ™~ûŠ »] t

~zë 6 X ì @ð gl ÛŒ » Ì Ñlz ä ™ Ô tÂƒ : n Æðl Îgz " gÖl

: ì ~ 263m2 ` ~ K ¬

w Îg»vl ~ ¾ðÃ¤lb§ ï l ^³³þ] Ù^³³Î ç³³ö Ô ö],,³³Òæ

T Vƒ 9 ~ ¾ ~ ÏgÃc Vƒ èn‰…^Ëö^e Ù^Î æ] ä³x³ö] Ùç³‰…

Ñlz ä à x ~ á tŠ‰ Ð Ý^Çnµ àÚ äe ,m†m Ý†fÛÇ³nµ à³Ú

kl¤lgzlX ¨ Yƒ Û »{z Ì ÅÔVƒ Ù^Î ànu äþ]çöæ †ËÓm Ý†e o³Ú

{zÂH Ô { 7 ä Ë6,~ûŠ klÆ äßÚ †nÆ gx³› èö^³ï³Û³ö] å,,³a

ä Y + yMgzlÔÇ ñ Yƒ Û » Ì gö^_ö]†ËÓm ØnÎ é^³r³Ã³Û³ö]

gzl ä ™ b¬ j l¤l ì cÅÛ îñ^6Û³ö] à³Ú áæ†³ì ^³jÛ³ö]æ

} ™ Ô { 7 Ð n¾Å ä ™l Îg gö^_ö] š †³Æ á^³Ò á]]ç³ö^³Î

XÇƒ 7Û »{zÂ !†ËÓmŸ äu^–jÊ]æ å^n rÃi

xs lY f] Æ [†zwÑó[¾ tÑÔYz [² ~ ÝzgÅÑ!mÀ

X ì cŠglÛŒÐ‰gzlxsÑl ù `g{Ã • Æ klgzlãcŠ‡ l‰t · Ñ!*ä

Æ ˜Å] تعالیB ,ÆVEcŠ‡

Ð xs lÒ]‚Š '' Û t ~ ÝzgÅö# lq) lgzl k z [Â !] l |

ô ì l i , q l s ÜÆxs l N cŠ‡ X Ý lgŠô ì +Š " z Ð‰ô `g{

c Á l ‰¬*ƒ q Ñ ~ V 5 n lgzl ´g] تعالیB , Æ ' Û kl

Æ ylgzl ´g] تعالیÐ yl ñ ƒ B hÃ0< èÆ ylô ì xlwz^,Y**

[illegible]

[illegible] [NÃ6,VzÈxÓä à¬v G
[illegible] wŠ{À0*™| (,Ð / ô } ÷gzàe
[illegible] ! ô÷gzH ÉÃyÂc0*: ÆË
[illegible] à¬v{z – Y& {z [Xcš¯
[illegible] – æË& {zgz ì Y Ì k0*Æ
[illegible] X ì æËÌ k0*Ævz{z

Ð oÛ×, ×0 ŒæP†Ê ,ßŠÚE

yÒ» j œyá ~ ^ yWŒ

] | ~x™îôxÓ ì { o . » ®) z ≤ I !] |
ô gÑ"] Ñ¾z b cÆ \ W0 a Ð ƒ Åv ègº &œ
\ W~ ^ yWŒ0 Nƒwi**~ yá Å \ W g I] cWš¼Å ^ yWŒ
X ì ™f Ì »Nš ôgz( ] ‡œ)Ô™ ¿0& ¤zyZÆ
wi**~ yá Å„ \ W{z ˆÅ] z ˆÅ g I ê W T ~ [Ì
: ì tÀF»k0ðƒ
gÇ Ì 6,vß„z0Å& ¤Åyä Tgz ñ W³] !EÑ gz

Ð33V†Ú˜0] é…ç‰EX

: Ðâ0 mvî*g~ig+–õxâ

] !Œ Âô „ qŠ%Ð k ,u]æ “ ³í³> Q]†³³Û³ö] áæ
Åzmv - · **¦ {z ñ W™ á ,ÛvÚ Ñ, ’ ö^e ð^q p„ö^³Ê
] | {zÅ & ¤ Å \ Wä T gz †Óe çee ça äe Ñ, ‘ p„ö]æ
t gzX Å à¬v èg º &œ àÂ pæ†³³Ú Ùç³ï³ö]]„³aæ (
gzÅ à¬v èg y%Z] | gz ä³nxÂ gö^³› o³ee à³e o³x³Â
®) ~(, qÅv Âgx™ + ¬ à³³Ú èÂ^³³³Û³³qæ Ý ¡ ³³³Šö]
X ì w®Ð !Ü`ßÂ äxö] o • … àn†ŠËÛö]

D33 !†Ú^ö]é…ç‰ (á^nfö] | æ… (…ç%ßÛö] … ,ö](†nfÓö] †nŠËjö]E

yÒ» j œyá ~ gŠq

» ¤ Å \ Wä Åz! zmv -x™g—6,µñ Z b§ Ï
gz qz{å Ð Åz! zmv - Ô Æ kgz \ ¬z ugnvÔcÛ gÖ
] | y xgŠ L e \ ¬v ègx™ î ô] | 6,Š CÅ Õz ^ I
…âgz…Y 4 zàzgzx l z a Ð g ± CÃÅ \ ¬v èg º &œ
X ¸

] Š X !*] ŠÑz

Æ > §z] Š X !*] ŠÑz ÅÅ \ ¬v èg º &œ] |
D Ù^q†ö] ð^Û‰] oÊ Ù^ÛÒŸ]EXðƒ ˆ {âgew ,zŠâ½
Î ä ƒgDWÛ%zx £ » \ WÐ %z Ï ðƒ] ŠÑzÅ \ W Z

ä = °l [gôÑ ä ƒlhƒ } Æ] YgŠY~—Å \ WÐ ö l{Çg!*

Vßlz eÆ \ Wgzlcšh Ð \ WÃ Ÿ ÆV çB , Æ] ŠÑzÅ \ W

X ì Šglz ~ pÑ g uôðâû « $ JÅ ‡Ã

ôÅ Ü lzg Ð ¿vl èg / 0 vl †] | ä ™ X 0 l ƒ q

:cåû Šá gl ä Åz! Wzmvl - vlw Îg] |

] ŠÑzÅÅ vl èg &œ—1l] | Æ

¥ #Ð ‡ àlz „ ä \ ¬ vlÂðƒ

‡ } l! nÅw °z] ³Kl = :cåû ™ƒ

kl óz™ 4lŠÃV 8 l p 4 l ~ ~ !

X f ƒ á lz ä ™ › Ð Šßñâ

D69 ” (13 t(ÐWÚP î ... i † ’ j í ÚE

f Ñ [Ølgzl ug I x**

ègy ¢ 0 vl †] | ò*x**Å \ ¬ vl ègº l&œ] |

vl èg%¬ 0 y ¢† B1l] | òl¤/ Ì l»] â—lzÆ \ Wô ì ¿ \ ¬ vl

X ì vl èg ?< lxl] | ug I x** {] âÒ—lzÅ \ Wgzl ì Å

ug I t èYô ì Ä g ¹ &œL ~ g I [ØlÆ \ W

Xcåû « ä] Ñ»Û{É ôcš 7 ä t ‘ ËÃ \ W Ä

x™lg— ì lzgÐ à¬ vl ègã;xl] | ~ “ Š ò

:cåû Šá gl ä Åz! Wzmvl -

&œx*ïg v ä \¬vℓ!–1ℓ } ℓ Õ Ûœö] á]ô Ûø Þ ø

X ì 3g ! Ðœû ‌ ö]

(äßÂ äx ö] o • ... Ðm , ’ ö] †Óe oe] Ø–Ê (ð^Ëö] Í †u (Ù^ÛÃö] ^ß³ÒE

D32615 V†fÛÞ &m ,u

Ð y) F, h y!ï Å Åz ! Wzm vℓ - Ym Ññx âℓ ä \ W Ì ℓ

ÅY 1zÑℓxâℓ W [ℓô ‹ {™Ë» ‰ℓœ ÅÅ \¬vℓ èg º ℓ&œ] |

! âÛ ® Ð y) F, ; y!ï

:cåÛ Šá gℓ ä õ zvℓx™ ¨%Z*¦] Ñ» ñ Ññ] |

x*» Å vℓ èg–1ℓ] | ä \¬vℓ oe ðü Û Ôœ Ââö ö] Ù Þ Ûœ

X ì cåÛ wi* Ð y Wóó&œLL !X Ðœû ’ ö] ℓℓ ðÛŠ ö] àœ ô Ûø

D52 ” (13(t (ÐWÚP î... ^i † ’ j í ÚE

ì @YHŠc*Ì n kℓÐ Ä ug I Æ &œÃ \ !] ℓ |

XÅ& ¤ 5'Å `ℓcÒ 7 ¬ Ð ƒ ï @Ëš ä \ èY

: ì ¢ ℓzg ~ Y ℓõg@gzℓ èG ℓZug ´ 6

Ð à¬vℓ èg i œÈ¬] | ^`ßÂ äx³ö] o³ • ... è6 ^³Â à³Â

WæyŠŒℓÆ `ℓc ‘ ì ~z% oöA áçÒ†6Ûö] ð^³q k³ö^³î

L ℓô ¹gzℓ ñ k 0*Æ–1ℓ] | l oöA Ô ö Øa]çö^ïÊ †Óe o³ee

V r ℓ ?Ðz™& ¤ ì [ℓÅ # ™ äe p†‰œ äÞe ÜÂ^m Ô fu^ ‘

kYℓÑš] ℓgVÂℓg" ì H~ð“Š ä Œ, ïÛö] k ne oöA èxnxö]

" ñ ™§ Å

[illegible]

ÑÈ}.Ú ¦ ئين>ǃxǃ] | ~ &ǃpgzǃ õzvǃx™ ¨%Z**¦] Ñ»

XNƒxsǃ/ sæ \¬vǃ èg~«ǃ

¬ Ð ƒ ŠHY7 Ð ¿à¬vǃ èg k „ 0 vǃ†] |

$ U*0 y ˆ] | ä ?H:c*Û Šá gǃ ä \ WÂ? yÃá ǃz ä ÑyZǃ

! • 7g ÃǃÆÅ \¬vǃ èg

èÏ$ oì]àÚ]ç³r³> I †³Ò„³i]ƒ]

¡ÃÊ ^Ûe †³Ó³e^³e] Õ ^³ì] †³Òƒ^³Ê

^³`Ö ,³Â]æ ^³â^³Ï³³i] è m†³³fÖ] †³³n ì

¡ Ûu ^³Ûe ^³³a^³³Êæ]æ o³fß³Ö] ,³Ã³e

å ,`6Ú QçÛvÛÖ] oÖ^³jÖ] o³þ^³%Ö]æ

¡ ‰†³Ö] Ñ , ' àÛÚ Œ^³ß³Ö] Ùæ]æ

,Îæ Ì nßÛÖ] …^ÇÖ] oÊ ànß$] oþ^³$æ

¡ frÖ]]æ ,Ã ' ƒA äe æ ,³Ã³Ö] Í ^³›

]çÛ×Â ,Î ä×Ö] Ùç‰… g³u á^³Òæ

¡ q… ä³e Ù ,³Ã³m Ü³Ö èm†³³fÖ] †³³n ì

èg–1ǃð ¸ L ǃÂÏ ä ™ŠcÃŠgŠÄŠÆ gÃ%ǃœ ? Ƶ :ÀF,

X Ȣ™ŠcÃVñ*g»ÆÅ \¬vǃ

ƒ ~ t 'xÓˆ Æxǃ™Ÿ ñ Gǃgzǃ Åz! ǃzmvǃ - *™Ñg—

) fz t £2zÔ I s » ǃ{ŠcǂÐ ƒ gzǃgÇ Ì 6{ŠcǂÐ ƒ Ô 4 Ð

X á ‍ä ™‍g7{ŠcŧÐ ƒ ÃV-gŠ
g á g ~ Ä Å \ W å Ôg¸gcÆ Åz! mv -g—
X á ä ™& ¤ ÅVßÎg ¬ Ð ƒ g p °Þ. ‡~ t '
D445 " (1 t (ga]çÛ] o×Â oÞ^Î‥ˆ] ènY^u (294 " 1 t (h^Ãnj‰Ÿ]E
; ¸ „ \ } uzŠÐ ~] † i dzŠ ~ g ¸ µ6hN—k
XÑ ä Ñ r Š¤Šg Æg ¸ ÔŠ ˆ Æ " m6~hN Ƶ
\ ì x¥Ã ƒ Ô [8Æ Åzmv -v w Îg] |
~ t 'xÓ
ÃË ä Åzmv -g—g 4 Ð ƒ (ˆ ÆYn)
X ì cŠg ŒÊ 7 ' ' Æ \ W
D295 " (1 t (h^Ãnj‰Ÿ]E
Æ \ g ä ™yÒ Ð ~ {Çg!Å Åzmv -Ý¬zŠg»u
X 7yÒ ` Z Ì > pÅk Ð zÅ ä âÛ ®

V ½ k ï C Åº &œ

y ˆ] | ä Åzmv -g»uÔ D ™yÒ™ X 0 ƒ q
:Y7 Ð Åà¬v èg
? ì ¹¼ Ì ~ } g!Æ–1H:ÀF,[^òn> †Óe oe] oÊ k×Î Øa
X ñ ‹gÃÑ!{gÃè ä \ Q!V;Ån²

Åzmvl -g—™ Íg Ãl !á^Šu^ kßŠu] Ù^ÏÊ Ô ö„e o³fß³ö]†³ŠÊ
X ¹ [pä ?!y ˆ } lcå gzlH] ägÖl ä
D295 ” (1V t(h^Ãnj‰Ÿ]E
!Ä³Û³‰] ^³þ]æ Ø³³Î: cå ä Åzmvl -g—ô ì ~ w)™Å l +
å„q]çþ I ,e oju Üx‰æ änxÂ äxö] o³x³ ‘ ä³x³ö] Ùç³‰… Ô v³–³Ê ý
! kxÎ ^ÛÒ ça Xá^Šu ^ kÎ, ‘ Z: Ù^Îæ
y ˆ] | Z ' ôVƒLe ü ~ ¼(C Å&œ):ÀF,
ø? l—gzlô‰ƒ I pÅz!Wzmvl -x™lÑg—Â ` ‹ C $ U0
ä Åzmvl - \ gzlX‰ƒC ª ug I ylOÆ Åzmvl - \ Ð
XHyÒ ä ?‰ „ , l&œ ªlz ì ¹ s ä ?!y ˆ } l: cå
D35673†fÛþ &, u(Ù^ÛÃö]ˆßÒE
® Åº l&œ C b§Å óÆLL lƒ $ UÐ $ lzg kl
**¦] | 2 ì /ô k **ˆ C gzl ì Åzmvl - ½ k Ì
Åzmvl -x™lÑg—] ägÖl6ðlu bæÅÅ à¬vl ègº l&œ
X ì g I k Å
~ ÃÅxl™Nš I lój œx £
Å [Šlè Ðj⁸ 7 l ä à¬vl ì ~q] Š XtÅ ®) z k I l
C{zô ì m L »ylÐ x « î‡ôzxl™Nš I lè] l | ôHizû uÐ ª zŠ
X ì =gf» rzû Æ › ~uzŠ › q lgzl D™ › Y • l " Ð zŠ

: ì Å Ü ¢ zg ~ óó> ç ŠÜ ^ o ° > ç ¸ n c ä ~ dxâ

¢ zg Ð Å v è g ÷] | ^ ß neVÙ Î ‹ à Âæ

] | yzgzŠ k:cñÛ ä \ : ì ä x] ox ‘ ä x] Ùç‰

~ K Åz ! zmv - vwÎg oÊ ‹ ^q Üx‰æ änxÂ

Æ \ x™ / ôgz ¸ âÛ p = äe Í ›œ ‚Î ‚ rŠÛ]

y% Z] | 7 eô ¸ ¢ qŠ¤Šgz àe oxÂ ØfÎœ ƒ äe^v ‘ œ

} 9 gzô ñ ƒ ¢ q Å v èg ÜxŠÊ Ì ÎçÊ(g › oee

Æ ã ~ Àgz H n²xsÛ‰ ƒ ^Šx r Ú † ¿ Ü$

ì g NŠ x £ ƒ o ðÃ n äx] Ùç‰ †¿ßÊ(ä `f6

/ ô Åz ! zmv - x™g—Âô ¸ oÊ Üx‰æ änxÂ äx] ox ‘

yÃ Ñ ä âÛ ± 5ÃVzn Æx™ Ü `œ äe^v ‘ œ åçqæ

‰z k? D ™ëÛ (n Æy †Óe çee á^ÓÊ(ä Ä‰ç

- x™ÑÅvèg&œ—1] | ofß] ànÛ oxÂ ^Š^q

ä \ ô ¸ $ Y N ŠÅ Åzmv Üx‰æ änxÂ äx] ox ‘

(n ê ™? Ð x £ L g¯ àÂ ä | ^u ^jÊ

1 } :cñÛ Ð Z] | gz Å ëÛ ^ee ^ ^ß `aVÙ^Îæ(äŠ r Ú

Z] | çO! Ñ p =VŒ! d àne ‹ x r Ê: àŠv]

mv - vwÎg] | Å v èg ä x] ox ‘ ä x] Ùç‰

Åvèg&œ—1] | gz Åz ! z oee àneæ Üx‰æ änxÂ

X‰Öy xgŠÆ !†Óe

oÊ…æ†Šö] k㎝†ÊV ‹ ㎰Ù^Î :cå Ù äÅvl èg ÷l] |

ä×ö] o× ‘ ä³x³ö] Ùç³‰… ä³qæ Ãxl lz › 3 ‖Åyl ä ∀g—)

^³e㎝ ^³㎜VÙ^³Ï³Ê Ü³x³‰æ ä³³n×³Â ä ~(ñ ƒ lpgŠ klÂÃ ¬Š

Øa¢ Ø–Ëö] Í †Ã㎜ ^Û㎰(†Óe Ã] ägzlÙp6,ug I{nÆ \ ‖

äq†ì!Ø–Ëö] ææƒ Ø³–³Ë³ö] } l:cå Ù Šá gl ä \ ‖Ô ¬Š Vcú

oÃ× íö]æ gÎ^ßÛö] oÊ ,Û³u㎝ ¤ „ á lz ¤ G LL!–1l

!èÏÊ]çÛö] oÊ á^ÛŠö] àe]æ X óó … àÃVßlz

(>çIÅŠlÜ ^ o°>çÈ¸lnc*lXy 0 lÔö ™0Æ X£lxâl)

: ì ÅÜ‡lzg ~ ug ´ ä Áqxâl

: Ù^Î (é†f‰ à³e Ù]^³ß³ö] ^³ß³$ ä Åvl èg{h 0 wl4,] |

äßÂ ä×ö] o • … ^³n×³Â ^³ß³Ï³Ê]æ Hn²Ð Åvl èg y%Z] |

(| ^Û㎜ çaæ ‹ ³Ë³ß³ö] g³n› ÆYNgz [xl L l … \ ‖

Ô e^v ‘ ㎝ àÂ ^ß$, u V ^ß×ÏÊ cåÙ ä \ ‖! N e ~ } g!*

Ùç‰… h^³v ‘ ㎝ Ø³Ò V Ù^³³Î „ zŠ } ÷ / ô } g , Æg—:

Ü×‰æ änxÂ ä×³ö] o³×³ ‘ ä³x³ö] Åvl èg–1l] | ä V r lÔ

àÂ ^ß$, u V ^ß×ÏÊ (oe^³v³ ‘ ㎝ y%Z] | ÂHÄ cgŠ 0 Ð

¨†Ú] Õ]ƒ V Ù^ÏÊ (†Óe oe㎝ èg–1l] | :cå Ù ä Åvl èg

á^Šö oxÂ ^Ï㎜ , ‘ ä×ö] å^Û³‰ lÆ X , {z Å vl

ä×ö] o× ‘ ,³Û³v³Úæ Ø³㎜†³fq ä à¬vl y´l » ä ƒó&œ

!^Û`n×Â wÎg] | gzl } l s ƒ

X ì clz™Ð y!łÅ ∀x™l

D4380V†fÛÞ &, u(àvv ’ 0] oxÂ Õ…, jŠÚE

:û%»º &œk0*Æ] Ñ» ñ Ññ

x™/ ôxÓÐ û%zx £ÆÅvè g &œ–1**¦] |

ç O ¸ D™H Ì s ‹ » k µ® µñgz ¸ 9 zx « Ñ I z

v èg &œ–1] | ä Åv èg y%Z**¦] |] Ñ» ñ Ññ

] | ? p g E ¯6, ƒ ë \ WÐ zz , ì q H{z: Y7 Ð Å

! âÛ ± 5Ð cÛ Á[» k ä Åv ègº &œ

Ð õz v x™ ¨% Z] | ä³³x³0] Ý†³³Ò I o³³x³³Â à³³Â

u0*Ô ä ~ :cÛ ô ì zg èËnx í 0 kxÎ Ù^Î äÞ] I ä³`qæ

1] | Ñ Æ Åzm v - änxÂ äx0] ox ‘ ä³x³0] Ùç³‰…

Ä cgŠ Ð Å v èg &œ– Ð , ’ ³0] †³Ó³e o³e] Ü³x³‰æ

! Åzmv - vw Îg Ñ } :H èËnx ì ^³ ä³ß³Â ä³³x³0] o³ • …

6, zgŠ — k \ W Ð zz ¾ å„a k Çxe Ü³e =ä³x³0] Ùç³‰…

‰ á E ¯6, ƒ ñ ƒ ^Ã [^Ïf‰ ^ßjÏf‰ oju W è0ˆßÛ0]

:Ð zzÅVzq õ0:cÛ ä \ W0 (ð^n>] èŠÛ í e Ù^ÏÊ

0@Š 9 zŠÅVíß ä ~ : « V ànËß ‘ Œ^ß0] I , ³qæV^³`0æ]

Æ G } uzŠ 0g ¤ Æ*Š q ,³³†³³Úæ ^³³³nÞ, ³³0] , ³³³†³³³Ú

XŠf \ ñè¨ ¤ ~ : ;g ¤ !o0çÛ0] , †Ú ^Þ] kßÓÊ(ofÏÃ0]

o³Ê k³x³ìQ „³³Ú V o³³þ^³³‰ö]æ HwJxsl Ð Ƶ ~ :~uzŠ

Ý^Ã› à³Ú k³Ã³f> ^³Ú Ý ¡ ³‰Ÿ] 7 ™½ ù Ð l½ ~EŠ L

ä³x³ö] èÊ†Ã³Ú é³„³ö áŸ ^³³nþ‚³ö] xÓ = ä ö l Ä c èY;c3

!^nþ‚ö] Ý^Ã› „ñ]„ö àÂ oßj×Ç> Xcš™: Ç " Ð VÂ¯~EŠ

o³Ê k³x³ìQ „³Ú V &³³ö^³³‰ö]æ 4lŠ ~ xsl ~ Ð Ƶ :~ Š

h]†> àÚ k³ïæ… ^³Ú Ý ¡ ³‰Ÿ] : [l§ Ð [zæ ~EŠ lf

oßj×Ç> ä×ö] èfv³Ú áŸ ^³nþ‚³ö] C = ä ~0zl}è › èY;lf

!^nþ‚ö] h]†> àÂ X 3ggzŠ Ð [zæ~EŠ

oß×fÏ³j‰] ^³³Û³x³Ò V Ä³e]†³ö]æ z~EŠ t , } ÷ L Ƶ : ¶a

ØÛÂæ ^³nþ‚³ö] Ø³Û³Â á ¡ ³Û³Â ä ~ ñ Wx»Æ b§zŠ~zyl

é†ì¤] ØÛÂ I †³jì] é³†³ì¤] g (lÃx»Æ] yW6‚x» ~EŠ

! ^nþ‚ö] ØÛÂ o×Â XH

ofßö] kfv³ ' V ‹ ³³Ú^³ í ³ö]æ Åzmvl - *™Ñg—: , v0*

kßŠu^Ê Üx‰æ änxÂ ä×ö] o× ' ŒÐl ä ~ ÂB = Ä Å

. äjfv ' Xc*à Jx l

D153V km[(á]†ÛÂ Ù[å…ç‰(á^nfö] I æ…E

Åvl ègÛE!xâlgzl j œyá

Å& ¤ Åxl™Nš I l6‚T ì x] o gzl{ o „z!] l |

Ã Ñ z ¤ ÅÅvl ègº l&œ] | ä ŠÛ CÆ] tÈl0{Xf $

[illegible]

:y!ÛŒV ˜ zŠ6, › Åº l&œ

› tÛ ì wV " z é " G »Å vl èg º l&œ] |

mvl -x™lg—Û ¶C™c*3Š{ ClÒlÐ wdlzwqlÆ \ W ¿ lz

\ W ˆ Æ klÛ åcŠ e Ãº l&œ] | „ ¬ 0 Ð] ó ä Åz

$, gzl ä ƒ 4lŠ ~ g ¸ y xgŠÆ] óQÛ D ™lgl ¦/] lg ~ g Ol

{z ´ Æ klÛ ì @ƒx ¥ › î. wV " » \ W Ì Ð § lzÆ ħ ÷ eÆ

Û ñ ƒ izÛ lÞzg ~ ©Üæ à Åzmvl -Ý¬zŠg»u Ž ˆ Æ] ó

º l&œ] | Ûlƒ Â q½l q l‰œ Ï lÛ åxW»mlpzxlú c wl

{gëÜæ I lgzl~gzW p =Å Åzmvl - u 0*Ô ™ƒ âÛ x ª Å vl èg

æW Ì Å] l | , ly lgzŠ klÛ ¸ ì gâÛ [æ 0 Ð V-glŠ) f Å

] | Ûå H 7 J Ì lglhŠ» Åzmvl -Ý¬zŠg»u ä V M ¶„gƒ

~½ ® {z™NŠÃgâlÒn Æ \ WgzlK½, Û WwŠÅÅvl èg º l&œ

ylÛ yÃÅzmvl -x™lÑgzl yÃ&œ ¸ ì gNŠÐ Vƒ ó

Û‰ y T Å vl èg º l&œ] | Ã] , ˆ l á lz ä ƒla ~ » Æ

vl -Ý¬zŠg»ugŠeKl ñ ƒ p g~gY [æÅ vl èg º l&œ] |

Û ì g: Ì { l» nËÃVíß @; ì g } 9™ ; 6gâluÆ Åzm

‹ xq ^ÛÜæ: ì ~ î] § 6 (@ƒlƒ Ht , wŠ!*å 6g—èÑq)

ð^q àÚ ÐË_Ê !!!!!! Œ^ßxÜ †Óe çee Ý^Î Üx‰æ änxÂ äxÜ] ox ' ä³x³Ü] Ùç³‰…

äÊ†ÃnÊ †Óe ^ee ðo r Üx‰æ änxÂ äxÜ] ox ' äxÜ] Ùç‰… † ÜÜ àÛÚ …^ ' þ¢] àÚ

çee ØfÎªÊ (äxÜ] Ùç‰… ‹ Û6Ü] ke^ ' e oju Üx‰æ änxÂ äxÜ] o³x³ ' o³fß³Ü^³e

Ð215 ” 2 t èñfxvö] é†ñŠö]E!Œ^ßö] äÊ†ÃÊ (äñ]Ç†e änxÂ Øx¾ oju †Óe

§ìziìÛ ìyZì q ìÑìz ä ‖ 7 ~gÑg ¸

] | ä Åzmvì - x™ìg—yìgzŠÆxª yŠ & ~gÑg ¸

yì Hiìû u (ìÐ D¬] ˜ Âgzì@{] cÁKìÃÅ vì ègº ì&œ

[‡Xcš¯ Õ@»] “Kì 7 ìÔcšw$Ã ƒ ¨ ‡z » Ô í !ìC ªÆ

`ì c ~] ïÃ Åz m vì - x™ìg— ä à¬ vì6, w2 Å ¯ ¸

] | ~] ï ä Åzmvì - g—n Æ ä ™ vÃ ; kìÔðâÛ «

Xìiìâ ÃÅ vì ègº ì&œ

: ì Å `gŠ ê ìzg ~ óóy #ìbzg , ìì ä mvì ì*g S ³ ì) ´

èg –1ì] | yìgzŠÆx ª ~gÑg ¸ | oÊ { _Â †Ó³e ^³e] á] pæ…æ

vì - x™ìg—Âðƒ kCk \ÃÅ vì | Ý¡ Šö] ä³ñxÂ Ù^³³ï³Ê …^³³Ç³ö]

p = ~ :Ã q ìÆg¸ 7 ì Åzm | …^³³Ç³ö] …,³ ‘ o³³ö] g³³aƒ]

‰ V;z {z Ƶ Ôcâ*Û ¬» ä ‹ | oö] †Óe çe] Ðx_þ^Ê h†>^³Ê

[zæ , èz { (ì V;z ¬ ŠÂ | oxu] ð^Ú ,qçÊ …^Ç³ö] …,³ ‘

Ð | ŠzŠÔ Û {Šcƚ Ð ß ì Š ñ | àƒxö] àÚ ˜ ñe]æ ØŠÃ³ö] à³Ú

Ƶ Ôågìz ŠÒp{Šcƚ Ð v gzì C {Šcƚ | Ô ŠÛö] àÚ èvñ]… o³Òƒ]æ

ä \ ‖Â H lâ Ðì ä V r ì | Ý¡ Šö] änxÂ Ù^ïÊ äßÚ h†6Ê

Vz1 Å ‡X¼ ä à¬ vì G !–1ì:câ*Û | ØÒçÛ³ö] Ô x³Û³ö] †³³Ú] á]

Ð kzŠÁì ‡X¼ {z cš*–Ã ¸ Û gñâ6, |]†`þ Ñ† í ñ á] èßrö] …^`þ^e

–1ž @; } Šw ï 1 q ž J : ÃÆg ¸ kž oÚ] Œæ†Ë³Ú] èß³q à³Ú

vž èg–1ž] | XVƒ [ž§ Ð kž ? ^e] ^ h†6jÚ…^ÇÚ]…, ³ '

Åzmvž - vžwÎgc*ñ ƒgž ¦/n²Å ^³ †Óe ç³e] Ù^³³Î †³Ó³e

ä \ ? ì û%tž÷ k0ÆÆà¬vžH! äxÚ] , ßÂ oÚæ äxÚ] Ùç³‰…

a ž Ì Ð kžx £žg v!V;:cÛ Šá gž änxÂ Ù^ïÊ èÚ^ß³Û³Ú] å„³a

Æ h = ä T nÅ] žf kžgzžô ì Ø³–³Ê]æ Ü³Ã³þ Ý¡³ŠÚ]

¿Ñžz pg Ð ?! ì H_ ¬B , ŸÐvÚ^e oß³¾Ã³e p„³Ú]æ

¿ » kž p¤ž;Çƒ : 4žŠ ~ ž¼ Ô –çfÚ èßrÚ] Ø³ì , ³

b§Åwqž ÆŸ ©70 , (~ S) ØÛÂ ä³x³Û³Â á^³Ò ç³Úæ

Xƒ : VY !^nþ ànÃf‰

D4OV k[(äeçi å…ç‰(á^nfÚ] | æ… †nŠËiE

àÚ †ÓßÛ³e ‹ ³nÚ]„³âæ: ì ¹ O Ð ฿ žzg kž ä M O ž) ´

vž èg–1ž ª X 7 Ì ê¼Ð ö ž] gŠ xÅž }gzž!èÛn¿ÃÚ] é … , ïÚ]

(40: ฿ Ú/Â{g Îôy#žbzg ,)X ì h'*¥ O »g ¸ gzž 9 ŠÃcgŠ»Å \ ¬

kŠžÖ # }ÅÅz! žzmvž -x™žg—J yŠ & \ ~ gÑg ¸

õwžziÑ sÑ{zÃ \ ä ; !*Ä Å Åzmvž -x™žg—ô ì g ~

X‰ƒ 1Æ ½ ; zž}] "Åvž ègº ž&œ] |

[Nžã Wó[Nž»&œ] | n Æxsž

ž(» ä Ñxsž ÆÅ \ ¬vž èg&œ–1ž] | !xsžyžgŠž',

ôåcÛ 7y´ ž»] t ä x ? žz>ðÚ} žmu 0g— Ì žô ì §žz Ð

Ô# / ÅÅ \¬v èg º &œ

Ýb l gñ Âñ Wá yZÅ \¬v èg&œ–1] | Z

~ Ÿ Æxs VÔÎ ä YÑe ~]) z $ r Ã \ WÔÑ ä Je

ègº &œ] | ÔŠH»zg Ð VÂŠ „Ã \ Wgz Ô ' ä YÅ~9 › z»g

cåÛ ˆx¯] zˆgz D™H q cgz] Š „ ~ :{ ª zŠ L Å \¬v

Y• Å OÔ , Š ¾ gzc* ÚÃ \ WÔ n ™: “ Š', Ì t gñÔ D™

Æ] ó s §Å S gz1™{Šg» ä hg) (l ä \ WÐ zz Ï Ô ˆƒ

\¬v èg i œÈ¬Ú ¦ حسنین >x] | ÔÑ ä Y á p =Ð {Šg

5Ð \ WÔågŠu »{g‡Fg q êŠ0 ~ 3g Z : CâÛ

:Î ì {zÂÅyÒ , ä \ W? ì {Šg»V ¹ HÄ cgŠgz

Ô ï Š™¾ÃVzgŠ*Â \ W— " :ÀF, (...

D Vú1»Vzgz$Ô D™ ·g , ...

ä W~ {gÅ hgz D™~iây ¶Ô (...

X D™Šæ6‚µñÆV 6 àz ! ...

) (l ÂÃVÍß‰ \ W ¹ n Æ½ : zÃ \ Wä k™Èt

cŠ™y´ ä k™ V) (l gzVƒ êŠyâÃ \ W~ ¾Ô ’ exg ~

+ ~ {gÅ h ~ ˆ p ÔVƒ gŠ) f» « ™Å–1 ~ Ð `W

XcŠhÂ{°z» « ™Å \ Wä êŠ0 ' ä W › z»g

oÊ †Óe oe]…]çq h^³e (èÔ^³Ë³Ó³Ô] h^³³jÒ (p…^³³ í ³fÔ] x³nv³ ‘ E

D2297 V†fÛÞ &…,u (å, ÏÂæ ofßÔ], `Â

»] Ì xÓy HŠcÃ \ WÐ] Ì X ä êŠ 0 !xs y Š ',

- u 0g—ôåÐ g î z] Š¬{À 0ÆE Åz! Wzmv - u 0g—m

Ã \¬v èg" }] | Z ˆ Æi¸ WÆ kzwz4,ä Åz! Wzmv

Æ™{™E»] Ì 4 ÃÅz! zmv - Ý¬zŠg»u ä \ WÂðC ,

xÓt zzÅ ä ƒ s æÐ ; !*Ä gz ~g—~ ª ,g{Çg!ô ¶~Š –

X I ' ag ~ , ÅÅv ègº &œ] | b á

á z ä ™ U : pÆ–1 Â

ðÃä \ W L ;gn ç ¸ å »Å \¬v ègº &œ] |

\ W ì zz ¸ ôD™cåû ' ~ k å É ôÅ: ê ~ ä ™n

–1 gz ÆI¸ WzY ' pÆóó–LLÝ gŠô ì ‰ ƒg Ð R Å–1

Æ n \ Wö g! !*ì ô D ƒ Æ á z p g q Í á z ä ™ U pÆ

á ' ~ ä ™Æð > ôD™Ýq q Í ~ í ôDâû U ~ x»

: ì u 0*g u ~ p Ñ › 9ç OôD™cŠx ! I Ãí g»Cgz DY

ì ¢ zg Ð Å \¬v èg{kC1] | Ùôø

!zmv - v wÎg] | ô¹ ä V r ô oׁ ' - ä] Ùç‰ö

T ì ¿yÃ{z ~ ?:cåû Šá g ä Åz àûø Ü×‰æ än×Â äx³ô]

v èg&œ–1] | ?3g{izg ` W ä Ýçüô

> } m u 0*g—! ~ :H n² ä Å ô ç] Ùôø ^Ûô‘ø

:cåû Šá g ä x ? z Ùôø]

J+Ã{i»`Wä T ì ¿yÃ{z~?

ä Å \¬v èg&œ–1] | ?cŠ

äx?z> } mu0—!~ :Hn²

`Wä T ì ¿yÃ{z~? :cŠá g

v èg&œ–1] | ?cî *3Ã ¨

> } mu0—!~ :Hn² äÅ \¬

! %ä ¾`W~ ?:cŠá g äx?z

\¬v èg&œ–1] | ?Å]ŠÈÅ

v -vwÎg] | Â!~ :Hn² äÅ

T (Ï)t:cŠá g ä Åz!zm

XÇƒ 4Š~ ¾{z N Yƒ ¦~ Ë

†Óe oe] Øñ^—Ê àÚ h^e èe^v ’ö] Øñ^—Ê h^jÒ Ü³x³ŠÚ x³nv³ ‘ E

D6333 V†fÛÞ &,u (Ð, ’ö]

:] z I

: e6,µñ q D™câÛ ay$gŠ " wâC \ ~ }{g

kŠ~] gÔgD kŠ~ yŠ N âÛ ayb§k ~ }{gV5ÑgD

ÔgD kŠ6,gî 6´ §{Å ä ÑŠ (FÃVÍßgzÔgD kŠ6,gî{æ7ÔgD

Âzbæ Å \ ä à¬v ƒw=gŠk ~ ö{Çg!*¿t» \

[illegible]

j œyá iz',

Ãá z ä™n kyšÆ# ªÇƒ{izgš q» nC ~ ⅟₄

Ïƒtyá ÅÅ \¬v èg&œ–1] | gzÇ ñ Ycš Ð {izgš ´

X¨ Ycš Ð {izgšCÃ \ W

: ì u 0*g u ~ £xâ µ

Ð Å \¬v èg{kC1] | ... vl - vwÎg] | Ôcâ ä V r ô ì ... ä ™ ¿ (C:câ Šá g ä Åz!Wzm ... Ï {zô ì {izgš q» ⅟₄ n Æ á z ... gzX Ð N Y ñ š Ð {izgš Æ ¿ ... x**e ô ì {izgš q n ÆVzgŠ{izg ... Ð {izgš Ï (gŠ{izg) {z ì óóycgLL ... èg &œ–1] | ÂXÐ N Y ñ š ... mv - vwÎgc:Hn² ä Å \¬v ... ô ¨ Ycš Ð Vzizgšxóy ðÃH! Åz ... :câ Šá g ä x?z> } m u 0*g— ... 4?–1 } Vƒ ,rg ¢ ~ gz!V; ... Xƒ Ð ~ Víß

D10054 ...

:cåÛ Šá gZ ä x ? Zz> } Zm u 0g—

ci zŠ ƒ C™ l p] !*t Ã ¿ T :ÀF,

X á NŠÃ–1Z{zÂA ŠÃ ¿ ËŠZ i WÐ

&, u (èe^v '] èÊ†ÃÚ h^jÒ(à³v³v³ '] o³x³Â Õ… , ³jŠÛ³]E

D78 " 13 t (ÐWÚP î…^i ! 4378V†fÛÞ

[ZN»y ZZ l Zx Ó n Æ º Z&œ

& ì Y YHwÑ + Z Ì Ð g u kZ» q zZÅ y ZZÆ \

zz vZx™ Z *¦] Ñ» ñ Ññ] | B , Æ (KZ ä ~ŠZ " ¿

–1Z] | ä Åz ! Zzm vZ - g— Dâ \ ÔÅ Zg Ð *ÆZ

:cåÛ Ã&œ

~÷™ á Ð x ? Zmx Š !–1Z } Z h]ç$ oÞ^_Â] äx] á] †Óe^e]^³

» q ZC c Ñ y ZZ6, í Ì ðÃ Ɉ ƒ o] ÝQ$ Ðxì „ßÚ o à³Ú$ à³Ú

!–1Z } Zgz ZÇ ñ à = à¬vZ [ZN ^ Õ^_Â] äx] á]æ (oß‰Ãe á]

»Vzg ZŠ y ZZx Ó # ª@Ð ƒ ~÷ „ßÚ oe àÚ$ àÚ h]ç$ †Ó³e^³e]

XÇA » [ZN èÂ^Š] ÝçÏi á] o] oß‰Ãe

D252 " (4 t (P] , Çe î…^iE

: ì u 0*g u ~ y ZÑZ ™ [ÂÅ xâZ

ä Å à¬vﻝ èg ÿ0 sD] | Ønfu†> à³e Ø³ⁿ^³a à³Â

ä Å à¬vﻝ èg [æ0 / **¦ cåÛ à³e †³Û³³Â Ù^³³³î: Ù^³³î

vﻝ èg &œ–1ﻝ] | ¤ﻝ:cåÛ Šá gﻝ äßÂ ä×ö] o • ... h^_³ í ³ö]

Ð yZﻝÆ } i I ﻝ ÃyZﻝÆ Å à¬ †Óe o³eæ á^³Û³ⁿA á‡æ ç³ö

Å vﻝ èg–1ﻝ] | gz¢ Â ñ YHyiz š ...¢] Ø³aæ á^³³Û³³ⁿ¬³³³e

-Ð N Y‖ ¨ ¸6xÓyﻝ „ Ü`e xq†ö

Ø • ^Ëiæ (äþ^ ' Ïþæ á^Ûⁿ ¦] éP^ⁿ‡ oÊ Ùçïö] h^e(á^Û³ⁿŸ] g ³Ã³YE

D35V†fÛþ &ⁿ ,u(Ü`þ^Ûⁿ_ oÊ á^Ûⁿ ¦] Øaæ

ã!ﻝ Egôﻝ»Å à¬vﻝ ègº ﻝ&œ

] ÑBﻝ ì YÅÅ à¬vﻝ èg º ﻝ&œ] | !xsﻝyﻝgŠﻝ',

] Ý zwﻝj ﻝvŠb§ Ïﻝ„gx l z 7 7 ~ ¿yﻝy b§ T ,

Åz! Wzmvﻝ - Ô Æ kﻝgzﻝ\ ¬vﻝ ä \ W 7wVz nðÃÅ \ W~

g) gŠÂ*™ ¿6,kﻝgzﻝ*ÑO Ð ﻝ;HgÖﻝb§ T »] o î E L ﻝÐ

X Y YcÑ 7 Ì ~ yázëz L ﻝÐ ﻝ

Cﻝ Å vﻝ èg–1ﻝ] | C‖ 7] gz¢ Ì Z n Æxsﻝ

Ï ﻝô à {ZÃ [pÃxs ﻝ Ð zŠCwâgzﻝò ﻝ¤] ﻝf Å \ ‖ô D ™ 7 tâu

A c*à 7 {ZÃÚﻝ ä wâ Æ Ë = :cåÛ Šá gﻝ ä ∀x™ﻝg— n

:H n² ä Å vﻝ èg–1ﻝ] | X ì c*à {ZÃ ä wâ Æ–1ﻝ

X ì y!ﻝ6, \ ‖ Ì yYÅkﻝH„ wâ»–1ﻝ!g—

º &œ] | ~ Dâ Å \¬v èg W tzgÃ] |

ì u 0*ğ u ~ 3 b ô çO Y™ 7 ' ~ n ç ËÐ Åv èg

mv - x™ w Îg] | : Dâ ê zgÅ \¬v èg tzgÃ /] |

wâ°» k0*} ÷‰z k ƒ (t · c â ¬ä ™'œ… ä Åz! W

™ ' Ð Å \¬v èg &œ–1] | ~ ` W Î W Î ~ å

–1] | gz H 7 ~ ª ,g{Çg! wâ JŠ WC ä ~ Ð {Š g k óƒ Y

cš™ 7 ~ ~t{Çg!*ƒ {zå¼ k0*L ä Å \¬v èg &œ

n ÆVß z y ! / } c â Šá g ä Åz! W mv - u 0ğ—çO

v - u 0ğ—Q Vƒ c h g wâ JŠ W:H n² ä ~ Â?ƒ ñ h g H

y L \ W:c â Šá g Ð Å \¬v èg &œ–1] | ä Åz! zm

:H n² ä Å \¬v èg º &œ] | Â?ƒ ñ h g H n ÆVß z

ÃÅz! W mv - wÎgÆ k gz \¬v n Æy ~

~ : Dâ Å \¬v èg W tzgÃ] | Vƒ c h g

X Y| (, 7Ð W~ q ËÐ y ~ ! nÅ }. Î ì],

(†ÛÂæ †Óe oe] gÎ^ßÚ oÊ h^e (gÎ^ßÛ] h^jÒ (p„Ú†j] ÄÚ^³qE

oÊ è ' ì †] oÊ h^e (éçÒˆ] h^jÒ (Pæ]P oe] àß³‰ (4038 V†fÛÞ &,u

(éçÒˆ] h^jÒ(àvv '] o×Â Õ…,jŠÛ³]1680 V†fÛÞ &,u ý Ôƒ

Ð1457 V†fÛÞ &,u

»] o îE. L sÜ: ä Å \¬v èg º &œ] |

» ª zŠzwâ ~ y cŠ™y ´ ľ»] !*kľgzľcŠx tÃ# ľÉ ôHgÖľ
ôãľôzw ¸ NŠ ~gøô y!gŠÆwÎgg!gŠ ëô 7] !*ðÃÂ ñ Yƒ
I âzŠgpY â ľc*ƒ ª zŠzwâ ~EŠô ì 6,~iľâx™gzľ ¢ ÁÃÅľ}. Ô
ì MÐ Å@Š Ï ľ¼ ƒ

' wÎg»ľ}. ì n Æ&œ ' wYÃ ' ì rľI Ãä ľz6,
\ Wwâľg , Hn²Ð x?ľz> } ľmu 0g—ä \ Wç O
ÃÅz!ľzmvľ - Ô Æ kľgzľ \¬vľ ~ ygzľ ì ¢q ~ # }.Å
] o tÅ \ W ä Å \¬vľ èg Wľ tzgÃ] | Z ôVƒ cW™hg
X Y| (, 7ÐWÐ \ W~ n ç Ë ~ cå² Â@Š
gzľ ì g D ™{™E»VE!Œz] z I Å \ xľ™ î ô6, ~ i I Û
Kľ6,gôľ îĘ. Æ \ y xgŠÆ À5Šp ä = °ľ [g6, , ', I ²
Xcå y ´ ľ»~ŠÛp

: ì gÃè ¢ ľzgÐ ¿vľ èg / 0 vľ †] | ~ ?Œ , ç O

k ßÒ Ù^³³Î †³Û³Â à³e] à³Âæ
änxÂ äx0] ox³ ' o³fß³0] , ³ß³Â
änxÂæ †Óe çeœ å , ßÂæ Üx‰æ
å… , ' oÊ^`xxì ,Î é³ ð^³fÂ
: Ù^ÏÊ Øm†fq Ù^ßÊ Ù¡ íe

Å vľ èg ° ľ&œ**¦] |
ay ~ ľ}. {ľg q Ozwâľg , Cľ ä
™ X Yë q ľ ˆ Æ ä™
ÅV- o ~ T ñ ƒ {Çg!*¢q
],¤œ Ï ľô ¸ ñ ƒ Ñ Œ» (
™ á ~0zľ}.x } ľ s ƒ {g‡
:Hn²gzľ ñ ƒ ¢q

äŋ×Â †Óe ^œ p...œ oö ^Ú! ä×ö] ofþ ^m
Ù¡ íe å..., ' oÊ ^`××ì ,Îé³ ð^³fÂ
ØfÎ ä³ö^Ú o×³Â Ð³Ë³þœ ,³Î: '' Ù^Ï³Ê
Ô ö ÙçÏm ä×³ö] á¬³Ê: Ù^Î'' xjËö]
äö ØÎæ Ý¡ Šö] †Óe oœ o³×³Â œ†³Î]
Ýœ]„³a Õ†³Ï³Ê o³³Ê k³³þœ š]...œ
ä×ö] o× ' Ùç³‰... Ù^³Ï³Ê[¼³ì ^³‰
^Â ä×ö] áA †Óe ^œ ^m: '' Ü×‰æ äŋ×Â
ÙçÏmæ Ý¡ Šö] Ô n×Â œ†³Ï³m Ø³qæ
Ýœ]„³a Õ†³Ï³Ê o³³Ê k³³þœ š]...œ
¼í ‰œœ: †Óe çœ Ù^ÏÊ ['' ¼ì ^‰
! š]†ö oe... àÂ oþA [o³e... o³×³Â''
oe... àÂ o³þA! š]†ö oe... àÂ o³þA
Ô ö ÙçÏm ä×ö] á¬Ê: '' Ù^Î! š]†ö
oßÂ kþœ ^ÛÒ Ô ß³Â k³n • ... ,³Î
Øm†fq Ù^ÏÊ †Óe çœ oÓ³fÊ'' š]...
^m Ô ‰Ã³e p„³ö]æ: Ý¡ Šö] ä³n×³Â
è×Ûu k×× íi ,Ïö(Ðvö^e ,Û³v³Ú
Ô fu^ ' Ø× íi „ßÚ ofÃö^e †Ãö]
-é ð^fÃö^e]„a

à¬vž! Åzmvž - vžwÎgc*
yž \ Ô ì @åÛ xsÃºž&œ
ª qÅLkž{z ,™Ä cgŠ Ð
èžg Ð [g Lž ~
Åz!Wzmvž - x™žg—? 7
Â cåÛ Ð &œ] | Ƶ ä
Ñ ì gzž } 7zgg (ž '' \
Yƒ ù nžg**Ð [g Lž ~
èžgÐ [g Lž ~ — '' ?Vƒ
èžgÐ [g Lž ~ — '' ôVƒ
èžgÐ [g Lž ~ — '' ôVƒ
X(ì g DžCŠg!*&Ãkž)Vƒ
! g— : H n² ä s ƒ] |
Ð yž ~ ; ì @åÛ à¬vž G
Ð í {zb§ T Vƒ [ƒ èžg
xÓ(Ð ¬Ævžgzž)X ì èžg
ñ ƒ ê k] „z Ì I² q
X z ä &œÆ \

D10 †fÛþ km[(,m, vö] é...ç‰(of›†Î †nŠËiE

\ Wys!ôÑ ä ÑŠ k ˆ »æWÅ Åz! Wzmv - u 0g—Ã \ Wx™
}!ä ô ` ƒâû p = Åzmv - Yn©Ñxâ ¬ŠÂñ ƒzá
Ã \ W ä Åz! Wzmv - u 0g—ô‰ƒ ïá ~ Ggz X ú Ð
ä Åz! Wzmv - Yn©ÑxâQô‰ø? ú \ W p !câû Ì ¬»ö# â
:câû Šá g ä Åz! Wzmv - u 0g—ˆ Æ ä ƒ åiúôðâû ö# â
K »Š z!Æ ¶Š¬} ÷!–1 } áû Ô
] | Â?»zg ä q ¾Ð g ì ‡ (ç
ÅWÆ†B1:H n² ä Å v èg–1
Åz! Wzmv - v w Îg] | wWH oˣ ‘ ä
X n ™Ši úÐ WÆ !Üˣ‰æ änˣÂ äˣö]
(Œ^ßö] Ý©nö Øì P àÚ h ^³e (á]ƒŸ] h^³jÒ (p...^³ í ³fö] x³nv³ ‘ E
D684 V†fÛÞ &m, u
cÑw ì » }) sÜ: ~ iú ä Å v èg º &œ!] |
ø? ú ôcÑO [ŠôHgh Š» Åzmv - *™ Ô ~ iú ª q Ð É
xâ H: gÍ ä [Š } ÷ô ¶ 7gz¼] !* H n²6, { 7gzô‰
Æ \ W ä Åz! Wzmv - = r î*g „ : ôV j | 7,iúÐ WÆ Yn©Ñ
º &œ] | cí H I *Ã] o îE. kÆ \ W: gzðâû ,6, ¿k
gz] o w¾ ~ VÂŠ „ cŠx t Ãö# 6,gî i ä Å à¬v èg
X ì ?ŠÅ ¿q J„ ´g ïá Ã[Š K

› : AÌzÐ Åzmvl -x™lÑ] | »Åvl ègº l&œ] |
WlCl ~ } i {g»**Ë 7 Õ@{z Gz › !xs l Èlg Šl',
–1l] | ô ì @ƒwŠ s ™z u 0*y k» T ì C Wl Y 6 {zÂt ô ñ 3Š
z{lp Í ô I l*™ô Î (ô ´ âÆ ©z Dø p ÑÅvl èg&œ
åwqt» Õ lzz › Å \ Ð Åz! zmvl -x™lg—X ¸ ¿g ˆ
xgág ² l{nô ˆƒ~g¤ Õ HÂih" ÚlÃ \ ä l I lû% q l
Ƶ ˆ Æ ú lC yY , lôå@ƒ : x ¥ tû y xgŠÆ u*gzlwÇ lƒ
vl -x™lw Îg †] Üt Ð ug I y!ł¬ Ð ƒ Âlƒ ' ÃlÃ \
7 n Æ ä 3¼ ä VßlzyXg á k0*Æ \ = ? ù Åzm
‡ Ð V \ Kl Ɉ Ƶ ÇV ƒ 3 7 Ɉ‰z kl ~ :c*âû ä \ ÂH
Å Åz! zmvl -g—\ } g –Æ{] â{–lzXVßNŠ: {n ug I »
n² Â ñ ƒ wâÑâ Ð glâl6,glhŠ Æ \ Ƶ ô ñ ƒ ¢q ~ ô# }
X ì °» ¸ ' Â ô# s \ !‡ :H
» T ó„gÅw¾zgŠ kl › Ð Åzmvl -] Ñ»ègzuÃ \ W
P Ð ÏΘiwlj lÆ \ Wô ì MÐ] ulz q l FÆ ÏΘi Å \ W] o
: Câû é) Æ vl èg–1lM Y l] | X „gYÅ™fVŒ B V
K ˆ Æ l ì Åzmvl - *™Ñg— [illegible]
&œ–1l] | Â ñ Ñ p = ~ xlw [illegible]
D™ÐWÐWÃx H–lz L lÅvl èg [illegible]

[illegible]

„ ë Ð à¬vl: ¹ ä x™/ ôxÓÂ Ÿ^³ßx³Ò V Ü³`x³Ò]ç³^³³Ï³Ê

X Y™ 7 lglÍÃ] !kl ðÃ~ ë! T e äx] †ËÇjŠÞ ^ßŠËÞ] g n_i

: Dâ yÒÅvl èg Wl_ ¨] |

gzlHt · l6, Ä ÜÅ \ W Ì ä x™/ ô~g » lB , Æ + ` '

Åvl ègÛi] | gzlÅvl èg Z] | ~ XôÅ ³ ä V ð Ê

X „ zu

vl ègº l&œ] | ì ðW Ì] !t ~] czgg ± lÞ. ‡gzl

Ð ylgzl Ñ ä ™] ‡5 Ð VÍß Ú J yŠ & ˆ Æ h ³ Å

Ð ³ {zÂƒ ^z»g ðÃ~ kl¤l? ì à™ ³ ä ?H!Íß ë

Z**¦] Ñ» ñ Ññ] | ¬ Ð ƒ ~ x™/ ô Âô! ñ Yƒ gŠ SŠ

: ì ê lzg 6 ôÑ ì õ zvlx™ y%

**¦] | ¬ Ð ƒ ~ VÍßÂ oÊ äßÂ äx] o • … oxÂ ÝçÏnÊ

:Ñ ä âû ™ƒ âû xª õ zvlx™ Z Ÿ V Ùç³Ï³ Œ^³³ß³³] Ø³³ñ]æ]

L :gzl Ð , hÂ ³ Å \ Wë:]÷e] Ô xnÏjŠÞ Ÿæ Ô xnÏÞ

\ WyÃôÐ , ™c _»~gŠ', „ Š ox ' ä³x³] Ùç³‰… Ô Ú ,³Î

-vlwÎg] | ² ì Y™ ú Ã à³Û³Ê Ü³x³‰æ ä³³nx³Â ä³³x³]

X ì Hx l Ã\ Wä Åzmvl !Õ†ì©

zzvlx™ y% Z] | ä YlÈl 0 vl†] | ˆ Æ 1 Bk

¼ ä x ? lz> } lm u 0g—Ã\ WH 0 Ð ÄÜ HÄ cgŠ Ð

:cå Šá gľ ä \ WÂÔåcå

]ƒ^Ê ^þ†Ú] oÊ ^þ †³¿³þ ðƒgDW] !*tÔH„zg¨~ n çÆ Ä Ü ä ë

Ý¡‰Ÿ], –Â éç×’Ö] {zÆÖ# âľÅ T)Ô ì y2ëľ »xsľiú

^³þ^³nþ, ³Ö ^³³ß³n • †³³Ê -wÎg } g\ Æ kľgzľà¬vľc*(} j ľg ,

ä³³x³Ö] o³³ • …^³³³Û³³e ~q ŸgKľÐ yľ ~ n çÆ+Š ä Åzmvľ

^ßnÖçÊ ^ßß, Ö äÖç³‰…æ n Æ] 5ç ~EŠ ä ë ľå*Ôcå gÖľ »

! †Óe^e] †ÚŸ] XcŠ™Š 4ÆyľnÇ » Ä Ügzľ1™wJ 7ľ

D356 ” (Ðvö],a]çY ÄÚèÃ, fö] gnÖ^‰Ÿ]E

ug I w™z

{ 6, Ä Ü µ {â] , w , zŠÅ vľ ègº ľ&œ*¦ !] ľ |

‰X ì gâÛ

(& » ľ–1ľÔY ·ÔE ľõg@)

22 y xgŠÆY (z [f ~ {gëÜæà ug I w™z» \

X ¶w , j F,p Ñ/Å \ ‰z kÔľƒ ~ | 13~yÑľ~Š)

g»ugzľ*Ñ6, ª ,gg!gŠÃ{i »Æ \ W ¶ðâÛ ¤ z ä \ W

~ ug IY£zgÆ \ WÂA –Ô*™ Ô] iYľÐ Åzmvľ -Ý¬zŠ

XbŠ™®Š ~ p Ñü G:gzÔ*™®Š

ÔŠIcY á ~ ~tg!gŠ™ ǍÃ \ . _Æ ¤ zÅ \ WçO

: ì ~ ~iľg , 6

h^e o ä i‡^ßq kxÛu ^Û äÞœ »Å \¬vl ègº l &œ] | Ƶ

Üx‰æ änxÂ äx] ox ' of] †fÎ ug I ïvÆ Åzmvl -x™lg—{i »

^³³ Ô nx³Â Ý¡ ³Š] pQç³³Þæ wÎgc*h x ? l: ŠH n²™Äg k0*Æ

h^f ^e †Óe çee]„a äx] Ùç‰… ¢q6,kŠlgŠ–1lt! Åzmvl -vl

]ƒAæ x³jË³Þ] ,³Î h^³³f]]ƒ¬³³Ê gzl ŠH Á{ilzgŠŠ I Šp Ù ŠH Â

]çxì Q] †fi] àÚ Ì j`m Ì i^³`e Ô Ã Ô ~Šð ‹ ilz t Ð Ôl£zg

á^³Ê(gnfv³] o³ A g³nfv³] Ô L l Ô — " ! ƒ á k0*Æ

!Ñ^j6Ú gnfv] o] gnfv] X ì t " »Y Ð

D9V†fÛÞ km[(Ì `Ó] é…ç‰(p‡]… †nŠËi(p…çµ^WnÞ †nŠËi(†nfÒ †nŠËiE

vl -vlwÎg] | gÐlÆ ug I ÒvÃ \ ä + ¢q™ Í t

Ï lÔ ì gg¸gc*Æ Åzmvl -x™lÑ \ W‰XH®Š ~ U Æ Åzm

Xlƒ Ý qsÑ» ä ƒglk'gcÃ \ Wb§

= ÂÅ ä ClÃ' ™wqlgzl t åÐ ï ¢Ã§ Ƶ …à¬vl

! ñ ¯¤p» $ âlz‰lœ Ì …Ð • 'Å j œ‰lœgzl ñ âÛ «

[illegible]

[illegible]

[illegible]

❁❁❁❁❁

[illegible]

+Š ì ˆÅøiuÅVÍßyl ~ g I ฿Wkl!xs lylgŠl',

ß¢ ì Ðxs l?¤l ˆÅÒ Åylb§klgzlô‰ƒ Ð‰gzl‰QÐ

:t ?ô 7]gz¢~g vÃ+Š!ÅgŠcÂzŠw ïÐ yŠ¤KlÛ»òÝÅklgzl

(lô 7ôÇ ñ Y$:gzôÇ ì g ¹!*xs lÐ gy › }g v '

Åylôç ñ âûCªÃVzÈmº L l n ÆÒ ~g và¬vlÉ! 7 ¦C

ô f ƒ^Ã6,Å‰—gzlÐVƒ ´ âÆyá Zl t {zô 4ƒH] Ì

[8Æ \¬vl{z Çƒ t x £ »yl(1): ŠH yÒb§ klÃ kl

pg › {Šcŧ ¹ Ð \¬ h{z ì t Ú ~uzŠ(2)ô

~ l}{lg(5)ôÐ g ¨ ¸6l}y =Š(4)ô f ƒy!$6 ñ(3)ô

ì‡b§kl6, h (6)gzlô D™¨ £ Ð xs ly =Šgzly - ô Ñ

XD™ 7 spÐ # 5Åá lz ä ™# 5Ë Ð g

kl1 ïá V i yZÑl ï»xÓ p¤l Æ` ™฿W{gÃè

kl]Ñ¾gzl s ™zlÆ , {h¦/', T çOô ì m{wz4, L: »฿W

vl ègg&œ–1l**¦ ô·l÷l] | {z ‰G yÒ~ u0*฿W

(86m1`ôvl¶gvlàz{á ôY lii l)X ì • ',!*] lfÅÅ

T àlz ä ™! ÃuÅVßlz äQÐ +Š~ ` ™฿Wkl èY

Åvl ègg&œ–1l**¦] | gÑ ,z÷lÆ kl ˆ~Š]g tKÅ ®)

ä evl ègxl™Y/ ô6,q 'z (FÅ„ \W~ Ä ÜgzŠÆ \Wô

Å® ¤Åwzl î 7 lgzlÅ~g» n Æ¨ £ Ð ›Ãi èGâgzlVzÐ%

Xðƒ Ýq! x»zb#Ð • ',

~8Šz ® ½ÅÅvl ègº l&œ

ðÃ Ƶ ~ Þzg!*Ç Æ Åz!lzmvl - ÆÔl ¦ x™lg—

!lzmvl - Ý¬zŠg»u ÂD ƒ , zy . 6,{gëÜæy „ lgzlCW ¤

èg&œ–1l] | ~ ~zcgzl † O Ï lôD âû Ø{» ¤ kl Åz

Ë@ôD™lzlæ» §ÆVÍßÐ w ÅgÇŠæzylôÆx¸ôÅ \¬vl

]) gzlôD âû !lil» ¤ àlz ä W6,x ¸gzl DYƒg» n Æ¨ £

\ Wx™/ô p DYƒ h #%ɑ',n Æ ä ÑŠ] 7lÐ g=Æ

gzl ñ Yƒ úzgXŠqglÍ lp*ðÃ @D™ 7 lglÍÃ Ø ib§ klÅ

D™n²tx™îLô™NŠÃ~8Šz ® ½Dg 7 z ã—klÅ \ W

ñ lgWÞzgôŠ !Š z» \ W< :xzøÃëÐ] lfÅ \ W!مثین ð·l÷l } l

Ð ¿vl èg/0lvl†] | çOôbg 7 ¹!xÂ»xslÂƒ:*Šx),

:ì é lzg

&œ–1l] | (Ƶ 0 Ð ›2i èGâ) pçj‰]æ †Óeç³e]‡†³e^³³Û³ö

Âô ñ ƒglÎ6,~glÎ K™Ñ p =C!*Åvl èg àe oxÂ „ ì] äjx³u]… o³x³Â

} l: ¹™xå] Å~glÎ ä Åvl ègZ**¦ Ù^Îæ ^`Ú^Ú^³e g³ö^³› o³e]

á p =V¹ \ W!Åzmvl - wÎg î äxö] Ùç‰… èËnxì ^m àm] oö]

mvl - x™lg—yŠÆulïzç? ì gY Ô ö Ù^³³Î^³³Ú Ô ö Ùç³³Î]

ôVƒ@™n² „z Ì ~ câû Ð \ Wä Åz änxÂ äxö] ox ' äx³ö] Ùç³‰…

ô k Äg ~ y xglŒKl Ô Ën‰ Ü> ‚u] Ýçm Üx‰æ

ÆÅvŀ èg &œ–1ŀ] | yŠ T †Óeçe] Äçe ^³³Û³ Ù^³³Î

Lŀ \W ð Â ˆ Å ³ 6, ug I „ Š å, ³Â^³‰ o³x³³Âæ x³³f ']

p = s §Ågŀi!*ñ Vŀî Ḫ »VzÀ6zi!* o³] g³â]ƒç³³aæ Q]†³³e]

¹:¹ ä Å \¬vŀ èg /] | X‰ n à] †Û³Â Ù^³³Ï³Ê Ñç³Š]

gŀi!tšâÛ ä \W? ì gYá p =V Ù^Î ÑçŠ] o] Ù^Î ,†i

>ŀ÷ŀ \W¹ ä /] | s §Å †Ú] k æ ,Îæ]ƒ^Ú Äß ' i

Âì (ŀ¤ŀcšâÛ ä \W 8 ™H~gŀi!* à] àÛÊ Ù^Î àÛ×ŠÛ]

] | ?óƒ î Ð V ¹ÃwÈz I ŀ L ŀ ~ Ðx_Þ] Ù^ÏÊ o^nÂ Ü³Ã³›]

\W{D1ŀ] | á á p = ¹ ä / é,³nfÂç³e] Ô š †Ë³

] ŀ | VâzŠQ 8 ™gH n z n Æ é,nfÂ oe] o] ^Ï³x³_³Þ^³Ê

‰ á p = k*Æ Å vŀ èg {D1ŀ I ç³Î Ô š †³Ê] Ù^³³Î

! ô` ' qŀ n Æ \W~ ¹ ä V rŀÂ à†³q^³³ãÛ³] à³Ú Ø³q…

: Vƒ @™gH n zgŀ I Åŀ½ÅyŠ qŀÆ Ÿæ Ü³`x³—³Ê^³³e ‹ ³³³³n

k] » â¤zâu Ìñgzŀ Á: gzŀ{ŠcŧÐ kŀ ð^j6] éçŠÒæ Ü³`ŠÒæ]

Ãkŀ \W Âƒ Ù {ŠcŧK]{z Ƶ Ì k³Ï³x³³ì]]ƒ] Ì n ' ³³]æ

N âÛ Ýqŀuzš (Åkŀgzŀ , Š™ : ŀz å†nÆ I „ì]æ äiQQ…^òn>

: ŀizg n Æ \Wä] ŀ | Vâzš yŀÂ Ì ' Þ Ýç ØÒ ä ^ • †³Ë³Ê

XcŠ™x Èŀ»~—ŠW !é^>

DäjÊ ¡ ì àÚ ÄÎæ^ÛnÊ Ø ' Ê78 " (ð^Ëx í] î…^iE

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

[illegible]

gzŠ¯ » j œÄ Ü

]æ ¿ Å ÄÜK ä Åv èg &œ–1**¦ !] |

qÔQ 7wVÅkÔ ñŠx ó *g» x ~óó¹] ,w,zŠLL

~uzŠ Â ¸ ì gY ñ Î sw6,xs 2 ¸gz ¸ ì gVu s§

ÃXÔ ¸ ì gW7 b) h] , gz_Šj 6 t ,Æxs I $ Y

&œ–1] |Ôå M 7 ôÜ¬ðÃ~ ≤z [Â n Æ ä ™ i

{ í f» X c*Û i ~ Ýzg Å ` ™ g Šq + Ã b) y ä Å v èg

I Ý & W{zÆxs Ä Ü ä \ W b§ k Xå k0*Æ \ W sÜ

» ´ Šö# Ózò s Ä Ü n Æ J ö# ªxª6,Š CÅ XÔ } hg

XŠH y ° yá à¬

0 Ð @Ð ˆ Æ kŠw™zÆ Åz! zmv - x™g—

ß Á ¸ E ™Å \¬v èg &œ–1**¦ Ô N ƒ Z YgWÅx™/ ô

Rzg»y ì @ƒ (T w™z»x™Y C cŠâÛ ê tgz ñ Ñ p =™0

X ì C ƒ („z{Çx gWgz kŠ

: ì ¢ zgÐ v èg i œÈ¬Ú ¦ منین ö- x 6

c*V ¹{gëRzg Y7 ä x™î E ô o' ‘ ofßö] àÊ, à³]]ç³ö^³Î

»] !*k k0*Æ ËÐ ~ ëÔ ñ Y ^þ, qæ ^ÛÊ Üx‰æ änx³Â ä³x³ö]

&œ–1] | Q Ô å 7 DðÃ ^³ÛxÂ Ô öƒ à³Ú ,³u], ³ß³Â

:c*Û ä Å \¬v èg †Óeçe] Ù^ïÊ

oˣ ʻ ä³x³ö] Ùç³‰… l ÄÛ³‰ Ã Åžmvž - x™ž Ñg—ä ~
àÚ^Ú ÙçÏ Üx‰æ änx³Â ä³x³ö] »yžƒw™ž Ì »Ñ T : ‹ D âÛ
k³vi àÊQ Ÿ] ˜ ³fÏ³ o³³fþ Xžƒw™ž»yžV ˜ Št˜ ž£žg
! änÊ l ^Ú p„ö] äÃ r–Ú

éçfßö] ØñŸP ! äjÊ ¡ ì àÚ ÄÎæ ^ÛnÊ Ø³ ’ ³Ê73 ” (ð^Ëx í ö] î… ^³iE

D3234 V†fÛþ &, u (äxö] Ùç‰… š †Ú h]çe] Å^Ûq (oÏ` nfxö

&œ–1ž] | žƒx ¥ Ð f Ñ ğ Šqž{gÃè!xs žyžgŠž',

½žŠB , „B , gzžH [!‡ »VKYg{ ~ Ä Ügzš ä Å \ ¬vž èg

»~txE \ WèYÔcš™ žQÆ™ [ž§ Ð 1ÅD L žÃ ñ žg s %ž

:cãÛ ä x´ žY fÆõg@®n Ï žÔ * u

vž èg&œ–1ž] | ì Cª Ð § žz{gÃè ^ãe Q†Ë³i èß³‰ å„ ³aæ

! ô ðÃ ~ T …Y ğ Šqž {z Å \ ¬ à³ne à³Ú Ð³³ , ³³ ’ ³³ö]

CÆb§kžgzž 7 q Ñg » žcVƒ ` ' ì e …^ ’ þŸ]æ à†q^ãÛ³ö]

X1¯U%CžÃ„ \ Wä xž™/ ô ~ n ç !^`nÊ änö]]çÃq…æ

D äjÊ ¡ ì àÚ ÄÎæ ^ÛnÊ Ø ’ Ê73 ” (ð^Ëx í ö] î… ^iE

=gf»xs ž ÎG¾Û j œÄ Ü

»]gq ì Cƒo ¢ Î Šã »… Yb§ h žë!] ž |

{°z» pg ¹!*å Ã+Š kž ä \ ¬ hÔ ì Cƒ „ +z Ì é zxª

L žgzž L žÃŠ ãÅ j œÄ Ügzžcãۍ L u " ÃVzŠ ãÅ kžgzžcãÛ

ZĿÐ ƒ ˆ Æ] tèY cå ì ‡ . _ÆAÆ Åzmvŀ - Ô

aŀÐ ƒ ˆ Æx?ŀ : xŀ™Yr©ŀgzŀô ì] twßŀ', Ä Üû%

û%ZŀÐ ƒ] t ˆŀå ì]ŀfÅÅ \¬vŀ èg&œ–1ŀ] |

XŠH [Nŀ»]ŀf ZŀÐ ƒ Yr©ŀiŀˆ n Æ

+Šgzŀ Ä Ü Azŀô Ä ÜÅÅ \¬vŀ èg &œ–1ŀ] |

g»g 2Šgzŀ ñ ¯wßŀ Æ Ä Ü ä \ Wô „g ì ‡6,Š ©ŀ k , ŀÅxsŀ

ÂCƒ: Azŀô Ä ÜÅ \ Wô ì gŀæzgŀŠ» ® á ŀÅxsŀ+Š6, ï ŀôcåÛ

\¬vŀ èg{kC1ŀ] | 6 CYƒà{ } i ñ zgÐ]Š „Å\¬ h

: DâÛ Å

! 7Š q ðÃŀÎ Æ T nÅ]ŀf kŀ Ÿç0çaŸ] ä³0] Ÿ p„³0]æ

ñ ¯: Ñ¤ŀÅvŀ èg&œ–1ŀ] | Ì×íj‰] †³³Ó³e^³³e] á]

Å: Ð yá kŀ]Š „Å\¬vŀÂDY ènÞ^%0] Ù^Î Ü$ ä×0], fÂ^³Ú

X¹û%&Ã] Üyŀ ä \ WôCY !è%0^%0] Ù^Î Ü$

oÊ (Ù^ÛÃ0]˜³ß³Ò !27940 V†fÛÞ &㎜,u (†Óe oe] ,ßŠÚ (&³㎜P^³uŸ] Ä³Ú^³qE

D äjÊ ¡ ì àÚ ÄÎæ ^ÛnÊ Ø ' Ê74 " (ð^Ë×í0] Î㎜…^i! 14066 V†fÛÞ &㎜,u (ð^Ë×í0] èÊ ¡ ì

! ÃuÅVKgzŀ j œÇ

F„ Dƒizû ŀÞzg6, Ä Ü µ ÆÅvŀ èg&œ–1ŀ**¦

(1) ñ W½ŀ B, Æ] ¸ ~(, & ~ yŀô ` ŀ u¿

X] tyÈæ X(3)›2i èGâ X(2)ŠŀDgŀ

Å kl xs lÝ¬xÓÂCYðu :‰z',v WÅVKyl¤l

kl*™ »gzi »ylgzlØ{»Vzglhű L ÑÆ] t6,gîm{ô@YW~

y ˆ l x6,Ý¬y**› ä Åvl èg&œ–1l**¦ ôå~gz¢ ؋ .‰z

gH f lY¯n Æ!Ãu Åylgzl Ø{ÆVzglhű L Ñyl câû

Ð c câû Ø%6´lgzlcâû :lzg s §ÅV¸´ Z 7lgzl ñ âû

:gz! ì Ç ÂN YW6, „ lg{lg{z ñ Ycš‹tÃVzÐ%gzlV2!*¬

z¼»klåcâû ¬»ä ‹™|7,6´l ä \ Wô ñ YH¨ £Ð yl

!N âû ®

vl ˆ Æ ä ™wJxs l vß ~? Äq… àÚ Åçq… o³ß³Ç³x³e ,³Îæ

Ã ª ˜ ô ñ ƒ D™ ؋ û Ð \¬ †Î]á] ,Ãe ä³³ß³mQ à³Â Ü³Ó³ß³Ú

+Š ~ ~zc Åy - ô ñ ƒ DCl]…]†³jÆ] ä³e ØÛ³Âæ Ý¡ ³‰Ÿ^³³e

_ V¸Å%l kl = ô‰QÐ h èe^³q]æ å†Ú^³e èx`qæ ä³³x³ö^³³e

É @gzlg »lz + ` ' ä ~ ô ì k‰Ãe oþ]æ ý ý á^³_³n6x³ö

5Ã V#B,ÆHÆy ˆ l~f àÚ { ³³nq o³³Ê^³³þ¡ ³Ê Ü³Ó³nö]

xs l J Ƶ ì cš¬t 7lgzl ì …^³³ ' ³þ Ÿ]æ à³m†³³q^³³³`Û³³ö]

:gzl } ± Ð Ë:ô } Š:] űÅ á] äi†Ú]æ á^Šu^e à³nÃ³e^³jö]æ

] ű Åœ‡} ÷ ô } ™ŒÃË oju ä³xjÏ³mæ],³u] Ø³i^³³Ï³mŸ

Ð ´Š " ô } ™glŒlgzl ¾ 6, àÛÊ ä³³x³ö] ènÂ]Q o³ö] åç³Â,³m

ñ YWi!* Ì Òæ†Î]æ äö h^rj‰]

wJÃ ¿zw ¸Æ kl{zÂ} ™ ¿ (gzl äÞ^Â] äßÚ ØfÎ ^v³Ö^³ ' Ø³Û³Âæ

kl } ™g ï l gzl } ™ŠæÅ klô } ™ äxi^ïm á] I †Ú] oe] àÚæ ä³nx³Â

X } ™¨ £Ð zzÅ ä ƒ +Š " Ð !Ô Öƒ oxÂ

D481 " 2 t (p†f_Ö] î…^iE

! ÃuÅ >2i èGâ

èg &œ–1l**¦ Á lƒ ô·l÷ lôYm©il ˆ ² l a l

ô ^Ã6,w 2Åöl s pgzlôò¾D™| (,Ð ƒ Å \¬vl

Å \¬vl èg~g}. G1l] | : ì ~ p Ñ~gg 9 6

!^Øæ]†fÎ D âÛ

X ¸ á lz + Y{Šc‡Ð ƒ ~ ëÅvl èg–1l] |VÀF,

D466 V†fÛÞ &m,u (†ÛÛÖ] æèì ç í Ö] h^e (p…^ í fÖ] xnv ' E

: âi I lô ì ÜhNwVÅ \ W~ +–l °Ö# / Sgzlw 4 l

»x lÆ klÐ m!*„ lÛ Kl \ W í : JMÅn ç T +Ü çz

P ˆ Æ kŠlw™zÆ Åz! lzmvl - x™lg—ç Oô ¢ âÛ {@x

È # c Šl–lÆ kllg¯ä \ WÂHg ï l Ð ¶ Š>2i ä bD

wÒl ° ÃVßlz ä ™g ï l Ð ¶ Š>2i H n² ä xl™/ ô ‰ô à |0!*

X ÍÝ{z ² ì Yƒ^,Yb§¾*™¨ £Ð ylgzl ñ YcŠhg

:câÛ ä Å \¬vl èg° l&œ] |

ÅV í ' ÃÔ~gz6,Y!¾~ wqŻÆÅvŻ èg&œ–1Ż] | Ì z tœ
{Š `zwq$-\ WÔ ì @Yc0*Km{»{) z] ŠÈÅV يضو%Ô~i , {ge
Šæ~gø å@f : x ¥ÃVÍßyŻŠpÔ D âÛ] ¾6g î {æ7 ÅVâ K
vŻ ¶g~g F Ô™1Ż] | 6 سنین >Ż ÷ Żò Ż¤] Żft àŻz ä ™
V ì ¢ Żzg Ð

ÒŻÅ \¬vŻ èg [æ 0 /] | o•… h^_íÖ] àe †ÛÂ á]
yÂ{ Œ** Ż ضعیف q Ż%oz Æ] Żg á ^³³³Ò ä³³³³ß³³Â ä³³³³x³³Ö]
Æ{gëÜæ D Y á p = k0*Æ é†³nfÒ]‡ç³ r³Â , ³a^³³Ã³j
ã0*n Æ yŻgzŻÔ ‰Sg ~] Ã p o³>]ç³u o³Ê ð^³³³nÛ³³Â
kŻÔ ï Šx Żx»vŠÆyŻgzŻ ¸ D½ Ø³nx³Ö] à³Ú èß³³ , ³³Û³³Ö]
V;z Ð {ŠŻgŻ kŻ Ì Ƶ Żf t ^ Æ ÝçÏæ ^³³`Ö o³³Ï³ŠjŠnÊ
yŻ™ V ¬ Ð yŻðÃ Ù ŠÂD Y ^a ð^q]f] á^Òæ ^a†³Ú^³e
¼h*' {zQÔ ` } Šx ŻÃVñ» ^`nÖ] äÏf‰ , Î å†³nÆ , ³qæ
/] | ï Šx Ż ÃVñ»yŻÂCâÛ ð^rÊ I Q]…]^Ú x³x³ ' ^³Ê
¬ Ð yŻ1N W¬ Å ÒÃg!*F ä ÐfŠ ¡Ê é³†³Ú†³nÆ ^³³a
Ô ‰ – ™} Šx Żx»ðÃ„ ^`nÖ]
yÃ B Š‰Ö ~] vg!*q ŻçO oe^eçâ]f^Ê †ÛÂ å , ' †Ê
–1Ż] | {z Ù ŠH ÂÔ D W äxÖ] o•… Ð , ' Ö] †Ó³e
; Å \¬vŻ èg&œ ^Û`ßÂ

ä ™# }Å · (,kl ä ƒ ÑŠ z!* | ^3333`ni^3333 p„333]
ègtzgÃ /] | Â; D™c n Æ | Ù^3Ï3Ê èË3nx3ì ç33aæ
„ \ W{z!y!ŒyY~÷ :¹ ä Å vl | ç33a k33þ] †333Û333Â
ñ ƒ D™ ' Ì ~ # }kl) | p†ÛÃ
X(DWÃ

DäÃ •]çiæ äÛxu àÚ„fÞ oÊ Ø ' Ê (ð^Ëx í] î ^iE

„ g¯ ~ c*gÅVâlL ñ W~ wÓlÑš

Å~—uÅxs gzl / l ¹* ´ l ä Å vl èg &œ–1l] |
Å lzŠ gzlvl – ° t ÎlÆ \ W„ Ð xs lYl ' lHy!Œ¼ ƒ Cl§{
Ƶ ôÎ ä gâ › V[p]z I ñ cgŠ ~ Ä ÜÇÆ \ WQ 7wVðÃ
Ã \ W: gzl ¸ p g 7™¯ Mˆ i ÅwÓlÑš Ãkl \ WÂ@W{)z Ô wâ
Q Dâ ~g7] cgz¢Å gñlÂ¬ Ð wâ klç Oô ¶ I ~izO{ í f
Ãwâ ~ ƒ gzlô Dâ „ Yâl~gz¢ ~ V2Ùgz lV ZôYlLôY!¾
¹ !*Ciql»] gúzŠ%ôŠliWxÝ ~ klgzl Dâ „B ,Æ~'l'z] lz)
(213m3 `ô– ! lz™fô Ä 0Ñ~«l] Ëlil n)X p g:

älÂyá gzl/ _.» »# }

g szˆ@! ~ 5ŠlÅvl t £Å \¬vl èg º l&œ] |
:xiÑ6 \ Wt £Æ XÉ D hg: Ÿ ðÃ~ ä ™lg7 t £ÆVzÈŠ z!*Æ
w© ¶k5# / l + lyá t Å \ W D â Šl Ì Ãyl~gz6{È g ¸

XcW: tÛ ',', íg ~ kl Ì ˆ Æ Û M iÃÄ ÜÔå¬ Ð Ä ÜÇ
cŠ™{zŠ | ŠzŠ»V-–Å F å Ìt ~ f Ñ] Ñ ©Æ \ W
XcW: tÛ ðÃˆ Æ Ä Ü ~ w © klgzl ¸ D™

ÅVßlz DÅ vl èg º l&œ] | o³vx³Ô g³³x³v³ á^³³Òæ
\ W Ƶ ¸ ï Š™{zŠ | ŠzŠ»V-– ä³Ô Äçe ^Û³x³Ê Ü³`Ú^³ß³Æ]
:¹ ä Å±q lÂ ñ ƒ Ä Ü d µ àÚ è…^q kÔ^Î èÊ ¡ íÔ^³e
³ zŠ 7 | ŠzŠ»V-–~gø \ W [l ^ßÔ gxv³i Ÿ áŸ] o³v³Ô]
Í t ä Å \¬vl èg–1l] | ÔÐ ^³`ÃÛŠÊ ^³³þ…]Q x³ñ^³³ß³Ú
~g v ~ gz¢ ? 7 VY: cå Û ™ p†ÛÃÔ oxe Ù^ÏÊ †Óeç³e]
t = G gzlÔÇVzŠ™{zŠ | ŠzŠ»V-– o³þ]æ Ü³Ó³Ô ^³`ß³³fx³³u Ÿ
zzÅV-glŠ) f Å Ä Ü kl ì y l o³³þ †³³nÇ³ Ÿ á]ç³³q…Ÿ
ñ W: ~ p ~] Ñ ©yl } ÷ Ð Ðxì àÂ ä³nÊ k³x³ìQ^³Ú
X;g@™x È l¬ ~ » T änxÂ kßÒ

D186 " 3 t(†Óe oe] èÃne †Òƒ (,Ã‰ àe Ÿ p†fÓÔ] I ^Ïf_Ô]E

] Šñzxl lÔ mÐ xl™Ñ I l» \ W

îlôxÓ ~ Ÿ Æ* ƒz WÅxl™Ñ I lÅvl èg–1l**¦
] tÔŠlâ{ ä \ Wñ ƒ D ƒgŠ bÆxs l_6Ô :%n Æxl™
: ì Cª Ð § lz kl{z3g ~ wŠ L lxl l »

–1] | ì ﷽ gÐ [Þ0] | á ^Ò Ù^³Î h^³`> à³e] à³Â

Ì Ƶ ~ Ä Ügzš L ¿ v èg /z   ^Û`j Ÿæ oÊ †ÛÂæ †Óeç³e]

T gg Î¤ X Ð Å v èg k „] | ,u]æ ^Û`ßÚ Œ^fÃÖ] oÏ× Ÿ

èg k „] | ™xåÃ~g ÎgzD YF Â   à³Â Ù^³þ Ÿ] g ³Ò]… ç³³aæ

y 7 J VŒ D™ ` B , Æ ¿ v   ÄÚ o6Úæ ^³aQ^³³Îæ ä³³je]Q

Á g Ð y Q D à J : { ª zšÆ   äÖ^ßÚ äÇ³x³f o³ju Œ^³fÃ³Ö]

XDYƒ   XäÎ…^ËnÊ

V†fÛþ &,u (h^_í ³Ö] à³e †³Û³Â ,³ß³ŠÚ (&³P^³uŸ] Ä³Ú^³qE

D37332 V†fÛþ &,u (gx_ÛÖ] àe Œ^fÂ (Ù^ÛÃÖ] ^ßÒ !30679

ô å Ð x™ Ňš l v š m „ (» Å v èg º &œ] |

Õ z å Ð D¬ïŠ â{Æ \ WÐ Ú Åx ? z> } m u 0ţ—

¹ !*m „ z» \ WÐ x™ Ňš l Âñ ƒ gñâ6, Ä Ü \ W Ƶ ô ¸ p g

› 9z p Ñ~gg 9 6 ôðâû zÂ à خصو s § Å y ä \ WÉ ;g

Šá g [6,µñ q ä Å v èg º &œ] | ì ﷽ zg ~ p Ñ

:cû gÖ V-» m L Ð x™ Ňš l gz cû

~÷ ~] gŠ ï Æ T nÅ] f k   (åÇôæo³³ŠÏ³Ê³p,ô³Ö]æø

m v - *™w Îg] | G! ì yY   o× ' äÖ] Ù³%ÜæÊ]ÏØ

ì [8{Šc ŧÐ k = ~g ' ŒÅ Åz   ôÖØg uÜx‰æ änxÂ äxÖ]

XVz™ · , Ð Vzgš ¸ g L ~   ojôuâÚðØçáû

èe]†Î gÎ^ßÚ h^e (èe^v ’ ö] Øñ^–³Ê h^³jÒ (p...^³ í ³fö] x³nv³ ‘ E

D3712V†fÛÞ &m , u (Ü×‰æ än×Â ä×ö] o× ‘ ä×ö] Ùç‰...

ÇÆÅ à¬vl ègº l&œ**¦ g " lg ä ~ !] l |

{™Ë»@ ¦) Å \ ǁ ~ +Š r zÛ gzl ó *g»Æ \ ǁÔ] ulzÆ , gi

Vƒ @™ »6¬Š kl Ã{™Ëug I klÆ \ ǁÔÅ Ýq] Š X Å ä ™

ö# / l6xs l ... ô lz» ÎG œÅÅvl èg &œ–1l] | vl } l

~ ëgzlâÛ g ©Ð Ňš I l › z/ ô Ñ wÎg GÃVߊ } gøÔâÛ «

Xâ Û « = ÂÅ ä ™~g7 ! I Vcgl Š) fKlKlÃq lC Ð

} Š = ÂÅ 1 Ÿ L G,

} Š&œi Î ó y‰wŠ

äÔÂäÀkœÕ æœo Ñø] o× ‘ø ? äi › ^Þ, ç‰ä ôœàÚÔ

!àzÛô]…(äö ô,ô×] ä] ‰ä] ÛÂá ô×] ä ûá]…äö ô o× Âø

❁❁❁❁❁

Dâ ì ëzgÐÅvèg%¬] | :ÀF, köÃÛÂøÙºÎØÕÓÂàüÂø

ÐÅvègaoy ˆ] | ä ~: VÙÇÏÎØÇôàäÛüÕ]

mv - x™Ñ] | ô¹äVrô‹ oxʻ äô] ÙÇ%ökÖÃÛÂ%ø

xwgz ì ãzw ' :cåŠágä Åz ÙÇÏÎÜ³x³‰æ ä³³nx³Â ä³³x³ô]

{z yxgŠÆy , q gz ì ãz (à(øÛPõâ]ôà(øÜPvøÛ]

X , q ` ! I ^`øÕÜÛÙôÛÜøø

Ð5 2V&,u(ä,ô¢†fj‰]àÚ Ø–Ê h^e(á^ÛŸ] h^jÒ(p...^íf] xnv'E

H I Ð ÅVgz ä 3ÃVzq X ~ f Ñ g Šqgz u 0*yŒ

X{)z ¸ Ý{z(ôa '{z(ôxw: Å%PÆyŠI

ô k ôw ' :] YgŠP ÌÆyŠ»zg 7ÐVzq Xgz

Xb Igz ï

Ð q Ëô ì Ñz ä âÛ x™(gzã!$ ë .6VzÈ] +[g

ì @fg¢zy vÃí !CªÆyKÐ ä 3Ãk n kÂcå I

nºô ì M{ZÃgzœÐYâ y n kÂ~Š] iYÅ ÅV ä 3gz

X@f 7à{Ð Õ ¬ðÃ»gÇgz6, á z Õ

} È6, zÅ T ì @å ¬„zÃVzÈ] Ñ» [g!] |

ô D™fZ¯~EŠz´ŠÆy ~ ä ™ ¿6, T gz p g] gŠ

w ' n Ïô ñ YŒ] ¸ã$z ¡ ã KÃVzÈ ì tA»à¬v

Ô ÃÅzmv - *™ Ô L gzôcŠ¬»Vgz ä 3Yâ u 0*

[illegible]

6,kÂVƒ Ýq ? VâŠtÃË Ƶ ä³n×Â g×Ç³Ê^³Ã³Û³jq]]ƒ^³Ê

k ì Sg ¨ ¸ : z ê Ð ö] ¬¤ ç`Ê èÂ^³_³] à³Â Ø³ŠÓ³]

X ì @Y7,~ ð{zb§ áçƒÇÛ]

D5933 V†fÛ &,u (é† ì Ÿ] mÂŸ] mÂŸ h^e (p…^f] xjÊE

ì ª zŠÅnq 4gH

„ Š c zg—â {z ì SgÕÅy Kgz*gz ¨ z d ¾

T *Ycð*gizwâôƒ Ýq ÏŠ ¤zq bÅVzg—â ÌÃkô ñ Yƒ

Cƒ~g—âz~i* " ÌÅy$b§ Ï ô ì ,gzgŠ»~i* " zæb§

ô ì äsÐ n‰gz 4gHz ¡ Åk~g—âz~i* " ÅŸô ì

: Dâ Åv ègYŠgŠ1] |

ì ~g—âÅŸ 4gHz ¡ ,ÇzÛ]ö ( ]ø

(&P^uŸ] Ä³Ú^³q !44386 V&,u (ÜÓv] oÊ Ø ' Ê (Ù^³Û³Ã³]^³ß³ÒE

D41589 V†fÛ &,u(ð]P…,] oe] ,ßŠÚ

V zzŠòŠWÂñ Yƒ Ýq Ì q ÅwâB ,Æ 4gHÅŸ¤

ÆvtgzÌ ì '' ,ÆV z q FÝgŠ ó ì @Yƒ Ñz ä ™ ÝqÃ

X ì MÐ xÅz a

ˆ ,ƒ : ¤ 4Ù

ì Ú gÐ 4gH

-x™Ñ] | ô ì ~Š Ì z wz~(Ã4gHz ¡ äxs

: ì Šá g»Åzmv

Ð Åvl ègޝzly™0 z /] | pQæŸ] áçÛnÚ àe æ†Û³Â à³Â

Åzmvl - vlw Îg] | ì ê lzg Ü×‰æ än×Â ä×ö] o× ' ofß³ö] á]

:câÛ ñ ƒ D™ Ã Ã# ™ql ä Øfî ^ŠÛì Üß³jÆA: Øq†ö Ù^³î

Ô ¬ Ð Vzq õ0ÃVzq õ0? (Ô içÚ Øfî Ô i^nu: ‹ Ûì

Ã › Û ô ¬ Ð] ñÃ ÏGi KlXâY (Ô ×³Ç³> Ø³³fî Ô Æ]†³³³Êæ

Ð YZÃ~ôÂô ¬ Ð s z ^ (Õ †³³ï³Ê Ø³³fî Õ ^³³³³ß³³Ææ

Ã 4gHgzl ¬ Ð 9 J(‚Ããl ô ¬ (Ô Ú†³³a Ø³³fî Ô e^³³³f>æ

X ¬ Ð ~gF ! Ô ÛÏ‰ Øfî Ô jv ' æ

D34319†fÛÞ Ì m†Y &m,u(‚â˜ö] h^jÒ (èfnY oe] àe] Ì ß ' ÚE

Ñ] | îÂô4C ƒgD Ì Ð kl Ì lÅ 4gHz ¡ ~ xsl

6 ôcâÛ 4 Ð VlÂ*zgz$Ã ð í!g ! ¤z q ¡ ä Åzmvl -x™l

! Ì nÃ–ö] àÚ©Ûö] àÚ ä×ö] oö] gu]æ†nì pçÏö] àÚ©Ûö]: ì ug IŠá gl

{h I {Šc‡ k0ÆE vlgzl ì 4 Ð ð í!VlÂ*zgz$ ð í!g ! ¤: ÀF,

D6945†fÛÞ &m,u(…,Ïö] h^jÒ(Ì m†Y Ü×ŠÚ xnv ' EX ì

wl Î ~ } g!ÆE ¡ ó iz',

t G ì Y™gïlyÃÐ ê ŠÃlz Ì lÅ 4gHgzl s ¬z ¡

™ Ô Ãklí**VllÚ» $: z « ™™yYgŠÅkl ì Ú +lÅl}:

izgô ì xiÑ*™ [AlÐ VÇl',gzlxg Ñ ~ ~glŠÎ âÛ z ® ¤™

¾ óH Ý q{ZÃHÐ kl{È Çƒwl Î Ì ~ } g!ÆE s ¬z ¡

[illegible]

Ãwßl ñ ƒ ñŠÆxsl J Ƶ ô ñ YcJmyl6Ãx Îg t Ül [%
wßlP Æ ¡ y ø VŒ $ ï 7 ¡ ÃË6gî ï » ñ YH: x¬
X DYG™f ~ ÝgÅ f Ñ g Šql6 Œ] c
s ¬ Ô Üi ª » ¡ w ”

Ù Cgzl ì „ \ ¬vl ÇW¸ ~ q Cy v cƒ œ n% cƒ ¡
Æ ä ™ Ýq ¡ n Ï ì gŠ‡gÇŠgz6„z6 ä ™ «ŠÃ klgzl ä ™ «
vl ä Åzmvl - x™lÑ] | ô ’ e*™ lgl *zY i l ~ g!gŠÆ Ï l n
g u ~ z 0 l ò ç O ð N @Å ` ä sz 4gH s ¬z ¡ Ð à¬
: ì u 0*

Æ ¢ zyZlèY ùâ s ¬ Ð à¬vl
X ˆ ~Š 7 Ú ðÃ4 Ð s ¬Ã ¿ Ë ˆ !
(ènÊ^Ã]æ çËÃ^e ð^Â ‚] h^e (ð^Â ‚] h]ç³e] (ä³q^³Ú à³e] à³ß³‰E
D3981 V†fÛÞ &m‚u

gzl VÂlg k l] l | {z ì ;g ¸ i § » x } gø!] l |
È¬] | منین ð lxlç Oô ¸ D™N ¬ŠÅ ¡ z s ¬ ~ xc u a
: Câû £ vl è i œ

~ Â ì gŠ ‘] lgV# ñ Yƒx¥ Ƶ = …‚ Ï] èxn èxn p] kÊ†Âç
X Ï Vùâ :¼ l ÎÆ s ¬Ð à¬vl] lg kl ènÊ^Ã]Ÿ] ^`nÊ äx] k ‰^Ú
D26 ” (7 t (ènÊ^Ã^e ð^Â ‚] h^e (äfnY oe] àe] Ì ß ’ ÚE

:cåÛ Šá gž ä Åzmvž -x™žÑg—

Æ \ ¬vž {ŠcŦ Ð s ¬ ä } È gu] ^òn> ,fÂ äxö] Ù ª‰^³Ú

X â 7 q gzžðÃ{ĥ I k0* !ènÊ^Ãö] äö^Š㎡ á] àÚ änö]

D26 ” 7 t (ènÊ^Ãö^e ð ^Â ,ö] h^e (äfnY oe] àe] Ì ß ’ ÚE

³ »~gž ¦/] ’Å ¡

ó*™ „Å « ™Å kžgzž ´g ¹ !Ãkž Âñ Y ï ¡ Ƶ Ð ¬Š

ƒgx £ ~ã *™žŠž] » \ ¬vž n Æ p g ¹ !Ã s ¬z ¡ ô Ì ~gz¢

:cåÛ ä mvž Ï*g nÈ0 j] | Ì

èYß™xiÑÃ g D ™žŠž]6‚V z †Ó6ö] èÚæ] ,³Û³e Ü³Ó³nx³Â

¬ Ú Ð x¸Ë Ì žf Á ¹ (ž kö]‡ èÛÃþ ØÏÊ ÜÃßö] ox³Â

X ñ Y~Š : žz 7 žQ ñ Y Ü`nö] I Q^ÃÊ ÝçÎ àÂ

D293 ” 1 t (à㎡ †Ò^Wö] Ì ‘ æ (hçxÏö] I çÎE

[AžÐ Vf ƙ~ ~q ¡

yâÛ *ž ¿u{zgzž Ì C¯ I Špz - Ãy Ƙã žzÛ z] ÒÅ ª zŠzwâ

Ð kž Ì ~ s ¬z ¡ b§ Ï zô Ì @™Ĉ6‚Víß ~ 7 Ɵ E ¬*ô Ì @Y 0

X Ì @YW é » ãâÛ *ž C 6‚ » Æ kšô Ì 4 ä f {ƙã âÛ **

¡ É Ì ª zŠ~(‚ Ì *™ Ì 6‚Ð Vf ƙ~ :âiÆ ¡ Ð zz Ï ž

X Ì Úgš Ú = ÂÅ~gzŠÐ C gzžÐ ãâÛ **~ ~q ¡ Qô Ì Ú

: Dâû (|386° á)mvﾞ*gV¨ ¤1ﾞ] | vg),° ßg ; ﾞ Y

ì @f yâû *b§ T zÅwâ y Ꮶ ßyY oÇ_ ,Îá^ŠÞŸ] á] Ü³x³Â]æ

wâ b§ T èY ì @f ¿u Ì6¯Å s ¬ (Ù^Ûöe oÇ_ ^ÛÒ oÊ]çÃö^³e

yﾞô ì @f Ì Ð s ¬ ¡ ô ì @f - Ð ^ÛÒ ènÊ^Ãö^e oßÇjŠ ,Îä³ÞŸ

ô ì öâiW nÆòŠW~ VÂgß f änÊ ØÒæ Ù^Û³ö^³e o³ß³Ç³jŠ

VÇﾞ',~ ª q kﾞô ì Úšp ñO ¡ Ù^u oÊ èÛ ' ³Ã³ö]æ ý èß³jÊ

~gﾞ–â b§ T ì Ú~uzŠxgpôÐ èÛ ' Ãö^Ò ènÞ^$ èÛÃÞ ènÊ^³Ã³ö]

X ì ÚÅÚ ÈÐVf kﾞ~ !èÛÃßö] èÛÃÞ ^ßÇö] oÊ

Ð407 " (1(t (pæ],jö] †Òf (hçxÏö] I çÎE

ðŸÅŸ „ gHó4gHÅ{n

: ì u0*gu 0Ð{n

ô ì ﾞzgÐ Åvﾞ èg{kC1ﾞ] | Ùç‰… Ù^Î VÙ^Î é†m†a o³e à³Â

ä Åzmvﾞ - vﾞwÎg] | :câû VÜx‰æ ä³nxÂ ä³x³ö] o³x³ ' ä³³x³ö]

• gxÓgzﾞô ì nj»y${n :câû Šá gﾞ Ñæ†Ãö]æ (á,fö] š çu é,ÃÛ³ö]

Âì @f 9{n Ƶ Âô ðfBÐ k k³v³ ']f¬³³Ê (é³³Q…]æ ^³³³`nöA

Ƶ gzﾞ ¹™á $ îg j ¡ • g Ñæ†³Ã³ö] I …,³ ' (é³,³Ã³³Û³³ö]

$ îg_CÐ ~gF • gÂñ Y™{n (é,ÃÛö] I ,ŠÊ]fAæ (èv ' ö^e

X ¹™á ÜÏŠö^e Ñæ†Ãö] I …, '

Ýf oÊ oÞ^‰ö] Ø ' Ëö] (áç$¡ ‰ö]æ Ä‰^jö] (oÏ`nfxö á^³Û³ŸÝ] g³Ã³YE

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(1): ñ Cwßl & n Æ äs ~ V ˜ zŠ ä + Šy Çg),

X**3Á ª ôyŠgpÁ(3)Ü1Á ª ô ÆÁ(2)*î Á ª ô è Ã

e ÁY õ ë í Áz ï i° ÁzŠgpÁ

, F$Á lg ÷ pz l !™fgŠ)Š

: –Ã{Ži 0 y¢ämvlî*g~gÑy ç] |

*î Ágzl ã K ¡ \ W¤l Ô ÛŠq x³ ' á] l Q…] á]

Xz™Á*3Â T e ØÒŸ] àÚ Ø×Î^Ê Ô Úçþ ØÏ

D146 " 3 t (p…ç] á^nË‰ (ð^næŸ] èn×uE

„gƒ hÑVcFg~g , ¹ Ð zzÅ 9 Nñ ì | q lt

» ä ™gzŠ VcFg~g , ¹ ¿t Âñ YH ¿6,wßlÆ ä 3Á¤lô

XÇƒ=gf

ì 4 Ð ` ´ Ì 6,

vl ~ } g!*Æ ³ôŠc*e wßl» ä ™ Ì 6, … ~ *™yWŒ

: ì Šá gl»à¬

ðÃÐ ~ ?c*ƒ6,^ c*ƒgF ?¤lgzl

?c*ñ W™ƒ rgÃ Ð # q ñ ,

ƒ0*: ã0*?gzlƒ Hq) Ð VÂgúä

Xz™ ³ Ð ö u 0Â

D6V é , ñ^Ûö] é…ç‰E

[illegible]

Ð2170VfÛÞ &, u (èÛv] oÊ ð^qÚ h^e (g_] h]çe] (p„Úi ÄÚ^qE

l Ð ä 3gLÃî ÈvÎx™Z] | ä Åzmv -x™g—

ضعفô ì CW~gz$ ~ { n) !Æ~gF èYô ì ÛÐÅzgŠ dt ócâ

\ Ð VØpô ,rg 7 ‰¤Å ä ™ ÇÃ½ ¢ { n Ð zzÅ > Õz

» ã¤ n Æ{ n 6,µñÆ~gz$ ì Cƒ {Šcŧ Ä Ñ ~ gL{ i@ñ ƒ

gz ì Ì á ½ ~ kèYôcâ ¬» ä 3 l Ws Ü',Æ kô ì Cƒ) !*

Cƒ j œgzVzi ñ ฿ . n Æ{ n 6,µñÆ~gz$ ½t åô ì Ä ®

X ì

مصر ฿ . n Æ ¡ w E »Y âxw

ÅWÅô ä 3 ì Sg ì ‡ÅVÍß 4 J igŠUâ i ¡ ã K

y: s §Åy câ xwÃVzq X ä \ ¬ hô D™o ô ~ Yâ

ôÙâ [Ñ: âi °ô ì @Aw: ô ì k (,B; :ô ì Àç WÅVÍß

ì ;gY k (,w E »Y âàz ä ™a h– ~ ¡ gz] ¯ ô~gpŠÎ

[!‡ »Vçyàz ä à y vÃŸ J Ƶ ô{) zôHôÙâ $ r‰

s ¬z ¡ ñ YH: Ì 6,Ð w E ÆYâV ,gg¢ygz ñ YH:

XÊ${g 7 ¹ !*

! ñ YH [AÐ Ùâ [Ñ

;g¯{ Ð{ Ã[Ñ ì ;g| (,s §Å ¹ F,~ŠâV V y K

[Ñô ì ;g™ ÒÃu 0*Å ä j ^,YÃk™wwx*Æ [Ñô ì

~]gßCÐ í @c*} ™W~ ¢ ô{ŠcŧcƒÁ¹ »kô ¹ cƒ~hð

XË$ƒ 7w ' qxwðÃÐ %$x*î ì xw[Ñ

:câÚ ä Åz! zmv -x™g—

} ™a ¹ Z g l {ŠcŧÅ T q{z äöÜöÃÚÓÙÚóÛÛ^³Úø

X ì xw Ìg l ~hðÅkÂ Ý]ŧø

&,u (Ý]†u äxÏË å†Ò †Ó‰]^Ú ð^q^Ú h^e (p„Ú†jö] Ä³Ú^³qE

D1985 V†fÛÞ

*™m¤o ô åÐ] ¯vŠgzÙâ [Ñ n ÆY ' Å ¢ 6

X ì ~gz¢

! ñ YH Ì 6,Ð Ùâ $ r

gz ì ´ â» Ÿ L : òŠWô ì Œg »] §Ãy K ä \¬v

P â ˆ ¿g k0*ÆòŠWÐ $ YÅà¬vtô»VÂ¸ˆ~ŠÃk:

Š ° *™sÜ6,x £ ßÃVÂ¸yô ˆÅa n Æ n¾m{m{

yÆ™w E »Y âV ,gg¢z{Šy vô ì sÜÆ ð n¾gz] ¡

sŠáÆ ä ™ $ ì ~ $ â{Š™ «Åà¬v | gŠ*™OâÃVÂ¸

] î ÅkËezYSô ì Ùâ $ r q ~ Vzq V ,gg¢„ +ô ì

yó D ƒa n‰(99) } â'Æ n Z Ð Ùâ $ r . _Æ

: t P Ð ~

ô n‰Æ L ;ô n‰Æ } „ ô n‰Æy!ŧô n‰Æ ì

X n‰Æ [Øô n‰Æ y p y gzŠô n‰Æ) Š

Ùâ $ r gz{ O < Ñ

y ¤ zx™Y fg / Âð ƒ Š XÅ $ r z ¸ ~œ| I ã½

X ñ Š } :Æ > ™Å k ä x «

n Æ ¡ gzì @Y ƒ gz$z ضعیف ã y$Ð Ùâ $ r

X 7 ñ gzŠ ~ ã ,g¢m ì مصر $.

I Ð w E Æ q {Š y v ôgzW¹C ä Åzmv - x™g—

:cå

¹C ä Åzmv - x™g— Ùö‰œ`

Ð q àz ä ™gz$ÃY ¡ ôgzW

Xcå I

!3688 V†Û &,u (†ÓŠÛ] àÂ oã] h^³e (P¨]P o³e] à³‰E

D27392 V†fÛ &,u (èÛ×‰ Ý] &,u (,Ûu] ,ßŠÚ

,¤/Ð w E ÆVz q {Š y v

Ð • hÃŠp gz ì @Y á s §Å • hw E »Y â{Š y v

: ì ~ u ô*y WE¬» ä X

Xßeö# ~ • hÃ\ W L ?

D195 !é†Ïfö] é…ç‰E

[illegible]

: ì ö ÿyâÛ Š¬»ä 3 q gzÌw '6,Ÿ¯ ÏÌ

~ kÌ ì ¼ ~ } i!ßÌzyZÌ } Ì

Xƒ 3 q zw ' Ð

Ð168 Vé†Ïfö] é…ç‰E

ö t ƒ –t 6,ö · ¡ Å v Ë ÇVƒe*™ n² ~ yW

?u™ I Ác**3™ hyÃkÌðÃHÂì g¢ n Æ ¡ Ð Åc*ä 3

t 6,u \ $ r ì zz HQÔ 7 Çƒ ¸ [Ì »y K VŒ

ä ƒ Ìƒ – (Cigarette smoking is injurious to health)

? ÅÐ tØ} (,vßŠ z!Æ

™ƒ gÌÎ ~ ä Y™ ^ Ô ì Šgz ¤ Å ä ™ŠÌiú™Y K

ÆŠ@gzÌqÃgx ª gzÌ ì @Y K™ ^ Šp¤ÌòŠWÔ ì [ÌN{ŠcÐ ä Y

°Ìê– òŠWgzÌ T ggÌŒ',æWg»Y ¡ ÌÆ kÌÂì @™ ŠÅiúB ,

X ì Lgi* " Ð (Physiotherapy)

Ô ì Š3gÃ 7 Ãn¾zœ £ ñ OÆ `zgz Ìg ~ xs Ì +Š

~{ 1950 Ð $ YÅ ¡ ÒgŠÌ@¬Ã 7 Æ Ì ÌÅ 4gHz ¡

½ä Åzmv Ì -x™ÌÑ] | ² ì Î ä Yc*" ¡ x-@¬" Ð

~ xs ÌÔ ðŸÅ ¡ ã K N âÛ «] x +Ì ¬ V-œ{Ša

»{izgziúÔ òz [ŠÆWÅ ä 3Ô b) ÆY½z <ÔçzÔ] gÓxÂ

Ì _ s ™ŸÐ ä ™¿~ÈÔ 6,X x©Ì } g , ¹ ‰ kÌgzÌxÂ

k]ô Ÿôð _zð Ì Åwj âÂñ Y3g ~ ¿ÇÑ x Ãx©yô ì Lg

D ƒ Á ¹ 8 ÆÆ ä ƒ hÑ~gF L: Æ Ï À]gÓÅ (gz

Health)) ** ¡ c Ÿ ã K] x j ¡ z q {ZÃ tc ô

X (certificate

ä ƒgñ~ égzx©ò s Ø { wqÐ ¹ ~ ð s < Ñ

Ð V-gFŠp ñ Ogz Ì s g) !*c Ì , Îz{Ñ ç ã KŠ z!Æ

X 'gßÅ ä ™ »Ã[òÆ n%gzÛÐï ô Å v

y ð ƒ ðe Å Åz! zmv - x™Ñ] | ¥ KÝ¬¤

Ð wj âã KÂñ Y ƒ c ¿6] x , ¡ z q {ZÃô u ¯@V ì gŠ

X D Y ƒ Á8 ÆÆ ä ƒ a VcgF

s ¬z ¡ ãqzgzã K Ã ƒ ë \¬ h ì Y¬Š ~ y W

X ñ â « V ¬z ï »YËÐ n%Æ b§Cgz

[illegible]

[illegible]

yl ç°lz Ì*° lm ¹ zgÃvlgl âl · xâlxsÑl Ä¯il

Ymœl ™f ƒ]Š„ nil gzl 1zl æ°f » Vƒ kH{gñ l I
c*º æ°f cÝ ì u0* æ°f» X û% ÷ » Ý¬ §zu ™f ƒ Q
Ð vl x¯ ì $ U* u0* æ°f üÉg
Ð {Ñß î`I æ°f wŠ Dƒ t

Ô Æ kl ƶ Ð , Š„ lÍ hÇƒ èlg , ƒ ® ËÃk ŠzgŠƒ k 7,
÷ ¯zg» Ãkl Ï¯zg } zƒ ¢ ŒÆ] | Çƒ Ç A t , » I²
B , Æ k yŠ k gâ Çƒ Ð] Ò kl gzl
] Ñ» ~g , ƒ $ ~ Ý z Å T
x»t Ð V1] 1 ä \¬ h xÈlŠpHä] | » T ì {zÆ
x¯ HQ ~ ¬n lÂƒ ÔŠ gzl xÓ*Š kl yZl ì Ð klxzø ƒ
Å [8 ƶ Æ ä l}. Šp ‹ l&Å
Å [8 ƒ : ™VY , ™ Ð wŠ zQ
7 @I u „ zŠ ñ zz™f " Ãkl , ¦/Y › ƒ Å Ë ƶ ~ wŠ VY
v Í {zl‡ ì Lg ~ ðÍ$Åkl Xz Ð Ë ƶ ~ wŠ ì @ƒ b§ T
gz¢ C0* gÖl ö Å »
gz¢ C3Š Cl I ? ¨ ã ñ Å wŠ

انوارخطابت

جلد دوم

رجب المرجب تا ذی الحجہ

تالیف

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ و بانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

ناشر

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، X روڈ، حیدرآباد، الہند

www.ziaislamic.com

ph:9032857993-9032003473

zia.islamic@yahoo.co.in

نام کتاب : انوار خطابت جلد دوم، رجب المرجب تا ذی الحجۃ الحرام

تالیف : مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی مجددی قادری، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

صفحات : جلد اول 648/جلد دوم 644......جملہ صفحات ﴿1292﴾

طبع سوم : شعبان المعظم 1436ھ،م مئی 2015ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار (1000)

قیمت : 550 روپئے

ناشر : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد دکن

مطبع : مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی، جامعہ نظامیہ حیدرآباد

تزئین وکتابت: محمد عبدالقدیر قادری، اہل کار شعبہ تدریس جامعہ نظامیہ، حافظ احمد محی الدین رفیع، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ

کمپوزنگ : ابوالبرکات کمپیوٹر سنٹر، تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، دکن فون نمبر: 040-24469996

پروف ریڈنگ : مولانا حافظ محمد حنیف قادری صاحب، مولانا حافظ سید واحد علی قادری صاحب، مولانا حافظ محمد عارف اشرفی صاحب
مولانا حافظ سید احمد غوری نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر نقشبندی صاحب، مولانا حافظ سید محمد بہاء الدین زبیر نقشبندی صاحب

ملنے کے پتے:

- جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن
- ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد
- شیخ الاسلام لائبریری انڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، شبلی گنج، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، متصل GHMC آفس چارمینار، حیدرآباد......
- عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد
- گیارہ سیڑھی بارگاہِ بندہ نواز، گلبرگہ شریف
- برانچ AHIRC جامع مسجد کیمپ، پونے
- دیگر تاجران کتب، شہر ومضافات

اجمالی فہرست

فہرست

حصہ ہفتم

حضرت خواجہ غریب نواز' حیات وتعلیمات (649)

حصہ ہشتم

ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم رضی اللہ عنہ (757)

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ‘ حیات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ . صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ .

دین اسلام حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی تعلیم دیتا ہے،دوسروں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنے کی ہدایت دیتا ہے،اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینے اور اپنے محسنوں اورکرم نوازوں کاشکراداکرنے کادرس دیتاہے،اللہ تعالی کاارشادہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ . کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوا‘ بھی کچھ ہوسکتاہے؟۔(احسان کابدلہ احسان ہی ہے۔)

(سورۃ الرحمن،آیت:60)

برادران اسلام!کوئی کسی مصیبت زدہ وتنگدست شخص کی اعانت کرکےاحسان کرتاہےتوکوئی کسی نادار وخستہ حال کی امدادکرکےاحسان کرتاہے،کوئی کسی غمزدہ کے ساتھ غمخواری کرکےاحسان کرتاہےتوکوئی کسی پریشان حال وشکستہ دل کےساتھ ہمدردی کرکےاحسان کرتاہے،کوئی کسی بےسہاراکوسہارادیکراحسان کرتاہےتوکوئی کسی خوف

زدہ شخص کے لئے مونس بن کر احسان کرتا ہے اور کوئی کسی مریض کا علاج کروا کر احسان کرتا ہے تو کوئی کسی بیوہ و یتیم کا تعاون کر کے احسان کرتا ہے۔

اس طرح کے احسانات کرنے والا ہمارا محسن تو ہے لیکن اس کا یہ احسان سب سے بڑا احسان نہیں، کیونکہ مال و دولت خرچ کر کے کسی کی جان بچانا یہ اتنا عظیم احسان نہیں بلکہ اپنی انتھک محنتوں اور مخلصانہ کاوشوں کے ذریعہ کسی کا ایمان بچانا سب سے بڑا احسان ہے۔

حضرات! غور کرنا چاہئے کہ جب دین اسلام نے دنیوی احسان کرنے والے محسن کے احسان ماننے اور اس کی شکر گزاری کا اس طرح حکم دیا ہے تو پھر اس محسن کے احسان پر ہمیں کس درجہ شکر گزار رہنا چاہیئے جس نے ہمیں نہ صرف دنیوی زندگی کے اصول سکھائے بلکہ دین و ایمان ہم تک پہنچایا، جس نے ہمیں زندگی کا سلیقہ اور بندگی کا طریقہ سکھایا، اصول معیشت سے آ گہی بخشی اور آداب معاشرت سے روشناس فرمایا اور حسن اخلاق، پاکیزہ عادات، عالی اقدار اور بلندیٔ کردار کی تعلیم دی۔

وہ ذات عالی وقار محسن امت، غواص بحر معرفت، امام الاولیاء، قدوۃ الاصفیاء، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین سجزی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کی شمع کو روشن کیا، حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے مصطفوی اخلاق کا وہ نمونہ پیش کیا کہ آپ کے اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی بلندی دیکھ کر لوگ تنہا تنہا اور جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے باشندگانِ ہند کو دولت اسلام اور نعمت ہدایت دے کر جو احسان فرمایا، اس کی احسان مندی اور شکر گزاری کرتے ہوئے

آپ کا تذکرہ کرنا اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے ضروری ہے۔

جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ . جس نے لوگوں کا شکرادا نہیں کیا وہ اللہ کا شکرگزار نہیں ہوتا۔

(جامع ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الشكر لمن أحسن إليك،حديث نمبر:2082)

حضرات! سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے گراں قدر احسانات کا ہم کوئی بدلہ تو نہیں چکا سکتے بلکہ آپ کا ذکر خیر کرکے اور آپ کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرکے اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں،اور یہ مبارک تذکرہ ہمارے گناہوں کا کفارہ قرار پاتا ہے،جیسا کہ جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنزالعمال میں روایت ہے:

ذِكْرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكْرُ الصَّالِحِيْنَ كَفَّارَةُ الذُّنُوْبُ . انبیاء کرام کا ذکر کرنا عبادت ہے اور اولیاء وصالحین کا ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔

(جامع الأحاديث ،حرف الذال،حديث نمبر۔12503۔الجامع الكبير للسيوطى، حرف الذال، حديث نمبر۔ 12685 ۔كنز العمال،كتاب الفضائل من قسم الأفعال،حديث نمبر:32247)

﴿مبلغین وداعیان اسلام کے لئے حضرت غریب نواز کا اسلوب مشعل راہ﴾

خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیمات اسلامیہ کی ترویج واشاعت نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دی،جنہیں آج تک کسی نے فراموش

کیا ہے نہ کوئی ان کی عالی خدمات کو نظر انداز کر سکتا ہے، جب آپ نے پرچم حق بلند کیا تو مخالفین نے مخالفت کی، دشمنوں نے عداوتوں کے مظاہرے کیے، ہر طرف مکر و فریب کے جال بچھائے جانے لگے، ایسے وقت اگر آپ چاہتے تو سختی کے ساتھ دشمنوں سے انتقام لے سکتے تھے اور اُنہیں دنداں شکن جواب دے سکتے تھے، لیکن آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا، بلکہ حکمت و نصیحت کے اسلوب کو اختیار کیا، جس کی برکت اسطرح ظاہر ہوئی کہ لوگ آپ کے صدق و صفا کو دیکھ کر صداقت شعار و باصفا ہو گئے، آپ کے حلم و بردباری، جود و سخاوت اور بلند اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ عمدہ اخلاق کے حامل اور پاکیزہ صفات کے پیکر ہو گئے، آپ کے محض دہلی سے اجمیر تک سفر کے دوران نو دلاکھ (90,00,000) افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آج کے اس پرفتن دور میں تعلیمات اسلامیہ عام کرنے اور اشاعت دین کے لئے نصیحت و موعظت کا اسلوب اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ اسلام کا پیام باہم محبت و الفت کا فروغ اور امن و سلامتی کی اشاعت ہے، ہمیں اسلاف کرام و صالحین عظام کے اسلوبِ تبلیغ کو اپنانا چاہیئے ۔ خواجۂ ہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ہندوستان میں شمع اسلام کو روشن کیا اور اسلام کے پیغام کو عام کیا جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو اپنے ساتھ لشکر جرار، تیر و تلوار لے کر نہیں آئے بلکہ اخلاقِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم، بلند کردار اور اسلامی اقدار لے کر آئے، حضرت سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے تو آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور بزرگان دین کے اقوال و اعمال کا ذکر فرما کر لوگوں کی اصلاح فرماتے، جس کا یہ اثر ہوتا کہ لوگ بے دینی سے توبہ کر کے آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہو جاتے، آپ کی مبارک مجالس میں شریعت و طریقت

اور حقیقت و معرفت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جاتا اور فرائض و سنن کی ادائیگی، ریاضت و مجاہدہ ، پاکیزگی و خلوص ،طہارت و نفاست ،صدق وصفا،خوف خدااور مخلوق خدا کی خدمت کی تعلیم دی جاتی ۔حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اشاعت اسلام کی ذمہ داری دیکر روانہ فرمایا۔

آپ ہی کا احسان ہے کہ دیار ہند کے ہر گوشہ میں اسلام کا پیام عام ہو گیا۔اس سنہرے انقلاب سے متعلق سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت کی کرامت یہ ہے کہ ہندوستان کی مملکت میں مشرق کے آخری سرے تک ہر طرف کفر و بت پرستی کا دور دَورہ تھا،لوگ دین اور شرائع دین سے غافل تھے،خدا اور رسولِ خدا سے بے خبر تھے، اہل یقین کے اس آفتاب عالمتاب کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین میں کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور ہر سُو اسلام کا اجالا پھیل گیا، آپ واقعۃً دین کے معین ہیں' اس سرزمین پر جو شخص بھی مسلمان ہوا اور لوگ آئندہ مسلمان ہوتے رہیں گے تا قیامت ان کا ثواب شیخ الاسلام خواجہ حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتا رہے گا۔

(سیر الاولیاء،ص:57)

﴿ ولادت مبارک ونسب عالی ﴾

ایران کے صوبہ سجستان میں واقع مقام سجز میں 14 رجب المرجب 536ھ بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی، آپ بواسطۂ والد گرامی حسینی اور بذریعہ والدہ محترمہ حسنی سادات سے ہیں۔سلسلہ پدری بارہ واسطوں اور سلسلہ مادری

گیارہ واسطوں سے حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

سادات گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کی حیثیت سے آپ پر سعادت کے آثار نمایاں تھے، والدہ محترمہ کا نام ''ام الورع'' تھا، آپ کی والدۂ ماجدہ اپنے نام کے مطابق تقوی و پرہیزگاری کا سرچشمہ تھیں، والد ماجد کا نام ''سید غیاث الدین حسن الحسینی'' تھا، جو تہجد گزار، شب زندہ دار بزرگ تھے۔

(ملخص از اقتباس الانوار ، ص 346)

﴿شکم مادر میں کرامت کا ظہور﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی والدۂ محترمہ حضرت ام الورع رحمۃ اللہ تعالی علیہا بیان فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ زمانۂ حمل میں جس وقت سے معین الدین حسن کے جسم میں روح ڈالی گئی اس وقت سے ان کی ولادت تک میں ہر دن اپنے کانوں سے آواز سنا کرتی کہ وہ نصف شب سے دن چڑھنے تک کلمۂ طیبہ ''لا الـــہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا ورد کیا کرتے۔

(سیرت خواجہ غریب نواز،ص:168)

﴿جامع علوم ظاہری و باطنی﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پندرہ سال کی عمر مبارک کو پہنچے یا آپ کی عمر اس سے بھی کم تھی کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہوگیا، دو سال بعد والدہ ماجدہ کا بھی وصال ہوگیا، ترکہ میں ایک باغ تھا، آپ عبادت واذکار میں مشغول رہتے ہوئے باغبانی کیا کرتے، لیکن جب حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ سے نعمت ملی تو آپ کو مزید

طلبِ علم وکمال کا اشتیاق ہوا، اور آپ علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے لئے نیشاپور تشریف لے گئے اور اعلیٰ علوم حاصل کر کے ایسے با کمال ہو گئے کہ وقت کے مشہور علماء آپ کی خدمت میں اپنے اشکالات وسوالات پیش کرتے اور آپ اُنہیں اشکالات کے حل بتلاتے اور سوالات کے تشفی بخش جوابات دیتے۔

(ملخص از مراۃ الاسرار: طبقہ 17، ص: 593)

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت مند ہوئے، بیس (20) سال خدمت کی، سفر و حضر، جلوت وخلوت، آٹھوں پہر حضرت شیخ کی صحبت میں رہتے، آپ پر شیخ کی خصوصی توجہ رہی، باطنی کمال وروحانی مرتبہ ایسا حاصل کیا کہ خود پیرومرشد کو آپ پر ناز تھا۔

﴿نور فراست اور علمی جلالت﴾

حضرت شیخ فیض الدین بلخی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے چند مسائل درپیش ہوئے، جن کی وجہ سے میں سخت پریشان تھا، مجھے ان کا حل نہیں مل رہا تھا، میں ان سوالات کو ایک کاغذ پر لکھ کر حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حاضرین کی کثرت کی وجہ سے میں اپنے سوالات پیش نہ کر سکا، میں مجلس میں خاموش بیٹھا رہا، کچھ دیر بعد حضرت نے مجھے قریب بلایا اور ایک کاغذ عنایت فرمایا، جب میں نے اس کاغذ کو کھولا تو اس پر میرے انہی دریافت طلب سوالات کے تشفی بخش جوابات تھے“۔

(سیرت غریب نواز، ص: 308)

﴿دربار نبوی سے قطب المشائخ کا خطاب﴾

خواجہ غریب نواز سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے ملفوظات مبارکہ 'انیس الارواح' میں تحریر فرماتے ہیں کہ" یہ دعا گو اضعف عباد اللہ معین الدین حسن سجزی شہر بغداد شریف میں گیا، حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو تلاش کیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے ہیں، یہ سن کر میں حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کی مسجد میں گیا اور مولائی و مرشدی حضرت عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ کی زیارت وقدم بوسی سے مشرف ہوا' اس وقت بہت سے مشائخ کبار خدمت اقدس میں حاضر تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھو! میں نے حکم کی تعمیل کی، آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب منہ کیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ الٰہی! میں ان کو تیرے سپرد کرتا ہوں، اسکے بعد بغداد شریف سے روانہ ہو کر مکہ معظّمہ تشریف لائے اور یہ درویش ہم رکاب تھا' آپ مجھے پا پیادہ کعبہ شریف لے گئے اور فقیر کے حق میں دعاءِ خیر کی، آواز آئی کہ ہم نے معین الدین حسن سجزی کو قبول کیا' وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، میں بھی ہمراہ تھا' جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر پہنچے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سلام کرو! میں نے سلام عرض کیا! روضۂ مبارک سے آواز آئی" **وعلیکم السلام یاقطب المشائخ** "اس آواز کے آنے پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا معاملہ درجۂ کمال کو پہنچا۔"

(حیات خواجہ ۔ص:21/20)

☆......معمولات شریفہ......☆

﴿تلاوت قرآن کریم﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان المبارک کے علاوہ عام دنوں میں یہ معمول تھا کہ ہر روز دن ورات میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے، اور ہر مرتبہ آواز آتی: ''ہم نے تمہارے ختم کو قبول کیا ہے'' آپ نے حدیث شریف کی روشنی میں فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے اور تلاوت کرتا ہے اللہ تعالی اسے دو ثواب عطا فرماتا ہے، ایک قرآن کریم پڑھنے کا اور دوسرا دیکھنے کا، اور ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

﴿شان غریب نوازی﴾

برادران اسلام! حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں صفت کرم نوازی وشان غریب نوازی ابتداء ہی سے موجود تھی، چنانچہ آپ کی سیرت میں یہ بات ملتی ہے کہ ابھی آپ کی عمر مبارک تین (3) سال ہی تھی کہ آپ اکثر اپنے ہم عمر ساتھیوں کو گھر لاتے اور بڑی محبت کے ساتھ انہیں کھانا کھلاتے۔

(سیرت خواجہ غریب نواز، ص:170)

﴿غریب لڑکے کے لئے اپنی خوشیاں قربان فرما دینا﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ نہایت عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرما کر عیدگاہ تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک نابینا لڑکا پھٹے پرانے کپڑے پہنے بیٹھا ہے، آپ سے اس کی غریبی ولاچاری، مفلسی واداسی دیکھی نہ گئی، فوراً آپ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے، اپنا نیا اور قیمتی لباس اسے دے دیا اور خود سادہ لباس

زیب تن فرمایا اور اس غریب کے ساتھ نماز عید ادا فرمائی۔

(ملخص از:سیرت خواجہ غریب نواز،ص:171)

غرباء کی امداد اور مفلسوں کی فریاد رسی

حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ مفلسوں کی فریادرسی فرماتے ،غریبوں ناداروں کی امداد فرماتے ، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری فرماتے ،غرباء ومحتاجوں کا تعاون فرماتے چنانچہ آپ ہر روز نماز اشراق کے بعد اپنے محلّہ کی بیوگان اور عمر رسیدہ وضعیف خواتین کی خبر گیری فرماتے اور ان کی مدد فرماتے۔

آپ کے ملفوظات میں ہے: جو شخص بھوکوں کو سیر کرتا ہے تو اس کے اور دوزخ کے درمیان سات حجابات حائل ہو جاتے ہیں،اور ارشاد فرمایا کہ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالی اس کی ہزار حاجتیں پوری کر دیتا ہے،اسے دوزخ سے چھٹکارا ملتا ہے اور جنت میں اس کے لئے ایک محل تیار ہوتا ہے۔

(دلیل العارفین)

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے پاس عاجزوں کی فریادرسی،حاجت مندوں کی حاجت برآری اور بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بڑھکر کوئی اور طاعت نہیں۔اسی لئے آپ کے مطبخ میں روزانہ اس قدر کھانا پکایا جاتا کہ شہر کے تمام غرباء ومساکین سیر ہوکر کھاتے،خانقاہ کے خرچ کے لئے خدام حاضر ہوتے،آپ اپنے مصلے کا گوشہ اٹھا کر فرماتے:جس قدر رقم درکار ہو یہاں سے لے لو!۔

آپ کی سخاوت وفیاضی سے متعلق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔

خوف وخشیت

برادران اسلام! حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولایت کے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ کے خوف وخشیت کا یہ عالم رہتا کہ آپ خوف الٰہی وخشیت خداوندی کے سبب کانپتے تھے اور ارشاد فرماتے: اے لوگو! اگر تم کو زیر خاک سوئے ہوئے لوگوں کا ذرا سا بھی حال معلوم ہو جائے تو تم (مارے خوف ودہشت کے) ٹھہرے ٹھہرے پگھل جاؤ گے اور نمک کی طرح گھل جاؤ گے۔

(مسالك السالكين)

تعلیمات وملفوظات

برادران اسلام! حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی خدمت خلق کے جذبہ کے ساتھ گزاری، آپ نے انسانی اقدار کا کس درجہ پاس ولحاظ رکھا، مخلوق خدا کے ساتھ آپ نے کس طرح الفت ومحبت کا برتاؤ کیا؛ آپ کے ان ملفوظات اور تعلیمات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

صفات حمیدہ کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ محبوب کون سی صفات ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (1) غمگین افراد کی فریاد سننا (2) مسکینوں کی حاجت پوری کرنا اور (3) بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ اور فرمایا: جس میں تین خصلتیں ہوں سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے: (1) دریا کی طرح سخاوت (2) سورج کے جیسی شفقت اور (3) زمین کی طرح انکسار وتواضع۔

(سیر الاولیاء۔56)

ادائی فرائض وسنن کی تلقین

آپ نے ادائی فرائض وسنن کی تاکید کرتے ہوئے فقیہ ابواللیث کی کتاب

کے حوالہ سے فرمایا کہ ''روزانہ ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے: جو شخص خدا کا فریضہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے دور ہو جاتا ہے، دوسرا فرشتہ کہتا ہے: جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو ترک کرتا ہے وہ آپ کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے''۔

(دلیل العارفین)

طہارت و پاکیزگی کی اہمیت

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جو بندہ باوضو سوتا ہے فرشتے اس کی روح کو عرش الٰہی کے نیچے لیجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اسے نور کی خلعت پہناؤ اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے اس کی روح فرشتے پہلے آسمان سے گرادیتے ہیں۔''

وصال مبارک

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ اور احسانات کی برکت سے ظلمت کدۂ کفر، انوارِ توحید و رسالت سے جگمگانے لگا، آپ نے تمام مخلوق خدا پر شفقت ومحبت، رأفت ورحمت کے پھول برسائے، آپ محبت خدا اور رسول کا درس دیتے رہے، جب سفر آخرت کا وقت آیا تو چند اولیاء اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرما رہے ہیں: ''اللہ کے دوست معین الدین سجزی آرہے ہیں، ہم ان کے استقبال کیلئے آئے ہیں''۔

وصال کے وقت آپ کی جبین اقدس پر یہ نورانی تحریر جگمگا رہی تھی: 'ھــــذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ' یعنی یہ اللہ کے محبوب ہیں جو محبت الٰہی میں وصال کر گئے۔

(سیر الاقطاب)

آپ کی ذات مبارکہ سے بلالحاظ مذہب وملت سبھی اکتساب فیوض و برکات

کیا کرتے ہیں، آپ کی سنہ ولادت اور سنہ وصال سے متعلق مختلف اقوال وارد ہیں، آپ کا وصال مبارک 6/ رجب المرجب 633ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

﴿ازواج واولاد امجاد﴾

"معین الارواح" میں مذکور ہے کہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو حضرت بی بی امۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا سے دو شہزادے: (1) حضرت خواجہ فخر الدین ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور (2) حضرت خواجہ حسام الدین ابو صالح رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور ایک شہزادی: حضرت بی بی حافظ جمال تاج المستورات رحمۃ اللہ تعالی علیہا ہیں۔

اور حضرت بی بی عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا سے ایک شہزادہ: حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو سعید رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں۔

﴿کرامات﴾

حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بے شمار کرامات ہیں، یہاں حصول سعادت کے لئے چند کرامتیں ذکر کی جاتی ہیں:

﴿اناساگر ایک کوزہ میں﴾

ایک مرتبہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم اناساگر سے وضو کے لئے پانی لینے گئے تو وہاں خلاف معمول راجہ کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے، جب خادم نے کوزہ میں پانی بھرنا چاہا تو سپاہیوں نے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ اب تم اس کو نہیں چھو سکتے' تالاب کے پانی کو گندہ مت کرو۔ خادم نے کہا کہ پانی تو جانوروں پر بھی بند نہیں کیا جاتا' ہم تو انسان ہیں۔

اس پر سپاہیوں نے کہا کہ تم حیوانوں سے بھی بدتر ہو۔ خادم نے آ کر جب آپ کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا کہ سپاہیوں سے کہو کہ اس مرتبہ ایک کوزہ پانی لے لینے دو پھر ہم اپنا کوئی اور انتظام کرلیں گے۔ آپ کے حکم پر جب خادم دوبارہ تالاب پر پانی لینے گیا تو سپاہیوں نے تمسخر کیا خادم نے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق انا ساگر سے فرمایا اے انا ساگر تجھے خواجہ نے بلایا ہے بس کیا تھا کہ انا ساگر اک کوزہ میں سمٹ آیا۔ راجپوت سپاہیوں کیساتھ ساتھ مسلمان خادم پر بھی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے وہ یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے کہ انا ساگر کا سارا پانی ایک چھوٹے سے برتن میں سمٹ کر آ گیا۔ جس تالاب پر سپاہی تکبر کر رہے تھے وہ پانی سے خالی ہو چکا تھا۔ اس قوم کے نزدیک یہ جادوگری کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ یہ دیکھ کر راجپوت سپاہی وہاں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ کے خادم بھی حضرت کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ پورے شہر اجمیر میں ہنگامہ برپا تھا انا ساگر کے خشک ہونے کی خبر سب کیلئے حیران کن تھی۔ پرتھوی راج مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو ہر صورت میں روکنا چاہتا تھا' مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ اس مسلمان فقیر کا مقابلہ ہندو جادوگر ہی کر سکتے ہیں۔

لیکن اس سے پہلے شہر اجمیر کے چند معززین انا ساگر کی سابقہ پوزیشن بحال کرنے کی استدعا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر تالاب کا پانی اسی طرح خشک رہا تو بہت سارے انسان پانی کے بغیر مر جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ تو حق کے نافرمانوں کیلئے ایک چھوٹی سی جھلک ہے، ورنہ ہمارا مذہب تو کسی کتے کو بھی پیاس سے تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ یہ فرما کر آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ برتن کا پانی تالاب میں واپس ڈال دیا جائے۔ جب کوزہ کا پانی آپ کے حکم سے تالاب میں ڈالا گیا تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تالاب

ایک بار پھر پانی سے لبالب اور بھرا ہوا ہے۔

حضرات! بت پرستوں اور پرتھوی راج کیلئے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے یہ ایک بہت بڑا پیغام تھا، جسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے وہ سرکشی پر اتر آیا اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں رچانے لگا' حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی خدمت میں رہنے والے درویشوں پر زیادتیاں کرنے لگا۔

﴿لشکر اسلام کو ہند میں آنے کی اجازت﴾

جب پرتھوی راج اپنے بغض وعناد سے باز نہیں آیا اور مظالم کی انتہاء کر دی تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی قوت کے ذریعہ ظلم و جبر کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور سرزمین ہند میں امن وآشتی کی فضا ہموار کرتے ہوئے حکومت کی باگ ڈور سلطان معز الدین عرف شہاب الدین غوری کے حوالہ فرمادی اور قوم کو پرتھوی راج کی بربریت سے نجات دلا دی، جیسا کہ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ پتھورارائے (پرتھوی راج) کے دور حکومت میں اجمیر تشریف لائے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے، پتھورارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا، ایک روز اس نے آپ کے ایک مرید کو کسی وجہ سے ستایا، آپ نے کہلا بھیجا کہ اسے مت ستاؤ! لیکن اس کا سر غرور وتکبر سے بھرا ہوا تھا، وہ باز نہ آیا اور اس مرید کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے تو آپ نے فرمایا: پتھورا را زندہ گرفتہ بدست لشکر اسلام دادم یعنی پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے میں نے لشکر اسلام کے ہاتھ میں دے دیا، ادھر شہاب الدین غوری کے خواب میں تشریف لا کر ہندوستان فتح ہونے کی بشارت دی چنانچہ وہ لشکر لیکر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے، پتھورا نے مقابلہ کیا لیکن اللہ کے حکم سے زندہ گرفتار ہو گیا۔

(اخبار الاخیار، ص:55، مراۃ الاسرار، ص :599، سیر الاولیاء ۔ ص 56)

مشت خاک کی کرامت

جوں جوں اسلام عام ہوتا گیا' مخالفین اسلام کے دلوں میں آتش غیظ وغضب بھڑک اٹھی، ایک شخص ناپاک ارادہ سے آپ پر حملہ آور ہوا' اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، نماز سے فراغت کے بعد جب خادموں نے اطلاع دی تو آپ اٹھے اور مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اس پر آیۃ الکرسی دم کی اور دشمنوں کی طرف پھینک دی، وہ مٹی جس شخص پر پڑی اس کا جسم خشک ہوگیا، اور وہ بے حس ہوکر رہ گیا، یہ دیکھ کر سب لوگ وہاں سے بھاگ گئے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت غریب نواز کی ولایت محمدی تھی، غرض یہ کہ جب دشمنوں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ ممکن نہیں تو انہوں نے لڑائی ترک کردی۔

(اقتباس الانوار، ص:362/363)

حضرات !یہاں بطور اختصار حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شخصیت، حیات، افکار وتعلیمات سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو تابناک اور ہر گوشہ روشن ومنور ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق خیر مرحمت فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید فرمائے۔ آمین

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

b

نماز' تحفۂ معراج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَوْقُوتًا.

(سورۃ النساء،آیت: 103)

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمارے پیدا کیے جانے کا مقصد بھی بتایا اور اپنی بارگاہ سے رابطہ مضبوط و مستحکم کرنے کی ہدایت فرمائی، حضرات انبیاء کرام کو اسی مشن کے ساتھ بھیجا، وہ حضرات بندگان خدا کو بارگاہ رب العزت سے جوڑتے رہے، تقاضے بدلتے گئے، طریقے ضرور مختلف ہوئے لیکن سبھوں نے انسانوں کو ایک ہی مقصد بتایا، خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف بلایا، حضور رحمۃ للعالمین' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عبادتِ خداوندی کی دعوت دی، لوگ جیسا جیسا حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے، اپنے مولیٰ کی بندگی سے بھی آشنا ہوتے گئے۔

معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تحفے عطا فرمائے ہیں ان عظیم بابرکت تحفوں میں ایک تحفہ نماز ہے، روزہ، زکوۃ، حج تمام عبادتیں زمین پر فرض کی گئیں اوران عبادتوں کا حکم زمین میں دیا گیا، لیکن نماز عالم بالا میں ساتوں آسمانوں کے اوپر فرض کی گئی، نماز کا حکم اس وقت عطا ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ماورائے عرش عظیم پر دیدار الٰہی سے مشرف ہو رہے تھے۔

برادران اسلام! اس بات سے ہر مسلمان بخوبی واقف ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں، ان پانچوں ارکان میں جو رکن بنیادی حیثیت رکھتا ہے وہ عقیدۂ توحید و رسالت ہے اس کے بعد نماز و روزہ اور حج و زکاۃ کا درجہ ہے، اگر رکن اول عقیدہ مستحکم نہ ہو تو دیگر ارکان بھی رائگاں ہو جاتے ہیں، واضح رہے کہ اسلام کے نظام عبادت میں سب سے زیادہ اہمیت اور اولیت نماز کو حاصل ہے، کتاب و سنت میں نماز سے متعلق بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں، روزہ، زکوۃ کا جہاں تک معاملہ ہے، ان کی فرضیت سال بھر میں صرف ایک مرتبہ عائد ہوتی ہے، روزہ رکھنے کے لئے طاقت و توانائی ضروری ہے تو زکوۃ کی ادائی کے لئے سال بھر تک مال کے مقررہ نصاب کا مالک ہونا شرط ہے اور حج کیلئے صرف ماہ ذی الحجہ کے مخصوص پانچ ایام مقرر ہیں' پھر اس کی ادائی بھی استطاعت رکھنے والے پر عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے' لیکن نماز ہر روز پانچ مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا بیمار، سفر میں ہو یا حضر میں' حالت امن میں ہو یا حالت جنگ میں، راحت میں ہو یا مصیبت میں' کوئی بالغ مسلمان اس سے علحدہ نہیں۔ نماز ذکر کے تمام طریقوں پر مشتمل ہے' وہ اس طور پر کہ نماز میں ذکر جہری بھی ہے اور ذکر سری بھی' نماز میں تلاوت قرآن بھی ہے اور درود شریف بھی، نماز کو اجتماعی طور پر بھی ادا کیا جاتا ہے اور انفرادی طور پر بھی، نماز دعاء کا طریقہ سکھاتی ہے، نماز رحمت کے نزول کا باعث ہے اور استغفار کا ذریعہ ہے۔

عربی زبان میں نماز کو ''صلوٰۃ'' کہا جاتا ہے، لفظ صلوۃ کے معنی، دعا، رحمت اور استغفار کے آتے ہیں، نماز کو ''صلوٰۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ مذکورہ تمام معانی اس

عبادت میں پائے جاتے ہیں، نماز میں دعا کی جاتی ہے، نماز کی وجہ سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور نماز میں بندہ اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے۔

نماز تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ درجہ وفضیلت رکھتی ہے، نماز دین کا رکن اور اسلام کا ستون ہے اور نماز میں جو لطف ولذت ہے اگر نمازی اس سے آشنا ہو جائے تو کبھی سلام پھیرنا، پسند نہ کریگا، نماز بندہ اور رب کے درمیان سرگوشی کا ذریعہ ہے، نماز کے وسیلہ سے نمازی دربار الٰہی میں حاضری دینے والا ہوتا ہے، نماز گناہوں کا کفارہ ہے، نماز مومن وکافر کے درمیان امتیاز وفرق ہے، نماز منافقین پر بھاری گزرتی ہے، نماز مومنین کی معراج ہے اور نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مقدس کی ٹھنڈک ہے، نماز نامۂ اعمال سے گناہ مٹادیتی ہے، نماز طہارت ونظافت کا عادی بناتی ہے، نماز غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتی ہے، نماز ی کو صدیقین اور صالحین کا درجہ ملتا ہے۔

﴿نماز' اسلام کا ایک اہم رکن﴾

نماز ایسی عبادت ہے جو سب سے پہلے فرض ہوئی، پانچ نمازوں میں جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے تو ایک مسلمان کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ فریضۂ نماز ادا کرے، بجائے اس کے بعض لوگ مصروف ہونے کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاروبار کی وجہ سے وقت نہیں نکلتا ہے، آج کا دور عدیم الفرصتی کا دور ہے، ہر شخص مصروف ہے' بہت ساری مصروفیات کے باوجود آدمی تمام معاشرتی وسماجی رسم ورواج کی تکمیل کررہا ہے، تعلیمی وتجارتی امور انجام دے رہا ہے، غرض یہ کہ آدمی معاشرہ اور سماج کو اہمیت دیتا ہے' اسی لئے اس کے رواج کے مطابق کاموں کی تکمیل بھی کرلیتا ہے، تعلیم وتجارت کی اس کے پاس قدر ہے' اسی لئے ان سے متعلقہ امور کے انجام کی فکر

کرتا ہے، اگرچہ مصروفیات بہت ساری ہیں لیکن ان امور کے لئے وقت نکالتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو چاہیئے کہ نماز جیسی اہم عبادت کی اہمیت کو جانے، اسلام میں اس کے مرتبہ کو پہچانے!، نماز وہ اہم ترین عبادت ہے کہ قرآن کریم میں بار ہا اس کا ذکر کیا گیا ،مختلف اسلوب و انداز سے اس کا حکم دیا گیا، اللہ تعالی نماز کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔	تمام نمازوں کی حفاظت اور پابندی کرو اور خاص طور پر درمیانی نماز عصر کی۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:238)

﴿اوّلیں پرسش نماز بود﴾

قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، سب سے پہلے جس عمل سے متعلق سوال ہوگا وہ نماز ہے اور جس عمل کے بارے میں پہلے پوچھا جائے بندہ اسی میں ناکام یا ناقص ہو تو وہ دوسرے اعمال میں بھی ناقص یا ناکام ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عبدالله بن قرط رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول مایحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة	حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا' سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بروز حشر سب سے پہلے بندہ سے جس عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ نماز ہے،

فان صلحت صلح سائر عمله وان فسدت فسد سائر عمله . اگر وہ صحیح ہوتو سارے اعمال صحیح ہیں اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارے اعمال بگڑ جائیں گے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی،باب الالف ،من اسمه احمد،حدیث نمبر1929)

نماز،ایمان کی علامت ونشانی

نماز وہ اہمیت والی عبادت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان' خط فاصل اور وجہ امتیاز قرار دیا' ارشاد نبوی ہے:

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال بین الکفر والایمان ترک الصلوۃ . سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے۔

(جامع الترمذی ،ابواب الایما ن،باب ماجاء فی ترك الصلوة ، حدیث نمبر: 2827)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے اس کے پاس نشانی ہے کہ وہ مسلمان ہے، اور جو نماز نہیں پڑھتا اس کے پاس بظاہر مسلمانوں کی علامت نہیں ، ظاہر ہے کہ غیر مسلم نماز نہیں پڑھتے اور یہ بھی نماز نہیں پڑھتا اس طرح جس شخص نے نماز ترک کردی اس نے غیر مسلموں جیسی حرکت کردی' نماز ترک کر کے اس نے غیر مسلموں کے طریقہ کو اختیار کیا ،ایسے شخص کو چاہئے کہ نمازوں کی پابندی کرے! تاکہ مسلم اور کافر کا فرق واضح ہو،نماز سے وابستہ ہوجائے تاکہ ترک نماز کے عمل سے صرف غیر مسلم افراد پہچانے جائیں،مسلمان نہیں۔

نماز کا انکار کرنے والا کافر اور اسکو چھوڑنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، علماء احناف کے پاس تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا، جب تک کہ وہ نماز کا پابند نہ ہو جائے اور امام شافعی وامام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے پاس تارک نماز اگرچہ کافر نہیں مگر واجب القتل ہے۔

(اشعة اللمعات، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 301)

﴿تاکید نماز، تربیت اولاد کا اہم عنصر﴾

حضرات! مذہب اسلام میں تربیت اولاد کی بڑی تاکید کی گئی، کیونکہ کمسن بچے نرم ونازک شاخ کی طرح ہوتے ہیں، شاخ کو جس طرف موڑ دیا جائے وہ اسی حالت میں تن آور درخت بن جائیگی، اسکے بعد جیسا چاہے موڑ دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسی طرح کم سنی میں جس طور طریق پر اولاد کو ڈھالا جائے گا وہ مستقبل میں اسی حالت وکیفیت پر قائم رہیں گے۔ نماز چونکہ دربار الٰہی میں حضوری کا زینہ ہے، اسی لئے اسلام نے بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی تاکید کرنے اور اس کا پابند بنانے کا حکم دیا جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا	حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ انکی عمر سات سال ہو اور نماز نہ پڑھنے پر انہیں (ہاتھ سے) مارو

وھم ابناء عشر سنین — جبکہ وہ دس سال کے ہوں اور انکے بستر

وفرقوا بینھم فی المضاجع. — علحدہ کردو۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ، حدیث نمبر495)

سات سال کی عمر میں بچے بلوغ کی عمر کے نصف حصہ تک پہنچتے ہیں، اسی وقت سے انہیں نماز کا پابند بنایا جائے تو حد بلوغ کو پہنچنے کے بعد' بے حیائی و بے راہ روی سے دور رہیں گے، کیونکہ سات سال کی عمر سے اگر نماز کی پابندی کی جائے تو اسکے برکات وانوار سے بچوں کے قلوب پاک وصاف رہیں گے، یقیناً نماز وہ عبادت ہے جو بے حیا انسانوں کو بھی شرم وحیا کا پیکر بناتی ہے اور انہیں گناہوں سے روکتی ہے، بچے تو ابتداء سے فطری طور پر باحیا ہوتے ہیں اور برائیوں سے دور رہتے ہیں۔ اِس حالت میں انہیں نماز کا پابند کردیا جائے تو اُس منزل پر پہنچ کر بھی وہ نہ بہکیں گے، جس میں اکثر انسان بھٹک جاتے ہیں، رب کائنات نے نماز کا یہ وصف بیان فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برائیوں سے روکتی ہے، ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ. — بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

(سورۃالعنکبوت، آیت:45)

نماز گناہوں کا کفارہ ہے

انسان خطا ونسیان کا مجسمہ ہے، جب اس پر نفس وشیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے تو خطا وگناہ صادر ہوتے ہیں، گناہوں کو مٹانے کیلئے توبہ واستغفار سے کام لیا جاتا ہے، لیکن دنیا میں انہماک اور غفلت کی چادرتنی رہنے کے سبب انسان کو اکثر توبہ واستغفار کا

خیال بھی نہیں آتا، اسکے باوجود رؤوف ورحیم رب کریم نے غافلوں کی بخشش فرمانے کی خاطر نماز کو گناہوں کا کفارہ بنایا، کسی نمازی سے ایک نماز کے بعد جو گناہ ہو جائیں دوسری نماز ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات ما بينهن اذا اجتنب الكبائر.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے: پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ، ایک رمضان دوسرے رمضان تک، یہ سب انکے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹاتے ہیں ،جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ...... مکفرات، حدیث نمبر 574)

﴿پانچ نمازوں کی مثال﴾

پانچ وقت نماز پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ ایک دن میں اس نے پانچ بار غسل کیا، غسل کرنے سے بدن پر میل کا نشان بھی نہیں رہتا ہے، اسی طرح پنج وقتہ نماز سے قلب وبدن پر گناہوں کا اثر نہیں رہتا اور گناہ اسکے نامۂ اعمال سے بھی مٹا دئے جاتے ہیں:

عن ابی هريرة رضى الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارأيتم لو ان نهرا بباب احدكم يغتسل منه كل يوم خمس مرات هل يبقى من درنه شئ قالوا لا يبقى من درنه شئ قال فذلک مثل الصلوات الخمس يمحو الله بهن الخطايا.	انہوں نے فرمایا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ بار نہاتا ہے، کیا اس کے بدن پر میل باقی رہیگا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا: نہیں کچھ میل باقی نہ رہیگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پنجوقتہ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالی ان نمازوں کے ذریعہ خطاؤں کو مٹاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ، حدیث نمبر 528، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلوۃ......، حدیث نمبر 1554)

﴿نماز، گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ﴾

نماز میں دنیوی واخروی بے شمار فوائد ہیں یہ فوائد اسی نمازی کا مقدر بنتے ہیں جو خشوع وخضوع کے ساتھ خوشنودیٔ الہی ورضاء حق تعالی کیلئے نماز ادا کرتا ہے اور اپنے قلب وخواطر پر بحالت نماز قابو رکھتا ہے، تصورات کو منتشر ہونے نہیں دیتا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی ذر ان النبی صلى الله عليه وسلم	حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں

خـــرج زمــن الشتـــاء	باہر تشریف لائے جب کہ درخت کے پتے جھڑ
والــورق يتهــافت قـال	رہے تھے، ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی
فـقـال يـا ابـاذر ! قلـت	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! میں
لبيك يا رسول الله قال	نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر
ان العبد المسلم ليصلي	خدمت ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
الـصـلاة يريد بها وجه	فرمایا: یقیناً مسلمان بندہ نماز صرف اس لئے
الـلـه فتهـافت عنه ذنوبه	پڑھتا ہے کہ اللہ تعالی راضی ہو جائے تو اس سے
كـمـا تهافت هذا الورق	گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسا کہ اس درخت
عن هذه الشجرة	سے یہ پتے جھڑتے ہیں۔

(مسندالامام احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، حدیث نمبر 22177)

بروز حشر نمازی کیلئے نور و برہان

برادران اسلام! قیامت کے دن گنہگاروں کے چہرے سیاہ رہیں گے، معصیت ونافرمانی کے سبب دنیا میں جو دل کالے ہوچکے تھے قیامت کے دن اسکا اثر چہروں پر ظاہر ہوگا۔ کیسی شرمندگی ورسوائی کا حال ہوگا کہ ابتداء کائنات سے انتہاء تک آنے والے تمام انسان ایک میدان میں جمع ہونگے' انبیاء کرام واولیاء اللہ کے حضور جب یہ بدحالی ظاہر ہوگی تو کتنی شرمندگی وفضیحت ہوگی۔ اس پریشان کن حالت میں نمازی کیلئے نور ہوگا، اسکا چہرہ اور بدن سب کچھ روشن ومنور ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

العاص عن النبی صلی الله علیه وسلم انه ذکر الصلاة یوما فقال من حافظ علیها کانت له نورا وبرهانا ونجاة یوم القیامة ومن لم یحافظ علیها لم تکن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف.	عنہما سے روایت ہے،حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: جس نے نماز کی پابندی کی قیامت کے دن اسکے لئے نماز نور و برہان اور نجات کا باعث ہوگی اور جس نے اسکی پابندی نہ کی اسکے لئے نہ وہ نور و برہان ہوگی اور نہ وہ نجات کا باعث ہوگی اور وہ (شخص) قیامت کے دن قارون،فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(مسند الامام احمد،مسند عبد الله بن عمرو بن العاص،حدیث نمبر6733،شعب الایمان،باب فی الصلوة،حدیث نمبر 2697،سنن الدارمی،باب فی المحافظة علی الصلوة،حدیث نمبر2777)

مذکورہ حدیث شریف میں نماز پڑھنے والوں کے لئے خوشخبری سنائی گئی اور بے نمازی کے لئے سخت وعید بیان کی گئی کہ قیامت کے دن وہ بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ ہوگا،افسوس! کتنا بڑا خسارہ اٹھانا پڑے گا اور اس وقت کیسی رسوائی ہوگی،اللہ تعالی تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

﴿نماز اللہ تعالی کے پاس سب سے محبوب عبادت﴾

توحید و رسالت کی گواہی کے بعد سب سے افضل عبادت نماز ہے اور وہ اللہ تعالی اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے،نماز وہ عبادت ہے

جسے فرشتے بھی ادا کرتے ہیں، فرشتوں میں بعض ایسے ہیں کہ جب سے انہیں پیدا کیا گیا نماز میں مشغول ہیں' بعض رکوع وسجود میں اور بعض قیام وقعود میں رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ما افترض الله علی خلقه بعد التوحید احب الیه من الصلاة ولو کان شیٔ احب الیه منها لتعبد به ملائکته فمنهم راکع ومنهم ساجد ومنهم قائم وقاعد.	اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر توحید کے بعد نماز سے زیادہ محبوب کوئی عمل فرض نہیں فرمایا، اگر کوئی عمل اسکے پاس نماز سے زیادہ محبوب ہوتا تو ضرور فرشتے بھی وہ عمل کرتے، ان میں بعض فرشتے رکوع میں ہیں اور بعض سجدہ ریز ہیں، بعض قیام میں ہیں تو بعض قعدہ میں ہیں۔

(احیاء العلوم، ج:1 ص:152، فضیلة المکتوبة)

﴿سجدہ' قرب الٰہی کا اعلیٰ درجہ﴾

بندہ نماز کی حالت میں اللہ تعالی کا قرب حاصل کرتا ہے، ویسے تو نماز کا ہر حصہ، ہر رکن، قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، لیکن حالت نماز میں نمازی سجدہ کرتے وقت اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اللہ تعالی کا سب سے

مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ.
زیادہ قرب اُس وقت حاصل کرتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود .حدیث نمبر1111)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کو معلوم ہوجائے کہ نماز کیا ہے؟ وہ ہر مشغلہ چھوڑ دے گا اور اللہ تعالی کی عبادت کے لئے نماز میں کھڑا ہوجائے گا۔

﴿نماز یکسوئی اور اطمینان سے ادا کی جائے﴾

حضرات! واضح رہے کہ اگر نماز میں اسکے فرائض وواجبات ادا نہ ہوں تو نماز نہیں ہوتی اور اس کی سنتیں ترک کرنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے اور نمازی اس کے پورے ثواب سے محروم ہوجاتا ہے، ارکان نماز میں جلدی کرنا، رکوع وسجود میں آداب کا لحاظ نہ رکھنا بڑی غفلت کی بات ہے، اس طرح نماز میں غفلت کرنے پر حق تعالی اپنی نظر رحمت نہیں ڈالے گا، ایسے لوگ نماز ادا کرنے کے باوجود اس کی لذت سے نا آشنا اور اسکے ثواب سے محروم ہوتے ہیں، نماز کے واجبات اور سنتوں میں غفلت کرنا تو درکنار، اگر کوئی نماز میں رکوع اور سجدہ کے درمیان جس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہئے تھا، سستی اور غفلت کرتے ہوئے نہیں کھڑا ہوتا تو ایسا شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے گا' چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی العبد لا یقیم صلبہ بین رکوعہ وسجودہ.
اللہ تعالی اس بندہ کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہیں رکھتا، یعنی ارکان نماز میں آداب وسنن کی رعایت نہیں رکھتا۔

(احیاء علوم الدین، ج:1،ص:153،فضیلۃ اتمام الارکان)

اس کے برخلاف جو نماز کے فرائض بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کی سنن ومستحبات کا بھی لحاظ رکھتا ہے تو اس کی نماز اس شان سے بلند ہوتی ہے کہ اسکی روشنی چاروں سمت پھیل جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الصلاة لوقتها، وأسبغ لها وضوءها، وأتم لها قيامها وخشوعها وركوعها وسجودها خرجت وهي بيضاء مسفرة، تقول: حفظك الله كما حفظتني، ومن صلى الصلاة لغير وقتها فلم يسبغ لها وضوءها، ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة، تقول:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وقت پر نماز پڑھے اور اسکے لئے اچھی طرح وضو کرے، نماز میں قیام اور رکوع وسجود خشوع وخضوع کے ساتھ اچھی طرح کرے تو وہ نماز روشن اور چمکدار بن کر یہ کہتے ہوئے بلند ہوگی: اللہ تعالی تیری حفاظت کرے! جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی ۔اور جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے، اچھی طرح وضو نہ کرے، اسکے رکوع وسجود خشوع وخضوع کے ساتھ اچھی طرح ادا نہ کرے تو وہ نماز سیاہ وتاریک بن کر یہ کہتے ہوئے بلند ہوگی: اللہ تعالی تجھے ضائع کرے! جیسا کہ تو نے مجھے

ضيعك الله كما ضيعتني ، حتى إذا كانت حيث شاء الله لفت كما يلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه.	ضائع کیا' یہاں تک کہ وہ نماز اللہ تعالی جہاں تک چاہے پہنچتی ہے پھر اسے ایسا لپیٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ بوسیدہ کپڑا لپیٹا جاتا ہے' پھر وہ نمازی کے چہرہ پر ماردی جاتی ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی،باب الباء،من اسمه بکر،حدیث نمبر3213)

اس سے معلوم ہوتا ہے نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ، یکسوئی ودلجمعی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے ، کیوں کہ جس نماز میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا وہ رائگاں ہو جاتی ہے اوراس نماز کو نماز میں کوتاہی کرنے والے کے چہرہ پر ہی ماردیا جاتا ہے۔

﴿نماز میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے وعید﴾

نماز ایک عظیم عبادت ہے،اس سے غفلت نہیں کی جانی چاہئے ،نماز کی ادائیگی میں سستی وکاہلی برتنا یالاپرواہی سے کام لینا ایسا گناہ ہے کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ. الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ .	توہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہیں۔

(سورۃ الماعون،آیت: 4/5)

آیت کریمہ میں جن نمازیوں کے لئے وعید بتلائی گئی وہ ایسے لوگ ہیں جو غفلت کی وجہ سے نماز پڑھتے ہی نہیں یا نماز پڑھتے بھی ہیں تو اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں،اس کے معاملہ میں لاپرواہی کرتے ہیں اوراپنی نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا نہیں کرتے ۔ بلکہ افکار وخیالات میں گم ہوتے ہیں، نماز میں پڑھی گئی سورتوں سے غافل رہتے ہیں، رکعتوں کی تعداد سے بے خبر رہتے ہیں، حقیقت میں یہ

قابل افسوس بات ہے‘ ایک بندۂ مومن کو نماز کے بارے میں غفلت اور بے توجہی سے اجتناب کی بے حد ضرورت ہے۔

﴿نماز میں چوری﴾

نماز میں تعدیل ارکان کا خیال رکھنا ضروری ہے، لہذا رکوع اور سجدہ ادا کرنے کے دوران اطمینان ملحوظ رکھنا چاہئے، جو شخص اس کا خیال نہیں رکھتا اور رکوع اور سجدہ جلد بازی کے ساتھ ادا کرتا ہے اس سے متعلق حدیث پاک میں وعید وارد ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں سب سے بدترین چور اس شخص کو کہا گیا جو نماز کے ارکان رکوع، سجدہ وغیرہ میں کمی کرتا ہے اور اطمینان سے ارکان ادا نہیں کرتا، جیسا کہ مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسوأ الناس سرقة الذی یسرق صلاته.	چوری کے اعتبار سے سب سے بدترین وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔

(مسندالامام احمد، حدیث ابی قتادۃالانصاری، حدیث نمبر 23311، المستدرك علی الصحیحین، کتاب الصلوۃ، اما حدیث انس، حدیث نمبر 799)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصلاة مکیال فمن اوفی استوفی ومن طفف فقد علم ما قال الله فی المطففین.	نماز اک پیمانہ ہے جو مکمل ادا کرے گا وہ پورا ثواب پائے گا اور جو کمی کریگا تو اسے معلوم ہے اللہ تعالی نے کم ناپنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا ہے، (کہ ان کے لئے ہلاکت وبربادی ہے۔)

(احیاء علوم الدین، ج:1، ص:154، اتمام الارکان)

﴿نماز ترک کرنے والوں کے لئے وعید﴾

حاضرین گرامی! ابھی آپ نے سنا کہ نماز اور مسلمان کا تعلق اس قدر گہرا ہے کہ کسی مسلمان سے نماز چھوڑنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، نماز سے بے تعلق رہنا، غیر مسلموں کا طریقہ ہے، نماز نہ پڑھنا، اہل کفر کا شعار ہے، اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان امتیاز یہ ہے کہ ہم اہل اسلام نماز پڑھتے ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے، جس کی صراحت ہمیں صحیح مسلم شریف کی اس حدیث پاک سے ملتی ہے:

عَنْ أَبِی سُفْیَانَ قَالَ	حضرت ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے
سَمِعْتُ جَابِرًا یَقُولُ	انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله	سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت رسول اللہ
علیه وسلم یَقُولُ إِنَّ بَیْنَ	صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کے
الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ	درمیان اور شرک وکفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا
وَالْكُفْرِ تَرْکَ الصَّلاةِ .	ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ، حدیث نمبر:256)

اگر کوئی مسلمان نماز چھوڑ دے تو یقیناً اس نے اہل کفر کا عمل کیا، عملی طور پر ان میں شامل ہوگیا، مسلمانوں کو چاہئے کہ اس فرق وامتیاز کو باقی رکھیں اپنے شعار کی حفاظت کریں، جس طرح قرآن کریم وحدیث شریف میں نماز کی اہمیت بتلائی گئی ہے اسی طرح ہم اپنے اعمال کے ذریعہ اسے اہمیت دیں، جس طرح ہم اعتقادی طور پر نماز کو اہمیت دیتے ہیں اسی طرح نماز کی پابندی کرکے عملی طور پر اسے اہم قرار دیں، جو شخص

نماز چھوڑتا ہے اس کے لئے احادیث شریفہ میں وعیدیں وارد ہیں جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَرَكَ صَلاةً لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی نماز چھوڑ دی تو وہ اللہ تعالی سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: 11617)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی نماز

نماز افضل ترین عبادت ہے، نماز میں بندہ بارگاہ الہی میں رہتا ہے، صحابہ کرام وتابعین عظام وخاصانِ خدا' خصوصاً نماز کی لذتوں سے خوب آشنا اور اسکے اسرار کے رازداں ہوتے ہیں، انوارِالٰہی وتجلیات خداوندی کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ بحالت نماز دائیں، بائیں دیکھنا یا افکار وتخیلات میں گم رہنا غفلت کی علامت ہے، اہل قلب ونظر کی نمازیں اس شان کی ہوتی ہیں کہ انکے خشوع کا کروڑواں حصہ بھی نماز میں غفلت کرنے والوں کو میسر آئے تو انکا بیڑا پار ہو جائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نماز

افضل البشر بعد از انبیاء، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جملہ صحابہ کرام کے درمیان تمام احوال و کیفیات میں سب سے افضل واعلی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز سے متعلق صحیح بخاری شریف میں روایت مذکور ہے:

فکان یصلی فیه	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کے آنگن
ویقرأالقران فیتصفق علیه	میں نماز ادا کرتے، قرآن کریم کی تلاوت فرماتے
نساء المشرکین وابنائهم	تو مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا ہجوم ہوجاتا، وہ
یعجبون وینظرون الیه	آپ کو دیکھ کر تعجب کرتے، حضرت ابوبکر رضی اللہ
وکان ابوبکر رجلا بکاء	عنہ بارگاہ الٰہی میں بہت زیادہ رونے والے تھے
لایملک دمعه حین	جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو اپنے
قرأالقران .	آنسوؤں پر قابو نہ رکھتے۔

(صحیح البخاری ، کتاب الکفالة، باب جوار ابی بکر فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وعقده ، حدیث نمبر: 2297)

نماز میں آپ کا خشوع اورتوجہ کی کیفیت سب سے زیادہ کمال پر تھی، چنانچہ آپ کے خشوع سے متعلق روایت ہے، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز ادا فرماتے تو اس اطمینان سے قیام فرماتے جیسے کوئی لکڑی زمین میں گاڑ دی گئی ہو، یعنی لکڑی جس طرح بے حس و بے حرکت ہوتی ہے، غایت درجہ خشوع کے باعث نماز میں آپ کا بھی وہی حال رہتا:

عن مجاهد قال کان	حضرت مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت
ابن الزبیر إذا قام فی	ہے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت عبد اللہ بن
الصلاة کأنه عود من	زبیر رضی اللہ تعالی عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو
الخشوع قال مجاهد	خشوع کی وجہ سے گویا لکڑی معلوم ہوتے۔ حضرت
وحدثت أن أبا بکر	مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے

كان كذلك. کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج2، ص237)

﴿حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نماز﴾

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سینہ، خوف الٰہی سے ایسا لبریز تھا کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور آہیں بلند ہوتیں:

عن عبد الله بن شداد بن الهاد قال سمعت نشيج عمر رضی الله عنه وانا فی آخر الصفوف فی صلاة الصبح وهو يقرأ سورة يوسف حتى بلغ اِنَّمَا اَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ.

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد بیان فرماتے ہیں: میں نماز فجر کے موقع پر آخری صف میں تھا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی، اس وقت آپ سورۂ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے حتی کہ اس آیت پر پہنچے: اِنَّمَا اَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ. (میں اپنے رنج وغم کی فریاد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔)

(كنز العمال، حرف الفاء، فضائل الفاروق رضی الله عنه)

﴿حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی نماز﴾

نماز سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال واوصاف بہت مشہور ہیں، آپ کی نماز سے متعلق منقول ہے:

كان على بن ابى طالب اذا حضر وقت الصلاة يتزلزل ويتلون وجهه فقيل له

جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم پر لرزہ طاری ہوتا اور چہرہ انور متغیر ہو جاتا، آپ سے اس کے متعلق

مالک یا امیر المؤمنین؟ فیقول جاء وقت امانة عرضها اللہ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منھا.

پوچھا جاتا: اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ تو فرماتے: اس امانت کی ادائی کا وقت آ چکا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے عاجزی کا اظہار کیا اور اس سے گھبرا گئے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلوۃ و مھماتھا، الباب الاول، فضیلۃ الخشوع)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز ادا فرماتے تو دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا کہ کوئی درخت کا تنہ ہے اور نماز میں آپ کے استغراق کی یہ کیفیت ہوتی کہ دہنی جانب یا بائیں جانب منجنیق سے سنگ باری بھی کی جائے تو آپکو اسکا احساس نہ ہوتا، جیسا کہ منقول ہے:

عن ابن المنکدر لو رأیت ابن الزبیر وھو یصلی لقلت غصن شجرۃ یصفقھا الریح إن المنجنیق لیقع ھھنا وھھنا ما یبالی

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا اگر تم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو نماز پڑھتے دیکھتے تو ضرور یہ کہتے: ایک ایسا تنہ ہے، جسکے پتوں کو ہوا نے جھاڑ دیا، آپ کے اطراف اگر منجنیق پھینکی جاتی تب بھی آپ کو اسکی پرواہ نہ ہوتی۔

(حلیۃ الاولیاء، عبداللہ بن زبیر)

﴿نماز کی اہمیت وفضیلت پر صحابۂ کرام کے اقوال﴾

......سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الصلاۃ امان اللہ فی الارض.	نماز، زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وسلامتی کا سبب ہے۔

(کنزالعمال، کتاب الصلوۃ، الباب الاول فی فضلھا و وجوبھا، حدیث نمبر:21617)

......حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا اسلام لمن لم یصلّ.
یعنی جو نماز نہ پڑھے اسکا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

(کنز العمال، حدیث نمبر:21620)

......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صلاۃ الرجل فی بیتہ نور واذا قام الی الصلاۃ علقت خطایاہ فوقہ فلا یسجد سجدۃ الا کفر اللہ عنہ بھا خطیئۃ.	آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا نور ہے، جب وہ نماز کیلئے کھڑا ہوتو اسکی خطائیں اس کے اوپر لٹکائی جاتی ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ سجدہ کی وجہ سے اسکی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الطھارۃ، باب ما یکفر الوضوء و الصلوۃ۔149)

......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما دمت فی صلاۃ فأنت تقرع باب الملک ومن	تم جب تک نماز میں ہو اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جو اللہ تعالیٰ کا دروازہ

یقرع باب الملک یفتح له. کھٹکھٹائے اسکے لئے دروازہ ضرور کھولا جائیگا۔

(حلیة الاولیاء ،عبد اللہ بن مسعود،مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃ من اللیل۔ 7435)

آخر میں رب کائنات کے دربار میں دعاء ہے کہ ہم سب کونماز پڑھنے کی توفیق دے ،عبادت کی لذتوں سے آشنا کردے ،نماز کی حلاوت وشیرینی عطافرمائے،اورہمیں نماز کےتمام فوائدوبرکات سےسرفرازفرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

☆☆☆

a

k

سفر معراج اور برزخی احوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا. صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ .

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس امت پر بے انتہاء احسانات فرمائے، اسے بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور مشقتوں کو دور کر کے اس امت کے لئے ہر معاملہ میں آسانی وسہولت عطا فرمائی۔

انہی آسانیوں میں یہ ہے کہ امتیوں سے گناہ سرزد ہوتے ہی فوراً مؤاخذہ نہیں کیا جاتا، بلکہ اُنہیں گناہوں سے باز آنے اور توبہ کرنے کے لئے مہلت دی جاتی ہے، ان پر عمومی عذاب نازل نہیں کیا جاتا۔

وقتاً فوقتاً عجیب وغریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں، کبھی سورج کو گہن لگتا ہے تو کبھی چاند کو گہن، کہیں زلزلہ آتا ہے تو کہیں وبائی امراض جنم لیتے ہیں، کوئی مقام سیلاب وطوفان کی زد میں آتا ہے تو کوئی علاقہ سونامی کی لہروں سے متأثر ہوتا ہے۔

قدرت کی یہ نشانیاں، عذاب الہی کی یہ علامتیں، کس لئے بھیجی جاتی ہیں؟ اس

کی وجہ قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا نُرسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا. — ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لئے۔

(سورۃ الاسراء۔59)

یہ ساری نشانیاں اسی لئے ظہور میں آتی ہیں کہ خواب غفلت میں رہنے والا انسان بیدار ہوجائے، گنہگار و معصیت شعار آدمی' متقی و پرہیزگار بن جائے' دنیاداری ودنیا طلبی میں منہمک افراد آخرت کی طرف متوجہ ہوجائیں' اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور دنیا کے معاملات بھی دینداری کے ساتھ انجام دیں۔

حضرات! اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم سفر معراج سے متعلق گفتگو کریں گے اور معجزۂ معراج کے ان تابناک گوشوں سے روشنی حاصل کریں گے جن سے ہماری دنیا وآخرت سنورتی ہے، اس سفر معراج میں امت کے لئے دو پیغام ملتے ہیں:

(1) عقائد کی اصلاح۔ (2) اعمال کی اصلاح۔ ہم آج سفر معراج کے حوالہ سے اعمال کی اصلاح کی بابت گفتگو کریں گے۔

احوال برزخ' امت کے لئے معراج کا اصلاحی گوشہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب بہت احوال ملاحظہ فرمائے، آپ نے نیکوکاروں کو بہترین حالت میں دیکھا، اور بدکاروں کو بدترین حالت میں دیکھا' اور امت کی اصلاح کے لئے اسے بیان فرمایا اور ان واقعات میں ہم امتیوں کے لئے سبق ہے، اچھے احوال سے ہمیں نیک اعمال کرنے کی جستجو پیدا کرنی چاہیے، بُرے احوال سے عبرت حاصل کرتے ہوئے بدعملی ترک کرنے کا پختہ ارادہ کرنا چاہیئے، شب معراج دکھائے جانے

والے صالحین کے واقعات ہمارے لئے خیر و بھلائی کرنے میں مددگار اور حوصلہ افزا ہیں اور دین و دنیا میں کامیابی کے لئے مشعل ہدایت ہے، اسی طرح گنہگاروں کے واقعات ہمارے لئے عبرت ہیں اور اس میں ہمارے لئے درس و نصیحت ہے۔

شب معراج مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سفر کے دوران حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے برزخی احوال کا مشاہدہ فرمایا، آپ نے نیک و بد اعمال اور حسنات وسیئات کو برزخی شکل میں ملاحظہ فرمایا اور اسے امت کے لئے بیان فرمایا' تا کہ نیک اعمال کی بہترین شکلوں سے امتیوں میں بھلائی کی رغبت پیدا ہو اور برے اعمال کی قبیح شکلوں کے ذریعہ برائی سے نفرت اور بیزاری ہو جائے۔

عالم برزخ کی اس تفصیل کو حضرت ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمہ نے دلنشین انداز میں تحریر فرمایا:

''ہر کام نیک ہو یا بد' اسکے کرنے کے بعد اس کا رنگ روح پر اور دل پر جمتا ہے۔ اور عالم برزخ میں چھپتا ہے، ہر ایک کام عالم برزخ میں اپنے مناسب شکل وصورت سے ظاہر ہوتا ہے، اسی عالم برزخ کو قبر بھی کہتے ہیں، عالم برزخ میں جس کام کی جو صورت بنتی ہے قیامت تک وہی رہتی ہے، پھر قیامت میں جب یہ دونوں عالم (دنیا اور برزخ) فنا ہو جائیں گے، کثافت کی چادر اتار کر سارا عالم لطیف اور نورانی ہو جائے گا، تو عالم برزخ میں جس کام کی جو صورت بنی تھی وہ کامل طور پر ظاہر ہو جائے گی۔

ہر نیک و بد کام کے موجود ہونے کی تین حالتیں ہوتی ہیں: (1) صدور (2) ظہور مثالی (3) ظہور حقیقی۔

ان حالتوں کو ریکارڈنگ (Recording) کی مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا

ہے، آدمی منہ سے جو الفاظ نکالتا ہے وہ الفاظ ریکارڈ ہوتے ہیں اور ریکارڈ بجنے کے وقت الفاظ سنائی دیتے ہیں، (1) آدمی جب منہ سے الفاظ ادا کرتا ہے تو یہ پہلا درجہ عالم دنیا کی مثال ہے، (2) منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ریکارڈ میں قید ہوتے ہیں، یہ دوسرا درجہ عالم برزخ کی مثال ہے۔

(3) ریکارڈ بجنے لگے تو بعینہ وہی الفاظ ادا ہوتے ہیں اور وہی آواز ظاہر ہوتی ہے جو اس میں ریکارڈ ہوئی، یہ تیسرا درجہ ہے جو عالم آخرت کی مثال ہے۔ جو آواز منہ سے نکلتی ہے وہ ریکارڈ ہوتی ہے اور ریکارڈ بجانے کے وقت وہی آواز سنائی دیتی ہے۔

اسی طرح مسلمان کو اس میں شک نہیں کرنا چاہئے کہ جس وقت کوئی عمل نیک وبد اس سے ہوتا ہے وہ عالم برزخ میں نہ چھپے گا اور قیامت میں اس کا پورا ظہور نہ ہوگا، کیوں کہ قدرت کے کارخانہ میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا، ایسا ہی نیک وبد عمل کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اس کے برخلاف بھی نہیں ہوسکتا۔

(ملخص از معراج نامہ، ص 45/44)

﴿مجاہدہ کرنے والوں کو سات سو درجہ اضافہ ثواب﴾

مجمع الزوائد میں راہ خدا میں مجاہدہ کرنے والوں سے متعلق منقول ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتي بفرس يجعل كل خطو منه أقصى بصره فسار وسار

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سواری پیش کی گئی، جو اپنا ایک قدم تا حد نظر رکھتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے

معه جبريل فأتى على	اور آپ کے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی چلے ،
قوم يزرعون في يوم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک قوم کو
ويحصدون في يوم	ملاحظہ فرمایا، جوایک دن زراعت کرتی ہے ،
كلما حصدوا عاد كما	دوسرے دن جب بھی وہ کھیتی کاٹتی ہے فصل
كان فقال:يا جبريل من	پھر سے ہری بھری تیار رہتی ہے ،حضور اکرم صلی
هؤلاء ؟ قال:هؤلاء	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے جبریل !یہ کون لوگ
المجاهدون في سبيل	ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ
الله تضاعف لهم	راہ خدا میں مجاہدہ کرنے والے ہیں،اُن کی نیکیوں
الحسنة بسبع مائة	کا اجروثواب اُنہیں سات سوگنا زیادہ دیا جائے
ضعف،وما أنفقوا من	گا،وہ جوکچھ خرچ کریں گے اللہ تعالی اُنہیں اُس
شيء فهو يخلفه.	کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد ، باب منه في الإسراء ،حديث نمبر235)

حضرات !ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دشمنانِ اسلام سے جہاد تو مخصوص حالات میں ہوا کرتا ہے اوروہ بھی چند شرائط کے ساتھ محدود ہوتا ہے،اس کے برخلاف ایک بندۂ مومن اپنے نفس کے ساتھ ہرروز جہاد کرسکتا ہے،جو کہ جہاد اکبر ہے،اس کے ذریعہ ہم ہروقت سات سوگنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔

غصہ پرقابو پانے اورمعاف کرنے والوں کیلئے جنت میں محلات

برادران اسلام !بندۂ مومن کا اپنے غصہ پرقابو پانااوراگراس پر زیادتی کی

جائے تو درگزر کرنا بھی نفس کا مجاہدہ ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ضبط کرنے والوں اورعفوودرگزر کرنے والوں سے متعلق خوشخبری سنائی،چنانچہ کنزالعمال میں حدیث پاک ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

رأيت ليلة أسرى بى	معراج کی رات میں نے جنت میں برابر
قصورا مستوية مشرفة	برابراونچے محلات دیکھے تو میں نے کہا:اے
على الجنة، فقلت:يا	جبریل یہ محلات کس کے لئے ہیں؟ تو
جبريل لمن هذا؟ فقال:	جبریل نے عرض کیا :یہ محلات غصہ ضبط
للكاظمين الغيظ والعافين	کرنے والوں کے لئے اور لوگوں کو
عن الناس.	درگزرکرنے والوں کے لئے ہیں۔

(کنزالعمال ، حرف الالف ، الاحسان فی الطاعات ،حدیث نمبر:7016)

جولوگ اپنی مرضی کے خلاف کام ہونے کے باوجود اپنے غصہ کوضبط کرتے ہیں،دوسروں کی غلطی کے باوجوداُنہیں درگزرکرتے ہیں،اورغلطی پران کی گرفت نہیں کرتے تواللہ تعالی جنت میں اُنہیں اونچے محلات عطافرماتا ہے۔

﴿نمازنہ پڑھنے والوں کےسرکچل دیے جاتے ہیں﴾

برادران اسلام!رب العزت کی بندگی وعبادت میں سب سے مقدم نماز ہے، وہ اسلام کا اہم رکن ہے،جسکی ادائیگی پررب العالمین انعام عطافرماتاہےاوراس عظیم عبادت سےغفلت کرنے والوں کے لئے عذاب تیارکررکھاہے۔

چنانچہ سفرمعراج کے موقع پرحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اورقوم کو

ملاحظہ کیا، جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے:

ثم أتى على قوم ترضخ رؤوسهم بالصخر كلما رضخت عادت كما كانت، ولا يفتر عنهم من ذلك شيء، قال: يا جبريل من هؤلاء ؟ قال: هؤلاء الذين تثاقلت رؤوسهم عن الصلاة.	ایک بدنصیب قوم سخت تکالیف میں مبتلا ہے، ان کے سروں کو بڑے بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جاتا ہے، اِدھر سر کچلا گیا، اُدھر فوراً صحیح وسالم ہوگیا، پھر کچل دیا گیا، ان کی حالت بدستور یہی رہتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ کون بدنصیب لوگ ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر اللہ کی بارگاہ میں نماز کے لئے نہ جھکے۔

(مجمع الزوائد، باب منه فی الإسراء، حديث نمبر235)

جو پنج وقتہ نماز نہیں پڑھتے تھے، بارگاہ خداوندی میں جبین نیاز خم کرنا بار سمجھتے تھے، اُنہیں اس طرح دردناک عذاب دیا جائے گا۔

﴿زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے شکم سیر نہ ہوں گے﴾

اسلام کا ایک اہم رکن زکوۃ ہے، اسے ادا نہ کرنے والوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے، معراج کی شب اس کے بارے میں برزخی منظر اس طرح پیش کیا گیا:

ثم أتى على قوم على أدبارهم رقاع وعلى أقبالهم رقاع يسرحون كما تسرح	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو برہنہ ہیں، ان کی ستر اور شرمگاہوں پر دھجیاں سی لگی ہوئی ہیں، ان کی کیفیت یہ ہے کہ دوزخ کی خاردار خشک

الأنعام إلى الضريع والزقوم ورضف جهنم، قال: ما هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين لا يؤدون صدقات أموالهم وما ظلمهم الله وما الله بظلام للعبيد.	گھانس، درخت زقوم اور گرم پتھر، انگارے سب کچھ کھا جاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، مگر وہ شکم سیر نہیں ہوتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے، اللہ تعالی نے اُن پر ظلم نہیں کیا اور اللہ تعالی بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

(مجمع الزوائد ، باب منه في الإسراء ،حديث نمبر235)

﴿سودخوروں کے پیٹ سانپوں سے بھرے ہونگے﴾

غرباء کی محتاجی کا غلط فائدہ اٹھانے والے، انہیں قرض دے کر ان سے زیادہ رقم وصول کرنے والے بھی دردناک عذاب کے مستحق ہیں، معراج کی رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی عذاب میں مبتلا پایا' چنانچہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِى عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْحَيَّاتُ	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی شب میں ایک ایسی جماعت کے پاس گیا جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے ہیں، جن میں

تُـرَى مِـنْ خَـارِجِ بُـطُونِهِمْ فَـقُـلْـتُ: مَـنْ هَـؤُلاَءِ يَـا جِبْـرَائِيلُ ؟قَالَ هَؤُلاَءِ أَكَلَةُ الرِّبَا .

سانپ ہیں جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں ؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! یہ سود خور ہیں۔

(سنن ابن ماجه ، ابواب التجارات ،باب التغليظ فى الربا،حديث نمبر2359)

﴿قرض دینے والوں کے لئے زائد ثواب کا وعدہ﴾

ضرورتمندوں کی مدد کرنا اور تنگدستوں کو قرض دینا باعث اجر وثواب ہے،سفر معراج کے موقع پر حضور پاک علیہ الصلوۃ السلام نے جہاں سود خوروں پر ہونے والے دردناک عذاب کی خبر دی، وہیں محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرنے اور بلا سودی قرض دینے والوں کے لئے بھی بشارتیں ارشاد فرمائی، جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے :

عَـنْ أَنَـسِ بْنِ مَـالِكٍ قَـالَ قَـالَ رَسُـولُ الـلَّهِ صلى الله عـليـه وسـلـم رَأَيْـتُ لَيْـلَةَ أُسْـرِىَ بِـى عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا الـصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْـقَـرْضُ بِثَـمَـانِيَةَ عَشَـرَ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ !مَا بَالُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات، میں نے جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا دیکھا ''صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے''تو میں نے کہا: اے جبریل! کیا بات ہے کہ قرض صدقہ سے

الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ .؟ قَالَ لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ وَالْمُسْتَقْرِضُ لاَ يَسْتَقْرِضُ إِلاَّ مِنْ حَاجَةٍ .

افضل ہے؟ جبریل نے عرض کیا: اس لئے کہ مانگنے والا ایسے وقت بھی مانگتا ہے جب کہ اُسے ضرورت نہیں ہوتی اور قرض لینے والا ضرورت کی خاطر ہی قرض لیتا ہے۔

(سنن ابن ماجه ،کتاب الصدقات، باب القرض، حديث نمبر:2525)

قرض دینے والا اگر چاہتا تو اپنی رقم کو سرمایہ کاری کی غرض سے کسی کمپنی میں مصروف کرسکتا تھا، کسی تجارتی ادارہ میں مشغول رکھ سکتا تھا، لیکن اُس نے سرمایہ کاری کے ذریعہ حاصل ہونے والے فائدہ کو نظر انداز کیا، کسی معاشی غرض کے بغیر ضرورت مند شخص کو قرض کی رقم دے چکا، اس معاملہ میں اس کا کوئی اقتصادی مقصد نہیں، محض اس کی مدد کرنا مقصود ہے تو اس کے بدلہ اللہ تعالی اُس کو آخرت میں ایسا عظیم ثواب عطا فرماتا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو قرض دینے والے کو پروردگار عالم اٹھارہ گنا ثواب عنایت فرماتا ہے۔

﴿بے عمل واعظین وخطباء پر عذاب﴾

حضرات ! نیکی کرنا اور نیکی کا حکم دینا ، دونوں عمل ضروری ہے، لیکن صرف دوسروں کو ترغیب دینا اور خود عمل نہ کرنا، آدمی کے لئے نہایت خطرناک ہے، اس کے انجام سے متعلق مسند امام احمد کی روایت میں مذکور ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی

وسلم مَــرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِــى عَلَى قَــوْمٍ تُــقْــرَضُ شِــفَــاهُهُــمْ بِـمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ: مَـا هَـؤُلاءِ؟ قَـالَ: هَؤُلاءِ خُـطَبَـاءُ أُمَّتِكَ مِنْ أَهْلِ الـدُّنْيَـا كَــانُوا يَـأْمُرُونَ الـنَّــاسَ بِــالْبِـرِّ وَيَنْسَوْنَ أَنْـفُسَهُــمْ وَهُـمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلا يَعْقِلُونَ .

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے سیر کروائی گئی اُس رات میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے کہا: جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ لوگ آپ کی امت کے دنیادار خطباء ہیں، جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جایا کرتے تھے، حالانکہ وہ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے تھے تو کیا وہ عقل نہیں رکھتے؟۔

(مسندالامام احمد ۔ مسند انس بن مالك ،حديث نمبر:13193)

﴿غیبت کرنے والوں پر عذاب﴾

غیبت معاشرہ کی سنگین برائی ہے، جس کی وجہ سے سماج میں آپسی اتفاق ختم ہوجاتا ہے اور اختلاف کی آگ بھڑک جاتی ہے، اگر کوئی شخص غیبت کرتا ہے، کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرتا ہے تو یقیناً اس سے معاشرہ میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے حق میں بھی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ معراج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کرنے والوں کے عبرت ناک انجام کو ملاحظہ فرمایا جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف میں حدیث پاک ہے:

عَـنْ أَنَــسِ بْـنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی

علیہ وسلم: لَمَّا عُرِجَ بِی مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ.	اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج کروائی گئی تو میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھروچ رہے ہیں تو میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُن کی عزت پر حملے کرتے تھے۔

(سنن ابی داود۔حدیث نمبر:4880)

حضرات! سفر معراج میں ظاہر ہونے والے ان برزخی احوال معلوم کرنے کے بعد ہمیں اپنی زندگی میں اصلاح کی کوشش تیز کرنی چاہئے، نفس سے جہاد کے ذریعہ ہم اپنی اصلاح کریں، غصہ کو ضبط کرکے اپنے نفس کی اصلاح کریں، ضرورتمندوں کو قرض دے کر زائد نیکیاں حاصل کریں اور دیگر نیک اعمال اختیار کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاح کی کوشش کریں۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خیر و بھلائی کو اپنانے اور بدی و برائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس صَلَّی اللهُ تَعَالَی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

O

معجزۂ معراج، اسرار وحقائق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ: سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرىٰ بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اللہ تعالی نے مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کومبعوث فرمایا، ہر نبی کو ان کے دور کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے، امت جس فن میں کمال رکھتی تھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی صنف اوراسی قسم سے اِس شان کا معجزہ پیش کرتے کہ تمام افراد کی عقلیں دنگ رہ جاتیں، صبح قیامت تک آنے والی تمام نسل انسانی چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت ہے اوراس امت میں چونکہ سائنس وٹکنالوجی بام عروج پر پہنچنے والی تھی، چنانچہ اللہ تعالی نے اسلام کو درپیش ہونے والے تمام چیلنجس کا جواب دیتے ہوئے اسلام کی حقانیت کوواضح کرنے کے لئے حضور پاک علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا فرمائے جن سے ساری ترقی یافتہ دنیا بھی حیران ہے۔

آج سائنس وٹکنالوجی ترقی اورعروج کی منزلیں طئے کرتی ہوئی اس مقام پر پہنچ گئی ہے کہ انسان سورج کی شعاعوں کو گرفتار کررہا ہے، خلائی کائنات کا سفر کرتے ہوئے چاند تک پہنچ گیا ہے،لیکن سائنس اور ماہرین فلکیات اپنی اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزۂ معراج کی عظمت ورفعت کے سامنے دم بخود ہیں۔

خاتم پیغمبراں اور سرور کون ومکاں
رفعتوں کی، عظمتوں کی آپ سے پہچان ہے
اُدْنُ مِنِّیْ کی صدا سے ہورہا ہے یہ عیاں
آپ کی قربت پہ حیراں عالمِ امکان ہے

(مؤلف)

حضرات! آج سائنسی دنیا جس قدر ترقی کرتی جارہی ہے اسی قدر اسلامی حقائق آشکار ہوتے جارہے ہیں، سفرمعراج کے سلسلہ میں جواعتراض کیا جاتا ہے: یہ کیسے ممکن ہے کہ رات کے مختصر سے حصہ میں اتنا طویل سفر کیا گیا ہو؟ اہل انصاف کے پاس یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ انسان کی بنائی ہوئی بجلی کی سرعت ورفتار کا حال یہ ہے کہ وہ ایک سیکنڈ میں تین لاکھ (3,00,000) کیلومیٹر کا سفر طئے کرتی ہے، جب مخلوق کی بنائی ہوئی روشنی (الیکٹری سٹی) کی قوتِ سرعت کی شان یہ ہے تو قادر مطلق نے جنہیں سراپا نور بنا کر بھیجا ہے اس نورِ کامل کی سرعتِ رفتار اور طاقتِ پرواز کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

حضرات! اللہ تعالی نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی معراج عطا فرمائی،

لیکن جس قدر شان وعظمت والی معراج حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی، اس طرح کی معراج کسی اور کو عطا نہیں فرمائی، آپ نے رات کے مختصر سے حصہ میں اپنے جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصی، عالم برزخ، خلائی کائنات اور ساتوں آسمانوں کی سیر فرمائی، جنت ودوزخ کا مشاہدہ فرمایا، عالم ملکوت کے عجائبِ قدرت ملاحظہ فرمائے، سدرۃ المنتہی اور ماوراء عرش تشریف لے گئے اور رب تعالی سے بے حجاب ہم کلام ہوئے اور اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیدار حق تعالی کی خصوصی سعادت حاصل فرمائی۔

یہاں اس مبارک سفر میں پنہاں چند رموز واسرار، حقائق ومعارف بیان کئے جارہے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کے اظہار کے لئے کس قدر اہتمام فرمایا ہے۔

ابھی خطبہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی، اس میں حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ.

(سورۃ بنی اسرائیل:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ (خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رات کے مختصر سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سیر کرائی، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

آیت معراج میں ایک لطیف اشارہ

واقعہ معراج شریف میں ہزار ہا حکمتیں پنہاں ہیں جن کو اہل علم وعرفان جانتے ہیں، سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت کریمہ میں جو واقعہ معراج کا تذکرہ کیا گیا ہے اس آیت مبارکہ کی ابتداء لفظ ''سبحان'' کے ''س'' سے ہے اور اختتام ''بصیر'' کی ''ر'' پر ہے، آیت معراج کے ابتدائی اور اخیر حرف کو ملانے سے ''سِر'' بنتا ہے جس کے معنی عربی زبان میں 'راز' کے ہیں، اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ واقعہ معراج سـر مـن اسـرار اللـه اللہ کے رازوں میں ایک عظیم راز ہے جس کی حقیقت کو سوائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان راز کی باتوں کو پوشیدہ رکھ دیا، فرمایا ہے:

فَـأَوْحٰـى إِلَـى عَبْدِهٖ مَـا أَوْحٰى. خدائے تعالیٰ کو اپنے بندہ پر جو وحی کرنی منظور تھا وہ وحی کی۔

(سورۃ النجم، آیت:10)

بشریت کی اعجازی شان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معراج شریف میں عرش الٰہی پر جانا ہی معجزہ نہیں ہے بلکہ آپ کا واپس آنا بھی معجزہ ہے، چونکہ آپ نور ہیں اور بشری لباس میں یہاں جلوہ گر ہوئے ہیں، رات کے مختصر سے حصہ میں عالم بالا کی سیر کرنا اور لامکاں تشریف لے جانا، یہ آپ کی شان بشریت کا معجزہ ہے اور نور ہو کر لوگوں کے درمیان رہنا، تجارت ومعاملات کرنا، خوردونوش فرمانا یہ آپ کی شانِ نورانیت کا معجزہ ہے۔

ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: خوراک ، پوشاک اور مکان، یہ ضروریات زندگی کہلاتے ہیں، جن پر زندگی کا مدار ہوتا ہے، یہ چیزیں ہر فرد بشر کی زندگی کا جزءِ لاینفک ہیں، اللہ تعالی نے معراج کی شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی اعجازی شان کو اس طور پر واضح فرمایا کہ کوئی بشر مکان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور مصنوعی آلہ استعمال کئے بغیر وہ خلائی کائنات سے گزر نہیں سکتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی شب خلائی کائنات سے گزرے اور لامکاں پہنچے، یہ آپ کی بشریت کا اعجاز ہے۔ اسی طرح انسان بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ آپ بغیر سحر وافطار کے مسلسل روزہ رکھا کرتے ، صحابۂ کرام بھی آپ کی اتباع میں مسلسل روزے رکھنے لگے تو ان پر ضعف ونقاہت طاری ہونے لگی ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ.	تم میں کون میری طرح ہے؟ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن أکثر الوصال، حدیث نمبر۔1965)

حضرات! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں، تو ظاہر ہے کہ وہ نورانیت میں تمام ملائکہ میں ممتاز ہیں، لیکن طائر سدرۃ المنتہی ، امین وحی الہی ، سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ

السلام بھی معراج کی شب سدرۃ المنتہی پر رک گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اس مقام سے انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو تجلیات الٰہی کی وجہ سے جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَفِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَقَامِ يَتْرُكُ الْخَلِيْلُ خَلِيْلَهٗ؟ فَقَالَ: لَوْ تَجَاوَزْتُ لَاُحْرِقْتُ بِالنُّوْرِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاُحْرِقْتُ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: کیا ایسے مقام پر کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑ دیتا ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! اگر میں آگے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں گا، اور ایک روایت میں ہے: اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب آؤں تو خاکستر ہو جاؤں گا۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاسراء، آیت نمبر: 1، ج: 5، ص: 121)

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہی سے آگے تشریف لے گئے۔

برادران اسلام! مقام غور ہے! جو فرشتہ نور سے پیدا کیا گیا اس کی ذات ان تجلیات الٰہیہ کی متحمل نہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی اعجازی شان یہ ہے کہ آپ سدرۃ المنتہٰی سے آگے گزر گئے، حریم ناز میں پہنچے، حظیرۂ قدس میں باریابی حاصل فرمائی اور تجلیات الٰہیہ کی آپ پر پیہم بارش ہوتی رہتی ہے۔

اس طرح سفر معراج کے ذریعہ دنیا پر آشکار کیا گیا کہ جبریل امین سید الملائکہ کا حال یہ ہے کہ باوجود نورانی ہونے کے ان تجلیات الٰہیہ کی تاب نہ لا سکے اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع یہ ہے کہ آپ ہر آن قرب الٰہی کی منزلیں طے فرماتے

ہیں اور آپ پر ہر دم نئی تجلی کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولٰى. اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

(سورۃ الضحیٰ،آیت:4)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر آن انوار و تجلیات الہیہ کی مسلسل بارش ہوتی رہتی ہے آپ صرف ان انوار و تجلیات کا تحمل ہی نہیں فرماتے بلکہ امت کو ان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستنیر بھی فرماتے ہیں۔

﴿نورانیت کی اعجازی شان﴾

برادران اسلام! آپ نے ابھی معجزۂ معراج کے پس منظر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بشریت کے چند اعجازی پہلو سماعت کئے،اب آپ کی شان نورانیت کے نورانی تذکرہ سے اپنے قلوب کو منور کریں!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رب تعالی کا دیدار فرمایا،اور دیدار بھی اس شان سے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى. لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى. (دیدار حق کے وقت) نہ نگاہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوئی اور نہ جلوۂ حق سے متجاوز ہوئی۔ بیشک آپ نے اپنے رب کی نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی (جلوۂ حق) کا مشاہدہ کیا۔

(سورۃ النجم،آیت:17/18)

آپ کی نورانیت کی اعجازی شان بیان کرتے ہوئے زبدۃ المحدثین حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(شب معراج جب آپ کی سواری نکلی تو) ستر ہزار فرشتے سیدھی طرف اور ستّر ہزار فرشتے بائیں طرف، ہر ایک کے ہاتھ میں عرش کے نور کی ایک ایک مشعل تھی، باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے نور کا اور ہی عالم تھا۔ حکم ہوا جبرئیل! میرے حبیب کے چہرہ پر کئی ہزار پردے پڑے ہوئے ہیں پھر بھی نور کا یہ عالم ہے، اچھا ذرا ایک پردہ تو اٹھاؤ! ایک پردہ کا اٹھنا تھا کہ نور کے جو لکھو کھا قندیلیں روشن تھیں حضرت کے نور کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ (معراج نامہ، ص: 43)

﴿قلب اطہر کو غسل دیا گیا﴾

شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو آب زم زم سے دھویا گیا، آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا، ایمان وحکمت سے لبریز طشت اُس میں انڈیل دیا گیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

فَشَقَّ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ . . . فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي ، ثُمَّ أُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ إِيمَانًا ، فَغُسِلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ.	فرشتہ نے یہاں (سینہ) سے یہاں (ناف) تک چاک کیا۔ اور اس نے میرا دل نکالا، پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا، جو ایمان سے لبریز تھا، پھر میرے دل کو دھویا گیا اور (اپنے مقام پر) رکھ دیا گیا۔

(صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب المعراج، حدیث نمبر 3887۔ مسند

الامام احمد،حديث مالك بن صعصعة،حديث نمبر18312)

برادران اسلام! زندگی کا تعلق دل سے ہے،قلب مرکز حیات ہے،کائنات میں کوئی ایسا انسان نہیں جو بغیر دل کے زندہ رہ سکے،اوپن ہارٹ سرجری (Open heart surgery) کے دوران بھی اطباء ایسے آلات کا استعمال کرتے ہیں،جن کی مدد سے وہ دل اور جسم کے درمیان رابطہ ضرور باقی رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے انسان زندہ رہتا ہے،اور ادھر حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا گیا،زم زم کے پانی سے قلب اطہر کو دھویا گیا،انوار و حکمت کے طشت انڈیلے گئے،ان تمام احوال کی خبر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی ہے، مرکز حیات قلب باہر نکالے جانے کے باوجود بدستور آپ حیات رہے،معلوم ہوا کہ زندگی کے وسائل بظاہر منقطع ہونے سے آپ کے علم وادراک اور حیات طیبہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اس مقام پر تفسیر وحدیث،سیر وتاریخ کی کسی کتاب میں اس امر کا ذکر نہیں ملتا کہ سینۂ اقدس چاک کئے جانے پر آپ کے جسم اطہر سے خون کا قطرہ نکلا ہو۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی،خون کا نکلنا بشریت کا تقاضہ ہے اور خون کا نہ نکلنا نورانیت کا تقاضہ ہے،سینۂ اقدس چاک کئے جانے پر بھی خون کا قطرہ نہ نکلنا،اسی طرح قلب اطہر سینۂ اقدس سے نکالنے کے بعد بھی بدستور باحیات رہنا،آپ کی بشریت کا معجزہ ہے،جو آپ کی نورانی شان کو ظاہر کرتا ہے،لہذا آپ کی شان نورانیت بھی بے مثال اور شان بشریت بھی بے مثال۔

شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عقدہ یہ کھلتا نہیں کہ کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبری ہیں وہ
علم میں فضل میں ہر وصف میں سب سے اعلی
شاہ کونین کو ہر شان میں یکتا دیکھا

(مؤلف)

سفر معراج کی حکمت

برادران اسلام! یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے فرش زمین پر رہ کر عجائب قدرت اور عالم بالا کے حقائق کو اپنی نورانی آنکھوں سے دیکھا کرتے ہیں، جنت ودوزخ کا مشاہدہ فرماتے ہیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانی کائنات کا سفر کروائے بغیر' اللہ تعالی روئے زمین پر ہی عالم بالا ولامکاں کی رؤیت اور جنت ودوزخ کا مشاہدہ کرواتا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى، قَالُوا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گہن لگا، تو آپ نے نماز کسوف ادا فرمائی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ؟ قَالَ: إِنِّي اُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے مبارک ہاتھ میں لے رہے ہیں پھر آپ پیچھے کی جانب تشریف لائے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک میرے سامنے جنت پیش کی گئی اور میں نے اس سے انگور کا خوشہ لینے کا ارادہ کیا (پھر میں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا) اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے وہ کبھی ختم نہ ہوتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر إلى الإمام فی الصلاۃ، حدیث نمبر۔706)

واضح ہوا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہو کر آسمانی کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر آپ کو معراج کی شب آسمانوں پر کیوں بلایا گیا؟

دراصل اس میں حکمت الٰہی ومنشا ایزدی یہ ہے کہ عجائبِ قدرت کا مشاہدہ اور عالم ملکوت کی سیر کے علاوہ اپنے قرب خاص سے نواز کر ہم کلامی و دیدار پُر انوار کے شرف سے مشرف فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کو تمام مخلوقات پر آشکار کرنا بھی مقصود تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل تبلیغ دین واشاعت اسلام فرماتے رہے اور لوگوں کو دین حق کی طرف دعوت دیتے رہے، قدر شناسوں نے آپ کے دامن لطف وکرم سے وابستگی حاصل کی، لیکن سرکش لوگوں کی عناد و سرکشی اور

ہٹ دھرمی، دعوت حق سے روگردانی اور دین حق سے اعراض کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام الٰہی ودعوتِ اسلام دینے کے لئے طائف کی طرف سفر فرمایا، وہاں آپ نے دعوت اسلام دی، لیکن اہل طائف نے بجائے ایمان لانے کے آپ کے ساتھ مختلف قسم کی شرارتیں شروع کردیں، آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کے قدم مبارک لہولہان ہوئے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

طائف کی زمین میں دی گئی تکلیفوں اور اذیتوں سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر گرانی اور خاطر عاطر پر حزن طاری تھا، حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین خاطر اور آپ کو فرحت ومسرت عطا کرنے کے لئے اور ساری خلقت پر آپ کی قدر ومنزلت آشکار کرنے اور دیدار پُر انوار سے نوازنے کے لئے اپنے قرب خاص میں طلب کیا، تاکہ دنیا والوں کے سامنے آپ کی عُلوِّ شان اور آپ کا مقام ومرتبہ ظاہر ہوجائے کہ جن مبارک قدموں کو طائف کی سرزمین پر زخمی کیا گیا یہ وہ مبارک قدم ہیں کہ عرش الٰہی بھی ان کو چوم کر برکتیں حاصل کرتا ہے اور سدرہ کے مکین، روح الامین بھی قرب خداوندی میں رہنے کے باوجود برکتوں کے سلسلہ میں ان مبارک قدموں کے محتاج ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کو باعث سعادت سمجھتے اسی طرح اپنے مقام سدرۃ المنتہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کو باعث خیر وبرکت جانتے ہیں۔

ملا معین کاشفی ہروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ''معارج النبوت'' میں روایت ذکر

کی ہے:

بعد ازاں جبرئیل علیه السلام	جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول
گفت یا رسول الله صلی الله	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری آپ سے
علیه و آله وسلم! مرابتو	ایک درخواست ہے، حضور اکرم صلی اللہ
حاجتیست فرمود آں حاجت	علیہ وسلم نے فرمایا: کہو! وہ کیا ہے؟ انہوں
کدام استگفت خوا هم که	نے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپ
دریں مقام دو رکعت	یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائیں تا کہ
نمازکنی تا مقام من از برکت	میری قیامگاہ آپ کے قدم مبارک کی
قدم مبارکت بهرهٔ یابد۔	برکت سے بہرہ ور ہو جائے۔

(معارج النبوت، رکن سوم، باب چهارم، فصل سیزدهم، در غرائب سدرة المنتهی، صفحه931)

براق کے انتخاب کی حکمت

حضرات! اس مبارک سفر کے لئے دستور کے مطابق اللہ تعالی بجائے براق کے کسی اور دنیوی سواری جو عرب میں استعمال کی جاتی تھی اسے روانہ فرما دیتا، یا اس سواری میں سرعت و تیزی پیدا فرما دیتا اور اسے بھیج دیتا یا آئندہ زمانہ میں جو تیز رفتار سواریاں پیدا ہونگی انہیں روانہ فرما دیتا، لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ جنتی براق پیش کیا تا کہ پتہ چلے بے مثل و بے مثال حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سواری بھی ایسی بے مثال پیش کی جاتی ہے کہ آپ سے پہلے کسی نے اس پر سواری کی ہے اور نہ آپ کے بعد دنیا میں کسی اور کو ایسی سواری عطا کی جائے گی اور اگر آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والی تیز

رفتار سواریاں پیش کی جاتیں تو مستقبل میں لوگ ترقی کر کے اس جیسی سواری پر سوار ہوتے، اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جنتی سواری کا انتخاب فرمایا کہ اس جیسی سواری پر دنیا میں کوئی سوار نہ ہو سکے۔

﴿براق پر سواری شاہانہ شان کیلئے﴾

براق ایک جنتی سواری ہے، آپ کی خدمت اقدس میں براق کی سواری پیش کی گئی، بجائے اس کے یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ کے لئے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، زمین سمیٹ دی جاتی اور آپ کا ایک قدم مبارک مکہ مکرمہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مبارک مسجد اقصیٰ میں، لیکن حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایسا نہیں کیا گیا، اس میں حکمت یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برخلاف ایسی سواری کا ہونا جو چشم زدن میں طویل مسافت کو طئے کرے یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امتیازی شان ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ”براق“ سواری کی ضرورت ہونے کی بناء پر نہیں لائی گئی، بلکہ براق کو شرف بخشنے کے لئے اور آپ کی شان وشوکت کے اظہار کے لئے لائی گئی تھی، جس طرح دنیا کے معززین کو دعوت دی جاتی ہے تو نمائندہ کے ساتھ سواری بھیجی جاتی ہے، اس میں مہمان کا اکرام واحترام مقصود ہوتا ہے، اسی طرح خالق کائنات نے اپنے بے مثال حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو ایسی سواری بھیجی جس پر کوئی بشر سوار نہیں ہوا۔

ان الحکمة فی الاسراء به راکبا،	زمین سمیٹنے پر قدرت کے باوجود سواری
مع القدرة علی طی الارض له،	کے ذریعہ سیر کرانے میں حکمت یہ ہے
اشارة الی ان ذلک وقع تانیسا له	کہ یہ واقعہ اظہار معجزہ کے مقام پر

بالعادة، في مقام خرق العادة، لان العادة جرت ان الملك اذا استدعى من يختص به بعث اليه بمركوب سني يحمله عليه في وفادته اليه.	رواج وروایت کے مطابق رونما ہوا، چونکہ عموماً رواج یہی ہے کہ بادشاہ کسی شخصیت کو مدعو کرتا ہے تو اس کے پاس اپنے نمائندہ کے ساتھ عمدہ سواری بھیجتا ہے۔

(مواهب لدنيه مع شرح زرقانى، ج 8، ص 70)

﴿مسجد اقصیٰ تشریف لے جانے کی حکمتیں﴾

برادران اسلام! یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج کے موقع پر بیت المقدس تشریف لے گئے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو آسمانی کائنات کا سفر کروانا مقصود تھا، اور رب تعالیٰ سے ہمکلامی اور دیدار پرُ انوار کی سعادت سے مالا مال کرنا تھا تو پھر آپ کو براہ راست آسمانوں پر کیوں نہیں لے جایا گیا، بیت المقدس کیوں لے جایا گیا، تو اس کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ

پہلی حکمت: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ اس لئے لے جایا گیا کہ کفار کو آپ کی صداقت کی دلیل مہیا ہو، کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے معجزۂ معراج کی تصدیق کس طرح کرتے! چونکہ انہوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی تھی، آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں، آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیئے تا کہ آپ کی خبر صادق کے مطابق کفار پر حجت قائم ہو جائے۔

والحكمة في إسرائه صلى الله عليه وسلم اولا إلى بيت

المقدس، لاظهار الحق علی من عاند، لانه لو عرج به من مكة إلى السماء ، لم يجد لمعاندة الاعداء سبيلا إلى البيان والايضاح.

(سبل الهدی والرشاد، ج1، ص17)

بیت المقدس کی آرزو

دوسری حکمت: امام محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملک شام میں میدان حشر برپا ہوگا اور معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس لے جانے میں مشیت خداوندی یہ تھی کہ جب آپ کے مبارک قدم وہاں پڑ جائیں گے تو کل روز قیامت آپ کی امت کے لئے آسانیاں وسہولتیں میسر آجائیں گی اور آپ کے قدمین اطہرین کی برکت کے سبب وہاں پرٹھہرنا آسان ہو جائے گا۔

(سبل الہدی والرشاد، ج3، ص 18)

تیسری حکمت: جو حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی ہے، آپ نے تحریر فرمایا: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بیت المقدس ہر وقت دعا کرتا تھا کہ الٰہی! تمام پیغمبروں سے میں مشرف ہو چکا، اب میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں ہے، اگر ہے تو یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مُبارک دیکھوں ان کی ملاقات کے شوق کی آگ بے حد بھڑک رہی ہے، بیت المقدس کی آرزو پوری کرنے کے لئے بیت المقدس لے جایا گیا۔(معراج نامه، ص: 29)

جبرئیل امین کا حسن ادب

معراج کی رات حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حسن ادب کا عظیم نمونہ پیش کیا، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو معمول

کے مطابق دروازہ کی جانب سے نہیں آئے، بلکہ گھر کی چھت سے داخل ہوئے، اور قاعدہ تو یہ ہے:

وَاْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا. اورتم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:189)

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ فرشتہ کا خلاف عادت غیر معمولی راستہ اختیار کرنے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت ہے اور چھت کو شق کر کے اوپر کی جانب سے داخل ہونے میں اشارہ ہے کہ آپ کا سفر عروج و بلندی والا ہے۔

شب معراج جبرئیل علیہ السلام نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کی عظیم سعادت حاصل کی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ونزل جبريل وميكائيل واسرافيل عليهم السلام ومع كل واحد منهم سبعون الف ملك فاخذ جبريل بلجامها وميكائيل بركابها واسرافيل من خلفها.	شب معراج جبرئیل میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام حاضر خدمت ہوئے اور ان میں ہر ایک کے ساتھ ستّر ستّر ہزار فرشتے تھے، جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام براق کی لگام تھام لئے، میکائیل علیہ السلام رکاب پکڑے، اور اسرافیل علیہ السلام غاشیہ بردار رہے۔

(تفسیر روح البیان، ج5، ص109)

واقعہ معراج کے موقعہ پر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جبرئیل امین کے حسن

ادب کا سب سے اعلیٰ قرینہ ملتا ہے، ملا محمد معین کاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کی حاضری کی کیفیت سے متعلق روایت بیان کی ہے:

وروایت دیگر آنکه از جبرئیل علیه السلام منقولست که گفت مرا بوحی الهی چناں معلوم شده بود که ترتیب نهاد و ترکیب قالب من از کافور جنت بوده و حکمت آں نمید انستم و حکمت آں در شب معراج و انستم و آنچناں بود که در حسن ایقاظ آنحضرت صلی الله علیه وسلم از خواب متامل بودم که بچه کیفیتش از خواب بیدار کنم تاملم شدم که روی خود رابر کف پای مبارکش نهم چون روی خود بر کف پای آنحضرت صلی الله علیه وسلم مالیدم برودت کافور باحرارت که لازمه خوابست مقارن گشته

دوسری روایت جبرئیل علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ مجھے وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ میرے جسم کی ساخت وترکیب جنت کے کافور سے ہوئی ہے مگر مجھے اس کی حکمت کا علم نہیں تھا۔ اس کی حکمت مجھے معراج کی رات معلوم ہوئی، وہ اس طرح کہ میں نفاست ولطافت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کرنے میں تامل کر رہا تھا اور فکر مند تھا کہ کس کیفیت سے بیدار کروں، مجھے حکم ہوا کہ اپنے چہرہ کو آپ کے پائے مبارک کے تلوے اقدس پر مس کروں، جب میں نے اپنے چہرہ کو پائے مبارک پر ملا، کافور کی برودت، حرارت کے ساتھ ملی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب استراحت سے بہ سہولت

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم از خواب بلطف بیدار شد حاص آنوقت دانستم حکمت در خلق خود از کافور حکمت۔	بیدار ہوئے،اس وقت مجھے اپنے کافور سے پیدا کئے جانے کی حکمت معلوم ہوئی۔

(معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ رکن سوم، باب چھارم، فصل دوم، در حکمت تعیین شب از برای معراج، صفحہ:601)

﴿آغاز سفر ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے کیوں؟﴾

معراج شریف کے اس مبارک سفر کا آغاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس سے نہیں بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے ہوا۔اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراقدس کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے دردولت میں بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہے۔بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کے بیان میں قرآن کریم ناطق ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ	اے ایمان والو! نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے کاشانۂ اقدس میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:53)

اور اس حکم میں فرشتے بھی شامل ہیں،کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف نبوت ورسالت کی شان کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

وارسلت الى الخلق كافة.	اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(صحیح مسلم، ج 1،ص 199،حدیث نمبر: 523۔مسند امام احمد،مسند ابو

ھریرہ رضی اللہ عنہ،حدیث نمبر:8969۔ زجاجۃ المصابیح،5ص8)

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری نے مرقات میں اسکی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

ای الی الموجودات باسرھا عامۃ من الجن والانس و الملک والحیوانات والجمادات	میں تمام کائنات ، جنات وانسان ، فرشتے، حیوانات و جمادات سب کی طرف رسالت ونبوت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔

(مرقاۃ المفاتیح ،کتاب الفضائل والشمائل،باب فضائل سیدالمرسلین)۔

اسی لئے فرشتے بھی بلا اجازت آپ کے دراقدس میں داخل نہیں ہوتے ، معراج کی شب آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں آرام نہیں فرمائے بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان تشریف لے گئے تاکہ فرشتہ آداب دربار مصطفوی اور مشیت الٰہی کے مطابق خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔

حالت استراحت میں بارگاہ حق سے پیغام معراج

بندہ جب عبادت میں مصروف رہتا ہے تو وہ اللہ تعالی کے قرب خاص میں ہوتا ہے،نمازی جب نماز میں ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے "ینـاجـی ربہ"،اورحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ اَقْرَبُ مَا یَکُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ.	بندہ اپنے مولی سے اس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو۔

(صحیح مسلم،کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود .حدیث نمبر 1111۔سنن

ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود۔حدیث نمبر875۔)

لیکن اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی مخصوص عبادت کی حالت میں پیغامِ معراج نہیں بھیجا بلکہ آپ کے استراحت فرمانے کی حالت میں جبریل امین کو بھیجا، گوکہ سفر معراج از اول تا آخر بیداری میں ہوا لیکن جبریل امین معراج کا پیغام اس وقت لے کر حاضر ہوئے جبکہ آپ استراحت فرما رہے تھے۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت فرمانے کی ادا کو بھی اسقدر محبوب رکھتا ہے کہ اس میں اپنی نوازشات کی برسات فرماتا ہے، استراحت کی حالت میں قرب حق کی یہ شان ہے، بارگاہ خداوندی سے ایک عظیم سفر کیلئے پیغام ملتا ہے،تو پھر وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کعبہ میں ہوتے ہیں ،ذکر ودعاء میں مصروف رہتے ہیں،دربار خدامیں قیام فرماہوتے ہیں ،تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں تو اس وقت انعامات واکرامات کی مسلسل بارش کا کیا عالم ہوگا۔اورآپ کا استراحت فرمانا بھی اس شان کا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. میری آنکھ سوتی ہے اور میرا قلب جاگتا رہتا ہے۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب المناقب، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ، حدیث نمبر:3304)

اسی لئے آپ نے فرشتہ کے داخل ہونے اورادب کے نرالے انداز کو بھی بیان فرمایا، کیونکہ عام افراد کی نیند غفلت کی ہوتی ہے اور حضرات انبیاء کرام کی حالتِ نیند وبیداری دونوں یکساں ہیں۔

اس طرح آپ نے رات کے مختصر سے حصہ میں معراج کا سفر طے کیا،اللہ

تعالیٰ نے آپ کو ان مقامات عالیہ ودرجات رفیعہ پر متمکن فرمایا کہ عقل انسانی ان کا ادراک بھی نہیں کرسکتی، اس رات آپ علیہ السلام کو بیداری میں بلاحجاب دیدار الٰہی کا شرف عطا کیا گیا۔

دیدار الٰہی کے ثبوت میں صحابۂ کرام وتابعین عظام کے اقوال

حضرات! متعدد صحابۂ کرام سے اس سلسلہ میں روایتیں منقول ہیں: جامع ترمذی، مسند احمد، مستدرک علی الصحیحین، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، تفسیر ابن کثیر'' سبل الہدیٰ والرشاد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ. قُلْتُ: أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُولُ: ''لاَ تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ'' قَالَ: وَيْحَكَ! ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ، وَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ.

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا' نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک واحاطہ کرتا ہے'؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر تعجب ہے! اللہ تعالیٰ کا دیدار اس وقت نہیں کیا جاسکتا جب وہ اپنے اُس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اُس کا غیر متناہی نور ہے اور بے شک سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دومرتبہ دیدار کیا ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ النجم، حدیث نمبر: 3590،

عـمـدة الـقـاری شـرح صحيح بخاری، کتاب تفسير القرآن، سورة والنجم،تفسير ابن کثير، سورة النجم: 5،ج:7،ص:442،سبل الهدى والرشاد فی سيرة خير العباد، جماع أبـواب مـعـراجـه صـلى الله عليه وسلم ، ج: 3، ص:61، مستـدرك عـلى الصحيحين ، كتـاب التـفسيـر ، تـفسيـرسـورة الانـعام،حديث نمبر: 3191،مسـنـد احـمد، معجم کبير،تفسيرابن ابی حاتم ، سورة الانعام ، قوله لاتدركه الابصار،حديث نمبر:7767)

☆ نیز صحاح ستہ میں سے مشہور کتاب جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى: فَكَلَّمَ مُوسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَآهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رؤیت اور کلام کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا دوبار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور دومرتبہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا دیدار کیا۔

(جامع ترمذی ،حدیث نمبر:3589‘ ابواب تفسیر القرآن)

☆ دیدار الٰہی سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو ہوئی،اس سلسلہ میں تفسیر ابن کثیر میں روایت منقول ہے:

لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ ،فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَحَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :إِنَّا بَنُوْهَاشِمٍ. فَقَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مقام عرفہ میں ملاقات کی تو انہوں نے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اتنا بلند نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونجنے لگے‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بیشک ہم بنو ہاشم سادات ہیں۔تو حضرت کعب

كَعْبٌ: اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُوْسٰى وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَرَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ وَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.	رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنی رؤیت اور کلام کو حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسی علیہ السلام کے درمیان تقسیم کردیا، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبار ہم کلامی سے مشرف ہوئے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ النجم:5)

﴿شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح﴾

شیخ الاسلام ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ لوگ کچھ بھی کہیں ہم بنی ہاشم تو یہی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی جو کسی نبی کو حاصل نہ ہوئی۔

اب دیکھئے بنی ہاشم خصوصاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ حضرت نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بظاہر ''لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کے معارض ہے پھر کیا یہ ممکن ہے کہ وہ حضرت کی قرابت یا محبت کی وجہ سے اس نص قطعی کے مخالف یہ رائے قائم کئے ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔

ان حضرات نے ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سنا ہوگا، اگر یہ حسن ظن نہ کیا جائے تو بہت بڑا الزام تفسیر بالرائے کا ان کے ذمہ عائد ہوگا، اور اس حسن ظن پر یہ قرینہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ علاوہ کامل الایمان

ہونے کے بمقتضائے قرابت اور فرط محبت خصوصیات وفضائل کاملہ اپنے سن کر سب سے زیادہ خوش ہونے والے یہی لوگ ہیں اس لئے ان کو اس قابل سمجھا کہ اس راز پر مطلع کئے جائیں' اورحق تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں بطور راز حضرت کی تصدیق فرمادی تا کہ ان راز دانوں کا ایمان اور مستحکم ہو جائے''۔

(افادۃ الافہام، ج:2،ص:240)

☆حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء میں روایت ہے:

عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَبِّي.	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(کتاب الشفاء ج:1،197)

☆امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مردویہ کے حوالہ سے حدیث پاک بیان کی ہے:

وَأَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ يَصِفُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى ،	حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جبکہ آپ سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان کرتے ہوئے

فَقَالَ: فِيهَا فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ ، وَأَوْرَاقُهَا كَـآذَانِ الْفِيَلَةِ ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! مَا رَأَيْتَ عِنْدَهَا؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ عِنْدَهَا يَعْنِى رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ .

فرمارہے تھے''اس میں سونے کے پروانے (پتنگے) ہیں ، اس کے پھل مٹکوں کے مانند اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس کے پاس کیا مشاہدہ فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے وہاں اس کا یعنی رب العزت کا دیدار کیا۔اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

(الدرالمنثور،سورۃ الاسراء:1)

☆امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ جوامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ ہیں روایت فرماتے ہیں:

كَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ ثَلَاثَةً "لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ".

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر تین مرتبہ قسم کھاتے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(تفسیر عبد الرزاق،حدیث نمبر:2940، المواھب اللدنیه،ج:8،ص:266)

﴿چشمانِ اقدس سے دیدار؛ ائمہ امت کے اقوال﴾

فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے کہ دنیا میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں،بفضلِ الٰہی یہ نعمت خاصہ صرف حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی،اس فضیلت خاصہ میں کائنات کا کوئی فرد شریک نہیں ہے۔

﴿حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

سیرت کی معروف و مستند کتاب ''الروض الأنف'' میں ہے

عَنِ ابْنِ حَنْبَلٍ، اَنَّهُ سُئِلَ: هَلْ رَاَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ؟ فَقَالَ: رَآهُ، رَآهُ، رَآهُ؛ حَتّٰى اِنْقَطَعَ صَوْتُهُ.	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا؟ آپ نے فرمایا: دیدار کیا، دیدار کیا، دیدار کیا، اتنی دیر تک فرمایا کہ سانس منقطع ہوگئی۔

(الروض الانف، رؤیۃ النبی ربہ)

دیدار ِ حق کے ساتھ تکلم کا یہ شرف
اسرارِ لامکاں کے خبردار ہیں حضور
اسرای کی شب عطا ہوا دیدار بے حجاب
جلووں میں حق کی دید کے سرشار ہیں حضور
حاصل ہے قربِ خاص وہ حق کی جناب میں
ہر لحظہ آپ حاضرِ دربار ہیں حضور

(مؤلف)

﴿علامہ ابن جوزی کا قول﴾

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ومذهب اهل السنة انه رای ربه لیلة المعراج وقد ذکرنا ذلک عن ابن عباس و کعب۔	اہل سنت وجماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اپنے رب کی رؤیت سے مشرف ہوئے اس بارے میں ہم نے حضرت ابن عباس اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کی ہیں۔

(التبصرة:المجلس الثالث فی المعراج، ج:2،ص:35)

﴿امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر﴾

نویں صدی ہجری کے عظیم محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:(متوفی:911)

الراجح عند اکثر العلماء انه صلی الله علیه وسلم رای ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره واثبات هذا لایکون الا بالسماع من رسول الله صلی الله علیه وسلم.	جمہور علماء اسلام کے پاس یہ قول راجح اور صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے ماتھے کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کا دیدار فرمایا، حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنھم کی حدیث اس پر دلیل ہے، یہ مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا (صحابہ کرام نے سنا تھا اسی لیے بیان فرمایا)۔

(الدیباج علی مسلم،ج:1،ص:221)

﴿علامہ ابن شاھین رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

علامہ ابن حفص عمر بن احمد معروف بہ ابن شاھین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:385) اپنی تصنیف شرح مذاھب اھل السنۃ میں فرماتے ہیں:

واشهد ان الله عزوجل اسری بعبده محمد صلی الله علیه وسلم الی السماء......وان محمدا رای ربه عزوجل۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کروائی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا ہے۔

(شرح مذاهب اهل السنة، ج:1،ص:322)

﴿علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض'' میں لکھا ہے:

الاصح الراجح انه صلى الله تعالٰی علیه وسلم رای ربه بعین راسه حین اسری به کما ذهب الیه اکثر الصحابة.	صحیح ترین اور راجح یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا' جیسا کہ جمہور صحابۂ کرام کا مذہب ہے۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، فصل واما رؤیة لربه)

﴿امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں تحریر فرمایا ہے:

فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای ربه بعینی راسه لیلة الاسراء.	جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد راہ بالافق المبین)

﴿حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا قول﴾

خواجۂ خواجگاں، حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے دلچسپ پیرائے میں رؤیت باری تعالیٰ کا امکان ثابت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی فرمانے پر استدلال فرمایا، جیسا کہ جوامع الکلم میں ہے:

''حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ اور عظیم دولت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور مقربین کو عطا فرماتا ہے، اس دنیا کی تخلیق کا باعث ہی رؤیت باری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لَنْ تَرَانِیْ (یعنی تم میں تاب دیدار نہیں ہے) سے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا تھا، اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ دنیا میں کوئی دوسرا بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دولت خصوصی سے نوازا ہے''۔

(جوامع الکلم، ص: 495)

﴿امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر﴾

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب کا جواب دیتے ہوئے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر لامکاں سے متعلق رقم فرمایا ہے:

''آں سرور علیه الصلوٰة والسلام دراں شب چوں از دائره مکان وزمان بیرون جست وازتنگی مکان برآمد ازل وابدرا آں واحد یافت بدایت ونہایت رادریك نقطه متحد دید۔''

اس رات سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان وزمان کے دائرہ سے باہر ہوگئے، اور آپ نے تنگی مکان سے نکل کر ازل وابد کو ایک پایا اور ابتداء وانتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص38، مکتوب نمبر:283)

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں معراج جسمانی کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے:

ومحمد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وآله وسلم که محبوب رب العالمین ست وبهترین موجودات اولین وآخرین باوجودآنکه بدولت معراج بدنی مشرف شد واز عرش وکرسی درگذشت وازمکان وزمان بالا رفت۔

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجودات اولین وآخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے، عرش وکرسی سے آگے گزر گئے اور مکان وزمان سے ماوراء رفعت وبلندی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص14، مکتوب نمبر:272)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کہنے، حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

a

O

......پردہ عصمت کی حفاضت کا ذریعہ......

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیبِهِنَّ ذَلِکَ أَدْنَی أَنْ یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہ غَفُوْرًارَّحِیْمًا.صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! یہ بات نظام فطرت اور دستور معاشرت کے خلاف ہے کہ جس قیمتی چیز کی حفاظت وسلامتی مقصود ہوٗاسے بے نقاب کرکے سر بازار پیش کیا جائے محفلوں اور مجمعوں کی زینت بنایا جائے اسطرح کوئی شخص اپنی امید بر نہ لا سکے گا، بلکہ ہر فکر سلیم رکھنے والا یہی چاہے گا کہ اپنی قیمتی اشیاء اغیار کی نظروں سے بچائے رکھے۔

عورت کو بھی دین اسلام نے ایک قیمتی جو ہر قرار دے کر شرافت وکرامت، رفعت وعظمت کی گراں بہا دولت سے بہرہ مند فرمایا اور اسکی عزت وآبرو کی حفاظت وصیانت کے لئے حجاب اختیار کرنے اور پردہ میں رہنے کا حکم دیا تاکہ غیروں کی بدنگاہی وبدخیالی کے گردوغبار سے یہ شفاف موتی آلودہ نہ ہو،مگر افسوس !اس احسان

عظیم پر اسلام کا شکر گزار رہنے کے بجائے بعض گوشوں سے پردہ کے خلاف تحریکیں چلائی جارہی ہیں اور پردہ کے اسلامی نظام کو بدنام کرنے کی ناپاک و نامسعود کوششیں کی جارہی ہیں۔

خواتین کے پردہ سے متعلق احکام' قرآن مجید کی سات آیات میں مذکور ہیں' سورۂ نور کی تین اور سورۂ احزاب کی چار۔ اور اس کی بابت کتب صحاح وسنن' معاجم ومسانید میں متعدد احادیث شریفہ موجود ہیں۔

﴿آزادیٔ نسواں کے حوالہ سے فریب﴾

آج مساوات اور آزادیٔ نسواں کے نام سے خواتین کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ کب تک تم گھر کی چاردیواری کے اندر قید و بند کی آہنی زنجیروں میں جکڑی رہوگی؟ یہ حریت وآزادی کا دور ہے' تمہیں اس جاں سوز قید سے باہر آکر مَردوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں شریک وحصہ دار بننا چاہئے۔

﴿کیا عورت کی آزادی یہی ہے؟﴾

ان دلفریب نعروں کے ذریعہ عورت کو گھر کی خوشگوار وعصمت مآب فضاء سے نکال کر سڑکوں، بازاروں، کلبوں اور پارکوں میں لایا گیا، دفتروں، محکموں اور کال سنٹرس میں تھکا دینے والے مختلف کام اس کے سپرد کئے گئے' اسے دکانوں اور ہوٹلوں میں تفریح طبع کا اور جدید مصنوعات و پروڈکٹس کی تشہیر وایڈورٹائزنگ کا ذریعہ بنایا گیا یہاں تک وہ عورت کہ جس کے سر پر اسلام نے عزت وعظمت' کرامت وبزرگی کا قیمتی وزریں تاج رکھا تھا، جسے اخلاق عالیہ وصفت حیاء کی عظیم چادر بخشی تھی اور عفت

وعصمت کی خلعت فاخرہ پہنائی تھی، ستم بالائے ستم کہ آج اسے اخبارات، ٹی وی چیانلس اور ویب سائٹس پر تجارتی اداروں کے لئے ایک شوپیس اور تفریحی چیز بنادیا گیا، کلبوں پارکوں اور تھیٹروں میں عریاں ونیم عریاں ہوکر جنسی بے راہ روی کا سبب اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کا ذریعہ بنادیا گیا، صد افسوس! یہ سب کچھ آزادئ نسواں کے نام پر کیا گیا۔ عورت گھر کے اندر ملکہ بن کر خود اپنے لئے اور اپنے شوہر، اولاد، ماں باپ، بھائی، بہن کے لئے خانہ داری کا نظم ونسق چلائے تو اس نظام کو قید وغلامی کا نام دیا جائے لیکن وہی عورت بے پردہ ہوکر اجنبی مَردوں کے لئے مختلف پکوان کرے، غیر محرموں کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں بے گانہ افراد کی میز بانی کرے، سوپر مارکٹس اور شوروم میں گاہکوں کا استقبال کرے، ان کی ضرورت کا سامان اکٹھا کرے، دفاتر اور محکموں میں افسر بالا کی ناز برداری کرے تو اسے حریت اور آزادی، عزت وشرافت کا نام دیا جائے!

گناہ سمجھتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کیا جائے تو وہ گناہ ہے، لیکن جب عورت کی آزادی کے نام سے جسمانی نمائش کا کاروبار کیا جائے تو گناہ کی قباحت اور جرم کی سنگینی بہت بڑھ جاتی ہے، ان حالات کے تناظر میں پردہ کا مسئلہ دور حاضر کے سلگتے مسائل میں شامل ہوگیا ہے۔

﴿حیاء ایمان کی عظیم شاخ ہے﴾

حضرات! اسلام حیاء و پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے، عفت و پاکدامنی سکھاتا ہے دین اسلام نے ناجائز تعلقات وفواحش کا ارتکاب تو کجا ان کے قریب جانے سے بھی

منع فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.

اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔

(سُورَة الْأَنْعَام، 151)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

اور بدکاری کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

(سُورَة الْإِسْرَاء ۔32)

"حیاء" اخلاق کا وہ بنیادی عنصر ہے کہ کوئی بھی مذہب اور مہذب شخص اس کی اہمیت اور ضرورت کا انکار نہیں کرسکتا، اسی لئے دین اسلام نے حیاء کو ایمان کا جز قرار دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں اور حیاء ایمان کی ایک عظیم شاخ ہے۔

(صحيح بخاري، باب أمور الإيمان، حديث نمبر9)

یہ ایک واضح بات ہے کہ "حیا" انسانیت اور حیوانیت کے درمیان حد فاصل ہے، انسان اپنے مقام و مرتبہ کو سمجھے اور درجۂ انسانیت سے نیچے والی صفات اختیار نہ کرے۔

دین اسلام میں جب حیا سے متعلق اس قدر تاکید کی گئی کہ اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ مستشرقین جو ایک منظم سازش کے تحت اہل اسلام کو آزادئ نسواں کے حوالہ سے حیا کے زینت بخش زیور سے عاری کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اپنے ایمانی تقاضہ سے انکی کوشش کو ناکام بنادیں۔

اگرخواتین اسلام پردہ کی جانب توجہ نہ کریں تو اسلامی معاشرہ میں جہاں کچھ بچا کچا پردہ کا اہتمام ہے وہ بھی جاتا رہے گا، اور مغربی معاشرہ کی طرح مسلم معاشرہ بھی مکمل طور پر ہلاکت خیز بیماریوں میں مبتلا ہوجائے گا جیسا کہ ماہرین جنسیات کا کہنا ہے کہ آج معاشرہ میں تمام جنسی طریقوں کے تیئں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اور زنا، لواطت یا کسی بھی حرام اور غیر فطری جنسی تعلق کے سلسلہ میں ندامت وشرمندگی کا احساس نہیں بلکہ ذرائع ابلاغ نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے پاکدامن رہنے کو ایک عار اور باعث ندامت بنادیا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ ایک طرح کا فریب اور عالمی سطح پر سیاسی وثقافتی حربہ ہے کہ آزادی کے نام پر عورت کو بازاروں میں لایا جائے اور اسے بے پردہ کرکے محض ایک تفریحی سامان کی حیثیت دی جائے، اس طرز عمل کے ذریعہ عورت کے ساتھ دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا جارہا ہے۔

عصمت وعفت کے ساتھ گھر میں رہنے والی باعزت عورت کو سر بازار لاکر

اس قدر رسوا کر دیا گیا کہ آج کسی عورت کی نیم عریاں تصویر کے بغیر ایک عدد صابن فروخت کرنا مشکل سمجھا جانے لگا ہے۔

﴿پردہ کی ضرورت﴾

اسلام میں عورت بھی ایک آزاد شخصیت کی مالک ہے، ہرگز یہ گوارا نہیں کیا گیا کہ عورت باندی وکنیز بن کر رہے' اس کے ساتھ ساتھ اس کی عصمت وعفت کا اسی قدر پاس ولحاظ رکھا گیا۔

عام مشاہدہ ہے کہ دس مرد اگر کہیں سے گزر جائیں تو انہیں کوئی نہیں دیکھتا اس کے برخلاف کسی مقام سے ایک عورت گزرتی ہے تو نظریں اس کی طرف اٹھنے لگتی ہیں، اللہ تعالی نے عورت کی ساخت میں ایک قوت جاذبیت رکھی ہے اگر اس کی طرف اٹھنے والی نظروں کی روک تھام کے لئے کوئی مؤثر انتظام نہ کیا جائے تو ہزاروں فتنے جنم لیں گے، جو آگ کے شعلوں کے مانند تہذیب وثقافت کے اس خوبصورت محل کو دیکھتے ہی دیکھتے خاک کر ڈالیں گے۔

﴿بے پردگی کے نقصانات﴾

حریت وآزادی کے نام سے کچھ تو وہ ہیں جو مکمل عورت کو بے پردہ کرنا چاہتے ہیں' تو بعض وہ ہیں جو ہر ایک کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کی بات کرتے ہیں۔عورت کے چہرہ سے حجاب نکالنے کی بات کہنا کئی سماجی خرابیوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے، دنیا میں جرائم وحادثات کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، راستہ چلتی خواتین کے گلہ سے طلائی چین وزیورات چھینے جارہے ہیں لیکن کسی

اخبار میں شاید ہی یہ خبر شائع ہوئی ہو کہ کسی برقع پوش خاتون کے گلہ سے طلائی چین وزیورات چھین لئے گئے' فضائی آلودگی سے مختلف بیماریاں ہورہی ہیں' اس میں اکثر وہ خواتین مبتلا ہیں جو نقاب استعمال نہیں کرتیں، اس طرح عزت وآبرو کے تحفظ کے ساتھ ساتھ پردہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ نقاب استعمال کرنے والی خواتین ان نت نئی بیماریوں اور سرقہ کے واقعات سے بھی محفوظ رہتی ہیں۔

آج مخالفین مختلف طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کررہے ہیں ،کبھی شریعت اسلامیہ کے احکام کا مذاق اڑا کر،کبھی طلاق کے مسئلہ کو نیارنگ دیکر تو کبھی پردہ کو قید سے تعبیر کرکے، پردہ کو غلامی اور قید کی علامت قرار دینا یہ فکر صحیح کے خلاف اور عقل سلیم کے منافی ہے،آج کے اس پرآشوب دور میں مسلمان اگر چین وراحت کی سانس لینا اور پرسکون زندگی گزارنا چاہتے ہوں تو وہ اسلام ہی کی تعلیمات کے زیر سایہ چین وقرار پاسکتے ہیں۔

﴿مرد وعورت کا دائرۂ کار﴾

برادران اسلام! اسلام نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ سارے انسان' خواہ مرد ہوں کہ عورت' اللہ کے بندے ہیں' سب کے سب حضرت آدم وحضرت حواء علیہا السلام کی اولاد ہیں' مرد وعورت آپس میں کسی کے غلام نہیں' سماج میں دونوں بحیثیت انسان مساوی ہیں، البتہ ان میں تخلیقی قوتوں کے اعتبار سے فرق ضرور ہے' اسی لئے دونوں کا دائرہ کار جداگانہ ہے' سماجی نظام کی تکمیل میں دونوں برابر کے شریک ہیں' مرد تدبیر مملکت کیلئے ہے تو عورت تدبیر منزل کیلئے۔

اسلام نے یہ بتایا کہ عورت کا اصلی مقام اس کا گھر ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى اپنے گھروں میں رہو اور زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو دکھاتی نہ پھرو۔

(سورۃ الاحزاب:33)

اس سے ظاہر ہے کہ نمائش کے لئے بن سنور کر نکلنا درست نہیں البتہ کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنا شرعاً منع نہیں ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ارشاد نبوی ہے:

قَدْ أَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ. اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

(صحیح بخاری شریف، ج 2 کتاب النکاح، باب خروج النساء بحوائجھن، ص 788 حدیث نمبر:4836)

حضرات! دین اسلام نے ضرورت کے وقت خواتین کو باہر نکلنے کی جہاں اجازت دی ہے وہیں ان کے لئے اصول وقوانین بھی دیئے ہیں تا کہ وہ پردہ کا اہتمام کریں کیونکہ پردہ انکی عفت وعصمت کا محافظ ہے اور عفت وعصمت عورت کا جوہر ہے جس عورت کا یہ جوہر داغ دار ہو جاتا ہے وہ اخلاق کی بلندی سے اتر کر قعر مذلت میں جا پڑتی ہے، اس کی عصمت کی حفاظت اور ذلت سے نجات کے لئے اُسے پردے کا حکم دیا گیا۔

اسلام نے جہاں عورتوں کو حجاب سے زینت بخشی وہیں مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔

نظر کی حفاظت

برادران اسلام! کسی بھی مصیبت سے بچنے کے لئے ان تمام راستوں کا سد

باب ضروری ہے جہاں سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ وہ قوانین وضوابط یقیناً ناکام اور اس کے ماننے والے نامراد ہیں گے جن میں ایک راہ کو پرزور طریقے سے تو بند کیا جائے اور دوسرے جوانب سے غفلت برتی جائے۔

دین اسلام ایسے کج اساس وکمزور قوانین نہیں دیتا چنانچہ اس نے پردہ سے متعلق جہاں خواتین کو سنہری اصول دئے وہیں مرد حضرات کو یہ تعلیم دی کہ وہ راستوں اور بازاروں میں گذر رہے ہوں یا کسی خلوت گاہ میں موجود ہوں بہرصورت اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، محرمات وممنوعات کو دیکھنے سے پرہیز کریں تاکہ حوائج وضروریات حاصل کرنے کیلئے عورتوں کو جب باہر نکلنا ضروری ہو تو وہ بلاخوف وخطر حوائج کی تکمیل کرلیں اور انکی عفت و پاکدامنی پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے۔ چنانچہ ارشاد حق تعالی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ — اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! مومن مردوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

(سورۃالنور، آیت:30)

مومن کا شعار یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھے اور اگر بلاارادہ کسی اجنبی خاتون یا ممنوع شرعی پر نظر پڑجائے تو فوراً نظر کو ہٹالے جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں ہے:

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّظْرَةِ ؟ فَقَالَ: اصْرِفْ . — حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: میں نے سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نظر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب غیر محرم پر نظر پڑے تو نظر ہٹالو۔

(المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر: 2350)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَائَةِ ؟ فَأَمَرَنِى أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِى .

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر محرم پر اچانک نظر پڑنے کے بارے میں دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نظر ہٹا لینے کا حکم فرمایا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: 2351)

﴿بدنظری شیطان کا زہریلا تیر﴾

حضرات! شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، انسان کو قعر مذلت میں ڈالنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے انہی میں سے ایک ہتھیار بدنظری ہے، انسان جب بدنظری کا شکار ہو جاتا ہے تو شیطان کے دام میں پھنس جاتا ہے پھر دیگر گناہوں کا راستہ اسکے لئے آسان ہوتا ہے، خواہشات نفس پر قابو پا کر جو شخص نظر کا بچاؤ کرے اس کو حلاوت ایمانی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جس نے میرے خوف سے بدنگاہی چھوڑ دی تو میں اس کے بدلہ اس کو کمال ایمان سے بہرہ مند کرتا ہوں، جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر: 10211، جامع الاحادیث، حدیث نمبر: 7525)

اجنبی عورت کی خوبصورتی بیان کرنے کی ممانعت

سامعین کرام! غیر محرم کو دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس کی وجہ سے مرد کا دل اجنبی عورت کی طرف مائل ہوتا ہے، اس میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے سامنے کسی اجنبی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرے اور اس کی خوبصورتی بیان کرنے لگے تو مرد چشمِ تصور سے اسے دیکھنے لگتا ہے، یہاں بھی فتنہ کا امکان رہتا ہے جس طرح براہ راست آنکھ سے دیکھنے میں ہوا کرتا ہے۔

اس لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے سامنے کسی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرنے والی عورت کو دوسری عورت سے ملنے ہی کی ممانعت فرمادی۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لاَ تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا .

حضرت ابووائل، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت سے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اس کے محاسن کا یوں ذکر کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

(جامع ترمذی ،باب فی کراھیة مباشرة الرجل الرجل......حدیث نمبر:2716)

بدنظری سے پرہیز اور عبادت کی شیرینی

فردِ مسلم جب بدنگاہی سے پرہیز کرتا ہے' اگر کہیں غیر محرم پر اس کی نظر پڑ جائے تو اُسی لمحہ نظر پھیر لیتا ہے تو بارگاہ خداوندی سے اُسے عبادت میں حلاوت و شیرینی دی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِی أُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ إِلَی مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةً یَجِدُ حَلَاوَتَهَا .	حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں،آپ نے فرمایا: جومسلمان پہلی بارکسی عورت کے محاسن کو دیکھے پھر اپنی نگاہ نیچی کرلے تو اللہ تعالی اُسے ایسی عبادت کی توفیق دیگا جس کی وہ حلاوت محسوس کریگا۔

(مسند احمد ، مسند ابی امامۃالباھلی۔حدیث نمبر: 22938)

حضرات !مسلمانوں کونظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے بھی دیا گیا کہ کسی عورت پرنظر ہی نہ پڑے جب کسی شخص کی نظر بے پردہ عورت پر پڑ جائے تو ایسے وقت اُسے اپنے نفس پر قابو رکھنا مشکل ہوجاتا ہے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد و بگاڑ کی جڑ کا ہی خاتمہ کرنے کا حکم فرمایا' جیسا کہ ارشاد ہے:

إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِی صُورَةِ شَیْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِی صُورَةِ شَیْطَانٍ فَإِذَا رَأَی أَحَدُکُمْ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَلْیَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَاکَ یَرُدُّ مِمَّا فِی نَفْسِهِ .	یقیناً عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اورشیطان کی صورت میں جاتی ہے،لہذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسے بھلی لگے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ یہ عمل ان خیالات کو دور کردے گا جواس کے دل ودماغ میں ہیں۔

(مسند احمد ، مسند جابر ، حدیث نمبر: 14911)

مومن کی شان یہ ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اوراپنی نظروں کومحرمات وناجائز مناظر سے آلودہ نہ کرے، جولوگ بدنظری کا شکار ہوتے ہیں، نگاہوں کی حفاظت نہیں

کرتے، انکے چہرے بدل دئے جانے اور قلوب مسخ کردئے جانے کی وعید آئی ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَتَغُضَّنَّ أَبْصَارَكُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوجَكُمْ، وَلَتُقِيمُنَّ وُجُوهَكُمْ أَوْ لَتُكْسَفَنَّ وُجُوهُكُمْ.

ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: ضرور بہ ضرور تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنے چہروں کو (نماز میں) قبلہ کی سمت رکھو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دیگا۔

(المعجم الکبیرللطبرانی،حدیث نمبر: 7746)

امام طبرانی کی معجم کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

حَدَّثَنَا شَدَّادُ بن سَعِيدٍ الرَّاسِبِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بن عَبْدِ اللَّهِ بن الشِّخِّيرِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مَعْقِلَ بن يَسَارٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لا تَحِلُّ لَهُ۔

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے۔

(معجم کبیر طبرانی ،حدیث نمبر: 16880۔کنز العمال، کتاب الحدود، الفصل الثانی: فی التسامح والاغضاء فی الحدود، حدیث نمبر:13065)

نیز معجم کبیر طبرانی، جامع الاحادیث للسیوطی اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

عن ابی امامة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لَتَغُضُّنَّ أَبْصَارَكُمْ، وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوجَكُمْ، وَلَتُقِيمُنَّ وُجُوهَكُمْ أَوْ لَتُكْسَفَنَّ وُجُوهُكُمْ (الطبرانی عن أبی أمامة).

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو! اور اپنے چہروں کو (نماز میں) قبلہ کی سمت رکھو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دے گا۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر:7746، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام، حدیث نمبر:18309، کنز العمال، حدیث نمبر:13082)

﴿بے پردگی اور زنا﴾

حضرات! دین اسلام نے بدکاری کی طرف پہنچانے والے محرکات پر پابندی لگائی اور انسانی بدن کے اعضاء سے صادر ہونے والے فحش اعمال کو زنا سے تعبیر کیا کیونکہ یہ ایسے گناہ ہیں جو انسان کو زنا میں مبتلا ہونے کا باعث بن سکتے ہیں۔

مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ لِكُلِّ بَنِي آدَمَ حَظٌّ مِنَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا میں انسان کے ہر عضو کا حصہ ہوتا

الـزِّنَـا فَـالْعَيْنَـانِ تَـزْنِيَـانِ وَزِنَـاهُـمَـا الـنَّظَرُ وَالْيَدَانِ تَـزْنِيَـانِ وَزِنَـاهُـمَـا الْبَطْـشُ وَالـرِّجْلاَنِ يَـزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْـمَشْـيُ وَالْـفَمُ يَزْنِي وَزِنَاهُ الْـقُبَـلُ وَالْـقَـلْـبُ يَهْـوَى وَيَتَـمَـنَّـى وَالْـفَـرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ .	ہے' آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا دیکھنا ہے' ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا پکڑنا اور گرفت کرنا ہے' پیرزنا کرتے ہیں اوران کا زنا چلنا ہے منہ زنا کرتا ہے اس کا زنا بوس وکنار ہے دل خواہش کرتا اورتمنا وآرزو کرتا ہے جب کہ شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہوئی زنا میں مبتلا ہوتی ہے یا اسے جھٹلا کر زنا سے باز رہتی ہے۔

(مسند امام احمد ،حدیث نمبر:8752)

عَـنْ أَبِـى هُـرَيْـرَـةَ عَنِ النَّبِيِّ صـلـى الـلـه عليه وسلم قَالَ ......فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ .	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا :......آنکھوں کا زنا بدنظری ہے۔

(صحیح مسلم شریف ،کتاب القدر،باب قدرعلی ابن آدم حظہ من الزناوغیرہ،حدیث نمبر:6925)

حضرات!سب جانتے ہیں کہ انسان' روزحشر کی جاں گدازمنزل میں ہوگا ہر ایک کواپنی فکرلاحق ہوگی اورسابقہ زندگی پرافسوس بھی رہے گا ،ہرآنکھ بروزحشر رورہی ہوگی مگرحدیث شریف کی بشارت کے بموجب تین خوش نصیب آنکھیں ایسی ہیں جونہ خوف محشر سے روئیں گی ،نہ ندامت کے آنسو بہائیں گی (1) وہ آنکھ جومحارم سے گریز کرے(2)وہ آنکھ جوراہ حق میں بیدار رہے(3)وہ آنکھ جس سے خوف خدا کی وجہ مکھی

کے سر کے برابر بھی آنسو نکل پڑے ہوں۔

عن ابی ھریرۃ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الاعین غضت عن محارم اللہ وعین سھرت فی سبیل اللہ وعین خرج منھا مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ .	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہر آنکھ بروزمحشر رورہی ہوگی' سوائے تین خوش نصیب آنکھوں کے (1) ایک وہ آنکھ جو محارم سے گریز کرے (2) وہ آنکھ جوراہ حق میں جاگتی رہے (3) وہ آنکھ جس سے خشیت الٰہی کے باعث مکھی کے سر کے برابر' بھی آنسو نکل پڑے ہوں۔

(الترغیب والترھیب، باب غض البصر، ج3ص 34)

چھ چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت

ہر انسان جنت کا طلب گار تو ہے لیکن بندہ محض اپنی طلب سے جنت نہیں پاسکتا' جنت کا حقدار یقیناً وہی ہوسکتا ہے جسکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت اور ضمانت دی ہواور جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حضور کی تابعداری میں زندگی بسر کی ہو،جن صفات کے حامل کو جنت کی ضمانت دی گئی ان صفات میں سے ایک نگاہیں نیچی رکھنا بھی ہے ۔جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ارشادِ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اضْمَنُوا	مجھے اپنی جانب سے چھ(6) چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا

لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ وَأَدُّوا إِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ .	ہوں' جب گفتگو کروتو سچ بات کہو' جب وعدہ کروتو پورا کرو، جب تمہیں امین بنایا جائے تو امانت ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، نگاہیں نیچی رکھواور برائی سے اپنے ہاتھ روک لو۔

(مسند امام احمد،حدیث عبادة بن صامت،حدیث نمبر: 23428،صحیح ابن حبان،باب الصدق والامربالمعروف ،حدیث نمبر:270، المستدرك على الصحيحين ،حدیث نمبر: 8179)

﴿حجاب کے درجات﴾

اسلام نے عورت کے اصولی طور پر گھر میں رہنے اور بوقت ضرورت باہر نکلنے ہردو صورتوں میں پردے کے معتدل ومتوازن حدودو قیود مقرر کئے ہیں۔

﴿حجاب کا پہلا درجہ﴾

حجاب کے سلسلے میں پہلا درجہ حجاب اشخاص کا ہے کہ عورتوں کا شخصی وجوداور انکی نقل وحرکت بھی اجنبی مردوں کی نظروں سے مستور ہووہ عمومی حالات میں اپنے گھروں میں ہی سکونت پذیر رہیں اور انکے لباس وپوشاک پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے چنانچہ اس سلسلے میں باری تعالی کا ارشاد ہے:"

وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى "	اورتم اپنے گھروں میں ٹھہری رہواورقدیم زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی نمائش کرتی ہوئی مت پھرو۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:33)

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَاب

اور جب ان مستورات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

(سورۃ الاحزاب، آیت:53)

جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ نَبْهَانَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کیا تم بھی نابینا

أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. ہو؟ اور کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟۔

(جامع ترمذی ، کتاب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في احتجاب النساء من الرجال،حديث نمبر: -2702سنن ابوداؤد، كتاب اللباس، باب في قوله عز وجل وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ، حديث نمبر: -3585 مسند امام احمد ، مسند الأنصار رضى الله عنهم، حديث أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم،حديث نمبر:2702)

دنیا وعقبی میں عورتوں کیلئے خیر و بھلائی ،عزت وآبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ وہ نہ اجنبی مردوں کو دیکھیں اور نہ اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب آئیں جیسا کہ سیدۂ کائنات حضرت سیدتنا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے منقول ہے.

مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

عن علي أنه كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "أى شىء خير للمرأة ؟فسكتوا فلما رجعت قلت لفاطمة: أى شىء خير للنساء ؟ قالت: لا يرين الرجال ولا يرونهن. فذكرت	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا: عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ صحابہ کرام نے سکوت اختیار کیا،کوئی جواب نہیں دیا (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) پھر جب میں اپنے گھر گیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد انکو نہ دیکھیں، میں نے انکے اس جواب کا ذکر حضور

ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: إنھا فاطمة بضعة منی.	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے بے شک وہ میرا پارۂ (جگر) ہے۔

(مجمع الزوائد: باب أی شئ خیر للنساء، ج 4، ص 255- حدیث نمبر: 7328۔ کنز العمال، باب فی ترغیبات النساء و ترھیباتھن، حدیث نمبر: 46012)

﴿حجاب کا دوسرا درجہ﴾

حضرات! ضرورت کے وقت عورت کو جب باہر نکلنا پڑے تو حکم دیا گیا کہ وہ کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلے، اس طرح کہ بجز ہتھیلیوں اور ٹخنوں سے نیچے قدموں کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو اور وہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، بجنے والا کوئی زیور نہ پہنے، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیبِهِنَّ ذٰلِکَ أَدْنَی أَنْ یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِیمًا.	اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات و بنات طیبات اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھ لیں اس سے آسانی ان کا شریف زادی ہونا معلوم ہو جائے گا انہیں ستایا نہیں جائے گا' اور اللہ خوب بخشنے والا' نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب، آیت: 59)

﴿حجاب کا تیسرا درجہ﴾

گھر کے اندر رشتہ دار، عزیز و اقارب کے آنے جانے اور انفرادی و اجتماعی طور پر ایک ساتھ کھانے پینے سے مطلقا منع نہیں کیا گیا بلکہ اس سلسلے میں اصولی ہدایات دی گئیں۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ	اور آپ حکم فرمادیجئے ایماندار عورتوں کو
مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ	حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی اور نہ
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ	ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا اس
بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ	سے خود بخود نمایاں ہو اور ڈالے رہیں
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا	اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر، نہ ظاہر
لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ	ہونے دیں اپنی آرائش کو مگر اپنے
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ	شوہروں کے لئے یا اپنے باپ کے لئے
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ	یا شوہر کے باپ کے لئے یا اپنے بیٹوں
بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي	کے لئے یا اپنے خاوند کے بیٹوں کے
أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا	لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے اپنے
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ	بھانجوں کیلئے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر
غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ	یا اپنی باندیوں پر یا اپنے ایسے نوکروں پر
الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ	جو عورت کے خواہشمند نہ

يَـظْهَــرُوا عَـلَـى عَـوْرَاتِ	ہوں یا ان بچوں پر جو عورتوں کی پوشیدہ
الـنِّسَـــاءِ وَلَا يَـضْـــرِبْـنَ	چیزوں سے واقف نہ ہوں اور نہ زور سے
بِـأَرْجُـلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ	ماریں اپنے پاؤں زمین پر کہ معلوم ہوجائے
مِـنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ	وہ بناؤ سنگار جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں اور
جَـمِيـعًـا أَيُّهَـا الْـمُؤْمِنُونَ	رجوع کرو اللہ کی طرف تم سب اے ایمان
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ .	والو تا کہ تم بامراد ہو جاؤ۔

(سورۃ النور،آیت:31)

برقع کے اوصاف

برادران اسلام! پردہ اختیار کرنے کی ایک بہتر شکل برقع ہے اور برقع اور اسکے نقاب سے بھی وہی مقصد پورا ہوتا ہے جسکے لئے چہروں سمیت پورے جسم پر چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عورتوں کے پردہ اور ستر کیلئے اسلام نے کوئی خاص رنگ و ہیئت والا لباس لازم نہیں کیا، حجاب کا اصل مقصود عورت کے مقامات ستر کو چھپانا ہے تا کہ فتنہ وفساد بے حیائی وعریانیت سے تحفظ حاصل ہو، بنابریں اسلامی حجاب کیلئے چند اوصاف وشروط کا اہتمام ملحوظ رہنا ضروری ہے۔

(1) حجاب ایسا ہو کہ جو بجز ہتھیلی وقدم عورت کے مکمل سراپا کو چھپائے۔

(2) ایسا ڈھیلا اور عریض ہو کہ جسمانی ھیئت وحجم کی عکاسی نہ کرے۔

(3) اتنا پتلا ورقیق نہ ہو کہ اس سے جسم کی رنگت جھلکنے لگے۔

(4) غیر اقوام کے لباس سے مشابہت نہ ہو، غیروں کی مشابہت پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(5) برقع، اجنبیوں کے لئے جاذب نظر قسم قسم کے بیل بوٹوں اور نقش ونگار والا نہ ہو کیونکہ برقع کا مقصود اجنبی نگاہوں سے حفاظت ہے نہ کہ ان کی التفات بڑھانا، حدیث شریف میں زینت والا جاذب نظر لباس پہن کر باہر نکلنے سے عورتوں کو منع کیا گیا جیسا کہ سنن ابن ماجہ، باب فتنۃ النساء حدیث نمبر: 3991، الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی غض البصر، ج3، ص38 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایھا الناس انھوا نسائکم عن لبس الزینۃ. — اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت والا لباس پہن کر اجنبیوں کے سامنے نکلنے سے منع کرو۔

(سنن ابن ماجه ، باب فتنة النساء حديث نمبر: 3991،الترغيب و الترهيب، كتاب النكاح ، باب الترغيب فى غض البصر، ج3،ص38)

(6) ونیز برقع اپنی ہیئت وبناوٹ میں مردانہ لباس کی شباہت نہ رکھتا ہو کیونکہ عورتوں کو مردوں کی اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے، حدیث شریف میں ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسا لباس پہنے۔

(سنن ابی داود، باب فی لباس النساء ،حديث نمبر: 3575 ۔ مسند

احمد،مسند ابی ہریرۃرضی اللہ عنہ،حدیث نمبر: 7958)

﴿بے پردہ عورت کو شیطان تاکنے لگتا ہے﴾

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت تو سراپا ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکنے لگتا ہے۔

(جامع ترمذی شریف ،باب المرأۃ عورۃ ،حدیث نمبر: 1206)

اور معجم کبیر طبرانی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَةٌ ، وَإِنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ فَتَقُولُ: مَا رَآنِي أَحَدٌ إِلا أَعْجَبْتُهُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ إِلَى اللّٰهِ إِذَا كَانَتْ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا.

بے شک عورت تو سراپا ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکنے لگتا ہے (اور اس کے حسن کو دوبالا کر کے دکھاتا ہے) کہ وہ کہنے لگتی ہے جو مجھ کو دیکھے گا میں اس کو ضرور بھلی لگوں گی ،اور بلاشبہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب رہتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔

(جامع ترمذی شریف، کتاب الرضاع ، باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات، حدیث نمبر:1093۔ معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر:9368)

حضرات ! ''عورت'' اس کو کہا جاتا ہے جس کا پوشیدہ و مستور ہونا ضروری ہوتا ہے جس کی نمائش معیوب و ناپسندیدہ ہو اور پوشیدگی محمود و قابل تعریف ہوتی ہے، چنانچہ جب عورت کی جانب سے بے پردگی ہوتی ہے تو شیطان اپنا اثر دکھاتا ہے، اور جب وہ اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے پردہ نشین رہتی ہے تو اسے قربِ خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور سارے عالم میں اسلام کے پیام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور خواتین و دختران ملت کو اسلامی حجاب کا پابند بنائے، اور ہماری عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

x

سامعیں سے ہے توقع غور فرمائیں ذرا   تھا ذبیح اللہ کا فرحت فزا جو واقعہ
وہ معین روز روز عید ٹھہر گیا   تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتے ہیں ادا
روز میلاد نبی جس میں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیوں کر واجب التعظیم پیش حق مدام

از: شیخ الاسلام

x

انوار خطابت

حصہ ہشتم برائے شعبان المعظم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضرورت فقہ اور مقامِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً. فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِنْھُمْ طَائِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنْ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اسلامی عقائد‘ دینی فرائض‘ شرعی واجبات‘ عبادات اور معاملات سے متعلق بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے‘ البتہ دین میں تفقہ حاصل کرنا‘ اس کی گہرائی وگیرائی میں اترنا‘ خالصۃً اس کے لئے فارغ ہوجانا اوراس میں کامل عبور حاصل کرنا‘ تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیا جاسکے‘ یہ فرض کفایہ کے درجہ میں ہے، ہرشخص علم دین میں کامل تفقہ حاصل کرنے کے لئے مکمل طور پر وقت نہیں دے سکتا، مسلمانوں کے تمام افراد فقہ واستنباط کے لئے فارغ نہیں ہوسکتے، اگر سارے لوگ فقہ وبصیرت کے حصول کے لئے مصروف ہوجائیں تو معاشی معاملات میں خلل واقع ہوگا، امورمعیشت متاثر ہوں گے، جبکہ مسلمانوں کے لئے کسبِ معاش بھی لازمی وضروری ہے، اسی لئے مسلمانوں کی ایک

جماعت ایسی ہونی چاہیے جو علم دین کے تفقہ کے لئے فارغ ہو جائے، دین کی سمجھ بوجھ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے، دین کی فقہ وفہم میں مہارت حاصل کرے‘ تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَافَّةً. فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ.

اور تمام اہل ایمان تو ایک ساتھ نکل نہیں سکتے‘ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر بڑی جماعت سے کچھ خاص لوگ نکل جاتے‘ تاکہ وہ دین کی فقہ وفہم کو حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف واپس ہوں‘ تاکہ وہ (گناہوں کی زندگی سے) بچیں۔

(سورۃ التوبۃ، آیت:122)

فقہ کی اصل قرآن کریم سے

اللہ تعالی نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم فرمایا، اس سے فقہ کی اہمیت ووقعت عیاں وآشکار ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ولٰکن کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ.

اور تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو۔

(سورۃ آل عمران، آیت:79)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

وقال ابن عباس "كونوا ربانيين" حكماء فقهاء. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ" کا معنی یہ ہے کہ تم حکمت وبصیرت والے، فقہ واستنباط والے بن جاؤ۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل)

اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی فقہ واستنباط والے بننے کا حکم دے رہا ہے، صحیح بخاری شریف میں اس کی تفسیر یہی بیان کی گئی ہے کہ فقہاء بن جاؤ، حکمت وبصیرت والے بن جاؤ، فکر وتدبر والے بن جاؤ، دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے بن جاؤ۔

فقہ کی اصل حدیث شریف سے

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حقیقۃ الفقہ کے عنوان سے دو جلدوں میں ایک تحقیقی کتاب لکھی ہیں، ان میں آپ نے نہایت ایمان افروز بحثیں فرمائی ہیں، آپ نے فقہ کی حقیقت اور فقہ کی اہمیت نیز فقہاء کرام کے منصب جلیل سے متعلق مباحث انتہائی شرح وبسط کے ساتھ درج کئے ہیں، فی زمانہ اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

تاجدار کائنات، سید الانبیاء والمرسلین، حامل علوم اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم ارواحنا فداہ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ دِعَامَةً وَدِعَامَةَ هٰذَا الدِّیْنِ الْفِقْهُ.

ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون تو فقہ ہی ہے۔

(جامع الاحادیث، حدیث نمبر: 8154۔ الجامع الکبیر، حدیث نمبر: 1504۔ کنزالعمال ،حرف العین ، حدیث نمبر:28768۔ العلل المتناهیة، باب فضل الفقه علی العبادة، حدیث نمبر:194)

فقہ کتاب وسنت کا لب لباب

اس حدیث پاک میں اسی بات کی صراحت کی گئی کہ دین کا نچوڑ فقہ ہے' دین کا مدار فقہ ہے' دین کا سرمایہ فقہ ہے، فقہ قرآن وحدیث کے مقابل کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن کریم وحدیث شریف کے صحیح فہم وادراک کا نام فقہ ہے،فقہ تو دین کا سہارا ہے، دین کا ستون ہی موجود نہیں تو دین کہاں رہا؟ سہارا ٹوٹ گیا تو دین کہاں رہا؟

برادران اسلام! فقہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقہ کی طرف نہ جاؤ جب فقہ کی طرف نہ جائیں گے تو پھر فقہ سے خالی رہ کر قرآن کریم وحدیث شریف کیسے سیکھیں گے؟ کیونکہ قران وسنت سے رشد وہدایت حاصل کرنے کے لئے محض کلمات کا ترجمہ جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کے حقیقی معنی ومفہوم کو سمجھنا ضروری ہے اور فقہ دراصل قرآن کریم وحدیث شریف کے منشا کو پانے کا نام ہے۔

قرآن کریم اوراحادیث شریفہ اسلامی قانون کی اساس وبنیاد ہیں، جن میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا مکمل حل موجود ہے،قرآن کریم عام فہم اور آسان ہونے کے باوجوداس میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں، آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور ان سے مسائل کا حل نکالنا عام انسان تو کجا ایک ماہرِ زبان کے لئے بھی آسان بات نہیں

کیونکہ محض زبان پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے قانون کی نزاکتوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے، جیسے انگریزی ادب (English literature) کا ماہر شخص ہندوستانی دستور (Indian constitution) یا کسی بھی ملک کے قانون کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا، زبان کی مہارت اور تقریر و تحریر پر زبردست ملکہ کے باوجود قانونی نزاکتوں کو سمجھنا' دستوری پیچیدگیوں کو دور کرنا' نہایت دشوار ہوتا ہے، اس کے لئے کسی ماہر قانون سے رجوع ہونا ضروری ہے۔

ضرورت فقہ' قرآن کریم کی روشنی میں

چونکہ ہر دور کے تقاضے مختلف رہے ہیں جس کی بنا انسان کو ہر وقت نئے مسائل درپیش ہوتے رہتے ہیں، مثلاً دور حاضر کے مسائل میں شیر بزنس (Share business) کو دیکھ لیجئے، اس کی کونسی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ فکسڈ ڈپازٹ (Fixed deposit) کروانا کیسا ہے؟ کسی چیز کی آن لائن خرید و فروخت، اپنے قبضہ میں آنے سے قبل کسی چیز کو بیچ دینا، لائف انشورنس (life insurance) کا شرعی حکم، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں' جن کو عام انسان اپنے علم و دانش، فہم وادراک سے حل نہیں کرسکتا اور ایسے بے شمار جدید مسائل سے متعلق قرآن وحدیث میں موجود اشاروں کو اپنی ناقص عقل سے سمجھ نہیں سکتا' لہذا ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے امامِ مجتہد کی طرف رجوع کرے جو' ان مسائل کا حل قرآن کریم وحدیث شریف کی روشنی میں بیان کرتے ہوں۔

ائمہ کرام وفقہاء عظام نے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اصول وضوابط، قواعد واحکام بیان کئے ہیں ونیز انسانی زندگی میں پیدائش سے موت تک پیش

آنے والے تمام مسائل واحکام کو انہوں نے باب واری ''کتاب الطھارۃ'' سے ''کتاب الفرائض'' تک مدون کیا، جس کے مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے، اسی لئے ان با اعتماد ائمہ کرام و مجتہدین کی پیروی و تقلید دراصل کتاب و سنت ہی کی پیروی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ.	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

(سورۃ النساء، آیت:59)

اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کی تفسیر

امام ابوجعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:310) نے اپنی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت ابن ابونجیح، حضرت عطاء بن سائب، حضرت حسن بصری اور حضرت ابوالعالیہ رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہاء و اہل علم حضرات ہیں۔

عن مجاهد فی قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولی الأمر منكم) قال :أولی الفقه منكم ...... عن ابن أبی نجيح : (وأولی الأمر منكم) قال: أولی الفقه فی الدين والعقل ...... عن ابن عباس قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولی الأمر منكم) يعنی :أهل الفقه والدين ...... عن عطاء بن السائب فی قوله :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولی الأمر منكم) قال :

أولـى الـعـلم والفقه ...... عن عطاء :(وأولـى الأمر منكم) قال : الـفقهاء والعلماء ......عن الحسن فى قوله :(وأولى الأمر منكم) قال :هـم الـعـلـمـاء ...... عن أبى العالية فى قوله :(وأولى الأمر منكم) قال :هـم أهـل العلم ألا ترى أنه يقول :(ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم)

(تفسیر الطبری، سورۃ النساء۔59)

حضرت ابن ابو نجیح رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد مکی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

عـن ابـن ابـی نـجیـح عن مـجـاهـد فی قوله عزوجل واولـی الامـرمـنـکـم یعنی اولــی الـفـقــه فــی الدین والعقلُ.	حضرت ابن ابو نجیح رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد دین میں تفقہ اور فہم وبصیرت رکھنے والے فقہاء کرام ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ،امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:211)فرماتے ہیں:عبد الرزاق قال :نا معمرعن ابن ابی نجیح عن مـجاهد فی قوله تعالی ”واولی الامرمنکم“قال :هم اهل الفقه والعلم . اولی الامر سے مراد فقہاء واہل علم ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما،حضرت حسن بصری،امام مجاہد اور امام ضحاک رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے

کہ اولی الامر سے مراد وہ علماء ہیں جو شریعت کے احکام بتاتے ہیں اور لوگوں کو دین سکھاتے ہے۔:المراد العلماء الذين يفتون في الاحكام الشرعية ويعلمون الناس دينهم .وهذه رواية الثعلبي عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد وضحاك. (التفسیر الکبیر۔سورۃ النساء:59)

و نیز فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام وتابعین عظام کی ایک جماعت نے اولی الامر سے علماء مراد لیا ہے،انه لانزاع ان جماعة من الصحابة والتابعين حملوا قوله واولى الامر منكم على العلماء .

(التفسیر الکبیر۔سورۃالنساء)

علامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال علي ابن ابي طلحة ،عن ابن عباس واولي الامر منكم يعني اهل الفقه والدين ، وكذا قال مجاهد وعطاء والحسن البصري وابوالعالية و اولي الامر منكم يعني العلماء.

حضرت علی بن ابوطلحہ ،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ واولی الامر منکم کی تفسیر سے متعلق روایت بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متدیّن فقہاء کرام ہیں۔اور اسی طرح امام مجاہد،حضرت عطاء ،حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، ج2ص345، سورۃالنساء :59)

امام اعظم' آیتِ قرآنی وحدیث بخاری کی بشارت کا مصداق

حضرات ! فقہ اور تقلید سے متعلق ضروری تفصیل سماعت کرنے کے بعد ہم امام

الائمہ' سراج الامہ' امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عظمت وحقانیت اور آپ کا علمی وفقہی مقام ملاحظہ کریں! چونکہ یہ ماہ شعبان ہے اور امام اعظم کے وصال کا مہینہ ہے، اس مناسبت سے آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، آپ کی ولادت سنہ 61 یا 70 یا 80 ہجری میں ہوئی' اور وصال مبارک 2 شعبان المعظم 150 ہجری میں ہوا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم' جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث شریف میں ہے کہ جب سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات کریمہ کا نزول ہوا جس میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ، وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وہی شان والا خدا ہے جس نے ناواقف لوگوں کے درمیان ان ہی کی جنس سے ایک عظیم رسول کو بھیجا' جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور یہ عظیم رسول ان میں سے اوروں کو بھی پاک کرتے اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں' جو پہلوں سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے (سورۂ جمعہ 2/3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بعد میں آنے والے کون ہیں (جن پر آپ آیات کی تلاوت فرمائینگے اور ان کے نفس کا تزکیہ اور کتاب وحکمت کی تعلیم فرمائینگے؟)

فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلاَءِ.

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہیں فرمایا ، یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ دریافت کیا، (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھ کر ارشاد فرمایا: اگر ایمان ثریا کی بلندی پر بھی ہوتو اِن میں سے کچھ لوگ بلکہ ایک ہی شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔

(صحیح البخاری ، کتاب التفسیر، باب قولہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم، حدیث نمبر: 4897)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تبییض الصحیفہ سے روایت بیان کی ہے :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "والذى نفسى بيده !لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس ."...... وقال الحافظ السيوطى :هذا الحديث الذى رواه

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ! اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوتا تو ابنائے فارس سے ایک شخص اس کو پالیتا۔......امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک جس کو امام بخاری ومسلم

الشيخان أصل صحيح، يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة، وهو متفق على صحته. وفي حاشية الشبراملسي على "المواهب" عن العلامة الشامي تلميذ الحافظ السيوطي قال: ما جزم به شيخنا من أن أبا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه؛ لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحد.	نے روایت کیا ہے اصل صحیح ہے جس کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ ......امام سیوطی کے شاگرد علامہ شامی کا بیان ہے: ہمارے شیخ کا یقین ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی اس (حدیث) کے مصداق ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں' کیونکہ اہل فارس میں آپ جیسے علم وکمال کو کوئی نہیں پہنچا۔

(زجاجة المصابيح، ج1، كتاب العلم)

امام اعظم کی تحقیقات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی توثیق

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کرام کا بیحد احترام فرمایا کرتے اور آپ کی فقہی تحقیقات کو اہلبیت کرام کی تائید حاصل ہے۔

"وعن "أبي يوسف أن الإمام كان يفتي في المسجد الحرام إذ وقف عليه الإمام	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے

جعفر الصادق بن	جاتے تھے، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی
محمد الباقر الإمام	اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے
رضی الله عنهما وعن	ہوکر دیکھ رہے تھے، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ'
آبائهما الكرام ففطن	فراست سے سمجھ گئے کہ آپ تشریف لائے ہیں تو فوراً
الإمام فقام فقال يا ابن	کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: اے رسول اکرم صلی اللہ
رسول الله لو علمت	علیہ وسلم کے شہزادے! اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا
أول ما وقفت لما	کہ آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں تو میں ہرگز نہیں
قعدت وأنت قائم	بیٹھتا' جبکہ آپ کھڑے ہوں۔ امام جعفر صادق رضی
فقال اجلس وافت	اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور لوگوں کو
الناس على هذا	احکام بتلائیں، میں نے اپنے آباء واجداد کو بھی اسی
أدركت آبائي.	حالت پر پایا ہے۔

(الجواهر المضيئة فى طبقات الحنفية، ج:2،ص:315)

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ دیکھئے! امام صاحب جو جواب دیتے جاتے وہ سب مسائل فقہیہ تھے' جن کو تقلیداً سب مان رہے تھے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تحسین کی۔

(حقيقة الفقه ، ج2،ص49)

امام اعظم کے اخلاق کریمانہ

حضرات! حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جہاں علم وفضل میں یکتائے روزگار

ہیں' قرآن وحدیث کے علوم وفنون کے بحرذخار ہیں' ایسی بلندی وکمال پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق عالیہ کے پیکر تھے، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاق عالیہ اور فیاضی وسخاوت سے متعلق ایک واقعہ' امام موفق اور امام کردری کی **مناقب الامام الاعظم** کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں: حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کسی کی عیادت کو جارہا تھا' راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا اور دوسرے راستہ سے نکل جانا چاہا۔ آپ نے اُس کو پکار کر کہا: ''دوسرے راستہ سے کیوں جاتے ہو؟'' اُس نے دیکھا کہ امام صاحب پہچان گئے' شرمندہ ہوکر کھڑا ہوگیا، آپ نے جب مکرر سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ ''مجھ پر آپ کے دس ہزار درہم ہیں' اور باوجود مدت گزر جانے کے تنگدستی کی وجہ سے ادا نہ کرسکا اِس لئے روبرو آنے سے مجھے شرم آئی''۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ اُن درہموں سے چھپنے کی نوبت پہنچ گئی، وہ کُل میں نے تمہیں معاف کردیا' اور تم سے یہ درخواست ہے کہ میری طرف سے تمہارے دل پر جو گرانی گزری وہ تم معاف کردو۔

(حقیقۃ الفقہ ج1۔ص299)

امام اعظم اور تعظیم قرآن

امام موفق رحمۃ اللہ علیہ' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعظیم قرآن پاک سے متعلق ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

و اورد امــــام الائــمة	امام الائمہ زرنجری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو
الزرنجری هذا الحدیث	مرسلاً روایت کرتے ہوئے فرمایا: امام صاحب

مرسلا وقال لما تعلم ابنه حماد الفاتحة وهب للمعلم الف درهم. قلت : واورد ابن جبارة فی کتابه المعروف (بالکامل) فقال المعلم ماصنعت حتی انفذالی هذا ؟ وحضره واعتذر الیه .فقال یا هذا تستحقر ما علمت ولدی، والله لو کان معنا اکثر من ذلک لدفعناه تعظیما للقرآن.	کے فرزند حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے جب سورۂ فاتحہ ختم کی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے استاذ کے پاس ہزار درہم تحفۃً بھیجے، امام موفق فرماتے ہیں کہ ابن جبارہ نے اپنی مشہور کتاب ''الکامل'' میں فرمایا کہ صاحبزادہ کے استاذ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کیا کیا جو اتنے درہم مجھے عطا کئے گئے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے جو میرے لڑکے کو تعلیم دی ہے کیا اس کو معمولی سمجھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی ہوتے تو تعظیمِ قرآن کے لحاظ سے وہ سب آپ کو پیش کر دیتے۔

(مناقب الامام الاعظم للموفق۔ ص:257/256۔حقیقۃ الفقہ ج1۔ص299)

امام اعظم تقوی وطہارت کے پیکر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تفسیر کبیر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے زہد وورع سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

روی أن أبا حنیفة رضی الله عنه کان له علی بعض	روایت بیان کی گئی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کسی مجوسی پر قرض تھا، آپ

المجوس مال فذهب إلي	اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے گھر
داره ليطالبه به ، فلما	تشریف لے گئے، جب آپ اس کے گھر
وصل إلى باب داره وقع	کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کے جوتے پر
على نعله نجاسة ، فنفض	نجاست گرگئی، جب آپ نے اپنے جوتے کو
نعله فارتفعت النجاسة عن	جھاڑا تو نجاست کا چھینٹا اڑا اور مجوسی کے گھر
فعله ووقعت على حائط	کی دیوار پر گرا، تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی
دار المجوسي فتحير أبو	عنہ فکرمند ہوگئے، اور سوچنے لگے کہ اگر میں
حنيفة وقال :إن تركتها	اسے ایسے ہی چھوڑ دوں تو یہ اس مجوسی کی
كان ذلك سبباً لقبح	دیوار پر عیب بنا رہے گا، اور اگر اسے کرید کر
جدار هذا المجوسي ،	نکال دوں تو دیوار کی مٹی گر جائے گی، پھر
وإن حككتها انحدر	آپ نے دروازہ پر دستک دی، تو باندی باہر
التراب من الحائط ، فدق	آئی، آپ نے اس سے کہا: اپنے آقا سے کہو
الباب فخرجت الجارية	کہ ابوحنیفہ دروازہ پر تمہارا انتظار کررہے
فقال لها :قولي لمولاك	ہیں، تو وہ شخص باہر آیا، اس نے گمان کیا کہ
إن أبا حنيفة بالباب ،	آپ اس سے اپنے قرض کا: مطالبہ کریں
فخرج إليه وظن أنه يطالبه	گے، وہ معذرت خواہی کرنے لگا، تو امام ابو
بالمالت ،فأخذ يعتذر ،	حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اس کو تو
فقال أبو حنيفة رضى الله	رہنے دو، اس سے زیادہ اہم چیز میرے
عنه ، ههنا ما هو أولى ،	سامنے ہے پھر آپ

وذكر قصة الجدار، وأنه	نے دیوار سے متعلق سارا قصہ بیان کیا،
كيف السبيل إلى تطهيره	اور پوچھا کہ دیوار کو پاک کرنے کی کیا
فقال المجوسي :فأنا أبدأ	سبیل ہے؟ مجوسی نے کہا: میں پہلے اپنے
بتطهير نفسي فأسلم في	آپ کو پاک کرتا ہوں، اوراس نے اسی
الحال.	وقت اسلام قبول کرلیا۔

(التفسیر الکبیر للرازی،سورۃ الفاتحہ،آیت:7)

چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر کی ادائیگی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے، رات بھر عبادت کیا کرتے تھے،قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے فرماتے، بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ،خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

حدثنا حماد بن قريش قال	حضرت حماد بن قریش نے فرمایا: میں نے اسد بن
سمعت أسد بن عمر يقول	عمر سے یہ فرماتے سنا کہ یہ بات میرے ذہن
صلى أبو حنيفة فيما حفظ	نشین ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے
عليه صلاة الفجر بوضوء	چالیس سال نماز عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا
صلاة العشاء أربعين سنة	فرمائی،آپ رات بھرایک رکعت میں مکمل قرآن
فكان عامة الليل يقرأ	کریم کی تلاوت فرماتے اوررات میں آپ کے
جميع القرآن في ركعة	رونے کی آواز سنائی دیتی یہاں تک کہ پڑوسیوں
واحدة وكان يسمع بكاؤه	کوآپ کی اس حالت پرترس آجاتا تھا،امام اعظم
بالليل حتى يرحمه جيرانه	کے بارے میں

وحفظ عليه أنه ختم القرآن في الموضع الذی توفی فيه سبعة آلاف مرة.	یہ بات بھی یاد ہے کہ جس مقام پر آپ نے وصال فرمایا وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم فرمایا۔

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادی، باب النون، ذكر من اسمه النعمان)

ایک دن کے وقفہ سے تیس سال تک روزوں کا اہتمام

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں آرام نہیں کرتے تھے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے:

حدثنا إسماعيل بن حماد بن أبی حنيفة عن أبيه قال لما مات أبی سألنا الحسن بن عمارة أن يتولی غسله ففعل فلما غسله قال: رحمک الله وغفر لک لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينک بالليل منذ أربعين سنة وقد أتعبت من بعدک	امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد اپنے والد حضرت حماد بن ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں جب میرے والد کا وصال ہوا تو ہم نے حضرت حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ والد گرامی کو غسل دیں، انہوں نے یہ درخواست قبول کی، جب غسل دیا تو یہ کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے، آپ نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا (اس طرح ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھا کرتے تھے) اور چالیس سال سے آپ کے داہنے ہاتھ نے رات میں ٹیک نہیں لگایا، آپ نے اپنے بعد والوں کے لئے مشقت والے کام کی راہ کھول

وفضحت القراء . دی اور حفاظ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، باب النون، ذکر من اسمه النعمان)

حقوق زوجیت کی ادئیگی اور حصول اولاد کے سلسلہ میں وارد شبہ کا ازالہ

چالیس سال امام اعظم کی شب بیداری کے بارے میں بعض گوشوں سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اگر امام اعظم نے چالیس سال ہر رات مسلسل عبادت کی ہے' عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے تو پھر آپ کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔

میں اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں ، اللہ تعالی کے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں: (1) کچھ تو وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں، (2) کچھ درمیانی درجہ کے نیک لوگ ہیں جو عمل صالح کرتے رہتے ہیں، (3) اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے' خیر و بھلائی میں پہل کرنے والے ہیں۔ (سورۃ الفاطر۔32)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تیسری قسم سے ہیں' آپ نیکی و بھلائی میں بہت زیادہ سبقت کرنے والے ہیں۔

نیک بندوں کے صفات قرآن کریم کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ — اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لئے حالت سجدہ میں

سُجَّدًا وَقِيَامًا — اور حالت قیام میں رات گزارتے ہیں۔

(سورۃ الفرقان،آیت: 64)

اللہ تعالی اپنے کلام کے ذریعہ خبر دے رہا ہے کہ میرے نیک بندے ایسے بھی ہیں جن کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی ہیں، کلام الہی کی خبر ہے، خلاف واقعہ نہیں ہوسکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رات رات بھر عبادت کرنا' نیک بندوں کے صفات ہیں

اورامام اعظم تو سابق بالخیرات ہیں، بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اب رہا حقِ زوجیت کی ادائیگی اور سنتِ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل آوری تو اس سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَـــا أَيُّهَـــا الَّــذِيــنَ آمَــنُــوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ .	اے ایمان والو! چاہئے کہ تمہارے زیر ملکیت غلام اور باندیاں اور تمہارے وہ بچے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تم سے تین اوقات اجازت چاہیں، نماز فجر سے پہلے دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے لئے پردہ کے مواقع ہیں۔

(سورۃ النور، آیت:58)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کے تین اوقات ہیں، ان تین مخصوص اوقات میں نابالغ بچے بھی آنا چاہتے ہوں تو اُن کے لئے بھی اجازت لے کر آنا ضروری ہے بلا اجازت آنا جائز نہیں، اُن تین اوقات میں دو اوقات کا تعلق رات سے ہے، آپ نے نماز عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے ان دو اوقات کو عبادت کے لئے فارغ کرلیا تھا اور قبل ظہر قیلولہ کا وقت بھی ستر کے اوقات میں شامل ہے، تو اس قرآنی وضاحت وصراحت کی روشنی میں حق زوجیت کی عدم ادائیگی اور حصولِ اولاد کے سلسلہ میں جو اعتراض کیا گیا وہ مرتفع ہوتا ہے، بہرحال بزرگوں کے معاملات میں اس طرح کے غلط

تصورات کرنا کہ وہ ایک نیک کام کررہے ہوں تو اُن سے دوسرا غلط عمل ہو رہا ہوگا' قابل اصلاح عمل ہے، اس طرح کے اعتراضات سے گریز کرنا اوران معاملات میں کچھ کہنے سے پرہیز کرنا اوراللہ تعالی کا خوف رکھنا چاہئے۔

علم حدیث شریف میں امام اعظم کا مقام

حضرات! یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ کی روایت کردہ احادیث شریفہ سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذۂ حدیث چار ہزار 4000 ہیں، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام میں جلیل القدر صحابہ موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے بے شمار تابعین سے حدیث شریف کے علوم ومعارف حاصل کئے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

وَلَقَدْ كَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِمَامًا فِي ذَلِكَ ، فَإِنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخَذَ الْحَدِيثَ عَنْ أَرْبَعَةِ آلَافِ شَيْخٍ مِنْ أَئِمَّةِ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ.

اورحضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ علم حدیث میں امامت کے درجہ فائز تھے، حضرت رضی اللہ عنہ نے چار ہزار ائمہ تابعین وغیرہم شیوخ حدیث سے علم حدیث لیا۔

(رد المحتار، مقدمة)

امام بخاری کی بیس ثلاثیات امام اعظم کے شاگردو مقلد محدثین سے مروی

صحیح بخاری کی سند میں 32 حنفی محدثین جنہوں نے امام اعظم سے تلمذ حاصل کیا

امام بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح بخاری میں بائیس احادیث ایسی درج کی ہیں جس میں امام بخاری اور حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، یہ ان کے لئے ایک عظیم شرف کی بات ہے اور ان میں سے بیس احادیث شریفہ کی سندوں میں امام بخاری کے اساتذہ حنفی محدثین ہیں ،حضرت امام مکی بن ابراہیم حنفی محدث ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں جن سے امام بخاری نے گیارہ ثلاثیات لی ہیں اور امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد سے چھ ثلاثیات اور امام محمد بن عبداللہ انصاری سے تین ثلاثیات روایت کی ہیں۔

ان بیس ثلاثیات میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر اساتذۂ محدثین وہ ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے خاص شاگرد وفیض یافتگان ہیں' گویا امام بخاری نے امام اعظم کے مقلد اور اپنے حنفی اساتذہ پر ناز کیا ہے، کیوں کہ آپ کی سند میں اگر ان حنفی محدثین کی وساطت نہ رہے تو آپ کے پاس صرف دو ثلاثیات باقی رہ جاتی ہیں۔ونیز امام بخاری نے صحیح بخاری میں بتّیس (32) حنفی محدثین سے روایات لی ہیں جو براہ راست امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد وتلمیذ اور مسائل فقہیہ میں آپ کے مقلد وپیرو ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہ حنفی وہ راستہ ہے جس کو ائمۂ محدثین نے اختیار کیا، زندگی بھر ذخائر حدیث کی حفاظت کرنے والوں نے جن تحقیقات کو اختیار کیا ہو وہ کیونکر حدیث کے خلاف ہوسکتی ہیں؟۔

مرویاتِ امام اعظم کی اہمیت

امام موفق رحمۃ اللہ علیہ نے اسمٰعیل بن بشر کے حوالہ سے لکھا ہے:

قال: کنا فی مجلس المکی فقال حدثنا ابوحنیفة فصاح رجل غریب حدثنا عن ابن جریج ولاتحدثنا عن ابی حنیفة فقال المکی انا لانحدث السفھاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی فلم یحدث حتی اقیم الرجل من مجلسه ثم قال حدثنا ابوحنیفة ومر فیه.

اسمٰعیل بن بشر نے کہا: ہم حضرت مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہء درس میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی، مجلس سے ایک اجنبی شخص چیخ اُٹھا کہ ہمیں بجائے ابوحنیفہ کے ابن جریج کی حدیث بیان کیجئے! تب امام مکی بن ابراہیم نے جلال کے عالم میں فرمایا: ہم بے ادبوں اور نادانوں کو درس حدیث نہیں دیتے، میں نے تیرے لئے منع کردیا ہے کہ مجھ سے کوئی حدیث لکھے، آپ نے اس وقت تک درس حدیث موقوف کردیا جب تک کہ اس کو مجلس سے نہ نکال دیا گیا جب وہ چلا گیا تو آپ امام اعظم سے مروی احادیث شریفہ بیان فرمانے لگے۔

(مناقب الامام الاعظم للموفق، ج1، ص:204)

امام اعظم کے ایک شاگرد محدث عبدالرزاق سے صحاح ستہ' مسند احمد ودارمی میں دوہزار چارسو چھیانوے احادیث مروی

امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد محدث عبدالرزاق جن کی نسبت دنیائے علم جانتی ہے کہ آپ علم حدیث شریف میں مہارت تامہ رکھتے تھے' جن سے صحاح ستہ صحیح

بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ، ونیز مسند احمد بن حنبل اور سنن دارمی، ان آٹھ کتابوں میں 2496 روایات موجود ہیں۔ اس سے امام اعظم کے علم حدیث میں اعلی مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شاگرد کی یہ شان ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہیں، ائمہ محدثین ان سے حدیث لیتے ہیں تو استاذ کی علمی شان کیا ہوگی۔

ان اصحاب الكتب الثمانية :البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابو داود وابن ماجه واحمد والدرامی. رووا عن عبد الرزاق بواسطة شيوخهم ما عدا احمد فروى عنه مباشرة احيانا ،وكان مجموع روايتهم بواسطة شيوخهم عن عبد الرزاق هوست وتسعون حديثا واربعمئة بعد الالفين حديثا(2496).

(الامام ابو حنيفة النعمان محدثا فى كتب المحدثين ،لمحمد نور سويد،ص:58)

امام اعظم کے جس شاگرد محدث عبدالرزاق سے اس قدر کثرت سے روایات صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں آئی ہیں وہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مداح ہیں، علم حدیث میں امام اعظم کی یہ شان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ اور دیگر محدثین کے استاذ امام اعظم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مصنف میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے احادیث شریفہ روایت کی ہیں۔

امام اعظم نے کتاب وسنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا، شیخ ابن حزم کی وضاحت

شیخ ابن حزم ظاہری نے بھی امام اعظم کے طریقۂ استدلال کے سلسلہ میں

واضح طور پر بیان کیا کہ آپ کتاب وسنت کے خلاف کبھی کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتے اور نہ اقوال صحابہ کے سوا کوئی رائے رکھتے تھے' انہوں نے امام اعظم کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

ما جاء عن الله تعالى فعلى الرأس والعينين، وما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعا وطاعة، وما جاء عن الصحابة رضى الله عنهم، تخيرنا من أقوالهم ولم نخرج عنهم، وما جاء عن التابعين، فهم رجال ونحن رجال، فلم ينكر عن نفسه مخالفة التابعين، وإنما لم ير الخروج عن أقوال الصحابة توقيرا لهم.	اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نازل ہوا ہے وہ سر آنکھوں پر ہے' اور جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے' اُسے ہم بسر وچشم وقبول کئے اور اطاعت کرتے ہیں اور صحابۂ کرام سے جو مختلف اقوال منقول ہیں' ہم نے انہیں میں سے کسی قول کو اختیار کیا ہے اور ہم نے کبھی ان کے خلاف نہیں کیا اور جو تابعین سے منقول ہے تو وہ تابعی ہیں اور ہم بھی تابعی ہیں۔اس طرح آپ نے تابعین سے اختلاف کو روا رکھا اور یہ حقیقت ہے کہ امام اعظم نے صحابۂ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان کے اقوال نظر انداز کرنے کو جائز نہیں رکھا۔

(الاحکام لابن حزم ، فصل فیمن قال مالایعرف فیه خلاف)

حضرات ! گویا امام اعظم فرماتے ہیں :حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک آئے ہیں وہی ہمارا سرمایہ ہے، مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث

کے بعد میری کیا مجال کہ اپنی رائے کو پیش کروں، حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سامنے ہوتا ہے تو سر جھکا دیتا ہوں، جبینِ نیاز کو خم کر دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، میری کیا مجال کہ سرمو اختلاف کرسکوں۔

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سامنے میں نے اپنی جبین کو خم کر دیا اسی کو سرمایہ بنایا اور اسی کی بنیاد پر مسئلہ بتا دیا، اور جب صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے اقوال آتے ہیں ان کی تعظیم بجالاتے ہوئے میں اسی میں سے ایک قول کو اختیار کرتا ہوں، صحابہ کے اقوال سے ہٹ کر کسی اور کے قول پر مسئلہ نہیں بتاتا، یعنی سب سے پہلا مصدر تو کتاب اللہ ہے دوسرا مصدر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں، تیسرا مصدر صحابہ کرام کے آثار ہیں، یہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا سرمایہ ہے، اسی پر آپ کے مسائل کی بنیاد واساس ہے، آپ کے بیان کردہ مسائل کے دلائل یہی ہیں۔

پھر فرمایا ''وما جاء عن غیرھم فھم رجال ونحن رجال'' صحابہ کے علاوہ کسی کی رائے ہوتی ہے، کوئی بات خود تابعین کی بیان کردہ ہوتی ہے تو وہ بھی تابعین ہیں اور میں بھی تابعی ہوں، جس طرح انہوں نے قیاس کیا ہے میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار مسائل مستنبط کئے

برادران اسلام! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی مبارک زندگی زہد و ورع، تقوی وطہارت، خوف وخشیت اور تقرب وانابت میں گزاری، جس کی بدولت خالق کائنات نے آپ کے سینۂ اقدس کو علم فقہ کے لئے کھول دیا تھا، اللہ تعالی نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ، طاقت استدلال اور ملکۂ استنباط عطا فرمایا، آپ نے بفیضان مصطفوی کتاب وسنت سے، تراسی ہزار (83000) مسائل مستنبط فرمائے ہیں، امام

اعظم نے کتاب وسنت کے مقابل کبھی اپنی رائے نہیں پیش کی' بلکہ آپ نے کتاب وسنت ہی سے مسائل کا حل نکالا ہے۔

امام بخاری کی توثیق کرنے والے محدثین نے بھی فقہ حنفی کو معتبر مانا ہے

حضرت یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ عظیم محدث اور نقد وجرح اور تعدیل کے امام ہیں اُن کا پایۂ علمی اس قدر مستحکم تھا کہ ان کی نسبت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کل حدیث لایعرف ابن معین فلیس هو بحدیث"	جس حدیث کو یحیی بن معین نہیں جانتے وہ فی الواقع حدیث ہی نہیں۔

ایسے جلیل القدر محدث امام اعظم کے مسلک پر فتوی دیا کرتے تھے، انکا بیان ہے:

والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس.	معتبر ومستند فقہ امام اعظم کی فقہ ہے، اس پر میں نے محدثین کرام کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔

(وفیات الاعیان ، حرف النون ، الامام ابوحنیفة۔الوافی بالوفیات ،حرف النون،الامام ابوحنیفة۔تاریخ بغداد ، باب النون ، مناقب ابی حنیفة۔حقیقةالفقة، ج2،ص41)

امام اعظم کی فقہ کو معتبر ومستند قرار دینے والے یحیی بن معین ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کے سامنے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تالیف کرنے کے بعد پیش کی تھی، جب انہوں نے تصدیق کی اور سند تصویب عطا فرمائی تب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو بازار علم میں لائے' جس کی صراحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمۃ فتح الباری میں فرمائی ہے۔ اگر امام اعظم کے پیروکاروں کو بدعتی ، گمراہ یا

مشرک کہا جائے تو امام بخاری پر اعتراض وارد ہوگا کہ انہوں نے گمراہ اور بدعتی محدثین سے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں‘ اس طرح امام بخاری اور آپ کی کتاب کی فنی حیثیت بھی مجروح ہوجاتی ہے ، اس لئے ہم ازراہ خیرخواہی مشورہ دیتے ہیں کہ اس طرح اختلاف وانتشار کا شکار ہونے کے بجائے اکابر پر کامل اعتماد واعتبار کرتے ہوئے ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے ، اگر کسی کو ائمہ مجتہدین کی فقہی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے اور وہ اپنی تحقیق پر عمل چاہتا ہے تو وہ اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تاہم جو لوگ ائمہ کے بیان کردہ قرآن وحدیث سے ماخوذ فقہی مسائل پر عمل کررہے ہیں انہیں نشان ملامت نہ بنایا جائے۔

آج اعداء دین مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں، تمام صلاحیتوں کو جمع کرکے ان کے رکیک حملوں کا جواب دینا وقت کا اہم تقاضہ ہے، بجائے اس کے باہم ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرنا شرعاً بھی درست نہیں اور عقلاً بھی درست نہیں ، دین ودیانت کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اس طریقہ کو بالکلیہ ترک کردینا چاہیئے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے‘ خیر وبھلائی کو اپنانے اور بدی وبرائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب براءت، بخشش ومغفرت کی رات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ: حٰمٓ .وَالْکِتَابِ الْمُبِینِ .إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ . فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيم. صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمْ.

برادران اسلام! اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی عبادت و بندگی کو اپنے بندوں کی تخلیق کا مقصد قرار دیا، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو اسی مقصد کی تکمیل کا پیغام دیا، حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم نے اسی مشن کو آگے بڑھایا۔

بزرگان دین اور امت کے صالحین انہی جلیل القدر ہستیوں کی پیروی کرتے رہے، نہ صرف انہوں نے بندگان خدا کو توحید ورسالت کی عظیم دولت سے ہمکنار کیا، دین اسلام کے مقصد سے روشناس کروایا‘ بلکہ خود بھی اس اہم مقصد کے مطابق زندگی گزارنے میں مصروف ومنہمک ہوگئے ، رب العالمین کی بندگی کا ثبوت دیتے ہوئے ‘اس کی بارگاہ میں سربسجود ہوتے ہوئے شب وروز کو ایک کردیا، اپنی عبادتوں کے ذریعہ

رات کی تاریکیوں کو دن کے اجالوں سے جوڑ دیا۔ محض اپنے مولی کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شب بیداری اور تاریکیوں میں عبادت گزاری کو اپنا وطیرہ بنالیا، انہی مردان حق وخاصان خدا کی شان میں قرآن مجید گویا ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ . وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ.

وہ راتوں میں تھوڑی دیر سوتے ہیں اور رات کے اخیر حصہ میں مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(سورۃ الذاریات، آیت: 18/17)

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

جو عبادت گزار بندے رات کے اخیر حصہ میں اُٹھ کر عبادت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالی کی خصوصی عنایتیں حاصل کرتے ہیں، اُس کے خصوصی لطف وکرم سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں' کیونکہ رات کے اخیر حصہ میں اللہ تعالی کی تجلی ہوتی ہے، لیکن عام لوگ عموماً راتوں کو عبادت نہیں کیا کرتے، وہ شب بیداری کے عادی نہیں ہوتے، ان عام بندوں کے لئے اللہ تعالی نے خصوصی راتیں رکھی ہیں، جس میں رات کے آغاز سے ہی خصوصی عنایتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اللہ تعالی رات کے ابتدائی حصہ ہی سے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے' تاکہ ہر شخص اس کے لطف وکرم سے سرفراز ہوجائے، ہر فرد نعمتوں سے مالا مال ہوجائے، چنانچہ ایسی ہی راتوں میں شعبان کی پندرھویں رات شب براءت اور ماہ رمضان کی شب قدر ہے۔

قرآن کریم میں شب براءت کا ذکر

اس رات کے بے شمار فضائل ہیں، یہ رات برکتوں والی رات ہے، رحمتوں والی رات ہے اور نعمتوں والی رات ہے، سورۂ دخان کی ابتدائی آیات میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جو ابھی خطبہ میں تلاوت کی گئیں، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''حٰمٓ قسم ہے واضح کتاب کی! بے شک ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ہی ڈرانے والے ہیں، اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔''

ان آیات مبارکہ میں مذکور مبارک رات سے کونسی رات مراد ہے، اس سلسلہ میں علماء امت کی ایک جماعت کے مطابق اس سے مراد پندرہ شعبان کی شب ''شب براءت'' ہے۔ جیسا کہ علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1247ھ) نے 'مبارک رات' سے شعبان کی پندرھویں رات' مراد ہونے سے متعلق لکھا ہے:

هو قول عكرمة و طائفة ووجه بامور منها ان ليلة النصف من شعبان لها اربعة اسماء: الليلة المباركة و ليلة البراءة و ليلة الرحمة وليلة الصك.

حضرت عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ ''برکت والی رات'' سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے' اور یہ توجیہ چند امور کی وجہ سے قابل قبول ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ پندرھویں شعبان کے چار نام ہیں: (1) مبارک رات (2) براءت والی رات (3) رحمت والی رات (4) انعام والی رات۔

(حاشية الصاوی علی الجلالین، ج 4 ص 57۔التفسیر الکبیر للرازی: سورة

الدخان :1)

اس مبارک رات سے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے کہ :

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ. اس میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

(سورۂ دخان :4)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برکت والی رات فیصلوں کی رات ہے، اسی طرح پندرہ شعبان کی شب سے متعلق بھی احادیث شریفہ میں یہی تفصیل وارد ہے کہ اس میں سال بھر ہونے والے مختلف امور اور معاملات کے فیصلے کئے جاتے ہیں، اس جہت سے پندرہ شعبان سے متعلق احادیث شریفہ ”لیلة مبارکة“ (برکت والی رات) کی تفصیل اور تفسیر قرار پاتی ہیں، جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرماتے ہیں:

وروی عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما تقتضی الاقضية كلها ليلة النصف من شعبان.	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جملہ معاملات کے فیصلہ جات شعبان کی پندرھویں شب میں ہوتے ہیں۔

(روح المعانی ج14، ص174)

برکت والی رات میں نزول قرآن کا صحیح مفہوم

برادران اسلام ! اس مبارک رات سے متعلق یہ تفصیل بیان کی گئی کہ رب العالمین نے اس رات قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور شب قدر سے متعلق بھی قرآن کریم میں یہی تفصیل بیان کی گئی کہ وہ نزول قرآن کی رات ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے:

کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کلام الٰہی شب براءت میں بھی نازل ہوا اور شب قدر میں بھی؟

اس سے متعلق تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''فضائل شب براءت احادیث وآثار کی روشنی میں'' ملاحظہ کریں، یہاں اس مسئلہ کی بابت حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر اکتفاء کیا جاتا ہے، آپ اس مسئلہ کی تفہیم وتشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: شب براءت کا نام اللہ تعالی نے مبارک رات رکھا ہے اور اس رات قرآن اتارا، ایسا ہی شب قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اُتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شب براءت میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شب قدر میں آسمان اول پر اُتارا، پھر تیئیس 23 سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا۔

(فضائل رمضان، ص:23)

شب براءت، موت وحیات اور تقسیم رزق کا فیصلہ

برادران اسلام! ہر شخص جانتا ہے کہ ازل سے جو ہوا اور ابد تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ لوح محفوظ میں تحریر شدہ ہے۔ البتہ سال بھر واقع ہونے والے امور سے متعلق تمام احکام کو شب براءت میں منظوری دی جاتی ہے اور فرشتے لوح محفوظ سے ان فیصلوں کو دفتروں میں نقل کرتے ہیں' اور شب قدر میں ان فائلوں کو متعلقہ فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے، ان فائلوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس سال کتنے لوگ پیدا ہوں گے، اور کتنے دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور کس کو کتنا رزق ملے گا۔ جیسا کہ شعب الایمان' الدعوات الکبیر للبیہقی' مشکوٰۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

عن عائشة عن النبی صلى الله عليه وسلم	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال هل تدرين مافی هذه اللیلة یعنی لیلة النصف من شعبان قالت مافیها یا رسول الله فقال فیها ان یکتب کل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفیها ان یکتب کل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفیها ترفع اعمالهم وفیها تنزل ارزاقهم فقالت یا رسول الله مامن احد یدخل الجنة الا برحمة الله تعالیٰ ؟ فقال مامن احد یدخل الجنة الا برحمةالله تعالیٰ ثلاثاً قلت ولا انت یا رسول الله فوضع یده

ارشاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو اس رات یعنی پندرھویں شعبان میں کیا ہوتا ہے! آپ نے عرض کیا: اس میں کیا ہوتا ہے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سال پیدا ہونے والے تمام آدمیوں کے نام اس رات فہرست میں لکھ دئے جاتے ہیں، اور اس سال فوت ہونے والے تمام انسانوں کے نام بھی فہرست میں درج کر دیئے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کے اعمال (رب کے حضور) پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جانے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں چلا جائے، آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا: کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ بھی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنے سرانور پر رکھ کر تین مرتبہ فرمایا نہیں،

علی هامته و لا أنا الا ان	مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لئے
یتغمدنی الله منه برحمته	ہوئے ہے۔اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین
یقولها ثلاث مرات.	مرتبہ دہراتے رہے۔

(زجاجة المصابيح، ج 1، ص 367۔ مشكوة المصابيح، ج 1، ص 114۔ الدعوات الكبير للبيهقى،فضائل الاوقات للبيهقى ، باب فضل ليلة النصف من شعبان،حديث نمبر 28۔شعب الايمان للبيهقى ، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان ،حديث نمبر: 3675 ۔ العلل المتناهية لابن الجوزى،حديث فى فضل ليلة النصف شعبان ، حديث نمبر 918 ۔التبصرة لابن الجوزى، المجلس الخامس فى ذكر ليلة النصف من شعبان)

شب براءت میں قیام اوردن میں روزہ کا اہتمام

شب براءت ذکروشغل اورنماز وتلاوت وغیرہ میں مشغول رہنا اورساری رات قیام کرنا اوردن میں روزہ رکھنا احادیث شریفہ سے ثابت ہے چنانچہ سنن ابن ماجہ شریف‘ شعب الایمان‘ کنزالعمال اور تفسیر درمنثور میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ	حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت
اللّٰه صلى الله عليه وسلم	ہے آپ نے فرمایا: سیدنا رسول اکرم صلی
إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ	اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب شعبان
مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوا لَيْلَهَا	کی پندرھویں شب ہوتو اس رات قیام
وَصُومُوا يَوْمَهَا .فَإِنَّ اللّٰهَ	کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو!
يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ	کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات سورج ڈوبتے ہی
الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا	آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے

فَيَقُولُ أَلاَ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلاَ مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ أَلاَ مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلاَ كَذَا أَلاَ كَذَا حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.	اورارشادفرماتا ہے: کیا کوئی مغفرت کا طلبگار ہے کہ میں اس کوبخش دوں! کیا کوئی رزق چاہنے والا ہے کہ میں اس کورزق عطا کروں! کیا کوئی مصیبت کا مارا ہوا ہے کہ میں اس کو عافیت دوں! کیا کوئی ایسا ہے! کیا کوئی ایسا ہے! یہاں تک کہ فجرطلوع ہوجاتی ہے۔

(سنن ابن ماجه ،حديث نمبر: 1451 ۔ شعب الايمان للبيهقي حديث نمبر: 3664۔ كنزالعمال حديث نمبر: 35177۔التفسير الدرالمنثور ،سورة الدخان،آيت ۔4)

اس روایت سے شب براءت میں قیام کرنا اور دن میں روزہ کا سنت ہونا مذکور ہے اس سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے کہ یہ رات غفلتوں میں رہنے کی رات نہیں' بلکہ شب بیداری اورسحرخیزی کی رات ہے، بارگاہ الہی سے رحمتیں لوٹنے کی رات ہے، زندگی میں برکت حاصل کرنے اور پریشانیوں سے چھٹکارہ پانے کی رات ہے۔

فضیلت شب براءت کی احادیث ثقہ راویوں سے منقول

علامہ ہیثمی نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں شب براءت کی فضیلت میں وارد احادیث شریفہ نقل کرتے ہوئے امام طبرانی کی معجم کبیرومعجم اوسط سے اس باب میں دو(2)روایتیں نقل کیں اوران کے راویوں کوقابل اعتبارقراردیتے ہوئے رقم فرمایاہے: **ورجالهما ثقات** . ترجمہ:اوران دونوں احادیث شریفہ کےراوی معتبروثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ، كتاب الادب ، باب ماجاء فى الهجران)

شب براءت کی فضیلت سے متعلق تقریباًسولہ(16)صحابۂ کرام سے روایتیں منقول ہیں، ان کی تفصیل کے لئے احقر (مفتی سیدضیاء الدین نقشبندی) کی

کتاب ''فضائل شب براءت' احادیث وآثار کی روشنی میں'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جس میں ذخائز حدیث کے اٹھائیس حوالہ جات کو شامل کیا گیا ہے۔

شب براءت رحمت کے تین سو دروازے کھول دیے جاتے ہیں

شب براءت جبریل امین سدرہ کے مکین حاضر دربار رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہوکر اس رات عبادت کرنے والوں کے حق میں خوش قسمتی و فیروز بختی کی بشارت سناتے ہیں:

قال ابو هريرة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال جاء ني جبريل عليه السلام ليلة النصف من شعبان وقال يا محمد ارفع رأسک الى السماء قال قلت ماهذه الليلة قال هذه الليلة يفتح الله سبحانه فيها ثلاث مائة باب من ابواب الرحمة يغفر لكل من لايشرک به شيئا الا ان يكون ساحرا او كاهنا او مدمن خمر او مصرا على الربا والزنا فان هؤلاء لايغفرلهم حتى يتوبوا فلما كان ربع الليل نزل جبريل عليه السلام	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: شعبان کی پندرھویں رات میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کیا: اے پیکر حمد وثنا! اپنا سرانور آسمان کی جانب اٹھایئے، میں نے کہا: واہ اس رات کے کیا کہنے!، جبرئیل نے عرض کیا اس رات اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے اور ہر اس شخص کی بخشش فرما دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، سوائے یہ کہ وہ جادوگر ہو یا کاہن ہو یا شراب کا عادی ہو یا ہمیشہ کا سودخوار اور بدکار ہو کیونکہ ان لوگوں کو نہیں بخشا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، پھر جب چوتھائی رات ہوئی تو جبرئیل نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا:

وقال یا محمد ارفع رأسک	اے پیکرِ حمد وثنا و لائق ہر ستائش وخوبی! اپنا سرانور
فرفع راسه فاذا ابواب الجنة	اٹھایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرانور اٹھایا
مفتوحة وعلى الباب الاول	تو جنت کے دروازے کھلے ہیں، پہلے دروازہ پر ایک
ملک ينادى طوبى لمن ركع فى	فرشتہ اعلان کر رہا ہے: اس شخص کے لئے خوشخبری
هذه الليلة وعلى الباب الثانى	ہے جس نے اس رات رکوع کیا، دوسرے دروازہ
ملک ينادى طوبى لمن سجد فى	پر ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: اس شخص کیلئے
هذه الليلة وعلى الباب الثالث	خوشخبری ہے جس نے اس رات سجدہ کیا، تیسرے
ملک ينادى طوبى لمن دعا فى	دروازہ پر ایک فرشتہ ندا دے رہا ہے: بشارت ہے
هذه الليلة وعلى الباب الرابع	اس شخص کیلئے جس نے اس رات دعا کی، چوتھے
ملک ينادى طوبى للذاكرين فى	دروازہ پر ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے: اس رات ذکر
هذه الليلة وعلى الباب الخامس	کرنے والوں کیلئے مژدہ ہے، پانچویں دروازہ پر
ملک ينادى طوبى لمن بكى من	ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: خوشخبری ہے اس شخص
خشية الله فى هذه الليلة وعلى	کے لئے جو اس رات اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے
الباب السادس ملک ينادى	، چھٹے دروازہ پر ایک فرشتہ منادی ہے: اس رات
طوبى للمسلمين فى هذه الليلة	اطاعت کرنے والوں کیلئے بشارت ہے، ساتویں
وعلى الباب السابع ملک ينادى	دروازہ پر ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے: کیا کوئی
هل من سائل فيعطى سؤله وعلى	مانگنے والا ہے کہ اس کی مانگ پوری کی جائے!
الباب الثامن ملک ينادى هل من	اور آٹھویں دروازہ پر ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے: کیا
مستغفر فيغفر له فقلت ياجبريل	کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ اسے بخش دیا جائے!
الى متى تكون	میں نے کہا: اے جبرئیل!

هذه الابواب مفتوحة قال	یہ دروازے کب تک کھلے رہتے ہیں، جبرئیل نے عرض
الی طلوع الفجر من اول	کیا: رات کے ابتدائی حصہ سے فجر طلوع ہونے تک پھر
اللیل ثم قال یا محمد ان	عرض کیا : اے پیکر حمد وثنا ولائق ہر ستائش وخوبی !
للہ تعالیٰ فیھا عتقاء من	یقیناًاس رات اللہ تعالی قبیلۂ بنوکلب کی بکریوں کے
النار بعدد شعرغنم کلب.	بالوں کی مقدار بندوں کودوزخ سے آزادفرماتا ہے۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق ،ج:1 ،ص:191)

وہ لوگ جن کی شب براءت بخشش نہ ہوگی

برادران اسلام ! مقام غور ہے کہ سارے لوگ اللہ رب العزت کی رحمتوں کو حاصل کررہے ہونگے ،اس کی نعمتوں سے اپنی جھولیوں کوبھر رہے ہوں گے اوراس بخشش والی رات سعادتوں سے اپنے مقدر چمکا رہے ہونگے ،ایسی انعام والی رات مغفرت نہ پانا یقیناً محرومی کی بات ہے اوراپنے حال پرافسوس وندامت کرنے کی بات ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس رات کی فضیلت سے آ گاہ فرمایا،اس رات بٹنے والی رحمتوں' برکتوں اور چھٹکارے کا تذکرہ بھی فرمادیا،بات یہیں ختم نہ ہوئی' بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں کی بندہ پروری فرماتے ہوئے؛اس رات محروم رہنے والوں کی تفصیل بھی بتلادی ، چنانچہ اس طرح کرم کا معاملہ فرمایا کہ اگرکوئی شرک وبدعقیدگی،قتل وغارت گری اور کینہ پروری میں مبتلا ہوتو شرک وبدعقیدگی کو بالکلیہ طور پرچھوڑے اوردیگر گناہوں پرصدق دل سے توبہ کرلے تواسے سایۂ رحمت میں جگہ دیدی جائیگی ،اگرکوئی ڈاکہ زنی وبدکاری اورسودخوری وشراب نوشی میں ملوث ہوتو ان

برائیوں سے باز آ جائے اور انہیں آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، متعلقہ افراد کے حقوق ادا کرے اور ان کے املاک واپس کردے تو اس کی کوتاہیوں کو درگزر کردیا جائے گا اور اس کے گناہوں کو بھی بخش دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی جادو کرر ہا ہے، رشتہ داری کاٹ رہا ہے اور والدین کی نافرمانی کرر ہا ہے تو اپنے حال زار پر افسوس کرے، رب العزت کے دربار میں ندامت کے آنسو بہائے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اہل حقوق کے حقوق ادا کرے تو اللہ تبارک وتعالی اسے بھی محروم نہیں فرمائے گا اور اس رات کی برکتوں سے ضرور مالا مال فرمائے گا۔

اگر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ان گناہوں کی تفصیل نہ بتلاتے ہوتے تو یہ تمام لوگ محروم رہ جاتے ، آپ نے اپنی شان رحمۃ للعالمینی کا صدقہ عطا فرمایا اور اپنے وسعت علم اور نگاہ نبوت کے مشاہدہ کے ذریعہ اُن تمام تر تفصیلات سے ہمیں باخبر فرمایا۔

چنانچہ شعب الایمان میں حدیث پاک ہے، ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ شب براءت کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان فرماتی ہیں :

اتانی جبریل علیه السلام فقال هذه الليلة ليلة النصف من شعبان و لله فيها عتقاء	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب براءت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور عرض کیا: یہ رات شعبان کی پندرھویں رات ہے، اس رات اللہ تعالیٰ

من النار بعدد شعور غنم كلب لا ينظر الله فيها الى مشرک ولا الى مشاحن ولا الى قاطع رحم ولا الى مسبل ولا الى عاق لوالديه ولا الى مدمن خمر.	قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی مقدار میں دوزخ سے گنہگاروں کو آزاد فرماتا ہے، اور اس رات چند لوگوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا، (وہ یہ ہیں:) مشرک ، بدعقیدہ اور کینہ پرور، رشتہ داری کاٹنے والا، ٹخنوں کے نیچے لباس رکھنے والا، والدین کا نا فرمان، شراب کا عادی۔

(شعب الایمان للبیهقی، اکنت تخافین ان یحیف الله ، حدیث: 3678)

اس حدیث شریف کے علاوہ شب براءت میں رب العالمین کی رحمتوں سے محروم رہنے والے افراد سے متعلق احادیث مبارکہ میں تفصیلات ملتی ہیں، جن کی تعداد تقریباً چودہ (14) ہے، وہ یہ ہیں: (1) مشرک (2) بدعقیدہ (3) کینہ پرور (4) قاتل (5) زانی وزانیہ (6) ماں باپ کا نافرمان (7) رشتہ داری کاٹنے والا (8) سودخور (9) شراب کا عادی (10) جادوگر (11) کاہن (12) ڈاکہ زنی کرنے والا (13) ناجائز طور پر محصول وصول کرنے والا (14) ازراہ تکبر ٹخنوں کے نیچے لباس رکھنے والا۔

جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں' حق داروں کا حق ادا نہ کریں؛ ان کی توبہ درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔

اس سے متعلق تفصیلات کے لئے احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''شب براءت رحمت الٰہی سے محروم کون؟'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

شب براءت زیارت قبور کا اہتمام

احادیث شریفہ میں مزارات کی زیارت سے متعلق عام اجازت کے علاوہ بطور خاص شب براءت میں زیارت کرنے کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ جامع ترمذی شریف، سنن ابن ماجہ شریف، مسند احمد، الترغیب والترھیب، الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ أَكُنْتِ تَخَافِينَ أَنْ يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ. فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ.

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، میں نکلی اور دیکھا کہ آپ بقیع میں تشریف فرما ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تم پر زیادتی کریں گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خیال کیا کہ آپ کسی اور زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شب براءت کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

(جامع ترمذی شریف ابواب الصوم ،باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان ج 1 ص156، حدیث نمبر:744۔ سنن ابن ماجه شریف،ابواب اقامة الصلوة و السنة فیها ، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان حدیث نمبر:1379،ج1 ص99۔ مسند

احمد حدیث نمبر24825۔ مسند الانصار ، حدیث نمبر: 2482۔ مصنف ابن ابی شیبه، ج7ص139۔ شعب الایمان للبیهقی ، حدیث نمبر: 3666۔ کنزالعمال ، تابع لکتاب الفضائل ، حدیث نمبر: 35184۔ تفسیر الدرالمنثور :سورة الدخان۔ 1۔ الترغیب والترهیب ج2 ص119۔ الغنیة لطالبی طریق الحق ج1ص191)

خوشبوئے جانفزا وجود گرامی کا پتہ دیتی ہے

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ رہنے کے لئے باری مقرر فرمایا کرتے تھے جس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے اس وقت رات کا کچھ حصہ گزار نے کے بعد ام المومنین کے پاس سے بقیع شریف زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ شریفہ میں نہ پایا تو ابتداءً خیال گذرا کہ شاید دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ مبارکہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ پھر جب آپ نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مراقبہ کیا تو خوشبوئے جاں فزا نے دامن دل کھینچ کر بقیع شریف تک پہنچادیا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے گلیاں، فضائیں معطر رہتیں اور عاشقوں کو پتہ دیتیں کہ محبوب کی سواری یہاں سے گذری ہے اور عاشقان گم گشتۂ ہوش وخرد، نفسِ رحمانی کی ہدایت پر حالت مراقبہ میں راہ طے کرتے ہوئے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشاہدہ سے بہرہ مند ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ام المومنین نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں بحالت سجدہ دعا گو ہیں۔

جیسا کہ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ، شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

وفـــــــــي رواية اخــرى...... فـاذاهـو ساجد بالبقيع فأطال السجود حتى ظننت انـه قبـض فـلما سلم التفت الي۔	اور دوسری روایت میں ہے: ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں سجدہ ریز ہیں، اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ میں سمجھی کہ آپ حضوریٔ حق سے واپس نہ ہونگے' وصال فرما گئے ہوں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میری طرف توجہ رحمت فرمائی۔

(مرقاۃ المفاتیح 'ج2 ص171)

اس مبارک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع شریف قدم رنجہ فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات بھی زیارت قبور مسنون و مستحب ہے۔

کیا ہر سال شب براءت کے موقع پر زیارت قبور سنت ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ شب براءت میں زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے تھے، اسی لئے زندگی میں صرف ایک بار زیارت کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں، ہر سال شب براءت کے موقع پر زیارت قبور کا اہتمام بدعت ہے" ان کا یہ قول بغیر دلیل کے دعویٰ اور استدلال کرنا ہے، جواز روئے شرع قابل قبول نہیں ہوسکتا، کیونکہ احادیث شریفہ کے ذخیرہ میں کہیں یہ صراحت نہیں آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یا ہر سال زیارت نہیں فرمائی بلکہ اس کے برعکس یہ شہادت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں میں بھی زیارت قبور کا التزام و اہتمام فرمایا کرتے، اور یہ بات حقیقت سے نہایت بعید ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار شب براءت میں زیارت قبور کے لئے تشریف لے گئے ہوں

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات بقیع شریف تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز، ج1 ص313 میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّه صلى الله عليه وسلم كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لاَحِقُونَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ .	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصہ میں بقیع مبارک تشریف لے جاتے اور فرماتے'' تم پر سلامتی ہو اے ایمان والو! تمہارے پاس پہنچا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، روزمحشر ملنے والی نعمتیں تمہارے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں اور یقیناً ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! اہل بقیع کی بخشش فرمادے''۔

(صحيح مسلم ، كتاب الجنائز، ج١ ص313 كتاب الجنائز، حديث نمبر2299/سنن النسائى، كتاب الجنائز، باب الامر بالاستغفار للمؤمنين، حديث نمبر2012/مسند الامام احمد، مسند الانصار، حديث نمبر:24297/صحيح ابن حبان ،فصل فى زيارة القبور، ج 7 ، ص444، حديث نمبر:3172/زجاجة المصابيح،باب زيارة القبور، ج1ص487)

حضرات! اگر کسی کو یہی اصرار ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار زیارت فرمائی ہے تب بھی نفس زیارت تو ثابت ہوئی، اگر کوئی امتی ایک بار یا ہر سال اہتمام کرے تو بہر طور وہ اللہ تعالی کے پاس محبوب و پسندیدہ ہی ہوگا، کتب اسلامیہ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ فرمایا ہو اس پر امت کی پابندی و مواظبت سے وہ سنت بدعت نہیں ہوتی بلکہ بقدر پابندی عمل کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک میں ہے:

وان احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔	بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب ترین عمل وہ ہے جس پر مواظبت و پابندی کی جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل، حدیث نمبر:6464/صحیح مسلم،، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا ،حدیث نمبر783 / سنن نسائی، ابواب القبلۃ، باب المصلی یکون بینہ وبین الامام سترۃ، حدیث نمبر:754)

اور صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے:

وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا عَمِلُوا عَمَلاً أَثْبَتُوهُ.	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام جب بھی کوئی عمل کرتے تو اس پر مواظبت کرتے۔

(صحیح مسلم ،کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا ،حدیث نمبر1863)

شب براءت میں آتش بازی کی قباحت

برادران اسلام! آتش بازی میں بلا کسی فائدہ کے مال ضائع ہوتا ہے، یہ فضول خرچی اوراسراف ہے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا .إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينُ . اور فضول خرچی بالکل مت کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل،آیت:26/27)

آتش بازی میں کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ شریعت مطہرہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ . تم اپنے ہی ہاتھوں خودکو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:195)

مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے وقت عزیز کو لایعنی اور بے فائدہ امور میں صرف کرے،جیسا کہ جامع ترمذی شریف ج2 ص58 میں حدیث پاک ہے:

من حسن اسلام المرء ترکه مالا يعنيه. انسان کے مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہیکہ وہ بے فائدہ چیز چھوڑ دے۔

اسی لئے فقہاء کرام نے یہ صراحت کی ہے:

(و) کره (کل لهو)لقوله علیه الصلاۃ والسلام کل لهو المسلم حرام الا ثلاثة .... یعنیمسلمان کیلئے ہر غافل کرنے والے کھیل مکروہ ہیں بجز تین کے.......۔

(الدرالمختار، ج:5ص279)

حضرات! ان مفاسدوخرابیوں کی وجہ سے آتش بازی شریعت اسلامیہ میں فی

نفسہ درست نہیں بالخصوص اس مبارک و باعظمت رات میں اللہ تعالی کی رضا جوئی اور توبہ و استغفار کرنے کے بجائے آتش بازی میں مشغول رہنا رحمت الٰہی سے روگردانی اختیار کرنے اور نعمت خداوندی کی ناقدری کرنے کے برابر ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ومن البدع الشنيعة ما تعارف الناس في اكثر بلا دالهند من.......و اجتماعهم اللهو واللعب بالنار واحتراق الكبريت.

ان بری بدعتوں میں جو ہندوستان کے باشندوں میں رواج پکڑی ہے آتشبازی، پٹاخے چھوڑنا اور گندھک جلانا ہے۔

(ما ثبت بالسنة، ص:87)

مسلمان اس متبرک اور رحمت والی رات میں آتش بازی جیسے لا یعنی اور بے فائدہ امور سے احتراز کریں اور اللہ تعالی کی رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھر لیں۔

شب براءت بطور خاص غیر شرعی امور سے باز رہیں

اسلام، امن وسلامتی عطا کرنے والا تہذیب وشائستگی کی تعلیم دینے والا مقدس دین ہے، جس کے احکام وقوانین اقوام عالم کے ہر فرد و ہر قبیلہ، ہر رنگ و نسل، ہر زماں و مکاں کیلئے امن وشانتی، راحت و اطمینان فراہم کرتے ہیں، جس کا پیغامِ امن اپنے ماننے والوں تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کیلئے ہے۔

زمین پر کسی بھی قسم کا فتنہ وفساد، نقصان وخسران، قتل وغارتگری اس دین متین میں بالکل ناجائز وممنوع ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا . تم زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو!۔

(سورۃ الاعراف،آیت:65)

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل اور گفتار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور سارے لوگ اس سے محفوظ و مامون رہیں،مشکوۃ،ج1'ص15'میں جامع ترمذی اور سنن نسائی کے حوالہ سے منقول ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من امنه الناس على دمائهم واموالهم. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں،اور مؤمن وہ ہے جس سے سارے لوگ اپنی جان ومال سے متعلق بے خوف رہیں۔

اسلامی قانون میں اس بات کی صراحت ہے کہ غیر مسلم سے بھی تکلیف کو دور کرنا اور اس کی ایذاءرسانی سے احتراز کرنا ضروری ہے،درمختار میں ہے:

ويجب كف الاذى عنه وتحريم غيبته كالمسلم. غیر مسلم کی تکلیف دور کرنا لازم اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے جس طرح کسی مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(درمختار'ج3ص272)

رات دیر گئے نوجوانوں کا گروہوں کی شکل میں ٹو ویلر اور فور ویلر پر سوار ہو کر

راہرووں کو ایذاء پہنچانا، سواریوں، دفاتر' دکانوں اور لوگوں کی دیگر املاک پر سنگباری کرنا اور راستے مسدود کر کے سواریوں پر مختلف کرتب دکھانا، آتش بازی کے ذریعہ پُرامن فضا میں خوف و دہشت کا ماحول پیدا کرنا' اسلامی احکام وقوانین کے بھی متضاد اور مخالف ہے اور بتقاضۂ انسانیت بھی قابل مذمت ہے۔ خاص طور پر مقدس راتوں میں اس طرح کا عمل سخت ترین گناہ ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے کے حقوق و آداب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم کو بیٹھنا ہی ہو تو راستے کا حق دیا کرو! صحابہ کرام نے عرض کیا: راستہ کا حق کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے ارشاد فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب افنیة الدور والجلوس فیھا، حدیث نمبر-2465 صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النھی عن الجلوس فی الطرقات، حدیث نمبر 5685۔ زجاجة المصابیح ج4 ص 7)

لہٰذا ان مقدس راتوں میں ہر طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کریں، عبادت واطاعت کے ذریعہ رحمت وسعادت حاصل کرنے کی سعی کریں!

شب معراج' شب براءت اور دیگر مقدس راتوں اور ایام میں زندگی کو اللہ تعالی اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت اور ان کی رضا وخوشنودی میں گزاریں۔

چودہ 14 رکعات نماز کی خصوصی فضیلت

حضرات! شب براءت میں کس طرح عبادت کی جائے اس سے متعلق امام بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث پاک نقل کی ہے:

عن ابراهيم، قال، قال	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت
علی، رايت رسول الله	ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضی
صلى الله عليه وسلم ليلة	رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے
النصف من شعبان قام	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان
فصلى أربع عشرة ركعة	کی پندرھویں رات قیام فرما دیکھا اور آپ
.ثم جلس بعد الفراغ،	نے چودہ 14 رکعت نماز ادا فرمائی ۔ پھر
فقرأبأم القرآن أربع عشرة	بعد فراغت نماز آپ تشریف فرما ہوئے اور
مرة، وقل هو الله أحد	چودہ مرتبہ سورۃ الفاتحہ، چودہ مرتبہ سورۃ
أربع عشرة مرة وقل	الاخلاص، چودہ مرتبہ سورۃ الفلق، چودہ
أعوذبرب الفلق أربع	مرتبہ سورۃ الناس اور ایک مرتبہ آیۃ الکرسی
عشرة مرة وقل أعوذبرب	اور (سورہ توبہ کی آیت 128) لقد جاء
الناس أربع عشرة مرة	كم رسول من انفسكم تلاوت
،وآية الكرسى مرة و"لقد	فرمائی ۔ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم
جاء كم رسول من	اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے حضور
انفسكم، الآية"،	پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اس
فلمافرغ من صلاته سألته	مبارک عمل سے متعلق دریافت کیا جس کو
عما رايت من صنيعه قال	میں نے دیکھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
: (من صنع مثل الذى	نے ارشاد فرمایا: جو کوئی شخص اس طرح عمل
رايت كان له كعشرين	کرے گا جس طرح

حجة مبرورة، وصيام عشرين سنة مقبولة، فان اصبح في ذلک اليوم صائما کان له کصيام سنتين سنة ماضية، وسنة مستقبلة.	تم نے دیکھا ہے تو اس شخص کیلئے بیس 20 مقبول حج اور بیس 20 سال کے مقبول روزوں کا ثواب ہے۔اگر وہ اس دن (پندرھویں تاریخ کو)روزہ رکھے گا تو اس کیلئے دوسال،ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

(شعب الایمان للبیھقی ،کتاب الصوم حدیث نمبر: 3683،الدرالمنثور،سورة الدخان۔جامع الاحادیث ، مسند العشرة،حدیث نمبر:33372۔)

حضرات گوکہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے تاہم فضیلت عمل کے باب میں ضعیف اور متکلم فیہ روایت کو بھی قبولیت حاصل ہے' جس طرح ماہ رمضان کی فضیلت کے بارے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت مروی ہے،جس کو امام بیہقی نے شعب الایمان (حدیث نمبر:3455) میں نقل کیا ہے،اُس حدیث کو دیگر مکاتب فکر کے علماء بھی بیان کرتے ہیں' حالانکہ اس کی سند میں بھی کلام ہے، علامہ بدرالدین عینی ودیگر شارحین حدیث نے تو فضائل رمضان سے متعلق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت کو''منکر'' کہا ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی عظیم شرح''عمدۃ القاری''میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

ولا يصح إسناده وفي سنده إياس قال شيخنا الظاهر أنه ابن أبي إياس قال	اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اوراس سند میں''ایاس''ہیں، ہمارے شیخ نے کہا: ظاہر بات ہے کہ اس سند میں''ابن ابی

صاحب(الميزان) إياس بن أبي إياس عن سعيد بن المسيب لا يعرف والخبر منكر.	اياس'' ہیں،صاحب المیز ان نے کہا کہ'' اياس ابن ابی ایاس'' کا حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا معروف نہیں!لہذا یہ روایت منکر ہے۔

(عمدة القاری ، باب هل یقال رمضان او شهر رمضان ومن رای كله واسعا،حدیث نمبر:9981)

فضائل رمضان والی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت منکر ہونے کے باوجود دیگر مکاتب فکر کے علماء بھی عملی طور پر اُسے قبول کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں تو پھر شب براءت میں چودہ رکعت نماز والی اس روایت کو قبول کرنے میں کیا امر مانع ہے'اگر عمل نہ بھی کریں تو کم از کم اتنا تو کریں کہ جو عمل کر رہے ہیں ان پر رد وانکار نہ کریں۔ضعیف حدیث پر عمل سے متعلق تفصیلی بحث احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''فضائل شب براء ت احادیث وآثار کی روشنی میں'' موجود ہے'ملاحظہ فرمائیں۔

شب براءت کی مسنون دعائیں!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: شب براءت میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ	اے اللہ! میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں' تیرے غضب سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ میں

مِــنْـکَ جَـلَّ وَجُـهُـکَ لا	آتا ہوں' تیری ذات بزرگی والی ہے
اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ	اے اللہ! میں تیری مکمل تعریف کا احاطہ
کَـمَـا اَثْـنَـیْـتَ عَـلٰـی	نہیں کرسکتا' تو ویسا ہی ہے جس طرح تو
نَفْسِکَ.	نے خود اپنی کی تعریف وثناء کی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یا عائشة تعلمتهن	اے عائشہ! کیا تم نے ان (کلمات) کو یاد کرلیا ہے؟
فـقـلـت نـعـم فقال	(حضرت عائشہ فرماتی ہیں:) میں نے عرض کیا: ہاں!
تـعـلـمـيهـن و	تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے یاد رکھو اور
علميهن	دوسروں کو سکھاؤ۔

(شعب الایمان للبیهقی' حدیث نمبر:3678)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر متمکن ہیں وہیں بارگاہ ایزدی میں عبدیت و نیازمندی کے بھی اعلیٰ مدارج پر فائز ہیں' چنانچہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بارگاہ الٰہی میں نیازمندیوں کا نذرانہ پیش کرنے کی تعلیم دی اور یہ کلمات ادا کئے' جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پندرھویں شعبان کی رات یہ دعا فرمائی:

سَـجَـدَ لَکَ خَیَـالِـیْ وَ	تجھ کو میرے باطن وظاہر نے سجدہ کیا اور میرا
سَوَادِیْ وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ	دل تجھ پر ایمان رکھتا ہے تو یہ میرا ہاتھ ہے اور
فَھٰذِہٖ یَدِیْ وَمَا جَنَیْتُ بِھَا	جو کچھ میں نے اس سے اعمال کئے ہیں' اے
عَلٰی نَفْسِیْ، یَا عَظِیْمُ	بزرگ وبرتر جس کی ہر بڑے مقصد کے

يُرْجٰى لِكُلِّ عَظِيْمٍ، اِغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمَ، سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ. لئے امید کی جاتی ہے (میری امت کے) بڑے گناہ کو معاف فرما دے' میرے چہرہ نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور اس میں کان اور آنکھ بنائے۔ شعب الایمان للبیہقی' حدیث نمبر:3680)

اللہ تعالی ہم سب کو شب براءت کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس مقدس شب میں ہمارے تمام گناہ معاف فرمائے اور جنت الفردوس ہمارا مسکن بنائے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

x

ذکرِ نامِ پاک سے نارِ جہنم سرد ہو ... اور سمی حضرت کا دوزخ میں نجائے گا کبھو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیث کو ... کہ قرین ذکر حقِ ذکرِ محمد کیجئو
وحشتِ آدم گئی نام شہ لولاک سے
مردہ زندہ ہوگئے تاثیر نام پاک سے
حضرتِ آدم نے اس فرزند سے یہ بھی کہا ... میں تفرح کے لئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا ... اور ہر اک پتہ پہ جنت کے نام ان کا لکھا
سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش
ہر جگہ اس نام کا ہے عالمِ علوی میں نقش

x

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توبہ واستغفار' فضائل وآداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ . اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں ہم خالق کائنات کے بندے ہیں اور مالک حقیقی کے غلام ہیں، ایک غلام کو چاہیئے کہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کرے' لیکن ہماری حالت اس کے برخلاف ہے، ہم اللہ رب العزت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری سے دور ہوتے جارہے ہیں، روز بروز ہم گناہوں کے دلدل میں پھنستے جارہے ہیں' قدم اٹھتا ہے تو برائی کی طرف اٹھتا ہے' نظر پڑتی ہے تو ہم برا منظر دیکھتے ہیں' زبان کھلتی ہے تو بدکلامی وبدگوئی کرتے ہیں۔

گناہوں کی کثرت اور نافرمانیوں کی وجہ سے دلوں پر سیاہی چھا جاتی ہے اور ہم رحمت الہی سے دور ہوتے جاتے ہیں، قرب الہی حاصل کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے توبہ کرنی چاہیئے' گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے چاہیئے! چنانچہ اسی فکر کے

پیش نظر آج ''توبہ واستغفار' فضائل وآداب'' کے عنوان پر قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔

حضرات! درحقیقت ''توبہ'' یہ ہے کہ گناہ کوترک کردیں، اپنے کئے ہوئے گناہ پرنادم ہوں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کریں۔

صدق دل سے توبہ کرنے والے افراد کے حق میں اللہ تعالی نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ انہیں اپنی خصوصی عنایت ومحبت سے نوازتا ہے، ارشاد حق تعالی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ .	بیشک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ، آیت: 222)

حضرات! توبہ واستغفار کرنے والے خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کو اللہ تعالی نہ صرف پسند فرماتا ہے بلکہ ان کے گناہوں کو بھی معاف فرماتا ہے اور انہیں نعمتوں والی جنت عطا فرماتا ہے، ابھی خطبہ میں جس آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ.	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ کرو! امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں جنت کے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔

(سورۃ التحریم، آیت: 8)

بندوں کی جانب سے غفلت وتساہل کے سبب' لاعلمی وناواقفیت کی وجہ یا نفس کی سرکشی کے باعث اُن سے جو برائیاں سرزد ہوگئی ہیں اس آیت کریمہ میں اُن گناہوں سے باز رہنے' اس پرنادم وپشیمان ہونے اور بصدق دل توبہ کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب ''الدر المنثور فی التأویل بالمأثور'' میں روایت درج کی ہے:

وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال معاذ بن جبل يا رسول الله : ما التوبة النصوح؟ قال : أن يندم العبد على الذنب الذى أصاب ، فيعتذر إلى الله ثم لا يعود إليه كما لا يعود اللبن إلى الضرع .	امام ابن مردویہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! توبۂ نصوح کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توبۂ نصوح (سچی توبہ) یہ ہے کہ بندہ اس گناہ پر شرمندہ ہوجائے جس کا اس نے ارتکاب کیا' بارگاہ الٰہی میں معذرت خواہی کرے پھر کبھی وہ گناہ کی طرف نہ لوٹے' جس طرح دودھ تھن میں واپس نہیں لوٹتا۔

(الدر المنثور فی التأویل بالمأثور، سورۃ التحریم، آیت:8)

جب بندہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول فرماتا ہے'

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ.	اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خطاؤں کو درگزر کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(سورۃ الشوریٰ، آیت: 25)

برادران اسلام! انسان کے اندر تین طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں: (1) قوت ملکوتی (2) قوت حیوانی (3) قوت شہوانی۔

انسان پر جب ملکوتی قوت غالب رہتی ہے تو وہ فرشتہ صفت بن جاتا ہے اور اس سے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں وہ نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے، اور جب حیوانی قوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو لڑائی جھگڑا کرنا' فساد و بگاڑ پیدا کرنا اور دوسروں کو نقصان پہنچانا؛ اس قسم کے قبیح اعمال اس سے ظاہر ہوتے ہیں اور جب شہوانی قوت اپنا کام کرنے لگتی ہے تو اس سے حقوق اللہ کی پامالی، عبادات سے غفلت اور حرام کاریوں کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔

خالق کائنات نے انسان کو نیکی کرنے اور بدی سے دور رہنے کی تاکید فرمائی، انسان کو دنیا میں بھیج کر اس کی زندگی کو آزمائش کا ذریعہ بنایا اور دنیا کو اس کے لئے آزمائش کی جگہ بنایا، اس عالم میں خیر و بھلائی کرنے والوں سے آخرت کی بہترین نعمتوں کا وعدہ فرمایا اور بدکاروں اور گنہگاروں کو آتش دوزخ سے ڈرایا۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ	اور جب وہ کوئی سخت گناہ کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالی کو یاد کر کے

فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ.	اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے (برے) افعال پر اڑے نہیں رہتے۔

(سورۃ آل عمران، آیت: 135)

حضرات! اس آیت کریمہ میں گنہگار و سیاہ کار بندوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ اگر کوئی گناہوں اور خطاؤں میں مبتلا ہوں اور اپنی جانوں پر ظلم کریں تو ذکر الٰہی کو اپنا وظیفہ بنالیں، استغفار کی کثرت کریں اور اپنی سرکشی و بے راہ روی پر ندامت کے آنسوں بہائیں، رب کائنات سے معافی طلب کریں اور بخشش کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بخشش کا پروانہ عطا فرمائے گا اور ضرور اس کے فرد عصیاں پر عفو و درگزر کا قلم چلائے گا۔

امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "تفسیر بحر العلوم" میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر:135 میں ارشاد ربانی: ''فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ'' (گناہوں سے معافی طلب کرتے ہیں) کے تحت فرماتے ہیں:

الاستغفار باللسان والندامة بالقلب، ويقال الاستغفار باللسان بغير ندامة القلب توبة الكذابين. وروى عن الحسن البصرى	اس سے مراد زبان سے استغفار کرنا اور دل سے نادم و پشیمان ہونا ہے۔ منقول ہے کہ دل میں نادم ہوئے بغیر صرف زبان سے استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ

انه قال استغفارنا يحتاج الى الاستغفار الكثير.	آپ نے فرمایا"ہمارے استغفار پر بھی خوب استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔"

(تفسیر بحرالعلوم، سورئہ ال عمران ،135)

گنہگار توبہ کرتے ہی پاک ہوجاتا ہے

برادران اسلام! "استغفار" دراصل گناہوں سے معافی طلب کرنے کو کہتے ہیں،استغفار غَفَرَ سے بنا ہے،اس کا معنی چھپانا، پوشیدہ رکھنا اور بچانا ہے خالق کائنات کے فضل وکرم اور اس کی بخشش وعطا کی شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے توبہ واستغفار کو بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنایا اور استغفار کرنے والوں کو اپنی وسیع رحمت سے سرفرازی کی بشارت عطا فرمائی ، اس کی شان کرم نوازی کیونکر بیان ہوسکے؟ وہ رحمت والا پروردگار اپنے گنہگار بندوں کو مغفرت کا سہارا دیتا ہے اور انہیں اپنی قربت سے اس طرح نوازتا ہے کہ مجرم کو اپنے دربار میں مجرم کی حیثیت سے یاد نہیں فرماتا 'جیسا کہ دنیا میں کیا جاتا ہے،مثلاً اگر کوئی شخص جرم کرتا ہے اور اس سے باز آجاتا ہے اور اس پر ندامت کرتا ہے' تب بھی لوگ اس کی عیب جوئی کرتے ہیں ، بارہا اس کی برائی کو بیان کرتے ہیں،لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آپ نے گنہگاروں کو شان رحمت کا صدقہ عطا فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ.	گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الزهد ، باب ذكر التوبة،حديث نمبر،4391)

جب اپنی خطاؤں پہ میں شرماتا ہوں
اک خاص سرور قلب میں پاتا ہوں
توبہ کرتا ہوں جب گنہ سے امجد
پہلے سے زیادہ پاک ہوجاتا ہوں
(حضرت امجدؔ حیدرآبادی)

طلب مغفرت کا طریقہ

حضرات! اگر کسی انسان سے گناہ سرزد ہوجائے تو اس کے لئے زبان سے **استغفر الله** کہنا اور یہ پختہ ارادہ کرلینا ضروری ہے کہ آئندہ کبھی گناہ نہیں کرونگا، جو نمازیں قضا ہوئی ہیں' جو روزے چھوٹ گئے ہیں؛ انہیں ادا کرنا اور بندوں کے جو حقوق اپنے اوپر لازم ہیں انہیں ادا کرنا یا انہیں معاف کروالینا' پھر اس کے ساتھ دل میں ندامت ہو اور قلب پر پشیمانی کا گزر بھی ہو، اتنے عمل سے یقیناً توبہ تو ہوجاتی ہے' تاہم باوضو ہوکر توبہ کی نیت سے نفل ادا کرے اور بارگاہ الٰہی میں رجوع ہوکر مغفرت طلب کرے، چونکہ بندہ کے لئے بارگاہ الٰہی اور اس کے فضل وکرم، رأفت ورحمت اور لطف و احسان کے سوا کوئی اور مقام ہی نہیں جہاں وہ اپنا سر چھپائے اور معافی طلب کرے۔

خالق کائنات اپنے گنہگار بندوں کو سزا دینے پر قادر ہے، اس کے باوجود خدائے تعالی کی فضل ورحمت والی ذات گنہگاروں کو بشارت دیتی ہے کہ میرے بندو آؤ! کہ میں رحمت کی چادر تم پر اڑھاؤں، تمہیں سعادتوں کے سایہ میں رکھوں اور تمہیں بخشش ومغفرت سے سرفراز کروں، لیکن بندہ میں ان سرفرازیوں کو حاصل کرنے کی اہلیت کیسے پیدا ہوگی اور بندہ مولی تعالی کی بخشش اپنے دامن میں کیسے بھرے گا؟ اس

سلسلہ میں حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ إِنِّي كُنْتُ رَجُلاً إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثًا نَفَعَنِي اللَّهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ إِلاَّ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا اور سچ فرمایا، ”میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو شخص بھی گناہ کرے' پھر اٹھ کر پاکی حاصل کرے پھر نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا

مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ.

(جامع الترمذی ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ عندالتوبۃ حدیث، 408/3276)

''توبہ''صدق دل سے کی جائے!

حضرات! صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینے سے کیا توبہ ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ برائی کے ارتکاب پر بندہ صدق دل سے نادم ہو اور اپنے کئے پر افسوس کرے! اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات یاد رہے کہ زبان سے توبہ توبہ یا'' اَتُوبُ اِلَی اللّٰہِ'' کہہ دینا کافی نہیں، بلکہ بزرگان دین کے نزدیک یہ خود گناہ ہے، جیسا کہ قوت القلوب جو حضرات صوفیہ کے نزدیک معتبر کتاب ہے اور بزرگان دین اس کے مطالعہ کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اس میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کا قول ہے: جب میں "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ" زبان سے کہتا ہوں اور دل میں ندامت نہیں ہوتی تو اس بات سے استغفار کرتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں، اور لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ''زبان سے استغفار کرنا بغیر اس کے کہ دل میں ندامت نہ ہو؛ جھوٹوں کی توبہ ہے'' اور حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہمارا استغفار کرنا خود دوسرے استغفار کا محتاج ہے، اس طرح توبہ اس کی محتاج ہے کہ اس سے توبہ کی جائے۔

(مقاصد الاسلام، ج8، ص124)

رنج وغم کا ازالہ ''استغفار''

حضرات! آج دنیوی آسائش کا خیال اور مال ودولت جمع کرنے کی فکر ہم لوگوں میں مضبوط جڑیں بنا چکی ہے، اس غرض کی خاطر نہ حلال وحرام کی تمیز باقی ہے نہ

اچھائی اور برائی میں فرق، اس بدعملی کا نتیجہ بلا ومصیبت، رنج وغم اور تنگئ رزق کی شکل میں سامنے آ رہا ہے، اور آئے دن ہم لوگ دین سے دور ہو کر عیش وآرام کے دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں، ان تمام امراض وپریشانیوں کا علاج طبیب عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی دوا میں رکھا اور وہ دوا استغفار ہے!

چنانچہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث شریف ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ.

حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے استغفار کو لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قسم کے غم واندوہ سے راحت میں رکھے گا، ہر تنگی سے نکلنے کی صورت پیدا فرما دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر:10517)

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے:

مَنِ اسْتَبْطَأَ الرِّزْقَ فَلْيُكْثِرْ مِنَ التَّكْبِيرِ وَمَنْ كَثُرَ هَمُّهُ وَغَمُّهُ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ.

جس کے رزق میں کشادگی نہ ہو وہ کثرت سے اللہ کی بڑائی بیان کرتا رہے اور جس کے رنج وغم زیادہ ہوں وہ کثرت سے استغفار کیا کرے۔

(جامع الاحادیث للسیوطی، حدیث نمبر:45658)

دنیا کا معاملہ ہو یا آخرت کا معاملہ، استغفار ہر ایک کے لئے مداوا ہے،

مصائب ومشکلات ہو یا آفات وبلیات،رزق میں تنگی ہو یا بے روزگاری' تمام پریشانیوں کا حل "استغفار" ہے، بارگاہ الٰہی میں رجوع ہونا اور توبہ کرنا اس کی خوشنودی کا باعث بھی ہے اور نعمتوں سے سرفرازی کا ذریعہ بھی۔

''استغفار'' بدزبانی کے وبال سے بچنے کا ذریعہ

انسان کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ نقصان زبان سے ہوتا ہے، زبان کی وجہ سے انسان جنتی بھی ہوتا ہے اور دوزخی بھی، اس کے نقصانات سے بچنے کے لئے استغفار بمنزلۂ ڈھال ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی رجل ذرب اللسان واکثر علی اھلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این انت من الاستغفار انی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ مائۃ مرۃ .	ایک صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سخت گو انسان ہوں اور میرے اہل کے ساتھ اکثر سخت گوئی ہوتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم استغفار کیوں نہیں کرتے ، بے شک میں بھی دن ورات میں سو(100)مرتبہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ، حدیث نمبر 3301)

حضرات! ہمیں یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا عام انسانوں کی طرح نہیں، اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

توبہ کی کوئی ضرورت نہ تھی، کیونکہ آپ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوا، مگر باوجود اس کے آپ استغفار کرتے تھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك وأبي حنيفة والشافعي : إنهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الكبائر أجمعها.	مالکی، حنفی، شافعی وغیرہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں اسی طرح صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں.

(تفسیر قرطبی، ج1، ص308)

اور جہاں کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق ''استغفار'' کا ذکر آیا ہے؛ اس سے مراد درجات میں مزید بلندی کی درخواست کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے:

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى.	اور (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے لئے ہر آنے والا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر ہے۔

(سورۃ الضحی، آیت:4)

باوجود یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں لیکن آپ نے اس طرح کی دعائیں اور استغفار کا اہتمام امت کی تعلیم کے لئے فرمایا ہے۔

درود شریف' دعاء کی قبولیت کا آسان ذریعہ

آپ کی ذات عالی وقار کی رفعت وعظمت کا کیا کہنا' صرف آپ کے نام مبارک اور

ذکر شریف میں اللہ تعالی نے وہ برکت وتاثیر رکھی ہے کہ آپ کے مبارک نام کا وسیلہ آ جائے تو خطائیں معاف ہوجاتی ہیں، آپ کا ذکر شریف آ جائے تو دعائیں مقبول ہوجاتی ہیں،جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لاَ يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صلى الله عليه وسلم.	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا: دعاءاس وقت تک آسمان وزمین کے درمیان رکی رہتی ہے، اوپر نہیں جاتی جب تک کہ تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف پیش نہ کرو۔

(جامع ترمذی،ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 488)

نام مبارک کا وسیلہ توبہ کی قبولیت کا ضامن

سیدنا آدم علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا فرمائی تھی،اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی، دس معتبر کتب حدیث وتفسیر کے حوالہ سے اس روایت کوذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں ''مستدرک علی الصحیحین'' وغیرہ میں حدیث پاک مذکور ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ	سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ

علیہ وسلم : لما اقترف آدم الخطیئة قال: یا رب أسألک بحق محمد لما غفرت لی ، فقال الله : یا آدم ، وکیف عرفت محمدا ولم أخلقه؟ قال : یا رب ، لأنک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنک لم تضف إلی اسمک إلا أحب الخلق إلیک ، فقال الله : صدقت یا آدم ، إنه لأحب الخلق إلی ادعنی بحقه فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک .	السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالی کے حضور معروضہ کیا: اے میرے رب ! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم ! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہو جبکہ میں نے انہیں پیکر انسانی میں پیدا نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا، تو قوائم عرش پر "لا إله إلا الله محمد رسول الله" لکھا ہوا دیکھا ، میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہی کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پسندیدہ ومحبوب ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم ! تم نے سچ کہا ، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ہیں، تم ان کے وسیلہ سے دعا کیا کرو! یقیناً میں نے تمہیں مغفرت دی ہے، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، حدیث نمبر، 4194۔ المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر:6690۔المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم، من اسمه محمد، حدیث نمبر، 989۔ دلائل النبوة للبیهقی، جماع أبواب غزوة تبوك،باب ما جاء فی تحدث رسول الله صلی الله علیه وسلم بنعمة ربه عز وجل، حدیث نمبر، 2243۔ مجمع الزوائد، ج،8ص:198،حدیث نمبر، 13917۔ جامع الاحادیث والمراسیل ،مسند علی بن ابی طالب، حدیث نمبر، 33457۔ کنز العمال، کتاب الفضائل من قسم الأفعال ،الفصل الثالث فی فضائل متفرقة تنبیء عن التحدث بالنعم، حدیث نمبر: 32138۔ الدرالمنثور،سورة البقرة، 37۔ تفسیر الکشف والبیان للثعلبی، سورة البقرة ، 37۔ تفسیر روح البیان، ج،2،ص:376،سورة المائدة،16)

توبہ واستغفار کے بارے میں بزرگان دین کے اقوال

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پوچھا گیا سچی توبہ کیا ہے؟ :

فقال هی ندم بالقلب واستغفار باللسان وترک بالجوارح وإضمار أن لا یعود إلیه.

تو آپ نے فرمایا: سچی توبہ یہ ہے کہ دل سے نادم ہونا ، زبان سے استغفار کرنا ، ظاہری اعضاء سے گناہ چھوڑنا اور قلب میں یہ ارادہ کرنا کہ گناہ کی طرف پھر نہیں لوٹے گا۔

(قوت القلوب ،ج2ص415)

وینبغی لأهل التوبة أن یحاسبوا نفوسهم فی کل طرفة ویدعوا کل شهوة

توبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ہر لمحہ نفس کا محاسبہ کریں اور خواہش نفس و بے فائدہ چیزوں کو ترک کردیں،اور بے

ويتركوا الفضول وهي ستة أشياء: ترك فضول الكلام، وترك فضول النظر، وترك فضول المشي، وترك فضول الطعام، والشراب، واللباس.

فائدہ چیزیں چھ(6)طرح کی ہیں، (1) بے فائدہ گفتگو ترک کرنا (2) بے فائدہ دیکھنے سے گریز کرنا (3) جہاں دنیوی واخروی فائدہ نہ ہو وہاں جانے سے پرہیز کرنا (4) بلا ضرورت کھانے سے بچنا (5) بلاضرورت پینے سے بچنا اور (6) غیر مناسب لباس سے بچنا۔

(قوت القلوب ،ج2ص420)

وسئل يحي بن معاذ رحمه اللّٰه كيف يصنع التائب؟فقال: هو من عمره بين يومين، يوم مضى ويوم بقي، فيصلحهما بثلاث: أما ما مضى فبالندم والاستغفار، وأما ما بقي فبترك التخليط وأهله ولزوم المريدين ومجالسة الذاكرين والثالثة لزوم تصفية الغذاء

حضرت یحیٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: تائب کو کیا کرنا چاہئے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ اپنی زندگی کے دودنوں کے درمیان رہتا ہے ایک وہ دن جو گزر گیا اور دوسرا وہ دن جو باقی ہے۔ان دونوں کی اصلاح تین طرح سے کرے! (1) جو دن گزر گیا اس کی اصلاح ندامت واستغفار سے ہو! (2) جو دن باقی ہے اس کی اصلاح لوگوں سے میل جول چھوڑ کر کرے!...... (3) رزق حلال کی پابندی

والدأب علی العمل. اور اعمال صالحہ کی عادت اپنا کر کرے۔

(قوت القلوب، ج2ص420)

استغفار سے متعلق ایک وسوسہ کا ازالہ

بندگان خدا کو اپنے خالق و مالک اللہ تعالی سے تعلق وارتباط قائم کرنے کے لئے، گناہوں پر صدق دل سے نادم و پشیمان ہو کر بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار لازم وضروری ہے، تاکہ وہ قرب و وصال کی دولت لازوال سے مالا مال ہوسکیں، چنانچہ استغفار کی اہمیت وافادیت، شرائط وآداب بیان کرتے ہوئے حضرت سیدی ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

استغفار یہ ہے کہ زبان سے " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ " کہے اور دل میں نادم اور پشیمان ہو کر اللہ تعالی سے معافی مانگے، یہ کیا مشکل کام ہے؟

شاید یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں پھر کوئی گناہ ہو جائے تو کیا فائدہ؟ یہ شیطانی وسوسہ ہے، سچے دل سے توبہ کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لو، ان شاء اللہ تعالی تم سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔

التائب من الذنب کمن لاذنب له. گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس سے کوئی گناہ ہی نہ ہوا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکرالتوبۃ، حدیث نمبر: 4391، مجمع الزوائد، ج10، ص200)

توبہ واستغفار کرنے سے اس وقت تک کے تمام گناہ معاف ہو گئے، نہ صرف گناہ معاف ہوئے بلکہ اعمال نامہ سے بھی مٹادئے گئے۔ تقاضۂ بشریت سے اگر پھر گناہ

ہوگیا تو پھر معافی مانگ لیں۔

بغیر توبہ واستغفار جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائگاں تو نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

اکثر لوگ صرف زبان سے استغفار کہتے ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے؟ حدیث شریف میں اس سے متعلق جو الفاظ وارد ہیں وہ کہیں! جو یہ ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ اَلذِیْ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْه.

یہ استغفار یاد کرلو، اگر یہ یا اور کوئی استغفار یاد نہ ہو سکے تو صرف **اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ** کہہ دیا کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ: الٰہی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

آپ نے استغفار سے متعلق یہ شرائط بیان فرمائی ہیں:

(1) دل سے معافی مانگنا اور زبان سے استغفار کرتے رہنا۔

(2) بار بار معافی مانگنا اور استغفار کرتے رہنا۔

(3) جو گناہ ہوئے ہیں آئندہ نہ کرنے کا تہیہ کرلینا۔ جو نمازیں قضاء ہوئی ہیں وہ ادا کردینا۔ اور حقوق العباد ادا کرنا یا معاف کروالینا۔

استغفار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ دل میں نادم ہو کر زبان سے استغفار کہنا۔

اور یہ بھی استغفار ہے کہ ان مقامات پر جایا کریں جہاں مغفرت اور نیک اعمال کی توفیق ہوتی ہے، مثلاً جہاں ذکر الٰہی یا مواعظ کی مجالس ہوں۔ بزرگوں کی ہم نشینی بھی بڑی نعمت ہے۔

(مواعظ حسنہ، ج 2)

سیدالاستغفار کے بارے میں امام اعظم کی اپنے صاحبزادہ کو وصیت

حضرات! احادیث شریفہ میں استغفار کے مختلف الفاظ آئے ہیں، یہاں صحیح بخاری شریف کے حوالہ سے 'سیدالاستغفار' ذکر کیا جارہا ہے، سیدالاستغفار میں چونکہ دنیا وآخرت دونوں سے متعلق دعائیں جمع ہیں اسی لئے اس کا نام سید الاستغفار ہے، احادیث شریفہ میں سیدالاستغفار کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے صاحبزادہ حماد رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر الٰہی اور درود شریف پڑھنے کے ساتھ سیدالاستغفار پڑھنے کی تاکید فرمائی' چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

تُكْثِرُ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلٰوةَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتَغِلُ بِسَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ، خَلَقْتَنِي وَاَنَا عَبْدُكَ ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِي ، فَاغْفِرْ لِي ،	اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھو اور سید الاستغفار میں مشغول رہو۔(اس کا ترجمہ یہ ہے:) اے اللہ! تو ہی میرا پالنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں بہ قدر اپنی طاقت کے تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں' میں تجھ سے اپنے بُرے اعمال کے شر سے پناہ مانگتا ہوں' تو نے مجھ پر جو انعام کئے ہیں 'میں اُن کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا معترف

فَإِنَّهُ لا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. | ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ رحمة الله علیه، ص: 148-149)

سیدالاستغفار کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

جو شخص کامل یقین کے ساتھ اس استغفار کو دن میں پڑھے اور رات ہونے سے قبل اسی دن انتقال کر جائے تو وہ اہل جنت میں شامل ہوگا، اور جو رات میں پڑھے پھر صبح ہونے سے قبل انتقال کر جائے تو وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، حدیث نمبر 6306)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہمیں رزق حلال، صدق مقال کی توفیق دے، ہمیں اپنے گناہوں پر استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔

آمِين بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِينَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

a

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ رمضان، استقبال واہتمام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :یٰٓاَ یُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

حضرات! انسانی زندگی میں منصوبہ بندی اور پلاننگ کی بڑی اہمیت ہے، ہر صاحب سمجھ اور باشعور انسان منصوبہ بندی سے کام کرتا ہے، اسکولس اور کالجس کے لئے جو نصاب تیار کیا جاتا ہے' دراصل وہ اسٹوڈینٹس کی تعلیمی زندگی کے لئے منصوبہ بندی ہے، والدین اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں، ایک تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اپنے ذہن میں متعدد منصوبے رکھتا ہے، تجارتی منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے تاجرین اپنی مصنوعات کی تشہیر کرتے ہیں، اپنے پروڈکٹس کی ایڈورٹائزنگ (Advertising) کرتے ہیں، مسلح افواج ہتھیار اور عددی طاقت رکھنے کے ساتھ ساتھ نہایت چابک دستی سے منصوبہ بندی کرتی ہیں۔

منصوبہ بندی صرف انسانی ماحول میں ہی نہیں بلکہ عالم حیوانات پر نظر ڈالی جائے تو چرند و پرند' وحوش وطیور بھی اپنے اپنے طور پر منصوبے رکھتے ہیں، بعض جانور موسمی تبدیلی کے لحاظ سے رہائش کے لئے نقل مقام کرتے ہیں اور دوسرے جنگل کا رخ کرتے ہیں، پرندے موسم کے اعتبار سے اپنے مقام کو تبدیل کرتے ہیں، یہاں تک کہ چیونٹیاں موسم گرما میں موسم سرما کے لئے ذخیرہ اندوزی کرتی ہیں۔

جس طرح آدمی دنیوی معاملات میں منصوبہ بندی کر رہا ہے، والدین اپنے نونہالوں کے مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں، تاجرین تجارت وکاروبار کو فروغ دینے کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں، فوج اپنی مہم سر کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہی ہے، حیوانات اپنی حیثیت سے منصوبہ بندی کر رہے ہیں؛ اس سے کئی درجہ اضافہ ایک مسلمان کو آخرت کی زندگی کی فکر کرنی چاہئے، اخروی زندگی کی راحت کی خاطر آنے والے دنوں کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے، عالم جاودانی میں آرام کے لئے مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہئے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو جائزہ لینا چاہئے کہ وہ آنے والے کل کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے' اور اللہ سے ڈرتے رہو! یقیناً اللہ تعالی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

(سورۃ الحشر، آیت:18)

جب دنیا کے کاموں کے لئے منصوبہ بندی کی جارہی ہے، عصری تعلیم' بزنس' سیکورٹی اور دیگر دنیوی امور کے لئے منصوبہ بندی کی جارہی ہے تو اخروی معاملات اور

دینی امور کے لئے اور زیادہ اہتمام کیا جانا چاہیئے، اللہ تعالی کی جانب سے کوئی نعمت مل رہی ہوتو اس کی قدر دانی کے لئے پہلے سے پلاننگ ہونی چاہیئے، اس کے لئے پہلے سے منصوبہ بندی ہونی چاہیئے۔

استقبال رمضان کا پہلا خطبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل اس کی عظمت وشان آشکار فرمائی، آمد رمضان سے پہلے اس کے فضائل سے متعلق خطبے ارشاد فرمائے ہیں، استقبال رمضان سے متعلق بنیادی طور پر تین روایتیں ہیں، جو استقبال رمضان کے عنوان پر تین بلیغ خطبوں کی حیثیت رکھتی ہیں:

ماہ رمضان کی آمد سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو اس کی آمد کی خوشخبری سناتے۔جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم يُبَشِّرُ اَصْحَابَهُ قَدْ جَاءَكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ شَهْرٌ مُبَارَكٌ افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ يُفْتَحُ فِيهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَيُغْلَقُ فِيهِ اَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ .	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان کی آمد آمد ہے، یہ ایک برکت والا مہینہ ہے۔اللہ تعالی نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس میں جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات ہے

مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ	جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اُس رات کی بھلائی سے محروم رہا تو حقیقت میں وہ محروم رہ گیا۔

(مسند امام احمد،مسند ابو هريرة،حديث نمبر:9227)

ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی جنت کے دروازوں کا کھولا جانا بتلا رہا ہے کہ جو لوگ ماہ رمضان میں نیکیاں کریں گے اُن کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں' جنت میں داخلہ اُن کے لئے طے ہے' جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ اُن کا انتظار کر رہی ہے' اور رمضان کی آمد پر دوزخ کے دروازوں کا بند کیا جانا' اشارہ دے رہا ہے کہ اس ماہ مبارک میں نیک عمل کرنے والوں کے لئے دوزخ کے دروازے بند ہیں' اُن کا ٹھکانہ تو جنت ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن أبي هريرة ، قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا كان أول ليلة من شهر رمضان صفدت الشياطين ، ومردة الجن ، وغلقت أبواب النار ، فلم يفتح منها باب ، وفتح أبواب الجنة ، فلم يغلق منها باب ، وينادي مناد كل ليلة	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے شیاطین اور سرکش جنات بیڑیوں میں جکڑ دئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں، پھر اُس کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، پھر اُس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور ایک ندا دینے والا ہر رات ندا دیتا ہے: اے نیکی کو چاہنے والے!

یا باغی الخیر أقبل ، ویا باغی الشر أقصر ، .ولله عز وجل عتقاء من النار ، وذلک عند کل لیلة	نیکی کرگزر، اور اے بدی کو چاہنے والے ! بدی سے باز آجا، اللہ تعالی کے دوزخ سے آزاد کئے ہوئے کئی بندے ہوتے ہیں، رحمتوں کا یہ سلسلہ ہررات جاری رہتا ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی ، حدیث نمبر:3446)

ماہ رمضان میں اللہ تعالی کی جانب سے خصوصی طور پر ظاہری و باطنی ماحول کو نیکیوں کے لئے سازگار بنادیا جاتا ہے، ہر اعتبار سے بندہ کے لئے نیکی آسان کردی جاتی ہے اور برائی کے اسباب کو نہایت کم کیا جاتا ہے، شیطان مقید ہوتا ہے، نفس' روزہ کے ذریعہ قابو میں رہتا ہے، ہر طرف بھلائی کرنے کے لئے ماحول آسان سے آسان کیا جاتا ہے۔اس نعمت سے ہمیں استفادہ کرنا چاہئے ،اس کی قدرشناسی اور قدردانی کرنی چاہئیے۔

استقبال رمضان کا دوسرا خطبہ،پہلی رات' بخشش کا مژدہ

کسی بات کو بیان کرنے کے مختلف انداز ہوتے ہیں' بات سادہ انداز میں کہی جاتی ہے'اس کے بجائے اگرتاکید کے ساتھ کہی جائے تواس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اگر بیان کرنے سے پہلے تمہید لائی جائے تو بیان کی جانے والی بات کی غیر معمولی اہمیت واضح ہوتی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے بارے میں تمہید کے ساتھ بیان فرما کر اس کی غیر معمولی اہمیت کو واشگاف فرمایا،جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں روایت ہے :

عن انس بن مالک قال:	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا'

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يستقبلكم وتستقبلون ثلاث مرات فقال عمر بن الخطاب: يا رسول الله، وحي نزل؟ قال: لا قال: عدو حضر؟ قال: لا قال: فماذا؟ قال: إن الله عز وجل يغفر في اول ليلة من شهر رمضان لكل اهل هذه القبلة، واشار بيده إليها.	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک (آنے والا) تمہارے سامنے آرہا ہے اور تم اُس کا استقبال کروگے۔ یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی وحی نازل ہوئی؟ فرمایا: نہیں، عرض کی: کیا کوئی دشمن آیا ہے؟ فرمایا: نہیں! عرض کی! تو پھر کیا واقعہ پیش ہونے والا ہے؟ ارشاد فرمایا: (ماہ رمضان کی آمد آمد ہے) یقیناً اللہ تعالی ماہ رمضان کی پہلی رات اس قبلہ کو ماننے والے تمام اہل ایمان کی مغفرت فرمادیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتے وقت اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

(صحیح ابن خزیمة، کتاب الصیام، جماع ابواب فضائل شهررمضان وصیامه، حدیث نمبر: 1778)

رمضان کا مہینہ ابھی شروع نہیں ہوا، آمد رمضان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اہمیت دے کر بیان فرمایا، اس کی عظمت آشکار فرمائی، اس کے بارے میں مغفرت کا مژدہ سنایا' تاکہ اہل ایمان ماہ رمضان کی آمد سے پہلے تیاری کرلیں، اس قدر اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وحی نازل ہونے کا گمان کیا،

دشمن کے حملہ کا اندیشہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان سے پہلے ایک مہم کے طور پر اس کے استقبال کی تیاری کرنی چاہیے، اس کے لمحہ لمحہ سے استفادہ کرنے کے لئے ذہنی وفکری طور پر، علمی وعملی طور پر اور معاشی ومعاشرتی طور پر تیار رہنا چاہیے۔

ماہ رمضان کی تیاری اور طریقۂ صحابہ

جیسا کہ الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت مذکور ہے:

وعن انس بن مالک رضی	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
اللہ عنہ انہ قال کان	روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت نبی
اصحاب النبی صلی اللہ	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب ماہ
علیہ وسلم اذا نظروا الی	شعبان کا چاند دیکھتے تو قرآن شریف کو سینہ
ھلال شعبان اکبوا علی	سے لگائے رہتے اور تلاوت میں مصروف
المصاحف یقرء ونھا	رہتے، مسلمان اپنے اموال کی زکاۃ نکالتے
واخرج المسلمون زکوۃ	تاکہ کمزور اور مسکین اس کو حاصل کرکے ماہ
اموالھم لیتقوی بھا	رمضان کے روزے رکھنے کی قوت حاصل
الضعیف والمسکین علی	کرے، حکام وذمہ داران، قیدیوں کو طلب
صیام شھر رمضان و دعا	کرتے۔اور ان میں جو حد شرعی کے مستحق
الولاۃ اھل السجن فمن	ہوتے، ان پر حد جاری کرتے، ورنہ ان
کان علیہ حد اقاموہ علیہ	کو رہا کردیتے' تاجر حضرات اپنے ذمہ جو
والا خلوا سبیلہ وانطلق	حقوق ہیں انہیں ادا کردیتے

التجار فقضوا ما علیھم و قبضوا مالھم حتی اذا نظروا الی ھلال رمضان اغتسلوا و اعتکفوا.	اور جو چیزیں وصول طلب ہوتیں انہیں حاصل کر لیتے یہاں تک کہ جب رمضان کا چاند دیکھ لیتے تو غسل کر کے یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاتے۔

(الغنیة لطالبی طریق الحق ج1، ص 188)

مذکورہ روایت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان ماہ شعبان میں ہر سطح پر ماہ رمضان کی تیاری کرتے، عملی اعتبار سے تیاری کے لئے تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کرتے، معاشی سطح پر تیاری کرتے ہوئے لین دین کے معاملات کی تکمیل کرتے، اپنے ذمہ جو حقوق باقی ہیں انہیں ادا کرتے، وصول طلب رقوم حاصل کرتے، سماجی سطح پر تیاری کرتے، یہ بزرگ حضرات اپنی تیاری کے ساتھ ساتھ دوسروں کی تیاری کا بھی لحاظ رکھتے، شعبان میں مال کی زکوٰۃ نکالتے' تاکہ تنگدست افراد' روزہ رکھنے کے لئے زکوٰۃ کی رقوم کے ذریعہ تیاری کرلیں، جن قیدیوں سے متعلق شرعی سزائیں نہیں' انہیں رہا کرتے تاکہ وہ بھی ماہ رمضان کی تیاری کرلیں، ہر طرح سے تیاری کرنے کے بعد جب ماہ رمضان کا چاند دیکھتے تو ہمہ تن متوجہ ہو جاتے، مکمل اہتمام کے ساتھ غسل کر کے ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو جاتے۔

استقبال رمضان پر تیسرا طویل ترین خطبہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان کی فضیلت، روزوں کی فرضیت، تراویح کی اہمیت اور شب قدر کی افضلیت پر مشتمل ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، یہ استقبال رمضان کے عنوان پر طویل ترین خطبہ ہے' جسکی روایت امام بیہقی نے شعب

الایمان میں کی ہے:

عن سلمان الفارسی ، قال :خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی آخر یوم من شعبان فقال :یا ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم ، شهر مبارک ، شهر فیه لیلة خیر من الف شهر ، جعل الله صیامه فریضة ، وقیام لیله تطوعا ، من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ، ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه ،وهو شهر الصبر ، والصبر ثوابه الجنة،وشهر المواساة ،	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہم سے خطبہ ارشاد فرمایااورارشادفرمایااے لوگو ! تم پر ایک عظمت والامہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، وہ برکت والامہینہ ہے،وہ ایسا مہینہ ہے جس میں ایک عظیم رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالی نے اس کے روزوں کوفرض قرار دیا اوررات میں قیام کرنے کونفل قرار دیا، اس مہینہ میں جس شخص نے نفل عمل کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا اور جس شخص نے اس میں ایک فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرائض ادا کئے ۔اوروہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہےاور غمخواری کا مہینہ ہے،

وشهـر يـزاد فيـه رزق المـؤمـن ، مـن فطر فيـه صـائـمـا كـان لـه مـغفرة لـذنـوبه ، وعتق رقبته من النار ، وكان له مثل اجره مـن غيـر ان يـنـقـص من اجـره شيء قلنا:يا رسول الـلـه ، ليـس كلنا يجد ما يـفـطـر الصائم ، فيه غفر الـلـه لـه واعتـقـه مـن الـنـار .فـقـال رسول الـلـه صـلـى الـلـه عليه وسلم : يعطى الله هذا الثواب من فـطـر صـائـما على مذقة لبـن او تـمـرة او شربة من مـاء ، ومـن اشبـع صـائـما سـقـاه الـلـه من حوضى شربة لا يظما حتى يدخل الجنة، وهو شهر

یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مؤمن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے، اس مہینہ میں جس نے ایک روزہ دار کو افطار کروایا وہ اس کے گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سبب ہےاوراس کے لئے روزہ دار کے ثواب کے برابر اجر وثواب ہے روزہ دار کے ثواب میں کمی کئے بغیر۔ ہم نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم میں سے ہر شخص وہ نہیں پاتا جس کے ذریعہ وہ روزہ دار کو افطار کروائے ،تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا : اللہ تعالی یہ ثواب اس شخص کوبھی دیتاہے جس نے کسی روزہ دارکو دودھ کے گھونٹ یا ایک کھجوریا پانی کے گھونٹ پر افطار کروایا اور جو شخص کسی روزہ دارکوشکم سیر کرتا ہے اللہ تعالی اس کومیرے حوض سے ایسا گھونٹ پلائے گا کہ وہ پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے'

اوله رحمة ، واوسطه مغفرة ، وآخره عتق من النار من خفف عن مملوكه.فيه غفرالله له واعتقه من النار . زاد همام في روايته فاستكثروا فيه من أربع خصال ، خصلتان ترضون بها ربكم ، وخصلتان لا غنى لكم عنهما ، فأما الخصلتان اللتان ترضون بها ربكم: فشهادة أن لا إله إلا الله وتستغفرونه،وأما اللتان لا غنى لكم عنهما فتسألون الله الجنة ، وتعوذون به من النار .

اور یہ ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت کا ہے، درمیانی حصہ مغفرت کا ہے اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے اور جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام سے بوجھ کو کم کرے اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسکو دوزخ سے آزاد فرمادے گا۔اور حضرت ھمام کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے'' ماہ رمضان میں چار چیزوں کی کثرت کرو!ان میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو! اور دو چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں،اب رہی وہ دو چیزیں جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو! وہ یہ ہیں: کلمۂ طیبہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرنا اور اللہ سے مغفرت طلب کرنا۔ اب رہی وہ دو چیزیں جن کے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں' وہ یہ ہیں: تم اللہ تعالی سے جنت کا سوال کرتے رہو اور دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو!۔''

(شعب الایمان للبیھقی،فضائل شھررمضان،حدیث نمبر 3455، مشکوۃ المصابیح ، کتاب الصوم ، ص 173/174،زجاجۃ المصابیح ج1، کتاب الصوم،ص 541)

ہم رمضان کی تیاری کیسے کریں؟

ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس ماہ مبارک کی عظمت کے پیش نظر بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرتے ہوئے اس کا استقبال کریں، ان عظمت وسعادت والے لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسکے فیوض وبرکات حاصل کریں اور اپنے اوقات کو عبادت وریاضت اور نیک کام کرنے میں صرف کریں، تلاوت کلام مجید کا خوب اہتمام کریں، متعلقہ افراد کے حقوق ادا کردیں، معاملات کو صاف ستھرا بنالیں، زکوٰۃ ادا کرکے غریبوں کو رمضان کی عبادت کیلئے فارغ ہوجانے کا موقع فراہم کریں۔

ماہ رمضان کی آمد سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طویل خطبہ استقبال رمضان کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا اک اک کلمہ اپنے اندر بڑی معنویت کو سمویا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطبہ کے آغاز میں ساری انسانیت سے خطاب فرمایا، آپ نے عالم انسانیت کو دعوت دی اور انہیں متوجہ کیا۔

ماہ رمضان کے بارے میں فرمایا: ''تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے''، آمد کو بتلانے کے عربی زبان میں بہت سے الفاظ موجود ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اظلّ'' (سایہ فگن ہونے) کا لفظ استعمال فرمایا، اس لئے کہ سایہ کے لفظ سے رحمت وشفقت' لطف ومہربانی ذہن میں آتی ہے، جس طرح گھنا درخت اپنے سایہ میں رہنے والوں کو دھوپ کی سختی اور بارش سے بچاتا ہے اسی طرح جو شخص ماہ رمضان کے سایہ میں آتا ہے' اس کے معمولات میں مصروف رہتا ہے' ماہ رمضان اُسے قبر کی تنگی' حشر کی سختی اور دوزخ کی گرمی سے بچالیتا ہے۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ ماہ رمضان

کے لمحہ لمحہ میں بندۂ اللہ تعالی کی خصوصی رحمت وشفقت اور لطف ومہربانی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

جہاں شفقت ومہربانی زیادہ ہوتی ہے وہاں بسا اوقات غفلت وتساہل ہوجاتا ہے جیسے والدین میں باپ کی بہ نسبت ماں اولاد پر زیادہ مہربان ہوتی ہے اسی وجہ سے اولاد ماں کی اطاعت میں نسبۃً زیادہ سست دکھائی دیتی ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کے ساتھ عظمت کو آشکار فرمایا کہ جو مہینہ تم پر سایہ فگن ہورہا ہے وہ رحمتوں والا مہینہ ہے، جو مہینہ تمہارے پاس آیا ہے وہ لطف ومہربانی والا مہینہ ہے اور یہ مہینہ عظمت والا بھی ہے، اس کے تقدس کو پامال نہ کیا جائے، یہ بڑی شان والا مہینہ ہے، اس کی قدردانی کی جائے، جو اس کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھتا ہے، اُس پر کرم دوبالا ہوجاتا ہے اور جو اس کی قدردانی نہیں کرتا وہ رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

ماہ رمضان کا احترام نجات کا ذریعہ

حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فضائل رمضان میں ماہ رمضان کی عظمت بجالانے سے متعلق ایک حکایت ذکر فرمائی ہے:

ایک پارسی تھے، اپنے بیٹے کو دیکھے کہ رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھاتا جارہا ہے، جیسے پان وغیرہ تو اپنے بیٹے کو مارے اور کہے کہ نالائق! مسلمانوں کے رمضان کی عزت نہیں کرتا۔ کسی نے پارسی کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہے، پوچھا کہ جنت میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پر مت رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہو جا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکرات شروع ہوئی۔ (فضائل رمضان، ص:25)

ماہ رمضان کی ناقدری مغفرت سے محرومی

جو شخص ماہ رمضان کی قدر نہیں کرتا اور اس مہینہ میں اپنے لئے سامان مغفرت حاصل نہیں کرتا، اُس کے لئے ہلاکت بتلائی گئی ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں حدیث پاک ہے:

عن كعب بن عجرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجة قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال: آمين، فلما نزل قلنايا رسول الله لقد سمعنا منك اليوم شيئا ما كنا نسمعه قال	حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منبر کے پاس جمع ہو جاؤ، تو ہم منبر شریف کے پاس حاضر ہوگئے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کی ایک سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا، جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا اور جب تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھے تو آمین فرمایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آج منبر پر آپ کو تشریف لے جاتے وقت ایسے کلمات سنے کہ اس سے پہلے اس طرح نہ سنے تھے۔

إن جبريل عليه الصلاة والسلام عرض لي فقال: بعدا لمن أدرك رمضان فلم يغفر له قلت: آمين ، فلما رقيت الثانية قال : بعدا لمن ذكرت عنده فلم يصل عليك قلت: آمين ، فلما رقيت الثالثة قال: بعدا لمن أدرك أبواه الكبر عنده أو أحدهما فلم يدخلاه الجنة قلت: آمينُ.

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین میرے پاس حاضر ہوئے اور کہا: جو شخص رمضان کو پائے اور اس کی مغفرت نہ ہو وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔ جب میں دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل نے کہا: جس شخص کے سامنے آپ کا نام مبارک ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔ جب میں تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل نے کہا: جس شخص کے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت کا حقدار نہ بن سکے وہ رحمت الٰہی سے دور ہو، میں نے کہا: آمین۔

(مستدرك على الصحيحين ، كتاب البر والصلة، حديث نمبر:7365)

ماہ رمضان میں ثواب کی شرح میں اضافہ

یہ مہینہ برکتوں کا سر چشمہ ہے، اس ماہ مبارک میں کرم دوبالا ہوتا ہے، دیگر گیارہ مہینوں میں نفل کا ثواب نفل کے برابر اور فرض کا ثواب فرض کے برابر ہوتا ہے لیکن اس مہینہ میں ثواب کی شرح بڑھادی جاتی ہے، عمل وہی ہوتا ہے' ثواب بڑھادیا جاتا ہے، جو شخص نفل ادا کرتا ہے اُسے فرض کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، جو شخص فرض ادا کرتا ہے اُسے ستّر فرائض کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، نماز کی ادائیگی کی بات ہو تو نماز

کے ارکان وہی ہیں، مال خرچ کرنے کا معاملہ ہو یا کوئی عمل ہو مشقت اسی قدر ہے وہی ہے جو دوسرے مہینوں میں ہوتی ہے، لیکن ماہ رمضان کی یہ خصوصی برکت ہے کہ اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

اہل ایمان کے رزق میں اضافہ

اس مبارک مہینہ میں ایمان والوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، ظاہری رزق بھی بڑھایا جاتا ہے اور باطنی رزق بھی، جسمانی غذا میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور روحانی غذا میں بھی، ظاہری رزق میں اضافہ ہونا تو ہمارا مشاہدہ ہے، کسی شخص کے لئے سال بھر جو غذائیں، میوہ جات وغیرہ میسر نہیں آتیں، تنگدست سے تنگدست مسلمان کے لئے اس مبارک مہینہ میں بہ آسانی میسر آجاتی ہیں، جگہ جگہ افطاری تقسیم کی جاتی ہے، سحر وافطار کے لئے مدعو کیا جاتا ہے، رزق کا بڑھنا رزق کے وسائل واسباب پر موقوف ہوتا ہے، اس ماہ میں کسب کے وسائل بڑھ جاتے ہیں، معاشی اسباب میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، بے روزگار افراد بھی کسب معاش کرکے بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور حدیث پاک کی برکت ہی ہے کہ رمضان کے مہینہ میں عام طور پر ملازمین کو بونس (اضافی تنخواہ) دیجاتی ہے۔

باطنی رزق کے کیا کہنے! ہر مسلمان پر اللہ تعالی کی خصوصی عنایتیں ہوتی ہیں، ماہ رمضان کے صبح وشام رحمتیں نازل ہوتی ہیں، شب وروز رحمت الٰہی میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں لیکن اُسے اہل دل حضرات ہی جانتے ہیں، اس سے اہل نظر واقفیت رکھتے ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں، خصوصی تجلیات الٰہی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ماتحتوں کا بوجھ کم کرنے کی ہدایت

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس ماہ مبارک میں غلاموں کے بوجھ کم کرنے

کی تاکید فرمائی، ارشاد فرمایا: جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام سے بوجھ کو کم کرے اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسکو دوزخ سے آزاد فرمائے گا۔

اس حدیث پاک کے ضمن میں ہر وہ فرد آتا ہے جس کے تحت کوئی کام کرتا ہے، جس کی نگرانی میں کوئی ذمہ داری پوری کرتا ہے، جو اپنے ماتحت افراد کی ذمہ داریوں کو کم کرتا ہے؛ اللہ تعالی سے امید ہے کہ اللہ تعالی اُسے بھی اس بشارت سے حصہ عطا فرمائے۔

عہدہ دار اپنے ملازمین کی ذمہ داریوں کو کم کرے، مینیجر اپنے ورکرس کا بوجھ ہلکا کرے، ہر وہ شخص جو دوسروں پر انتظامی طور پر بالا دستی رکھتا ہے، اُن کے لئے سہولت فراہم کرے، آسانی کی راہ نکالے۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ماہ رمضان کا بہتر طور پر استقبال کرنے کی توفیق بخشے، اس کے لئے کامل طور پر تیاری کرنے کی ہدایت عطا فرمائے، اس مبارک مہینہ کے ہر لحظہ کی قدردانی کرنے والا بنائے، اس کی خصوصی برکتوں سے ہمارے ظاہر و باطن کو معمور کردے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

a

انوار خطابت

حصہ نہم برائے رمضان المبارک

روزہ' دنیوی واخروی فوائد کا مظہر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت اور بندگی بندہ کا حقیقی مقصود ہے، اسے اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ میری زندگی کے اوقات اور شب وروز اپنے مقصود کو پورا کرنے میں گزریں، ساری زندگی رب العالمین کی عبادت وبندگی کرنے اوراس کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بسر ہو، چنانچہ اس فکرکو عملی جامہ پہنانے کے لئے اللہ رب العزت نے ہمیں مختلف انداز میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے اورعبادت کرنے کےسنہری مواقع عطا فرمائے،کبھی نماز کی صورت میں عبادت کا سلیقہ عطا فرمایا، کبھی راہ حق کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے خانۂ کعبہ کے حج کرنے کا حکم فرمایا اور کبھی مخلوقِ خدا کی مدد کرنے کے لئے زکوۃ وصدقات کی صورت میں عبادتوں کا قرینہ عطا فرمایا ۔عبادت کے انہی مختلف طریقوں میں ایک بہترین طریقہ''روزہ'' بھی ہے جو اسلام کا چوتھا رکن ہے،اور ہر عاقل، بالغ مسلمان پر ہر سال رمضان کے روزے فرض ہیں،روزہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔اس کے شرعی معنیٰ'' صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج

غروب ہونے تک بندۂ مومن کو کھانے، پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکے رہنے کے ہیں۔''

ماہ رمضان کی برکتیں

حضرات! رمضان المبارک وہ مہینہ ہے، جس میں رب العالمین اپنے بندوں کو فضل ومہربانی سے سرشار فرماتا ہے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ اور خیرات انہیں عطا فرماتا ہے اور انہیں رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں اور بخشش سے بہرہ ور فرماتا ہے، جیسا کہ ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رمضان المبارک کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور ان میں کوئی دروازہ کھلا نہیں رکھا جاتا، اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ان میں کوئی دروازہ بند نہیں رکھا جاتا، اور ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: اے بھلائی کے طلبگار!

وَيَـا بَـاغِـيَ الشَّـرِّ	(خیر کی طرف) متوجہ ہوجا،اوراے برائی چاہنے والے!
أَقْـصِرُ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ	(گناہوں سے) دور ہوجا ،اور اللہ تعالی کی جانب سے
مِـنَ الـنَّـارِ وَذَلِكَ	دوزخیوں کوآزادی ملتی ہےاور رمضان کی ہر رات یہ انعام
كُلَّ لَيْلَةٍ .	ہوتا رہتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الصوم،باب ماجاء فی فضل شهررمضان ،حدیث نمبر:684)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی

رمضان المبارک میں رب العالمین کی سخاوت اورعطا کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کوعبادتوں کا خصوصی موقع عنایت کیا جاتا ہے،شرح ثواب میں اضافہ کیا جاتا ہے،شیاطین کوجکڑ دیا جاتا ہے،تاکہ وہ بندگان خدا کو نہ بھٹکا سکیں ،انہیں عبادتوں سے نہ بہکا سکیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کوسرفراز کرتے ہوئے ماہ رمضان کی ہر رات گنہگار بندوں کو دوزخ سے آزادفرماتا ہے،ماہِ رمضان میں جودوسخااور فیاضی کا معاملہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہوا کرتا ہے،آپ بھی اپنی امت کوسرفراز فرماتے اور اپنی رحمت کا صدقہ عطافرماتے ہیں،جیسا کہ روایت ہے:

عن ابن عباس قال كان رسول	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
الله صلى الله عليه وسلم اذا	ہے؛ آپ نے فرمایا: جب ماہ رمضان شروع ہوتا
دخل شهر رمضان اطلق كل	تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر
اسير واعطى كل سائل۔	دیتے اور ہر مانگنے والے کوعطافرماتے۔

(شعب الایمان،فضائل شهر رمضان،حدیث نمبر: 3475۔مجمع الزوائد،حدیث

نمبر4838۔ کنز العمال، حدیث نمبر:18060)

روزوں کی فرضیت

حضرات! اسی برکتوں والے مہینہ میں رب قدیر نے بندوں کے لئے ''روزہ'' کی صورت میں عبادت کرنے کا ایک سنہری موقع عطا فرمایا، چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان المعظم کے مہینہ میں روزہ کی فرضیت کا اعلان فرمایا اور ماہ رمضان کی خصوصیت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ	رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں حق و باطل میں تمیز کرنے والی روشن دلیلیں ہیں، تم میں جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزہ رکھے!

(سورۃ البقرۃ، آیت:185)

حضرات! روزہ ایک ایسی عبادت ہے، جو اگلی امتوں پر بھی فرض تھی، انہیں بھی رب العالمین نے روزہ کا اہتمام کرنے کا حکم فرمایا تھا، وہ ایسی عظیم عبادت ہے؛ جس کی برکت سے انسان تقوی وطہارت کا پابند ہو جاتا ہے، چنانچہ رب العالمین نے ہمارے لئے بھی روزہ کو تقوی اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا بہترین ذریعہ بنایا، جیسا کہ ابھی خطبہ میں جو آیت مبارکہ پڑھی گئی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے؛ جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون. کیئے گئے تھے،تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ!

(سورۃ البقرۃ،آیت:183)

روزہ دار صفت الٰہی کا مظہر اور سنت نبوی کا پیکر

برادران اسلام! روزہ ایک ایسا فرض ہے،خدا کی ایک ایسی عبادت ہے کہ بندۂ مومن جب تک سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہ کرے اسے ادا نہیں کرسکتا ،رب العالمین نے روزہ دار کے حق میں ایسا معاملہ فرمایا کہ وہ رب کی عظیم عبادت روزہ کا آغاز کرنا چاہے تو وہ سحری کھائے بغیر روزہ شروع نہیں کرسکتا اور اگر سحری کھائے بغیر روزہ رکھ بھی لے تو وہ خلاف سنت عمل کا مرتکب ہوگا، اس لئے کہ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سحری کھانے سے متعلق آگاہ فرمادیا اور ہم غلاموں کو اس کی طرف توجہ دلائی اور یہ حکم فرمایا:

عبدالعزیز بن صهیب قال : سمعت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ

حضرت عبدالعزیز بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا،انہوں نے فرمایا،حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:سحری کھایا کرو! کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری ، کتاب الصوم ، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب ،حدیث نمبر:1923)

اسی طرح روزہ کے اختتام پر افطار کرنا، یہ بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ ہے،گویا رب العالمین نے روزہ کو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسنتوں کے درمیان رکھ دیا،خدائے تعالیٰ کی اس عبادت کو اپنا کر روزہ دار جہاں صفت الٰہی کا

مظہر ہوجاتا ہے، وہیں وہ سنت نبوی کا پیکر بھی بن جاتا ہے ، چونکہ کھانا تناول فرمانا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور خدا کی ذات کھانے، پینے سے پاک ہے، اس بنیاد پر بندہ جب روزہ رکھتا ہے تو وہ تجلیات ربانی اور انوار نبوی سے اپنے ظاہر و باطن کو روشن و منور کر لیتا ہے۔

روزہ دار کے حق میں خصوصی سرفرازی

برادران اسلام! دنیا اور آخرت میں روزہ کے بے شمار فوائد ہیں، روزہ دار کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا وآخرت میں بے شمار برکتیں اور سعادتیں رکھی ہیں، روزہ خدائے تعالیٰ کی وہ عبادت ہے کہ جس کی برکتیں دیگر عبادتوں میں اور ان کے ثواب میں نہیں پائی جاتیں، بندۂ مومن کو نیکی کرنے کی وجہ سے اجر وثواب تو ضرور دیا جاتا ہے، لیکن وہ اجر وثواب' روزہ اور اس کے اجر وثواب کے مماثل نہیں ہوسکتا، حدیث شریف میں آتا ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ يَقُولُ كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ وَلَخُلُوفُ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارا پروردگار فرماتا ہے : ہر نیکی کا اجر دس(10) گنا سے سات سو(700) گنا تک دیا جاتا ہے اور روزہ (خالص) میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا صلہ عطا کرتا ہوں، روزہ' دوزخ کے لئے ڈھال ہے

فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ	اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک
مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَإِنْ	مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اور اگر کوئی ناداں
جَهِلَ عَلَى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ	تم میں کسی روزہ دار سے نازیبا حرکت کرے تو
وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ	اسے چاہئے کہ وہ کہے: میں روزہ دار ہوں۔

(جامع الترمذی، کتاب الصَّوْمِ، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّوْمِ، حدیث نمبر:769)

حدیث شریف میں مذکور کلمہ وانا اَجزِی به کو واناأُجْزیٰ به بھی پڑھا گیا، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوجاتا ہوں۔"

برادران اسلام! اس حدیث شریف سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ رب قدیر نے ہر عبادت کا بدلہ اور اس کی ہر اطاعت کا صلہ ثواب کی شکل میں مقرر کیا ہے، لیکن روزہ خدائے تعالیٰ کی ایک ایسی عبادت ہے؛ جس کا بدلہ خود خالق کائنات ہوجاتا ہے اور روزہ دار کو اپنے دیدار پرانوار سے مشرف فرماتا ہے۔

روزہ بے ریا عمل

حضرات! روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں خاص طور پر ریا کاری کا کوئی شائبہ نہیں، اس میں دکھاوے کا کوئی دخل نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روزہ دار کے لئے خصوصی سرفرازی کا جو وعدہ فرمایا؛ اسی سے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے شارح صحیح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَاللّٰه أَعْلَم أَنَّهُ إِنَّمَا خَصَّ	اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے، دراصل اس نے روزہ کو اس لئے
الصِّيَام لِأَنَّهُ لَيْسَ يَظْهَر	مخصوص فرمایا؛ کیونکہ روزہ انسان کے عمل سے ظاہر نہیں ہوتا

مِنْ اِبْنِ آدَمَ بِفِعْلِهِ وَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ فِي الْقَلْبِ .وَيُؤَيِّدُ هَذَا التَّأْوِيلَ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ فِي الصِّيَامِ رِيَاءٌ "حَدَّثَنِيهِ شَبَابَةُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ فَذَكَرَهُ يَعْنِي مُرْسَلًا قَالَ : وَذَلِكَ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْحَرَكَاتِ ، إِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّمَا هُوَ بِالنِّيَّةِ الَّتِي تَخْفَى عَنِ النَّاسِ.	،اس لئے کہ وہ دل ہی میں پوشیدہ چیز ہے اور اس بات کی تائید حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہوتی ہے کہ روزہ میں دکھاوا نہیں ہے......امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اعمال حرکات کے ساتھ ہوا کرتے ہیں، لیکن روزہ صرف نیت پر موقوف ہوتا ہے اور نیت لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الصوم،باب فضل الصوم)

خشیت الٰہی کی برکت

برادران اسلام! روزہ دار اپنے مولی کو راضی کرنے کے لئے سورج کی حرارت کو برداشت کرتا ہے، لیکن پانی کا ایک قطرہ اپنے حلق کے نیچے جانے نہیں دیتا، بھوک کی شدت پر بھی صبر کرتا ہے، لیکن کھانے کا ایک دانہ اپنے پیٹ میں جانے نہیں دیتا اور روزہ دار کے اس عمل کا کسی کو شعور نہیں ہوتا، حتی کہ وہ تنہائی میں ہوتا ہے، اس کے ساتھ کوئی اور شخص نہیں ہوتا ایسے وقت اگر وہ کچھ کھالے اور پی لے تو اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا ،تب بھی وہ کوئی چیز کھانے پینے کی جرأت نہیں کرتا، کیونکہ اس کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔

محض وہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان ظاہری صعوبتوں کوسہتا ہے،نفسانی خواہشات سے پرہیز کرتا ہے، گناہوں سے گریز کرتا ہے، شیطان کے وسوسوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں روزہ کودوزخ کی آگ سے بچنے کی''ڈھال'' کہا گیا۔

چونکہ روزہ دار جب اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ہمہ تن مصروف ہوجاتا ہے اور شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سے وہ اپنے دامن کو بچالیتا ہےتو''روزہ''اس کے حق میں دوزخ کے لئے ڈھال بن جاتا ہےاور اسے روزہ کے باعث دوزخ سے چھٹکارا نصیب ہوجاتا ہے۔

روزہ دار کے لئے رحمتوں کی سوغات

حضرات! جب روزہ دار اپنے مولا کا قرب حاصل کرنے کے لئے' اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ روزہ ادا کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کرتا ہے،نفسانی خواہشات کو پامال کردیتا ہےتو رب العالمین نے روزہ دار بندہ کواپنی خوشنودی سے سرفراز کرنے اور اسے اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے، جس کی خبر ہمیں نبی برحق' مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، چنانچہ ایک موقع پر حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کونصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأقبل على أسامة بن زيد	حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا، میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

فقال يا أسامة عليك بطريق الجنة وإياك أن تختلج دونها فقال يا رسول الله ما أسرع ما يقطع به ذلك الطريق قال بالظمإ في الهواجر وكسر النفس عن لذة الدنيا. ياأسامة عليك بالصوم فإنه يقرب إلى الله أنه ليس شيء أحب إلى الله من ريح فم الصائم ترك الطعام والشراب لله عز وجل فإن استطعت أن يأتيك الموت وبطنك جائع وكبدك ظمآن فافعل فإنك تدرك شرف المنازل في الآخرة وتحل مع النبيين ويفرح الأنبياء بقدوم روحك عليهم	آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اے اسامہ! تم جنت کی راہ پر گامزن رہو اور اس کے علاوہ راستہ پر چلنے سے بچتے رہو! تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس راستہ پر تیزی سے پہنچانے والی کونسی چیز ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرمیوں میں پیاسا رہنا اور دنیوی خواہشات سے نفس کو روکنا۔ اے اسامہ! تم روزہ رکھا کرو! کیوں کہ وہ اللہ تعالی کا قرب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو سے اور اس کے کھانے پینے کو رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑنے سے بہتر کوئی پسندیدہ چیز نہیں، اگر تم ایسا کرسکتے ہو کہ تمہارے انتقال کے وقت تمہارا پیٹ بھوکا اور جگر پیاسا ہو' تو تم ایسا کرو! جس کے سبب تم آخرت میں بلند مقامات پالوگے اور انبیاء کرام کی خدمت میں رہوگے، اور تمہارے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ سے وہ خوش ہوں گے

ویصلی علیک الجبار تعالی ..... اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم پر رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(تاریخ دمشق ، حرف الالف ، اسامہ بن زید بن حارثہ)

روزہ عملی واخلاقی تربیت کا ضامن

حضرات! روزہ کے منجملہ فوائد میں یہ بھی ہے کہ اس میں روزہ دار کی عملی واخلاقی تربیت ہوتی ہے، وہ نعمتوں کی قدردانی کرنے والا اور خدا کی عطا پر شکر کرنے والا بنتا ہے، مصائب ومشکلات پر صبر کرنے کا عادی ہوجاتا ہے اور خود کھانے پینے سے رکے رہنے کی وجہ سے غریب ونادار اور بھوک وفاقہ سے دوچار افراد سے متعلق اس کے دل میں غمگساری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

روزہ صحت کی برقراری کا باعث

برادران اسلام! طبی لحاظ سے بھی روزہ کے کئی فوائد ہیں، باضابطہ روزہ رکھنے سے انسانی صحت برقرار رہتی ہے۔طبی ماہرین کا بیان ہے کہ معدہ کو طویل وقت تک غذا سے خالی رکھنا کئی جسمانی امراض کا علاج ہے، بھوک کی وجہ سے معدہ کے فاسد مادے زائل ہوجاتے ہیں، علاوہ ازیں روزہ انسان کو درپیش ہونے والے کئی امراض کا موثر ذریعہ علاج ہے، بلڈ پریشر، نظام ہاضمہ، شوگر اور اس جیسے کئی عوارض جسمانیہ کی روک تھام کیلئے بے حد مفید ہے۔

روزہ دخول جنت کا بہترین ذریعہ

ان خوبیوں اور فوائد کے پیش نظر روزہ کو صرف رمضان کی حد تک محدود نہیں کیا

گیا، بلکہ جس طرح فرض نمازوں کے علاوہ نفل نمازیں بھی ادا کی جاتی ہیں، صدقہ واجبہ اورزکوۃ کے علاوہ نفل صدقہ، خیرات اورعطیات دئے جاتے ہیں؛ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل روزہ کی بھی ترغیب دلائی اوراسے جنت میں داخل ہونے کا بہترین ذریعہ قرار دیا، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مُرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ .قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لاَ عِدْلَ لَهُ.ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالصِّيَامِ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا: مجھے ایسے عمل کا حکم فرمایئے؛ جو مجھے جنت میں داخل کرے! حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم روزہ کا اہتمام کرو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مماثل نہیں، میں حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہواتو آپ نے ارشادفرمایا: تم روزہ کا اہتمام کرو!۔

(مسندالامام أحمد ، حديث أبى أمامة الباهلى،22805)

روزہ میں ہرگز شریعت کی خلاف ورزی نہ کریں!

حضرات! خدائے تعالی کی یہ سرفرازی اورکرم نوازی اپنے نیکوکار، روزہ دار، عبادت گزار اور پرہیزگار بندوں کے لئے ہے، جو اپنے مولی کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے خوف کرتے ہیں اور ہمیشہ ان پر خشیتِ الٰہی طاری رہتی ہے، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ وہ معبود حقیقی کی عبادت کرتے ہیں، اسی بنیاد پر رب العالمین انہیں اپنے فضل وکرم میں لے لیتا ہے،ان ہستیوں سے قطع نظر جو بندے خدائے تعالیٰ کی

نافرمانی کرتے ہیں، اس کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں، وہ عبادت تو ضرور کرتے ہیں، لیکن اس میں اخلاص نہیں ہوتا، وہ روزہ تو رکھتے ہیں؛ لیکن گناہوں سے نہیں بچتے تو ایسے افراد کی عبادت دربارِ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل نہیں کرتی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (روزہ میں) جھوٹ بات اور بے ہودہ عمل کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور......حدیث نمبر 1903)

حضرات! ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس متبرک مہینہ کی قدر کریں، روزوں اور تراویح کا اہتمام کریں، بلا عذر شرعی روزہ نہ چھوڑیں اور بطورِ خاص روزہ کی حالت میں ناجائز وحرام کاموں کے علاوہ مکروہات ومشتبہات سے بھی بچتے رہیں۔

نمازِ تراویح کا حکم

سامعین محترم! ماہ رمضان کے خصوصی اعمال میں سے ایک عمل ''نمازِ تراویح'' بھی ہے۔ نمازِ تراویح مرد حضرات اور خواتین دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے، مسجد میں باجماعت نماز تراویح ادا کرنا' مرد حضرات کے لئے سنت کفایہ ہے، اگر کسی محلّہ کے تمام افراد جماعت ترک کردیں تو سب سنت کو چھوڑنے والے قرار پائینگے۔

درمختار میں ہے:

(التراویح سنة) مؤکدة	نمازتراویح مرد حضرات اور خواتین
(للرجال والنساء) ...... (والجماعة	کے لئے سنت مؤکدہ ہےاوراس میں
فیها سنة علی الکفایة)	جماعت سنت کفایہ ہے۔

(الدر المختار للحصکفی، کتاب الصلاة ؛مبحث صلوۃالتراویح باب الوتر والنوافل، ج،1،ص520)

نمازِ تراویح کی فضیلت

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف وغیرہ میں نماز تراویح کی فضیلت سے متعلق حدیث پاک ہے:

عن أبی هریرة ان رسول	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
الله صلی الله علیه وسلم	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
قال من قام رمضان إیمانا	فرمایا: جوشخص رمضان کی راتوں میں بحالتِ
وإحتسابا غفر له ما تقدم	ایمان واخلاص قیام کرے اس کے گزشتہ گناہ
من ذنبه.	معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری؛ کتاب الصوم،باب فضل من قام رمضان،ج 1، ص269،حدیث : 2009، صحیح مسلم ، کتاب صلاة المسافرین وقصرها،باب الترغیب فی قیام رمضان،وهو التراویح، ج1ص259،حدیث :1815)

بیس رکعت تراویح

علامہ محمد بن محمد اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 786ھ) عنایہ شرح

ھدایہ میں بیس رکعات تراویح سے متعلق تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں:

روی انه صلی الله علیه وسلم خرج لیلة من لیالی رمضان وصلی عشرین رکعة فلما کانت اللیلة الثانیة اجتمع الناس فخرج وصلی بهم عشرین رکعة، فلما کانت اللیلة الثالثة کثرالناس فلم یخرج علیه الصلاة والسلام وقال: عرفت اجتماعکم لکنی خشیت أن تکتب علیکم ،فکان الناس یصلونها فرادی الی زمن عمر رضی الله عنه، فقال عمر: انی اری ان اجمع الناس علی امام واحد، فجمعهم علی ابی بن کعب فصلی بهم خمس ترویحات

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کی راتوں میں سے ایک رات رونق افروز ہوئے اور آپ نے بیس (20) رکعات نماز ادا فرمائی، پھر جب دوسری رات آئی تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان جمع ہوگئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور آپ نے بیس (20) رکعات نماز پڑھائی، پھر جب تیسری رات آئی، صحابہ کرام بڑی تعداد میں جمع ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز نہیں ہوئے، ارشاد فرمایا: میں تمہارے جمع ہونے کو جانتا ہوں لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض قرار دی جائے چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ تک علحدہ علحدہ نماز ادا کرتے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بہتر سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کردوں، پھر آپ نے انہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کردیا تو انہوں نے پانچ ترویحات،

عشرين ركعة. بیس رکعات پڑھائی۔

(العناية شرح الهداية للبابرتی کتاب الصلاة،باب النوافل، فصل فی قیام شهر رمضان)

حضرات محترم! مذکورہ روایت کے ساتھ دیگر روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین راتیں باجماعت نماز تراویح ادا فرمائی پھر اس اندیشے سے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہوجائے تشریف نہیں لائے، باقی مہینہ، کاشانۂ اقدس میں نماز ادا فرماتے رہے، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نماز تراویح باجماعت ادا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے، علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو تحسین فرمائی۔

جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف میں مرفوع روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أُنَاسٌ فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِد فَقَالَ مَا هؤُلاَءِ فَقِيلَ هؤُلاَءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآن وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' آپ نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، کیا دیکھتے ہیں کہ صحابہء کرام رضی اللہ عنہم رمضان شریف میں مسجد کے ایک گوشہ میں نماز ادا فرما رہے ہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو عرض کیا گیا: یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے کامل طور پر قرآن کریم حفظ نہیں کیا ہے، اور حضرت اُبی بن کعب

يُصَلُّونَ بِصَلاتِهِ .فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا .

امامت کررہے ہیں اور یہ صحابہ اُن کی اقتداء میں نماز ادا کررہے ہیں،تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے درست کیا اور کیا ہی اچھا عمل کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع ،باب فی قیام شهر رمضان،ج: 1،ص195، حدیث :1379)

بیس رکعات کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل سے

عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في شهر رمضان بعشرين ركعة والوتر۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بیس (20) رکعات تراویح اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة ج5ص 225، باب 681، حدیث 7774،مسند عبدبن حمید، مسند ابن عباس رضی الله عنهما ، حدیث 655.،شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج 5،ص154۔،السنن الکبری للبیهقی ، کتاب الصلوة ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام ،ج2،ص698، حدیث 4615۔،المعجم الاوسط للطبرانی ، باب الالف من اسمه احمد، ج:1،ص444 ، حدیث 802،المعجم الکبیرللطبرانی ،ج:5،ص433، حدیث 11934۔ ،الاستذکار،لا بن عبد البر، باب ما جاء فی قیام رمضان، حدیث 222،التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید،لابن عبد البر ،ج8،ص115۔،مجمع الزوائدومنبع الفوائد الهیثمی، باب قیام رمضان،ج 3،ص172،حدیث . 5018۔ ،خلاصة الاحکام فی مهمات السنن وقواعد الاسلام

للنووی، ج1ص579، حدیث 1971۔۔،نصب الرایة فی تخریج أحادیث الھدایةللزیلعی، کتاب الصلاة، فصل فی قیام شھر رمضان۔،فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی، باب فضل من قام رمضان۔ ،المطالب العالیة لا بن حجر العسقلانی ، کتاب النوافل ، باب قیام رمضان،ج1ص425 حدیث 598۔ ،التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ، باب صلاة التطوع ، ج2 ص882،حدیث1676۔)

بیس رکعات تراویح پر صحابۂ کرام کا عمل واجماع

سامعین محترم! سنن ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ماہ رمضان میں مسجد کے اندر باجماعت نماز تراویح ادا کی' بیس رکعات تراویح کی تعداد کا ذکر دیگر متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ عہد فاروقی ،عہد عثمانی ،عہد علوی میں اوراس کے بعد کے ادوار میں اسی پر عمل ہوا۔

صاحب تبیین الحقائق علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

ولنا ماروی البیھقی باسناد صحیح انھم کانوا یقومون علی عھد عمر رضی اللہ عنہ بعشرین رکعة وعلی عھد عثمان	اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 458ھ) نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تراویح بیس رکعات ادا کیا کرتے ،اوراسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اورحضرت علی مرتضی رضی اللہ

وعلـى مثلـه فصـار اجماعا.	عنہ کے دور خلافت میں عمل جاری رہا اور (بیس رکعات تراویح پر) صحابۂ کرام کا اجماع ہو گیا۔

(تبیین الحقائق، کتاب الصلوٰۃ باب الوتر و النوافل، ج:1، ص443)

☆حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری (متوفی 1014ھ) نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں تحریر فرمایا ہے:

لـكـن أجـمـع الصحابة على أن التراويح عشرون ركعة.	بہر حال صحابہ کرام نے نماز تراویح بیس (20) رکعات ہونے پر اجماع و اتفاق کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب قیام شهر رمضان، ج:2، ص175)

بیس رکعات پر مہاجرین و انصار کا اتفاق، علامہ ابن تیمیہ کی صراحت

حاضرین کرام! غیر مقلد حضرات کے معتمد علیہ، علامہ ابن تیمیہ (متوفی:728ھ) کی مجموع الفتاوی میں ہے:

قـدثبـت ان ابـى بـن كـعـب كـان يـقـوم بالناس عشرين ركعة فـى قيـام رمـضـان ويـوتـر بثـلاث فـرأى كثير مـن الـعـلـمـاء ان ذلك هـوالسنة لانـه اقـامـه بين المهاجرين والانصار ولم	یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں بیس رکعات کی امامت فرماتے اور تین رکعات وتر پڑھاتے، لہذا بہت سارے علماء کی رائے ہے کہ یہی سنت ہے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ عمل مہاجرین و انصار کی موجودگی میں کیا

ینکرہ منکر . اور انکار کرنے والے نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(مجموع الفتاوی ج23باب صلوۃ التطوع ص112۔)

نیز شیخ ابن تیمیہ کے فتاوی میں لکھا ہے:

وھو الذی یعمل بہ اکثر المسلمین بیس رکعات تراویح پر اکثر مسلمانوں کا عمل ہے۔

(مجموع الفتاوی ج23' باب صلوۃ التطوع، ص112۔)

(اس سلسلہ میں مزید تفصیلات جاننے کے لئے مصنفِ کتاب کی تالیف ''بیس رکعت تراویح' ایک تجزیہ'' ملاحظہ کریں!)

اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمیں رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں اور عنایتوں سے مالا مال فرمائے، احکام شریعت پر پابندی کرنے اور برائیوں سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

a

k

زکوۃ، اسلام کا رُکن، قرب الٰہی کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! دین اسلام ایک آفاقی دین ہے، جس میں امن وآشتی، چین وسلامتی کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ وہ مذہب ہے جو آپسی اتحاد ویکجہتی اور اخوت و بھائی چارگی کا پیغام دیتا ہے، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور باہمی رواداری سکھاتا ہے، مفلوک الحال اور غریبوں کی مدد کے جذبہ کو فروغ دیتے ہوئے دین اسلام نے ایمان والوں پر زکوۃ فرض کی ہے، زکوٰۃ اسلام کا چوتھا رکن ہے اور نماز کے بعد سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت اسی کو حاصل ہے۔

قرآن کریم میں زکوۃ کا ذکر (32) مقامات پر نماز کے ساتھ آیا ہے اور پندرہ (15) مقامات پر صدقہ کا لفظ ''زکوۃ'' کے معنی میں شامل ہے، ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر آنا اس کی حیثیت کو اور اونچا درجہ دے رہا ہے۔

عبادت کا مقصد قرب خداوندی اور خدمت خلق

حضرات! عبادت کے دو بنیادی فوائد ہیں، ایک تو یہ کہ بندہ اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرے، دوسرا یہ کہ اپنے مولیٰ کی عبادات کرتے ہوئے خلق خدا کی حاجت روائی کرے، لوگوں کی مدد کرے، ان کا تعاون کرے اور زکوۃ کے اندر یہ دو باتیں بھی موجود ہیں۔

ادائی زکوۃ کے ذریعہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اس معنی میں حاصل کرتا ہے کہ وہ ایک مخصوص مقدار میں مخصوص مال کا مالک ہوتا ہے اور جب اس میں احکام شرع کے اعتبار سے زکوۃ نکالتا ہے، تو مال کی محبت اور دنیا میں سرمایہ اکٹھا کرنے کا جذبہ اس کے دل سے نکلتا ہے اور وہ صرف اپنے رب کی رضا کا طلبگار رہتا ہے کہ میں نے جو دولت جمع کی ہے؛ وہ میری محنتوں سے جمع نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ دولت مجھے رب کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، کمایا تو ضرور میں نے، لیکن اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دیتا ہوتا، تو کبھی سرمایہ جمع نہیں ہوتا۔

خدائے کریم نے اپنے کرم سے اس میں برکتیں دی ہیں، تبھی تو میں الحمدللہ یہ سرمایہ حاصل کر پایا ہوں، اب اس کا حکم ہے کہ میں اس کی راہ میں خرچ کروں، اس کے بندوں کی مدد کروں، چنانچہ بندۂ مومن جب مال خرچ کرتا ہے اور اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اسے روحانی ترقی ملتی ہے، قلب کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے پھر یہ کہ بندوں کی حاجتیں بھی پوری ہوتی ہیں۔

زکوۃ کی منجملہ حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت کا مرکز بن جائے، دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل جائے، وہ حرص وہوس کا غلام

نہ بنے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا تابعِ فرمان بنے!

خدائے تعالیٰ اُمراء کی طرح غرباء کو نوازنے پر قادر

حضرات! یادر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرمایہ داروں کو جو دولت دی ہے؛ وہ غریبوں کو بھی دے سکتا ہے، دینے والا خدا مالک وبے نیاز ہے، کسی کو اس نے مالی سطح پر اونچا درجہ دیا اور کسی کو کم درجہ دیا، تا کہ لوگ ایک دوسرے سے استفادہ کر سکیں اور آپسی رواداری اور باہمی تعاون کا ثبوت دے سکیں، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُوْنَ.	کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان کی معیشت کو ان کے درمیان بانٹ دیا ہے اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں، تا کہ ایک دوسرے سے کام لیا کریں۔ اور یہ لوگ جو جمع کر رہے ہیں؛ اس سے آپ کے رب کی رحمت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

(سورۃ الزخرف، آیت:32)

ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہر کسی کی ضروریات زندگی ایک دوسرے سے وابستہ کردی گئی، کیونکہ سب کے سب عالیشان محلوں میں ہوں گے تو انہیں تعمیر کرنے والا کون ہوگا؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے نظام ہی کچھ اسطرح رکھا کہ بندے ایک دوسرے سے اپنی حاجتیں پوری کرتے رہیں، ورنہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے لئے

روزی دینا اپنے ذمۂ کرم میں لے لیا ہے،انسان تو کیا زمین پر سانس لینے والے ہر جاندار کو وہی رزق عطا فرماتا ہے،ارشاد ہورہا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

اور روئے زمین پر جتنے چوپائے رہتے ہیں؛ سب کا رزق اللہ ہی نے اپنے ذمۂ کرم میں لے لیا ہے۔

(سورۃ ھود،آیت:6)

یہ خدائے رزاق ورحیم کی شان ہے کہ بھوکا اٹھاتا ہے،لیکن کسی کو بھوکا سلاتا نہیں،اپنے بندوں کو سرفراز کرکے ہی سلاتا ہے۔

زکوۃ غرباء کا حق؛ جو انہیں لوٹایا جاتا ہے

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کی یہ نوازشیں ہیں اوراسی طرح اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی دوسروں کا خیال کرنے والے بنیں اور دوسروں کی حاجتیں پوری کرکے صفت الٰہی کے مظہر بنیں،کلام الٰہی میں اللہ تعالی نے اپنے پرہیزگار،عبادت گزار بندوں کا تذکرہ فرمایااوران کی سخاوت وفیاضی کوامت کے لئے نمونہ بنایا،چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ

اوران کے مالوں میں ان کا حق ہے جو مانگتے ہیں اوران کا جو لوگوں کے سامنے اپنی ضرورت کا تذکرہ بھی نہیں کرتے۔

(سورۃ الذاریات،آیت:19)

انہی حقوق کی تکمیل کرواتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا فریضہ عطا کیا،حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کی ترغیب فرماتے ہوئے ایک نہایت ہی پیارا فرمان

جاری کیا ہے؛ جس سے ہماری فکر کو یہ آگہی اور روشنی ملتی ہے کہ ہم کسی غریب کو اپنی ذاتی دولت نہیں دیتے ، بلکہ اس کا حق جو ہم نے اپنے پاس روکے رکھا تھا؛ اسی کو لوٹا دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی بنا کر روانہ فرمایا تو انہیں چند ہدایات بھی فرمائی تھیں، منجملہ ان کے یہ بھی ارشاد فرمایا:

فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ،	تم انہیں یہ خبر دو کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو مالداروں سے لی جائے گی اور محتاجوں کو لوٹا دی جائے گی۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اخذالصدقة من الاغنیاء، حدیث نمبر: 1496)

یہاں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوۃ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

"فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِم" کہ وہ غریبوں کو لوٹا دی جائے گی، یہ نہیں فرمایا کہ مالداروں سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی ، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ غریبوں پر رد کی جائے گی یعنی انہیں لوٹا دی جائے گی، حالانکہ لوٹانا الگ بات ہے اور دینا، عطا کرنا الگ حیثیت رکھتا ہے،؛ اسی سے زکوۃ کا فلسفہ واضح ہوا۔

زکوۃ کی سپردگی غریب پر ہرگز احسان نہیں!

واضح رہے کہ زکوۃ دینے والا غریب کو رقم دے کر کوئی احسان نہیں کر رہا ہے، بلکہ اسی کی رقم لوٹا رہا ہے، لوٹانا اسی وقت کہتے ہیں: جب کوئی کسی کی ملکیت اس کے مالک کو لوٹاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مالدارو! تم تمہارے اموال میں سے کسی محتاج کو جو زکوۃ دیتے ہو؛ وہ اسی کا حصہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے حصہ کو تمہارے مال میں رکھا ہے، جو تم اسے لوٹا رہے ہو۔

حضرات! جب انسان کو یہ فکر مل جاتی ہے تو وہ زکوۃ کی ادائیگی کے باب میں کسی پر احسان نہیں جتاتا اور اگر کوئی احسان جتاتا بھی ہے اور مال دے کر خوش کرنے کے بجائے کسی کا دل دکھاتا ہے تو اسکا ثواب رائگاں کر دیا جاتا ہے اور اس کی نیکی برباد ہو جاتی ہے، چنانچہ رب العزت نے ہمیں اس بات پر آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ	اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دل دکھا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو؛ جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:264)

اس آیت مبارکہ میں ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی کی مدد کر کے احسان جتانا بھی نہیں چاہیئے اور اپنا احسان یاد دلا کر اس کا دل دکھانا بھی نہیں چاہیئے اور نہ ریا کاری و دکھاوا کرتے ہوئے اپنے صدقات و خیرات کو رائگاں کرنا چاہیئے۔

ادائی زکوۃ سے مال میں برکت اور اس کی حفاظت ہوتی ہے

اگر کوئی شخص کسی کی مدد کرتا ہے، کسی پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تو گویا وہ اپنے لئے اور اپنی آخرت کے لئے ذخیرہ کر رہا ہے، مال بظاہر کم ہوتا نظر آتا ہے، مگر حقیقت میں بڑھ جاتا ہے، یہ ایسی حقیقت ہے؛ جس کا وعدہ خود خالق کائنات نے فرمایا ہے کہ وہ بندہ کے لئے اس کی دولت میں خوب فراوانی عطا کرتا ہے، خطبہ میں جس آیت مبارکہ کے تلاوت کی گئی، اس میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ .	اور جو تم سود دیتے ہو؛ تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو وہ اللہ کے پاس نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ ادا کرتے ہو؛ جس سے اللہ کی رضا چاہتے ہو، تو ایسے لوگ ہی (اپنے مال کو) بڑھانے والے ہیں۔

(سورۃ الروم،آیت:39)

زکوۃ کو مقرر کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اپنے مال کی زکوۃ دینے والے خوش نصیب' خدا کی راہ میں خرچ کر کے اپنی رقم کو بڑھایا کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرنے سے سرمایہ بڑھ جاتا ہے اور اس میں برکت ہوتی ہے، اسی لئے زکوۃ کے ایک معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں، زکوۃ سے انسان کا دل پاک ہوتا ہے، دل کی صفائی ہوتی ہے، مال بھی بڑھتا ہے اور اس میں ترقی بھی ہوتی ہے۔

زکوۃ کی اہمیت اور اسے ادا کرنے کے فوائد میں متعلق کئی احادیث شریفہ وارد ہوئے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ زکوۃ ادا کرنے سے مال محفوظ ہو جاتا ہے، امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَدَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ.	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے اموال کو زکوۃ ادا کر کے محفوظ کرلو اور اپنے بیماروں کا صدقہ وخیرات کے ذریعہ علاج کرو!

(المعجم الکبیر للطبرانی،من مسند عبد اللہ بن مسعود،حدیث نمبر10044)

زکوۃ ادا نہ کرنے پر آخرت میں جسم کو داغا جائے گا!

حضرات! ان فوائد وفضائل کے باوجود اگر کوئی زکوۃ ادا نہ کرے اور اسے اپنے پاس جمع کر کے رکھے تو ایسے شخص کو قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں سخت عذابوں کی خبر دی گئی ہے، چنانچہ سورۂ توبہ میں رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ .	اور جو لوگ اپنے پاس سونے اور چاندی کو محفوظ رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے!۔

(سورۃ التوبۃ، آیت: 34)

حضرات! جو لوگ مال کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں اللہ رب العزت نے واضح طور پر آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے کے سبب اُنہیں دردناک عذاب دیا جائے گا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ	(حشر کے) دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔

ایسا دردناک عذاب دیتے ہوئے ان سے کہا جائیگا:

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا	یہ وہ مال ہے؛ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، اب اُس (مال) کا مزہ چکھو! جسے تم جمع

كُنتُمْ تَكْنِزُونَ — کرتے تھے۔

(سورة التوبة،آیت:35)

زکوۃ ادانہ کرنے پر مال زہریلا سانپ بن کرڈسے گا!

برادران اسلام! زکوۃ ادانہ کرنے پر مال کا وزنی طوق بنادیا جائیگا اور زکوۃ ادانہ کرنے والے بخیل کے گلے میں ڈال دیا جائے گا،اس طرح کے مختلف عذابوں میں زکوۃ نہ دینے والے کو مبتلا کیا جائے گا،سورۂ آل عمران میں ارشادہورہا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور جولوگ بخل کرتے ہیں؛اس چیز میں جواللہ تعالی نے اُنہیں اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں! بلکہ وہ ان کے لئے براہے، وہ جس میں انھوں نے بخل کیا تھا؛اُسے قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔

(سورة ال عمران،آیت: 180)

زکوۃ ادانہ کرنے والے بخیلوں کے گلے میں جوطوق ڈالا جائے گا،اس کی تفصیل وتفسیر ہمیں احادیث شریفہ سے ملتی ہے،صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً ، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَوتَهُ مُثِّلَ لَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے'انہوں نے فرمایا' حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال عطا کیا اوراس نے مال کی زکوٰۃ ادانہیں کی تو قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيْبَتَانِ ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ ، أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلاَ (وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ) الآيَةَ .	اس کا مال اس کے لئے نہایت زہریلا سانپ بنادیا جائے گا ، اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، (اس قسم کا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے۔) یہ سانپ قیامت کے دن طوق کی طرح اس شخص کی گردن میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ کر کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں' میں تیرو ہ اخزانہ ہوں؛ (جس کی تو نے زکوٰۃ نہ دی۔)

پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: اور جو لوگ بخل کرتے ہیں؛ اس چیز میں جو اللہ تعالی نے اُنہیں اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں! بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے' وہ جس میں بخل کئے تھے؛ قیامت کے دن اُسے ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔

(سورة ال عمران، 180،صحیح البخاری ، کتاب الزکوٰۃ ، باب اثم مانع الزکوٰۃ ، حدیث نمبر:1403)

مال زکوۃ کے سانپ بنائے جانے کی وجہ؟

برادران اسلام! زکوۃ کے مال کو قیامت کے دن خطرناک زہریلے سانپ کی صورت میں بنادیا جائے گا، رب ذوالجلال چاہتا تو کسی اور طریقہ سے بھی زکوۃ ادا نہ کرنے کی سزا دے سکتا تھا، لیکن اس کے لئے سانپ کے ذریعہ سزا دینے کا انتخاب فرمایا، اس سلسلہ میں حضرت ابوالحسنات محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مناسب

توجیہ بیان فرمائی، چنانچہ رقمطراز ہیں:

زکوٰۃ مال کا میل ہے اور نجاست ہے، اسی لئے زکوٰۃ کا مال کھانے سے منع کیا گیا ہے کہ تمام مال کی نجاست زکوٰۃ میں جمع ہو جاتی ہے اور باقی مال پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ پاک کمائی سے کمایا گیا ہو۔ جیسے کنویں میں چوہا گرنے سے سب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو چند ڈول پانی نکالنے سے باقی پانی پاک ہو جاتا ہے، ایسا ہی زکوٰۃ دینے سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے، چند ڈول پانی نہ نکالا جائے تو کنویں کا سارا پانی ناپاک ہی رہتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے نہ دینے سے تمام مال نجس کا نجس ہی رہتا ہے اور اس کی نجاست قیامت میں ظاہر ہوگی۔...... جس طرح نجاست میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح یہ نجس مال سانپ بن کر زکوٰۃ نہ دینے والے کے گلے میں لپٹ کر ڈسنا شروع کرے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں جو تو نے خدائے تعالیٰ کا حق نہ دے کر جمع کیا تھا۔

(مواعظ حسنہ، ج1، ص193/194)

زکوۃ کا نصاب مقرر کرنے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے زکوۃ کے نصاب کی تفصیل بتائی، ورنہ قرآن کریم میں آپ کو واضح طور پر کہیں نہیں ملے گا کہ سونے پر اتنی زکوۃ فرض ہے، تجارت میں اتنا مال ہو تو زکوۃ فرض ہے یا زمین سے جو اناج اور معدنیات برآمد ہو رہی ہیں ان کی بھی زکوۃ ادا کی جائے، کھیتی باڑی میں اتنی مقدار میں زکوۃ نکالی جائے، اللہ نے اپنے کلام میں صراحت کے ساتھ کہیں نہیں فرمایا، رب العالمین نے

جا بجا زکوۃ کا تذکرہ فرمایا، لیکن کہیں اس کی مقدار نہیں بتائی، بلکہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا ہے، کتنی مقدار میں زکوۃ فرض ہے، اس کی ادائیگی کی کیا شرائط ہیں اور کیا احکام ہیں؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنے تشریعی اختیار سے اس کا تعین فرمایا، حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے ہی اسے مقرر فرمایا کہ رقم کتنی مقدار میں دینی چاہیئے، اس کی وضاحت بھی فرمائی، چنانچہ سونے اور چاندی کے نصاب سے متعلق سنن ابوداود شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا

حضرت عاصم بن ضمرۃ اور حضرت حارث اعور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس دوسو (200) درہم ہوں اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں پانچ درہم (بطور زکوۃ دینا واجب ہے) اور سونے میں تم پر کوئی چیز واجب نہیں، یہاں تک کہ تمہارے لئے بیس (20) دینار ہوں تو جب تمہارے لئے بیس دینار ہوجائیں اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں آدھا دینار ہے، پھر

نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ اس پر جو اضافہ ہو؛ اس کے حساب سے (زکوۃ فَبِحِسَابِ ذٰلِکَ. واجب ہوگی۔)

(سنن ابی داود، کتاب الزکوۃ، باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث نمبر:1575)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس دوسو(200) درہم چاندی ہو یا بیس (20) دینار سونا ہو تو اس پر زکوۃ فرض ہے، اس میں چالیسواں حصہ زکوۃ نکالنا چاہئے۔

زکوۃ کس شخص پر فرض ہے؟

واضح رہے کہ دین اسلام نے اپنے سایہ میں زندگی گزارنے والے ہر شخص پر زکوۃ فرض نہیں کی ہے، ورنہ غریب محتاج لوگ جن کے پاس دووقت کی روٹی صحیح طور پر میسر نہیں ہوتی ان پر بھی زکوۃ ادا کرنا فرض ہوتا، چونکہ اسلام کا قانون ہر کسی کی زندگی کو چین وسکون اور راحت بخشنے والا قانون ہے، اسی لئے شریعت نے صرف ایسے شخص پر زکوۃ فرض کی ہے جو اپنے پاس مال ودولت اور سونا اور چاندی رکھتا ہو اور اس پر مکمل سال گزر جائے، اس کے ذمہ کسی کا قرض نہ رہا ہو، اگر قرض تھا تو قرض کو نکالنے کے بعد کوئی بیس (20) دینا رسونے کا یا دوسو(200) درہم چاندی کا یا ان کی قیمت کا مالک رہا ہو اور وہ مال اس کے قبضہ وملکیت میں رہا ہو تو یہ صاحب نصاب ہے، ایسے شخص پر رضاء الٰہی کی خاطر اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا اور زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔

موجودہ دور میں نہ تو درہم کا سکہ چلتا ہے اور نہ دینار کا رواج ہے، اب اس وقت دھات کے سکے اور کاغذی نوٹ چل رہے ہیں، اب ایسی صورت میں زکوۃ کی ادائیگی کا سلسلہ کیا ہونا چاہئے؟۔

حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے جو نصاب مقرر کیا ہے؛ نصاب تو وہی مقرر ہوگا۔

اس سلسلہ میں حضرت عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحقیق فرمائی اس کے مطابق موجودہ گراموں میں بٹاون کیا جائے تو بیس دینار کے ساٹھ (60) گرام، سات سو پچپن (755) ملی گرام ہوتے ہیں۔ دوسو (200) درہموں کے چار سو پچیس (425) گرام، دوسو پچاسی (285) ملی گرام ہوتے ہیں۔

اگر کسی کے پاس ساٹھ (60) گرام، سات سو پچپن (755) ملی گرام سونا ہو یا چار سو پچیس (425) گرام، دوسو پچاسی (285) ملی گرام چاندی ہو یا اس مقدار کے مماثل رقم ہو یا سامان تجارت ہو اور اس شخص کے پاس وہ رقم یا مال ایک سال تک موجود رہے تو ایسا شخص صاحب نصاب کہلائے گا اور اس پر زکوۃ کی ادائیگی فرض ہو جائے گی۔

البتہ شمالی ہند کے علماء کرام کی تحقیق کے بموجب مروجہ گراموں میں سونے کا نصاب ستاسی (87) گرام، چار سو اسی (480) ملی گرام اور چاندی کا نصاب چھ سو بارہ (612) گرام تین سو ساٹھ (360) ملی گرام ہوتا ہے۔

دھات کے سکے اور کاغذی نوٹ بظاہر تو سونا چاندی نہیں، لیکن وہ ایک متعین مقدار میں سونا یا چاندی کی حیثیت ضرور رکھتی ہے، کیوں کہ وہ حکومت کے نزدیک سونا یا چاندی کے بدلہ دستاویز ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اگر دھات کے سکے یا کاغذی نوٹ بھی مذکورہ سونے یا چاندی کے برابر ہو تو اس میں بھی زکوۃ واجب رہیگی۔

حضرات ! واضح رہے کہ زکوۃ صرف سونا اور چاندی تک محدود نہیں ! بلکہ زکوۃ تجارتی مال، تجارتی اشیاء اور جانوروں وغیرہ میں بھی فرض ہے، جبکہ وہ نصاب کو پہونچے۔

(اس سلسلہ میں مزید تفصیلات جاننے کے لئے احقر (مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی) کی کتاب ''مسائل زکوۃ' عصر حاضر کے تناظر میں'' ملاحظہ کریں!)

مالِ زکوۃ کیسے افراد تک پہنچایا جائے؟

زکوۃ کی رقم کیسے افراد تک پہنچائی جائے اور اس کے مستحق کیسے افراد ہیں؛ اس کی وضاحت ہمیں کلام مجید میں ملتی ہے، ارشاد الٰہی ہے :

إِنَّـمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ	بلاشبہ صدقات (زکوٰۃ) فقیروں' مسکینوں اور اُس
وَالْـمَسٰـكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ	کی وصولی پر مقرر کئے گئے کارکنوں کے لئے ہیں اور
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ	اُن کے لئے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ	کرنا مقصود ہو اور غلاموں کو آزاد کروانے میں اور
وَفِـي سَبِيْـلِ الـلّٰـهِ وَابْنِ	قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ
السَّبِيْـلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ	میں اور مسافروں کے لئے ہیں، یہ اللہ کا فریضہ ہے
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ	اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

(سورۃ التوبۃ، آیت:60)

سورۂ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالٰی نے آٹھ (8) مصارف بیان فرمائے؛ جن میں زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ ہمارے معاشرہ اور ماحول میں ہم زکوۃ ایسے شخص کو دے سکتے ہیں، جو سادات کرام سے نہ ہو اور صاحب نصاب نہ ہو یعنی اس شخص پر زکوۃ فرض نہ ہو؛ وہ شخص زکوۃ کی رقم حاصل کرنے کا مستحق ہے۔

کن افراد کو زکات نہیں دی جاسکتی؟

ادائیگی زکوۃ میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ اپنے اصول یعنی والد، والدہ، دادا، دادی اور نانا، نانی، اسی طرح اوپر کے تمام ددھیالی ونھیالی رشتہ داروں کو زکات دینا درست نہیں۔اور فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور نیچے تک کی تمام اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں! ونیز شوہر، بیوی بھی آپس میں ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔

ان کے سوا دیگر رشتہ دار اگر مستحقِ زکوۃ ہوں، سادات نہ ہوں تو دیگر افراد کو زکوۃ دینے کے بالمقابل رشتہ داروں کو زکوۃ دینا بہتر ہے، کیوں کہ اپنے رشتہ داروں کو زکوۃ دینے کے سبب دوہرا ثواب حاصل ہوتا ہے، ایک تو زکوۃ ادا کرنے کا، دوسرے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الرَّبَابِ عَنْ عَمِّهَا سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ ......الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ، صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ .

حضرت رباب اپنے چچا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:......مسکین پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا صلہ رحمی وصدقہ دونوں کو شامل ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزکوٰۃ،باب ماجاء الصدقۃ علی ذی قرابۃ،حدیث نمبر: 660)

زکوۃ ادا کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے مستحق بھائیوں اور بہنوں کو زکوۃ دے، پھر ان کی اولاد کو پھر دیگر قرابتداروں میں چچا، پھوپی، پھر ان کی اولاد، پھر ماموں، خالہ اور ان کی اولاد کا لحاظ رکھے۔

صدقہ فطر' فضائل واحکام

حضرات! اسلام نے معاشرہ کے ضرورتمند وتنگدست افراد کو خوشیوں میں شریک کرنے کی تاکید کی اور بڑے چھوٹے مرد وعورت پر صدقہ واجب کر دیا تاکہ غریب ونادار افراد کو بھی عید کی خوشیوں سے حصہ مل سکے۔

علامہ علی متقی ہندی حنفی (متوفی 974ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے کنز العمال میں خطیب اور ابن عساکر کے حوالہ سے حدیث پاک ذکر فرمائی:

لا یزال صیام العبد معلقا بین السماء والأرض حتی یؤدی صدقۃ الفطر." الخطیب وابن عساکر عن أنس".

بندۂ مؤمن کا روزہ اس وقت تک آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ وہ صدقۂ فطر ادا نہ کرے۔

(کنزالعمال، کتاب الصوم من قسم الاقوال، حدیث نمبر:24130)

صدقۂ فطر کا حکم

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے موقع پر ہر چھوٹے بڑے مرد وعورت کی جانب سے صدقۂ فطر دینے کا حکم فرمایا اور نماز عید سے پہلے ہی صدقہ کرنے کی تاکید فرمائی۔

جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک مذکور ہے:

عن الحسن قال خطب ابن عباس الناس فی آخر رمضان فقال یا اهل البصرة ادوا زكاة صومكم قال فجعل الناس ينظر بعضهم الى بعض قال من هاهنا من اهل المدينة قوموا فعلموا اخوانكم فانهم لا يعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة رمضان نصف صاع من بر او صاعا من شعير او صاعا من تمر على العبد والحر والذكر والانثى.

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ماہ رمضان کے آخر میں لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اے اہل بصرہ! تم اپنے روزوں کی زکوۃ ادا کرو۔ راوی کہتے ہیں لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، تو آپ نے فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ اٹھو اور اپنے بھائیوں کو سکھاؤ! کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام و آزاد مرد وعوت پر رمضان کا صدقہ آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور مقرر فرمایا ہے۔

(مسند الامام احمد، حدیث نمبر3349)

صدقۂ فطر کا وجوب

صدقۂ فطر واجب ہے، اس کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں: (1) آزاد ہونا۔ (2) مسلمان ہونا۔ (3) کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی حاجت سے زائد ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

صدقۂ فطر اس آزاد مسلمان شخص پر واجب ہے جس کے پاس اتنا مال ہو جو

نصاب تک پہنچتا ہو، اصلی حاجت سے زائد اور قرض سے فارغ ہو۔

صدقہ فطر اور زکوۃ کا نصاب ایک ہی ہے البتہ صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا اور اس پر ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے جبکہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا اور اس پر ایک سال گزرنا شرط ہے۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية كذا في الاختيار شرح المختار، ولا يعتبر فيه وصف النماء ويتعلق بهذا النصاب وجوب الأضحية ووجوب نفقة الأقارب هكذا في فتاوى قاضي خان

(فتاوی عالمگیری ج1' کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ص 191)

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر گیہوں کی شکل میں ادا کرنا ہو تو آدھا صاع اور اگر جَو یا کھجور یا مُنقّٰی ہو تو ایک صاع دینا چاہیے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وانما تجب صدقة الفطر من اربعة اشياء من الحنطة والشعير والتمر والزبيب. . . وهي نصف صاع من بر او صاع من شعير او تمر.

(فتاوی عالمگیری ج1' کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ص 191)

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

کے پیش نظر مروجہ گراموں میں آدھا صاع ایک کلو 106 گرام کے معادل ہوتا ہے۔

البتہ شمالی ہند کے علماء کرام کی تحقیق کے مطابق آدھا صاع دو (2) کلو سینتالیس (47) گرام کے برابر ہے۔

قیمت دینا افضل ہے

گیہوں، جَو اور کھجور وغیرہ میں سے کوئی چیز دینے کے بجائے اس کی قیمت دینا افضل ہے تاکہ عید کے موقع پر فقراء و مساکین رقم کے ذریعہ اپنی متعلقہ ضرورت کی تکمیل کرسکیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: **ان اداء القیمة افضل من عین المنصوص علیه و علیه الفتوی.**

(فتاوی عالمگیری ج1، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص192)

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

عید الفطر کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے، صدقۂ فطر کی ادائی کا وقت تمام عمر ہے، زندگی بھر میں کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کیا جائے اور نماز کے بعد بھی دیا جاسکتا ہے جب تک ادا نہ کیا جائے برابر واجب الاداء رہے گا، خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: **ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانی من یوم الفطر.**

(فتاوی عالمگیری، ج1، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثامن فی صدقة الفطر، ص192)

اور بدائع الصنائع میں ہے:

واما وقت ادائها فجميع العمر عند عامة اصحابنا ، ولا تسقط بالتاخير عن يوم الفطر .

(بدائع الصنائع کتاب الزکاۃ،فصل وقت اداء صدقۃ الفطر' ج 2' ص 207)

افرادخانہ کی طرف سے صدقۂ فطر دینے کا حکم

آدمی جن افرادِ خانہ کی ولایت وکفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے، جیسے نابالغ اولاد، ان کا صدقۂ فطر اس سے متعلق ہوتا ہے،لہذا اپنی جانب سے اور نابالغ اولاد کی جانب سے صدقۂ فطر دینا چاہئے، بالغ اولاد اور بیوی کی جانب سے صدقۂ فطر ادا کرنا اس کے ذمہ نہیں ہے۔

بالغ اولاد اور بیوی کی جانب سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لئے ان سے اجازت لینا ضروری نہیں !اگر ان کی اجازت کے بغیر بھی فطرہ ادا کردے تو درست ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے:**ولا يؤدي عن زوجته ولا عن اولاده الكبار وان كانوا في عياله ولوادى عنهم او عن زوجته بغير امر هم اجزأهم استحسانا كذا في الهداية وعليه الفتاوى كذا في فتاوى قاضيخان .**

(فتاو ی عالمگیری ج 1 ،کتاب الزکوٰۃ ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر' ص 193)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان کامل اور عمل صالح سے بہرہ ور فرمائے، احکام اسلام کی پابندی کرنے اور صوم وصلوۃ، حج وزکوۃ کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ادا کرنے والا بنائے۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

k

فتح مکہ، اسباب ونتائج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیناً . صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اللہ سبحانہ وتعالی نے مکہ مکرمہ کو بے شمار فضائل وکمالات سے نوازا ہے، یہ وہ مقدس شہر ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، یہ وہ بابرکت شہر ہے جہاں کعبۃ اللہ شریف ہے، جہاں حجر اسود اور چاہ زم زم ہے، جہاں صفا ومروہ اور میزاب رحمت ہے، یہی وہ باعظمت شہر ہے جس کی عظمت ورفعت کی قسم قرآن کریم میں ذکر کی گئی۔

رمضان کے مقدس مہینہ ہی میں مسلمان مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوئے اور اس فتح کو قرآن کریم نے ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیناً . (اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) بیشک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا کی ہے۔

(سورۃ الفتح، آیت:1)

برادران اسلام! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹویں سال ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کا ارادہ فرمایا اور آپ کے ہمراہ پندرہ سو (1500) جاں نثار صحابہ نے بھی عمرہ کے لئے احرام باندھا اور مکہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے، اثناء سفر حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ دشمنان دین نے کاروان اسلام کو روکنے کے لئے اپنے اطراف واکناف کے قبیلوں کو جمع کرلیا ہے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کا منشا ومقصد صرف خدا کی عبادت' خانۂ خدا کی زیارت اور عمرہ کی ادائی تھا، چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے حدیبیہ کے علاقہ میں قیام فرمایا اور قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا مقصد جنگ وجدال نہیں ہے، ہم صرف عمرہ کی ادائی کے لئے آئے ہیں، اس اطلاع کے بعد اہل مکہ کی جانب سے یکے بعد دیگرے دو تین افراد گفتگو کے لئے آئے، تاہم کوئی حل نہیں نکلا، پھر سہیل بن عمرو نامی ایک شخص آیا، بالآخر ایک معاہدہ طے پایا اور بغیر عمرہ کئے سب لوٹ آئے۔ اس حدیبیہ کے صلح نامہ میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے قبائل سے کوئی بھی قبیلہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ کرسکتا ہے، اس شرط کے مطابق بنوبکر قریش کے حلیف ہوئے اور بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف قرار پائے۔

بنوبکر اور بنوخزاعہ کے درمیان سخت دشمنی تھی، بنوبکر اپنی پرانی عداوت کی وجہ بنو خزاعہ سے انتقام لینے کے لئے آمادہ ہوگئے اور قریش سے مل کر اُن پر حملہ کردیا، اس حملہ میں قریش کے سرداروں نے تعاون کیا اور بنوخزاعہ کو قتل کرنے کے لئے بنی بکر کے پاس آدمی بھیجے اور اسلحہ فراہم کیا، اس حملہ کے سبب قریش کی جانب سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ عملی طور پر ٹوٹ گیا، قبیلہ بنوخزاعہ کے لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

فریادی ہوئے اور آپ سے مدد طلب کئے ،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے امن وسلامتی پر مبنی تین شرائط روانہ رکھیں کہ وہ ان میں سے کوئی ایک شرط قبول کریں !وہ شرائط یہ ہیں:(1)بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے ۔ (2)قریش بنوبکر کی حمایت سے دست بردار ہوجائیں(3)حدیبیہ کے معاہدہ کی برخواستگی کا اعلان کیا جائے۔جیسا کہ امام زرقانی نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے:

ان قریشا ندمت ،فقال:ان محمدا غازینا ،فقال ابن ابی سرح:لایغزوکم حتی یخیرکم فی خصال کلها اهون من غزوة،یرسل الیکم ان دوا قتلی خزاعة وهم ثلاثة وعشرون قتیلا او تبرؤا من حلف بنی نفاثة او ننبذ الیکم علی سواء .فقال سهیل:نبرا من حلفهم اسهل.

(شرح الزرقانی علی المواهب،ج3،ص380)

قریش کے نمائندوں میں سے سہیل نے کہا کہ ہم آخری شرط منظور کرتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے روانہ کردہ قاصد کو جواب دیتے وقت تو بڑی بے باکی سے اعلان کیا تھا لیکن قاصد کے واپس چلے جانے کے بعد سردارانِ قریش نادم و پشیمان ہوئے اور سب نے ابوسفیان سے کہا کہ تم جاکر اس معاہدہ کی تجدید کرلو !ورنہ اس کا انجام بہت خطرناک ہوسکتا ہے اس کے بعد ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور اس معاملہ میں گفتگو کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی بات نہ بنی ،بالآخر انہیں معاہدہ کی تجدید کئے بغیر لوٹنا پڑا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم فرمایا اور حلیف

قبائل کے پاس بھی تیاری کے لئے حکم نامہ بھیجا، مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ کس سے مقابلہ ہونے والا ہے؟ خاموشی کے ساتھ معرکہ کی تیاری ہوتی رہی، اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو معاملہ کی خبر نہ ہو، جیسا کہ مواہب لدنیہ میں مذکور ہے:

فتجهز رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من غير اعلام احد بذلک.

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج3، ص386)

بصیرت نبوی نے قریش کو روانہ کردہ خط روک لیا

حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں انتظامی خفیہ معاملات کی مخبری تھی۔ اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ مکرمہ روانہ کیا۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرمایا ہے، وہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو 'ما کان و مایکون' کی خبر رکھتے ہیں، قیامت تک رونما ہونے والے واقعات وحوادث کی خبر دیتے ہیں اور ان کا ایک ایک جزئیہ بیان فرماتے ہیں، نہ صرف زمین کی بلکہ آسمانوں کی باتیں جنت ودوزخ کی تفصیلات، اہل جنت واہل دوزخ کی تعداد، ان کے احوال وکوائف، ہر ہر چیز سے واقف وباخبر ہیں، کیا آپ مدینہ منورہ میں ہونے والے اس واقعہ سے باخبر نہ ہوں گے؟ یقیناً آپ کو اس واقعہ کا بخوبی علم تھا، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو اس خاتون کو روکنے اور اس سے خط

حاصل کرنے کے لئے روانہ کرتے ہوئے فرمایا ،(جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم اور دیگر کتب سِیَر واحادیث میں مذکور ہے) کہ ''تم لوگ روضۂ خاخ پر جاؤ! وہاں ایک خاتون ہے؛ جس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے حاصل کر کے میرے پاس لے آؤ!'' تینوں صحابہ کرام گھوڑوں پر سوار ہوکر بڑی تیزی کے ساتھ روضۂ خاخ پہنچے اور اس عورت کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور اس عورت سے خط طلب کیا، اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلط بات نہیں فرما سکتے اور نہ ہم جھوٹے ہیں، جب آپ نے سختی سے گفتگو کی تو اس عورت نے صحیح صحیح بتادیا اور اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر دے دیا۔ یہ تینوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خط لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! نہ میں نے اپنا دین تبدیل کیا ہے اور نہ مرتد ہوا ہوں، میں نے اہل مکہ کو صرف اس لئے خط لکھا کہ مکہ مکرمہ میں میرے اہل وعیال ہیں وہاں میرا کوئی اور رشتہ دار نہیں جو 'ان کی خیر خواہی وخبر گیری کرے، میرے سوا دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ مکرمہ میں موجود ہیں وہ ان کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مکہ والوں کو شکست دے گا، میں نے چاہا کہ خط کے ذریعہ مکہ والوں کو معاملہ کی اطلاع دے دوں تا کہ ان پر میرا احسان ہوجائے اور وہ میرے اہل وعیال سے ہمدردی کا معاملہ

کریں، اگرچہ میرے خط سے اہل مکہ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول فرمالیا۔اور انہیں معاف فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

صدق،ولا تقولوا له الا خیرا. حاطب بن ابو بلتعہ نے سچ کہا ہے،ان کے بارے میں خیر و بھلائی کی ہی بات کرو!۔

(صحیح البخاری،کتاب الجهاد، باب الجاسوس،حدیث نمبر: 3007۔صحیح مسلم،کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أهل بدر رضی الله عنهم وقصة حاطب بن أبی بلتعة .حدیث نمبر6557)

کاروان امن کی مکہ مکرمہ روانگی

حضرات! ہجرت کے آٹھویں سال 'دس رمضان المبارک چہارشنبہ کے دن بعد نماز عصر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار (10,000) کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے ،راستہ میں اور دو ہزار افراد شامل ہوگئے جملہ بارہ ہزار (12,000) کا لشکر مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے:

وخرج علیه الصلوة والسلام یوم الاربعاء لعشر لیال خلون من رمضان بعد العصر سنة ثمان من الهجرة...ان العشرة آلاف خرج بها من نفس المدینة ثم تلاحق به الالفان.

(المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم،ج3،ص395/396)

مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مر الظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ

ڈالا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا الگ چولہا جلائے، جب بارہ ہزار صحابہ کرام نے الگ الگ چولہا جلایا تو مرالظہران کے وسیع وعریض میدان میں میلوں دور تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ راستہ ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔ قریش کو یہ اطلاع تو مل چکی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر مدینہ طیبہ سے نکل چکا ہے لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مسلمان اتنے قریب پہنچ گئے ہیں۔ قریش نے تحقیق خبر کے لئے ابوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو بھیجا، یہ تینوں تحقیق کے لئے نکلے اور مرالظہران میں جل رہی آگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے کہا: بنی خزاعہ کا قبیلہ اتنا تو نہیں کہ مرالظہران کا طویل میدان بھر جائے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ والوں پر رحم کھا کر انہیں خبردار کرنے اور یہ کہنے کے لئے آرہے تھے کہ اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مکہ والے امن مانگ لیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا، اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ابوسفیان اور ان کے دو ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: لشکر پہنچ چکا ہے، ابوسفیان نے مشورہ طلب کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو! جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہء کرام نے انہیں دیکھ کر فرمایا دشمنوں کا سردار ہمارے قبضہ میں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو معاف فرمادیا۔

(سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد، جماع أبواب المغازى التى غزا فيها

رسول الله صلی الله علیه وسلم بنفسه الکریمة، الباب السابع والعشرون فی غزوة الفتح الاعظم، ج 5،ص 215/216)

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت کے جلووں کو ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے سخت تکلیف دینے والے دشمن کو بھی معافی عطا فرمائی، وہ ابوسفیان جنہوں نے اسلام کے خلاف بدر اور اُحد کی لڑائیاں لڑیں، قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا، مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا، یقیناً وہ سزا کے مستحق تھے لیکن حضور اکرم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کے قربان جائیں آپ نے انہیں بھی درگذر فرمادیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر اسلامی فوج کے مناظر دکھائیں۔ ابوسفیان نے ایک ایک قبیلہ کو بڑی آن بان سے ہتھیاروں سے مسلح، سازوسامان سے بھرا آتے دیکھا، انہوں نے دیکھا کہ قبیلہ غِفَار، قبیلۂ جہینہ، سعد بن ہذیم اور سلیم جیسے جنگجو اور بہادر قبائل عرب لشکر اسلام میں شامل تھے، آخر میں آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاںنثاروں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہے تھے۔ اس روحانی منظر اور نورانی ماحول کا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے دل پر گہرا اثر پڑا، اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے:

فَلَـمّا أَصْبَحَ غَدَوْتُ بِهِ	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ
إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلّى	نے فرمایا: جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت ابو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟..... قَالَ وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ.... قَالَ فَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ فَأَسْلَمَ.

سفیان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے ابو سفیان اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم مان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں......اے ابو سفیان اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم مان لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں......حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توحید و رسالت کی گواہی دی اور اسلام قبول کیا۔

نیز مواہب لدنیہ میں ہے:

فاتوا بهم رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم فاسلم ابو سفيان بن حرب.

جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قریش کے افراد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقانى، باب غزوة الفتح الاعظم، ج 3، ص 405)

20رمضان المبارک سنہ آٹھ (8) ہجری پیر کے دن حضور پاک صلی اللہ علیہ

وسلم مقام کَداء سے گذرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مقام کداء سے داخل ہونے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقام کُدَی سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

حملہ کے لئے پہل نہ کی جائے! شاہ زمن کا پیام امن

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاںنثاروں کو یہ تاکید فرمائی کہ حملہ میں پہل نہ کرنا اور جو شخص تم سے لڑنے کے درپے ہو صرف اسی سے مقابلہ کرنا آپ نے ارشاد فرمایا:

لا تقاتلوا إلا من قاتلكم . تم کسی پر حملہ نہ کرنا! اگر کوئی تم پر حملہ کرے تب تم اپنا دفاع کرنا۔

(السيرة الحلبية، ج5، ص:270)

اس طرح مسلمان مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کہیں مقابلہ کی نوبت نہیں آئی، سوائے مقام کُدَی کے جہاں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، بنوبکر، بنوحارث اور ہذیل اور قریش کے کچھ قبائل مقابلہ کے لئے تیار تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ آتے ہی ان لوگوں نے آپ پر حملہ کیا، آپ نے ان کے حملہ کا دفاعی جواب دیتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو شکست ہوئی، نتیجہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور بنوبکر وغیرہ کے تقریبا چوبیس آدمی ہلاک ہوگئے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے:

واندفع خالد بن الوليد حتى دخل من اسفل مكة، وقد تجمع بها بنو بكر وبنو الحارث بن عبد مناف، وناس من هذيل و من الاحابيش الذين استنصرت بهم قريش، فقاتلوا

خالدا فقاتلهم فانهزموا ،وقتل من بنی بکر نحو من عشرین رجلا،ومن هذیل ثلاثة أو اربعة.

(المواهب اللدینة بالمنح المحمدیة مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم، ج3 ، ص 416)

عفوودرگذرکاعام اعلان

مشرکین مکہ جواعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک اور ہجرت مدینہ منورہ سے صلح حدیبیہ تک حضوراکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کواور مسلمانوں کوطرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے رہے،ایذارسانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا،انہوں نےحضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشہیدکرنے کی بارہاناپاک سازشیں کیں،قبائل عرب کومسلمانوں کے خلاف بھڑکایا، ایسے جانی دشمنوں اورخون کے پیاسوں پرمسلمانوں کوغلبہ حاصل ہواتورحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت والفت سے لبریزفرمان عالیشان جاری فرمایااورعام اعلان فرمایاکہ آج تم سے کوئی بازپرس نہیں تم لوگ آزادہو۔

'الیوم یوم المرحمة' یعنیآج تورحمت ومہربانی فرمانے کادن ہے

دشمن کو زیر کرکے کیا عفو و درگزر
امن وسلامتی کے علم دار ہیں حضور

(مؤلف)

شاہان دنیا کاطریقۂ کار

برادران اسلام!جب سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتی ہےتو انسان ظلم و انصاف کافرق بھول جاتا ہے،دنیا کی جتنی سوپر پاورمملکتیں گذری ہیں انہوں نے اپنی فتح

کا جشن مظلوم افراد کا خون بہا کر منایا ہے، دنیا میں جب بڑی بڑی فتوحات ہوئیں تو فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔

تاتاری قوم جب پوری قوت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئی تو انہوں نے سارے شہر کو تہس نہس کر دیا، انسانی خون کا سمندر بہا دیا۔صلیبیوں نے جب ملک شام پر غلبہ واقتدار حاصل کیا تو خون کی ندیاں رواں کر دیں، اس وقت مسجد اقصیٰ میں گھوڑوں کے گھٹنے انسانی خون میں ڈوبے ہوئے تھے، ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ دنیا نے صلیبیوں کا یہ اقتدار دیکھا جہاں انسانی خون کی ندیاں بہتی ہیں اور انسانیت سسک سسک کر دم توڑتی ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام بادشاہوں، سربراہانِ مملکت، ارباب سلطنت کے لئے عظیم مثال قائم فرمائی، اقتدار حاصل کرنے والوں کو ایک آفاقی پیام دیا، فتح مکہ جیسا عظیم کارنامہ ہوا، جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں پر اہل اسلام نے اقتدار حاصل کرلیا، چاہتے تو تمام دشمنوں کو قتل کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا: آج تم پر کوئی داروگیر نہیں، تم لوگ آزاد ہو، پر امن رہو۔ الیوم یوم المرحمة. آج تو رحمت ومہربانی فرمانے کا دن ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پروانۂ امن عطا فرمایا چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث شریف ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوجائے اس کے لئے امان ہے، جو شخص ہتھیار ڈال دے اسکے لئے امان ہے، جو شخص اپنے

آمِنٌ وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ. گھر کا دروازہ بند کرلے اس کے لئے امان ہے۔

(صحیح مسلم،کتاب الجهاد و السیر،باب فتح مکة،حدیث نمبر:4724)

اور صحیح بخاری شریف میں ہے:

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ. حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام ہانی! یقیناً ہم نے اسے بھی امان دیا ہے جس کو تم نے امان دیا۔

(صحیح البخاری ،کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الثوب الواحد ملتحفا به ،حدیث نمبر357)

نیز امام بیہقی کے سنن کبری میں روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم... فمن دخل دارک یا أبا سفیان ودارک یا حکیم و کف یده فهو آمن . حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوسفیان! جو شخص تمہارے گھر میں داخل ہو، اور اے حکیم بن حزام! جو شخص تمہارے گھر میں داخل ہو اور اپنے ہاتھ کو روک لے تو اس کے لئے امان ہے۔

(السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر باب فتح مکة حرسها الله تعالی ،حدیث نمبر 18744)

گستاخ کے لئے امان نہیں

حضرات! امان کا یہ اعلان اگرچہ تمام لوگوں کے لئے عام تھا لیکن چند افراد اُس سے مستثنیٰ تھے، جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا

ارتکاب کیا جس کی وجہ وہ قابل گردن زدنی ہو چکے تھے اس لئے ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ ایک گستاخ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کرڈالو؛ اگرچہ وہ خانۂ کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا ہو، جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن نسائی میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ ، فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ . فَقَالَ: اقْتُلُوهُ !.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: فتح مکہ کے سال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ آپ کے سر انور پر مِغفر (لوہے کی ٹوپی) تھی، جب آپ نے اسے اتارا تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے قتل کردو!۔

(صحيح البخارى، كتاب جزاء الصيد، باب دخول الحرم ومكة بغير إحرام .، حديث نمبر: 1846 ۔ سنن النسائى، كتاب مناسك الحج، باب دخول مكة بغير إحرام. حديث نمبر: 2880)

یہاں غور کیا جائے کہ عین حرم شریف میں قتل کردینے کا حکم دیا گیا جب کہ کعبۃ اللہ شریف کے تقدس کے اظہار کے لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا جو شخص اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہے۔ (سورۃ آل عمران، آیت: 97)

ہر شخص خانۂ کعبہ میں داخل ہوتے ہی امن وسلامتی پالیتا ہے، اگر کوئی حرم

شریف میں اپنے والد کے قاتل کو بھی دیکھ لے تو اسے یہ حق نہیں کہ حرم شریف میں اسے تکلیف پہنچائے لیکن ان افراد نے بارگاہِ نبوت میں گستاخی کر کے ایسے جرم کا ارتکاب کیا کہ زمین کا کوئی خطہ ان کی پناہ گاہ نہیں بن سکتا تھا یہاں تک کہ وہ حرم کعبہ میں غلاف کعبہ سے چمٹے ہوئے ہوں تب بھی اُنہیں امان نہیں ملتا۔ ان گستاخوں کا انجام صرف یہ تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

ان میں عبدالعزیٰ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا تھا، حضرت سعید بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ حویرث بن نقید اور حارث بن ہشام ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ کو نُمَیْلَہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، قریبہ جو ابن خطل کی باندی تھی اس کو بھی قتل کیا گیا۔

(ملخص از سبل الھدی والرشاد، ج:5، ص:225/226)

حرم کعبہ، بتوں کی آلائشوں سے پاک ہوا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مبارک اونٹنی پر سوار ہو کر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور خانہ کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اونٹنی بٹھائی، کعبۃ اللہ شریف کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا . حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والا ہے۔

(سورۃ الاسراء، آیت:81)

مشرکوں نے خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ (360) بت بٹھا رکھے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام اور عین خانۂ کعبہ کو بتوں کی نجاست و آلائش سے پاک کیا۔

دست اقدس کی برکت سے محبت کا پیدا ہونا

برادران اسلام! اللہ تعالی نے قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو اپنا دست قدرت قرار دیا، آپ کے دست اقدس کی اعجازی شان ہے کہ جہاں دست اقدس لگ جاتا وہ مقام ہمیشہ کے لئے برکتوں کا مخزن بن جاتا، حتی کہ اگر کسی غیر مسلم شخص کے سینہ پر دست اطہر رکھ دیتے تو فوراً اس کے دل سے ظلمت دور ہو جاتی اور اس میں اسلام کا نور سما جاتا، اس کا تاریک سینہ معارف کا گنجینہ ہو جاتا، فتح مکہ کے موقع پر بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا جسے امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے سبل الھدی والرشاد میں نقل کیا ہے:

أن فضالة بن عمير بن الملوح الليثي أراد قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفضالة ؟ قال: نعم.قال: ماذا كنت تحدث به	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ میں مشغول تھے فضالہ بن عمیر بن ملوح لیثی نامی ایک صاحب نے دل میں یہ ارادہ کیا کہ نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارا نام فضالہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا: تم دل میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ کچھ

نفسک ؟ قال: لا	نہیں، میں تو اللہ کا ذکر کر رہا تھا، آپ نے یہ سن کر
شیء، کنت أذکر الله،	تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم اللہ کی بارگاہ میں
فضحک رسول الله	(اس ارادہ پر) معافی طلب کرو! پھر اس کے بعد
صلى الله عليه وسلم ثم	آپ نے اپنے دست اقدس کو ان کے سینے پر
قال: استغفر الله .ثم	رکھا، (بس انکے دل کی دنیا میں انقلاب بپا ہو گیا
وضع يده على صدره	،عداوت محبت سے بدل گئی) وہ کہتے ہیں کہ اللہ
فسكن، وكان فضالة	کی قسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا
يقول: والله ما رفع يده	دست مبارک میرے سینے سے اٹھایا بھی نہیں کہ
عن صدری حتى ما خلق	دل کی حالت یہ ہوگئی کہ ساری کائنات میں سب
شيء أحب إلي منه .	سے بڑھ کر آپ کی محبت میرے دل میں بس گئی۔

(سبل الهدى والرشاد، فی سيرة خير العباد،جماع أبواب المغازی التی غزا فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه الكريمة،الباب السابع والعشرون فی غزوة الفتح الاعظم،ج5،ص 235/236)

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس روایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں: فضالہ رضی اللہ عنہ کو ذکر الہی میں مشغول ہونے کی برمحل سوجھی، کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت طواف میں مشغول تھے، مگر بارگاہ نبوت میں ایسی چالاکیاں کب چل سکتی تھیں، وہاں تو جس طرح چہرہ پیش نظر ہوتا ہے دل پیش نظر ہوتے ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس موقع پر ہنس کر استغفار کرنے کے لئے فرمانے کا جو اثر فضالہ رضی اللہ عنہ کے دل پر ہوا ہوگا اس کو

انہی کا دل جانتا ہے، مگر اس شقاوت کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت پھیر کر دور کر دیا، اور اس کا اس قدر اثر ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ وہ کسی کو اپنا محبوب نہیں سمجھتے تھے۔ جب ایسے لوگوں کے ساتھ جو قتل کی تاک میں رہتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شفقت ہو تو خیال کیا جائے کہ محبان صادق پر کیسی عنایتیں مبذول ہوں گی؟۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

غرض کہ دست مبارک کا ان میں یہ اثر ہوا کہ صرف ایمان ہی نہیں بلکہ کامل طور پر آپ کی محبت ان کے دل میں جاگزیں ہوئی، جس سے ہر طرح کے مراتب عالیہ کے مستحق ہوئے۔

(مقاصد الاسلام، حصۂ نہم، ص:55/56)

حضرت بلال کا کعبہ کی چھت سے اذان کہنا

حضرات! آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا رنگ ونسل کے نام پر بٹی ہوئی ہے، سفید فام شخص سیاہ فام کو عزت و وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، محض رنگ کی بنیاد پر اس کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، لیکن حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصور کی نفی فرمائی اور آپ نے تمام انسانوں کو بحیثیتِ انسان مساوی حقوق عطا فرمائے، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ جو ایک حبشی غلام تھے' فتح مکہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ کعبہ کی چھت سے اذان کہے، جیسا کہ سبل الہدی والرشاد میں ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما حانت الظهر أمر بلالا أن يؤذن بالظهر يومئذ فوق الكعبة ليغيظ بذلک المشركين .

جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کو اس دن کعبۃ اللہ شریف کی چھپ پر کھڑے ہو کر اذان ظہر کہنے کا حکم فرمایا تا کہ مشرکین آتش غیظ میں جلیں۔

(سبل الهدى والرشاد، ج:5، ص:248)

حضرات! اس حکم کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ ونسل کے فرق کو مٹا دیا اور بتلایا کہ اللہ تعالی کے دربار میں جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ دلوں اوران کے اخلاص کو دیکھا جاتا ہے، رنگ کی وجہ سے کوئی انسان ذلیل نہیں ہوتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے وہ ذلت ورسوائی کا شکار ہوتا ہے، سفید فام ہونے کی وجہ سے وہ معزز نہیں ہوتا بلکہ تقوی و پرہیز گاری کی بنیاد پر وہ معزز ومکرم قرار پاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر نماز ظہر کی اذان کہی، اس طرح مکہ مکرمہ کے کفر آلود ماحول کو اذان بلال نے نور اسلام سے منور کیا، اوراس کی فضاؤں میں عظمت اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

ابلیس لعین کی مایوسی

حضرات! اہل اسلام کی اس شان وشوکت اور اسلام کی سر بلندی کو دیکھ کر ابلیس لعین آہ وبکا کرنے لگا، اور اپنی ناکامی پر رنج وملال کرنے لگا:

روى أبو يعلى، وأبو نعيم عن ابن عباس رضى الله

امام ابویعلی اور امام ابونعیم نے روایت نقل کی ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی

عنهما قال لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة رن إبليس رنة فاجتمعت إليه ذريته، فقال : إيئسوا أن تردوا أمة محمد إلى الشرك بعد يومكم .	عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو اس دن ابلیس لعین نے رنج و غم کی وجہ سے ایک زبردست چیخ ماری جس کے سبب اس کی پوری اولاد اس کے پاس جمع ہوگئی۔ ابلیس نے کہا: اب تم اس بات سے مایوس ہوجاؤ کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو شرک کی طرف لوٹاؤ گے یعنی آج کے بعد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شرک نہیں ہوسکتا۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية مع شرح الزرقانی،باب غزوة الفتح الاعظم،ج3،ص386)

اہل مکہ سے خطاب

برادران اسلام! فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ شریف کے دروازہ پر قیام فرما ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا، جسے شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا ہے:

ولما كان الغد من يوم الفتح قام النبي صلى الله عليه واله وسلم خطيبا في الناس،فحمد الله واثنى عليه ومجده بما هو	فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے اللہ کی حمد وثنا اور اس کی عظمت وبزرگی بیان کی جس کا کہ وہ اہل ہے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے

اھله،ثم قال: ایھا الناس!ان	لوگو! بیشک اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو قابل حرمت
اللہ حرم مکۃ یوم خلق	بنایا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو
السموات والارض،فھی	پیدا کیا، چونکہ اللہ تعالی نے اسے قابل احترام
حرام بحرمۃ اللہ تعالی الی	بنایا ہے اس لئے وہ شہر قیامت تک واجب
یوم القیامۃ،فلا یحل	الاحترام ہے،تو وہ شخص جو اللہ تعالی اور آخرت
لامریء یؤمن باللہ والیوم	کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ جائز
الآخر ان یسفک بھا	نہیں کہ وہ اس میں کسی کا خون بہائے، یا وہاں
دما،اور یعضد بھا شجرۃ	کوئی درخت کاٹے، (اگر کوئی رسول اللہ صلی
،فان احد ترخص فیھا	اللہ علیہ والہ وسلم کے عمل کو دیکھتے ہوئے اس
لقتال رسول اللہ صلی اللہ	مقدس شہر میں اس کو جائز سمجھے تو اس سے
علیہ والہ وسلم فقولوا:ان	کہہ دو! بیشک اللہ تعالی نے اپنے رسول کریم
اللہ قد اذن لرسولہ ولم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اجازت دی تھی
یاذن لکم،انما احلت لی	اور تمہیں اس کی اجازت نہیں دی،)اس کے
ساعۃ من نھار،وقد	سوا نہیں کہ دن کے ایک وقت کے لئے وہ
عادت حرمتھا الآن	میرے لئے حلال کر دیا گیا تھا، یقیناً اب اس
کحرمتھا بال امس.	کی حرمت لوٹ کر آ چکی ہے جیسا کہ کل
فلیبلغ الشاھد الغائب!	تھی۔ جو شخص حاضر ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اس
.ثم قال:یا معشر قریش	پیام حق کو اس شخص تک پہونچائے جو حاضر
ما ترون انی فاعل	نہیں، پھر آپ نے

فیکم؟قالوا:خیرا ،اخ کریم ابن اخ کریم.قال فانی اقول کما قال اخی یوسف "لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین "اذھبوا فانتم الطلقاء.

ارشاد فرمایا:اے قریش کی جماعت!تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟انہوں نے کہا:ہم آپ سے خیر وبھلائی کی امید رکھتے ہیں،کیونکہ آپ سرچشمۂ لطف وکرم ہستی اور پیکر فضل وکرم شخصیت کے شہزادہ ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا:یقیناً میں وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا:آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں،اللہ تعالی تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا،اور وہ بے انتہاء رحم فرمانے والا ہے۔تم (بے فکر) واپس جاؤ؛اس حال میں کہ تم بالکل آزاد ہو۔

(المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة مع شرح الزرقانی،باب غزوۃ الفتح الاعظم، ج3، ص447/449)

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرما رہے اور مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے سے قبل حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور مسلمانوں کی تعلیم کے لئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرات!چونکہ یہ عظیم فتح ماہ رمضان المبارک میں عطا کی گئی اسی مناسبت سے اجمالی طور پر''فتح مکہ اسباب ونتائج''عنوان پر بیان کرنے کی سعادت حاصل کی گئی،اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب کریم صاحب فتح مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صدقہ وطفیل ماہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے اور ہم سب کو حج بیت اللہ کا شرف اور زیارت روضۂ اقدس کی سعادت عطا فرمائے۔

آمِیْـن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

X

ہے درودِ پاک ہی ذکر شہِ عالی مقام ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہے خود درود اس فخرِ عالم پر مدام اور فرشتے دائما مشغول ہیں جس میں تمام
کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک
کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود بھیجتا ہے اس پہ ستر رحمتیں ربِّ ودود
اور ملائک کے درود اس پر کریں پیہم وُرود ہو مدام اس کی ترقیٔ مدارج زُود زُود
دیکھ لے گا قبلِ موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام
محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اس کے لاکلام دفع ہوں سب ہّم وغم جو کوئی پڑھتا ہو مدام
نکلیں اس کی وجہ سے دونوں جہاں کے سارے کام جو پڑھے دائم رہے منصور ومحبوبِ انام
ذکرِ خالق اور دعا ذکر نبی کے ساتھ ہے
کیا صلوۃ احمدی بھی افضلُ الطاعات ہے

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ

X

k

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ خصائص وکمالات ارشادات وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ علٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ:اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! جہاں ماہ رمضان المبارک کو بہت سی خصوصیات حاصل ہیں وہیں اس ماہ کو یہ خصوصی نسبت بھی حاصل ہے کہ اس میں مولائے کائنات ، فاتح خیبر، باب العلم، حیدر کرار، ابو الحسن سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت عظمی ہوئی، اسی مناسبت سے آج ''حضرت مولائے کائنات' خصائص وکمالات ،تعلیمات وارشادات'' کے عنوان پر عرض کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی نے بے پناہ خصائص وامتیازات سے ممتاز فرمایا، آپ کو فضائل وکمالات کا جامع ،علوم ومعارف کا منبع ،رشد وہدایت کا مصدر، زہد وورع ،شجاعت وسخاوت کا پیکر اور مرکز ولایت بنایا، آپ کی شان و

عظمت کے بیان میں متعدد آیات قرآنیہ ناطق اور بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں۔

مولود کعبہ ہونے کا اعزاز

برادرانِ اسلام! سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ آپ کی ولادت با کرامت کعبۃ اللہ شریف کے اندر ہوئی، جیسا کہ روایت ہے:

ولد رضی اللہ عنہ بمکۃ داخل البیت الحرام ...ولم یولد فی البیت الحرام قبلہ احد سواہ . قالہ ابن الصباغ.

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے اندر ہوئی۔علامہ ابن صباغ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ سے قبل خانۂ کعبہ میں کسی کی ولادت نہیں ہوئی۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ص 84)

آپ کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کی ولادت خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی، اسی وجہ سے آپ کو مولود کعبہ کہا جاتا ہے، آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ولادت با کرامت کے بعد سب سے پہلے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کا دیدار کیا ہے، چونکہ آپ نے ولادت کے بعد سب سے پہلے حضور کا چہرۂ مبارک دیکھا اس کی برکت یہ ہوئی کہ آپ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت قرار پایا، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِاللہِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم، حدیث نمبر:4665)

ایمان میں سبقت

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ کمسن حضرات میں سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا، جیسا کہ جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی حَمْزَةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ .

ایک انصاری صحابی حضرت ابوحمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (کمسن حضرات میں) سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ . حدیث نمبر:4100)

ونیز جامع ترمذی شریف میں روایت ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوشنبہ کو اعلان نبوت فرمایا اور سہ شنبہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا فرمائی۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ . حدیث نمبر: 4094)

اہل بیت کے فرد فرید اور عظیم صحابی

برادران اسلام! حضراتِ اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت، سعادت دنیوی کا ذریعہ اور نجات اخروی کا باعث ہے، چونکہ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ اہل بیت ہونے کے شرف سے بھی مشرف ہیں اور صحابیت کے اعزاز سے بھی معزز ہیں اسی لئے آپ سے دو جہتوں سے محبت کی جائے۔

حضرات! آپ کی شان وعظمت اور حضور سے کمال قربت کا اندازہ صحیح بخاری شریف میں وارد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا:

أَنْتَ مِنِّی وَأَنَا مِنْکَ . اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علی بن أبی طالب القرشی الهاشمی أبی الحسن رضی الله عنه، حدیث نمبر:2699)

عقد نکاح

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد نکاح، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللهَ أَمَرَنِیْ أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ .

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالی عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے کراؤں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج8، ص497، حدیث نمبر:10152)

کرّم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ

حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام کا نام ذکر کرتے وقت بطور اکرام رضی اللہ تعالی عنہ کہا جاتا ہے، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کے نام مبارک کے ساتھ اس عمومی کلمات کے علاوہ بطور خاص ''کرم اللہ وجہہ'' کہا جاتا ہے، اس کی وجہ نور الابصار میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

(وامه)فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف....انها كانت اذا ارادت ان تسجد لصنم وعلي رضي الله تعالى عنه في بطنها لم يمكنها يضع رجله على بطنها ويلصق ظهره بظهرها ويمنعها من ذلك؛ولذلك يقال عند ذكره''كرم الله وجهه''.

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی والدۂ محترمہ کا نام مبارک حضرت ''فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف'' رضی اللہ عنہم ہے......جب وہ کسی بت کے آگے سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں؛ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے شکم میں تھے وہ سجدہ نہیں کر پاتی تھیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قدم ان کے شکم مبارک سے چمٹا دیتے اور اپنی پیٹھ ان کی پیٹھ سے لگا دیتے اور انہیں سجدہ کرنے سے روک دیتے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی آپ کا مبارک تذکرہ کیا جاتا ہے تو ''کرم اللہ وجہہ'' (اللہ تعالی آپ کے چہرۂ انور کو بزرگ و باکرامت بنایا ہے) کہا جاتا ہے۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی الله علیه وآله وسلم، ص 85)

آپ سے محبت درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

برادرانِ اسلام! حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ہستی اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہے کہ آپ سے محبت کرنے والے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا محبوب قرار دیا اور آپ سے بغض رکھنے کو اپنی ذات سے بغض رکھنا قرار دیا' جیسا کہ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ سَلْمَانَ، أَنّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہُ: "مُحِبُّکَ مُحِبِّی، وَمُبْغِضُکَ مُبْغِضِی".

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: (اے علی) تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تم سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج،6،ص،47، حدیث نمبر:5973)

حضرت مولائے کائنات محبوب خلائق

برادران اسلام! حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی چونکہ اللہ تعالی کو بھی محبوب ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبوب ہے، اسی لئے کائنات کا ذرہ ذرہ آپ سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالی اس محبت کرنے والے کو دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی سرفراز فرماتا ہے، علامہ امام طبری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ میں روایت نقل کی ہے:

وعـن أنس رضي الله عنه	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
قـال: دفـع عـلـي بن أبي	ہے،آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سیدنا علی مرتضی
طـالـب إلـي بلال درهما	رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خربوزہ
يشتـري بـه بطيخا؛ قال:	خریدنے کے لئے ایک درہم عطا فرمایا،حضرت
فاشتريت به فأخذ بطيخة	بلال نے فرمایا کہ میں ایک خربوزہ آپ کی خدمت
فقورها فوجدها مرة فقال	میں پیش کیا،جب آپ نے اسے کاٹا تو اسے کڑوا
يـا بـلال رد هـذا إلـى	پایا،آپ نے ارشاد فرمایا: اۓ بلال! جس شخص
صـاحبـه، وائتني بالدرهم	کے پاس سے یہ لائے ہو؛ اسی کو واپس
فـإن رسول الله صلى الله	کردو!اوردرہم میرے پاس واپس لاؤ! کیونکہ
عـلـيـه وسـلـم قال لي : إن	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ
الـلـه أخـذ حبـك علـى	سے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالی نے تمہاری محبت کا
البشـر والشـجـر والثمر	عہد ہر انسان،درخت،پھل اور ہر بیج سے لیا ہے
والبـذر فـمـا أجـاب إلـى	،تو جس نے تمہاری محبت کو اپنے دل میں سمولیا وہ
حبـك عـذب وطاب وما	شیریں و پاکیزہ ہوگیا اور جس نے تمہاری محبت کو
لـم يـجـب خبـث ومـر "	قبول نہ کیا وہ پلید اور کڑوا ہوگیا،اور میں سمجھتا ہوں
وأنـي أظـن هـذا مـمـا لم	کہ یہ خربوزہ بھی اسی درخت کا ہے؛ جس نے
يجب.	میری محبت کے عہد کو قبول نہیں کیا ہے۔

(الـرياض النضرة فی مناقب العشرة،الباب الرابع فی مناقب امير المومنين علی ابن ابی طالب رضی الله عنه)

محبوب خدا اور محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

غزوۂ خیبر کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خصوصی فضیلت کو آشکار فرمایا اور آپ کے اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول و محبوب ہونے کی بشارت عطا فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَـنْ أَبِــي حَــازِمٍ قَــالَ أَخْبَـرَنِـي سَهْـلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَـلَّـى اللهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ قَـالَ يَوْمَ خَيْبَرَ : لَأُعْـطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً ، يَـفْتَـحُ الـلَّهُ عَلَى يَـدَيْــهِ ، يُـحِـبُّ الـلَّـهَ وَرَسُـولَـهُ ، وَيُـحِبُّـهُ اللَّهُ وَرَسُـولُـهُ . قَـالَ فَبَـاتَ الـنَّـاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُـمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا	حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا؛ جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ (قلعۂ خیبر) فتح کرے گا، وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم ساری رات اس انتظار میں تھے کہ یہ سعادت کس کو ملے گی؟ جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے صبح کی تو ان میں سے

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كُلُّهُمُ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ : أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ .فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ . قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ .فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ ، وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ .	ہر ایک بارگاہ نبوی میں اس امید کے ساتھ حاضر ہوئے کہ جھنڈا انہیں عطا ہو،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں،تو عرض کیا کہ آپ کوآشوب چشم لاحق ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلانے کا حکم فرمایا!جب آپ کو لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی چشمان مبارک میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا اور دعا فرمائی تو آپ ایسے صحت یاب ہوگئے جیسا کہ آپ کو درد ہی نہ تھا،اورآپ کو پرچم اسلام عطا فرمایا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔

(صحیح البخاری ،کتاب المناقب،باب مناقب علی بن ابی طالب،حدیث نمبر:3701)

شجاعت و بہادری

فاتح خیبر،حیدر کرار،صاحب ذو الفقار،شیر یزداں،شاہ مرداں ابوالحسن سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے شجاعت و بہادری کے عظیم جوہر سے مزین فرمایا،میدان کارزار میں آپ کی سبقت وپیش قدمی بہادر مردو جواں افراد کے لئے ایک نمونہ تھی،غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ کی شجاعت و بہادری سے متعلق امام ابن عساکر کے

حوالہ سے روایت مذکور ہے:

وقال جابر بن عبد الله حمل علي الباب علی ظهره يوم خيبر حتى صعد المسلمون عليه فتحوها وإنهم جروه بعد ذلک فلم يحمله إلا أربعون رجلا. أخرجه ابن عساكر.	سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کے دن (قلعہ کے) دروازہ کو اپنی پشت پر اٹھالیا، یہاں تک کہ اہل اسلام نے اس پر چڑھائی کی اور اسے فتح کرلیا، اور اس کے بعد لوگوں نے اس دروازہ کو کھینچا تو وہ (اپنی جگہ سے) نہ ہٹا، یہاں تک کہ چالیس (40) افراد نے اسے اٹھایا۔ (ابن عساکر نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔)

(تاريخ الخلفاء ،علی بن أبی طالب رضی الله عنه)

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ جامع کمالات

برادران اسلام! حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی بلند و بالا ہستی اور آپ کے فضائل و مناقب کے کیا کہنے! جبکہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کمالات کو بڑی جامعیت کے ساتھ ارشاد فرمایا، چنانچہ اس سلسلہ میں امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت نقل کی ہے:

عن أبي الحمراء مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : كنا حول النبي صلى الله عليه وسلم فطلع	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سیدنا ابو حمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے

علـي بـن أبـي طـالـب رضـي الـلـه عـنـه ، فقال رسـول الـلـه صـلى الله عـليـه وسلم : مـن سره أن يـنـظـر إلـي آدم فـي عـلـمــه ، وإلى نوح في فهمه ، وإلى إبراهيم في خـلقه ، فلينظر إلى علي بن أبي طالب .	کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ رونق افروز ہوئے،تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی علمی شان کے ساتھ دیکھے،حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی فہم ودانشمندی کی شان کے ساتھ دیکھے،اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے پاکیزہ اخلاق کی شان کے ساتھ دیکھے تو وہ علی بن ابو طالب کو دیکھ لے!(کہ ان میں سب کے جلوے ہیں)

(فضائل الخلفاء الراشدين لأبی نعيم الأصبهانی،ج1ص 75)

دنیا ہی میں جنت کی بشارت

برادران اسلام! سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو جن خصائص وکمالات سے اللہ تعالی نے ممتاز فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں،آپ کو عشرۂ مبشرہ میں ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زبان حق ترجمان سے یہ ضمانت عطا فرمائی:

وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ .	اور علی (رضی اللہ تعالی عنہ) جنت میں ہیں۔

(سنن ابن ماجه، المقدمة،باب فضائل العشرة رضی الله عنهم،حديث نمبر:138)

حضرت مولائے کائنات کی شان میں آٹھ سو(800) آیات وارد

صحابۂ کرام میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی یہ ایک امتیازی شان ہے کہ آپ

کی شان میں (800) آیات مبارکہ نازل ہوئیں، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے امام ابن عساکر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

وأخرج ابن عساكر عن ابن عباس قال: نزلت في علي ثمان مائة آية .	امام ابن عساکر نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی، آپ نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شان میں آٹھ سو (800) آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔

(تاريخ الخلفاء ، علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ج 1، ص 70)

حضرت مولائے کائنات اور قرآن کریم ہمیشہ ساتھ رہیں گے

برادران اسلام! سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نہ صرف آٹھ سو (800) آیات نازل ہوئی ہیں بلکہ آپ کے حق میں صاحب قرآن سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مژدۂ جاں فزا سنایا کہ علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے ساتھ ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین، معجم اوسط طبرانی اور معجم صغیر طبرانی وغیرہ میں روایت ہے:

عن أم سلمة ، قالت : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : علي مع القرآن والقرآن مع علي لن يتفرقا	ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے ساتھ ہے، وہ دونوں ہرگز جدا نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ

حتــی یــردا عــلــی الحوض — حوض کوثر پر وہ دونوں میرے پاس ساتھ ساتھ آئیں گے۔

(الـمستـدرك عـلـى الـصحيحين للحاكم ، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم حـديث نمبر : 4604۔ الـمـعـجـم الأوسـط لـلطبرانى، باب العين، من اسمه : عباد، حديث نمبر : 5037۔ الـمعجم الصغير للطبرانى، باب العين، من اسمه : عباد،حديث نمبر: 721)

حضرت مولائے کائنات قرآن کریم جمع کرنے والوں میں شامل

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فرمان عالی شان کی برکت تھی کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا شماران صحابۂ کرام میں ہوتا ہے؛ جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے: وعـلـى رضى الـلـه عـنـه.... أحـد من جمع القرآن وعرضه على رسول الله صلى الله عليه وسلم

(تاريخ الخلفاء ، على بن أبى طالب رضى الله عنه، ج 1،ص 68)

حضرت مولائے کائنات کی فیاضی بارگاہ الٰہی میں مقبول

حضرات! خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً — جو لوگ اپنا مال (اللہ کی راہ میں) رات اور دن، پوشیدہ اور ظاہری طور پر خرچ کرتے ہیں

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ .	تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:274)

اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر اللہ کے ان پاکباز بندوں کا تذکرہ ہے جو رضاء الٰہی کی خاطر دن ورات اپنا مال خرچ کرتے ہیں، لیکن مفسرین کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ آیت کریمہ بطور خاص سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں وارد ہوئی ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تفسیر درمنثور میں روایت نقل کی ہے:

عن ابن عباس فی قوله (الذين ينفقون أموالهم بالليل والنهار سراً وعلانية) قال : نزلت في علي بن أبي طالب ، كانت له أربعة دراهم فأنفق بالليل درهماً ، وبالنهار درهماً ، وسراً درهماً ، وعلانية درهماً .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے آیت کریمہ "الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا . ." سے متعلق روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی، آپ کے پاس چار درہم تھے، آپ نے ایک درہم رات میں خرچ کیا اور ایک دن میں، ایک پوشیدہ طور پر خرچ کیا اور ایک علانیہ طور پر۔

(الدر المنثور فی التفسیرالمأثور، سورۃ البقرۃ۔ 274)

آپ کے اس طرح خرچ کرنے کی ادا اللہ تعالی کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالی نے آپ کی عظمت کے اظہار اور اپنے دربار میں آپ کی مقبولیت کو آشکار کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے رضاء الٰہی کی خاطر نہ صرف اپنا مال قربان کیا بلکہ اپنے گھر اور وطن کو قربان کیا، شریعت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان قربان کیا اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے آپ کے شہزادوں نے بھی عظیم قربانیاں دیں۔

جنت حضرت مولائے کائنات کی آمد کی آرزومند

حضرات! اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی اطاعت و بندگی اور معرفت وعبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور جو بندگان خدا دنیا میں اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں ان کے لئے یہ بشارت عنایت فرمائی:

وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُورِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.	یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اُس عمل کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔

(سورۃ الزخرف، آیت:72)

چونکہ جنت کو مومنین کے لئے عبادت کا صلہ قرار دیا گیا؛ جہاں ابدی چین وقرار ہے، اسی لئے ہر کوئی جنت کا مشتاق اور اس کا طالب ہوتا ہے، لیکن کچھ مقربان بارگاہ خدا ترس بندے ایسے ہوتے ہیں؛ جن کے لئے جنت مشتاق رہتی ہے، انہی نفوس قدسیہ میں مولائے کائنات، فاتح خیبر، ابوتراب، باب العلم، ابوالحسن سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سر

فہرست ہیں؛ جن کی بابت حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً جنت تین افراد کی مشتاق ہے (1) (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) (2) (حضرت) عمار (رضی اللہ عنہ) (3) (حضرت) سلمان (رضی اللہ عنہ)

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب مناقب سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ.حدیث نمبر4166)

دورخلافت

جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوشہید کر دیا تو اسی وقت آپ نے اسلامی خلافت کی باگ ڈور سنبھال لی،جیسا کہ روایت ہے:

استخلف یوم قتل عثمان وھو یوم الجمعۃ لثمانی عشرۃ خلت من ذی الحجۃ سنۃ خمس وثلاثین . حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سنہ پینتیس (35) ہجری ، 18 ذوالحجہ، بروز جمعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین،فصل فی الصحابۃ)

آپ کے عہد زریں کی مدت سے متعلق ''الاکمال'' میں ہے: **وکانت خلافتہ اربع سنین وتسعۃ اشھر وایاما.** آپ کی خلافت جملہ

چار(4)سال،نو(9)مہینے اور چند دن رہی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین ،فصل فی الصحابة)

مدینہ منورہ کی عظمت وتقدس کوملحوظ رکھتے ہوئے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ کواپنا دارالخلافہ بنالیا،اور آپ نے دینی لبادہ اوڑھے ہوئے دشمنان اسلام بے ادب وگستاخ فرقہ خوارج کا مقابلہ کیا اور مقام نہاوند میں انہیں تہ تیغ کیا،اور آپ نے اس موقع پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر صادق بیان فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: دس(10) اہل اسلام شہید ہوں گے اور دشمن سارے مارے جائیں گے،صرف دس(10)لوگ بچیں گے۔

شہادت کی بشارت

برادران اسلام!حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پہلے ہی سے خلافت وشہادت کی بشارت عطا فرمائی تھی،چنانچہ امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل کی ہے:

عن جابر بن سمرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي : إنک مؤمر مستخلف وإنک مقتول .

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے ارشاد فرمایا: بیشک تم والی اور خلیفہ مقرر کئے جانے والے ہو اور بیشک تم شہید کئے جانے والے ہو۔

(فضائل الخلفاء الراشدين لأبی نعيم الأصبهانی ،ج 1ص 347)

شہادت مولائے کائنات

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے صاحب اِکمال رقم طراز ہیں:

ضربہ عبد الرحمن بن ملجم المرادی بالکوفة صبیحة الجمعة لثمانی عشرة لیلة خلت من شهر رمضان سنة اربعین ومات بعد ثلاث لیال من ضربة.

ابن ملجم شقی نے سنہ چالیس (40) ہجری، اٹھارہ (18) رمضان المبارک، جمعہ کی صبح آپ پر حملہ کیا اور حملہ کے تین (3) رات بعد آپ کی شہادت ہوئی۔(الاکمال فی اسماء الرجال،حرف العین ،فصل فی الصحابة)

اور الریاض النضرۃ کے بموجب 17 رمضان شریف کو آپ پر حملہ ہوا اور اس کے تین دن بعد آپ شہید ہوئے۔**وکان ذلک فی صبیحةیوم سبع عشرة من رمضان صبیحة بدر.** (الریاض النضرۃ ،ج1،ص296)

حضرت مولائے کائنات کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو شہادت کا منصبِ رفیع عطا فرمایا، ابن ملجم شقی کے حملہ کرنے کے بعد صبح صادق کے وقت آپ نے فرمایا کہ ''میرا چہرہ مشرق کی سمت پھیر دو! جب چہرۂ مبارک مشرق کی جانب پھیر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: اے صبح صادق؛ تجھے اس ذات کی قسم جس کے حکم سے تو نمودار ہوتی ہے! بروز قیامت تو گواہی دینا کہ جس وقت سے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہے؛ اس وقت سے آج تک کبھی تو نے مجھے سوتا ہوا نہ پایا، تیرے نمودار ہونے سے قبل ہی میں بیدار ہو جاتا۔'' پھر سجدہ ریز ہو کر آپ نے دعا کی؛ الٰہی! قیامت کے دن جبکہ ہزارہا انبیاء و ملائکہ، صدیقین و شہداء تیرے عرش

عظیم کو دیکھ رہے ہوں گے؛ اس وقت تو گواہی دینا کہ جب سے میں نے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا؛ کبھی آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔

(ملخص از شہادت نامہ)

غسل مبارک

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے غسل مبارک اور نماز جنازہ سے متعلق تاریخ میں اس طرح تفصیلات ملتی ہیں:

وغسله ابناه الحسن والحسين وعبد الله بن جعفر وصلى عليه الحسن.

آپ کے شہزادگان: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے غسل مبارک دیا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابة)

ارشادات وفرمودات' حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ

علامہ مومن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کتاب 'نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' سے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے ارشادات وفرمودات نقل کئے جارہے ہیں:

شیریں کلامی

من عذب لسانه كثر اخوانه.

جس کی زبان شیریں ہو اس کے دوست واحباب زیادہ ہوتے ہیں۔

نیکی کی برکت

بالبر یستعبد الحر. — نیکی اور حسن سلوک کے ذریعہ آزاد شخص کو بھی تابع کیا جاسکتا ہے۔

تقلیل کلام

اذا تم العقل نقص الکلام. — جب عقل کامل ہوتی ہے تو آدمی گفتگو کم کرتا ہے۔

من طلب مالا یعنیه فاته مایعنیه. — جو شخص بے فائدہ چیزوں کو طلب کرتا ہے، ضروری چیزیں اس سے چھوٹ جاتی ہیں۔

غیبت سے پرہیز

السامع للغیبة احد المغتابین. — غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

تقدیر اور تدبیر

اذا حلت المقادیر بطلت التدابیر. — جب تقدیر کا فیصلہ آجاتا ہے تو تدبیر ناکام ہوجاتی ہے۔

نادان اور دانا کی پہچان

قلب الاحمق فی فیه ،ولسان العاقل فی قلبه. — بے وقوف کا دل اس کی زبان میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔

عفوودرگزر

اذا قدرت علی عدوک فاجعل العفو شکرا للقدرة علیه.

جب تم اپنے دشمن پر قابو پالو تو اس پر قابو پانے کے شکر میں عفوودرگزر کو اختیار کرو!۔

بخالت کا نقصان

البخیل یستعجل الفقر ،یعیش فی الدنیا عیشة الفقراء ویحاسب فی الاخرة حساب الاغنیاء .البخل جامع لمساوی الاخلاق.

بخیل شخص بہت جلد تنگدست ہوجاتا ہے، وہ دنیا میں تو تنگدستوں کی طرح زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں اس سے مالداروں کی طرح حساب لیا جائے گا۔ بخالت تمام اخلاقی خرابیوں کا مجمع ہے۔

علم کا فائدہ اور جہالت کا نقصان

العلم یرفع الوضیع ،والجھل یضع الرفیع.

علم پستی میں رہنے والوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور جہالت بلند آدمی کو بے وقار کردیتی ہے۔

تواضع وخاکساری

لاتکون غنیا حتی تکون عفیفا ،ولاتکون زاھدا حتی تکون متواضعا ،ولاتکون

تم اس وقت تک مالدار نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم پاک دامن نہ ہوجاؤ، اور اس وقت تک زاہد (دنیا سے بے رغبتی کرنے والے) نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم منکسر المزاج نہ ہوجاؤ، اور تم اس وقت

متواضعا حتى تكون حليما، ولا يسلم قلبك حتى تحب للمسلمين ما تحب لنفسك.	تک متواضع نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم بردبار نہ ہو جاؤ، اور تمہارا دل اس وقت تک قلب سلیم نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم مسلمانوں کے لئے وہ چیز پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

مصیبت کے وقت صبر کا دامن تھامنے کی تلقین

وطن نفسك على الصبر على ما اصابك. قل عند كل شدة:" لا حول ولاقوة الا بالله العلى العظيم" تكف. وقل عند كل نعمة :" الحمد لله" تزد منها.	جو کچھ تم پر مصیبت آئے اس پر اپنے آپ کو صبر کا عادی بنالو۔ ہر مصیبت کے وقت "لا حول ولاقوة الا بالله العلى العظيم" کہا کرو، اس کی برکت سے تم مصیبت کو روک دو گے، اور ہر نعمت وراحت کے وقت "الحمد لله" کہا کرو کہ تم نعمتوں میں اضافہ پاؤ گے۔

گوشہ نشینی وتنہائی

الوحدة راحة، والعزلة عبادة، والقناعة غنى، والاقتصاد بلغة.	تنہائی راحت ہے، گوشہ نشینی عبادت ہے، قناعت (اپنے نصیب پر راضی رہنا) تونگری ہے اور میانہ روی بقدر ضرورت (چیزوں کو پورا کرتی) ہے۔

مردم شناسی کا طریقہ

ولا تعرف الناس الا	لوگوں کو امتحان وآزمائش کے ذریعہ تم پہچان سکتے ہو،

بالاختبار،فاختبر اھلک وولدک فــی غیبتک،وصـدیقک فــی مـصیبتک،وذا الـقـرابۃ عـنـد فاقتک

توتم اپنے گھر اور اپنی اولاد کو غائبانہ میں آزماؤ!اپنے دوست کو اپنی مصیبت کے وقت آزماؤ!اور اپنے رشتہ دار کو اپنی فاقہ کشی اور تنگدستی کے وقت آزماؤ!۔

دنیا کی بے ثباتی

آپ نے ارشاد فرمایا:

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا.

لوگ خواب غفلت میں ہیں،جب انہیں موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

الـدنیـا والآخرۃ کالمشرق والـمـغـرب،ان قـربـت من احدھما بعدت عن الاخر.

دنیا وآخرت مشرق ومغرب کی طرح ہے،اگر تم ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوجاؤ گے تو دوسرے سے خودبخود دور ہوجاؤ گے۔

☆...... آپ نے ارشاد فرمایا:

الناس من جھۃ التمثال أکفاء ☆ أبوھم آدم ، والأم حواء .

تمام انسان جسم کے لحاظ سے برابر ہیں،ان کے والد حضرت آدم اور والدہ حضرت حواء ہیں علیہما السلام۔

فإن یکن لھم من أصلھم شرف ☆ یفاخرون بہ،فالطین والماء .

اگران کی اصل کے لحاظ سے کوئی عزت وبزرگی ہے،جس پر وہ فخر کرسکتے ہیں تو وہ مٹی اور پانی ہے

ماالفضل إلا لأھل العلم إنھم ☆ علی الھدی لمن استھدی أدلاء .

فضیلت وعظمت صرف اہل علم کے لئے ہے کیونکہ، وہ ہدایت پر ہیں اور طالبین ہدایت کے لئے رہنما ہیں۔

وقیمة المرء ما قد کان یحسنه ☆ والجاهلون لأهل العلم أعداء .

اورآدمی کی قدر و قیمت انہیں خوبیوں سے ہے جو اسے زینت بخشے،
اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

فقم بعلم، ولاتطلب به بدلا ☆ فالناس موتی،وأهل العلم أحیاء .

تو تم طلب علم کے لئے کمر بستہ ہوجاؤ اور اس علم کے ذریعہ کوئی دنیوی فائدہ کے طلبگار نہ بنو، کیونکہ عام انسان مردے ہیں اور علم والے زندے ہیں۔

برادران اسلام! حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ، آپ کے فرامین وارشادات، عادات واطوار اور آپ کی تابناک زندگی بہترین نمونۂ عمل ہے، جس میں آپ کے چاہنے والوں اور محبین کے لئے درس حق وصداقت ہے کہ وہ غفلت سے بچیں اور آخرت کی تیاری کریں، نمازوں کا اہتمام کریں اور کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرات اہل بیت کرام وصحابۂ عظام رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرنے والا بنائے، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے بے انتہاء عقیدت والفت رکھنے والا بنائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفیض فرمائے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والا بنائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

k

شب قدر، عظمت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

إِنَّا أَنْزَلْنٰہُ فِی لَیْلَۃِ الْقَدْرِ .وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ .لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ شَھْرٍ .تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوحُ فِیھَا بِإِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ أَمْرٍ . سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرْ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ .

برادران اسلام! ماہ رمضان رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے، کثرت عبادت اور پابندیٔ صلاۃ وصیام کا مہینہ ہے، اہتمام سجود وقیام اور درود وسلام اور ذکر واذکار کا مہینہ ہے، بندۂ مومن اس مہینہ میں مسلسل صدقات وخیرات کی ادائیگی ، اوامر بجالانے اور نواہی سے اجتناب کرنے میں اپنے شب وروز کو بسر کرتا ہے،غرضکہ اس مبارک مہینہ میں تمام مسلمان خیرِ مجسم اور بھلائی کے پیکر بن جاتے ہیں۔

یقیناً یہ ماہ رمضان کا فیضان ہے کہ وہ گنہگار،معصیت شعار انسانوں کوتقوی وطہارت کا عادی بنادیتا ہےاورعبادت وریاضت کا جامہ پہنا کرانہیں حریم خاص میں حاضری کے لائق بنادیتا ہے۔

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے؛ جس میں امت مسلمہ کے لئے گناہوں کی بخشش کا سامان فراہم کیا گیا، ساتھ ہی ساتھ نیکیوں کی قدر و قیمت بڑھا دی گئی اور اس کی برکت سے شرح ثواب میں اضافہ کر دیا گیا، اسی ماہ مبارک میں ایک ایسی مقدس رات بندوں کو عطا کی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے، جس کا نام "لیلۃ القدر" ہے۔

شب قدر عظمت وفضیلت اور برکت والی رات ہے، یہ نزولِ قرآن کریم کی وہ مقدس شب ہے جس میں فرشتوں کا ورود ہوتا ہے اور اس شب میں رب العالمین عبادت واطاعت میں مصروف رہنے والے بندگان حق کو ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ثواب عطا فرماتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ. سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ.

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا، تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر کام (کی تدبیر) کے لئے اترتے ہیں، وہ رات سراپا سلامتی ہے، اور وہ صبح ہونے تک اپنی برکتوں کے ساتھ رہتی ہے۔

(سورۃ القدر، آیت:1/5)

شب قدر کی وجہ تسمیہ

حضرات !اس رات کوشب قدر کیوں کہا جاتا ہے،اسے قدر والی رات کہنے کی کیا وجہ ہے؛اس سے متعلق متعدِّ دوجوہ بیان کی جاتی ہیں؛ جس کی بنا اسے قدر والی رات کہا جاتا ہے۔

پہلی وجہ: 'قدر' کے معنیٰ 'عظمت و وقار' کے ہیں، یہ لفظ اس آیت کریمہ میں 'عظمت' کے معنی میں مستعمل ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. انہوں نے اللہ کی قدر دانی اس کی عظمت کے مطابق نہ کی۔

(سورۃالانعام،آیت:91)

صاحب تفسیر خازن علامہ ابوالحسن علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

سمیت لیلۃ القدر لعظم قدرھا و شرفھا علی اللیالی. اس شب کو دیگر راتوں پراس کے تقدس وبزرگی اورعزوشرف کی وجہ "لیلۃ القدر" سے موسوم کیا گیا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل،سورۃ القدر،آیت:1)

معلوم ہوا کہ یہ رات عزوشان،اوروقاروعظمت والی رات ہے،اسی لئے اس کا نام 'لیلۃ القدر' رکھا گیا۔

دوسری وجہ: جس طرح وہ رات شرف وفضیلت والی ہے؛اسی طرح اس رات کیا جانے والا عمل بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول اور بڑی قدرومنزلت والا ہوتا ہے، چنانچہ اس رات نیک عمل کرکے بندۂ مومن اسے قبولیت کے دروازہ تک پہنچاتا ہے،اس بنیاد پر بھی اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے:

وسمیت بذلک لان العمل الصالح یکون فیھا ذا قدر عند اللہ لکونہ مقبولا.

اور اسے ''قدر'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس شب بندہ کا نیک عمل بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کے سبب بڑی قدر والا ہو جاتا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل،سورۃ القدر،آیت:1)

تیسری وجہ: 'قدر' تنگی کو کہتے ہیں،اس کے معنی تنگ ہو جانے کے بھی ہیں،کلام الٰہی میں لفظ ''قدر'' تنگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے،ارشاد باری ہے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ.

اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے عطا کیا ہے۔

(سورۃ الطلاق ،آیت:7)

اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ یہ رات بندوں کے لئے تنگی کی رات ہے،دراصل اس رات عبادت گزاروں سے ملاقات کے لئے کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے زمین تنگ ہو جاتی ہے،چنانچہ صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

سمیت بذلک لان الارض تضیق بالملائکۃ فیھا.

اس (رات) کو اس لئے شب قدر کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ اس رات زمین فرشتوں (کی آمد کی وجہ) سے تنگ ہو جاتی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل،سورۃ القدر،آیت:1)

چوتھی وجہ: حضرات !اس متبرک رات کو شب قدر کہے جانے کی ایک اور وجہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

یا ''قدر'' اس لئے کہ (1) کتاب قابل قدر، (2) رسولِ قابل قدر کی معرفت ، (3) امت قابل قدر پر اتارا ، اس لئے سورۂ قدر میں ''لیلۃ القدر'' کا لفظ تین وقت آیا ہے۔ (فضائل رمضان، ص: 107)

جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے: **سمیت بذلک لانه أنزل فیها کتابا ذا قدر، علی رسول ذی قدر، علی أمة ذات قدر.**

(تفسیر القرطبی، سورۃ القدر۔1)

حضرات! شب قدر کی توقیر کرنا اور عظمت بجالانا اہل ایمان پر لازم ہے، ایک تو اس طرح کہ اس رات کا تقدس وعظمت قلب میں بسائے رکھیں، دوسرے اس طور پر کہ عبادات، اذکار وغیرہ ادا کرتے رہیں، اور ممنوعات اور گناہوں سے پرہیز کریں۔

شب قدر کا تقدس برقرار رکھنے والے بندے یقیناً رب قدیر کی ظاہری و باطنی نعمتوں کے حقدار بنیں گے، ان کے اعمال بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت حاصل کریں گے اور قدر و عظمت والے قرار پائیں گے۔

شب قدر کا تعین

اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولین وآخرین کے تمام علوم عطا فرمائے ہیں، منجملہ ان کے رب قدیر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی تاریخ کا بھی قطعی علم عطا فرمادیا، چنانچہ صحیح بخاری ونیز زجاجۃ المصابیح میں امام مالک، امام شافعی اور امام ابوعوانہ رحمھم اللہ کے حوالہ سے روایت درج ہے:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم انى رايت هذه الليلة فى رمضان فتلاحى رجلان فرفعت. رواه مالک والشافعی و ابو عوانة.	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس رات (یعنی شب قدر) کو رمضان میں دیکھا، لیکن جب دو آدمیوں نے آپس میں جھگڑا کیا تو (شب قدر کو قطعیت کے ساتھ متعین طور پر تمہیں بتانے کا حکم) اٹھالیا گیا۔ امام مالک امام شافعی اور حضرت ابوعوانہ نے اس کی روایت کی ہے۔

(زجاجة المصابیح، باب لیلة القدر، حدیث نمبر: 2937)

شب قدر کی علامتیں

حضرات! شب قدر کی کیا علامتیں ہیں؟ ہم کیسے اندازہ لگائیں کہ ہم نے شب قدر کو پالیا ہے؟ اس سلسلہ میں ہمیں احادیث شریفہ سے روشنی ملتی ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''درمنثور'' میں ایک تفصیلی روایت نقل کی ہے:

وأخرج أحمد وابن جرير ومحمد بن نصر والبيهقى وابن مردويه عن عبادة بن الصامت أنه سأل رسول الله صلى الله عليه و سلم عن ليلة القدر فقال: فى رمضان فى	اور امام احمد، امام ابن جریر، امام محمد بن نصر، امام بیہقی اور امام ابن مردویہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا تو حضور پاک علیہ

العشر الأواخر فإنها فی ليلة وتر فی أحدی وعشرين أو ثلاث وعشرين أوخمس وعشرين أو سبع وعشرين أو تسع وعشرين أو آخر ليلة من رمضان من قامها إيماناواحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن أماراتها أنها ليلة بلجة صافية ساكنة ساجية لا حارة ولا باردة كأن فيها قمرا ساطعا ولا يحل لنجم أن يرمی به تلك الليلة حتی الصباح ومن أماراتها أن الشمس تطلع صبيحتها لا شعاع لها مستوية كأنها القمر ليلة

الصلوۃ والسلام نے فرمایا:وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوا کرتی ہے،کیوں کہ وہ طاق رات میں ہوا کرتی ہے،یا تو اکیسویں رات ، یا تیئیسویں رات، یا پچیسویں رات،یا ستائیسویں رات ، یا انتیسویں رات ، یارمضان المبارک کی آخری رات میں ہوتی ہے،جو شخص بحالت ایمان ثواب کے ارادہ سے اس رات قیام کرے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دئے جاتے ہیں اورشب قدر کی یہ علامتیں ہیں:(1) وہ رات نہایت روشن (2) خوب شفاف (3) پرسکون (4) سہانی وخاموش (5) نہ گرم اور نہ ہی سرد،گویا کہ اس رات چاند خوب روشنی بکھیر رہا ہے،(6) اور جب تک صبح نہ ہوجائے اس رات کسی ستارہ کونہیں پھینکا جاتا (7) اوراس کی علامتوں میں یہ بھی ہے کہ اس کی صبح سورج مکمل طور پر ایسا طلوع ہوتا ہے؛گویا کہ وہ چودھویں رات

البدر وحرم الله على الشيطان أن يخرج معها يومئذ .

کا چاند ہے،(8)اور اللہ تعالی نے شیطان پر یہ حرام کر دیا ہے کہ اس دن وہ سورج کے ساتھ نکلے۔

(الدرالمنثورفی التفسیر الماثور،سورۃ القدر،آیت:2)

شب قدر،سمندر کا پانی شیریں ہوجاتا ہے

شب قدر کی علامتوں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے،امام رازی نے ستائیسویں شب سمندر کا پانی میٹھا ہونے سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا ہے:

أنه كان لعثمان بن أبى العاص غلام ، فقال : يا مولاى إن البحر يعذب ماؤه ليلة من الشهر ، قال : إذا كانت تلك الليلة ، فأعلمنى فإذا هى السابعة والعشرون من رمضان.

حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا؛(اس نے) آپ سے کہا:(رمضان کے)مہینہ میں ایک ایسی رات ہے؛جس میں سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہے،تو آپ نے اس سے فرمایا:جب وہ رات آجائے تو تم مجھ کو بتادینا،تو واقعی وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات تھی۔

(تفسیرمفاتیح الغیب،سورۃ القدر،آیت:1)

اسی طرح تفسیر قرطبی میں ایک روایت ہے کہ شب قدر میں سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہے:

قال عبید بن عمیر: کنت لیلة السابع والعشرین فی البحر، فأخذت من مائه، فوجدته عذبا سلسا.

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں (رمضان المبارک کی) ستائیسویں شب سمندر میں (سفر کر رہا) تھا، میں نے سمندر سے پانی لیا تو اسے نہایت شیریں اور لطیف ولذیذ پایا۔

(تفسیر القرطبی، سورۃ القدر، آیت:1)

شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں

حضرات! معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہوا کرتی ہے، حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرنے یعنی آخری دس راتوں میں عبادتوں کا خصوصی اہتمام کرنے کی تلقین فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے تھے: ''تم شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو!''

(صحیح البخاری کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر......حدیث نمبر: 2020، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلۃ القدر......، حدیث نمبر:2833، جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی لیلۃ القدر، حدیث نمبر:797)

ستائیسویں شب' شب قدر

برادران اسلام! حضرت رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد سے واضح ہورہا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوا کرتی ہے۔ چونکہ حضرات صحابۂ کرام حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے منشا اور مزاج سے زیادہ واقف اور وہی آپ کی مبارک سنتوں پر بہتر عمل کرنے والے ہیں؛ اس لئے ان سے متعلق کسی خلاف سنت عمل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ وہی صحابۂ کرام بیان فرماتے ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوا کرتی ہے، اگرچہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک موقع پر حکمتاً اس کے تعین کی صراحت نہیں فرمائی تھی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مذکورہ حدیث پاک کی روایت کے بعد امام ترمذی شب قدر کے تعین سے متعلق تفصیلات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ أَنَّهُ کَانَ یَحْلِفُ أَنَّهَا لَیْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِینَ .وَیَقُولُ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَلَامَتِهَا فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا.

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ قسم کھا کر یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (شب قدر) ستائیسویں رات ہے اور یہ فرماتے کہ ہمیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامتیں بیان فرمائیں تو ہم نے انہیں گِنا اور یاد کرلیا۔

سورۂ قدر کے کلمات سے استدلال

حضرات! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ

شب قدر ستائیسویں رمضان کو ہوا کرتی ہے،اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۂ قدر کے کلمات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ سورۂ قدر میں تیس(30)کلمات ہیں،ان میں ضمیر ھـــی (یعنی وہ رات) ستائیسواں کلمہ ہے،جس کا مرجع''لیلۃ القدر''ہے،جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی عظیم شرح فتح الباری میں ہے:

و قد روی عن عمر رضی الله عنــه انهـا ليـلة سبع وعشرين وروی عـن عبـد الله بن عباس مثـل ذلک و استـدل عليه بان سورة القدر ثلاثون كلمة و ان هـی مـنهـا هی الكلمة السابعة والعشرون.	حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت ہے اور آپ نے اس بنیاد پر استدلال کیا کہ سورۂ قدر میں تیس (30)کلمات ہیں،اورلفظ''ھـی''(یعنی وہ رات)ستائیسواں کلمہ ہے۔

(فتـح البـاری شرح صحيح البخاری،باب تحری ليلة القدر فی الوتر من العشر الا واخر۔ مفا تيح الغيب للامام الرازی،سورة القدر۔3)

لیلۃ القدر کے حروف سے ستائیسویں شب کی طرف اشارہ

سورۃ القدر میں لفظ لیلۃ القدر (یعنی شب قدر) تین مرتبہ استعمال ہوا اور''لیلۃ القدر'' میں نو(9)حروف پائے جاتے ہیں،اورنو(9)کے عدد کو تین(3)میں ضرب دینے سے ستائیس(27)حاصل ہوتے ہیں،چنانچہ اس ستائیس(27)کے عدد سے بھی ''شب قدر'' ستائیسویں رات ہی ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے،

جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

واستنبط بعضهم ذلك في جهة اخرى فقال ليلة القدر تسعة احرف و قد اعيدت في السورة ثلاث مرات فذلك سبع وعشرون.

اور بعض علماء نے ایک اور وجہ سے (شب قدر کے ستائیسویں تاریخ میں ہونے پر) استدلال کیا ہے، چنانچہ منقول ہے :لیلۃ القدر میں نو (9) حروف ہیں اور اس سورہ میں لیلۃ القدر تین (3) مرتبہ آیا ہے، اس طرح وہ ستائیس (27) ہوتے ہیں۔

(فتح الباری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الا واخر۔ مفا تیح الغیب للامام الرازی، سورۃالقدر:3)

شب قدر اخیر عشرہ میں ہونے کی حکمت

حضرات! شب قدر ماہ رمضان کے اخیر عشرہ میں رکھی گئی ہے، اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ جب عمل کرنے والا اپنا عمل پورا کرتا ہے تو اسے انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے، ایسے ہی رمضان المبارک کی قدر کرنے والوں اور روزوں کا اہتمام کرنے والوں کے حق میں گویا شب قدر ایک عظیم انعام الٰہی ہے۔

اس کی ایک اور حکمت حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عام افراد کے لئے؛ پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اور اخیر دہے میں ہمت پست ہوتی ہے، اس لئے ہمت بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی، اس میں تجلی خاص فرمائی، تاکہ ہمت بڑھے اور رمضان شریف کی تکمیل کرسکیں۔

(فضائل رمضان، ص:110)

اخیر عشرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام

برادران اسلام! یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل

الانبیاء ہیں، خالق کائنات نے آپ کو سرورکونین بنایا ہے، اس کے باوجود حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام ہم غلاموں کی ہمت افزائی فرماتے ہوئے کثرت سے عبادتوں کا اہتمام فرماتے، دیگر دنوں کی بنسبت رمضان المبارک اور خاص طور پر اس کے آخری عشرہ میں آپ کی شان عبادت عروج پر ہوتی، جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الاَوَاخِرِ مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیگر شب وروز کی بنسبت رمضان کے اخیر عشرہ میں عبادت کرنے میں مزید اہتمام فرماتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان. حدیث نمبر2845)

حضرات! نہ صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس عبادتوں کا اہتمام فرماتے، بلکہ اپنے اہل بیت کو بھی اس کی توجہ دلاتے اور شب بیداری کی تلقین فرماتے، جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کا جب آخری عشرہ شروع ہوجاتا ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کمر بستہ ہوکر ہمیشہ سے زائد عبادت میں مشغول

وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَاَحْيَا لَيْلَهُ ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ .	ہوجاتے ہیں اور شب بیدار رہتے (اورنوافل، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن فرمایا کرتے) اور اپنے گھر والوں کو (بھی ان راتوں میں) جگا دیتے (تا کہ وہ بھی شب بیدار رہ کر آخری عشرہ کی برکتیں حاصل کریں)۔

(صحیح البخاری، باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان،حدیث نمبر 2024۔صحیح مسلم، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان .حدیث نمبر 2844)

شب قدر کی خصوصیات

اس رات کی متعدّ د خاصیتیں ہیں،قرآن کریم کی روشنی میں اس کی چھ(6) خاصیتیں آشکارہوتی ہیں:

(1) شب قدر کی اہمیت اورفضیلت و برکت اس امر سے واضح ہے کہ اللہ تعالٰی نے مکمل ایک سورہ اس کی شان میں نازل فرمایا۔(2)اس رات میں نزول قرآن ہوا(3) یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے(4)اس رات میں فرشتے زمین پر آتے ہیں(5) حضرت جبریل کی آمد ہوتی ہے اور(6) صبح صادق تک بندوں پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

شب قدر کی برکتوں سے محرومی سب سے بڑی محرومی ہے!

حضرات !اللہ تعالی نے شب قدر کے ذریعہ ہمیں ایک عظیم موقع عنایت فرمایا کہ ہم اس رات عبادت کے ذریعہ اجروثواب کے خزانے حاصل کریں،رب کی عنایتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرلیں،لیکن کوئی ایسے عظیم موقع کو بھی غفلت کی نذر کرتا ہے تو یہ اس

کی محرومی کی علامت ہے، سنن ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ وہ مہینہ ہے؛ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو مکمل محروم ہے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الصيام باب ماجاء فی فضل شهر رمضان ،حديث نمبر 1634)

سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں

شب قدر کی فضیلت میں کئی احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں، اس رات میں عبادت کرنے اور قیام کرنے والے کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، بشرطیکہ وہ صاحب ایمان اور اخلاص والا ہو، شب قدر میں قیام کرنے اور عبادت کرنے کی وجہ سے سابقہ گناہوں کی معافی کیلئے ایمان وعقیدہ اساسی شرط ہے، اس کے بغیر بخشش کا تصور بھی محال ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص بحالت ایمان ثواب کے ارادہ سے شب قدر میں قیام کرے تو اس

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. کے گذشتہ سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان ،باب قیام لیلۃ القدر من الایمان، حدیث:35)

شب قدر میں ملائکہ کا نزول اور دعائے مغفرت

شب قدر کی ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس رات فرشتوں کی آمد ہوتی ہے اور وہ رب العالمین کی عبادت میں مصروف بندوں کے لئے رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، چنانچہ شعب الایمان، مشکوۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث مبارک ہے:

عن انس بن مالک ، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : إذا کان لیلۃ القدر نزل جبریل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عز وجل.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انھوں نے فرمایا،حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ (زمین پر) اترتے ہیں اور ہر اس بندہ کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں؛ جو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اللہ کی یاد اورعبادت میں مشغول رہتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، کتاب فی لیلۃ العیدین ویومھما، حدیث نمبر3562)

ستر ہزار فرشتوں کا نزول اور نورانی جھنڈوں کی تنصیب

سلطان الاولیاء حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف منیف الغنیۃ لطالبی

طریق الحق میں تفصیلی حدیث شریف نقل فرماتے ہیں کہ اس رات حکم الٰہی سے ہزاروں فرشتے زمین پر آتے ہیں، اور وہ نورانی جھنڈے خانۂ کعبہ اور روضۂ نبوی وغیرہ پر نصب کرتے ہیں، چنانچہ مروی ہے:

وروی عن ابن عباس رضی الله عنهما انه قال: اذا كان ليلة القدر يامر الله سبحانه وتعالى جبريل عليه السلام ان ينزل الى الارض ومعه سكان سدرة المنتهى وهم سبعون الف ملک، ومعهم الوية من نور، فاذاهبطوا الى الارض ركز جبريل عليه السلام لو اءه والملائكة الويتهم فى اربع مواطن: عند الكعبة، وعند قبر النبى صلى الله عليه وسلم، وعند مسجد بيت المقدس، وعند مسجد طورسيناء ....

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ زمین پر اتر جاؤ، آپ کے ساتھ سدرۃ المنتہی کے ساکن ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں، جب وہ سب زمین پر آتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دیگر فرشتے اپنے جھنڈے چار مقامات پر نصب کرتے ہیں: (1) خانۂ کعبہ کے پاس (2) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس (3) مسجد اقصیٰ کے پاس (4) اور مسجد طور سینا کے پاس......

(الغنية لطالبی طريق الحق، ج:2، ص:14)

شب قدر ہزار مہینوں سے افضل کیوں؟

برادران اسلام! شب قدر کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا، لیکن سوال یہ ہے کہ اس رات کو اتنی عظمت کیوں دی گئی اور یہ مقدس رات امت محمدیہ کو کیوں دی گئی؟ اس بارے میں احادیث شریفہ سے مختلف وجوہ سامنے آتی ہیں۔

کتب تفاسیر میں یہ روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسی عبادت گزار ہستیاں تھیں جو مسلسل ہزار مہینوں تک حق تعالیٰ کی عبادت کرتی رہیں اور اتنی طویل مدت میں انہوں نے کبھی کوئی غفلت نہ کی، جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سماعت فرمایا تو انہیں بہت تعجب ہوا اور ساتھ ہی یہ خیال ہونے لگا کہ ہماری عمریں اتنی طویل نہیں، تو ہم کیسے وہ ثواب پاسکیں گے جو بنی اسرائیل کی ان مبارک ہستیوں نے حاصل کیا تو اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر رات عطا فرمائی۔ یہ روایت متعدد تفاسیر میں منقول ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی اس حدیث پاک کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے:

عن علی بن عروۃ قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما اربعۃ من بنی اسرائیل عبدوا اللہ ثمانین عاما لم یعصوہ طرفۃ عین فذکر	حضرت علی بن عروہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن بنی اسرائیل کے چار (4) (انبیاء کرام علیہم السلام) کا تذکرہ فرمایا، جنہوں نے اسی (80) سال تک اللہ تعالی کی عبادت

ایوب، وزکریا، وحزقیل بن العجوز و یوشع بن النون قال فعجب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک فاتاہ جبریل فقال یا محمد عجبت امتک من عبادۃ ہولاء النفر ثمانین سنۃ لم یعصوہ طرفۃ عین فقد انزل اللہ خیرا من ذلک فقرء علیہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، وماادراک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شہر. ہذا افضل مما عجبت انت و امتک قال فسرّ بذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس معہ.

کی اور کبھی انہوں نے لمحہ بھر کے لئے بھی کوئی معصیت کا ارتکاب نہیں کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل اور حضرت یوشع علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں: اس بات پر صحابۂ کرام کو تعجب ہوا، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت کو ان چار (4) حضرات کی عبادت پر تعجب ہوا کہ انہوں نے اسی (80) سال تک عبادت کی اور کبھی انہوں نے لمحہ بھر کے لئے بھی معصیت کا ارتکاب نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر نعمت نازل فرمائی، پھر حضرت جبریل نے سورۂ قدر کی تلاوت کی پھر عرض کیا یہ اس سے بھی افضل و بہتر ہے جس پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب کا اظہار کیا، اس خبر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام مسرور ہوگئے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃالقدر۔3۔الدر المنثور، سورۃالقدر۔3)

حضرات! مذکورہ روایت سے یہ بات آشکار ہورہی ہے کہ امت مرحومہ کے لئے رحمت الٰہی کے کیسے ابواب کھلتے ہیں باوجود یہ کہ اس امت کی عمریں کم ہیں اور اعمال

بھی ناقص ہیں، لیکن حق تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے ہر سال ایک ایسی رات عطا فرمائی، جس میں وہ ثواب حاصل کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا جو پچھلے زمانہ میں اسی (80) سال کی سخت محنتوں سے پایا جاسکتا تھا۔

شب قدر میں محروم کون؟

حضرات! اس رحمت ومغفرت، عنایت وبخشش کی رات بھی چند افراد محروم رہ جاتے ہیں، اگر وہ افراد بھی اپنے گناہوں کو ترک کریں اور صدق دل سے توبہ کریں تو اللہ تعالی کی رحمت ان کے بھی شامل حال ہوگی۔

امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث شریف ہے:

عن عبد الله بن عباس ، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : ....وإذا كانت ليلة القدر يأمر الله عز وجل جبريل عليه السلام ، فيهبط في كبكبة من الملائكة إلى الأرض ومعهم لواء أخضر ، فيركز اللواء على ظهر الكعبة ، وله مائة جناح منها جناحان لا ينشرهما إلا في تلك	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا .... جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالی جبریل امین کو حکم فرماتا ہے، تو وہ فرشتوں کی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے خانہ کعبہ پر نصب کیا جاتا ہے۔ جبریل امین (علیہ السلام) کو خصوصی شان والے ایک سو (100) پر ہیں، جن میں دو پر ایسے ہیں جنہیں وہ شب قدر کے علاوہ کبھی نہیں کھولتے، جب (حضرت)

الليلة، فينشرهما في تلك الليلة فيجاوز المشرق إلى المغرب، فيبث جبريل عليه السلام الملائكة في هذه الليلة فيسلمون على كل قائم، وقاعد، ومصل وذاكر يصافحونهم، ويؤمنون على دعائهم حتى يطلع الفجر، فإذا طلع الفجر ينادي جبريل معاشر الملائكةالرحيل الرحيل، فيقولون يا جبريل، فما صنع الله في حوائج المؤمنين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم؟ فيقول جبريل: نظر الله إليهم في هذه الليلة فعفا عنهم، وغفر لهم إلا	جبریل اس رات اپنے پروں کو کھولتے ہیں تو مشرق و مغرب ڈھنک جاتے ہیں۔پھر (حضرت) جبریل ملائکہ کو ہر طرف پھیل جانے کے لئے کہتے ہیں، کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر عبادت کرنے والے، نماز پڑھنے والے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کو وہ فرشتے سلام کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں، ان کی دعاؤں پر آمین کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔جیسے ہی فجر طلوع ہوتی ہے (حضرت) جبریل ندا دیتے ہیں: اے فرشتو! واپس چلو! واپس چلو! ملائکہ کہتے ہیں: اے جبریل! امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مؤمنین کی ضروریات وحوائج سے متعلق اللہ تعالی نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ (حضرت) جبریل، فرماتے ہیں: اس رات اللہ تعالی نے ان کی جانب نظر رحمت اور توجہ خاص فرمائی، انہیں درگزر فرمادیا اور انہیں بخش دیا سوائے چار (4) افراد کے! حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

أربعة ، فقلنا : يا رسول الله من هم ؟ قال : رجل مدمن خمر، وعاق لوالديه ، وقاطع رحم ، ومشاحن .	نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !وہ چار(4)افراد کون ہیں؟حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا(1) شراب کا عادی(2)والدین کا نافرمان(3)رشتوں کو توڑنے والا اور(4) کینہ پرور۔

(شعب الایمان للبیھقی ،حدیث نمبر:3540)

شب قدر کے معمولات

برادران اسلام!اس مقدس رات کی فضیلت و برکت جاننے کے بعد غفلت میں پڑے رہنا مؤمنین کا شیوہ نہیں، چنانچہ بندۂ مومن کو چاہیۓ کہ وہ نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنے کی خاطر غسل کرے،عبادات واذکار کا اہتمام کرے،خدائے تعالی کو راضی کرنے اوراس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔شب قدر کے معمولات سے متعلق ایک روایت میں آتا ہے:

قال زر هي ليلة سبع وعشرين فمن ادركها فليغتسل و ليفطر على لبن .	حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: شب قدر ستائیسویں شب ہے،تو جوکوئی اسے پائے تو چاہیۓ کہ وہ غسل کرے اوردودھ سے افطار کرے۔

(مصنف عبد الرزاق،باب لیلۃ القدر،حدیث نمبر: 7701)

شب قدر میں کی جانے والی دعا

شب قدر کے معمولات میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات پڑھنے کے لئے خصوصی دعا تعلیم فرمائی کہ اس رات یہ دعا کرے: " اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ

عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ".

جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ اَىُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُولُ فِيهَا ؟ قَالَ : قُولِي ! " اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ".	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس میں کیا دعا پڑھوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دعا کرو! اے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما۔

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب ای الدعاء افضل، حدیث نمبر: 3855)

"اعتکاف" فضائل واحکام

حضرات! اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ اپنے کو ٹھیرنے کا پابند بنا لینا ہے اور شرع میں عبادت کی نیت سے روزہ کی حالت میں مسجد میں شب وروز رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:۔

(1) واجب، (2) سنت اور (3) نفل۔ واجب اعتکاف یہ ہے کہ کوئی شخص اعتکاف کرنے کی نذر مانے اور اس کو اپنے اوپر واجب کر لے۔ سنت اعتکاف یہ ہے کہ رمضان کے آخری دہے میں مسجد میں معتکف رہے اور یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھی محلّہ کی مسجد میں معتکف نہ رہے تو سب گنہگار رہوں گے۔ اوران دنوں کے سوا جب کبھی مسجد میں ٹھیر جائے تو یہ مستحب اعتکاف ہے اور اس کی

مقدار کم سے کم ایک ساعت ہے۔اعتکاف صرف ایسی مسجد میں جائز ہے جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز کا اہتمام ہو۔

صحیح بخاری میں روایت ہے:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ .

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے (اپنے اپنے گھروں میں)اعتکاف کیا۔

(صحیح بخاری،کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر والاعتکاف فی المساجد کلها،حدیث نمبر:2026)

اعتکاف کا احادیث کریمہ میں بہت ثواب آیا ہے،سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ " هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ وَيُجْرَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ ا لْحَسَنَاتِ كُلِّهَا " .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) سے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ گناہوں سے باز رہتا ہے،اور نیکیوں سے اسے اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے تمام نیکیاں کیں۔

(سنن ابن ماجه،کتاب الصیام،باب فی ثواب الاعتکاف،حدیث

نمبر:1853۔زجاجۃ المصابیح،باب الاعتکاف،حدیث نمبر:2948)

شب عید لیلۃ الجائزۃ یعنی انعام والی رات ہے

مسلمان، رات بھر بازاروں میں گھومنے پھرنے سے احتراز کریں اور عید الفطر کی اس مبارک رات کو عبادت الٰہی میں گزاریں کیونکہ اس رات عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے، درمختار ج1 ص 507 میں ہے: **و من المندوبات . . . احیاء لیلۃ العیدین.**

اس شب کو **لیلۃ الجائزۃ** (انعام واکرام کی رات) اور **لیلۃ الاجرۃ** (مزدوری حاصل کرنے کی رات) کہا گیا ہے۔

نیک بندے جب رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالی اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرتے رہے اور جب یہ مہینہ ختم پذیر ہو تو انعام و اکرام سے سرفراز ہونے کے لئے اپنے آقا و مولی کے سامنے کھڑے ہو جائیں اور دنیا و آخرت میں صلاح و فلاح کی دعاء مانگیں، کیونکہ اس رات رب تعالٰی کی رحمت جوش میں رہتی ہے اور دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔

عن ابن عمر قال خمس لیال لا ترد فیھن الدعاء . . . ولیلۃ العیدین. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے ارشاد فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء رد نہیں کی جاتی منجملہ ان کے عیدین کی راتیں ہیں۔

(مصنف عبد الرزاق ج 4ص 317)

عیدین اور دیگر متبرک راتوں میں عبادت کا اہتمام کرنے والوں کیلئے جنت کی خوشی خبری دی گئی ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من احيا الليالي الخمس وجبت له الجنة: ليلة التروية و ليلة عرفة و ليلة النحر وليلة الفطر وليلة نصف من شعبان	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی ان پانچ راتوں میں عبادت کرتا ہے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے (1) آٹھویں ذوالحجہ اور (2) نویں ذوالحجہ کی رات (3) عید الاضحیٰ اور (4) عید الفطر کی رات اور (5) شعبان کی پندرھویں رات۔

(الترغیب والترھیب ج 2ص 152)

لہٰذا اگر عید کی تیاری باقی رہ گئی ہے تو اس مبارک رات میں زیادہ وقت صرف کئے بغیر شاپنگ کر لیں غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہ کریں اور اس شب کو حسب استطاعت عبادت میں گذارنے کی کوشش کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں مغفرت ونجات کا پروانہ عطا فرمائے اور ہمیں عبادت واطاعت کے ذریعہ شب قدر کی قدر کرنے والا اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے والا بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ دہم برائے شوال المکرّم

عید کا آفاقی پیام انسانیت کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰئکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

خوشی ومسرت اور رنج وغم انسانی طبیعت پرآنے والے احوال ہیں، جوں جوں طبیعت میں اختلاف آتا ہے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں، گویا یہ احوال فطرت انسانی میں داخل ہیں چنانچہ جب بھی روز عید آتا ہے توبتقاضۂ فطرت،طبیعت پرفرحت کی چادر تنی جاتی ہے کیونکہ روز عید عطاء نعمت کا دن ہوتا ہے۔

عید عَود سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں،عید کوعید اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال نئی فرحت وشادمانی لاتا ہے اور اس لئے بھی کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالی بندوں کو منافع واحسانات سے سرفراز فرماتا ہے،اور ایک وجہ یہ کہ بندہ اس دن اللہ تعالی اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف لوٹتا ہے اسی لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔

جو بندے اطاعت واتباع،عبادت وتقوی کے ساتھ خوشی مناتے ہیں وہ اللہ

تعالی کے محبوب ہیں اور جو تکبر و نافرمانی کے ساتھ اظہار خوشی کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کے پاس مبغوض و ناپسند ہیں جیسا کہ ارشاد حق تعالی ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ — بیشک اللہ تعالی اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(سورۃ القصص، آیت:76)

دین اسلام کے سایۂ رحمت و ظل عاطفت میں رہنے والوں کو خالق کائنات نے بیشمار خوشیاں اور کئی عیدیں عطا فرمائی ہیں، جن میں مشہور عیدیں یہ ہیں:

(1) عیدالفطر (2) (عیدالاضحیٰ)

احادیث شریفہ میں عیدالفطر کے فضائل وارد ہیں جن میں سے ایک حدیث شریف ذکر کی جارہی ہے جس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں ذکر فرمائی ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَوْسٍ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلائِكَةُ عَلَى أَبْوَابِ الطُّرُقِ ، فَنَادَوْا : اغْدُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَبٍّ كَرِيمٍ يَمُنُّ بِالْخَيْرِ ، ثُمَّ يُثِيبُ عَلَيْهِ الْجَزِيلَ ، لَقَدْ أُمِرْتُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ وَأُمِرْتُمْ	سیدنا سعید بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عیدالفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے چوراہوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور نداء دیتے ہیں: اے مسلمانوں کی جماعت! رب کریم کی جانب چلو؛ جو خیر سے نوازتا ہے، پھر اجر عظیم عطا فرماتا ہے، یقیناً تمہیں رات میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام اللیل کیا

بِصِيَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ ، وَأَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ ، فَاقْبِضُوا جَوَائِزَكُمْ ، فَإِذَا صَلَّوْا ، نَادَى مُنَادٍ : أَلا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ ، فَارْجِعُوا رَاشِدِينَ إِلَى رِحَالِكُمْ ، فَهُوَ يَوْمُ الْجَائِزَةِ، وَيُسَمَّى ذَلِكَ الْيَوْمُ فِي السَّمَاءِ يَوْمَ الْجَائِزَةِ .

اور تمہیں دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے، تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، اب اپنے انعامات حاصل کرلو! پھر جب لوگ نماز عید ادا کرتے ہیں تو ایک نداء دینے والا نداء دیتا ہے، سنو! بے شک تمہارے پروردگار نے تمہیں بخش دیا، اب تم اپنے گھر لوٹ جاؤ! اس حال میں کہ تم ہدایت والے ہو، تو یہ یوم الجائزۃ (انعام کا دن) ہے اور آسمان میں اس دن کو یوم الجائزۃ (انعام کا دن) کہا جاتا ہے۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر:616)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی غوث اعظم رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں:

قال وهب بن منبه رحمه الله: خلق الله الجنة يوم الفطر، وغرس شجرة طوبى يوم الفطر، واصطفى جبريل عليه السلام للوحى يوم الفطر، والسحرة وجدوا المغفرة يوم الفطر.

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے عید الفطر کے دن جنت پیدا فرمائی اور اسی دن درخت طوبی لگایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کیلئے منتخب فرمایا اور اسی دن حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل آنے والے جادوگروں کو توبہ نصیب ہوئی۔

(الغنية لطالبى طريق الحق، ج 2، ص 18)

حضرات! شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عیدالفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عیدالاضحیٰ۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکر ادا کرنا واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کی صحت اور وجوب کے لئے جو شرائط ہیں، وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے۔ اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے مگر عیدین کا خطبہ سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بات چیت کرنا نماز پڑھنا سب منع ہے۔

عیدالفطر کے دن تیرہ (13) چیزیں مسنون ہیں:

شرع شریف کے موافق اپنی آرائش کرنا غسل کرنا، مسواک کرنا، عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا، خوشبو لگانا، صبح کو بہت سویرے اٹھنا، عیدگاہ میں بہت سویرے جانا، عیدگاہ جانے کے قبل کوئی میٹھی چیز جیسے کھجور وغیرہ کھانا، عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر دے دینا، عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا، شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، پیدل جانا، راستہ میں "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عیدالاضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں ہیں، فرق اس قدر ہے کہ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے عیدالاضحیٰ میں نہیں۔

عیدالفطر میں راستہ میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے، عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی سویرے اور عیدالاضحیٰ

میں صدقہ فطر نہیں بلکہ نماز کے بعد اہل وسعت پر قربانی واجب ہے، اذان وا قامت نہ عیدالاضحٰی میں ہے اور نہ عیدالفطر میں۔

(نورالایضاح، در مختار)

اور اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے کہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے کا حکم دیا۔ جس سے دل کی طہارت اور نفس کی اصلاح ہوتی ہے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ رمضان المبارک کے بعد عید کی نماز جس میں اللہ اکبر زیادہ تعداد میں کہے جاتے ہیں پڑھ کر اللہ کی بزرگی بیان کریں اور شکرادا کریں کہ اس نے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی ہدایت کر کے ہماری اصلاح فرمائی

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔	اور تا کہ تم اللہ تعالٰی کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔

(سورئہ بقرہ،آیت :185)

عید کی مشروعیت سے متعلق سنن ابوداود میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا ،	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ والوں کے لئے دو دن مقرر تھے، جن میں وہ عید مناتے تھے ،لہولعب سے کھیل کود سے ظاہر کرتے تھے،

فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ . قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ

تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو دن جن کو تم عید مقرر کئے ہو، ان سے کیا غرض ہے تو مدینہ والوں نے کہا کہ یہ وہی دن ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان میں کھیلا کرتے تھے اور خوشیاں مناتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے :اللہ تعالی ان دودنوں کے بدلہ میں دوسرے دودن عید منانے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ایک تو عیدالاضحیٰ اور دوسرے عیدالفطر۔

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 1136)

عیدالاضحیٰ تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت خلیل اللہ پر بڑا فضل کیا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔ ہم کو حضرت خلیل اللہ کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے، جو دن حضرت خلیل اللہ کی خوشی کا ہے ہم کو بھی ان کی پیروی کر کے اس میں خوشی کر کے عید منانا چاہیئے۔ دوسرا دن عیدالفطر ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو رمضان شریف دے کر نفس کی اور دل کی اصلاح فرمایا۔ روزے پورے ہو گئے۔ کتنا بڑا احسان ہے اللہ کا جس نے ہم سے پورے روزے کروائے۔ اس نعمت کے شکریہ میں بھی ختم رمضان کے بعد عیدالفطر کے دن کو عید منا کر اللہ تعالی کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ لہو لعب سے بچا کرتے ہیں، اس لئے ان دونوں عیدوں کو بھی کفار کی طرح لہو ولعب کھیل کود میں نہ گزاریں بلکہ اللہ تعالی کی عبادت

کر کے عید کی خوشی کا اظہار کریں، مسلمان کے پاس عبادت سے بڑھ کر کوئی چیز خوشی کے قابل نہیں)۔

حقیقی عید کیا ہے؟

زبدۃ المحدثین، حضرت ابوالحسنات سید عبد اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

بے شک عید کی خوشی منانا بھی مسنون ہے، لیکن کیا معلوم کہ ہمارے لئے یہ عید ہے یا وعید؟

حضرات! اصلی عید تو اس روز ہوگی جس روز وہ جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نظر فرمائیں گے۔

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو انبساطِ عید دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانت کنم اے ہلالِ ما خم ِ ابروئے تو

(ہم غریبوں کی عیدگاہ، اے محبوب تیری گلی ہے اور عید کی خوشی ہمیں آپ چہرے کو دیکھنے سے ملتی ہے)۔(عید کے سو (100) چاند میں آپ پر قربان کرتا ہوں، ہماری عید کا چاند آپ کے ابرو کا خم ہے)۔

عید کی خوشی منانا چاہیے اس لئے کہ یہ بھی سنت ہے۔

مگر صاحبو! عید تو اس روز ہوگی جب ہم خدائے تعالی سے ملیں گے، اس حالت میں کہ ہم اس سے راضی اور وہ ہم سے راضی، ہمیشہ اسی کوشش میں رہنا چاہیئے۔

یہ عید اور اس کی خوشی دونوں فانی ہیں، خدا کرے کہ وہ دن آئے جس میں دل کی اصلاح ہو کر دل' دلدار کا ہو جائے، وہ دن حقیقی عید کا ہے، یہ عید بھی باقی اور اس کی خوشی بھی باقی۔

عید کے دن مغفرت ہوتی ہے اس لئے وہ خوشی کا دن ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بندے عید کے دن خدا کے دربار (عیدگاہ) میں جاتے ہیں تو وہاں سے بخشے بخشوائے گھروں کو واپس ہوتے ہیں۔

بعض لوگ خلافِ شریعت اُمور کے مرتکب ہو کر عید کی نماز کے لئے آتے ہیں، ان سب خرافات سے باز آ کر سرفرازیوں کے مستحق بن کر آنا چاہیئے۔

(مواعظِ حسنہ، حصہ اول، ص 277، از محدث دکن)

حضرت صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر عید کے روز اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کرتے اور سب مل کر روتے بیٹھتے، لوگوں نے اس بارے میں دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمانے لگے: میں غلام ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ وہ ہم سے پورا ہوا یا نہیں؟ عید کی خوشی منانا اُسے مناسب ہے جو عذاب الٰہی سے امن میں ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے دن گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا: جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے روزے قبول ہوئے یا نہیں وہ عید کیسے منائے؟۔

(مواعظِ حسنہ، حصہ دوم، ص 315، از محدث دکن)

عید منانے کا طریقہ

مومن کی عید یہ نہیں ہوتی کہ وہ اس میں کھیل کود کرے اور لہو ولعب میں مشغول رہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت میں عید مناتا ہے۔

اور عید کا مفہوم ہی طاعت وعبادت، فرحت ومسرت، سلامتی وراحت ہے، تقاضۂ عقل کے مطابق اس دن عبادت میں تخفیف ہونی چاہئے تھی، لیکن اس کے برخلاف اللہ تعالی نے امت پر ایک اور نماز اضافہ واجب فرمائی، جس میں اس بات کی تعلیم ہے کہ بندے جب ایک مقام پر جمع ہو جائیں تو معاشرہ میں افراتفری وانتشار پیدا ہونے کے بجائے رب کریم کی عبادت میں رہ کر انسانی معاشرہ کو اپنے اجتماع سے امن وسلامتی کا پیام دیں۔

برادرانِ اسلام! عیدگاہ جاتے وقت راستہ میں تکبیر کہنا سنت ہے تکبیر اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ بشری تقاضے کے مطابق جب کثیر اجتماع ہوتا ہے تو بلاوجہ آوازیں بلند ہوتی ہیں اور راہ گیروں کیلئے اذیت کا سبب بنتی ہیں اور رفتہ رفتہ بات جھگڑے وفساد تک پہنچ جاتی ہے، معاشرتی ومعاشی فضا سے تکدر کو دور کرنے کیلئے تکبیر کہنے کا حکم دیا گیا، اس کے علاوہ عید کے دن نماز اور تکبیروں سے مومن بندے ذکر خداوندی کر کے اس کی برکتوں اور رحمتوں سے عالم کو فیض یاب بناتے ہیں کیونکہ جب ابر کرم برستا ہے تو وہ رحمت عامہ بن کر سب کو اپنے سایہ میں لیتا ہے۔

حضرات! عید کے دن مالدار، صاحب نصاب مومن پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے تاکہ غریب، نادار محتاج افراد بھی عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہیں اس کے علاوہ ہر خطہ کے مسلمان نماز عید کے بعد فقراء ومساکین میں گھر واپس ہونے تک راستہ بھر اپنا مال اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ عمل مسلمانوں کی سخاوت، ملت سے محبت اور ان پر مہربانی کو عیاں کرتا ہے، اس طرح عید کی ابتداء سے انتہاء تک مسلمانوں کا ہر عمل دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے کا پیام افرادِ وطن کے نام دیتا ہے۔

عید کی خصوصی دعاء

امام طبرانی کی معجم اوسط میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منقول ہے:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کیلئے یہ دعاء فرمائی:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : كَانَ دُعَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ الْعِيْدَيْنِ " اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ عِيْشَةً تَقِيَّةً ، وَمِيْتَةً سَوِيَّةً ، وَمَرَدًّا غَيْرَ مُخْزٍ وَلَا فَاضِحٍ ، اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا فَجْأَةً ، وَلَا تَأْخُذْنَا بَغْتَةً ، وَلَا تُعَجِّلْنَا عَنْ حَقٍّ وَّلَا وَصِيَّةٍ ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَفَافَ وَالْغِنٰى ، وَالتُّقٰى وَالْهُدٰى ، وَحُسْنَ عَاقِبَةِ الْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّقَاقِ ، وَالرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ فِيْ دِيْنِكَ،

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت انہوں نے فرمایا: عیدین کے موقع پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ دعاء فرماتے: اے اللہ! ہم تجھ سے تقوی والی زندگی اور حسن خاتمہ والی موت کا سوال کرتے ہیں، ایسا انجام مانگتے ہیں جو ذلیل اور رسوا کرنے والا نہ ہو، اے اللہ! تو ہمیں اچانک ہلاک نہ فرما، فوراً ہمارا مؤاخذہ نہ فرما اور کسی حق کی ادائیگی یا وصیت پوری کرنے سے پہلے ہمیں ناگہانی موت نہ دے، اے اللہ! ہم تجھ سے پاکدامنی وبے نیازی پرہیزگاری وہدایت مانگتے ہیں اور دنیا وآخرت کے اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں، ہم تیرے دین میں شک و اختلاف، ریاء کاری اور شہرت سے تیری پناہ میں آتے ہیں،

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبُ! لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ، إِنَّکَ أَنْتَ الْوَهَّابُ''.	اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کر، اور ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی خوب عطا فرمانے والا ہے۔

(معجم اوسط طبرانی ، باب العین ، حدیث نمبر:7787)

یہ عید کے موقع سے مناسبت رکھنے والی ایسی جامع دعاء ہے کہ اس میں ان تمام چیزوں کی درخواست ہے، جو ہر کسی کیلئے دنیا و آخرت میں مسرت و شادمانی، امن و سلامتی اور اتحاد و اتفاق کا باعث ہوتی ہیں۔

عید و برات وغیرہ کے موقع پر بھی آتش بازی سے پرہیز کریں:

برادران اسلام! آتش بازی میں بلا کسی فائدہ کے مال ضائع ہوتا ہے، یہ فضول خرچی اور اسراف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا .إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينُ .	اور فضول خرچی بالکل مت کرو ، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل،آیت:26/27)

آتش بازی میں کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ شریعت مطہرہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ .	تم اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(سورۃ البقرۃ،آیت:195)

مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے وقت عزیز کو لایعنی اور بے فائدہ امور میں صرف کرے، جیسا کہ جامع ترمذی شریف ج2 ص58 میں حدیث پاک ہے:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. انسان کے مسلمان ہونے کی خوبی یہ ہیکہ وہ بے فائدہ چیز چھوڑ دے۔

(جامع ترمذی،ابواب الزھد،حدیث نمبر:2487)

عید کے دن بھی غیر شرعی امور سے باز رہیں!

اسلام امن وسلامتی عطا کرنے والا تہذیب وشائستگی کی تعلیم دینے والا مقدس دین ہے، جس کے احکام وقوانین اقوام عالم کے ہر فرد وہر قبیلہ، ہر رنگ ونسل، ہر زماں و مکاں کیلئے امن وشانتی، راحت واطمینان فراہم کرتے ہیں، جس کا پیغامِ امن اپنے ماننے والوں تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کیلئے ہے۔

زمین پر کسی بھی قسم کا فتنہ وفساد، نقصان وخسران، قتل وغارتگری اس دین متین میں بالکل ناجائز وممنوع ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا. تم زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت کرو!۔

(سورۃالاعراف،آیت:65)

مسلمان کا وطیرہ یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل اور گفتار سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور ساری انسانیت اس سے محفوظ و مامون رہیں، ''مشکوۃ المصابیح'' میں جامع ترمذی اور سنن نسائی کے حوالہ سے منقول ہے:

عَنْ أَبِــی هُــرَيْــرَةَ قَــالَ قَــالَ رَسُولُ الـلَّـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ الْـمُسْـلِـمُ مَـنْ سَـلِـمَ الْـمُسْـلِـمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْـمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ .	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، اور مؤمن وہ ہے جس سے سارے لوگ اپنی جان ومال سے متعلق بے خوف رہیں۔

(جامع ترمذی،ابواب الایمان،حدیث نمبر: 2836۔سنن نسائی، حدیث نمبر:5011۔مشکوۃ المصابیح،کتاب الایمان، حدیث نمبر:33)

حضرات! شعار اسلام یہ ہے کہ غیر مسلم سے بھی تکلیف کو دور کرنا اور اس کی ایذاءرسانی سے احتراز کرنا ضروری ہے۔درمختار میں ہے:

ویــجــب کف الاذی عــنــه وتــحــريم غيبتــه كالمسلم.	غیر مسلم کی تکلیف دور کرنا لازم اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے جس طرح کسی مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(درمختار،ج:3،ص:272)

آنے والے گیارہ مہینوں کے لئے لائحہ عمل

حضرات! رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہونے اور گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہم دوبارہ اسی گناہوں والی زندگی کی طرف نہ جائیں بلکہ رمضان میں کی گئی تربیت سے استفادہ کریں اور آنے والے گیارہ مہینوں کے ایک

لائحہ عمل تیار کریں ، کیونکہ دنیا دار فانی ہے،انسان یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا،وقت مقرر پر اسے اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔انسان ،لہو ولعب اور خواہشات کی تکمیل کے لئے دنیا میں نہیں آیا بلکہ اسے ایک خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے،اس کا مقصدِ تخلیق اللہ تعالی کی عبادت ومعرفت ہے۔اللہ تعالی نے اہل ایمان کوتا کید کی ہے کہ وہ پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں اوراپنے آپ کا محاسبہ کریں،ارشادالٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ.	اے ایمان والو؛اللہ تعالی سے ڈرو!اور ہرآدمی جائزہ لے اورمحاسبہ کرے کہ وہ آنے والے دن کے لئے کیا توشہ تیار کررکھا ہے،اوراللہ تعالی سے ڈرتے رہو،بیشک اللہ تعالی تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

(سورۃ الحشر،آیت:18)

مسلمان؛اللہ تعالی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی اورمنشا کے مطابق زندگی بسر کرے،نفسانی خواہشات کو ترک کرکے اپنے آپ کو احکام الٰہی وشریعت مصطفوی کے تابع کردے،اور ہمیشہ موت کو یاد کرتا رہے،حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِى الْمَوْتَ.	لذتوں کوختم کرنے والی موت کو یاد کرتے رہو!۔

(جامع الترمذی،ابواب الزھد، باب ما جاء فی ذکر الموت.حدیث نمبر:2477)

حضرات! انسان کی عادت ہے کہ اگر اسے کسی مقام کا سفر کرنا ہو تو وہاں کے احوال سے آگہی حاصل کرتا ہے، زادِ راہ ساتھ لے کر مکمل تیاری کے ساتھ سفر کرتا ہے، اسی طرح ہمیں آخرت کا سفر طے کرنے لئے بھی مکمل تیاری کرنی ہوگی۔ بروز قیامت بندہ سے ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا، اس کا نامۂ اعمال اس کے سامنے کھول کر رکھدیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ:

اِقْـرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا. — تو خود اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود کافی ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل، آیت :14)

نیک بندوں کو نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اور نافرمان کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ پریشانی کے عالم میں کہے گا کہ کاش مجھے نامۂ اعمال نہ دیا جاتا! مجھے موت آجاتی کہ میں اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرسکوں۔

دنیا میں کوئی مصیبت آتی یا میرے خلاف کوئی مقدمہ دائر کیا جاتا تو مال خرچ کرکے خلاصی حاصل کرتا تھا؛ افسوس کہ آج مال کچھ کام نہیں آئے گا۔ دنیا میں اپنی طاقت اور عہدہ کے سبب مطمئن تھا، بلاخوف وخطر جو چاہا کردیا؛ افسوس کہ میرا اقتدار اور منصب سب کچھ خاک میں مل گیا۔ اللہ تعالی کی جانب سے اعلان ہوگا کہ اس کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔ (خلاصۂ مضمون سورۃ الحاقۃ)

رمضان کے بعد والی اس نئی زندگی میں بطور خاص ہم ہر جہت سے اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، عقیدہ وعمل کا جائزہ لیں اور متعلقہ حقوق کا بھی جائزہ لیں، اگر کہیں کوتاہی ہوئی ہو تو فوراً اللہ تعالی کی بارگاہ میں رجوع ہوکر صدق دل سے توبہ واستغفار

کریں، اگر حقوق العباد میں کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو صاحب حق کو اس کا حق دیں۔ حقوق العباد کا بطور خاص خیال رکھیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ حق تلفی کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ صاحب حق اس کو معاف نہ کردے۔

اولیاء کرام کا یہ معمول رہا کرتا کہ وہ رات میں دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کیا کرتے تھے، ہمیں بھی چاہئے کہ رات میں تنہائی میں بیٹھ کر کم از کم دن بھر کے ضروری اعمال کا محاسبہ کریں۔ اگر ہم سے کوئی نیکی ہوئی ہے تو اس پر شکر کریں اور استقامت کی دعاء کریں، اگر کوئی خطا سرزد ہوئی ہو تو توبہ واستغفار کریں۔

جب ہم اپنے آپ کی اصلاح کریں گے تو ایک صالح معاشرہ تشکیل پاسکتا ہے؛ کیونکہ معاشرہ افراد سے بنتا ہے، اگر فرد کی اصلاح ہوجائے تو معاشرہ کی بھی اصلاح ہوجائے گی۔

نمازعید کی تکبیرات

معزز سامعین کرام !اب اختصار کے ساتھ نماز عید کا طریقہ بتلاتے ہوئے اپنے اس بیان کو اختتام کی طرف لاتا ہوں۔ حدیث شریف کی روشنی میں امام اعظم کی تحقیق کے مطابق عیدین کی نمازوں میں علاوہ عام تکبیروں کے ہر رکعت میں تین تین اس طرح ہر نماز عید میں چھ چھ تکبیرات واجب ہیں۔

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کے پاس نماز عید کی زائد تکبیرات پہلی رکعت میں چھ (6) اور دوسری رکعت میں پانچ (5) ہیں۔

فقہاء شافعیہ کے پاس پہلی رکعت میں سات (7) اور دوسری رکعت میں پانچ (5) ہیں۔ سنن ابوداود، طحاوی، اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث شریف ہے:

وعن سعيد بن عمرو بن العاص؛ أنه سأل أبا موسى الأشعري وحذيفة بن اليمان، كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الأضحى، والفطر؟ فقال أبوموسى كان يكبر أربعا تكبيرة على الجنازة، فقال حذيفة صدق، فقال أبوموسى كذلك كنت أكبر في البصرة، حيث كنت عليهم رواه أبوداود، والطحاوی وسكت أبو داود عنه، ثم المنذری، في مختصره ورواه عبد الرزاق عن ابن مسعود بإسناد صحيح.

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ کی نماز اور عیدالفطر کی نماز میں کس طرح تکبیرات فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ جنازہ کی تکبیروں کی طرح دونوں عیدوں کی چار تکبیرات فرماتے تھے ۔حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق کی ، یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ کہنے لگے کہ میرا اسی طرح عمل درآمد رہا ہے جس وقت میں بصرہ کا حاکم تھا۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے اور ابو داؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور منذری نے بھی اپنی مختصر میں اس کی روایت کی ہے۔اور عبدالرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

(جس میں سے پہلی تکبیر تکبیر تحریمہ ہوتی تھی، اس کے بعد ثنا پڑھتے پھر تین تکبیرات زائد فرماتے تھے، ہر دو تکبیروں کے بیچ میں تین تسبیحات کے موافق فصل کرتے تھے، اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے اور تیسری تکبیر کے بعد قیام کے لئے ہاتھ باندھ لیتے تھے ایسا ہی دوسری رکعت میں بھی نماز جنازہ کی طرح چار تکبیر فرماتے۔ جس میں سے پہلے تین تکبیرات زائد ہوتے ہر دو تکبیر کے بیچ میں تین تسبیحات کی مقدار فصل ہوتا تھا۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے چوتھی تکبیر کے ساتھ بغیر رفع یدین کئے رکوع میں چلے جاتے تھے)

نوٹ: حنفی شخص اگر شافعی مالکی یا حنبلی امام کی اقتداء میں نماز عید ادا کرے تو امام کے مسلک کے مطابق تکبیرات کہے۔ عیدین کے نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر بھی واجب ہے۔

نماز عید کا طریقہ

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید کی دل سے نیت کرے:

نَوَیۡتُ اَنۡ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی رَکۡعَتَیۡ صَلٰوۃِ عِیۡدِ الۡفِطۡرِ مَعَ سِتَّۃِ تَکۡبِیۡرَاتٍ	دو رکعت نماز عید الفطر ادا کرتا ہوں چھ تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے۔

امام امامت کی نیت کرے اور مقتدی اقتداء کی نیت کریں پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھیں پھر (امام و مقتدی ہر دو) اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں ہاتھ چھوڑ کر اتنی دیر توقف کریں کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں پھر دوسری مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور

چھوڑ دیں اور اسی قدر توقف کریں پھر تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر (اس دفعہ نہ چھوڑیں بلکہ) باندھ لیں پھر امام (آہستہ) اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہر کے ساتھ پڑھے اور قاعدہ کے موافق رکوع و سجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت شروع کرے جب دوسری رکعت میں قراءت (سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ) ختم کر چکے تو (امام و مقتدی ہر دو) پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں اور تین تسبیح کے موافق توقف کریں اسی طرح دوسری اور تیسری تکبیر کہتے اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں (یعنی تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھیں چھوڑے رہیں) پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ نماز پوری کر لیں ختم نماز کے بعد امام منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے، خطبہ سنیں۔ عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام اہل اسلام کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقہ وطفیل راہ حق پر گامزن رکھے اور اس عید سعید کی بھرپور خوشیاں عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں کو اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمائے، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین کی پیروی کرتے ہوئے نفس کا محاسبہ کرنے اور تصور آخرت ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور بار بار عید کی خوشیاں زندگی میں نصیب کرے!

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کے بعد ہماری زندگی کیسی ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنُ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: إِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! ہر ایمان والے کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کا خالق و مالک اس سے راضی ہو جائے، رب العزت اسے اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے، حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کے دربار سے وابستگی بندۂ مومن کی زندگی کا اہم مقصد ہوا کرتا ہے، چنانچہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے اطاعت واتباع کی راہ کو اختیار کرتا ہے، احکام شریعت پر کاربند ہو جاتا ہے ہمیشہ نیکیوں کو انجام دینے کی سعی کرتا ہے، برائیوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور تقوی وطہارت کی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی بات سے راضی ہوتا ہے کہ اس کے بندے راہ حق پر گامزن رہیں، رب العالمین کی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کیا کریں اور متقی و پرہیزگار بن جائیں۔

رمضان المبارک میں اللہ رب العزت نے جو روزے فرض کئے ہیں، اس کی اہم حکمت یہ بیان فرمائی کہ روزہ کی برکت سے روزہ دار تقوی شعار اور پرہیزگار بن جاتا ہے، جس طرح سورۂ بقرہ کی (183) آیت مبارکہ میں روزہ کی مقصدیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ!۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:183)

واضح رہے کہ تقوی اور پرہیزگاری کی یہ حالت محض رمضان المبارک تک ہی محدود نہیں ہونی چاہئے، مذکورہ ارشاد الہی میں جو مقصد بیان کیا گیا اس سے یہی روشنی ملتی ہے کہ روزہ دار کی ساری زندگی تقوی وطہارت کی آئینہ دار ہو، ماہ رمضان میں کی جانے والی عبادتیں اور ریاضتیں ماضی کی یادگار بن کر نہ رہ جائیں بلکہ آئندہ زندگی میں بھی انہی مجاہدات کو اپنایا جائے، کیونکہ تقوی کا مفہوم یہی ہے کہ ہمیشہ رضائے الہی کے حصول کی فکر ہو، بندہ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

تقوی کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں، علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

التقوی ان لا یراک اللہ حیث نہاک ولا یفقدک حیث امرک . پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے منع فرمایا اس میں تجھے مشغول نہ پائے اور جس کا حکم فرمایا وہاں غافل نہ پائے۔

(روح المعانی ، سورۃ البقرۃ :2)

کیا رمضان کے بعد رحمت و برکت کا سلسلہ منقطع ہو گیا؟

حضرات! معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کے ہر عمل سے تقوی کا تعلق ہے، رمضان المبارک ہو یا دیگر مہینے' وہ ایسے ہی عمل کو اختیار کرے جس میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور اس عمل کو ہرگز نہ اپنائے جو مرضئ الٰہی کے خلاف ہو۔

نہ مطلب ہے گدائی سے' نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی! ہووے وہ جو کچھ کہ مرضئ الٰہی ہو

(خواجہ میر دردؔ)

رمضان المبارک کا سارا مہینہ ہم نیکیوں سے اپنا دامن بھرتے رہے، اس مبارک مہینہ کی برکتیں اور سعادتیں ہمارے مقدر میں آتی رہیں، سارا مہینہ رحمت الٰہی کی چادر ہم پر تنی رہی، سوال یہ ہے کہ کیا برکتوں کا یہ سلسلہ ماہ رمضان کے بعد ختم ہو جائیگا، رحمتوں کی جو چادر ہم پر سایہ فگن تھی، کیا ماہ رمضان گزر جانے کے بعد کھینچ لی جائے گی؟ ہرگز نہیں! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اہلیت پیدا کریں، اپنے دامن کو اس قابل بنائیں کہ اس میں ہم دنیا و آخرت کی برکتیں سما سکیں، ہم اپنے اندر اتنی لیاقت پیدا کریں کہ سایۂ رحمت کے نیچے ٹھہرنے کے حقدار بنیں!

ایسا نہ ہو کہ صرف ماہِ رمضان میں نمازی' قرآن کی تلاوت کرنے والے' صدقہ وخیرات میں پہل کرنے والے' راتوں میں شب بیداری و قیام کرنے والے رہیں اور رمضان المبارک کے بعد معاصی کا ارتکاب کرنے والے' گناہوں پر اصرار کرنے والے اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے لگیں' جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی کے غضب وجلال کا شکار ہو جائیں۔ اللہ تعالی ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

ماہ رمضان میں ہمیں خیر وخوبی اس لئے عطا کی گئی تھی کہ ہم نے پرہیز گاری اختیار کی تھی ، پورا مہینہ تقوی وطہارت کے پابند رہے اور اس کے گزر جانے کے بعد اگر ہم تقوی و پرہیز گاری پر استقامت کے ساتھ جمے رہیں تو ضرور ہماری زندگی خوشگوار رہے گی، اگر ماہ رمضان کی طرح دیگر مہینوں میں ہمارے عقائد واعمال سے متعلق مستقل مزاجی پائی گئی تو یقیناً ہم خیر وبرکت سے بہرہ ور رہیں گے، اور ضرور خدائے رحیم کی کرم نوازیاں ہمیں اپنی آغوش میں لے لیں گی، جیسا کہ رب العالمین کا وعدہ ہے' سورۂ اعراف میں ارشاد ہورہا ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ.	اور میری رحمت ہر چیز کو گھیری ہوئی ہے تو میں اسے ضرور ان کے حق میں لکھدوں گا جو پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں۔

(سورۃ الاعراف،آیت:156)

اس ارشاد خداوندی سے آشکار ہورہا ہے کہ جب تک ہم میں تقوی وطہارت ہے' ہم خصوصی رحمتوں کے سایہ میں رہیں گے اور جب تک ہم میں پرہیز گاری پائی جائیگی، چین وسکون کی زندگی میسر رہے گی۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی استقامت

برادران اسلام! بزرگان دین کی زندگیوں سے ہم روشنی حاصل کریں کہ ان کا تقوی کس کمال کو پہنچا ہوا تھا، دین پر ان کی استقامت کیسی تھی، حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں' جنہیں سید التابعین کے لقب سے دنیا یاد کرتی ہے' اُن کے حالات ذکر کرتے ہوئے امام ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں

بیان کیا ہے:

حدثنا عبد المنعم بن إدريس، عن أبيه، قال: صلى سعيد بن المسيب الغداة بوضوء العتمة خمسين سنة . وقال سعيد بن المسيب: ما فاتتني التكبيرة الأولى منذ خمسين سنة، وما نظرت في قفا رجل في الصلاة منذ خمسين سنة.	حضرت عبدالمنعم بن ادریس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے پچاس (50) سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے فرمایا: پچاس (50) سال سے کبھی میری تکبیر اولیٰ نہیں چھوٹی اور نہ میں نے نماز کے موقع پر پچاس (50) سال سے کسی آدمی کی گدّی دیکھی ہے۔ (یعنی ہمیشہ صف اول ہی میں تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔)

(حلية الاولياء وطبقات الاصفياء طبقةاهل المدينة ، سعيد بن المسيب ، ص: 186 / 187)

یہاں بطور مثال حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا واقعہ کا بیان کیا گیا، ورنہ ہمارے تمام اسلاف کرام اور صالحین عظام کی زندگیاں اس طرح کی طاعت و ریاضت کے واقعات سے لبریز ہیں' جن سے ہمیں اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنانے کا درس وسبق ملتا ہے۔

حضرات! غور فرمائیں کہ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کی استقامت کا

کیا عالم ہے، خود آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ پچاس (50) سال کا طویل عرصہ گزر چکا لیکن میں نے کبھی پہلی صف کے علاوہ باجماعت نماز ادانہ کی' جس کی بنا میں نے کبھی اگلی صف والوں کی گدی نہیں دیکھی، پچاس سال میں نسلیں تبدیل ہو جاتی ہیں، حکومتیں بدل جاتی ہیں، نوجوان بڑھاپے کو پہنچ جاتا ہے' لیکن پچاس سال کے طویل عرصہ میں آپ کے پایۂ استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا' اس قدر طویل عرصہ میں باجماعت نماز کی ادائیگی، تکبیر اولی کا التزام، صف اول میں شرکت یقیناً غیر معمولی استقامت کی آئینہ دار ہیں، رمضان کے بعد زندگی کو بہتر بنانے والوں کے لئے اور پرہیز گاری پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔

ماہ رمضان رخصت ہوا' فیضان خداوندی نہیں!

برادران اسلام! یاد رکھیں کہ ہم نے ماہ رمضان کو تو رخصت کیا ہے لیکن اس کے فیضان کو رخصت نہیں کیا' قرآن کی تلاوت کو رخصت نہیں کیا' اعمال خیر کو رخصت نہیں کیا' جس طرح ہم رمضان المبارک میں اعمال خیر انجام دیا کرتے تھے، اس سلسلہ کو بعد رمضان بھی جاری رکھیں، اس مہینہ میں ہمارا ہر قدم نیکی اور بھلائی کی طرف اٹھا کرتا تھا' صبر وشکر ہمارا شیوہ بن چکا تھا' یہ رفتار و کردار ماہ رمضان کے بعد بھی باقی رہے۔

ماہ رمضان میں ہمارا ہر عمل شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہوا کرتا تھا' رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد اس اطاعت واتباع میں تساہل اور غفلت نہ ہونے پائے، ایمان والوں کا یہ شعار نہیں کہ وہ احکام الٰہی سے انحراف کریں، رمضان کے روزہ داروں کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ اس مہینہ کے گزر جانے کے بعد ارشادات نبوی سے روگردانی اختیار کریں' کیونکہ شریعت تو ایمان والوں پر ہر حال میں لاگو رہے گی۔

دین پر ثابت قدم رہنے والے دارین میں سعادتمند

حضرات! رمضان المبارک ہو یا دیگر مہینے ، ہر حال میں شریعت مطہرہ پر استقامت ضروری ہے اور دین پر استقامت ہی کامیابی ہے، رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ان بندوں کو سراہا ہے جو اپنے عقیدہ وعمل میں ثابت قدم رہتے ہیں، جیسا کہ خطبہ میں تلاوت کی گئی آیت مبارکہ میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ.	جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تبارک وتعالی ہے، پھر (اس پر) ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (اورکہیں گے کہ) تم خوف نہ کرواور نہ رنجیدہ ہو اور جنت (کے ملنے) پر خوش ہو جاؤ! جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

(سورة حم السجدة،آیت:30)

حضرات! ایک بندۂ مؤمن میں اپنے عقیدہ وعمل پر استقامت تادم زیست رہنی چاہئے ،مرتے دم تک وہ احکام اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنے حسنِ عمل پر مداومت و پابندی کرے، تبھی وہ دارین کی سعادتوں کا حق دار ہوگا،حق تعالی ارشادفرماتا ہے:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ.	اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو! جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام کی حالت پرہی دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔

(سورة ال عمران ،آیت:102)

جولوگ اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں، شب وروز

اس کی نافرمانی سے گریز کرتے ہیں، رات ودن اس کی عبادت وبندگی کیا کرتے ہیں، اسی کی حمد وثنا اور یاد میں اپنے لیل ونہار گزارا کرتے ہیں، اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے شب بیداری کرتے ہیں، اور کسبِ معاش، تجارت وکاروبار انہیں ذکر الٰہی سے نہیں روکتے، ایسے بندوں کو بروز قیامت ممتاز مقام دیا جائے گا، جس دن ہر شخص بارگاہ الٰہی میں خائف وحیراں، لرزاں وترساں حاضر ہوگا؛ اُس دن انہیں امن وقرار، راحت ورحمت سے نواز کر اُن کی امتیازی شان ظاہر کی جائے گی۔

مستدرک علی الصحیحین میں حدیث پاک ہے:

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه، قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فكنا نتناوب الرعية، فلما كانت نوبتي سرحت إبلي ثم رجعت فجئت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يخطب الناس فسمعته يقول: .... يجمع الناس في صعيد واحد ينفذهم البصر	سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ہم باری باری سے اُونٹوں کو چَرانے کی ذمہ داری لیتے تھے، جب میری باری آئی تو میں نے اپنے اونٹوں کو چَرنے کے لئے بھیجا' پھر واپس ہوکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' جبکہ آپ صحابہ کے درمیان خطبہ ارشاد فرمارہے تھے' تو میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ......لوگوں کو ایک ایسے میدان میں جمع کیا جائے گا کہ نگاہ اُن کو پالے گی،

ويسمعهم الداعي فينادي مناد سيعلم أهل الجمع لمن الكرم اليوم ثلاث مرات ثم يقول : أين الذين كانت تتجافى جنوبهم عن المضاجع ، ثم يقول: أين الذين كانوا (لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله) إلى آخر الآية ، ثم ينادي مناد سيعلم الجمع لمن الكرم اليوم ، ثم يقول أين الحمادون الذين كانوا يحمدون ربهم .	داعی اُن کو اپنی آواز سنائے گا ، ایک ندا دینے والا ندا دے گا: ضرور سارا مجمع جان لے گا کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے، یہ ندا تین مرتبہ ہوگی ، پھر ندا دینے والا کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو خوابگاہوں سے علٰحدہ ہو جایا کرتے تھے؟ پھر کہے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے 'نماز ادا کرنے اور زکٰوۃ ادا کرنے سے نہ تجارت غافل کرتی تھی اور نہ خرید و فروخت ، وہ اس دن سے ڈرتے تھے جس میں دل اور نگاہیں مضطرب ہوں گی ۔ پھر ندا دینے والا ندا دے گا: ضرور تمام لوگ جان لیں گے کہ آج بزرگی کس کے لئے ہے ، پھر کہے گا: خوب حمد کرنے والے کہاں ہیں جو اپنے رب کی حمد و ثنا کیا کرتے تھے۔
هذا حديث صحيح	یہ صحیح حدیث ہے۔

المستدرك على الصحيحين ،تفسير سورة النور،كتاب التفسير،حديث نمبر: 3467)

استقامت کے بارے میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح البیان میں لکھا ہے:

قال الشيخ ابو طالب رحمه الله مداومة الاوراد من	شیخ ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معمولات کو بہ پابندی انجام دینا ایمان والوں

اخلاق المؤمن وطريق العابدين وهي مزيد الايمان وعلامة الايقان.	کے اخلاق سے ہے اور عبادت گزاروں کا طریقہ ہے نیز یہ ایمان میں اضافہ کا باعث اور ایقان کی علامت ہے۔

(تفسیر روح البیان، سورۃ ال عمران، آیت: 112)

استقامت فی الدین کی برکت

برادران اسلام! نیک اعمال پر ثابت قدمی‘ خیر و بھلائی کی انجام دہی پر استقامت کی وجہ سے آدمی کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے، مصیبتیں دفع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نزھۃ المجالس میں بنی اسرائیل کی ایک مستقل مزاج‘ دین پر ثابت قدم اور عبادت گزار خاتون کا واقعہ مذکور ہے:

كان في بني إسرائيل امرأة صالحة محافظة على الصلاة في وقتها ولها زوج كافر فنهاها عن ذلك فلم تطعه، فأودعها مالا ثم سرقه وألقاه في البحر فابتلعته سمكة فأخذها صياد وباعها لزوج المرأة فأخذتها لتصلحها	بنی اسرائیل میں ایک نیک وصالح خاتون نماز کو بروقت پابندی کے ساتھ ادا کیا کرتی تھی، اس خاتون کا شوہر غیر مسلم تھا (سابقہ شریعت میں غیر مسلم سے نکاح کرنا منع نہیں تھا) جو اُسے نماز سے روکتا تھا اور وہ خاتون اس کی بات نہیں مانتی تھی، شوہر نے اس خاتون کے پاس کچھ مال امانت رکھا ‘پھر خود اُسے چوری کیا اور اُسے سمندر میں ڈال دیا، اُس مال کو ایک مچھلی نے نگلا تو ایک شکاری نے اُس مچھلی کا شکار کیا اور اُسے نیک خاتون کے شوہر کو فروخت کیا، خاتون نے مچھلی لی تا کہ اُسے استعمال کرے

فوجدت الصرة التي فيها	تو اس کے پیٹ میں وہ تھیلی پائی؛ جس میں مالِ
المال في جوفها فوضعتها	امانت رکھا ہوا تھا' پھر اس نے تھیلی کو اُس کی جگہ
في مكانها ثم طلب منها	رکھدیا اور شوہر نے اُس سے وہ امانت طلب کی
المال فدفعته إليه فتعجب	تو خاتون نے امانت کو بہ حفاظت واپس کر دیا،
من ذلك فأوقدت المرأة	شوہر نے امانت کی واپسی پر تعجب کیا، خاتون نے
تنورا لتخبز فيه العجين	تنّور جلایا تاکہ اُس پر روٹی پکائے تو غیر مسلم شوہر
فرماها الكافر فيه فقالت يا	نے خاتون کو تنّور میں پھینک ڈالا، خاتون نے کہا
واحد أحد ليس لي على	: اے وہ تنہا ذات جس کا کوئی شریک نہیں! میں
النار جلد فخمدت النار	آگ کی تاب نہیں لاسکتی' تو اللہ تعالی کے حکم سے
بإذن الله.	اسی وقت آگ بجھ گئی۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس ، ج1،ص:105)

ماہ رمضان میں کی گئی تربیت کا مقصود

حضرات! رمضان کے مہینہ میں خصوصی طور پر ہماری روحانی تربیت کی گئی تھی، روزہ کی حالت میں ہم نے یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھی کہ اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہا ہے، یہی وجہ تھی کہ روزہ دار نے بند کمرہ میں بھی بھوک سے بے قرار' پیاس سے بے تاب ہونے کے باوجود کبھی کچھ کھا پی لینے کی جسارت نہیں کی کیونکہ اس کو یقین ہے کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، میرا پروردگار مجھ سے بے خبر نہیں ہے، میرا پالن ہار تو مجھے دیکھ رہا ہے، کیونکہ اسے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا، حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے۔

(سورۃ العلق، آیت:14)

اس تربیت کا مقصود یہی ہے کہ بعد رمضان بھی ہر وقت انسان یہی کیفیت اپنے اندر باقی رکھے اور ہمیشہ اس بات کو ملحوظ نظر رکھے کہ مالک ومولی مجھے دیکھ رہا ہے' میری گفتار وکردار' سماعت وبصارت اور چال چلن پر نظر رکھے ہوئے ہے' یہ کیفیت باقی رہے اور یہ بات ذہن نشین رہے تو قدم کبھی ناجائز مقامات کی طرف نہیں بڑھیں گے،اس کی زبان کبھی لغویات وبدگوئی میں ملوث نہیں ہوگی، ہاتھ کبھی خلاف شرع امور کا ارتکاب نہیں کریں گے اور آنکھیں کبھی قبیح مناظر اور غیر محارم کی طرف نہیں اٹھیں گی۔

تربیت رمضان فکر وعمل کی حفاظت کا ذریعہ

حضرات !رمضان المبارک کی اس عظیم روحانی تربیت کے بعد کل بروز قیامت کوئی شخص عذر نہیں کرسکے گا کہ نفس وشیطان کے مکر وفریب میں آکر ہم گناہ کر بیٹھے ہیں' کیونکہ ایک ماہ کی تربیت میں شیطان کو قید کردیا گیا تھا اور روزوں کے ذریعہ نفس کی اصلاح کی گئی' تلاوت قرآن کریم اور تراویح کے ذریعہ روحانی قوت میں اضافہ کردیا گیا' جس طرح ملک کی حفاظت کے لئے فوج تیار کرکے سرحد پر کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ دشمن ملک میں داخل نہ ہو؛اسی طرح ایمان کا ملک جو اعمال صالحہ کے ذریعہ آباد ہے اس کی حفاظت کیلئے انسان کی روحانی تربیت کی گئی اور اسے مستعد کردیا گیا کہ کہیں شیطان اس کے ایمان وعقیدہ اور اعمال صالحہ کو برباد نہ کرسکے۔

رمضان کے بعد بھی ہمیں اعمال صالحہ انجام دیتے ہوئے تقوی وطہارت والی زندگی بسر کرنی لازم ہے اور شریعت مطہرہ کے ہر حکم پر عمل آوری ضروری ہے،چونکہ

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل فرماتے ہمیشہ اس پر مداومت فرماتے اور اس عمل کو ترک نہیں فرماتے، آپ کا عمل کسی زمانہ یا مدت پر منحصر نہیں ہوتا۔

جیسا کہ صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ قَالَ قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لاَ. كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ.	حضرت علقمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے ام المؤمنین! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک کیسا ہوا کرتا' کیا آپ (عمل کے لئے) کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: نہیں! آپ کا عمل مبارک ہمیشہ ہوا کرتا' تم میں کون اس طرح عمل کرسکتا ہے؟ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

(صحیح مسلم ،کتاب الصلوٰۃ،باب فضیلة العمل الدائم ......،حدیث نمبر:1865۔صحیح البخاری ، کتاب الصوم،باب هل یخص شیئا من الایام ، حدیث نمبر:1981)

بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا رہیں' پنجوقتہ نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کریں'

قرآن کریم کی تلاوت کریں، والدین کی خدمت کریں، غرباء وفقراء کا خیال رکھیں، مفلس ونادار حضرات کی مدد کریں، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

بارگاہ یزدی میں دعا کریں کہ اللہ تعالی ماہ رمضان کی طرح سال بھر ہمیں اپنی رحمتوں کے زیر سایہ عبادت وبندگی میں مصروف رکھے، اطاعت وفرماداری کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں کے ارتکاب، شیطان کے مکروفریب سے بچائے، اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے تصدق میں ہمیں نافرمانی ومعصیت سے باز رکھے، عمل صالح کی توفیق خیر مرحمت فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

X

جب ولادت کا زمان باسعادت آ گیا پہنچیں خدمت کے لئے جلدی سے مریم آسیا
باندھیں حوروں نے پرے جس سے تھا سارا گھر بھرا اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جا بجا
شبِ برات و قدر ہو جس پر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوۂ شانِ خدا کیا رات تھی
پس وہ نور پاک رب العالمیں پیدا ہوئے مبدأ کونین و ختم المرسلیں پیدا ہوئے
جان عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے
دھوم تھی عالم میں خورشیدِ کرم طالِع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نورِ قدم طالِع ہوا

X

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ' فضائل ومناقب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! اللہ تعالی نے امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت گرامی کے سبب حضرات اہل بیت کرام وحضرات صحابۂ عظام رضی اللہ تعالی عنہم کو امتیازی شان اور خصوصی فضیلت عطا فرمائی،ان کے سروں پر عظمت ورفعت کا تاج سجایا اور انہیں شرافت وبزرگی کی نعمت لازوال سے مالا مال فرمایا۔

اللہ تعالی نے حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو ہر طرح کی گندگی خواہ وہ فکری ہو یا اعتقادی،علمی ہو یا عملی ،ظاہری ہو یا باطنی ہر طرح کی نجاست وگندگی سے پاک وصاف رکھا اور ان کی پاکی وطہارت کے بیان میں آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا .	بیشک اللہ تعالی تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھرانے والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

(سورۃ الاحزاب،آیت:33)

اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے متعلق اپنی رضا وخوشنودی کا اس طرح اظہار فرمایا:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِی تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِینَ فِیهَا أَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیمُ .	اللہ تعالی ان تمام (صحابۂ کرام) سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہوگئے، اور اللہ تعالی نے ان کے لئے (بہشت کے) ایسے باغ تیار کئے ہیں؛ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ التوبۃ،آیت:100)

اسی طرح سورۂ نساء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَکُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی .	اور اللہ تعالی نے تمام صحابۂ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(سورۃ النساء،آیت:95)

حضرات! ہمارے لئے سعادت اور نجات کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم اپنے دلوں کو حضرات اہل بیت کرام کی محبت سے آباد کریں اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی محبت سے اپنے قلوب کو روشن ومنور کریں، کیونکہ یہی وہ مقدس حضرات ہیں جو ہماری نجات کا ذریعہ بھی ہیں اور ہمارے لئے ہدایت کا معیار بھی ہیں۔

ان ذوات قدسیہ میں بعض وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں خالق کائنات نے اہل بیت نبوت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے شرف سے بھی نوازا ہے اور صحابیت کے درجۂ باکمال سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے، انہی مقدس' باکمال وبے مثال

عبقری شخصیات میں ایک صاحبِ عظمت ورفعت ہستی' سید الشہداء، شیر خدا سیدنا ابوعمارہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات گرامی نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

برادران اسلام! چونکہ شوال المکرّم کی 11 تاریخ کو اور ایک روایت کے مطابق 7 یا 15 شوال المکرّم کو اسلام کا ایک عظیم معرکہ "غزوۂ احد" رونما ہوا اور اس معرکہ میں ستر (70) صحابۂ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا' جن میں سرفہرست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، اسی مناسبت سے آج آپ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

خطبہ میں جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا اس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ .	اور جو لوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ (وہ) اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے۔

(سورۃ آل عمران، آیت:169)

حضرات! اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر تمام شہداء کرام کی حیات اورانہیں ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، حقیقت میں یہ آیت کریمہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ، قال :	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

نزلت هذه الآية في حمزة وأصحابه (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ.	یہ آیت کریمہ ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. (ترجمہ: اور جولوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہا ہے۔)'' سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة الحج، حديث نمبر 3414)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نسبتِ قرابت ورضاعت

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت قرابت بھی حاصل ہے اور رشتۂ رضاعت بھی، آپ نسبی رشتہ کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہیں اور چونکہ حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے، اس لحاظ سے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں، جیسا کہ سیرت کی معروف کتاب ''الروض الانف'' میں مذکور ہے:

......وَذَكَرَ إِسْلَامَ حَمْزَةَ وَأُمُّهُ هَالَةُ بِنْتُ أُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ،	سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ (کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ نے) فرمایا: آپ کی والدہ حضرت ہالہ بنت اُہَیب بن عبد مناف بن زُہرَہ ہیں،

وَأُهَيْبُ عَمّ آمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ تَزَوّجَهَا عَبْدُ الْمُطّلِبِ ، وَتَزَوّجَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّهِ آمِنَةَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ فَوَلَدَتْ هَالَةُ لِعَبْدِ الْمُطّلِبِ حَمْزَةَ .وَوَلَدَتْ آمِنَةُ لِعَبْدِ اللّهِ رَسُولَ اللّهِ . صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ . ثُمّ أَرْضَعَتْهُمَا ثُوَيْبَةُ.

اور حضرت اہیب سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالی عنہا کے چچا جان ہیں، حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت ہالہ سے نکاح کیا اور اس زمانہ میں آپ کے شہزادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عقد فرمایا، تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضرت ہالہ کے بطن سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے، پھر حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں حضرات کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

(الروض الأنف، إسلام حمزة رضى الله عنه)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع

حضرات! خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت کا اعلان فرمایا اور مسلسل دین اسلام کی تبلیغ واشاعت فرماتے رہے، جس کے نتیجہ میں اسلام ترقی کرتا ہوا امن وامان کی چادر پھیلاتا جا رہا تھا، دن بہ دن لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، اب ایسے لوگوں کی باری تھی جو جاہ وجلال، عزت وعظمت رکھتے ہوں اور اہل مکہ میں ان کا رعب ودبدبہ ہو اور ان کی بات ٹالی نہ جاتی ہو۔

چنانچہ اعلان نبوت کے چھٹے سال ایسی مقدس ہستیاں قلعۂ اسلام میں داخل

ہوئیں؛ جن سے اسلام کا پرچم مزید بلند ہوا اور مسلمان علانیہ طور پر معبود حقیقی کی عبادت کرنے لگے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے اور سرداران قریش میں آپ بڑی بہادری و دلیری رکھتے تھے' صبح شکار کے لئے جاتے تو شام گھر واپس لوٹتے' پھر خانۂ کعبہ کے طواف کے لئے آتے، اس کے بعد قریش کے سرداروں کی محفل میں بیٹھتے تھے۔

ایک دن معمول کے مطابق جب شکار سے واپس لوٹے تو آپ کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج ابوجہل نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیسا گستاخانہ برتاؤ کیا؟ یہ سن کر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تیر کمان لیکر ابوجہل کے پاس پہنچ گئے اور کمان سے بڑی قوت کے ساتھ اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ میں بھی انہی کے دین پر ہوں! یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ابوجہل کی مدد کیلئے آئے تو اس نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنی ہاشم سے بنی مخزوم کی جنگ نہ چھڑ جائے، کہنے لگا: جانے دو! میں نے آج ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب، ج 1، ص 477۔سبل الهدی والرشاد، ج2،ص332۔الروض الانف،اسلام حمزة رضی الله عنه،ج2،ص43)

اولاد امجاد

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے متعلق کتب سیر و تاریخ میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آپ کو دو (2) شہزادے اور تین (3) شہزادیاں ہیں، جیسا کہ سبل الہدیٰ والرشاد میں مذکور ہے:

واثـنـان لـحـمـزة	حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دو شہزادے
عـمـارة، ويـعـلـى،	(1)حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اور(2)حضرت یعلی
...وواحـدة لحمزة	رضی اللہ عنہ ہیں،اور آپ کو تین شہزادیاں ہیں ،ایک
وهـي أمـامة، ويـقال	شہزادی کا نام:(1)حضرت امامہ رضی اللہ تعالی عنہا
أمة الـلـه...ولحمزة	جنہیں "امۃ اللہ" بھی کہا جاتا ہے ،(2)اور دوسری
أيـضـا ابنة تسمى أم	شہزادی کا نام:حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا(3)اور
الـفضل وابنة تسمى	تیسری شہزادی کا نام :حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
فاطمة.	ہے۔(ترجمہ ملخصاً)

(سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد،جماع أبواب أعمامه وعماته وأولادهم وأخواله صلى الله عليه وسلم،ج11،82)

دعاء حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مشرف بہ اسلام

برادران اسلام! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جو مشرف بہ اسلام ہوئے دراصل یہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء مقبول کا نتیجہ تھا،خود سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنّهُ قَالَ لَمّا احْتَمَلَنِي الْغَضَبُ	واقعہ یہ ہے کہ جب مجھ پر غصہ غالب ہو گیا تو
وَقُلْت : أَنَا عَلَى آبَائِي	میں نے کہا کہ میں اپنی قوم وقبیلہ کے دین پر
وَقَوْمِي ، وَبِتّ مِنْ الشّكّ	ہوں ،اور میں نے بڑی کشمکش میں اس اہم
فِي أَمْرٍ عَظِيمٍ لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ	معاملہ میں اس طرح رات گزاری کہ لمحہ بھر بھی
ثُمّ أَتَيْت الْكَعْبَةَ ،	نہ سویا، پھر میں کعبۃ اللہ شریف کے پاس آیا

وَتَضَرَّعْتُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَنْ يَشْرَحَ صَدْرِي لِلْحَقِّ وَيُذْهِبَ عَنِّي الرَّيْبَ فَمَا اسْتَتْمَمْتُ دُعَائِي حَتّٰى زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَامْتَلَأَ قَلْبِي يَقِيْنًا أَوْ كَمَا قَالَ. فَغَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُه بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي ، فَدَعَا لِي بِأَنْ يُثَبِّتَنِي اللّٰهُ وَقَالَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حِيْنَ أَسْلَمَ.

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دربار میں تضرع وزاری کی کہ اللہ تعالیٰ میرے سینہ کو حق کے لئے کھول دے اور مجھ سے شک وشبہ کو دفع کر دے، تو میں نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ باطل مجھ سے دور ہوگیا اور میرا قلب یقین کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔ پھر صبح میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تمام حالت بیان کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس نعمت اسلام پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا یہ اشعار کہے:

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِي ۔۔۔ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بجالاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کے لئے کھول دیا۔

الدِّيْنُ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيْزٍ ۔۔۔ خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفِ

یہ وہ مبارک دین ہے جو ایسے پروردگار کی جانب سے آیا ہے جو غلبہ والا، بندوں کی خبر رکھنے والا ہے اور اُن پر مہربان ہے۔

إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا ۔۔۔ تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِي اللُّبِّ الْحَصِيْفِ

جب اس خدائے واحد کی آیتیں ہمارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کامل عقل رکھنے والے

شخص کے آنسو بے اختیار بہہ جاتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا بِآيَاتٍ مُبَيَّنَةِ الْحُرُوفِ

یہ وہ باعظمت احکام ہیں کہ اُن کی ہدایت دینے کے لئے حضرت احمد مجتبیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی روشن آیات لائے ہیں جن کے ہر حرف میں ہدایت ہے۔

وَأَحْمَدُ مُصْطَفًى فِينَا مُطَاعٌ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ

اور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی جانب سے ہم میں منتخب اور برگزیدہ ہیں اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے، تو اے لوگو! ان کی تعلیمات کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ!۔

(الروض الأنف، إسلام حمزة رضی الله عنه ،ج2،ص43۔)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ نور سے معمور، قرآن کریم کی گواہی

برادران اسلام! انسان کی خوش بختی اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ دامن اسلام سے وابستہ رہے، ایمان کے انوار سے اپنے دل وجان کو روشن ومنور کرے، اسی لئے بندۂ مؤمن کی عین آرزو وتمنا یہی ہوتی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اسلام پر ثابت قدم رہے اور موت بھی آئے تو ایمان کی حالت میں آئے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ یہ تو عمومی طور پر تمام اہل ایمان کی کیفیت ہے لیکن سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات قدسی صفات وہ ہے، جن کے سینہ کو اللہ تعالی نے اسلام کے لئے کھول دیا تھا اور اُسے نور ایمان سے معمور فرمادیا تھا۔

سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ	بھلا جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوگا) تو ان کے لئے خرابی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہورہے ہیں اور یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(سورۃ الزمر، آیت: 22)

برادران اسلام! اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر ان حضرات کا تذکرہ کیا گیا جن کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور انہیں روشن ومنور بھی فرمادیا ہے، نیز ان کی عظمت ورفعت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرات ہرگز اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتے جس کا دل یادِ الٰہی سے غافل ہے، تاہم علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تفسیر روح البیان'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ بطور خاص سیدنا امیر حمزہ اور سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

واعلم ان الآیة عامة فیمن شرح صدره للاسلام بخلق الایمان فیه وقیل نزلت فیحمزة بن عبد المطلب	اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ یہ آیت کریمہ ان حضرات کے حق میں وارد ہوئی ہے جن کے سینوں میں ایمان کی شمع روشن کرکے انہیں اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا

وعلی بن ابی طالب رضی الله عنهما وابی لهب وولده. فحمزة وعلی ممن شرح الله صدره للاسلام. وابو لهب وولده من الذین قست قلوبهم فالرحمة للمشروح صدره والغضب للقاسی قلبه.	علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں اور ابولہب اور اس کے لڑکے کی مذمت میں نازل ہوئی، کیونکہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ یہ وہ برگزیدہ حضرات ہیں جن کے سینہ کو اللہ تعالی نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، اور ابولہب اور اس کا لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن کے دل سخت ہوگئے ہیں۔تو اللہ تعالی کی خصوصی رحمت اس خوش نصیب کے لئے ہے جس کا شرح صدر ہوگیا ہو، اور اللہ تعالی کا غضب وقہر اس کے لئے ہے جس کا دل سخت ہوگیا ہے۔

(تفسیر روح البیان،سورۃ الزمر،آیت:22)

القاب مبارکہ

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو جن مبارک القاب سے یاد کیا جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: (1) سید الشہداء، (2) اسد اللہ، (3) اسد الرسول، (4) افضل الشہداء، (5) فاعل الخیرات، (نیکیاں کرنے والے) (6) کاشف الکربات (مصائب کو دور کرنے والے)۔

محبوب دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آپ کا نام بھی محبوب

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وہ باعظمت صحابی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صرف آپ کی ذات ہی سے محبت نہیں کرتے بلکہ آپ کا نام بھی بے حد

پسند فرماتے تھے، جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے:

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما ، قال : ولد لرجل منا غلام فقالوا : ما نسميه ؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم : سموه بأحب الأسماء إلي حمزة بن عبد المطلب	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہمارے قبیلہ کے ایک صاحب کو لڑکا تولد ہوا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے؟ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سب سے زیادہ محبوب جو نام ہے وہی اس لڑکے کا نام رکھا جائے! (مجھے سب سے پسندیدہ نام) ''حمزہ بن عبدالمطلب'' (رضی اللہ تعالی عنہ) کا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر 4876)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کا دیدار کیا

برادران اسلام! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بحالت ایمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھ کر صحابیت کا عظیم مرتبہ حاصل کیا اور اسی نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک معروضہ کیا کہ وہ وحی الہی کے امین، سدرۃ المنتہی کے مکین حضرت جبریل امین علیہ السلام کو ان کی حقیقی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرمایا۔ جب روح الامین بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اوپر دیکھو! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں

کہ سامنے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت نقل کی ہے:

عن عمار بن أبی عمار ، أن حمزة بن عبد المطلب قال :یا رسول الله أرنی جبریل علیه السلام فی صورته .فقال : إنک لا تستطیع أن تراه قال : بلی فأرنیه .قال : فاقعد ، فقعد، فنزل جبریل علیه السلام علی خشبة کانت فی الکعبة یلقی المشرکون علیها ثیابهم إذا طافوا فقال النبی صلی الله علیه وسلم :ارفع طرفک فانظر ، فرفع طرفه، فرأی قدمیه مثل الزبرجد کالزرع الأخضر فخر مغشیا علیه .	حضرت عمار بن ابو عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مجھے جبریل امین علیہ السلام کا ان کی حقیقی صورت میں دیدار کروایئے! تو آپ نے ارشاد فرمایا: آپ انہیں حقیقی صورت میں نہیں دیکھ سکتے! انہوں نے عرض کیا: یقیناً میں نہیں دیکھ سکتا، لیکن آپ مجھے دکھایئے! آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ! جب وہ بیٹھ گئے، تو حضرت جبریل علیہ السلام خانۂ کعبہ کی اس لکڑی پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کے وقت اپنے کپڑے ڈالا کرتے، پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو! انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی اور حضرت جبریل علیہ السلام کے دونوں قدموں کو دیکھا جو زمرد کی مانند سبز کھیتی کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ تو (کثرت انوار کی وجہ سے) آپ پر بے خودی طاری ہوگئی۔

(دلائل النبوة للبيهقى، جماع أبواب كيفية نزول الوحى على رسول الله صلى الله عليه و سلم،حديث نمبر3010)

ہدیۂ درود میزان میں سب سے وزنی عمل

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام پیش کرنا یہ وہ حکم الٰہی ہے کہ اللہ تعالی نے نہ صرف بندوں کو اس کا حکم فرمایا بلکہ وہ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے،اسی لئے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے امت کو پیام دیا کثرت سے درود شریف کا اہتمام کریں' کیونکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں درود پیش کرنا میزان میں سب سے زیادہ وزنی عمل ہے،سفر معراج کے موقع پر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ملاحظہ فرمایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال فرمارہے ہیں اور ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نظر میں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو انہوں نے یہی عرض کیا کہ ہدیۂ درود ہی بہتر عمل اور نامۂ اعمال میں سب سے اہم چیز اور قیمتی ذخیرہ ہے،جیسا کہ ''نزہۃ المجالس'' میں روایت ہے:

عن النبى صلى الله عليه وسلم دخلت الجنة ليلة أسرى بى فاستقبلنى حمزة بن عبد المطلب فسألته أى الأعمال أفضل	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ شب معراج جب میں جنت میں داخل ہوا تو حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے میرا استقبال کیا،میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جس کو سب سے زیادہ فضیلت والا،اللہ تعالی کے دربار میں محبوب ترین اور میزان میں

وأحب إلى الله واثقل في الميزان فقال الصلاة عليك والترحم على أبى بكر وعمر.	سب سے زیادہ وزنی سمجھتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کی خدمت میں درود پیش کرنا اور آپ کی شان وعظمت بیان کرنا' نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں خدائے تعالی سے درخواست رحمت کرنا۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس،باب مناقب أبى بكر وعمر جميعا رضى الله عنهما، ج1،348)

جنت میں اعلی مقام پر فائز

حضرات! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت بافیض وصحبت بابرکت سے جنت کے اعلی مقامات پر فائز فرمایا،جیسا کہ ابھی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے سفر معراج کے موقع پر جنت میں حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا استقبال کیا،اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "مستدرک "اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی "جامع الاحادیث"میں روایت ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : دخلت الجنة البارحة فنظرت فيها فإذا جعفر يطير مع الملائكة ،	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ شب جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) جعفر (رضی اللہ تعالی عنہ) جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کررہے ہیں،

وإذا حمزة متكئ على سرير.	اور (حضرت) حمزہ (رضی اللہ تعالی عنہ) ایک عظیم تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم،ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب،حديث نمبر4878۔جامع الأحاديث للسيوطي،حديث نمبر12265)

آسمانوں میں آپ کا مبارک تذکرہ

برادران اسلام! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت کے بیان اور آپ کے مبارک تذکرہ کو اللہ تعالی نے یہ رفعت وعظمت اور قبولیت وبلندی عطا کی ہے کہ آپ کا تذکرہ صرف زمین والے ہی نہیں کرتے بلکہ آسمان والے بھی آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

قالوا : لما أصيب حمزة جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : لن أصاب بمثلك أبدا ، ثم قال لفاطمة ولعمته صفية رضي الله عنهما : أبشرا أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام ، فأخبرني أن حمزة	حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے فرمایا: جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے: آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اور صدمہ نہیں ہوسکتا، پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا: خوش ہوجاؤ! ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ یقیناً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک

مــكـتــوب فــي أهــل	آسمان والوں میں لکھا ہوا ہے:"حــمــزة بن
الـسـمـاوات حـمـزة بن	عـبـد الـمـطـلـب أسـد الـلـه وأسـد
عبـد الـمطلب أسد الله	رسوله "سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالی اوراس
وأسد رسوله.	کےرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر ہیں۔

(الـمستـدرك عـلـى الـصـحـيـحـيـن للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب، حديث نمبر ،حديث نمبر4869)

برادران اسلام! غزوۂ احد میں چونکہ سیدنا امیرحمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمی ہوئی ،اسی لئے بہ اختصار اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی شہادت کا واقعہ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے:

غزوۂ احد

غزوۂ احد 3ھ میں واقع ہوا۔ ''اُحُد'' مدینہ طیبہ کے ایک وسیع پہاڑ کا نام ہے ،جس کے متعلق نبی برحق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هَـذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. یہ (اُحُد) وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(صـحـيـح الـبـخـاری ، كـتـاب الـمغازی،باب احد يحبنا و نحبه ،حديث نمبر4083)

یہ حق و باطل کا معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہوا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے کاروان حق کی تعداد سات سو (700)تھی ،جس میں صرف سو (100)صحابہء کرام رضی اللہ عنہم زرہ پوش تھے،اور قریش کا لشکر تین ہزار(3000) افراد پر مشتمل تھا،جن میں سات سو(700) افراد زرہ پوش تھے۔حق وصداقت کی راہ

میں جام شہادت نوش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر (70) تھی' جبکہ باطل پرستوں کے تیس (30) افراد جہنم رسید ہوئے۔

سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ:

غزوۂ احد میں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مکمل شجاعت و جواں مردی کے ساتھ اہل مکہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ ہند بنت عتبہ کے وحشی نامی ایک حبشی غلام جو ماہر نشانہ باز تھے اور وہ دونوں اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے' چنانچہ ان سے ہندہ نے کہا: اگر تم جنگ میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا، وہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسلسل تعاقب کر رہے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے کہ جیسا ہی موقع ملے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نشانہ لگائیں گے۔ وہ ایک مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے، جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے چھپ کر آپ رضی اللہ عنہ پر ایک نیزہ سے وار کیا جو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف مبارک سے ہوکر پشت مبارک سے نکل گیا۔ اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر ہندہ نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی اور آپ کا شکم مبارک چاک کر کے اس سے جگر کو نکالا اور چبا کر نگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی۔ واضح رہے کہ بعد میں حضرت وحشی اور حضرت ہندہ دونوں کو نعمت اسلام سے سرفرازی ہوگئی! رضی اللہ عنہما۔

امام حاکم نے ''مستدرک'' میں روایت کی ہے

حمـزة بن عبد المطلب	حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی
وقتل يوم أحد وهو ابن	شہادت اُحُد کے دن ہوئی اس وقت آپ

أربع وخمسين.	کی عمر مبارک چوپن (54) سال تھی۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ،ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر4880)

نیکیاں کرنے والے اور مصیبتوں کو دور کرنے والے

حضرات! جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید رنج وملال کا اظہار فرمایا اور نہایت غمگین ہوگئے یہاں تک کہ آپ کی چشمان مقدس سے آنسورواں ہوگئے اور جب حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھائی تو ہر شہید کی نماز جنازہ کے ساتھ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اس لحاظ سے آپ کو یہ اعزاز وامتیاز حاصل ہے کہ ستر مرتبہ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی‘ چنانچہ شرح مسند ابوحنیفہ، ذخائر عقبی اور سیرت حلبیہ میں روایت ہے:

وعن ابن شاذان من حديث ابن مسعود رضي الله عنه : ما رأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم باكيا قط أشد من بكائه على حمزة رضي الله عنه وضعه في القبلة ، ثم وقف على جنازته ، وأنحب حتى نشغ، أي شهق ، حتى بلغ به لغشي من البكاء يقول	حضرت ابن شاذان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اتنا اشک بار نہیں دیکھا جتنا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اشک بار ہوئے، آپ نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا ، پھر آپ جنازہ کے سامنے قیام فرما ہوئے، آپ اس قدر اشک بار ہوئے کہ سسکیاں بھی لینے لگے، قریب تھا کہ رنجیدگی کے سبب آپ پر بیہوشی طاری ہوجائے، آپ یہ فرماتے جاتے:

یـا حمزة یا عم رسول الله وأسد رسوله : یـا حمزة یا فاعل الخیرات ، یا حمزة یا کـاشف الـکرب ، یا حمزة یا ذاب عن وجه رسول الله صـلـی الـلـه علیـه وسلم ، وکـان صلی الله تعالی علیه وسـلـم إذا صلی علی جنازة ، کبـر عـلیهـا أربعـا .وکبر علی حمزة سبعین تکبیرة ، رواه البغوی فی معجمه .	اےحمزہ!اےرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا،اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر!اے حمزہ ! اے نیکیوں کو انجام دینے والے!اے حمزہ ! اے مصیبتوں کو دور کرنے والے!اےحمزہ!اےرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے دفاع کرنے والے،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز جنازہ ادا فرماتے تو چار مرتبہ تکبیر فرماتے اور آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر(70)مرتبہ تکبیر کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔امام بغوی نے اس روایت کو اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔

(شـرح مسـنـد أبی حنیفة،ج1،ص526۔ ذخـائـر الـعقبی۔ ج 1 ، ص : 176۔ السیـرة الحلبیة،ج4،ص153۔سـمـط الـنجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، ج 1، ص161۔ المواهب اللدنیة مع شرح الزرقانی۔)

عظمت وفضیلت

برادران اسلام ! سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جواندوہناک واقعہ پیش آیا اور حق تعالی نے آپ کو جو سرفرازی اور فضیلت عطا فرمائی ،اس کا تذکرہ مختلف کتب حدیث وکتب تاریخ میں ملتا ہے' چنانچہ مستدرک علی الصحیحین اور امام طبرانی کی

معجم اوسط وغیرہ میں روایت ہے:

عن علی قال : إن أفضل	حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،
الخلق یوم یجمعهم الله	آپ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالی تمام مخلوق کو جمع
الـرسل ، وأفضل الناس	فرمائے گا ان میں سب سے افضل انبیاء ومرسلین
بـعـد الـرسل الشهداء ،	ہی رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل
وإن أفـضـل الشهـداء	شہداء کرام ہوں گے اور یقیناً شہداء کرام میں سب
حمزة بن عبد المطلب	سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ ہونگے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب،حديث نمبر: 4864۔المعجم الأوسط للطبراني، حديث نمبر: 930۔ جامع الأحاديث للسيوطي،حديث نمبر:4003۔كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال،كتاب الفضائل من قسم الأفعال،باب فضائل الصحابة مفصلا مرتبا على ترتيب حروف المعجم،حرف الحاء ،حمزة رضى الله عنه،حديث نمبر:36937)

سید الشہداء ہونے کا شرف

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ آپ شہداء امت کے سردار ہیں، جیسا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت کی ہے:

عـن جـابـر رضى الله عنه ،	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت نبی
عـن الـنبـي صـلى الله عليه	اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے
وسلم قال :سيد الشهداء	ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: حمزہ بن عبد المطلب

حـمـزة بن عبد المطلب ، ورجل قام إلى إمام جائر فأمره ونهاه فقتله .

تمام شہیدوں کے سردار ہیں اور ایک وہ ہستی بھی سید الشہداء ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا پرچم بلند کرے اور اسے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہ بادشاہ اسے شہید کر دے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، ذكر إسلام حمزة بن عبد المطلب ، حديث نمبر4872)

نیز اس روایت کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نقل کیا ہے۔

(المعجم الأوسط للطبرانی،باب العين من اسمه علی،حديث نمبر:4227)

لقب ''سید الشہداء'' سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

حضرات! یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حدیث مبارک میں سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ہے، تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو سید الشہداء کیوں کہا جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی سید الشہداء ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سید الشہداء ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی سید الشہداء فرمایا اور اس ہستی کو بھی سید الشہداء کے لقب سے ممتاز کیا جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کو پیش کرے اور باطل کے خلاف آواز اٹھائے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کرے، چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے ظالم و جابر حاکم یزید پلید کے خلاف آواز اٹھائی اور حق کا پیام پہنچایا اور آپ کو اس ظالم نے شہید کروا دیا، لہذا اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ کو بھی سید الشہداء کہا جاتا ہے اور دونوں حضرات کا اپنی اپنی شان کے لحاظ سے سید الشہداء ہونا حدیث شریف کی روشنی میں حق وصداقت پر مبنی ہے۔

شہداء احد کی فضیلت

برادران اسلام! غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی خصوصی حیات سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے انہیں جنت میں امتیازی مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کررہے ہیں جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَرْوَاحَهُمْ فِي أَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَشْرَبِهِمْ وَمَأْكَلِهِمْ وَحُسْنَ مُنْقَلَبِهِمْ قَالُوا يَا لَيْتَ إِخْوَانَنَا يَعْلَمُونَ بِمَا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب "احد" میں تمہارے بھائی شہید ہوگئے تو اللہ تعالی نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا، وہ حضرات سیرابی کے لئے جنت کی نہروں پر آتے ہیں، وہ جنت کے پھل تناول کرتے ہیں اور عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں، جب انھوں نے اپنے کھانے اور مشروبات کی خوشبو کو پایا اور اپنے بہترین ٹھکانہ کو دیکھے تو کہنے لگے: اے کاش! ہمارے بھائی بھی جان لیتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے لئے کیا کیا نعمتیں تیار کررکھی

صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا لِئَلَّا یَزْهَدُوا فِی الْجِهَادِ وَلَا یَنْكُلُوا عَنِ الْحَرْبِ. فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ عَلٰى رَسُولِهِ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ......).	’تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور میدان جنگ سے پیچھے نہ ہٹیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:تمہاری جانب سے یہ خوش خبری میں ان تک پہنچاتا ہوں!پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. (ترجمہ:اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اوران کورزق مل رہاہے۔)

(سورۃ ال عمران، 169۔مسند الامام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس، حدیث نمبر2430)

شہداء احد کی زیارت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ کی مداومت

حضرات!حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ آپ ہرسال اہتمام کے ساتھ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لیجایا کرتے اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد آپ کی اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورسیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اپنے دورِخلافت میں ہرسال پابندی کے ساتھ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے،سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے دورِخلافت میں چونکہ

آپ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تھا' اسی لئے آپ کا قیام کوفہ میں تھا، چنانچہ آپ کے بارے میں اس معمول کا تذکرہ نہ ملنے کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی، تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں روایت ہے:

وأخرج ابن جرير عن محمد بن إبراهيم قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول:(سلام عَلَيُكُم بِمَا صَبَرُتُمُ فَنِعُمَ عقبى الدار) وكذا كان يفعل أبو بكر . وعمر .وعثمان رضى الله تعالى عنهم .	حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت نقل کی ہے، آپ نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لاتے اور فرماتے: "سلامتی ہو تم پر کیونکہ تم نے صبر کیا، تو کیا ہی اچھا آخرت کا گھر ہے" اور اسی طرح ہر سال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بھی زیارت کیا کرتے۔

(تفسير القرطبي، ج9، ص312۔روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني۔الدر المنثور في التأويل بالمأثور۔تفسير ابن كثير۔السيرة النبوية لابن كثير، ج3، ص90۔ مغازي الواقدي، دفن شهداء احد، ج1، 311)

حضرات! ماہ شوال المکرّم کی مناسبت سے آج غزوۂ احد کا تذکرہ کیا گیا اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل ومناقب بیان کئے گئے، اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا اور سنا ہے اسے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

توسل سے قبول فرمائے اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت مبارکہ کی روشنی سے ہماری تاریک زندگیوں کو روشن و منور کرے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

کلامِ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ

رہے خوب لطف و کرم پہلے پہلے
عدم میں بھی تھے محترم پہلے پہلے

یہاں آتے ہی رو دیا بے تکلف
جدائی کا ہوتا ہے غم پہلے پہلے

کنارے تعلق کی پابندیوں سے
تھے آزاد شکل عدم پہلے پہلے

نہیں جانتے تھے جہاں میں کسی کو
مگر ایک اپنے کو ہم پہلے پہلے

ہمارے لئے اب غذا وہ بنی ہے
جسے ہم سمجھتے تھے سَم پہلے پہلے

ہوا نے کیا ہم کو برباد انوؔر
وگرنہ تھے ثابت قدم پہلے پہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصر حاضر کے تناظر میں علم کی اہمیت وافادیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ .

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ .صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ .

برادران اسلام !ماہ شوال میں چونکہ دینی مدارس وجامعات کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے،اسی مناسبت سے آج کتاب وسنت کی روشنی میں علم کی اہمیت اور فضیلت سے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

تعلیم ہر بلندی کا زینہ اور ہر ترقی کا ذریعہ ہے،ہر دور میں وہی قوم اور وہی جماعت کامیاب رہی جس نے اپنے آپ کو تعلیم سے وابستہ رکھا،درحقیقت ظاہری ترقی اور باطنی عروج علم ہی سے متعلق ہے۔تعلیم سے خود علم حاصل کرنے والا ترقی کرتا ہے اور معاشرہ کے لئے بھی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔تعلیم کے ذریعہ انسان ترقی وعروج کی منزلیں طئے کرتا ہوا اوجِ ثریا پر پہنچتا ہے تعلیم کے ذریعہ ہر میدان میں شہسواری کرتا ہے ہوائی جہاز وراکٹ کی ظاہری پرواز بھی تعلیم کے بغیر نہیں ہوسکتی اور روحانی وحقیقی پرواز کے لئے بھی تعلیم ضروری ہے،تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث اور ان کا پیغام ہے،تعلیم ایک ایسا انقلاب ہے جس کے ذریعہ افراد اور اقوام کی تقدیر سنورتی ہے،

تعلیم کی وجہ سے تہذیب وتمدن کا وجود ہے،اس کے ذریعہ طبیعت شائستہ ہوتی ہے، جذبات واحساسات پاکیزہ ہوتے ہیں اورمزاج سنجیدہ ہوتا ہے،اُسی کے اثر سے ابلیسی قوتیں،شیطانی طاقتیں اورطاغوتی خیالات نیست ونابود ہوتے ہیں۔

دین اسلام نے دینی اورعصری تمام قسم کے علوم حاصل کرنے کی حددرجہ تاکید فرمائی ہے،اسلام علم کی راہ میں کسی ایک مقام پرر کے رہنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ لمحہ بہ لمحہ اس میں ازدیادواضافہ چاہنے کاحکم دیتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے علم میں اضافہ وترقی مزیدکی دعاکرنے کاحکم فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا . اورآپ عرض کیجئے:اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔

(سورۃ طٰہٰ،آیت: 114)

پہلی وحی،تحصیل علم سے متعلق

دین اسلام میں تعلیم کونہایت درجہ اہمیت دی گئی ہے،سب سے پہلی وحی علم حاصل کرنے سے متعلق نازل ہوئی،ارشادالٰہی ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

(سورۃ العلق ،آیت:1)

حضرات!اس آیت کریمہ پرغورفرمائیں!یہاں پڑھنے کا توحکم ہے لیکن کیا پڑھا جائے اس کامتعین طور پرذکرنہیں فرمایااسی طرح پیدا کرنے کا تو ذکر ہے لیکن کس کو پیدا کیا اس پہلی آیت میں اس کی تصریح نہیں فرمائی۔نہ''اِقْرَأ'' کامفعول مذکور ہےاورنہ''خَلَقَ'' کا مفعول مذکور،اس اسلوب کلام سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنامقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی

ارض وسماء، شمس وقمر، کواکب وانجم، کل کائنات کا خالق ہے۔لہٰذا علم وقراءت تحقیق وریسرچ کا موضوع بھی کائنات پست وبالا کی ہر ہرشیٔ کو بنایا جائے گویا انسان کو یہ اشارہ دے دیا گیا کہ وہ طلب علم کی راہ میں ہر موضوع پر دسترس حاصل کرنے کی سعی مسلسل کرتا رہے تا کہ معرفت خداوندی کی نعمت لازوال سے بہرہ مند ہو سکے، ہمیں دنیوی علوم سے اعراض کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے مدارس اسلامیہ میں بھی علم ریاضی، علم فلکیات اور دیگر وہ علوم جو ہمارے دین کے لئے ممد ومعاون ہیں پڑھائے جاتے ہیں۔ جب تک ہمیں چاند وسورج کی گردش کا علم نہیں ہوگا تب تک اوقات نماز، اوقات سحر وافطار کا تعین کس طرح ممکن ہوگا؟ بغیر ریاضی میں مہارت کے ترکہ کی تقسیم ممکن نہیں۔لہذا ہر وہ علم جو ہمارے دین کے لئے معاون اور لوگوں کے نفع کا باعث ہوگا وہ ضرور مطلوب ہی ہوگا۔لیکن محض اشیاء وآثار میں کھوکر خالق ومالک سے غافل ہوجانا بندہ مومن کی شان نہیں، بقول شاعر

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

قرآن کریم علوم اولین وآخرین کا سرچشمہ ہے

حاضرین باتمکین، اللہ کریم نے صرف ہمیں حصول علم کا حکم نہیں فرمایا بلکہ قرآن کریم کی صورت میں ایک علم کا ناپیدا کنار سمندر بھی عطا فرمایا کہ جس کی وسعتوں میں اولین و آخرین کے سارے علوم جمع ہیں، کوئی خشک وتر اس کے دائرے سے باہر نہیں۔ چنانچہ رب کریم کا ارشاد ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہر خشک وتر کا بیان کتاب مبین میں ہے۔

(سورۃ الانعام، آیت:59)

تمام علوم کو اس میں جمع فرما کر ہمیں اس سے استفادہ کا حکم فرمایا۔

قرآن کریم سیکھنے کی فضیلت

حضرات ! قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا، جس کی ہر آیت اور ہر حرف میں مخلوق کے لئے ہدایت ہے، اس کلام مبارک کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کی بشارت دی گئی، نیز سب سے بہتر شخص اسی کو قرار دیا گیا جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عُثْمَانَ رَضِی اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ	حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن ،باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه . حدیث نمبر 5027)

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی برکت صرف دنیا کی حد تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی بندہ اس کی برکت سے مالا مال کیا جاتا ہے، قبر میں بھی اس کے ساتھ عزت واکرام کا معاملہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا أَبَا هُرَیْرَةَ عَلِّمِ النَّاسَ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ!

اَلْقُرْاٰنَ وَتَعَلَّمُهُ فَإِنَّکَ اِنْ مُتَّ وَأَنْتَ کَذٰلِکَ زَارَتِ الْمَلَائِکَةُ قَبْرَکَ کَمَا یُزَارُ الْبَیْتُ الْعَتِیْقُ.	لوگوں کو قرآن سکھاتے رہو اور سیکھتے رہو، کیونکہ اسی حال میں اگر تمہیں موت آ جائے تو فرشتے تمہاری قبر کی اس طرح زیارت کریں گے جیسے کعبۃ اللہ شریف کی زیارت کی جاتی ہے۔

(جامع الاحادیث للسیوطی، مسند أبی هریرة، حدیث نمبر: 4265 ۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ، حرف العین کتاب العلم من قسم الأفعال، باب فی فضله والتحریض علیه، حدیث نمبر: 29377)

حافظ قرآن کی فضیلت

حافظ قرآن کے فضائل میں کئی ایک احادیث شریفہ وارد ہیں دسویں صدی ہجری کے محدث جلیل علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''کنز العمال'' میں حافظ قرآن کی فضیلت سے متعلق متعدد احادیث وروایات نقل کی ہیں:

حامل القرآن حامل رایة الإسلام ومن اکرمه فقد اکرم الله ومن اهانه علیه لعنة الله. (فر عن ابی امامة).	حافظ قرآن اسلام کے جھنڈے کو اٹھانے والا ہے اور جس شخص نے اس کی تعظیم کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(کنز العمال الباب السابع: فی تلاوة القرآن وفضائله الفصل الاول: فی فضائله فی فضائل تلاوة القرآن حدیث نمبر: 2294)

نیز مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ	سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضرت نبی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْقَ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ آخِرِ آیَۃٍ تَقْرَؤُھَا.	اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: حافظ قرآن سے کہا جائے گا: قرآن کریم پڑھتا جا اور درجہ بہ درجہ چڑھتا جا اور ترتیل کے ساتھ تلاوت کر جس طرح تو دنیا میں تلاوت کرتا تھا کیونکہ تیرا مقام آخری آیت کے پاس ہے جس کوتو پڑھے گا۔

(مسند احمد،حدیث نمبر: 6508)

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

(علامہ اقبالؔ)

علم حدیث شریف حاصل کرنے کی برکت

حضرات ! قرآن کریم اورحدیث شریف قانون اسلام کی بنیاد واساس ہیں، قرآن کریم ایک جامع قانون اوردستورالٰہی ہے،جس کی تفصیل،تشریح وتوضیح احادیث مبارکہ کے ذریعہ ملتی ہے،قرآن کریم میں نماز قائم کرنے اورزکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے، روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے،حج کا حکم دیا گیا ہے لیکن واضح طور پرنمازوں کی تعداد و اوقات ،رکعتوں کا تعین ،زکوۃ کے نصاب کی مقدار ،روزے کے مستحبات ومباحات' مکروہات ومفسدات نیز مناسک حج وعمرہ بیان نہیں کئے گئے بلکہ یہ ساری تفصیلات اللہ تعالی نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ فرمادی۔

آپ کے فرامین وارشادات قانون کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کا ہر قول وفعل شریعت کا درجہ رکھتا ہے، حدیث شریف کی خدمت کرنے والوں کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خصوصی دعا فرمائی جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ.	حضرت عبد الرحمٰن بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی خوش حال رکھے اس شخص کو جو ہماری کوئی حدیث سنے اور اسے دوسروں تک پہنچا دے۔

(سنن ابن ماجہ،مقدمۃ،باب من بلغ علما،حدیث نمبر:238)

خدمت حدیث میں مشغول رہنے والے حضرات کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ وجانشین قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: '' اَللَّهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ: وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں جلوہ گر ہوئے اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! میرے جانشینوں پر رحم فرما! صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جانشین وخلفاء کون ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے جانشین وہ ہیں جو میرے بعد

وَيَــرْوُوْنَ أَحَـــادِيْثِــيْ وَيُـعَـلِّـمُـوْنَهَــا النَّـاسَ" .طس.	آئیں گے اور میری احادیث کی روایت کرینگے اور لوگوں کو اس سے روشناس کرائیں گے۔(معجم اوسط طبرانی)

(کنز العمال ، کتاب العلم باب فی آداب العلم و العلماء ،حدیث نمبر:29488)

چالیس احادیث یاد کرنے پر شفاعت کی بشارت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث یاد کرنے والے شخص کے لئے خصوصی بشارت عطا فرمائی ہے' جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے روایت نقل کی ہے:

من حفظ على أمتي أربعين حديثًا من السنة كنت له شفيعًا و شهيدًا يوم القيامة (ابن عدى ، و ابن النجار ، و الرافعى عن ابن عباس . ابن الجوزى فى العلل عن ابن عمر)	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا جو فرد میرے معمولات میں سے چالیس حدیثیں یاد کرے تو بروز قیامت میں اس کی شفاعت کرنے والا اور اللہ تعالی کے دربار میں اس کے ایمان کی گواہی دینے والا رہوں گا۔

(جامع الأحاديث للسيوطي،حرف الميم،حديث نمبر22048)

اسی طرح کی ایک اور روایت امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے:

عَنْ أَبِىْ هُـرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ :مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ بُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ دَرَجَةً ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ .

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے جس شخص نے چالیس احادیث یاد کی جو انہیں ان کے دین کے معاملہ میں نفع دینے والی ہوں تو ایسا شخص قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اور عالم کی فضیلت عابد (عبادت کرنے والے) پر ستر درجہ زیادہ ہے، اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے کہ ہر درجہ کے درمیان کتنی بلندی ہے۔

(شعب الإيمان للبيهقي، السابع عشر من شعب الإيمان وهو باب في طلب العلم

حديث نمبر1684)

علم فقہ سیکھنے کی برکت

حضرات! علم فقہ کوئی نیا علم نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے مجموعہ اور دین کی سمجھ بوجھ کا نام ہے، اس کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّين.　چاہیئے کہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں۔

(سورۃ التوبۃ، آیت:122)

اللہ تعالی علم فقہ کی دولت سے انہی بندوں کو نوازتا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالی خصوصی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّين ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے، اور اس کے سوا نہیں کہ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالی عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم،باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین،حدیث نمبر71)

امام اعظم اور طلب علم کا اشتیاق

برادران اسلام ! آج علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں کافی سہولتیں میسر آئی ہیں، کتابیں طبع شدہ ہیں، مدارس وجامعات قائم ہیں،اس کے برخلاف گزشتہ صدیوں میں اتنی سہولتیں اور آسانیاں نہیں تھیں، تحصیل علم کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کیا جاتا تھا، اگر کسی کو معلوم ہوجاتا کہ فلاں صاحب کے پاس حدیث شریف ہے تو مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے اسے حاصل کرتے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے گئے، وہاں آپ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ حدیث شریف بیان فرمارہے ہیں،تو آپ نے فوراً اپنے والد محترم سے درخواست کی کہ آپ کو ان کی خدمت میں پیش کریں، کثیر مجمع کے باوجود امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ حصول علم اور صحابی جلیل کے چہرۂ مبارک کے دیدار کے اشتیاق میں آگے بڑھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر براہ راست ان سے حدیث شریف سننے کی سعادت حاصل کی جیسا کہ مسند ابو حنیفہ میں روایت ہے:

عن أبي يوسف قال : سمعت أبا حنيفة رحمه الله يقول : حججت مع أبي سنة ثلاث وتسعين ولي ست عشرة سنة	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت ہے ،آپ نے فرمایا کہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے سنہ ترانوے(93)ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور اس وقت میری عمر سولہ(16)

فإذا شيخ قد اجتمع	سال تھی، میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شخصیت
الناس عليه فقلت	تشریف فرما ہیں، جن کے ارد گرد لوگ حاضر ہیں، یہ
لأبي: من هذا الشيخ ؟	دیکھ کر میں نے اپنے والد محترم سے عرض کیا کہ یہ
فقال : هذا رجل قد	بزرگ صاحب کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ مرد
صحب النبي صلى الله	مؤمن ہیں جنہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ
عليه وسلم يقال له عبد	وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا ہے، انہیں ''عبداللہ
الله بن الحارث بن	بن حارث بن جزء رضی اللہ تعالی عنہ'' کہا جاتا
جزء، فقلت لأبي :فأي	ہے۔تو میں نے اپنے والد سے کہا: ان کے پاس کیا
شيء عنده ؟ قال :	ذخیرہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان کے پاس وہ
أحاديث سمعها من رسول	احادیث ہیں جن کو انہوں نے خود حضور اکرم صلی اللہ
الله صلى الله عليه وسلم	علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، تو میں نے اپنے والد
فقلت لأبي: قدمني إليه	بزرگوار سے عرض کیا: مجھے ان کی خدمت میں پیش
حتى أسمع منه، فتقدم بين	کیجئے تاکہ میں ان سے کچھ سنوں، تو وہ آگے بڑھے
يدي وجعل يفرج الناس	اور لوگوں کے درمیان راستہ بنانے لگے یہاں تک
حتى دنوت منه فسمعته	کہ میں ان سے قریب ہوگیا اور میں نے ان کو
يقول : قال رسول الله	فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلى الله عليه وسلم : من	وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دین میں سمجھ
تفقه في دين الله كفاه الله	حاصل کرے تو اللہ تعالی اس کی فکر و مصیبت کو دور
همه ورزقه من حيث	کر دیتا ہے اور اس کو ایسے مقام سے رزق عطا فرماتا

لا یحتسب قال أبو	ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا ہے‘‘حضرت ابو
عمر : ذکر محمد بن	عمر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:حضرت محمد بن
سعد کاتب الواقدی أن	سعد رحمۃ اللہ تعالی علیہ جوامام واقدی کے کاتب ہیں
أبا حنیفة رأی أنس بن	انہوں نے بیان کیا ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ
مالک ، وعبد الله بن	اللہ تعالی علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
الحارث بن جزء	اورحضرت عبداللہ بن حارث بن جزز بیدی رضی اللہ
الزبیدی .	عنہ کودیکھا ہے۔

(مسند أبی حنیفة،روایته عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبیدی ،حدیث نمبر1)

فضیلت علم پر مشتمل جامع فرمان عالی شان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرامین عالیہ کے ذریعہ بے شمار مقامات پرعلم کی فضیلت کواجاگرفرمایا:ایک روایت میں آپ نے علم کے تقریبا پینتیس "35"فوائد بیان فرمائے ہیں،آپ کا وہ فرمان عالی شان ملاحظہ ہو:

وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:	اورحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ فَإِنَّ تَعَلُّمَهُ لِلّٰهِ	فرمایا:علم سیکھا کرو؛کیونکہ اللہ تعالی کی رضا کی
حَسَنَةٌ وَطَلَبُهُ عِبَادَةٌ وَمُذَاكَرَتُهُ	خاطرعلم سیکھنا نیکی ہے،اس کا حاصل کرنا عبادت
تَسْبِيحٌ وَالْبَحْثُ عَنْهُ جِهَادٌ	ہے،آپس میں علمی گفتگو کرنا اللہ تعالی کی تسبیح
وَتَعْلِيمُهُ لِمَنْ لَّا يَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ	کرنے کے درجہ میں ہے،علم میں تحقیق کرنا جہاد
وَبَذْلُهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ لِأَنَّهُ مَعَالِمُ	کے برابرثواب رکھتا ہے،بے علم شخص کوتعلیم دینا
الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَمَنَارُ	نیکی اورصدقہ ہے،اورعلم کواس کےاہل پرخرچ

سَبِيْـلِ أَهْـلِ الْـجَنَّةِ وَهُـوَ	کرنا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے کیونکہ علم حلال وحرام
الْأَنِيْـــسُ فِـيْ الْـوَحْشَةِ	سے واقفیت کا وسیلہ ہے، وہ اہل جنت کے راستہ کا
وَالـصَّـاحِبُ فِـيْ الْغُـرْبَةِ	مینار ہے، اور علم وحشت وتنہائی میں مونس وغمگسار
وَالْـمُـحَـدِّثُ فِـيْ الْـخَـلْوَةِ	ہے، سفر میں بہترین ساتھی ہے، تنہائی میں گفتگو
وَالـدَّلِيْـلُ عَـلَـى السَّـرَّاءِ	کرنے والا ہے، وہ خوش حالی میں رہنما اور تنگدستی
وَالْـمُـعِيْـنُ عَلَـى الـضَّـرَّاءِ	میں مددگار ہے، دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے اور
وَالسِّلَاحُ عَـلَـى الْأَعْـدَاءِ	دوستوں کے درمیان زینت ہے۔علم کے سبب
وَالـزَّيْـنُ عِـنْدَ الْأَخِلَّاءِ يَرْفَعُ	اللہ تعالیٰ کچھ افراد کو رفعت وبلندی عطا فرماتا ہے
الـلّٰـهُ بِـهِ أَقْـوَامًـا فَيَجْعَلُهُمْ	اور انہیں خیر وبھلائی کے کاموں میں ایسا قائد
لِلْـخَيْـرِ قَـادَةً وَأَئِمَّةً يُقْتَفٰى	وامام بناتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا
آثَـارُهُـمْ وَيُـقْتَـدٰى بِأَفْعَالِهِمْ	ہے، ان کے طریقہ کو اپنایا جاتا ہے، اور ان کی
وَيُـنْتَهٰـى إِلَـى رَأْيِهِـمْ تَرْغَبُ	رائے کو قول فیصل مانا جاتا ہے۔فرشتے ان کے
الْـمَلَائِـكَةُ فِـيْ خُـلْقِهِـمْ	اخلاق کو پسند کرتے ہیں اور اپنے پروں کو ان کے
وَتَـمْسَـحُهُـمْ بِـأَجْـنِحَتِهَـا	لئے بچھاتے ہیں، ہر خشک وتر ان کے حق میں
يَسْتَـغْـفِـرُ لَهُـمْ كُلُّ رَطْـبٍ	بخشش کی دعا کرتے ہیں، سمندر کی مچھلیاں اور
وَيَـابِـسٍ وَحِيْتَـانُ الْبَحْـرِ	جانور اور خشکی کے درندے اور چوپائے ان کی
وَهَـوَامُّهُ وَسِبَاعُ الْبَرِّ وَأَنْعَامُهُ	مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں؛ کیونکہ علم
لِأَنَّ الْـعِلْمَ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ مِنَ	جہالت میں رہنے والوں کے حق میں دلوں کو
الْجَهْلِ وَمَصَابِيْحُ الْأَبْصَارِ	زندگی بخشنے والا ہے،

مِنَ الظُّلَمِ يَبْلُغُ الْعَبْدُ مِنَ الْعِلْمِ مَنَازِلَ الْأَخْيَارِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلَا فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالتَّفَكُّرُ فِيْهِ يَعْدِلُ الصِّيَامَ وَمُدَارَسَتُهُ تَعْدِلُ الْقِيَامَ. بِهٖ تُوْصَلُ الْأَرْحَامُ وَبِهٖ يُعْرَفُ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَهُوَ إِمَامُ الْعَمَلِ وَتَابِعُهُ يُلْهِمُهُ السُّعَدَاءُ وَيَحْرِمُهُ الْأَشْقِيَاءُ.	تاریکی میں رہنے والوں کے لئے نگاہوں کا چراغ ہے۔بندہ علم کی برکت سے نیکوکاروں کے مقامات پر پہنچتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلند درجات پر فائز ہوجاتا ہے،اورعلم کے اندرغور وفکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے،آپس میں بیٹھ کر پڑھنا رات میں قیام کرنے کے برابر ہے،اسی کے ذریعہ رشتوں کو جوڑا جاتا ہے،اسی کے ذریعہ حلال وحرام کو جانا جاتا ہے،اور وہ عمل کی طرف لے جانے والا اوراس کے ساتھ رہنے والا ہے،وہ نیک بختوں کو عطا کیا جاتا ہے اور بدبختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس،باب فضل العلم وأهله)

تحصیل علم کا مقصد

بندۂ مؤمن کا عمل اللہ تعالی کے دربار میں اسی وقت شرف قبولیت حاصل کرتا ہے جبکہ وہ عمل خالصۃً اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے انجام دیا گیا ہو،کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر موقوف ہے،جس طرح نیت ہوگی اس طرح ثواب ملے گا،اسی طرح علم حاصل کرنے کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ ہم اللہ تعالی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے لئے علم حاصل کررہے ہیں،ہم اپنے علم کے مطابق عمل کریں گے اوراس علم کو دوسروں تک پہنچائیں گے،حق کے پیام کو عام کریں گے،سنجیدہ طریقہ سے

باطل کوختم کرنے کی مکمل کوشش کریں گے۔

علوم دینیہ ہو کہ علوم عصریہ ہر ایک سے مقصود خدمت خلق کے ساتھ معرفت حق تعالی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ . پھر جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(سورۃ محمد، آیت: 19)

نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ. ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان کی ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت نکلتی تا کہ وہ دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) حاصل کرتی اور اپنی قوم کو ڈراتی جب وہ اس کے پاس لوٹتی تا کہ وہ لوگ ڈرنے والے ہو جاتے۔

(سورۃ التوبۃ، آیت: 122)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ینبغی ان یکون غرض المعلم الارشاد والانذار وغرض المتعلم اکتساب الخشیة لا التبسط والاستکبار. معلم کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طالب علم کو ہدایت ورہنمائی کا راستہ بتلائے بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے ڈرائے اور طالب علم کا کلیدی مقصد یہ ہو کہ ہمیشہ خداوند تعالی کا خوف اپنے دل میں رکھے، اس کا مقصود نہ سیر وتفریح ہو اور نہ بڑائی کا حصول۔

(روح المعانی ،سورۃ التوبۃ۔122)

تحصیل علم کا اولین مقصد اور انتہائی غرض یہی ہونی چاہئے کہ انسان دل کی سیپی میں خوف خدا کا موتی سموئے ہوئے رضائے الٰہی کا طلب گار اور خوشنودیٔ یزدانی کا خواستگار رہے، ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء.	یقیناً اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

(سورۃ الفاطر، آیت:28)

علم حاصل کرنے والا اپنے علم کے ذریعہ نہ شہرت وعزت طلب کرے اور نہ نام ونمود کی خواہش رکھے، نہ کوئی اور فاسد وکاسد مقصد پیش نظر رکھے' حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاسد اغراض کے لئے علم حاصل کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ترمذی میں حدیث پاک ہے :

حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ .	حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اس غرض سے علم طلب کیا کہ اُس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جھگڑا کرے یا اپنے علم کے ذریعہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرلے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا. حدیث نمبر2866)

نیز جامع ترمذی میں حدیث شریف ہے: حضرت شُفَی اصبحی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث پاک بیان کرنے کی درخواست کی، جب آپ نے حدیث شریف بیان کرنا شروع کیا تو آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ سسکیاں لیتے ہوئے بے ہوش ہوگئے، جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: میں تمہیں وہ حدیث شریف بیان کرتا ہوں جسے میں نے اس مقام پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے، آپ پر متعدد مرتبہ غشی طاری ہوتی رہی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: بروز قیامت تین اشخاص کو دربار الٰہی میں پیش کیا جائے گا، (1) وہ شخص جسے قرآن کا علم دیا گیا، (2) وہ شخص جو خدا کی راہ میں شہید کیا گیا، اور (3) مالدار شخص۔ پھر اللہ تعالی قاری قرآن سے فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہیں سکھایا جسے میں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا، وہ عرض کریگا، کیوں نہیں! ارشاد ہوگا: تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں شب وروز اس کی تلاوت کرتا رہا، ارشاد ہوگا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو چاہتا تھا کہ یہ کہا جائے "فلاں شخص قاری ہے" وہ تو تجھے کہہ دیا گیا۔ مالدار سے کہا جائے گا: کیا میں نے تجھے فراخی وخوشحالی نہیں دی تھی؟ یہاں تک کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا، وہ کہے گا: کیوں نہیں! ارشاد ہوگا: میری عطا کی ہوئی دولت سے تو نے کیا عمل کیا؟ کہے گا: میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا رہا، اور صدقہ کرتا رہا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے، فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے، ارشاد ہوگا، تو یہ چاہتا تھا کہ کہا جائے "فلاں بڑا سخی ہے" اور وہ تو کہا جا چکا ہے، پھر شہید کو لایا جائے گا، پوچھا جائے گا کہ تو کس لئے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: تو نے مجھے اپنے

راستہ میں جہاد کا حکم دیا ہے، اس لئے میں نے جہاد کیا: یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا ہے، اللہ تعالی فرمائے گا: تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں ''فلاں بہت بہادر ہے'' اور یہ بات کہی جا چکی ہے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! مخلوق خدا میں سب سے پہلے ان ہی تین اشخاص سے جہنم کو بھڑ کایا جائے گا۔

(جامع الترمذی ،ابواب الزھد، باب ما جاء فی الریاء والسمعة ۔ حدیث نمبر: 2557)

طلبہ جو علم حاصل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں' اپنے اوقات کو حصول علم کے لئے صرف کرتے ہیں وہ بطور خاص اخلاقی اقدار کے حامل ہوں ، ہر خوبی کے خوگر ہوں اور ہر بری صفت و مذموم عادت سے گریزاں ہوں ،طلبہ کو زیور علم سے اس لئے آراستہ نہیں کیا جاتا کہ وہ اعلی سندیں حاصل کریں اور لوگ انہیں تعلیم یافتہ کہیں ، بلکہ تعلیم اور تدریس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا ان کی گفتار و کردار اور طریقۂ کار کو دیکھ کر اخلاق کا درس حاصل کرے ،وہ مخلوق خدا کے لئے راہ اخلاق میں سنگ میل بنیں ،ان کا اخلاقی معیار سب کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہو۔

تعلیم نسواں اور اسلامی نظریہ

برادران اسلام ! انسانی زندگی صرف مرد کے وجود سے مکمل نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ عورت شامل نہ ہو،عورت معاشرہ کا ایک اہم جزء ہے، عائلی، معاشرتی اور گھریلو، تربیتی مسائل خواتین سے وابستہ ہیں اگر صرف مرد کی تعلیم کی طرف توجہ کی جائے اور اس معاملہ میں عورت کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ نہ صرف عورت پر ظلم ہوگا بلکہ معاشرہ

کا ایک بڑا حصہ ناخواندگی میں مبتلا' حصول تعلیم سے محروم اور مقاصد تعلیم سے بے بہرہ ہوجائے گا،اس لئے اسلام نے عورت کی تعلیم کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

دختران ملت دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم ہر دو میں حصہ لیکر باکردار خواتین کی حیثیت سے معاشرہ کے ظہر و بطن کی اصلاح کرسکتی ہیں،خواتین کی اصلاح کرنا،انہیں دینی، تعلیمی،اصلاحی ذمہ داریوں کا احساس دلانا،بچوں کی تربیت کا شعور پیدا کرنا،انہیں تعلیم یافتہ،باشعور بنانا اور اخلاقی خوبیوں سے آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے،اس میں خواتین بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں پردہ کا مکمل اہتمام کرتے ہوئے اور حدود شرعی میں رہ کر سماجی خدمات بھی انجام دے سکتی ہیں،چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَسْقِي ، وَنُدَاوِي الْجَرْحَى ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ .	حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،وہ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پانی پلاتیں' زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہداء کو مدینہ طیبہ کی جانب لے جاتیں۔

(صحیح البخاری ، ج: 1، کتاب الجهاد ،باب مداواة النساء الجرحى فى الغزو، ص:403،حديث نمبر:2882)

عہد نبوی میں باعظمت صحابیات زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں معرکوں میں پانی پلاتی تھیں اور مختلف امور انجام دیا کرتی تھیں۔

الحاصل عفت مآب دختران اور پاکدامن خواتین حجاب کو اپناتے ہوئے عصری علوم بھی حاصل کریں اور اندرونی و بیرونی ،معاشی ومعاشرتی، صنعتی فنون سے

آراستہ ہوں اور بالواسطہ و بلاواسطہ حسب ضرورت خدمات انجام دیں، اور علم طب کے شعبہ نسوانی امراض میں تخصص حاصل کریں اور اس کی اسپیشلسٹ بن جائیں۔

تعطیلات سے استفادہ کریں

برادران اسلام !انسان اپنی زندگی میں روزانہ کی مصروفیات کے باوجود کچھ فرصت بھی پاتا ہے ان فرصت کے لمحات میں اُسے کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی ایسے وقت آدمی چاہتا ہے کہ اُسے بہتر سے بہتر کام میں گذارے بعض افراد اپنا وقت بے فائدہ کاموں میں گذارتے ہیں عارضی طور پر شوق کی تسکین اور خواہش کی تکمیل ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ سے اُن کی صحت فکر اور طبیعت پر بُرا اثر مرتب ہوتا ہے سنیما بینی لہو ولعب ہنسی مذاق مخرب اخلاق مناظر میں یہ اپنا بیش قیمت وقت صرف کرتے ہیں اور اپنے لئے نقصان بھی مول لیتے ہیں جو امور شرعی طور پر ممنوع ہیں اُن کی قباحت تو واضح ہے غیر ممنوع اور مباح کھیل بھی اس قدر کھیلنا کہ ورزش کی حد سے بڑھ جائے اور آدمی کو غفلت میں مبتلا کردے ایک طالب علم کو اُس سے بھی اجتناب وگریز کرنا چاہیئے۔

ارشاد نبوی ہے: **مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ.**

ترجمہ: بہترین مسلمان وہ ہے جو لایعنی عمل چھوڑ دے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحك بها الناس ،باب ......حدیث نمبر 2487)

وقت کی دولت جس نے گنوائی
اس نے عزت کہیں نہ پائی

جس وقت تعلیم حاصل کی جارہی ہے اس زمانہ ء طالب علمی میں جوفرصت

وتعطیلات کے اوقات میسر آئیں ان کو بہتر طور پر گذارنے کے لئے اپنے آپ کو تعلیمی مشاغل میں مصروف رکھا جائے۔ جیسے گرمائی تعطیلات میں مختصر مدتی اسلامک اسٹڈیز کورس کمپیوٹر کورس اسپوکن انگلش کورس اسپوکن عربک کورس وغیرہ۔ طالب علم مستقبل میں اپنے مقررہ کاموں سے فارغ ہوکر جو لمحاتِ فرصت پائے انہیں بہتر طور پر گذارے جیسے قراءت قرآن کریم، قرآن فہمی اور معلومات عامہ میں ازدیاد واضافہ کرنے والے تعلیمی پروگرام وغیرہ سے استفادہ کرے۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کردے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کردے

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ معلم کتاب وحکمت، قاسم علم ونعمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے ہمیں علم نافع کی دولت سے مالا مال فرمائے اور جو کچھ ہم نے سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

خوف وخشیت تقرب الٰہی کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنُ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنُ، وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنُ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! بندۂ مومن کا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہی معبود حقیقی ہے،وہی خالق و مالک ہےاور بڑائی وکبریائی اُسی کے لائق وسزاوار ہے،قدرت کاملہ اُسی کی صفت ہے، چنانچہ ایک بندہ کی اپنے مولی سے وابستگی اس کی بندگی کا حقیقی ثبوت ہے،اس پر اپنے آقا کی اطاعت اوراس کےاحکام کی بجا آوری لازم ہےاوراپنے پروردگار سے ڈرنااور خوف وخشیت رکھنا اس کے لئے انتہائی ضروری ہے،بارگاہ خداوندی میں خوف وخشیت کےساتھ رہنے والوں سے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ. اور جو اپنے رب کے سامنے حاضرہونے سے ڈرتا ہےاُس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

(سورۃ الرحمن،آیت:46)

خوف وخشیت کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ کا ہرقول وعمل مرضئ الٰہی کے مطابق رہے،اس کی ہرحرکت وسکون منشأ خداوندی کےموافق رہے، وہ ہرآن اور ہرگھڑی اس خوف میں گزارے کہ اللہ تعالی کہیں اس کےکسی عمل سے یااس کی کسی بات سے ناراض نہ ہوجائے۔

جب کوئی اس طرح خوف وخشیت کا خوگر ہوجا تاہےتو اُسے ایسی ایسی نعمتیں دی جاتی ہیں کہ کسی جن وبشر نے گمان بھی نہ کیا ہوگا،اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی، جنت

میں خصوصی واعلی درجہ کی نعمتیں ہوں گی،اُس کے لئے گھنے باغ ہوں گے، بہتے چشمے ہوں گے، تمام میووں کی دو دو قسمیں ہوں گی ،نظریں نیچی رکھنے والی یاقوت ومرجان جیسی حوران بہشت ہوں گی، جنہیں کوئی انسان یا کوئی جن دیکھا اور نہ چُھوا ہوگا۔

صاحب رسالۂ قشیریہ حضرت عبدالکریم قشیری رحمۃ اللہ علیہ خوف کی اہمیت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد فرض اللہ سبحانہ علی العباد ان یخافوہ فقال تعالی:وخافون ان کنتم مومنین۔	یقیناً اللہ سبحانہ وتعالی نے بندوں پر فرض فرمایا ہے کہ وہ اس سے خوف کریں! چنانچہ ارشاد الہی ہے: اور اگر تم مومن ہوتو مجھ سے ڈرتے رہو!۔

(سورۃ ال عمران۔175)(الرسالۃ القشیریۃ،الفصل الاول،باب الخوف)

وعیدوں کے ذریعہ خدائے ذوالجلال کی تنبیہ

بندہ جب اپنے دل میں اللہ تعالی کا خوف رکھتا ہے تو اس کی عملی زندگی میں تقوی وپرہیزگاری پیدا ہوتی ہے،اللہ رب العزت نے اپنے کلام مقدس میں جابجا اپنی ذات سے ڈرنے' خوف کرنے اور تقوی وپرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم فرمایا،حشر کے دن خسارہ اٹھانے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے سورۂ زمر میں حق تعالی ارشاد فرماتا ہے:

لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُيَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ .	ان کے اوپر آگ کے سائبان ہونگے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہونگے ،یہ (وہی عذاب ہے)جس سے اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو!

(سورۃ الزمر،آیت:16)

خوف خدا کی ایک عظیم مثال

حضرات! رب العالمین سے ڈرنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے بندے خدائے تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کس طرح کرتے ہیں، خوف الٰہی سے ان کے دلوں کا کیا حال ہوا کرتا ہے؟ اس سلسلہ میں صحیح بخاری شریف میں مذکور ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِی سَعِیدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلاً فِیمَنْ كَانَ سَلَفَ أَوْ قَبْلَكُمْ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً وَوَلَدًا یَعْنِی أَعْطَاهُ قَالَ فَلَمَّا حُضِرَ قَالَ لِبَنِیهِ أَیَّ أَبٍ كُنْتُ قَالُوا خَیْرَ أَبٍ. قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ یَبْتَئِرْ عِنْدَ اللَّهِ خَیْرًا	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے گزشتہ امت کے ایک شخص کا ذکر فرمایا؛ جسے اللہ تعالیٰ نے مال واولاد سے نوازا تھا۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جب اس کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا: بحیثیت والد میں نے تمہاری کیسی پرورش کی ؟ انہوں نے کہا: آپ نے بہترین والد کی طرح پرورش کی، اس نے کہا: تمہارے والد وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی نیکی نہیں پیش کی،

فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ وَإِنْ يَقْدَمْ عَلَى اللَّهِ يُعَذِّبْهُ فَانْظُرُوا، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِي أَوْ قَالَ فَاسْهَكُونِي ثُمَّ إِذَا كَانَ رِيحٌ عَاصِفٌ فَأَذْرُونِي فِيهَا . فَأَخَذَ مَوَاثِيقَهُمْ عَلَى ذَلِكَ وَرَبِّي فَفَعَلُوا فَقَالَ اللَّهُ كُنْ . فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ ، ثُمَّ قَالَ أَيْ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ ؟ قَالَ مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ فَمَا تَلَافَاهُ أَنْ رَحِمَهُ اللَّهُ.	حضرت قتادہ نے اس کی شرح فرمائی کہ نیکی جمع نہ کروائی، جب میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش ہونگا تو وہ مجھے عذاب دیگا، تو تم یاد رکھو! جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ میں کوئلہ ہو جاؤں، تو مجھے پیس دینا' یا انہوں نے کہا: ریزہ ریزہ کرنا' پھر جب تیز ہوا چلے تو مجھے اڑا دینا، اور اس نے اس بات پر اپنے بیٹوں سے وعدہ لیا۔ خدا کی قسم! انہوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالی نے حکم فرمایا: ''کُن'' تو وہ آدمی کھڑا ہو گیا، پھر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندے! تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا: تیرے خوف وخشیت نے یا یہ کہا کہ تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ تو اس کی تلافی یوں ہوئی کہ اللہ تعالی نے اس پر رحم فرما دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الخوفِ من الله، حدیث نمبر: 6481)

اگرچہ اللہ تعالی کے عذاب سے بچنے اور خوف کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں تھا، کیونکہ جسم کے ذرات مشرق ومغرب میں بھی پھیل جائیں تب بھی اللہ تعالی اُن کو یکجا کر کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تاہم اُس شخص نے جو کچھ اپنے بیٹوں سے کہا تھا اُس کا سبب وداعیہ یہی تھا کہ وہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے، اُس کے دل میں پروردگار عالم کا

خوف تھا، محض خوفِ الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالی نے اُس کے گناہوں کو معاف فرمایا اور اُس پر لطف وکرم فرمایا۔

حضرات ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اگر کوئی اس طرح کی وصیت کرتا ہے تو وہ وصیت نا قابلِ عمل ہوتی ہے اور خدانخواستہ اولاد اس پر عمل کرتی ہے تو وہ گناہگار قرار پاتی ہے۔

بروزِ حشر سات (7) افراد سایۂ رحمت میں

برادران اسلام ! کتاب وسنت میں جہاں اللہ تعالی اوراس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے اوران سے خوف نہ کرنے والوں کے حق میں وعیدیں سنائی گئیں، وہیں خوف خدا رکھنے اوراس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کے حق میں بشارتیں بھی سنائی گئیں، انہیں بے سائیگی اور مشقتوں والے دن سایۂ رحمت عطا کئے جانے کی خوش خبری دی گئی، صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِی ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ :الإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ رَبِّهِ ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ ،	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ' آپ نے ارشاد فرمایا: سات (7) افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالی اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا' اس دن اس کے سایۂ رحمت کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا : (1) انصاف پسند بادشاہ، (2) وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھا ہو، (3) وہ شخص جس کا دل

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ . وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ .	(مسجد سے نکلتے وقت دوبارہ مسجد کو لوٹنے تک) مسجد ہی میں لگا رہتا ہے، (4) وہ دو افراد جو اللہ تعالی کے لئے محبت کرتے ہوں؛ اسی کی خاطر ملتے ہوں اور اسی کی خاطر جدا ہوتے ہوں، (5) وہ آدمی جسے حسب ونسب اور جمال والی عورت نے (گناہ کے لئے) اپنی طرف بلایا ہو تو اس نے کہہ دیا: میں اللہ تعالی سے خوف کرتا ہوں!، (6) وہ آدمی جو پوشیدہ صدقہ کرے ، یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جان سکے کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے؟ (7) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالی کو یاد کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو رواں ہو گئے۔

(صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ ، وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ، حديث نمبر: 660)

صحابۂ کرام کے مجاہدات اور خشیت کا حال

برادران اسلام! صحابۂ کرام باوجود یہ کہ انہیں جنت کی بشارت دی جا چکی تھی، لیکن خدائے ذوالجلال کے خوف وخشیت کا جو غلبہ تھا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا' چنانچہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حقیقۃ الفقہ میں اس سلسلہ میں روایت نقل فرماتے ہیں: ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کمال افسوس سے فرمایا کہ "صحابہ کی یہ حالت تھی کہ رات بھر وہ قیام اور سجود اور تلاوت

قرآن میں مشغول رہتے اور اتنا روتے کہ آنسوؤں سے اُن کے کپڑے تر ہو جاتے۔ اور اب ایسے لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ رات غفلت میں گزار دیتے ہیں،'' اِس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اُس وقت تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ (ملخص از:حقيقة الفقه ، ج 1 ص 277)

خوف الٰہی،عظیم نعمت اور شیوۂ صالحین

برادرانِ اسلام! خوف الٰہی ایسی عظیم نعمت ہے کہ جسے یہ حاصل ہو جائے وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہوگا۔ صحابہ کرام واہل بیت عظام اور صالحین امت و بزرگانِ دین کی زندگیاں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں، وہ اپنی زندگی میں ہر لحظہ و ہر آن اللہ تعالی سے ڈرتے رہتے اور آخرت کی فکر میں رہتے، دن کی روشنی ہو یا رات کی تاریکی' ہمیشہ وہ اپنے مولی سے لو لگائے رہتے ہیں، ان کے خوف وخشیت کو بیان کرتے ہوئے حق تعالی فرماتا ہے:

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا.

ان کے پہلو خوابگاہوں سے علحدہ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف وامید کی حالت میں پکارا کرتے ہیں۔

(سورة السجدة ،آیت: 16)

امام زین العابدین پر غلبۂ خشیت

حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خوف وخشیت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما جب وضو فرماتے تو

آپ کا چہرہ زرد پڑ جاتا' گھر والوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: تم جانتے نہیں کہ کس کے حضور میں کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں! (مواعظ حسنہ ، ج 1،ص250)

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے آنسو سے پرنالہ بہہ رہا تھا حضرت کے آنسوؤں کا وہ پانی کسی شخص کے جسم پر گرا، اس شخص نے پوچھا کہ پرنالہ سے جو پانی گر رہا ہے ناپاک تو نہیں ہے؟ حضرت جواب دیئے بھائی دھو ڈالو! یہ گنہگار کے آنکھ کا پانی ہے۔ (میلاد نامہ 'مولفہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ ،ص138)

اس طرح ان حضرات کے دل خوف الٰہی سے سرشار رہتے اور یہ نفوس قدسیہ ہمیشہ اللہ کے دربار میں ڈرتے اور گڑگڑاتے رہتے۔

مسلمان ہمیشہ آخرت کی فکر کرے!

حضرات! ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان بزرگان دین کی مبارک زندگیوں سے روشنی حاصل کرے، اپنے اندر خوف خدا پیدا کرے اور ہمیشہ تصور آخرت ملحوظ رکھے! اور حشر کے دن کے حساب ومؤاخذہ کو یاد رکھے اور یہ بات ذہن نشین رکھے کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے؛ جس میں اللہ تعالیٰ ذرہ برابر کی گئی نیکی کا بدلہ دے گا اور ذرہ برابر کی ہوئی بُرائی کی سزا دے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ.

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(سورۃ الزلزال،آیت :7،8)

حضرت امام اعظم اور خشیت الٰہی

حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نمازوں کا حال اور آپ کی خشیت خداوندی کا ذکر کرتے ہوئے الانتصار، الخیرات الحسان اور تبییض الصحیفہ کے حوالہ سے روایت نقل فرماتے ہیں: یزید ابن لیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''ایک روز امام صاحب نے عشاء میں سورۂ اذازلزلت پڑھی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی جماعت میں شریک تھے، نماز کے بعد دیکھا کہ اُن پر فکر کے آثار نمایاں اور حالت متغیر ہے، میں چلا گیا، جب صبح کے قریب آکر دیکھا تو آپ کھڑے ہیں، اور داڑھی پر ہاتھ رکھے ہوئے کہہ رہے ہیں:

یامن یجزی بمثقال ذرة خیر خیرا ویامن یجزی بمثقال ذرة شر شرا. آجر النعمان عبدک من النار ومایقرب منها وادخله فی سعة رحمتک.	اے ذرہ بھر بھلائی کا اس سے بہتر بدلہ دینے والے پروردگار! اے ذرہ بھر برائی کا اسی کے مثل جزا دینے والے پروردگار! تیرے بندے نعمان کو دوزخ اور اس سے قریب کرنے والی چیزوں سے نجات عطا فرما اور تیری وسعت وکشادگی والی رحمت کے سایہ میں اُسے جگہ عطا فرما۔)

(حقیقة الفقه، ج1 ص280، بحوالہ الانتصار لسبط ابن الجوزی، الخیرات الحسان لابن حجر المکی، تبییض الصحیفة للسیوطی)

خوف خدا اور عمل صالح کی برکتیں

برادران اسلام! رب العالمین کی اطاعت، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع کرنے کی اور اپنے دلوں میں خوف خدا رکھتے ہوئے دین اسلام کے سنہری اصول وقوانین پر پابندرہنے کی بے شمار برکتیں ہیں، اللہ رب العزت ان پر دنیا میں بھی نظر کرم فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عمل کرنے اور اس سے خوف کرنے والوں پر رب العزت کی کیسی سرفرازیاں ہوتی ہیں، ان کا عمل بارگاہ الٰہی میں کیا حیثیت رکھتا ہے؛ حدیث مبارک کی روشنی میں سمجھتے چلیں:

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن ثلاثة نفر انطلقوا إلى حاجة لهم فأووا إلى جبل فسقط عليهم، فقالوا: يا هؤلاء - يعني بعضهم لبعض - تفكروا في أحسن أعمالكم فادعوا الله بها لعل الله يفرج عنكم. فقال أحدهم: اللهم إنه كانت لي امرأة صديقة أطيل الاختلاف إليها فتركتها من مخافتك وابتغاء

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد کسی ضرورت کے لئے چلے اور انہوں نے ایک غار میں پناہ لی، تو وہ چٹان غار پر گر پڑی اور بالکل نکلنے کی صورت نہ رہی۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: اے ساتھیو! تم اپنے اچھے اعمال کے بارے میں غور کرو اور اس کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعا کرو! ضرور اللہ تعالی تم سے مصیبت کو دور فرمادیگا، ان میں ایک نے کہا: اے اللہ! ایک اجنبی خاتون کے ساتھ میرے تعلقات تھے میں اُس کے پاس کثرت سے جایا کرتا تھا، میں نے اسے تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری خوشنودی

مرضاتك فإن كنت تعلم ذلك ففرج عنا .قال: فانصدع الجبل عنهم حتى طمعوا في الخروج ولم يستطيعوا الخروج .وقال الثاني: اللهم إنه كان لي أجراء يعملون عملاً -أحسبه قال: - فأخذ كل واحد منهم أجره وترك واحد منهم أجره، وزعم أن أجره أكثر من أجور أصحابه، فعزلت أجره من مالي حتى كان خيراً وماشية فأتاني بعد ما افتقر وكبر فقال: أذكرك الله في أجري فأنا أحوج ما كنت إليه،فانطلقت فوق بيت فأريته ما أنمى الله له من أجره في المال والماشية في الغائط - يعني في الصحاري -

چاہتے ہوئے چھوڑ دیا،تو جانتا ہے کہ اگر میں نے صرف تیری رضا کے لئے اس سے دوری اختیار کی ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرما!حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:تو چٹان کا ایک تہائی حصہ ان سے ہٹ گیا کہ اُنہیں وہاں سے نکلنے امید ہوگئی، لیکن نہ نکل سکے۔دوسرے شخص نے کہا:اے اللہ! میرے ہاں چند مزدور تھے ؛جو کام کیا کرتے تھے،(راوی نے کہا:)میں سمجھتا ہوں کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی اجرت لے لی اور ایک مزدور نے اپنی اجرت چھوڑ دی اور اس نے گمان کیا کہ اس کی اجرت اس کے ساتھیوں کی اجرت سے زیادہ ہے۔(اس شخص نے کہا:) میں نے اپنے مال سے اس کی اجرت علحدہ کی، یہاں تک کہ وہ خوب مال اور مویشی ہوگئے۔وہ میرے پاس محتاج اور بوڑھا ہوکر آیا،اور کہا: میں تجھے میری اجرت کے متعلق اللہ تعالی کی یاد دلاتا ہوں! مجھے اس کی ضرورت ہے،تو میں (اس کے)ساتھ گھر کے اوپر گیا

فقلت: هذا لک. فقال: لم تسخر بی أصلحک الله؟ کنت أریدک علي أقل من هذا فتأبى علي. فدفعت إليه يا رب من مخافتک وابتغاء مرضاتک، فإن كنت تعلم ذلک ففرج عنا. فانصدع الجبل عنهم ولم يستطيعوا أن يخرجوا. وقال الثالث: يا رب كان لي أبوان كبيران فقيران ليس لهما خادم ولا راع ولا وال غيري أرعى لهما بالنهار وآوي إليهما بالليل، وإن الكلأ تباعد فتباعدت بالماشية فأتيتهما -يعني ليلة -بعد ما ذهب من الليل وناما، فحلبت في

اور اسے زمین کا نشیبی حصہ یعنی میدان بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجرت میں مال اور مویشیوں کی شکل میں جو برکت دی تھی، اور میں نے اس سے کہا: یہ سب تمہارا ہے، اُس شخص نے کہا: تو مجھ سے مزاق نہ کر، خدا تیرا بھلا کرے! اس نے کہا: میں اسے کم چاہتا تب بھی تم میرا انکار کرسکتے تھے (لیکن خلاف توقع اتنا سب کچھ دینے کے لئے تیار ہوں) اس کے اس کہنے کے باوجود اے اللہ! میں نے تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری خوشنودی چاہتے ہوئے سب کچھ اس کے حوالہ کردیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں یہ سب تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرما! تو چٹان کا ایک اور تہائی حصہ ہٹ گیا' پھر بھی وہ نہ نکل سکے۔ تیسرے شخص نے کہا: اے میرے رب! میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے، میرے سوا ان کا نہ کوئی خدمت گزار اور دیکھ بھال کرنے والا تھا اور نہ کوئی کفیل تھا، دن بھر میں ان کی دیکھ بھال کرتا اور رات ان کی خدمت میں گزارتا۔ چراگاہ بہت دور تھی اور میں ریوڑ کے ساتھ دور نکل گیا، ایک مرتبہ

الإنـاء ثـم جـلسـت عـنـد رؤوسهـما -يـعني بالإناء - كـراهية أن أوقـظهـما حتى يستيـقظا من قبل أنفسهما، اللـهـم إن كـنـت تـعلم أني فعلت ذلک من مخافتک وابتـغاء مرضاتک ففرج . فـانـصـدع الـجـبـل وخـرجـوا ."رواه البـزار ورجاله ثقات.	میں رات گزرنے کے بعد آیا؛ جب تک وہ دونوں سو چکے تھے، میں نے برتن میں دودھ دوہا اور وہ برتن لے کر میں ان کے سرہانے بیٹھ گیا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ انہیں بیدار کروں جب تک کہ وہ دونوں از خود نہ بیدار ہو جائیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے تیری خاطر یہ عمل کیا ہے، تو اس مصیبت کو دور فرما! تو چٹان کا بقیہ حصہ ان سے ہٹ گیا اور وہ بآسانی وہاں سے نکل گئے۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 2272، 2215، 2333، 3465، 5974 مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، المجلد الثامن۔ مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب رضی الله عنه، حدیث نمبر: 13415)

خدائے تعالی کے ان مخلص بندوں کے عمل کی یہ شان ہے کہ بارگاہ الٰہی میں اسے وسیلہ بنایا جا رہا ہے اور اس وسیلہ کو رب قدیر درجۂ قبولیت بھی عطا فرماتا ہے تو اب یہ ہمارے لئے مقام غور ہے کہ جب ان کے عمل کا یہ مرتبہ ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول وسیلہ بن رہے ہیں تو پھر عمل کرنے والے مخلصین کی کیا شان ہوگی، خدائے تعالی کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور حق تعالی ان سے نسبت رکھنے اور انہیں اپنی

بارگاہ میں وسیلہ بنانے والوں کے دامن میں کس قدر برکتوں اور سعادتوں کو مقدر فرمائیگا ؛اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔نیز ہمارے لئے یہ بات بھی سبق حاصل کرنے کی ہے کہ جو عمل خوف الٰہی کی وجہ سے کیا جاتا ہے' وہ مقبول ہوتا ہے۔

نفس کا محاسبہ اور خوف خدا' وقت کا تقاضہ

برادران اسلام ! آج کے اس مادیت زدہ دور میں ہمیں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیئے ،آج ہر کوئی مال ودولت جمع کرنے کی فکر میں ہے، نہ حلال روزی کا خیال ہے نہ حرام کی کوئی خبر !اور نہ ہمیں اپنی معاشی ومعاشرتی ذمہ داریوں کا احساس ہے،

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(علامہ اقبالؔ)

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(اعلی حضرت)

ہمیں چاہیئے کہ اپنے دلوں میں خوف الٰہی پیدا کرکے اپنے معاملات شریعت مطہرہ کی روشنی میں انجام دیں،معاشرتی زندگی اور اخلاقی اقدار کو صاحب خلق عظیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

حضرت شیخ الاسلام کا جذبۂ دیانت اور خوف وخشیت

اولیاءکرام کی مبارک زندگیوں میں ہمیں تقوی وطہارت کے عظیم نمونے ملتے ہیں،عبادت وریاضت کے ساتھ ان کی زندگی کا طریقۂ کار کیا تھا' وہ اپنے معاملات کو کس

عمدگی سے انجام دیتے تھے' معاش وتجارت کے سلسلہ میں وہ کس درجہ احتیاط کرتے اور خدائے تعالی سے کتنا خوف کیا کرتے تھے' یہ ہمیں جاننے کی ضرورت ہے تاکہ ایک واضح راستہ ہمارے سامنے ہو' اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کا قابل تقلید واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت شیخ الاسلام بانیء جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ اپنی شادی کے تین سال بعد محکمہ مال گزاری میں خلاصہ نویس کی حیثیت سے سرکاری ملازم ہوگئے تھے۔ ڈیڑھ سال بعد آپ کے پاس ایک ایسی فائل خلاصہ لکھنے کیلئے آئی ؛ جو سودی کاروبار پر مشتمل تھی ، آپ نے اُس تحریر کا خلاصہ لکھنے کے بجائے استعفیٰ لکھ کر پیش کردیا۔ افسر اعلی نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی معاملات کرنے والے، اسکی گواہی دینے والے اور اسکی دستاویز لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے، لہٰذا یہ ملازمت کرنا میرے لیے جائز نہیں۔

افسر بالا نے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی دیانت داری کے پیش نظر کہا کہ آئندہ آپ کے پاس ایسی کوئی فائل نہیں بھیجی جائے گی، استعفیٰ واپس لے لیجئے! لیکن آپ نے کمال دیانت داری وجذبۂ خشیت الٰہی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے اس پیش کش کو مسترد فرمادیا کہ ''آپ جب تک رہینگے ؛ یہ رعایت فرمائینگے، آپ کے بعد آنے والے افسر سے یہ توقع نہیں کہ مجھے یہ رعایت دے، بر حال اس طرح کہ شنیع معاملات کی ملازمت میرے لئے روا نہیں۔''

(مطلع الانوار)

حضرات! ہمیں چاہئے کہ مذکورہ آیاتِ قرآنیہ' احادیث کریمہ اور احوال صالحین کو ذہن نشین رکھیں، ہمارے دل میں خدا کا خوف ہو، اس کی خشیت ہو، اللہ تعالی کا خوف ہم اپنے دل میں جاگزیں کر کے زندگی گزاریں تو ہمارے اعمال شریعت کے مطابق رہیں گے، ہم عبادت کریں گے تو بحسن وخوبی کریں گے، تجارت کریں گے تو اُس کی مرضی کے مطابق کریں گے، ماں باپ کے حقوق' دیگر رشتہ داروں کے حقوق' پڑوسیوں کے حقوق اور تمام متعلقین کے حقوق صحیح طور پر ادا کریں گے اور ہر قدم اُٹھانے سے پہلے سوچیں گے کہ کیا اس سے اللہ تعالی ناراض تو نہیں ہوگا' پھر اگر وہ عمل اس کی مرضی کے مطابق ہو تو پیش رفت کریں گے ورنہ اس کے بالمقابل مرضی خداوندی کو ترجیح دیں گے، اس طرح ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں کو حاصل کر پائیں گے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمائے، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور بزرگان دین کی پیروی کرتے ہوئے نفس کا محاسبہ کرنے اور تصور آخرت ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمِیْن بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

انوار خطابت

حصۂ یازدہم برائے ذی القعدہ

الکٹرانک میڈیا اور اس کی تباہ کاریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنُ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام !اللہ سبحانہ وتعالٰی ساری کائنات کا خالق ومالک ہے اور تمام عوالم اسی کے تابع وفرمانبردار ہیں، رب العالمین نے اپنی تمام مخلوق میں انسانوں پر خصوصی سرفرازی فرمائی ، انہیں ساری خلقت میں مکرم بنایا اور اشرف المخلوقات کا اعزاز عطا فرمایا۔

بندگانِ خدا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کی ذات پر ایمان لائیں، اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کریں !اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر سانس کو ان کی اطاعت کے لئے وقف کردیں، ان کے احکام پر عمل کریں اور منکرات وممنوعات سے اجتناب کریں، چونکہ حق تعالٰی نے اپنے بندوں کو برائیوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ابھی خطبہ میں تلاوت کی گئی' آیت مبارکہ میں

ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ　اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ! چاہے وہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔

(سورۃ الانعام،آیت:151)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"ولا تقربوا الفواحش" كبائر الذنوب والزنا "ماظهر منها" من افعال الجوارح علانية و"مابطن" يعنى افعال الجوارح سرا وافعال القلوب من النفاق وغيره ورذائل النفس　اور بے حیائی کے کاموں سے مراد کبیرہ گناہ اور زنا کاری ہے خواہ وہ ظاہری ہوں، جو علانیہ طور پر ظاہری اعضاء وجوارح سے صادر ہوتے ہیں؛ ان کے قریب مت جاؤ! اور نہ ان برائیوں کے جو پوشیدہ طور پر سرزد ہوتی ہیں یعنی وہ گناہ جو اعضاء سے مخفی طور پر اور دل سے سرزد ہوتے ہیں، جیسے نفاق وغیرہ دل کی برائیوں اور نفس کی بری خصلتوں کے قریب بھی مت جاؤ!

(التفسیر المظهری، سورۃ الانعامآیت:151، ج3ص304)

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہمیں برائیوں کا ارتکاب تو درکنار، ان کے قریب بھی جانے سے منع فرمایا، اس حکم خداوندی کو بجالاتے ہوئے بندگانِ خدا پر لازم ہے کہ وہ ہر برائی سے پرہیز کریں اور اپنی علمی وفکری، قولی وفعلی اور ظاہری وباطنی تمام تر صلاحیتوں کو اپنے پروردگار کے حکم کا پابند اور فرمان کا تابع بنائے رکھیں، انہی صلاحیتوں

میں ایک بڑی صلاحیت علم ہے، رب قدیر نے خاص طور پر انسان کو علم کی عظیم صلاحیت سے بہرہ اندوز فرمایا ہے، دینی علم ہو یا دنیوی علم' ہر مومن کو چاہئے کہ اس کی قدر کرے اور احکام شریعت کے مطابق اس سے استفادہ کرے۔

﴿سائنس اور ٹکنالوجی میں انسان کی ترقی﴾

گزشتہ چند دہائیوں میں انسان نے سائنس اور ٹکنالوجی میں غیر معمولی ترقی کی ہے، اس نے حیرت انگیز ایجادات اور دم بخود کردینے والے انکشافات کئے ہیں؛ جیسے ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل فون، ویڈیو گیم اور انٹرنٹ وغیرہ۔

﴿جدید ایجادات اور فوائد﴾

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان جدید ایجادات کی وجہ سے انسانی زندگی میں بہت سی سہولتیں فراہم ہوئیں، بطور خاص ابلاغ وترسیل اور خبر رسانی کے ایک سے زائد آسان ترین اور سہولت بخش طریقے حاصل ہوئے، الکٹرانک میڈیا ٹی وی' انٹرنٹ وغیرہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ لمحہ بھر میں ایک شخص اپنا پیغام ساری دنیا کو سناتا ہے، ان وسائل کے ذریعہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ بھی کی جارہی ہے، اسلامی تعلیمات کو عام کیا جارہا ہے۔

اس سہولت کی وجہ سے مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں رابطہ رکھنے کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہا، عصری ٹکنالوجی کے سبب تمام دوریاں ختم ہوگئیں، ملک علحدہ اور علاقہ دور ہونے کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آمنے سامنے معاملات ہورہے ہیں۔

اسی عالمی ارتباط کی وجہ سے تجارتی تعلقات بھی ایک علاقہ اور ایک ملک سے نکل کر عالمی حیثیت اختیار کرچکے ہیں، سرمایہ کاروں کے لئے دنیا کی تمام کمپنیوں کی

تفصیلات، اسکیمس اور شرائط نظروں کے سامنے ہیں، عالمی طور پر یہ سہولت فراہم ہے کہ وہ جس تجارت میں چاہیں سرمایہ مشغول کریں' لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ کئے جانے والے کونسے معاملات جائز ہیں اور کونسے ناجائز ہیں' انٹرنٹ کے ذریعہ یہ بھی فائدہ ہے کہ مال وزر کے تبادلہ کی صعوبتیں بھی باقی نہ رہیں، اس کے تبادلہ کے لئے نہ سفر کے اخراجات برداشت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ دوران سفر مال کے ہلاک ہونے اور ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

﴿میڈیا کا استعمال' مقاصد پر موقوف﴾

حضرات! الکٹرانک میڈیا کے یہ فوائد ضرور ہیں، لیکن ان سے بڑھ کر اس کے نقصانات ہیں اور آئے دن اس کے تباہ کن نتائج ہمارے سامنے آرہے ہیں، ریڈیو، ٹی وی، موبائل فون اور انٹرنٹ کے ذریعہ ابلاغ وترسیل کے امور تیز ترین ہو چکے ہیں، یہ ایسے ذرائع ہیں جن کا استعمال' مقاصد پر موقوف ہوتا ہے، اگر انہیں خیر کیلئے استعمال کیا جائے تو ضرور یہ خیر و بھلائی کے مفید ذرائع ثابت ہوتے ہیں اور انہیں شر کے لئے استعمال کیا جائے تو یہی شر و برائی کے وسائل قرار پاتے ہیں۔

﴿الکٹرانک میڈیا کا دوسرا رخ﴾

جس قدر تیزی کے ساتھ یہ ذرائع امور خیر میں استعمال کئے جاسکتے ہیں اور کئے جارہے ہیں، معاشرہ کی اصلاح کے لئے باعث استفادہ سمجھے جارہے ہیں اور اقدار انسانی کی حفاظت کے لئے کارآمد ثابت ہورہے ہیں، اسلامی معلومات دنیا کے کئی ممالک میں پہنچائی جارہی ہیں، اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اسلام دشمن طاقتیں اور انسانیت سوز عناصر اس سے کئی گنا زیادہ اسے بداخلاقی وبدکرداری کی اشاعت کے لئے

استعمال کررہے ہیں، آج دنیا میں الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اخلاق سوز لٹریچر عام کیا جارہاہے، فحاشی و بےحیائی کی ترویج کی جارہی ہے، عریانیت کا ننگا ناچ ہورہا ہے۔

برادران اسلام! الیکٹرانک میڈیا کے آنے سے یہ غلغلہ مچا کہ دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہوگئی ہے۔ یقیناً یہ بات درست ہے، مگر انسانی معاشرہ نے اس سے کیا فوائد حاصل کئے؟ اس کے ذریعہ جس قدر دین کی اشاعت ہورہی ہے، اسلامی معلومات ہورہی ہیں، اس سے کئی درجے زیادہ ان ذرائع سے نہ صرف اسلام کو نقصان پہنچایا جارہا ہے بلکہ ایک مہذب و متمدن معاشرہ کو تباہ کیا جارہاہے، اس کی وجہ سے تو مغربی تہذیب عام ہوئی، جن لوگوں کے پاس مغربی تہذیب کے جراثیم پہنچے نہیں تھے: ایسے لوگ بھی میڈیا کے سبب بآسانی مغربی ماحول سے متاثر ہورہے ہیں، الیکٹرانک میڈیا کے بےہنگم اور غیر معمولی پھیلاؤ کے سبب اس کے معدودے چند فوائد سے قطع نظر بہت سارے نقصانات ہورہے ہیں، صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ سارا انسانی معاشرہ تباہ ہورہا ہے، پاکیزہ تہذیب آلودہ ہورہی ہے، صالح معاشرہ متاثر ہورہاہے، عمدہ سوسائٹی کا اخلاقی معیار پستی سے دوچار ہورہا ہے اور اسی میڈیا کے سبب انسان کی فکری یکسوئی پراگندگی وانتشار میں تبدیل ہوتی جارہی ہے۔

حضرات! واضح رہے کہ الیکٹرانک ذرائع ابلاغ میں سے ہر ذریعہ اپنے دائرہ میں فائدہ مند ثابت ہونے سے زیادہ نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہورہاہے، گلوبلائزیشن کے اس دور میں ان الیکٹرانک ذرائع کی تباہ کاریوں سے بچنا ایک صالح معاشرہ اور پاکیزہ سوسائٹی کے لئے ناگزیر ہے۔

﴿ریڈیو کی تباہ کاری﴾

ریڈیو کا استعمال ٹی وی اور انٹرنٹ کے عام ہونے کے بعد ختم ہوتا نظر آ رہا تھا لیکن آج کل اسے دوبارہ استعمال کیا جانے لگا ہے، ریڈیو کی مقبولیت تقریباً ممالک میں دکھائی دیتی ہے۔

حضرات! عموماً آدمی جب فرصت میں ہوتا ہے، جیسے بس یا ٹرین میں سفر کر رہا ہو یا طویل وقت کے لئے کہیں بیٹھا ہو، تو ایسے وقت ریڈیو کا استعمال کیا جاتا ہے آج کل موبائل فون میں بھی ریڈیو کی سہولت فراہم کی جارہی ہے، جس کے ذریعہ قرآن کریم کی قراءت، نعت پاک اور اسلامی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن مختلف مواقع پر نوجوان اپنے بے بہا اوقات کو "وقت گزاری" کے نام پر ریڈیو چیانلس میں صرف کر رہے ہیں جس سے وقت کی بربادی کے ساتھ غیر شرعی چیزوں کے سننے کا گناہ الگ ہے، وقت وہ قیمتی شیء اور عظیم دولت ہے جس کی حفاظت کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بطور خاص توجہ دلائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ .	سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان سے غفلت میں رہتے ہیں: (1) تندرستی اور (2) فرصت۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما جاء فی الرقاق وان لا عیش إلا عیش الآخرة. حدیث نمبر6412۔ زجاجة المصابیح، ج4، کتاب الرقاق، ص148)

حدیث پاک میں مذکور کلمہ "**مغبون**" کے دو معانی بتلائے گئے ہیں، ایک یہ کہ ان دو نعمتوں سے متعلق بہت سے لوگ نقصان وخسارہ میں ہیں کہ اُن نعمتوں سے جیسا استفادہ کرنا چاہئے نہیں کرتے، فرصت کے بیش قیمت لمحات کو ضائع کرتے ہوئے نقصان وزیاں سے دوچار ہوتے ہیں۔

حدیث پاک کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ بہت سے لوگ اُن نعمتوں سے غفلت کا شکار ہیں، اُنہیں اُن عظیم نعمتوں کے نعمت ہونے کا بھی احساس نہیں، تبھی تو وہ ان اوقات کو بے سود وبے فائدہ گانے بجانے کی چیزیں سننے میں صرف کرنے کے لئے تیار ہیں؛ حالانکہ گانا بجانا' اس کا سننا سنانا اور اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا شریعت میں ممنوع ہے، آج معاشرہ سے ان غفلت کے پردوں کو اٹھانا بے حد ضروری ہے۔

﴿ٹی وی چیانلس کی تباہ کاری﴾

حضرات! اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ٹی وی چیانلس کے ذریعہ لوگوں کو اسلامی معلومات ہورہی ہیں، بعض چیانلس مکمل اسلامی چیانلس ہیں اور بعض چیانلس کچھ اسلامی پروگرامس کرتے ہیں، جن کے ذریعہ مضمون واری معلومات، خصوصی مواقع پر پروگرامس بطور خاص سوال وجواب کے پروگرامس براہ راست نشر کئے جاتے ہیں جو یقیناً اہل اسلام کے لئے مفید وسودمند ہیں اور دیگر اقوام تک اسلامی پیغام پہنچانے کا بڑا ذریعہ ہیں، لیکن اس کا فیصد نہایت ہی کم ہے، ان اسلامی چیانلس اور عریانت والے چیانلس کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں اس لئے کہ ٹی وی چیانلس کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کی ہر کڑی عریانیت کے زنگ سے آلودہ ہے، فحاشی کی آلائش میں ملوث ہے، الکٹرانک میڈیا کی ہر فلم' ہر ڈرامہ اور ہر پروگرام اجنبی لڑکے اور لڑکی کی

محبت اوران کے درمیان تعلقات کے گرد گھومتا ہے، اس کی وجہ سے معاشرہ میں جنسی انتشار پھیل چکا ہے اور ٹی وی چیانلس کے سبب ہی ملت کے نوجوانوں کی کردار کشی ہورہی ہے، بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ٹی وی کے ان پروگراموں میں جھوٹ، غیبت ،کینہ وحسد پر مبنی ڈرامے اور کردار پیش کئے جاتے ہیں، جو غیر محسوس انداز میں دیکھنے والوں کے دل ودماغ میں رچ بس جاتے ہیں۔

ان فلمی اورڈرامائی پروگراموں میں اس سے بڑھ کراور کیا خرابی و برائی ہوکہ رکیک انداز میں اسلامی عقائد پر حملہ کیا جاتا ہے، ان میں شرکیہ مضامین کوشامل کیا جاتا ہے، اقدار اسلامی کی اہمیتوں کو گھٹایا جاتا ہے،قرآن وسنت کی روشنی میں مرتب کردہ شرعی مسائل پر کلام کیا جاتا ہےاور ٹی وی دیکھنے والے ان فلموں اور پروگراموں میں اس قدر محواور منہمک رہتے ہیں کہ وہ اس بات کی بھی فکر نہیں کرتے کہ ان کے ایمان وعقیدہ کے ساتھ کس طرح کھلواڑ کیا جارہا ہے، نتیجۃً ہمارے بھائی بہن انہی فلمی اور ڈرامائی ماحول سے متاثر ہوتے دکھائی دے رہے ہیں، اپنے رہن سہن اور چال ڈھال میں اسی رنگ کو اپنا رہے ہیں اور ان میں پیش کئے جانے والے نظریات کے سبب اپنے عقیدہ وعمل ہر دو کو کمزور وکوتاہ کرتے نظر آرہے ہیں۔

یہ فلم بینی کی ہی خرابی ہے کہ ملت کے نوجوان اپنا چہرہ اپنا لباس اور اپنے بال فلمی ایکٹرس کی طرح رکھتے نظر آرہے ہیں، حالانکہ فکر تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ ہمارا لباس ہو تو ایسا کہ جس میں پرہیزگاری کے آثار موجود ہوں، ہم داڑھی رکھیں، بال بنائیں اور مانگ جمائیں تو اس طرح کہ وہ سنت نبوی کے انوار سے روشن ہوں، چونکہ رب العالمین نے ہدایت اور کامیابی کا معیار ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو قرار

دیا ہے، آپ کی دلنواز اداؤں کو پسند فرمایا اور بندوں کو انہیں اپنانے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہورہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت:21)

اللہ تعالی ہمارے عقیدہ وعمل اور اخلاق کی حفاظت فرمائے! آمین

کارٹون چیانلس، کمسن بچوں کے لئے تباہ کن

کارٹون چیانلس جو محض کمسن بچوں کے لئے لانچ کئے جاتے ہیں اور بچے ان چیانلس کو دلچسپی سے دیکھا کرتے ہیں۔ اُن میں بھی لڑکا لڑکی کے فاسد کردار دکھائے جاتے ہیں، کم عمری ہی میں جنسی فکر دینے والی نامناسب تصویریں بتلائی جاتی ہیں، جبکہ بچپن وہ سنہرا دور ہے کہ بچہ جو منظر دیکھتا ہے وہ اُس کے دل میں گھر کرجاتا ہے اور اس کے دماغ میں مرتسم ہوجاتا ہے، وہ جو الفاظ سنتا ہے اُنہیں دہرانے لگتا ہے، حالانکہ وہ اس بات کی تمیز نہیں کرسکتا کہ جس چیز کو وہ دہرا رہا ہے، اس میں ایسی باتیں اور افکار بھی ہوتے ہیں جو اسلامی عقائد کے سراسر خلاف ہیں اور ہمارے معاشرہ کو اتنی فرصت نہیں کہ اپنے نونہالوں کی طرف توجہ کرے اور ان کے دین اور آخرت کی فکر کرے!

جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمسن بچوں کے لئے احتیاطی تدابیر کا حکم فرمایا، لڑکپن ہی سے اُن کا بستر علٰحدہ کرنے کی تاکید فرمائی، جیسا کہ اس سلسلہ میں

حدیث پاک وارد ہے:

مُـرُوا اَوْلَادَکُـمْ بِـالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْـنَـاءُ سَبْـعِ سِـنِيـنَ وَاضْرِبُوهُمْ عَـلَيْهَـا وَهُـمْ اَبْـنَـاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.	تم اپنی اولاد کونماز کا حکم دو ! جبکہ ان کی عمر سات سال ہو اور اس میں کوتاہی پر انہیں سزا دو ! جبکہ ان کی عمر دس سال ہو اور ان کے بستروں کوعلحدہ کر دو !۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ ص71، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ ، حدیث نمبر: 495)

حضرات ! ہمیں اس حدیث پاک سے یہ روشنی مل رہی ہے کہ ہم اپنے بچوں کی طرف بچپن ہی سے توجہ کریں، ان کے عقیدہ وایمان کی تربیت کریں اور حسن عمل واخلاق حسنہ کی تعلیم دیں اور اسلامی معاشرہ کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ بہترین اخلاق کی تربیت کے ساتھ بچوں کو مذموم اخلاق اور بری عادات سے دور رکھا جائے، انہیں جنسی بے راہ روی، بدنگاہی اور فلم بینی سے کلیۃً بچایا جائے، اگر بچے بدنگاہی بالخصوص فلم بینی میں مبتلا ہوجائیں تو ان کا دینی نقصان تو یقیناً ہوگا اور انکا باطن داغدار ہوجائے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ بچے معاشرہ کی نظروں میں بھی بے وقعت ہوجائیں گے۔

کمسنی کے اس دور میں اگر ہمارے نونہال کارٹون پروگرامس کے ذریعہ جنسی فکر سے کسی قدر آشنا ہوجائیں یا نیم عریاں لباس سے بھی مانوس ہوجائیں تو یہ بعید نہیں کہ وہ بڑے ہونے اور سن بلوغ کو پہنچنے تک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہوں گے، گویا یہ کونپل کلیاں پھول بننے سے پہلے ہی مرجھا جائیں گی اور اپنی خوشبو سے محروم ہوجائیں گی۔

﴿ٹی وی چیانلس گھریلو خواتین کے لئے تباہ کن﴾

برادران اسلام ! بعض چیانلس پر خواتین کے لئے خصوصی پروگرامس پیش کئے

جاتے ہیں لیکن الیکٹرانک میڈیا میں گھریلو خواتین کے اخلاق کو بگاڑنے کے لئے بھی خصوصی سامان مہیا ہوتا ہے، مختلف چیانلس پر کئی ایک ایسے پروگرام چلتے ہیں جن میں گھریلو خواتین کا کردار پیش کیا جاتا ہے، گھر کے اندرونی حالات بتلائے جاتے ہیں، ان پروگراموں میں زن وشو کے درمیان تعلقات کی کشیدگی اور ساس، بہو کے درمیان تلخیاں پیش کی جاتی ہیں، ان میں اجنبی مَردوں کو دکھایا جاتا ہے اور بے پردگی کے ماحول کو پیش کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ ایسے کردار ہیں؛ جنہیں مذہب اسلام نے کبھی روا نہیں رکھا اور ڈرامہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ وہ حقیقت نہیں محض نقل اور دکھاوا ہے۔

ان پروگراموں کی صرف یہی خرابی ہوتی تب بھی اسلامی معاشرہ کی تباہی کے لئے کافی تھی، لیکن اس سے زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ گھر میں رہنے والی خاتون (House wife) اپنے آشیانہ میں بیٹھ کر ذہن وفکر بگاڑنے والے پروگرامس دیکھ رہی ہے، جو خاتون اپنے شوہر کی اطاعت اور ساس کا احترام کرنا ہی جانتی تھی، وہ شوہر کی نافرمانی اور ساس کی اہانت کرنے سے آشنا ہو چکی ہے، جو کسی کو ''اُف'' نہیں کہتی تھی، آج الیکٹرانک میڈیا سے نشر کردہ گھریلو پروگرامس کی بدولت بحث ومباحثہ کے لئے تیار اور جھگڑا و خصومت پر آمادہ ہے۔

جو خواتین گھر میں پردہ نشین رہنے کو ترجیح دیتی تھیں، اُنہیں الیکٹرانک میڈیا نے بے پردگی کی فکر دی اور مساوات وآزادیٔ نسواں کے نام پر حیا سے دور اور پردہ سے عاری کر دیا۔

ہمارے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ماؤں اور بہنوں کی فکری اور اخلاقی

حالت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق برقرار رکھنے کے لئے بے حیائی والے ٹی وی چیانلس سے احتیاط کرنے کی تاکید کریں۔

﴿نوجوان لڑکوں اورلڑکیوں کے لئے ٹی وی چیانلس کی تباہ کاری﴾

برادران اسلام! کسی قوم کا اثاثہ اس کی نوجوان نسل ہوتی ہے، کیونکہ کمسن بچے مستقبل میں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں، لیکن کمسنی میں طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے، عمر رسیدہ حضرات تجربے ضرور رکھتے ہیں لیکن بتقاضۂ عمر کسی بڑے کام کی انجام دہی سے قاصر رہتے ہیں، قوم کے نوجوان ہی اس کی مکمل طاقت ہیں کہ کسی مہم کو سرانجام دیں، مشکل ترین نشانہ تک پہنچنا اُن کے لئے کوئی مشکل نہیں، موسم سرما کی ٹھنڈک وسردی یا موسم گرما کی حرارت وسوزِش اُن کی ہمت وحوصلہ کو کم نہیں کرتی، رات کی تاریکی یا ہواؤں کی سختی سے اُن کے پایۂ استقامت میں فرق نہیں آتا، لیکن یہی نوجوان نسل اگر اپنی ذمہ داریوں سے بے بہرہ ہوجائے تو پھر قوم کا کیا انجام ہوگا؟

ٹی وی چیانلس میں نوجوانوں کے لئے اخلاقی تباہ کاری کا مکمل سامان موجود رہتا ہے، عموماً ان میں نوجوانوں کی بے راہ روی اور آزادی پر مبنی ڈرامے پیش کئے جاتے ہیں، جوان لڑکے اورلڑکیوں کے لئے ٹی وی کی سہولت فراہم کرنا، انہیں فلم بینی کا عادی بنانا گویا انہیں بے حیائی اور برائیوں کا عادی بنانا اور بے راہ روی کے طریقے سکھانے کے برابر ہے۔

﴿بدنظری وبے حیائی سے اجتناب، حکم خداوندی﴾

ڈرامے اور فلمیں ہوں یا اَیڈوَرٹائز اور نیوز، ان ٹی وی چیانلس پر اجنبی لڑکیاں بن سنور کر، عریاں یا نیم عریاں مناظر میں دکھائی جاتی ہیں، شاید کوئی لمحہ ٹی وی

اسکرین اس بے حیائی سے خالی رہتا ہو۔ حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بدنظری سے بچنے کا حکم فرمایا، ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ .	اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم !ایمان والے مردوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں!۔

(سورۃ النور آیت: 30)

بطور خاص خواتین کو بدنظری سے بچنے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کے لئے علٰحدہ ارشاد فرمایا :

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ .	اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم !ایمان والی عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں!۔

حضرات !بے حیائی اور بدکاری سے بچنے سے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ حکم فرمایا، مختلف انداز میں اس سے احتیاط واجتناب کی ہدایت دی، جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم - قَالَ لِكُلِّ بَنِي آدَمَ حَظٌّ مِنَ الزِّنَا فَالْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْيَدَانِ	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا میں انسان (کے ہر عضو) کا حصہ ہوتا ہے، آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا ''دیکھنا'' ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا

تَـزْنِيَـانِ وَزِنَـاهُـمَا الْبَطْـشُ	''پکڑنا اور گرفت کرنا'' ہے، پیر زنا کرتے
وَالـرِّجْلَانِ يَـزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا	ہیں اوران کا زنا ''چلنا'' ہے، منہ زنا کرتا ہے
الْـمَشْـىُ وَالْـفَمُ يَزْنِى وَزِنَاهُ	اس کا زنا ''بوس وکنار'' ہے، دل خواہش کرتا
الْـقُبَـلُ وَالْـقَـلْـبُ يَهْـوِى	اور تمنا وآرزو کرتا ہے ،جبکہ شرمگاہ اس کی
وَيَتَـمَـنَّـى وَالْـفَـرْجُ يُصَدِّقُ	تصدیق کرتی (ہوئی زنا میں مبتلا ہوتی) ہے یا
ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ .	اسے جھٹلاتی ہے(یعنی زنا سے باز رہتی ہے)

(مسند الامام احمد ، حدیث نمبر:8752)

﴿نوجوانوں کو بے حیائی سے بچانا' ناگزیر﴾

ایک نوجوان فطری طور پر صنف نازک کی طرف مائل رہتا ہے، جب اُس کی نظر کے سامنے یہ منظر آتا ہے تو اس کی ذہنی کیفیت متاثر ہوجاتی ہے، ٹی وی چیانلس کے یہ فحش مناظر دن میں کئی مرتبہ اس کے ذہن ودماغ پر حملہ کرتے ہیں اورروز بروز ایسے حیاسوز حملوں سے اس کی حیا جیسی عظیم خصلت کالعدم ہوجاتی ہے اورانہی شرم وحیا سے عاری فحش مناظر کو وہ اپنے سکون کا سامان اوردل لگی کا ذریعہ سمجھ بیٹھتا ہے۔

دختران ملت کو زیور حیا سے آراستہ کرنا اور نواجونان امت کو صفت حیا سے مزین کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے،خاص طور پر ان کے عقیدہ کی اصلاح اورعمل کی تربیت کے لئے ہمیں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

﴿انٹرنٹ کے فوائد﴾

حضرات !انٹرنٹ ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ کا ایک بڑا ذریعہ ہے،دنیا کے کسی بھی علاقہ کے باشندگان سے رابطہ کرنا،میسیج دینا،انکی تعلیم وتربیت کرنا،بین الاقوامی سطح

پر کاروبار و بزنس کرنا، انٹرنٹ کے ذریعہ انجام دیا جارہا ہے و نیز بنکوں اور تجارتی اداروں کا باہم عالمی پیمانہ پر ربط وضبط، انٹرنٹ کے ذریعہ قائم ہوتا ہے، علاوہ ازیں آدمی ایک مقام پر بیٹھ کر انٹرنٹ پر موجود دنیا کی تمام لائبریریوں کا مطالعہ کرتا ہے، اس طرح انٹرنٹ کے کئی انفرادی، اجتماعی، تعلیمی و معاشی فوائد ہیں بلکہ یہ ایک عالمی ضرورت بن چکا ہے۔

انٹرنٹ پر بہت ساری اسلامی ویب سائٹس ہیں جن کے ذریعہ اسلامی مضامین، دینی کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، شرعی احکام ومسائل معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

مرکز علم وادب جامعہ نظامیہ کی ویب سائٹ www.Jamianizamia.org

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر کی ویب سائٹ www.ziaislamic.com اور دیگر اسلامی ویب سائٹس ہیں، ملت کے لئے استفادہ کا یہ زریں موقع ہے اور اس موقع سے یقیناً سینکڑوں ممالک کے کروڑوں افراد فائدہ اٹھارہے ہیں۔

﴿انٹرنٹ کے نقصانات﴾

انٹرنٹ کے ان وسیع فوائد کے باوجود یہ بے حیائی وفحاشی کا ایک غیر معمولی اور بڑا ذریعہ بن چکا ہے، انٹرنٹ کے ذریعہ ایک لڑکی اجنبی لڑکے سے بے تکلف تعلق قائم کرتی ہے اور ایک لڑکا اجنبی لڑکی سے بآسانی ربط پیدا کرلیتا ہے، ای میل اور چیاٹنگ سے دونوں کے تعلقات بڑھتے جاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ افراد خاندان بھی اس قدر تفصیل سے واقف نہیں ہوتے؛ جس قدر تفصیلات سے یہ دو اجنبی ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرتے ہیں، جبکہ اسلام نے اجنبی لڑکا لڑکی کی گفتگو کو ممنوع ٹھہرایا ہے، کلام سے پہلے سلام کا درجہ ہے، لیکن نوجوان لڑکی کو سلام کرنے سے فقہاء کرام نے منع کیا ہے، محض اس لئے کہ فتنہ کا دروازہ کھلنے نہ پائے۔

یادرہے کہ عورت کو اپنی آواز بھی پردہ میں رکھنی چاہئے' لیکن وائس چیاٹنگ (voice chatting) کے ذریعہ اجنبی لڑکا لڑکی ایک دوسرے کی آواز بے تکلف سنتے ہیں اور باہم گفتگو کرنے میں اُن کے لئے حیا مانع نہیں ہوتی۔

یہی نہیں چیاٹنگ کے دوران ویب کیم (web cam) کے ذریعہ یہ دونوں ایک دوسرے کو بے محابا دیکھتے ہیں، حیا کی چادر تار تار ہوئی جاتی ہے، لیکن ان کی نگاہیں نیچی نہیں ہوتیں، ہائے افسوس اس استعمال پر!!، انٹرنٹ کے اس بدترین طریقۂ استعمال سے تو بادیہ نشینی بہتر ہے، اس طرح کے ترقی یافتہ افراد سے دیہات کے سادہ لوح افراد کئی درجہ بہتر ہیں۔

﴿موبائل کی تباہ کاری﴾

اسی طرح موبائل فون کے ذریعہ ویڈیو کالنگ کی مدد سے ایک دوسرے کو دیکھا جارہا ہے، اُس کے لئے نہ کمپیوٹر سسٹم ولیپ ٹاپ کی ضرورت ہے اور نہ کسی دیگر کنکشن کی، جبکہ بدنظری وبدنگاہی سے متعلق وعیدیں آئی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا آگاہ فرمایا۔

کنز العمال وغیرہ میں حدیث شریف ہے:

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لتغضن أبصاركم ولتحفظن فروجكم ولتقيمن وجوهكم أو ليكسفن وجوهكم	: تم ضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو! اورتم اپنے چہروں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کو بدل دے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ، حدیث نمبر-7746۔جامع الاحادیث، حرف

اللام،حدیث نمبر:18309 ۔کنز العمال، حدیث نمبر:13082)

نیز بدنظری کی وعید کے سلسلہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ نَظَرَ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَة.

جوکوئی شہوت کے ساتھ کسی اجنبی عورت کے مقاماتِ زینت کو دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

(الهداية ، كتاب الكراهية ،ج4،ص458)

مذکورہ احادیث شریفہ میں غیر مرد کے اجنبی عورت کو دیکھنے پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ عورت کے حق میں بھی ہیں کیونکہ اگر وہ اجنبی مَردوں کے سامنے اپنے محاسن کو ظاہر کرتی ہے اوران کو دیکھنے کا موقع دیتی ہے تو وہ بھی وعیداورسزا کی مستحق ہے۔

برادران اسلام !انٹرنٹ چیاٹنگ اور وائس چیاٹنگ کے ذریعہ لڑکا لڑکی کے درمیان قائم ہونے والے یہ تعلقات اس قدر قوی اور مستحکم ہوجاتے ہیں کہ نوبت میل ملاپ سے لے کر جنسی تعلقات تک پہنچ جاتی ہے، جو معاملہ غیر شرعی طریقہ پر وقت گزاری اوردل لگی سے شروع ہوا تھا اس کی انتہاء سنگین طور پر شرعی حدود کی پامالی اوراسلامی قانون کی حددرجہ خلاف ورزی پر ہوتی ہے۔

اجنبی لڑکیوں اورلڑکوں کا آپس میں جنسی تعلقات رکھنا خواہ کسی نوعیت سے بھی ہوں سخت ناجائز وشدید حرام ہے،محبت کے نام پر شریعت کو پامال نہیں کیا جاسکتا آزادی کے نام پر بے راہ روی کو اختیار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی قوانین اسلامیہ واحکام شرعیہ کے

حدود کو توڑا جا سکتا ہے، ارشاد رب العزت ہو رہا ہے:

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ.

یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، تم ان سے آگے نہ بڑھو! اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

(سورۃ البقرۃ آیت:229)

حضرات! مغربی ممالک نے باہمی تعلقات میں جنسی بے راہ روی و عریانیت انتہائی عام کردی ہے۔ جس طرح تمام افراد خاندان خورد و نوش کے لیے ایک دستر خوان پر جمع ہوتے ہیں، اسی طرح دوسرے جنسی امور کی تکمیل کے لیے ان کی تہذیب میں ایک دوسرے کے سامنے ہونا کوئی عیب و عار نہیں سمجھا جاتا۔

حضرات! اگر ہم اپنی اولاد کو دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنانا چاہتے ہیں تو انہیں ان مغربی ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھنے کی بے حد ضرورت ہے۔

﴿الکٹرانک میڈیا اور والدین کی ذمہ داری﴾

والدین کی اہم ذمہ داری ہے کہ اخلاق کی اصلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے نونہالوں کو ایسی چیزیں نہ دیں جن سے وہ بے حیائی سے آشنا ہو جائیں، ٹی وی کے عریاں و نیم عریاں مناظر سے ان کی آنکھوں کی حفاظت کریں، اگر مذہبی و تعلیمی پروگرام کی خاطر ٹی وی دیکھیں تو ٹی وی چیانلس سے ہونے والے شر اور نقصان کو دور کرنے کی تدبیر کریں، اس میں دکھائی دینے والے مناظر کا باقاعدہ سد باب کریں، بے حیائی والے چیانلس کی منصوبہ بند روک تھام کریں۔ اسی طرح انٹرنٹ کے تباہ کن استعمال سے بچوں کو محفوظ رکھیں، گھر میں بلا ضرورت انٹرنٹ کنکشن اخلاق کے لئے انتہائی مضر اور

نقصاندہ ہے، اگر انٹرنٹ کے استعمال کی ضرورت ہوتو پاسورڈ وغیرہ سے اس طرح محفوظ رکھیں کہ بچہ والدین کی مرضی کے بغیر انٹرنٹ استعمال نہ کر سکے۔

جب اسلامی اصول کے مطابق کڑی نگہداشت کی جائے تو بچے باشعور ہونے تک ایسے بااخلاق ہونگیں کہ تنہائی میں بھی کسی بے حیائی والے منظر کو دیکھنے سے گریز کریں گے۔اگر کسی طرح بے حیائی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوجائے تو نگاہ جھک جائے گی ،دل ناپسند کرے گا اور تمام اعضاء پر نفرت کے مارے رونگٹے کھڑے ہوجائیں گے۔

یقیناً اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دور حاضر میں الیکٹرانک میڈیا کی افادیت کے پیش نظر اس سے کلیۃ گریز ناممکن ہے،لیکن اہل اسلام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ریڈیو، ٹی وی چیانلس ، انٹرنٹ موبائیل فون وغیرہ تمام الکٹرانک ذرائع ابلاغ کو اسلامی قانون کے مطابق استعمال کریں،اپنے نونہالوں اور ماتحت افراد کے ہاتھوں میں یہ الکٹرانک ذرائع دے کر اُنہیں بے لگام نہ چھوڑیں۔ انھیں پاکیزہ سائٹس کی ترغیب دلاتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور سارے عالم میں اسلام کے پیام کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،ابلاغ وترسیل کے تمام ذرائع کو اسلامی اصول کی روشنی میں استعمال کرنے' اس کے فوائد سے مستفید ہونے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی ہدایت دے،اور ہمارے عقائد واخلاق میں استقامت اور علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ، شخصیت وتعلیمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اللہ تعالی ہر زمانہ میں اپنے محبوب ومقرب بندگان خاص‘ اولیاء کرام وبزرگان دین کو پیدا فرماتا ہے، انہیں اپنے قرب کی راہوں سے آشنا کرتا ہے، جس کے سبب وہ مردانِ باخدا ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رہتے ہیں، قرب مولی اور وصالِ حق کی لذتوں سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ رب العزت کے انعامات سے مالا مال ہوتے چلے جاتے ہیں۔

﴿اتباع صالحین‘ حکم خداوندی﴾

رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ان مقدس ہستیوں کی پیروی کا حکم فرمایا‘ چنانچہ خطبہ میں جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی‘ اس میں ارشاد ہورہا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ جو شخص میری طرف رجوع ہوا اس کے راستہ

إِلَـيَّ مَـرْجِـعُـكُـمْ فَأُنَبِّئُكُـمْ بِـمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.	کی پیروی کرو، پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر میں تمہیں بتاؤں گا جو تم کرتے تھے۔

(سورۃ لقمن آیت: 15)

﴿اتباع صالحین کی برکت﴾

حضرات! جو بندگانِ خدا صراط مستقیم کو اپنانا چاہتے ہیں، اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ورضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی خوشنودی کے لئے اپنا ہر قدم راہِ حق کی طرف بڑھانا چاہتے ہیں؛ سورۂ لقمٰن میں وارد حق تعالی کا یہ ارشاد ان کی رہنمائی کررہا ہے۔

اتباع صالحین کی برکت اور ان کی پیروی کی اہمیت کو بتاتے ہوئے حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

قوله: (وَاتَّبِعُ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ) يعني من لم يهتد الطريق إلى الحق عزَّ وجلَّ فليتبع آثار الصالحين لتوصله بركة متابعتهم إلى طريق الحق ، ألا ترى كيف نفع اتباع الصالحين كلب أصحاب الكهف، حتى ذكره الله تعالى بالخير مراراً ۔	(جو میری طرف رجوع ہوا؛ اس کے راستہ کی پیروی کرو) یعنی جو راہِ حق کی ہدایت نہ پائے تو اسے چاہئے کہ وہ صالحین کرام کے نقش قدم پر چلے! تاکہ ان کی پیروی کی برکت اُسے راہِ حق تک پہنچادے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ صالحین کرام کی پیروی نے اصحابِ کہف کے کتے کو کس قدر نفع پہنچایا! یہاں تک کہ اللہ تعالی نے متعدد مرتبہ اس (کتے کا اپنے کلام میں) بھلائی کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(تفسیرالتستری ، سورۃ لقمٰن آیت:15)

ذکر الٰہی میں مصروف، عبادت و بندگی میں مشغول ایسے ہی بندوں کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

ھم الجلساء لایشقی بھم جلیسھم . یہ وہ ہمنشین ہیں جن کی مجلس میں بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب فضل ذکراللہ عزوجل ، حدیث نمبر:6408۔ صحیح مسلم ، کتاب الذکروالدعاء والتوبۃ،باب فضل مجالس الذکر،حدیث نمبر:7015۔مسند احمد،مسندابی ھریرۃ،حدیث نمبر: 7629)

برادران اسلام! یہ وہ مردانِ باخدا ہیں جو اپنے اخلاق و کردار، عادات واطوار کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت کوراہِ نجات دکھاتے ہیں،ضلالت وگمراہی اورظلم وبربریت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے ہدایت واعتدال، احسان وعدل کی راہ پر گامزن کرتے ہیں اوران کے نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ کرتے ہیں ، باطن کی صفائی کے لئے اورادواذکار کی تلقین کرتے ہیں،عقائدحقہ کی تعلیم دیتے ہیں اوراعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی تربیت کرتے ہیں۔

قطب الاقطاب ، فردالافرادحضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سرزمین دکن میں انہی مقربان بارگاہ کے سرداراورصالحین امت کے سرخیل کہلاتے ہیں۔

چونکہ اسی مبارک مہینہ ذی القعدہ کی سولہ(16) تاریخ کوحضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے؛ اسی مناسبت سے آپ کی سوانح کے ساتھ ساتھ آپ کی پاکیزہ تعلیمات وقیمتی ارشادات ذکرکرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، کیونکہ

اسلامی تاریخ کا مطالعہ اور بزرگوں کے کارناموں سے واقفیت عملی زندگی میں ایک عظیم انقلاب بپا کرتی ہے۔

﴿نام مبارک اور القابِ مبارکہ﴾

حضرت بندہ نواز علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی ''سید محمد'' اور کنیت شریفہ ''ابوالفتح'' ہے ،القاب مبارکہ میں ''صدرالدین،الولی الاکبر الصادق، بندہ نواز، گیسو دراز، بلند پرواز اور شہباز'' سرفہرست ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت چار (4) رجب المرجب 721ھ سرزمین دہلی میں ہوئی، آپ امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں، آپ کا نسب مبارک بائیسویں پشت میں امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے، جب آپ کی عمر شریف چار (4) برس ہوئی تو اپنے بزرگ والدین کے ساتھ دہلی سے دولت آباد (اورنگ آباد، مہاراشٹرا) منتقل ہوئے۔

﴿تعلیم اور بیعت﴾

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگ والدین اور نانا جان سے حاصل کی اور حفظ قرآن کریم تکمیل کیا، بعدازاں اکابر امت واساطین علم ومعرفت سے علوم ومعارف کے قیمتی جواہر حاصل کئے۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ والدہ ماجدہ اور بھائی کے ہمراہ دہلی تشریف لائے ،اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ (15) سال تھی،جبکہ والد بزرگوار وصال فرما کر چار (4) سال ہوچکے تھے،16 رجب 736ھ میں پیر طریقت شیخ الاسلام حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی

سعادت حاصل کی، اکتساب علوم شریعت، اسرار طریقت میں شب وروز ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ضروری حد تک علم ظاہر حاصل کر لینے کے بعد آپ نے مرشد گرامی سے عرض کیا کہ اگر حضرت اجازت مرحمت فرمائیں تو اسی حد تک علم ظاہر کی تعلیم پر اکتفاء کرلوں اور علم باطن کی تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤں، پیرومرشد نے ارشاد فرمایا ''خَیر ہِدایہ وبَزدَوِی ورِسالہ شَمسیہ وکَشّاف ومفتاح صحائف اِیں ھَمَہ رَا مرتب کن! مرا بتو کاریست ''یعنی ہدایہ، اصولِ بزدوی ،رسالہ شمسیہ، تفسیرِ کشاف ،مفتاح العلوم، ان سب کتابوں کو توجہ سے پڑھئے! کیونکہ ہمیں آپ سے ایک عظیم کام لینا ہے۔

چنانچہ مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل میں آپ نے بڑی عرق ریزی وجانفشانی سے ان تمام کتابوں کو مکمل کیا، بعد ازاں پوری یکسوئی کے ساتھ علوم باطن کی تحصیل میں منہمک اور سلوک وریاضت میں مستغرق ہو گئے۔(سیر محمدی فارسی، ص 16,17)

﴿نعمت خلافت سے سرفرازی﴾

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے اور آپ پر پیرومرشد کی خصوصی عنایت وتوجہ تھی، جس کی وجہ آپ روحانی مدارج طے کرنے لگے اور عرفانی مقامات پر فائز ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ قرب الٰہی کے اعلیٰ ترین مقام پر متمکن ہوئے، شیخ گرامی حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے بلا طلب، نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا اور قبل وصال اپنا جانشین مقرر فرمایا، شب جمعہ اٹھارہ (18) رمضان 757ھ میں شیخ گرامی نے بعمر بیاسی (82) سال وصال فرمایا، جبکہ بندہ نواز کی عمر شریف چھتیس (36) برس تھی۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ سجادۂ ولایت پر مسند نشین ہوکر مرشد گرامی شیخ الاسلام حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی حیثیت سے بندگانِ خدا کو سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں داخل فرمانے لگے اور مریدین ومتوسلین آپ کی ذات قدسی صفات کے ذریعہ عوارف ومعارف، حقائق ودقائق کے فیضان سے بہرہ مند ہونے لگے۔

﴿خانوادۂ عالیہ﴾

چالیس سال کی عمر شریف میں حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید احمد بن مولانا سید جمال الدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی رضا خاتون رحمۃ اللہ علیہا سے عقد نکاح فرمایا، ان کے بطن مبارک سے دو (2) صاحبزادے اور تین (3) صاحبزادیاں تولد ہوئیں، حضرت مولانا سید حسین المعروف سید محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید یوسف المعروف سید محمد اصغر حسینی رحمۃ اللہ علیہ، دونوں صاحبزادے عالم ربانی وعارف باللہ ہوئے۔

حضرت مولانا قاضی عبد المقتدر، حضرت مولانا خواجگی نحوی اور حضرت مولانا نصیر الدین قاسم رحمۃ اللہ علیہم جیسے باکمال اساتذہ کرام سے علوم شریعت، معقولات ومنقولات کی تعلیم حاصل کی، آپ اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا سید محمد اکبر حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور ریاضت ومجاہدہ سے بے پناہ خوش ہوتے تھے، آپ کے

خانوادۂ عالیہ کے جملہ نفوس قدسیہ علم شریعت ومعرفت کے آفتاب وماہتاب ہوئے ہیں۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ گرامی کے وصال مبارک کے بعد چوالیس (44) سال دہلی ہی میں تعلیم وتربیت' رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا، بعدازاں اسّی (80) سال کی عمر شریف میں دہلی سے رَخت سفر باندھا، دوران سفر گوالیار، رادھیر ودیگر مقامات میں سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے فیوض وبرکات پھیلاتے ہوئے دولت آباد شریف تشریف لائے، والد بزرگوار کی مزار مبارک کی زیارت فرمائی، بیاسی (82) برس کی عمر شریف میں سرزمین گلبرگہ شریف رونق افروز ہوئے اوراسی مقام کو ہمیشہ کے لئے مرکز فیض بنایا۔

﴿حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک'مسلکِ اہل سنت وجماعت﴾

برادران اسلام !اہل حق نے ہر دور میں بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک ومشرب سے متعلق حقائق کو واشگاف کیا اور روز روشن کی طرح اس بات کو واضح کردیا کہ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مسلک اہل سنت وجماعت کے مطابق گزاری اوراسی کی نشرواشاعت فرمائی، مذہب حنفی کی تشریح وتوضیح فرمائی، طریقہ صوفیہ کی ترویج وتبلیغ فرمائی اورسالکین کے تزکیہ وتصفیہ میں اپنے انفاس قدسیہ سے ہر ہر نَفَس کو وقف فرمادیا اور بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت میں اپنی حیات مقدسہ کے ایک ایک لمحہ کو صرف فرمادیا تھا، آپ کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات، تحقیقات وتعلیقات اورآپ کے مواعظ وارشادات، مکتوبات وملفوظات عقائد مسلک حق کی عکاسی کرتے ہیں، چنانچہ آپ کے شہزادۂ اکبر جوامع الکلم میں صفحہ 67،68 پر حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

’’بہت سے لوگ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں، کوئی انہیں نبی اور خدا تک کہہ دیتا ہے اور اس طرح غلاتیہ، بیانیہ، نُصیریہ، صالحیہ (الملل والنحل للشہرستانی) بہت سے گروہ پیدا ہوگئے ہیں۔ ہر ایک کے بارے میں تفصیل بیان کرنا تو بہت طویل بات ہے، لیکن حق مذہب یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں افضل ہیں، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ، ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد تمام صحابہ اور اولیاء کرام۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ توہمات اور پراگندہ خیالی ہے وہ گمراہی ہے‘‘۔ (جوامع الکلم، ص:67،68)

﴿خوف الٰہی، عبادت وطاعت‘ امتیاز اہل بیت﴾

حضرات! امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا حق تعالیٰ سے خوف وخشیت رکھنا، بارگاہ الٰہی سے تعلق اور بندگی کا اظہار کرنا ان کی امتیازی شان کو آشکار کرتا ہے،، بارگاہ رسالت سے رشتہ اور نسبت کے باوجود خوف خدا اور طاعت الٰہی ہمیشہ ان کا وصف خاص رہا، ان کی اس فضیلت کو بیان کرتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

’’اہل بیت میں دو چیزیں عام طور پر پائی جاتی ہیں اور ان سے کسی کو بھی خالی نہ دیکھو گے؛ ایک تو خوف خدا‘ دوسرے عبادت وطاعت الٰہی، اس میں کوتاہی ان میں سے کسی میں نہیں دیکھی جاتی‘‘۔ (جوامع الکلم، ص89)

﴿اتباع سنت‘ راہ سلوک کی شرط اولین﴾

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر گامزن رہنا، آپ کی دلنواز

اداؤں کو اپنانا، پاکیزہ سنتوں پر عمل کرنا ہی دارین میں سعادت اور کامیابی کی بنیاد ہے، اتباع سنت سے انحراف اور اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی اہل اللہ اور بندۂ مومن کا شیوہ نہیں، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی حق وصداقت کا معیار، اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنِ عقیدت کا اظہار ہے، اس روشن حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر کوئی نااہل اس راہ سلوک میں قدم رکھ دیتا ہے تو اسے بڑی فضیحت (رسوائی) ہوتی ہے اور وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا، کیونکہ اس راہ میں صادق (راست باز) ہی کامیاب ہوسکتا ہے، صوفیہ کے یہاں کچھ علامتیں مقرر ہیں جن سے وہ اہل اور نااہل کی تمیز کر لیتے ہیں، ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی کو زہد وتقوی اور باطنی صفائی میں بہت شہرت حاصل تھی، ابویزید رحمۃ اللہ علیہ اس کو دیکھنے کے لئے گئے، اتفاق سے وہ آدمی اپنے گھر سے مسجد جارہا تھا، چلتے چلتے قبلہ کی طرف منہ کر کے اس نے تھوک دیا، ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس کے اعضاء و جوارح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور آداب کے خوگر و عادی نہیں ہوئے ہیں؛ وہ اپنے دعوئ بزرگی میں کیسے صادق ہوسکتا ہے؟ اور وہ اسی جگہ سے بغیر ملاقات کئے واپس چلے گئے۔

(جوامع الکلم، ص:90/89)

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نورانیت سمجھاتے ہوئے اور عقائد حقہ کی حامل جماعت کو ثبات واستقامت کی تعلیم دیتے ہوئے اپنی کتاب جواہر العشاق میں بیان فرمایا (جسے آپ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مکشوفات والہامات پر مبنی رسالہ کی شرح کرتے ہوئے تصنیف فرمایا) چنانچہ غوث اعظم

رضی اللہ عنہ کے ایک الہام کی شرح فرماتے ہوئے حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالی نے فرشتوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے، اللہ تعالی فرماتا ہے:......بموجب حدیث قدسی:

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ''میں پوشیدہ خزانہ تھا' پس چاہا کہ پہچانا جاؤں''

میں نے چاہا کہ جو میری شان ہے اور جو کچھ میرے جمال وکمال اور قدرت میں ہے اس کو ظاہر کروں۔(تو میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا) مزید آگے تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کافروں نے یہ بات نادانی سے کہی کہ'' اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا'' کیا بشر ہم کو راستہ بتاتے ہیں، پس حکم ہوا کہ کَفَرُوا" وہ لوگ کافر ہو گئے، اتنا نہ سمجھ سکے کہ كَانَ يَمْشِيْ وَلَاظِلَّ لَهٗ (آپ چلتے تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور سے ہیں نورِ خدا کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے؟ انتہی ملخصاً۔

(جواھر العشاق ،ص:59)

﴿باطنی پاکیزگی کامفہوم﴾

حضرات! قلب کی پاکیزگی اور باطن کا تزکیہ ہی دارین کی صلاح وفلاح اور کامیابی وکامرانی ہے اور سلوک کی بنیاد تخلیہ وتجلیہ پر ہے،اس کی توضیح کرتے ہوئے

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا: تخلیہ سے مراد ہے، اللہ جل شانہ کے سوا اور سب طرف سے دل کو ہٹا لینا' اور تجلیہ سے مراد ہے، نفس کا تزکیہ اور جِلا، توجہِ تام کے ساتھ اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے اور نفس کو طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رکھنے سے جِلاءِ باطن حاصل ہوتی ہے، جس نے یہ دو نعمتیں پالیں اسے دونوں جہاں کی نعمتیں مل گئیں۔

خدائے عزوجل تک جو لوگ پہنچے ہیں، وہ نفسانی خواہشات کے خلاف عمل کرنے، اللہ کی یاد میں راتوں کو جاگنے، دن میں روزے رکھنے اور کھانے پینے میں کمی کرنے اور دائمی طور پر متوجہ رہنے سے اس مرتبہ پر پہنچے ہیں، اس نعمت کے حصول کے لئے ''پیر'' کی توجہ کی ضرورت ہے، ہم سے جو پیر نے فرمایا؛ ہم اس پر چلے اور ان کی اقتدا کی برکت سے فضل الٰہی ہمارے شامل حال ہوا اور تمام مرادیں مل گئیں۔

ایک کلیہ (قاعدہ) ہے جو میں کہہ رہا ہوں، جزئیات کو اسی پر تطبیق دے لو! جہاں ہَوائے نفس ہو؛ اسے ترک کردو! جہاں کوئی آرزو ہو، اسے نظر سے دور کردو!، دیکھو تو پھر کیا کیا نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ (مکتوبات بندہ نواز، ص48/49)

﴿سونے سے پہلے دن بھر کے عمل کا جائزہ لینا چاہیے!﴾

برادران اسلام! بندۂ مومن جب دن گزارتا ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی کوشش کرتا ہے، اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں اپنی عبادات اور معاملات کی تکمیل کرتا ہے، بسا اوقات وہ غفلت کا شکار ہوجاتا ہے' اسی لئے بزرگان دین نے احادیث کریمہ کی روشنی میں اپنے اعمال کے محاسبہ کی فکر دی کہ آدمی سونے سے پہلے دن بھر کئے گئے امور کا محاسبہ کرے، نیکی وبھلائی پر شکر بجالائے

اور بدی و برائی پر استغفار کرے۔ سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللَّهِ.

حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ کی رضا کا تابع وفرمانبردار بنادے اور موت کے بعد والی زندگی کیلئے عمل کرے اور نادان وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہش کا تابع بنا دے پھر اللہ کے بھروسہ پر آرزوئیں اور امیدیں باندھے رکھے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، حدیث نمبر 4401)

اس سلسلہ میں حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ ہو: ''روزانہ سونے کے وقت آدمی کو اپنے دن بھر کے عمل اور قول کا جائزہ لے کر سونا چاہئے، العیاذ باللہ! اگر اس سے دن میں کوئی غلط اور بے ہودہ حرکت ہوگئی ہے تو اس سے اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ آئندہ اس طرح کی حرکت اس سے نہ ہو اور اگر اس سے اچھا اور مستحسن کام ہوا ہو تو برابر اس پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ سے اس پر استقامت کی دعا مانگے اور اللہ کا شکر ادا کرے، جو آدمی اس پر عمل پیرا رہے گا وہ قیامت کے دن حساب وکتاب سے بے خوف رہے گا، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيرًا۔''

(جوامع الکلم، 287،288)

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا لمحہ لمحہ انہی پاکیزہ تعلیمات اور خلق

خدا کی ہدایت ورہنمائی میں گزرا، آپ اپنی ذات میں ایک عابدوزاہد' پا کباز وروشن ضمیر بزرگ رہے اور دوسروں کے لئے رشدوہدایت کے علمبردار'اخلاق وکردار کا نمونہ' خیروبھلائی میں امت کے مقتداوپیشوا رہے۔

﴿وصال مبارک﴾

گلبرگہ شریف میں بائیس سال تک رشدوہدایت اورعلم ومعرفت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد ایک سوچار (104) سال چار (4)ماہ بارہ (12)دن کی عمر مبارک میں وصال فرمایا، روزشنبہ 16/ذیقعدہ825ھ کواشراق وچاشت کے درمیان آپ کی روح مبارک رفیق اعلی سے جاملی۔

حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی میں ہم سب کے لئے پیغام ہے کہ ہم خودغرضی ومادہ پرستی کواپنا مقصدِ زندگی نہ بنائیں بلکہ خداترسی اورخلق خدا کی خدمت اختیارکریں، دنیا کی محبت دل سے نکال کرخالق کائنات ومالک حقیقی کی محبت دل میں بسائیں،نفس کی پیروی کرنے کی بجائےنفس کوشریعت اسلامیہ کا تابع بنائیں۔

آج بھی آپ کی تعلیمات وارشادات زخم خوردہ انسانیت کونسخہ کیمیاء دے رہے ہیں،خوف ودہشت کے ماروں کوامن وسلامتی' راحت وآشتی بخش رہے ہیں اور خلق خداکوفیوض وبرکات'انواروتجلیات سے منوّروُمجلّٰی کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اہل اللہ وصالحین کےنقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائےاوران کےعلمی وروحانی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے!

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○ حج وعمرہ، فضائل و برکات ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنْ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنْ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنْ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنْ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! عازمین حج وزیارت کے قافلے سوئے حرمین شریفین رواں دواں ہیں، زندگی تمام جس کعبہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے اب وہ خود اپنی آنکھوں سے کعبۃ اللہ شریف کا دیدار کریں گے،جس نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اب ان کی بارگاہ عالی جاہ میں حاضر ہونے کا شرف پائیں گے۔

حضرات! انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ کسی بڑے دربار میں حاضر ہونا چاہتا ہے تو غسل کر کے مکمل پاک وصاف ہوتا ہے، عمدہ لباس زیب تن کرتا ہے اور پھر دربار شاہی میں حاضر ہوتا ہے، ایسے ہی حجاج کرامؓ بادشاہوں کے بادشاہ، رب العالمین کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور اس دربار عالی میں حاضر ہونے

کے لئے انہیں ماہ رمضان کے ذریعہ پاک وصاف کیا گیا، پہلے عشرہ میں بندہ کو رحمتوں سے بہرہ ور کیا گیا، دوسرے عشرہ میں مغفرت کے ذریعہ گناہوں سے پاک وصاف کیا گیا، تیسرے عشرہ میں جہنم سے رہائی کا پروانہ دیا گیا اور اسے شب قدر کی برکتوں سے مالا مال کیا گیا، بندۂ مومن نے قرآن کریم کی تلاوت وسماعت بھی کی' جس سے دل کا زنگ دور ہوگیا اور اس کا قلب روشن ومنور ہوگیا، روزہ کی برکت سے نفس مغلوب ہوگیا اور بندہ تربیت اسلامی کا مظہر اور تراویح ونوافل کی ادائی سے اخلاق حمیدہ کا پیکر بن گیا، اب تک وہ گناہوں کے میل سے آلودہ تھا' اسے ماہ رمضان میں آب رحمت اور مغفرت کے پانی سے پاک وصاف کردیا گیا، جب بندہ مکمل پاک وصاف ہوگیا تو اب اجازت ملتی ہے کہ رب العالمین کے دربار میں حاضر ہوجاؤ!۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلانِ حج﴾

حضرات! جن افراد کو اللہ تعالی حج کی سعادت عطا فرمارہا ہے' وہ بارگاہ الہی کے منتخب اور چنندہ ہیں؛ کیونکہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور لوگوں میں حج کا اعلان کیا' قدرت الہی سے آپ کی آواز زمین وآسمان کے درمیان گونج اٹھی' جسے زمین وآسمان میں موجود ساری خلقت نے سنا، دنیا کے گوشہ گوشہ سے مخلوق خدا کا وہاں حاضر ہونا اس کی بین دلیل ہے،

جیسا کہ مستدرك على الصحيحين میں روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : لَمَّا فَرَغَ إِبْرَاهِيمُ مِنْ بِنَاءِ الْبَيْتِ	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ

قَــــالَ: رَبِّ قَــــدْ فَـرَغْتُ.فَقَالَ : أَذِّنْ فِيْ النَّـاسِ بِالْحَجِّ . قَالَ : رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ ؟ قَالَ : أَذِّنْ وَعَلَيَّ الْبَلَاغُ .قَــــالَ : رَبِّ كَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ : قُلْ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ ، حَجُّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَسَمِعَهُ مِنْ بَيْنِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يُلَبُّوْنَ ؟.	تعالی کے دربار میں معروضہ کیا:الٰہی !میں تعمیر سے فارغ ہوچکا ہوں،تو اللہ تعالی نے حکم فرمایا:’’لوگوں میں حج کا اعلان کرو!‘‘انہوں نے عرض کیا: الٰہی !میری آواز کیسے پہنچے گی؟ارشاد فرمایا: آواز دینا تمہارا کام ہے اور پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔انہوں نے عرض کیا:پروردگار!میں کن کلمات سے اعلان کروں؟ارشادفرمایا:اس طرح کہو!’’اے لوگو!تم پر حج فرض کیا گیا،معزز ومکرم گھر کعبۃ اللہ کا حج تم پر فرض کیا گیا‘‘تو زمین وآسمان کے درمیان جتنی مخلوق تھی سب نے آپ کی آواز سنی۔یہی وجہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ حجاج زمین کے کونے کونے سے لبیک لبیک کہتے ہوئے حج کے لئے آتے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم،كتاب التفسير،تفسير سورة الحج،حديث نمبر3421)

﴿ندائے خلیل پر لبیک کہنے والے ہی حج کے سعادتمند﴾

برادران اسلام ! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آواز پر جن افراد نے لبیک کہا تھا وہی افراد آج حج کی سعادت سے مشرف ہورہے ہیں،جیسا کہ تفسیر درمنثور میں ہے:

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : لَمَّا أَمَرَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ أَنْ يُّنَادِيَ فِيْ النَّاسِ بِالْحَجِّ ، صَعِدَ أَبَا قُبَيْسٍ فَوَضَعَ أُصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ نَادٰى : إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَأَجِيْبُوْا رَبَّكُمْ .فَأَجَابُوْهُ بِالتَّلْبِيَةِ فِيْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ ، وَأَوَّلُ مَنْ أَجَابَهُ أَهْلُ الْيَمَنْ .فَلَيْسَ حَاجٌّ يَحُجُّ مِنْ يَّوْمِئِذٍ إِلَى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ ؛إِلَّا مَنْ كَانَ أَجَابَ إِبْرَاهِيْمَ يَوْمَئِذٍ.	امام ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے،آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کوحکم فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو آپ ابوقبیس نامی ایک پہاڑ پر چڑھے اور اپنی مبارک انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھا اور ندا دی:"بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہو!"تو آپ کی اس ندا پر لوگوں نے مَردوں کی پشتوں اورعورتوں کے شکموں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس دعوت کوقبول کیا۔اورسب سے پہلے یمن والوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔اوراس دن سے قیامت تک جوکوئی حاجی حج کرتا ہے تو یہ وہی خوش نصیب ہے جس نے اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور،سورۃ الحج،27)

حضرات!جو بندگان خدا حج کا عظیم فریضہ ادا کررہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے منتخب اور چنندہ ہیں،اللہ تعالیٰ جب اس شرف سے مشرف فرمارہا ہے تو انہیں

چاہئے کہ وہ حج کے مناسک بہتر طور پر سیکھ لیں، توبہ واستغفار کی کثرت کریں، دل میں خوف وخشیت کی کیفیت میں مزید اضافہ کریں، جو حقوق واجب ہیں انہیں ادا کریں، اگر کسی کی دل آزاری کی ہو تو ان سے معافی چاہیں، حج میں بطور خاص صبر وتحمل، ایثار وقربانی، عفوودرگزر سے کام لیں، ارشاد حق تعالی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ	جو شخص حج کے مہینوں میں احرام باندھ کر حج کی نیت کر لے تو حج کے وقت نہ بے حیائی کا کوئی کام کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اور نہ ہی کسی سے جھگڑے۔

(سورۃ البقرۃ، آیت:197)

برادران اسلام! حج دین اسلام کا ایک مہتم بالشان رکن ہے، جو، ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً.	ترجمہ: اور اللہ تعالی کے لئے لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔

(سورۃ آل عمران، آیت:97)

حج اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جائے، اس سے ریا کاری ودکھاوا مقصود نہ ہو، حج اس لئے نہ کیا جائے کہ لوگ ہمیں حاجی کہیں بلکہ اس نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں؛ کیونکہ عبادات کے اندر نیت کو روح کا درجہ دیا گیا ہے، جو خوش نصیب افراد خُلوصِ نیت کے ساتھ حج ادا

کرتے ہیں ان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظیم بشارت عطا فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

حَدَّثَنَا سَيار اَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ.

حضرت ابو الحکم سیار رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ کی رضا کے لئے حج کیا اور اس نے نہ بے حیائی کا کوئی کام کیا اور نہ فسق و فجور کا مرتکب ہوا؛ وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہوکر لوٹے گا گویا اس کو اس کی ماں نے ابھی جنم دیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور . حدیث نمبر1521)

﴿حج کس پر فرض ہے؟﴾

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يُوجِبُ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ایک صاحب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

الْحَجَّ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ.

وسلم! حج کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توشۂ سفر اور سواری۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی إیجاب الحج بالزاد والراحلة، حدیث نمبر818)

فقہاء کرام نے اس کی یوں وضاحت کی ہے کہ جس شخص کے پاس بنیادی ضرورت سے زائد اس قدر مال ہو کہ وہ بیت اللہ شریف تک آنے جانے اور قیام کرنے کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو اور سفر حج سے واپس آنے تک اہل وعیال کے نفقہ کا انتظام کرسکتا ہو تو وہ صاحب استطاعت ہے اور اس پر حج فرض ہے۔

زکوۃ واجب ہونے کے لئے دیگر شرائط کے ساتھ نصاب کا مالک ہونا، مال کا بڑھنے والا ہونا اور نصاب پر سال گزرنا، شرط ہے، حج واجب ہونے کے لئے مال کے بڑھنے یا اس پر سال گزرنے کی شرط نہیں اور نہ نصاب کی تکمیل لازمی ہے، محض بنیادی ضرورت اور اہل وعیال کے نفقہ سے زائد اتنی رقم ہو کہ بیت اللہ شریف جانے آنے کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو تو حج فرض ہو جاتا ہے۔

رہائشی گھر کے علاوہ جائیداد ہو اور اس کو فروخت کرنے سے اتنی رقم حاصل ہوتی ہے کہ وہ واپسی تک اہل وعیال کے نفقہ کا بندوبست کرکے حج کے مکمل اخراجات برداشت کرسکتا ہو تو ایسے شخص پر حج فرض ہے۔

فتاوی عالمگیری، کتاب المناسک میں ہے: وتفسير ملك الزاد والراحلة أن يكون له مال فاضل عن حاجته، وهو ما سوى مسكنه ولبسه وخدمه، وأثاث بيته قدر ما يبلغه إلى مكة ذاهبا

وجائیا راکبا لا ماشیا وسوی ما یقضی به دیونه ویمسک لنفقة عیاله ، ومرمة مسکنه ونحوه إلی وقت انصرافه......وفی التجرید: إن کان له دار لا یسکنها وعبد لا یستخدمه فعلیه أن یبیعه ویحج به .(فتاوی عالمگیری ، کتاب المناسك)

﴿حج فرض ہونے کے باوجود تاخیر کرنا' موجب غضب﴾

بعض افراد حج فرض ہونے کے باوجود کسی شرعی عذر کے بغیر پس وپیش کرتے ہیں،اوراگر قضاء آجائے تو ایک فرض کے تارک اور عظیم فضیلت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہیں، جامع ترمذی میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلاَ عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذَلِکَ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً).

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص زادراہ اور ایسی سواری کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ شریف تک پہنچائے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس پر اس بات کا فرق نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی مرے۔اسی سے متعلق اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایاہے: اوراللہ تعالی کے لئے لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔(سورۂ آل عمران، آیت:97)

(جامع الترمذی،ابواب الحج، باب ما جاء فی التغلیظ فی ترك الحج،حدیث نمبر:817)

حضرات! جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہیں کرتے انہیں نصیحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

حج میں کمال درجے کی خوشنودی الٰہی ہے چونکہ بطیبِ خاطر مال خرچ کرنا اور مصائب پر صبر کرنا مشکل کام تھا اس لئے حق تعالیٰ نے عمر بھر میں ایک ہی حج مقرر فرمایا؛ جس سے اہل ایمان کا امتحان مقصود ہے۔ بڑی افسوس کی بات ہوگی کہ ہم عمر بھر دعوائے عبودیت کرتے رہیں اور تمام عمر میں ایک امتحانِ عبودیت جو مقرر کیا گیا ہے اس سے بھی گریز کر جائیں!

اس سے تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ دعویٰ زبانی ہی زبانی تھا۔اسی وجہ سے متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ جو حج نہیں کرے گا وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی' اللہ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

(مقاصد الاسلام،حصۂ چہارم،ص:56)

﴿حج' ظاہری وباطنی فوائد کا جامع﴾

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے حج کے اس عظیم فریضہ کی بابت خصوصی فضائل، برکات ومنافع بیان فرمائے ہیں،بعض افراد حج فرض ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر زیادہ مصارف آتے ہیں، مال کثیر خرچ کریں تو شاید ہم فقر وفاقہ سے دوچار ہوجائیں گے،ایسے افراد کو بھی حج کی ترغیب دلاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی حج کی برکت سے فقر وتنگدستی کو دور فرمادیتا ہے اور گناہوں کو بھی معاف فرمادیتا ہے،فقر وتنگدستی کا دفع ہونا ظاہری فائدہ ہے اور گناہوں کا معاف کیا جانا باطنی فائدہ ہے،اس طرح حج ظاہری وباطنی ہر

دو فوائد کا جامع ہے، جیسا کہ جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ .	سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پے در پے حج و عمرہ کیا کرو کیونکہ حج و عمرہ فقر اور گناہوں کو ایسے ہی دفع کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہا اور سونا چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور مقبول حج کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

(جامع الترمذی ، باب ما جاء فی ثواب الحج و العمرۃ، حدیث نمبر: 815۔ سنن النسائی ، فضل المتابعۃ بین الحج و العمرۃ، حدیث نمبر:2630 ۔سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج و العمرۃ، حدیث نمبر:2887)

﴿حج کے اقسام﴾

حضرات! حج کی تین قسمیں ہیں:

(1) حج قِران۔ (2) حج تمتع (3) حج افراد۔

(1) **حج قِران:** اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے احرام باندھا جاتا ہے۔

حج قران میں عمرہ کرنے کے بعد بال نہیں نکالے جاتے اور احرام نہیں کھولا جاتا بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتے ہیں اور جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں

تو اسی احرام سے حج کرتے ہیں، البتہ احرام کا لباس حسب ضرورت تبدیل کر سکتے ہیں۔

(2) **حج تمتع**: اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھولدیا جاتا ہے، پھر جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں اس وقت دوبارہ حج کا احرام باندھکر حج کیا جاتا ہے۔

اکثر افراد حج تمتع ہی کیا کرتے ہیں۔

(3) **حج اِفراد**: اس حج کو کہتے ہیں جس میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے۔

﴿اشہر حج (حج کے مہینے)﴾

حضرات! حج کا فریضہ' زمان ومکان کے ساتھ خاص ہے، یعنی اس فریضہ کو مخصوص مقام اور خاص وقت پر ادا کیا جاتا ہے، شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن حج کے مہینے کہلاتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے
أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ	فرمایا: حج کے مہینے: شوال، ذی القعدہ
وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.	اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب الحج ، بَاب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ)

حج کے ایام: حج کے چھ (6) دن ہیں:

8/9/10/11/12 اور 13 ذی الحجہ۔

﴿حج کے فرائض﴾

فرائض حج تین (3) ہیں:

(1) احرام۔(2) وقوف عرفات۔(3) طواف زیارت۔

(1) احرام: اس سے مراد دل سے حج کی نیت کرنا اور تلبیہ (لبیک) کہنا ہے۔ (عموماً بغیر سلے کپڑوں کو احرام کہا جاتا ہے)

(2) وقوف عرفات: 9! ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے 10! ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان میدان عرفات میں کچھ دیر کے لئے کیوں نہ ہو ٹھہرنا یہ وقوف، حج کا عظیم ترین رکن ہے۔ زوال کے فوری بعد وقوف کا آغاز کرنا، مسنون ہے۔

(3) طواف زیارت: 10! ذی الحجہ کی صبح سے 12! ذی الحجہ کے دن، سورج غروب ہونے سے پہلے تک کسی بھی وقت بیت اللہ شریف کا طواف کرنا۔

حضرات! ان تینوں ارکان کو ترتیب وار ادا کرنا اور ہر رکن کو اس کے مخصوص مکان (جگہ) اور مقررہ وقت میں ادا کرنا بھی ضروری ہے ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج نہیں ہوگا اور اس کی تلافی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔

﴿واجبات حج﴾

واجبات حج چھ (6) ہیں: (1) وقوف مزدلفہ: دس (10) ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا، اس کا انتہائی وقت طلوع آفتاب سے پہلے تک ہے۔ (2) صفا، مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (3) رمی جمار: جمرات کو کنکریاں مارنا۔ (4) حج قِران اور حج تمتع کرنے والوں کے لئے قربانی کرنا۔ (5) حلق: سر کے بال منڈانا یا

تقصیر: بال کتروانا۔(6) آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) کے حق میں مکہ مکرمہ سے واپسی کے موقع پر طواف وداع کرنا۔ نوٹ: ان واجبات میں سے اگر کوئی واجب چھوٹ جائے خواہ قصداً یا سہواً ترک کیا ہو تو ایک دم یعنی ایک بکری کی قربانی کرنا واجب ہے۔

﴿ادائی حج کے لئے عرفہ مزدلفہ و منیٰ مقرر کرنے کی حکمتیں﴾

حضرات! حج کی ادائی کے لئے منی مزدلفہ اور عرفات وغیرہ مقامات مقرر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حج کے روز لوگ اس پہاڑ کے پاس (یعنی عرفات میں) کھڑے ہوتے ہیں جو حدِ حرم سے باہر ہے اور حرم میں نہیں کھڑے ہوتے؟ فرمایا اس لئے کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم باب اللہ جب بندے اپنے خدا کی بارگاہ میں وفد بن کر آتے ہیں تو وہ پہلے دروازے کے باہر کھڑے کئے جاتے ہیں تا کہ نہایت عاجزی اور تضرع کریں پھر اس نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مشعر حرام کے پاس بھی وقوف ہوتا ہے؟ فرمایا جب اندر آنے کی انہیں اجازت ہوئی تو وہ اندر تو آ گئے مگر پھر دوسرے پردے کے پاس یعنی مزدلفہ میں روکے جاتے ہیں تا کہ پھر وہاں تضرع اور عاجزی کریں اور اس کے بعد قربانی گزراننے کی اجازت ہوتی ہے جو باعث تقرب ہے اور وہاں تمام گناہوں اور میل کچیل سے پاک و صاف ہو کر اصلاح وغیرہ بنوا کر باطہارت و زینت زیارت کرنے کی اجازت ہوتی ہے (اسی وجہ سے اس طواف کا نام طواف الزیارۃ ہے) پھر اس نے پوچھا ایام تشریق میں روزے کیوں منع کئے گئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اُن دنوں لوگ خدائے تعالیٰ کی مہمانی میں

ہوتے ہیں اور مہمان بغیر اجازتِ میزبان کے روزہ نہیں رکھ سکتا پھر اس نے پوچھا کہ کعبہ شریف کا پردہ پکڑنے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قصور کرتا ہے اور جب اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس جرم کی معافی کے لئے اس کا دامن پکڑ کر معافی چاہتا ہے۔'' (مقاصد الاسلام، حصۂ چھارم، ص59/60)

﴿عازمین حج کو حضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت﴾

سیدی و مرشدی حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ عازمین حج کو نصیحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہاں میں ان امور کا تذکرہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جن کو حضرت والدی علیہ الرحمہ بالعموم ہر عازم حج اور زائر سے فرمایا کرتے تھے' تا کہ یہ حضرات ان باتوں کا لحاظ رکھ کر اپنے سفر کو کامیاب بنائیں۔

پہلی بات بڑے اہتمام سے یوں فرماتے: دیکھو میاں! یہ حج کا سفر بڑا صبر آزما اور مشقت طلب ہوتا ہے، اس میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ جب لوگ ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور اپنی آسائش کو مقدم کرنے کے لئے آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگتے ہیں، خبردار! ایسے مواقع پر صبر و تحمل کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، بات کتنی ہی تلخ اور ناگوار کیوں نہ ہو، درگزر سے کام لینا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو کبھی نہ بھولنا:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. (سورۃ البقرۃ، آیت:197)

خبردار! حج کے درمیان لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ نہ ہونے پائے، اس صبر کا بڑا اجر ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرماتے کہ دیکھو میاں! بعض عبادتیں مقامات کے ساتھ

خاص ہوتی ہیں، جو دوسری جگہ نہیں ہوسکتیں، اس لئے کوشش کرو کہ جب تک تمہارا مکہ معظّمہ میں قیام رہے بیت اللہ شریف کا زیادہ سے زیادہ طواف ہوتا رہے کہ یہ نعمت دنیا میں کسی اور جگہ نصیب نہیں ہوسکتی، اسی طرح عمرہ بھی خصوصی عبادت ہے، جو مکہ معظّمہ ہی میں میسر آتی ہے، اس لئے جتنے ہوسکیں اپنے اور اپنے والدین اور عزیز واقارب کی طرف سے نفل عمرے ادا کرو، اور اس کو بھی خوب یاد رکھو کہ یہاں کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے، لیکن ساتھ ہی اس کو بھی نہ بھولو کہ یہاں گناہوں پر بھی ویسی ہی سخت پکڑ ہے۔

تیسری بات زمزم شریف کے متعلق یہ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ھم خرما وھم ثواب (وہ جس میں لذت بھی ہو اور کارِ خیر بھی) کے مصداق ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو جس نیت سے پیو وہ پوری ہوتی ہے، یہ امراض کے لئے شفا بھی ہے اور دعاء کی قبولیت کا ذریعہ بھی ہے اور بھوک کے لئے غذا بھی، اس لئے جب تک یہاں قیام رہے زمزم شریف خوب پیو اور اس کے وسیلہ سے دعاء کیا کرو!۔

یہاں کے اوراد کے تعلق سے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ یہ ارشاد فرماتے کہ ’’حزب اعظم‘‘ دعاؤں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ساری مسنون دعائیں جمع ہیں، اس لئے کم ازکم اس کا ایک ختم یہاں ہوجائے تو بہت اچھا ہے۔‘‘

(کتاب الحج والزیارۃ، پیش لفظ ، ص:4/3)

(زیارت روضہء اطہر کے آداب کے بارے میں حضرت علیہ الرحمۃ کی قیمتی نصیحتیں زیارت روضۂ اطہر کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔)

﴿طواف خانۂ کعبہ' امت کے لئے خصوصی شرف﴾

حضرات! یوں تو ہر دور میں طواف کرنے والے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے رہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اللہ تعالی نے طواف کا خصوصی شرف عطا فرمایا' جیسا کہ امام طبرانی کی معجم اوسط میں روایت ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ ، إِنَّ لِلْكَعْبَةِ لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ، وَلَقَدْ اشْتَكَتْ إِلَى اللّٰهِ ، فَقَالَتْ : يَا رَبِّ ، قَلَّ عُوَّادِیْ ، وَقَلَّ زُوَّارِیْ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهَا : إِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا خُشَّعًا سُجَّدًا ، يَحِنُّوْنَ إِلَيْكَ كَمَا تَحِنُّ الْحَمَامَةُ إِلَى بَيْضَتِهَا .

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بیشک کعبہ کو زبان اور دو ہونٹ ہیں، اور اس نے اللہ تعالی کے دربار میں شکایت کی، اس نے عرض کیا: اے پروردگار! میرے پاس آنے والے اور زیارت کرنے والے کم ہوگئے، تو اللہ تعالی نے اس کی جانب وحی فرمائی، بیشک میں ایسے انسانوں کو وجود بخشنے والا ہوں جن کے دل خوف وخشیت سے معمور اور ان کی جبینیں بارگاہ الہی میں سجدہ ریز رہیں گی، وہ تیری طرف ایسے مشتاق رہیں گے جیسے کبوتر اپنے انڈے کی طرف مشتاق رہتا ہے۔

(المعجم الأوسط للطبراني ، باب الميم من اسمه : محمد ،حدیث نمبر 6245)

اسی لئے ہر بندۂ مومن خواہ امیر ہو کہ غریب اس کی دلی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس حیات مستعار میں کم از کم ایک مرتبہ حج بیت اللہ وزیارت روضۂ مقدسہ کے شرف سے مشرف ہو، اسی لئے اقطاع عالم سے مسلمان مکہ مکرمہ ومدینۂ طیبہ حاضر ہوتے ہیں۔

﴿حجاج ومعتمرین، اللہ تعالی کے مہمان﴾

حجاج ومعتمرین کو یہ اعزاز بخشا جاتا ہے کہ وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے، انہیں اللہ تعالی کے مہمان ہونے کا شرف ملتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللَّهِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ اسْتَغْفَرُوهُ غَفَرَ لَهُمْ .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالی سے کوئی دعا مانگتے ہیں تو وہ قبول فرماتا ہے اور اگر وہ مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان کو بخش دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجه، باب فضل دعاء الحج، حديث نمبر:3004)

حضرات! جب حجاج کرام کے پیش نظر یہ بات رہے گی کہ ہم اللہ تعالی کے مہمان ہیں اور اس کے دربار میں حاضر ہیں تو ان کی زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں آئے گا اور ظاہری طور پر کوئی مصیبت اور پریشانی بھی پیش آجائے تو صبر کریں گے اور دل میں یہ یقین رہے گا کہ جس پاک پروردگار کے دربار میں ہم آئے ہیں وہی ہماری حفاظت فرمائے گا اور ہر مصیبت کو راحت میں تبدیل فرمادے گا۔

﴿سفرِ حج میں ہر قدم پر نیکی اور گناہوں سے پاک ہونے کی بشارت﴾

سامعین کرام، کرم کا یہ معاملہ ہوتا ہے کہ حجاج کرام کو ہر قدم پر نیکیاں عطا کی جاتی ہیں جیسا کہ شعب الایمان میں حدیث شریف ہے:

فإني سمعت أبا القاسم صلى الله عليه وسلم يقول : من جاء يؤم البيت الحرام ، وركب بعيره فما يرفع البعير خفا ولا يضع خفا إلا كتب الله له بها حسنة ، وحط عنه بها خطيئة ورفع له بها درجة حتى إذا انتهى إلى البيت فطاف به وطاف بين الصفا والمروة ثم حلق أو قصر إلا خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو القاسم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بیت اللہ شریف کے ارادہ سے آئے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو تو اونٹ جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلہ نیکی لکھتا ہے اور ہر قدم کے بدلہ خطا معاف فرماتا ہے اور ہر قدم کے بدلہ درجہ بلند فرماتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بیت اللہ شریف کو پہنچتا ہے اور طواف کے شرف سے مشرف ہوتا ہے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتا ہے پھر حلق یا قصر کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو کر نکلتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(شعب الإيمان للبيهقي،الخامس والعشرون من شعب الإيمان وهو باب المناسك ، فضل الحج والعمرة ،حديث نمبر3959)

﴿مقبول حج کا بدلہ جنت!﴾

جب بندہ حج ادا کر کے واپس ہوتا ہے تو اس حال میں واپس ہوتا ہے کہ اس کے جسم پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، مقبول حج کے بدلہ اسے جنت عطا کی جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے۔

(صحیح البخاری ، باب وجوب العمرة وفضلها، حدیث نمبر: 1773۔صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة، حدیث نمبر:3355)

حضرات! جب امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجاج کرام کے حق میں دعا فرمائی ہے تو اس دعاء مستجاب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس سے صرف حجاج کرام ہی فیضیاب نہیں ہوتے بلکہ اب وہ جس کے حق میں سفارش کرتے ہیں اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے

جیسا کہ مسند بزار، جامع الاحادیث، جامع کبیر، مجمع الزوائد اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، رَفَعَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، قَالَ : الْحَاجُّ يَشْفَعُ فِي أَرْبَعِ مِائَةِ أَهْلِ بَيْتٍ ، أَوْ قَالَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا اپنے چار سو(400)خاندان،(راوی کہتے ہیں :یا حضور نے فرمایا)خاندان کے چار سو(400)افراد کی شفاعت کرے گا۔

(مسند البزار، مسند حذيفة بن اليمان رضى الله عنهما ،حديث نمبر: 3196 ۔ الجامع الكبير للسيوطى ، حرف الحاء حديث نمبر: 12137۔ جامع الاحاديث، حرف الحاء ، المحلى من الحاء ،حديث نمبر: 11680 ۔مجمع الزوائد، كتاب الحج باب دعاء الحجاج والعمار حديث نمبر: 5289 ۔كنز العمال، كتاب الحج والعمرة ، الباب الأول فى فضائل الحج ووجوبه وآدابه، الإكمال من الفصل الأول فى فضائل الحج ،حديث نمبر: 11841)

﴿یوم عرفہ کی فضیلت﴾

شرح السنہ،مشکوۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح میں حدیث پاک ہے:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ اللهَ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُبَاهِيْ بِهِمْ ....

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرشتوں کے سامنے میدانِ عرفات میں جمع ہونے والوں پر فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

اُنْــظُــرُوْا إِلَـى عِبَــادِیْ اَتَوْنِیْ شُعْثًا غُبْرًا ضَاجِّیْنَ مِــنْ کُــلِّ فَــجٍّ عَــمِیْـقٍ اُشْهِـدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُــمْ. فَیَـقُوْلُ الْمَلَائِکَةُ: یَا رَبِّ! فُلَانٌ کَـانَ یَـرْهَقُ، وَفُـــلَانٌ وَفُــــلَانَةٌ، قَــالَ: یَـقُـوْلُ اللّٰــهُ عَـزَّ وَجَـــلَّ: قَـدْ غَـفَــرْتُ لَهُــمْ. قَــالَ رَسُـوْلُ اللّٰـهِ صَـلَّـــی اللّٰـــهُ عَـلَیْـــهِ وَسَـلَّــمَ: فَمَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ عَتِیْـقٍ مِـنَ الـنَّـارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ ''.	'اے فرشتو! تم میرے بندوں کو دیکھو کہ وہ میری بارگاہ میں پراگندہ بال گردآلود چہروں میں دور دراز تنگ اور کشادہ راستوں سے چل کر یہاں حاضر ہیں (اور تسبیح وتہلیل ذکر وتلبیہ کرتے ہوئے مجھے پکار رہے ہیں،) اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا، یہ سن کر فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار! ان میں فلاں مرد اور فلاں عورت بھی ہے جو گنہگار اور متہم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سن کر اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: 'سنو! میں نے (نیکوں کے ساتھ) ان کو بھی بخش دیا' یہ فرما کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی اور دن دوزخ سے اتنے بندوں کو رہائی نہیں ملتی جتنے بندوں کو عرفہ کے دن دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔

(شرح السنہ، مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر: 2601 ۔ زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر: 105)

حضرات! یہاں کتاب وسنت کی روشنی میں حج کی فرضیت واہمیت اور اس کے فضائل وبرکات بیان کئے گئے ہیں؛ تا کہ ہمارے دلوں میں حج کی ادائی کا جذبہ مزید پروان چڑھے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں حج مقبول کی سعادت اور روضۂ اطہر کی زیارت کے شرف سے مشرف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

نعت شریف

مژگاں ہیں عاشقوں کیلئے تیر ایک ایک
اور تار موئے زلف ہے زنجیر ایک ایک

ہاتھ آئے جس کو سلسلۂ زلفِ عنبریں
توڑے تعلقات کی زنجیر ایک ایک

عشاق کے دلوں کو پھنسانے کا دام ہے
ہر تار موئے زلفِ گرہ گیر ایک ایک

زردی رنگ و آہ و فغاں اشک و لاغری
ہے عشق جاں گداز کی تاثیر ایک ایک

کی صدقِ دل سے جس نے اطاعت رسول کی
عالم میں اُس کی کرتا ہے توقیر ایک ایک

کیا حال ہو جو حشر کے دربار عام میں
بھرِ سزا سنائیں گے تقصیر ایک ایک

کیا لطف سنگ و گلِ کی عمارت میں منعمو
اشکستہ دل ہیں قابل تعمیر ایک ایک

جو ہم سے کام ہوتے ہیں غفلت کے خوابمیں
محشر میں پیش آئیگی تعبیر ایک ایک

لکھا تھا جو ازل میں وہ ہرگز ٹلا نہیں
ہر چند کی خلاف میں تدبیر ایک ایک

ہر چیز میں ہے صنعتِ خلّاق جلوہ گر
اس وجہ سے ہے قابل تصویر ایک ایک

عارف کو فہم آیۂ تخلیق کے لئے
اوراقِ گل ہیں نسخۂ تفسیر ایک ایک

طیبہ کی سرزمیں کی مہوّس کو قدر کیا
خاشاک وخاک واں کی ہے اکسیر ایک ایک

وعدوں پہ انوؔرا کہیں اُسکے نہ بھولئے
میں جانتا ہوں نفس کی تزویر ایک ایک

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ

O

زیارت روضۂ اطہر، فضائل وآداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! یہ حج کا موسم ہے، حجاج وزائرین کو یہ شرف مل رہا ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں حج بیت اللہ شریف وزیارت روضۂ اطہر کی سعادت سے مالا مال ہورہے ہیں، بعض حضرات براہ راست مدینۂ منورہ حاضر ہورہے ہیں اور بعض افراد حج کی ادائی کے بعد مدینۂ منورہ حاضر ہونے کا شرف حاصل کررہے ہیں، جولوگ پہلے مدینۂ طیبہ حاضر ہورہے ہیں انہیں یہ موقع مل رہا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے سہارے بخشے جا کر پاک صاف حالت میں بارگاہ الٰہی میں سرفرازی کے لئے مکہ مکرمہ جارہے ہیں، اور جو حضرات پہلے مکہ مکرمہ جارہے ہیں انہیں یہ موقع مل رہا ہے کہ وہ خانۂ خدا میں حاضر ہوتے ہیں اور گناہوں سے پاک وصاف ہوکر نبی طاہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں طہارت باطنی کے ساتھ باریابی کے لئے حاضر ہورہے ہیں۔

حضرات! حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضری بندۂ مومن کے حق میں نعمت عظمی، امید افزا طاعت اور درجات عالیہ کے حصول کا بڑا وسیلہ ہے، آپ کے دربار میں حاضر ہونا تقرب الٰہی کا قریب ترین ذریعہ ہے، آپ کی بارگاہ کی حاضری گناہوں کی بخشش اور حصول رحمت ومغفرت کا قوی آسرا ہے۔

﴿دربار اقدس میں حاضری حکم قرآنی﴾

حضرات! زائرین روضۂ اقدس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا مژدۂ جاں فزا سنایا، در اقدس کی حاضری کو اللہ تعالی نے معصیت شعار افراد کے لئے گناہوں کی معافی کا ذریعہ، توبہ کی قبولیت اور نزول رحمت کا وسیلہ قرار دیا ہے، سورۂ نساء کی آیت نمبر: 64، میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا	اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے
أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ	محبوب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اور اللہ سے
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ	مغفرت طلب کریں اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ	وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ ضرور
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا	بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم
رَحِيْمًا.	فرمانے والا پائیں گے۔

(سورة النساء،آیت :64)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے تین امور کا ذکر فرمایا: (1) جب گناہ کر بیٹھے تو آپ کے دربار میں حاضر ہونا۔ (2) استغفار کرنا۔ (3) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان کے حق میں سفارش فرمانا۔

جب یہ تین کام ہوتے ہیں تو اللہ تعالی کی جانب سے اس بندہ کیلئے قبولیتِ توبہ کا مژدہ ملتا ہے اور بندہ بے پناہ رحمتوں کا حقدار بنتا ہے۔

تمام محدثین ومفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ تک ہی محدود نہیں بلکہ بعداز وصال بھی یہی حکم ہے۔

اس سلسلہ کے دو واقعات ہم ذکر کررہے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں وآشکار ہوجاتی ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ کا حکم بعداز وصال باقی ہے۔

﴿وصالِ مبارک کے تین دن بعد اعرابی کی حاضری﴾

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک روایت تفسیر البحر المحیط اور سبل الہدی والرشاد میں منقول ہے:

وروى الحافظ ابن النعمان فى (مصباح الظلام فى المستغيثين بخير الأنام) من طريق الحافظ ابن السمعاني بسنده عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قدم علينا أعرابي بعدما دفنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاثة أيام فرمى نفسه على القبر الشريف، وحثا من ترابه

محدث ابن نعمان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی کتاب "مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام" میں محدث ابن سمعانی کی وساطت سے روایت ذکر کی ہے، جسے انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے: حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے تین دن بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر گریہ وزاری کرنے لگے اور اس کی خاک مبارک کو اپنے سر پر ڈالنے لگے اور عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

علی رأسه وقال: یا رسول الله، قلت فسمعنا قولک، ووعیت عن الله تعالى ووعینا عنک وکان فیما أنزل علیک: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوک فاستغفروا الله، واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما) .وقد ظلمت نفسی، وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر: إنه قد غفر لک	آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے آپ کے ارشادِ عالی کو سنا، آپ نے اللہ تعالی سے کلام سنا اور بحفاظت ہم تک پہنچایا اور ہم نے آپ سے اس کلام کو سیکھا اور یادرکھا، آپ پر نازل کردہ کلام میں یہ آیت کریمہ بھی ہے ''اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے سفارش فرمائیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا' نہایت رحم فرمانے والا پائیں گے۔''(سورۃ النساء :64)(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار اقدس میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میرے حق میں سفارش فرمائیں!تو روضۂ اقدس سے آواز آئی:''بلاشبہ تمہاری بخشش کردی گئی''۔

(تفسیر البحرالمحیط،سورۃ النساء۔ 64۔سبل الهدی والرشاد،جماع أبواب زیارته صلی الله علیه وسلم بعد موته وفضلها،ج12،ص380)

﴿روضۂ اطہر کی زیارت' علامہ ابن کثیر کی وضاحت﴾

مذکورہ آیت کریمہ کے تحت علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے:

وقوله: (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا) يرشد تعالى العصاة والمذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلى الرسول صلى الله عليه وسلم فيستغفروا الله عنده، ويسألوه أن يستغفر لهم، فإنهم إذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا پائینگے"۔(اس آیت مبارکہ کے ذریعہ)اللہ تعالیٰ گنہگاروں اور خطاکاروں کورہنمائی فرمارہا ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی اور گناہ سرزد ہوجائے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور وہاں حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معروضہ کریں کہ آپ ان کے حق میں سفارش فرمائیں، جب وہ لوگ اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اور ان پر خصوصی رحمت نازل فرمائے گا اوران کے گناہوں کو معاف فرمائے گا،اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لھم، ولھذا قال :	''تو وہ ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا
(لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا	نہایت رحم فرمانے والا پائینگے''۔اور علماء ومفسرین کی
رَحِيمًا)وَقَدْ ذَكَرَ	ایک جماعت نے بیان کیا ہے،ان میں شیخ ابونصر بن
جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ:اَلشَّيْخُ أَبُوْ	صباغ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں' اُنہوں نے اپنی
نَصْرِ بْنُ الصَّبَّاغِ فِيْ	کتاب''الشامل''میں حضرت عُتبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ
كِتَابِهِ "اَلشَّامِلُ"	سے منقول مشہور حکایت ذکر کی،آپ نے فرمایا: میں
اَلْحِكَايَةَ الْمَشْهُوْرَةَ عَنِ	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ
الْعُتْبِيِّ، قَالَ كُنْتُ	اقدس کے قریب حاضر تھا،ایک اعرابی نے در اقدس
جالساً عند قَبْرِ النبيِّ	پر حاضر ہوکر صلوۃ وسلام پیش کیا اور عرض گزار ہوئے
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،	:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !میں نے اللہ تعالی
فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ ، فَقَالَ :	کو(قرآن کریم میں)فرماتے ہوئے سنا:''وَلَوْ
السَّلاَمُ عَلَيْكَ ، يَا	أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ......''اور
رَسُولَ اللَّهِ ، سَمِعْتاللَّهَ	اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے
تعالى يَقُولُ : (وَلَوْ	محبوب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں،اور اللہ سے
أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ	مغفرت طلب کریں اور اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا	وآلہ وسلم)بھی ان کے لئے سفارش فرمادیں تو وہ
اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ	ضرور بضرور اللہ کو خوب توبہ قبول کرنے والا نہایت
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ	رحم فرمانے والا پائیں گے۔(سورۃ النساء،آیت
تَوَّاباً	:64)نیز اعرابی نے عرض کیا:

رَّحِیمًا)، وقَدْ جِئتُکَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِی مُسْتَشْفِعًا بِکَ إِلَی رَبِّی ثُمَّ أَنْشَأَ یَقُولُ

یقیناً میں اپنے گناہوں کی معافی کی خاطر آپ کی ذات ستودہ صفات کو اپنے پروردگار کے دربار میں وسیلہ بنا کر آپ کے دربار عالی شان میں حاضر ہوا ہوں، اس کے بعد انھوں نے یہ اشعار کہے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ فَطَابَ مِنْ طِیبِهِنَّ القَاعُ وَالْأَکَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاکِنُهُ فِیهِ العَفَافُ ، وَفِیهِ الجُودُ وَالکَرَمُ

اے کائنات کی سب سے بہترین ذات! جن کے وجود مقدس کو زمین نے چوما ہے، آپ کے وجود مقدس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے پاکیزہ ومعطر ہو چکے ہیں، میری جان قربان اس روضۂ اطہر پر جس میں آپ رونق افروز ہیں، جس میں پاکیزگی ہے، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔

حضرت عُتبی فرماتے ہیں:

ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابِیُّ فَغَلَبَتْنِی عَیْنِی، فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ ، فَقَالَ : یَا عُتْبِیُّ ! اِلْحَقِ الْأَعْرَابِیَّ ، فَبَشِّرْهُ أَنَّ اللّٰهَ تعالی قَدْ غَفَرَ لَهُ.

جب وہ اعرابی واپس ہوگئے تو مجھ پر نیند طاری ہوگئی، خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، اور آپ نے ارشاد فرمایا: اے عُتبی! اس اعرابی سے ملاقات کرو! اور انہیں بشارت دو کہ یقیناً اللہ تعالی نے ان کی بخشش فرمادی ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، سورۃ النساء ، 64۔ج 2، ص384۔معجم ابن عساکر، حدیث نمبر738۔شعب الإیمان للبیهقی، فضل الحج و العمرۃ، حدیث

نمبر 4019۔ الجواھر الحسان فی تفسیر القر ان للثعالبی،سورۃ النساء ، 64۔ الدر المنثور فی التأویل بالمأثور،سورۃ البقرۃ،203۔ تفسیر البحر المحیط، سورۃ النساء ، 64۔الحاوی الکبیرللماوردی،مستوی کتاب الحج۔الشرح الکبیر لابن قدامۃ،ج3،ص494۔ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،التَّوَسُّل بِالنَّبِیِّ بَعْدَ وَفَاتِہِ۔المواھب اللدنیۃ، مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف،ج 12،ص199۔سبل الھدی والرشاد، جماع أبواب زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ وفضلھا،ج 12،ص390۔مختصر تاریخ دمشق، باب من زار قبرہ بعد وفاتہ کمن زار حضرتہ قبل وفاتہ۔خلاصۃ الوفا بأخبار دار المصطفی،ج 1،ص57۔ الأذکار النوویۃ، کتاب أذکار الحج ،حدیث نمبر 574)

حضرات !اللہ تعالی نے مذکورہ اشعار کو ایسی شان عطا کی ہے کہ جالی مبارک سے متصل ستونوں پر آج بھی نقش ہیں اور زائرین کے لئے نور بصارت وبصیرت کا سامان فراہم کررہے ہیں۔

﴿روضۂ اقدس کی حاضری عین سعادت﴾

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواھب اللدنیہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

وعن الحسن البصری	حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
قال:وقف حاتم الاصم	ہے،آپ نے فرمایا:حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ
علی قبر صلی اللہ علیہ	علیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ
والہ وسلم فقال:	اقدس پر حاضر ہوئے،اوردربارالہی میں معروضہ کیا کہ

یـا رب!انـا زرنـا قبـر نبیک فـلا تـردنـا خـائبیـن!فـنودی :یا ھذا !ما اذنا لک فـی زیارة قبـر حبیبنـا الا وقـد قبـلـنـاک فـارجع انت ومـن مـعک مـن الزوار مغفورا لکم.

اے اللہ! ہم تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے ہیں،ہمیں محروم نہ لوٹا!ہاتف غیبی سے آواز آئی :اگر ہمیں تم کو قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو تمہیں حاضری کا موقع مرحمت ہی نہ فرماتے! تم اس حال میں واپس لوٹو کہ ہم نے تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام زائرین کو بخشش ومغفرت سے مالا مال فرمادیا ہے۔

(المـواھـب الـلـدنیةمع شـرح الـزرقـانـی،الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف،ج12،ص200)

﴿زائرین روضۂ اقدس کے لئے شفاعت کی ضمانت﴾

برادران اسلام! کتب حدیث وفقہ میں جہاں حج کے مناسک اور اس کے آداب کا ذکر ہے وہیں روضۂ اطہر کی حاضری اور اس کے آداب کا بھی ذکر موجود ہے،اورزائرین روضۂ اقدس کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت خاصہ کا وعدہ بھی فرمایا' چنانچہ سنن دارقطنی ،شعب الإیمان للبیھقی ،جامع الأحادیث،جمع الجوامع ،مجمع الزوائداورکنزالعمال وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

عَـنِ ابْنِ عُمَرَ قَـالَ :قَالَ رَسُـوْلُ الـلّـهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ زَارَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس نے

قَبْــرِیْ وَجَبَــتْ لَــهُ شَفَاعَتِیْ. میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوچکی ہے۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، حدیث نمبر: 2727۔صحیح ابن خزیمة، کتاب الحج او المناسك ،باب زیارة قبر النبی صلی الله علیه واله وسلم ، حدیث نمبر۔3095۔شعب الإیمان للبیهقی، الخامس و العشرین من شعب الإیمان و هو باب فی المناسك ، فضل الحج و العمرة حدیث نمبر:4159۔جامع الأحادیث، حرف المیم، حدیث نمبر:22304 ۔جمع الجوامع، حرف المیم، حدیث نمبر: 5035۔ مجمع الزوائد ،ج 4،ص 6،حدیث نمبر:5841۔کنز العمال ، زیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم،حدیث نمبر:42583 ۔المواهب اللدنیةمع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارة قبره الشریف ومسجده المنیف،ج12،ص179)

﴿حدیث زیارت صحیح ومستند،محدثین کی صراحت﴾

اس حدیث شریف کوکئی ایک محدثین نے روایت کیا،اس کے قابل استدلال ہونے سے متعلق ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھاہے:

رواه الدارقطني وغيره وصححه جماعة من الائمة. اس حدیث پاک کو امام دارقطنی اور دیگر محدثین نے روایت کیا اور ائمہ ومحدثین کی ایک جماعت نے اُسے صحیح قراردیاہے۔

(شرح الشفا لعلی القاری بهامش نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ، ج3، ص511)

اورعلامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں تفصیل بیان کی ہے:

زيارة النبي صلى الله عليه وسلم من أفضل الطاعات وأعظم القربات لقوله صلى الله عليه وسلم من زار قبري وجبت له شفاعتي رواه الدارقطني وغيره وصححه عبد الحق ولقوله صلى الله عليه وسلم من جاء ني زائرا لا تحمله حاجة إلا زيارتي كان حقا علي أن أكون له شفيعا يوم القيامة رواه الجماعة منهم الحافظ أبو علي بن السكن في كتابه المسمى بالسنن الصحاح فهذان إمامان

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ افضل ترین اطاعت اور قربِ خداوندی کا عظیم ترین ذریعہ ہے، اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے: جس نے میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوچکی ہے۔ امام دارقطنی اور دیگر محدثین نے اسے روایت کیا اور محدث عبدالحق نے اسے صحیح قرار دیا۔ اور یہ حدیث پاک بھی دلیل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری زیارت کے لئے اس طرح آئے کہ بجز میری زیارت کے اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو قیامت کے دن اس کی شفاعت میرے ذمۂ کرم پر ہے۔ اس کی روایت محدثین کی ایک جماعت نے کی ہے، ان میں محدث ابو علی بن سکن ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''سنن صحاح'' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا، یہ دونوں حضرات فن حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں،

صححا هذين الحديثين	جنھوں نے ان روایتوں کو صحیح کہا ہے اوران کا کہنا
وقولهما أولى من قول من	اس شخص کے کہنے سے اولی وبہتر ہے جس نے
طعن في ذلك .	اس میں طعن کیا۔

(حاشية السندي على سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل المدينة، حديث نمبر 3103)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا میں اس کی مزید تفصیل بیان کی ہے:

رواه ابن خزيمة	اس حدیث مبارک کو امام ابن خزیمہ، امام بزار،
والبزار والطبراني	امام طبرانی، علامہ ذہبی نے روایت کیا اور علامہ
والذهبي وحسنه وله	ذہبی نے اُسے حسن قرار دیا، اس روایت کی کئی
طرق وشواهد تعضده	سندیں اور متعدد شواہد ہیں جو اِس روایت کی
والطعن في رواته مردود	تائید کررہی ہیں، اس حدیث پاک کے راویوں
كما بينه السبكي واطال	پر طعن ناقابل قبول ہے جیسا کہ امام سبکی نے
فيه.	تفصیل کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

(نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض ، ج3، ص511)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا:

ورواه عبد الحق في	اس روایت کو امام عبد الحق نے اپنی
احكامه الوسطى وفي	کتاب ''احکام وسطی'' اور ''احکام صغری'' میں

الصغری وسکت عنه، وسکوته عن الحدیث فیهما دلیل علی صحته. — بیان کیا اور اس کی سند پر کچھ کلام نہ کیا، اور ان دونوں کتابوں میں ان کا سند پر کلام نہ کرنا اس حدیث شریف کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف و مسجدہ المنیف، ج12، ص179)

بیان کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کو بعض محدثین نے سند حسن سے اور ایک جماعت نے صحیح سند سے بیان کیا ہے۔

﴿خالص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حاضر ہونے پر شفاعت کی بشارت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری ابدی سعادت کا ذریعہ ہے، اسی لئے احادیث شریفہ میں بطور خاص دربار اقدس میں حاضری کی ترغیب وتشویق دی گئی، زائرین روضۂ اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں حاضری کی نیت سے جائیں کیونکہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ حکم دیا گیا ''جَاءُوْكَ'' وہ لوگ آپ کے پاس آئیں۔(سورۃ النساء، آیت:64)

قرآن کریم کے اس واضح حکم میں غلط تأویلات کرنا برکات سے محرومی ہے۔

بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی نیت سے مدینۂ منورہ جائیں اور زیارت کی نیت سے نہ جائیں، ایسے افراد کو سوچنا چاہئے کہ ہر مسجد اللہ کا گھر ہے' لیکن مسجد نبوی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت سے معظم ومحترم ہے، آپ ہی کے سبب وہ مشرف ومکرم ہے، جب اس مسجد کی نیت سے سفر کیا جاسکتا ہے تو پھر جس ذات گرامی کی نسبت بابرکت سے مسجد' مزید شرف وعظمت والی بنی اس ذات عالی وقار کے

دربار گہر بار میں حاضری کی نیت سے سفر کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زیارتِ مقدسہ کی نیت سے حاضر ہونے پر شفاعت خاصہ کی بشارت دی ہے اوراس خوش نصیب زائر کو دو مقبول حج کے ثواب کی خوشخبری سنائی ہے۔

چنانچہ معجم کبیر طبرانی، معجم اوسط طبرانی، مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِرًا لَاتَحْمِلُهُ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِیْ كَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.	جو میری زیارت کے لئے اس طرح آئے کہ بجز میری زیارت کے اس کا کوئی اور مقصد نہ ہوتو قیامت کے دن اس کی شفاعت میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر:12971۔المعجم الاوسط للطبراني ،حديث نمبر: 4704۔المستدرك على الصحيحين:1747۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،حديث نمبر:5842۔جامع الأحاديث للسيوطي،حديث نمبر:21932۔ الجامع الكبير للسيوطي ،حديث نمبر: 4663۔كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ، حديث نمبر34928)

﴿زائرین روضۂ اقدس کو دو مقبول حج کا ثواب﴾

سنن دیلمی، جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں روایت ہے:

مَنْ حَجَّ اِلَی مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ كُتِبَتْ لَهُ	جس نے حج کیا پھر میری زیارت کے قصد سے میری مسجد کو آیا تو اس کے لئے دو مقبول

حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانُ . حج لکھے جاتے ہیں۔

(سنن الدیلمی ۔جامع الأحادیث،حدیث نمبر: 21996۔الجامع الکبیر للسیوطی،حدیث نمبر:4727 ۔کنز العمال ،حدیث نمبر:12370)

حسنِ ایمان و عقیدت سے جو طیبہ دیکھا
دین و دنیا کی سعادت کا خزینہ دیکھا

(مؤلف)

دیکھا سب کچھ بیقیں جس نے مدینہ دیکھا
دین کا ملجا اور ایمان کا مأویٰ دیکھا

(شیخ الاسلام حضرت بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ)

﴿زیارت روضۂ اقدس کی نیت سے حاضر ہونے والوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نیت سے حاضر ہونے والے خوش نصیبوں کے حق میں آپ نے صرف شفاعت کا وعدہ ہی نہیں فرمایا بلکہ ان کو یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ وہ حضرات قیامت کے دن آپ کی حمایت اور پناہ میں رہیں گے،جیسا کہ شعب الایمان،سنن صغری للبیھقی،جامع الاحادیث،جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

مَــنْ زَارَنِــیْ مُتَـعَـمِّـدًا کَـانَ فِـیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةُ . جو شخص قصد وارادہ سے میری زیارت کو آئے تو قیامت کے دن وہ میرے پڑوس اور میری پناہ میں ہوگا۔

(شعب الإیمان للبیھقی ,حدیث نمبر:3994 ۔ السنن الصغری للبیھقی ,

حدیث نمبر:1818 ۔ جامع الأحادیث للسیوطی، حدیث نمبر:22308 ۔الجامع الکبیر للسیوطی، حدیث نمبر5039 ۔کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ، حدیث نمبر12373)

﴿روضۂ مقدسہ مدینۂ منورہ میں ہونے کی حکمت﴾

حضرات! مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ نے بحکم خدا وہاں سے ہجرت فرمائی اور مدینۂ منورہ تشریف لائے، بیت اللہ شریف بھی مکہ مکرمہ میں ہے، حج کے سارے مناسک مکہ مکرمہ، عرفات ومزدلفہ میں ادا کئے جاتے ہیں، اللہ تعالی اگر چاہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ اقدس بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ کا وصال مبارک مدینہ منورہ میں ہوا اور روضۂ اطہر مدینۂ منورہ میں رکھا تا کہ آپ کے دربار کی حاضری حج کی طفیلی نہ بن جائے بلکہ آپ کی بارگاہِ عالی جاہ میں حاضری کے لئے مستقل سفر کیا جائے، جیسا کہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ مشیت الٰہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر مکہ معظّمہ میں نہ ہو، تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، حج کی طفیلی نہ ہوجائے، حج کعبہ کے بعد علٰحدہ سے خاص کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جائے، امام شافعی کے قول کے مطابق تو مکہ معظّمہ کی طرح مدینہ منورہ بھی حرم ہے لیکن تعظیم وتکریم کے واجب ہونے کے بارے میں تو سب ہی متفق ہیں"۔انتہی ملخصاً۔(جوامع الکلم، ص:361)

﴿دربار اقدس میں حاضری سے گریز' باعثِ محرومی﴾

حضرات! قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا، ترغیب وتشویق دلائی گئی اور حاضری سے گریز کرنے کو منافقین کا شیوہ

قرار دیا گیا، ارشاد الٰہی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُ وسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ .	اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ! اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائینگے تو وہ انکار سے اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور آپ انہیں دیکھو گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے حاضری سے رک رہے ہیں۔

(سورۃ المنافقون، آیت:5)

علاوہ ازیں استطاعت رکھنے کے باوجود زیارت مقدسہ سے گریز کرنے والے سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر ظلم وزیادتی کی ہے، جیسا کہ مواھب لدنیہ میں حدیث شریف ہے:

وَرُوِىَ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ :مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَلَمْ يَفِدْ اِلَيَّ فَقَدْ جَفَانِىْ. ذَكَرَهُ اِبْنُ فَرْحُوْن فِىْ مَنَاسِكِهِ،وَالْغَزَالِىُّ فِىْ الْاِحْيَاءِ...	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود میری بارگاہ میں حاضر نہ ہو تو اس نے مجھ پر زیادتی کی، اس روایت کو ابن فرحون نے اپنی "مناسک" میں اور امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں نقل کیا ہے۔

(المواھب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فی زيارة قبره الشريف و مسجده المنيف، ج12، ص180)

نیز جامع الاحادیث، جامع کبیر اور کنز العمال میں حدیث شریف ہے:

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ . جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ سے جفا کی۔

(جامع الأحاديث للسيوطى: 21997۔الجامع الكبير للسيوطى: 4728۔كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال:12368)

﴿بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنے کے آداب﴾

آدمی جتنی بڑی شخصیت کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اہتمام کرتا ہے، دنیا میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں، بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بارگاہ عالیجاہ ہے جہاں فرشتے باادب حاضر ہوتے ہیں، بڑے بڑے اولیاء واقطاب آہستہ قدم، خمیدہ سر، پست نگاہ، لرزیدہ بدن، پیکر ادب بن کر حاضر ہوتے، لہذا روضۂ اقدس کے زائرین کو قرینۂ ادب ملحوظ رکھنا چاہئے، اس سلسلہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں رقم فرمایا:

وينبغي ان يقف عند محاذاة اربعة اذرع، ويلازم الادب والخشوع والتواضع، غاض البصر فی مقام الهيبة، كما كان يفعل بين يديه فی حياته، ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه

زائر کو چاہئے کہ وہ مواجہہ شریف سے چار گز کی دوری پر ٹھہرے، پیکر ادب ہو کر خشوع وانکساری کو اپنے اوپر لازم کرلے، بارگاہ عالی جاہ میں اپنی نگاہ کو نیچی کئے ہوئے اس طرح حاضر ہو جیسے آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ کے روبرو حاضر ہوا کرتا تھا، اور اس بات کو ملحوظ رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دربار میں

لسلامه، كما هو الحال في حال حياته، اذ لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لامته ومعرفته احوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم، وذلك عنده جلي لا خفاء به۔	اس کے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو سماعت فرماتے ہیں جیسا کہ آپ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں سنا کرتے تھے، کیونکہ اپنی امت کا مشاہدہ فرمانے اور ان کے حالات نیتیں، ارادے اور دلی کیفیات کو جاننے کے سلسلہ میں آپ کی حیات طیبہ اور وصال مبارک میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ ساری چیزیں آپ پر بالکل عیاں ہیں جس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

(المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فی زيارة قبره الشريف ومسجده المنيف، ج12، ص195)

﴿سلام پیش کرتے اور دعا کرتے وقت کدھر رخ کریں؟﴾

زائرین روضۂ اقدس اس یقین کے ساتھ دربار اقدس میں حاضر ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حیات ہیں، صلوۃ وسلام کو بلاواسطہ سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں، سنن ابن ماجہ میں حدیث مبارک ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.	بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے، اللہ کے نبی باحیات ہیں' رزق پاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه، باب ذكر وفاته ودفنه، صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر: 1706)

حضرات! بارگاہ نبوی کے آداب کے سلسلہ میں محدثین کرام وفقہاء عظام نے بیان فرمایا کہ جب سلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں تو اس طرح باادب ٹھہریں کہ چہرہ مواجہہ شریف کی جانب ہو اور پیٹھ قبلہ کی جانب ہو، امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو یہی فرمایا تھا کہ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہی رخ کر کے دعا کریں، سبل الہدی والرشاد میں روایت ہے:

ولما ناظر أبو جعفر المنصور عبد الله بن محمد بن عباس ثاني خلفاء بني العباس مالكا في مسجده عليه الصلاة و السلام قال له مالک: يا أمير المؤمنين لا ترفع صوتک في هذا المسجد، فإن الله تعالى أدب قوما فقال: (لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي) وإن حرمته ميتا كحرمته حيا، فاستكان لها أبو جعفر، وقال لمالک: يا أبا عبيد الله أ أستقبل القبلة	اور جب بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور عبداللہ بن محمد بن عباس نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں مناظرہ کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! اپنی آواز کو اس مسجد میں بلند نہ کرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہتر قوم کو ادب سکھاتے ہوئے (قرآن کریم میں) فرمایا: "اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو!" بیشک آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں جس طرح آپ کا ادب واحترام لازم تھا آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اسی طرح ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے! تو خلیفہ ابوجعفر باادب ہو گئے

وادعوا أم استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال له: لم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم إلى الله تعالى يوم القيامة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله، فإنه تقبل به شفاعتك لنفسك قال الله تعالى: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم)	اور امام مالک سے دریافت کرنے لگے: اے ابوعبید اللہ! بوقت حاضری، میں قبلہ کی جانب رخ کروں اور دعا کروں یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رخ کروں؟ تو آپ نے فرمایا: آپ اپنے چہرہ کو حضور کی بارگاہ سے کیسے پھیر سکتے ہو؟ جبکہ آپ کی ذات گرامی ہی قیامت کے دن اللہ تعالی کے دربار میں تمہارے لئے اور تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے لئے وسیلہ ہے۔ ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہی رخ کریں! اور آپ سے شفاعت طلب کریں! اللہ تعالی تمہارے حق میں سفارش قبول کرے گا، کیونکہ یہی وہ ذات بابرکت ہے جس کے طفیل تمہارے حق میں تمہارا معروضہ قبول کیا جائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم.....)

(سبل الهدى والرشاد، جماع أبواب بعض ما يجب على الانام من حقوقه عليه الصلاة والسلام، ج11، ص423)

﴿علامہ ابن تیمیہ کی صراحت﴾

اس سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے بھی صراحت کی ہے کہ سلام پیش کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب چہرہ اور قبلہ کی جانب پشت ہو، حضرات صحابۂ

کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل رہا:

وھکذا کان الصحابة یسلمون علیه ،مستقبلی الحجرة مستدبری القبلة عند أکثر العلماء کمالک والشافعی وأحمد.	اوراسی طرح حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سلام پیش کیا کرتے،اس طور پر کہ مواجہہ شریف کی جانب رخ کرتے اور قبلہ کی جانب پیٹھ ہوا کرتی،علماء امت کی اکثریت کا یہی مسلک رہا ،جیسا کہ امام مالک امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔

(مختصر منسك شيخ الإسلام ابن تيمية ،الفصل الرابع عشرفی زيارة مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم)

﴿بارگاہ اقدس میں اس طرح سلام پیش کریں﴾

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَةَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَةَ اللهُ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیّیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَزْوَاجِکَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَسَائِرِ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ! جَزَاکَ اللهُ یَا رَسُوْلَ اللهِ اَفْضَلَ مَا جَازٰی

نَبِیًّا وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِہٖ،وَصَلَّی اللہُ عَلَیْکَ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ،وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ الْغَافِلُوْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَمِیْنُہٗ وَخِیَرَتُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ،وَاَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ،وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ، وَجَاھَدْتَّ فِی اللہِ حَقَّ جِھَادِہٖ.

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، ج12،ص197)

پھر سیدھی جانب ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ!اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ اَیَّدَ اللہُ بِہِ الدِّیْنَ ! جَزَاکَ اللہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا.اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْہُ ،وَارْضَ عَنَّا بِہٖ.

پھر سیدھی جانب مزید ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنِ!اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ اَیَّدَ اللہُ بِہِ الدِّیْنَ !جَزَاکَ اللہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا.اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْہُ ،وَارْضَ عَنَّا بِہٖ.

(المواھب اللدنیۃ مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، ج12،ص201)

﴿زائرین روضۂ اقدس سے سلام پیش کرنے کی درخواست کرنا﴾

حضرات! ہر بندۂ مؤمن کی عین تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی جاہ میں باادب حاضر ہوکر صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرے، زائرین روضۂ اقدس تو براہ راست صلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں لیکن جو حضرات وہاں جانہ سکیں وہ حجاج وزائرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی جانب سے بارگاہ اقدس میں سلام پیش کریں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اہتمام کے ساتھ ملک شام سے ایک قاصد کو روانہ فرماتے تھے تاکہ وہ ان کی جانب سے بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرے، جیسا کہ امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں روایت ہے:

وقد صح ان عمر بن عبد العزيز كان يبرد البريد للسلام على النبى صلى الله عليه وآله وسلم .	یہ روایت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے لئے (ملک شام) سے ایک قاصد کو روانہ کیا کرتے۔

(شعب الایمان للبیهقی ، حدیث نمبر: 4008/4007۔المواهب اللدنية مع شرح الزرقانی،الفصل الثانی فی زيارة قبره الشريف ومسجده المنيف، ج12، ص184)

﴿مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کرنے کی فضیلت﴾

مسجد نبوی شریف وہ عظیم مسجد ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے، جہاں آپ کے حجرات شریفہ ہیں یہیں آپ نے قیام فرمایا' یہیں آپ کا کاشانۂ اقدس رہا اور یہیں آپ کا روضۂ اطہر ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : صَلاَةٌ فِی مَسْجِدِی هَذَا خَیْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلاَةٍ فِیمَا سِوَاهُ إِلاَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ .	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ،باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکة والمدینة، حدیث نمبر:1190)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت کے مطابق مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنا دیگر مساجد میں پچاس ہزار نماز ادا کرنے کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث پاک ہے:

وَصَلاَةٌ فِی مَسْجِدِی بِخَمْسِینَ أَلْفَ صَلاَةٍ .	میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا پچاس ہزار نماز ادا کرنے کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے۔

(سنن ابن ماجه ،باب ماجاء فی الصلاة فی المسجدالجامع،حدیث نمبر:1478)

﴿مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے کی فضیلت﴾

جس مسجد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبت حاصل ہؤ اس میں زیادہ سے زیادہ نمازیں ادا کرنا عظیم سعادت ہے۔ مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے کا جو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر گروپ اور ہر قافلہ کے منتظمین بطور خاص

انتظام کرتے ہیں، اس کا سبب وداعیہ یہ ہے کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں ادا کرنے والے کے لئے دوزخ سے آزادی و رہائی، نفاق سے حفاظت و براءت اور عذاب سے خلاصی ونجات کا اعلان فرمایا جیسا کہ مسند امام احمد اور مجمع الزوائد میں حدیث پاک ہے :

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي اَرْبَعِينَ صَلَاةً لَا يَفُوتُهُ صَلَاةٌ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبَرِءَ مِنَ النِّفَاقِ .	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور اس سے کوئی نماز نہ چھوٹی ہو تو اس کے لئے دوزخ سے آزادی اور عذاب سے خلاصی لکھ دی جاتی ہے اور وہ نفاق سے محفوظ و بری قرار پاتا ہے۔

(مسندالامام احمد ،مسند انس بن مالك رضی الله عنه، حديث نمبر:12919۔ مجمع الزوائد ج 4، باب فيمن صلى بالمدينة اربعين صلوة، ص :8)

صاحب مجمع الزوائد امام علی بن ابوبکر بن سلیمان ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قلت روى الترمذى بعضه . رواه احمد والطبرانى فى الاوسط ورجاله ثقات .	میں کہتا ہوں امام ترمذی نے اس حدیث کے بعض حصہ کو روایت کیا، امام احمد نے (اپنی مسند میں) اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں اس کی روایت کی اور اس حدیث کو روایت کرنے والے حضرات معتبر وثقہ ہیں۔

ونیز امام طبرانی کی معجم اوسط میں الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ منقول ہے:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی فی مسجدی اربعین صلوٰۃ لا یفوتہ صلوۃ کتب اللہ لہ براۃ من النار و نجاۃ من العذاب.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اور اس سے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی ،اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے براءت اور عذاب سے نجات لکھ دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمہ محمد، حدیث نمبر: 5602)

﴿ریاض الجنۃ کی فضیلت﴾

ریاض الجنۃ کے معنٰی جنت کے باغ اور کیاری کے ہیں، یہ وہ مبارک حصہ ہے جو منبر نبوی شریف اور کاشانۂ اقدس کے درمیان ہے،اس سے متعلق ارشاد نبوی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ .	حضرت عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ، باب فضل ما بین القبر والمنبر ، حدیث نمبر: 1195)

زائرو آؤ کہ جنت بھی یہیں ملتی ہے
روضۂ شاہ سے ہی خلد کا رستہ دیکھا
(مؤلف)

﴿مسجد قباء میں دوگانہ عمرہ کے برابر﴾

تین مساجد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد مسجد قُبا تمام مساجد سے افضل ہے مدینۂ منورہ میں سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے، مسجد قبا میں ایک دوگانہ ادا کرنا ایک عمرہ کے برابر ہے، سنن ابن ماجہ شریف میں حدیث مبارک ہے:

قَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ قَالَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ اَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَصَلَّى فِيهِ صَلاةً كَانَ لَهُ كَاَجْرِ عُمْرَةٍ.

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی قیام گاہ سے باطہارت مسجد قباء آئے اور دو رکعت نماز ادا کرے اسے عمرہ کا ثواب ہے۔

(سنن ابن ماجہ:1477- جامع الأحادیث:21785 ۔الجامع الکبیر للسیوطی: 4516۔ کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال:34963)

ونیز جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، معجم کبیر طبرانی، شعب الایمان اور مسند ابویعلی وغیرہ میں حدیث مبارک ہے:

قَالَ: الصَّلاَةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجدِ قباء میں نماز ادا کرنا، عمرہ ادا کرنے کی طرح ہے۔

(جامع الترمذی:325 ۔سنن ابن ماجه:1476 ۔ المعجم الكبير:569 ۔ شعب الإيمان للبيهقی: 4031 ۔ مسند أبی يعلی الموصلی:7015 ۔ السنن الصغری للبيهقی:1824 ۔ جامع الأحاديث:13639 ۔ الجامع الكبير للسيوطی:119 ۔ السنن الكبری للبيهقی:10594 ۔كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال:3496)

﴿زائرین روضۂ اقدس کوحضرت ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی نصیحت﴾

زائرین روضۂ اطہر کو نصیحت کرتے ہوئے سیدی ومرشدی عارف باللہ ابوالبرکات حضرت سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

حضرت والدی محدث دکن علیہ الرحمہ پر اس وقت بہت زیادہ رقّت طاری ہوجایا کرتی تھی، جب آپ زائر روضۂ پاک کو وہاں کے خصوصی آداب کی تلقین فرماتے، تاکیداً فرمایا کرتے کہ دیکھو میاں! مدینہ منورہ کا دربار ایک زندہ شہنشاہ کا دربار ہے۔

یہ یقین رکھو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے ہر قول وفعل کی فوراً خبر ہوجاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزار اقدس میں ایسے ہی حیات سے ہیں جیسے اپنی دنیوی زندگی میں تھے۔

یہ سمجھاتے ہوئے اکثر اس واقعہ کو بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک حاجی نے اپنے زمانۂ قیامِ مدینہ منورہ میں اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی ہر چیز اچھی ہے مگر یہاں کے دہی میں ذرا بُو ہے، اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمائے: اگر تم کو ہمارے پاس کا دہی پسند نہیں تو تم یہاں کیوں رہتے ہو؟۔

اس واقعہ کو سنا کر زائر مدینہ کو خبردار فرماتے کہ وہاں دورانِ قیام اپنے قول اور

فعل میں سخت احتیاط رکھیں۔

خبردار! وہاں کسی کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔

با خدا دیوانہ باش و

با محمد ھوشیار

(کتاب الحج و الزیارۃ،پیش لفظ ، ص:5)

برادران اسلام! حجاج وزائرین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اپنے قیام کوغنیمت جانیں،نمازوں کی پابندی کریں ،نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد،اشراق،چاشت اور اوابین وغیرہ کا اہتمام کریں،حالت احرام میں تلبیہ کی کثرت کریں،درود شریف کا ورد رکھیں،قرآن کریم کی تلاوت ذوق وشوق سے کریں۔

مدینۂ منورہ میں قیام کے دوران مسجد قباء اور مسجد قبلتین میں دوگانہ ادا کریں،جنت البقیع شریف جہاں تقریبا دس ہزار سے زائد صحابۂ عظام واہل بیت کرام،تابعین وائمہ حضرات کے مزارات ہیں' ان کی زیارت کریں ، احد شریف جس کے دامن میں سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مزار مبارک اور دیگر شہداء کرام کے مزارات ہیں ان کی بھی زیارت کریں۔

﴿مسجد نبوی شریف سے نکلتے وقت ایک اہم ادب﴾

کسی بھی کام کو اطمینان وآہستگی ووقار وشائستگی کے ساتھ کرنا چاہئیے ،عجلت و بے وقاری طبیعت سلیمہ کے لئے پسندیدہ نہیں ،حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امور کو اطمینان و وقار کے ساتھ انجام دیتے چنانچہ صحیح مسلم شریف میں طویل روایت کا

ایک جز ملاحظہ ہو۔

فاخذ ردائه رويدا	ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی
وانتعل رويدا	ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستگی
وفتح الباب رويدا	سے اپنی چادر مبارک لی ،اطمینان سے نعلین مبارک پہنی
فخرج ثم اجافه	،آہستگی سے دروازہ کھول کر باہر تشریف لے گئے پھر
رويدا	آہستہ سے دروازہ بند کیا۔

(صحيح مسلم شريف، ج، 1،كتاب الجنائز، فصل فی التسليم على اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم، ص 313،حديث نمبر974)

حضرات! مسجد نبوی شریف اور مسجد حرام شریف سے نکلتے وقت بعض لوگ زور سے چپل یا جوتا پٹختے ہیں یہ حُسن ادب کے خلاف ہے،کسی بھی موقع پر چپل وغیرہ پٹخنا یا زمین پر اس طرح زور سے رکھنا کہ جس سے آواز آئے ناپسندیدہ ہے،اور مساجد سے نکلتے وقت یہ عمل حد درجہ ناپسندیدہ ہے ،مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت اور اندرون مسجد اس کے آداب کوملحوظ رکھا جائے ایسی کوئی آواز نہ کی جائے جس سے نمازیوں اور ذکر وتلاوت کرنے والوں کو خلل ہو،لہذا چپل وغیرہ رکھتے وقت آہستگی ووقار کو پیش نظر رکھنا چاہیئے ۔

یہ عام مساجد کے احکام ہیں اور بالخصوص مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اور مسجد حرام شریف کے آداب تو دیگر مساجد کے بالمقابل زائد ہیں اس لئے حجاج کرام وزائرین حضرات کو چپل پہنتے اور رکھتے وقت ان مقامات مقدسہ کی قربت کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح کی غفلت ولاپرواہی سے مکمل طور پر احتیاط برتنی چاہئے۔

﴿مسجد نبوی شریف میں آواز بلند کرنے کی ممانعت﴾

مسجد نبوی شریف میں کسی کو دور سے بآواز بلند پکارنا خلاف ادب ہے یہ وہ مقدس مسجد شریف ہے جہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ اطہر ہے، پیکرادب ہوکر حاضر ہونا چاہیئے ، یہ وہ بارگاہ عالی جاہ ہے جہاں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا اور آواز بلند کرنے کا وبال یہ ہے کہ تمام اعمال وعبادتیں ضائع وبرباد ہوجاتی ہیں اور آدمی کو اس کا شعور واحساس بھی نہیں رہتا جیسا کہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کی تعلیم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ.

اے ایمان والوا ! تم اپنی آوازوں کو نبی (اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز پر بلند مت کرو اور آپ کی خدمت میں اس طرح چلا کر گفتگو مت کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے چلا کر گفتگو کرتے ہو ورنہ تمہارے اعمال ضائع واکارت ہوجائیں گے اور تمہیں اس کی خبر نہ ہوگی ۔

(سورۃ الحجرات ،آیت:2)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی یہی حکم ہیکہ مسجد نبوی شریف میں آواز بلند نہ کی جائے چنانچہ صحیح بخاری شریف ،ج1، کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد میں حدیث مبارک ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں مسجد نبوی شریف میں کھڑا ہوا تھا

فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ. فَجِئْتُهُ بِهِمَا. قَالَ مَنْ أَنْتُمَا - أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالاَ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ. قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-

تو ایک صاحب نے میری طرف کنکری پھینک کر متوجہ کیا، میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے اشارہ کیا کہ ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ! تو میں ان دونوں کو لے کر آپ کے پاس پہنچا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: تم کس قبیلہ کے ہو؟ یا فرمایا: تم کس علاقہ کے باشندے ہو؟ ان دونوں نے عرض کیا: ہم طائف کے باشندے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں ضرور تمہیں سزا دیتا تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟

(صحیح بخاری شریف، ج1، کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد)

سیدی شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کرسکتا تھا اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر (سزا) سمجھا جاتا تھا باوجود یہ کہ سائب بن یزید چنداں دور نہ تھے، مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا، یہ تمام آداب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیات ابدی وہاں

تشریف رکھتے ہیں کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو" فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل بلد کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجد یں تھیں"۔

(انوار احمدی ، ص:265/264)

علامہ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بتفصیل بیان کرنے کے بعد"الباب الثالث فی تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ وبرہ"ص251،پر رقمطراز ہیں:

واعلم ان حرمة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد موتہ وتوقیرہ وتعظیمہ لازم کماکان حال حیاتہ . . . قال ابو ابریھم التجیبی واجب علی کل مؤمن متی ذکرہ او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویاخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لو کان بین	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں باادب رہنا عظمت بجالانا جس طرح قبل وصال شریف لازم تھا وصال فرمانے کے بعد بھی لازم وضروری ہے۔۔ ۔ ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ جب آپ کا ذکر مبارک کرے یا سنے تو حددرجہ خشوع وخضوع کا اظہار کرے،اپنے افعال وحرکات میں مؤدب رہے،آپ کی عظمت وبزرگی کو اسی طرح ملحوظ رکھے اور اللہ تعالی کے حکم اور تعلیم کے مطابق ادب بجالائے

یدیہ ویتادب بماادبنا اللہ بہ.	جس طرح وہ ظاہری طور پر آپ کی خدمت
قال القاضی ابو الفضل وھذہ	اقدس میں رہتا تو ادب وتوقیر کیا کرتا تھا،
کانت سیرۃ سلفنا الصالح	علامہ ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
وائمتنا الماضین رضی اللہ	فرماتے ہیں ہمارے سلف صالحین اور
عنھم .	بزرگ ائمہ کا یہی طریقہ ہے۔

مدینہ منورہ میں زائرین روضۂ اطہر کو ان آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے، کسی کو مسجد نبوی شریف میں بلند آواز سے نہ پکاریں اور اپنے تمام حرکات وسکنات میں سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیئے جس میں بےادبی کا ادنی شائبہ بھی ہو۔

اللہ تعالی کے دربار میں دعا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہم سب کو روضۂ منورہ باادب حاضر ہونے کی سعادت عطا فرمائے، موت آئے تو آپ کے شہر مقدس میں آئے اور جنت البقیع شریف میں دفن ہونا میسّر ہو۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

نعت شریف

دیکھا سب کچھ بہ یقیں جس نے مدینہ دیکھا دین کا ملجا اور ایمان کا ماوا دیکھا
انبیاء ملک و جن میں ہے ذکر نبوی ہر طرف آپ کے اوصاف کا چرچا دیکھا
ہر طرف قدرت خالق کا جہاں میں ہے ظہور جسے دیکھا اُسے محتاج خدا کا دیکھا
ایک حالت پہ کوئی چیز یہاں رہتی نہیں سیکڑوں رنگ زمانہ کو بدلتا دیکھا
عمر کی طرح نہیں لوٹ کے پانی آتا سر پل جا کے یہی تم نے تماشا دیکھا
انورؔا بخل کے انجام کو دیکھا تم نے
ابر آتا ہے نہیں پانی برستا دیکھا

از: شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ

نعت شریف

چوما جو نقشِ قدمؐ عرش معلیٰ دیکھا
دیکھا جو روئے نبی حق کا ہی جلوہ دیکھا

حسن ایمان وعقیدت سے جو طیبہ دیکھا
دین ودنیا کی سعادت کا خزینہ دیکھا

لوح وکرسی وقلم، جنت وسدرہ دیکھا
دیکھا سب کچھ بیقیں جس نے مدینہ دیکھا

ڈوبا سورج بھی پلٹ آیا جو منشا دیکھا
چاند شق ہوگیا جب ان کا اشارہ دیکھا

ان کی مرضی کا خدا رکھتا ہے کس درجہ لحاظ
قبلہ تبدیل کیا چہرہ جو اٹھتا دیکھا

چاند شرمائے جو دیکھے رخ زیبا کی ضیاء
یہی کہتے ہوئے اصحاب نے چہرہ دیکھا

علم میں فضل میں ہر وصف میں سب سے اعلی
شاہ کونین کو ہر شان میں یکتا دیکھا

زائرو آؤ کہ جنت بھی یہیں ملتی ہے
روضۂ شاہ سے ہی خلد کا رستہ دیکھا

اُن کے منگتے جو ہیں شاہوں کو عطا کرتے ہیں
اُن کے ٹکڑوں ہی پہ ہر ایک کو پلتا دیکھا

عاصیو متقیوں سب کے لئے محشر میں
صرف آقا کی شفاعت کا سہارا دیکھا

اس لئے پلکیں بچھاتے ہیں یہاں پر شیدا
دست بستہ جو فرشتوں کا یاں پہرا دیکھا

ارض طیبہ میں ضیاءؔ پورے ادب سے آنا
حسنِ تعظیم ہی میں قلب کا تقوی دیکھا

از: مؤلف عفی عنہ

انوار خطابت

حصۂ دوازدہم برائے ذی الحجہ

﴿حج وعمرہ کے فضائل واحکام اور زیارت روضۂ اطہر کے فضائل وآداب حصہ یازدہم (11) میں ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبر واستقامت کے پیکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، ماہ ذی الحجہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد لازمی طور پر آتی ہے،مناسک حج ہوں یا قربانی کا موقع، مکہ مکرمہ کی وادی ہو یا منیٰ وعرفات کی گھاٹیاں، صفا ومروہ کی چٹانیں ہوں یا چاہ زمزم کا آب شیریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد اہل اسلام کو ایک نئے جوش وخروش سے ہمکنار کرتی ہے، آپ کے تذکرہ سے پژمردہ دلوں کو نئی زندگی ملتی ہے، مایوس دلوں کو حوصلہ ملتا ہے، آپ کے واقعات سننے سنانے سے عقیدہ میں پختگی اور عمل میں چستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسمٰعیل

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزے عطا فرمائے، کوئی نبی بغیر معجزہ کے تشریف نہیں لائے ، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے عظیم معجزات عطا

فرمائے اور آپ کی مبارک زندگی کو انسانیت کے لئے نمونۂ عمل بنایا۔آپ نے زندگی کے ہر مرحلہ میں دین اسلام کی حیات و بقا کے لئے اپنا ہر لمحہ‘ہر سانس قربان کردی؛ یہاں تک کہ اپنا مال‘ اپنی اولاد اور اپنی جان بھی حق تعالی کے لئے قربان کی۔

اللہ تعالی جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو اس کو کڑی آزمائش اور سخت امتحان کے مرحلہ سے گزارتا ہے، جب بندہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے،مگر انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام کو حق تعالی پہلے اپنا بناتا ہے‘ پھر انہیں منزل امتحان سے گزارتا ہے،انبیاء کرام کی آزمائش صرف اس لئے ہوتی ہے کہ کائنات کو ان حضرات کا عزم واستقلال اور ثابت قدمی بتائی جائے؛ تاکہ امت،امتحان وآزمائش کے وقت ان کی ثابت قدمی کو پیش نظر رکھے اور اُسے منزل فلاح سے ہمکنار ہونے میں آسانی ہو۔

خطبہ میں ذکر کردہ آیت کریمہ میں ارشاد الہی ہے:

وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ.

اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو اُن کے رب نے چند باتوں سے آزمایا تو اُنہوں نے اُسے پورا کیا۔

(سورۃ البقرۃ ،آیت: 124)

آیت کریمہ میں مذکور ’’کَلِمَات‘‘ سے کیا مراد ہے،اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، چوتھی صدی ہجری کے محدث ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے’’ کلمات‘‘ کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابن عباس قال الكلمات التي ابتلى بهن إبراهيم فأتمهن فراق قومه في الله حين أمر بفراقهم ، ومحاجته نمرود في الله حتى وقفه على ما وقفه عليه من خطر الأمر الذى فيه خلافهم ،وصبره على قذفه إياه في النار ليحرقوه في الله على هول ذلک من أمرهم ، والهجرة بعد ذلک من وطنه وبلاده في الله حين أمره بالخروج عنهم ، وما أمره به من الضيافة والصبر عليها ، وماله وما

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے، اُنھوں نے فرمایا: وہ کلمات جن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمایا گیا اور اُنھوں نے اُسے پورا کیا، اُس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے قوم سے علٰحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے لئے اپنی قوم سے علٰحدہ ہوگئے، آپ نے اللہ تعالی کے بارے میں نمرود سے مناظرہ کیا یہاں تک کہ اُسے ایسے معاملہ میں لاجواب کردیا جس میں اُن لوگوں کو اختلاف تھا۔ جب لوگوں نے آپ کو آگ میں جلانا چاہا تو آپ نے آگ میں ڈالے جانے پر صبر کیا ۔ جب اللہ تعالی نے قوم کو خیرباد کہنے کا حکم فرمایا تو آپ نے اپنے وطن اور ملک سے اللہ کے لئے ہجرت فرمائی ۔ آپ نے ضیافت ومہمانی کا معمول قائم رکھا اور صبر کیا' جس کا اللہ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالی نے قربانی کا امر فرمایا تو آپ نے اپنے مال کو قربان کیا، اپنے فرزندِ دلبند کی قربانی کے ذریعہ آپ کا امتحان لیا گیا،۔ پھر

ابتلی به من ذبح ولده	جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حین أمره بذبحه،	امتحان وآزمائش کی ان تمام دشوارگذار گھاٹیوں کو
فلما مضی علی ذلک	عبور کرلیا اور آزمائش کی کسوٹی پر مکمل اُترے تو اللہ
من أمر الله كله	تعالی نے آپ سے فرمایا: فرمانبرداری کیجئے!
وأخلصه البلاء قال	آپ نے عرض کیا : میں نے اللہ تعالی کی
الله له أسلم ، قال	فرمانبرداری کی' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے،
أسلمت لرب العالمين	آپ کا یہ طریقہ کار، ایسے وقت رہا جبکہ لوگ آپ
على ما كان من خلاف	کی مخالفت کرتے تھے اور آپ لوگوں سے علٰحدگی
الناس وفراقهم .	اختیار کر چکے تھے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم،سورۃ البقرۃ،آیت: 124)

بندہ دنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ رب کی معرفت حاصل کرے اور صبح وشام اس کی عبادت میں مصروف رہے، بندہ کو تین امور کی وجہ سے معرفت الٰہی میں درجۂ کمال حاصل ہوتا ہے :(1) ذات کی معرفت، جو خودی کی قربانی سے حاصل ہوتی ہے (2) صفات کی معرفت، جو اولاد کی قربانی سے ملتی ہے (3) افعال کی معرفت، جو مال کی قربانی سے نصیب ہوتی ہے۔

جب تک یہ تین قربانیاں نہ دی جائیں محبتِ خدا کما حقہ نہیں ملتی اور نہ ہی بندہ ان قربانیوں کے بغیر کمال پا سکتا ہے۔

(روح البیان ، ج: 7،ص:474، سورۃ الصافات،آیت: 105/104)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبت خداوندی میں ان تینوں امور

کوسرانجام دیا آپ نے جان کی قربانی دی، مال بھی خرچ کیا اور اولاد کو بھی قربان کیا۔

راہِ خدا میں مال کی قربانی

محبت کی علامت ونشانی یہ بتائی گئی کہ چاہنے والا جو عمل کرے اپنے محبوب کے لئے ہی کرے، سننا چاہے تو صرف محبوب کی بات سنے اور گفتگو کرے تو اسی کا ذکر کرے، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت الٰہی میں اتنا سرشار رہے کہ بذاتِ خود ذکر خدا میں مستغرق رہتے، کسی اور سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتے تو ذکر الٰہی سے لطف اندوز ہوتے، ذکر کی حلاوت وشیرینی کے اثر سے اس قدر متاثر ہوتے کہ ذکر کرنے والے شخص سے بار بار ذکر کرنے کی خواہش فرماتے اور ذکر الٰہی کی نسبت سے کوئی قربانی دینے کی نوبت آجاتی تو گریز نہ کرتے۔

حق تعالیٰ نے اپنے خلیل کو مال ودولت کی کثرت عطا فرمائی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ورد فی الخبر انه کان له خمسة آلاف قطیع من الغنم فتعجب الاغنام علیها اطواق الذهب فطلع ملک فی صورة آدمی علی شرف الوادی فسبح قائلا سبوح قدوس رب الملائکة والروح فلما سمع الخلیل تسبیح حبیبه اعجبه وشوّقه نحو لقائه ...... وکانوا خمسة آلاف غلام فانصفت الملائکة وسلمت بخلته کما سلمت بخلافة آدم۔

آپ کے پاس بکریوں کے پانچ ہزار ریوڑ اور پانچ ہزار غلام تھے، بکریوں کی نگہداشت وحفاظت کے لئے جو کُتّے تھے ان کے گلوں میں سونے کے پٹے

رہتے تھے،فرشتوں کواس بات سے تعجب ہوا کہ آپ کے پاس کثرت سے مال موجود ہے،اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ کے خلیل ہیں ، مقام خلت پر فائز ہیں،مال ودولت کی یہ فراوانی اورمقامِ خلت کا ایک ذات میں جمع ہونے سے فرشتے متعجب ہوئے۔

(روح البیان ، ج 7ص474، الصافات ،آیت: 105/104)

تسبیح سننے کےعوض تمام مال قربان کردیا

چنانچہ آپ کے مرتبہ کے اظہار کی خاطر اللہ تعالی نے آزمائش کے لئے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں زمین پر بھیجا،جس راہ سے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بکریاں لیکر جاتے تھے ، اسی راہ میں وہ فرشتہ انسان کی شکل میں اونچے ٹیلے پر بیٹھ گیااور ذکرالہی میں مصروف ہوکر بآواز بلند کہنے لگا:

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحُ.	میرا رب پاک اورعظمت والا ہے،فرشتوں اورحضرت جبریل کا پروردگار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے محبوب کی تسبیح سنی تو اس کی لقاء کا اشتیاق موجزن ہوا،آپ نے ان سے فرمایا:

یا انسان کرر ذکر ربی فلک نصف مالی فسبح بالتسبیح المذکور فقال کرر تسبیح خالقی فلک جمیع اموالی مما تری من	اے انسان ! میرے رب کا ذکر دوبارہ سناؤ،میں تمہیں اپنا آدھا مال عطا کردونگا،اس نے دوبارہ تسبیح وتقدیس بیان کی ، آپ نے فرمایا: میرے خالق کا ذکر دوبارہ کرو؛ میرا ہرقسم کا مال ومنال ،جوبکریاں،غلام اورجوکچھ تم دیکھ

الاغنام و الغلمان . رہے ہو وہ سارے کا سارا تمہارے لئے ہی ہے۔

(روح البیان ، ج 7ص 474، الصافات ،آیت: 105/104)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مال ذکر الٰہی کے لئے خرچ کر کے بتادیا کہ محبت الٰہی میں اس درجہ فنا ہو جاؤ کہ مال کی محبت تمہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے نہ روکے، دنیا اور دنیا کی دولت رب نے عطا کی ہے تو اس دنیوی دولت کے عوض اللہ تعالٰی سے دولتِ عقبٰی خریدنی چاہیئے، اخروی درجات اور اعلیٰ مراتب کا سوال کرنا چاہیئے۔اس کے برخلاف مال کی محبت میں منہمک ہو کر آخرت سے غفلت کرنا' دولت عقبٰی سے محروم ہو جانا اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنا، بندگی کا تقاضا نہیں۔

❁ قوم کے لئے دعوت حق ❁

حضرات ! سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو مسلسل حق کی دعوت دیتے رہے، بت پرستی کے عواقب ونتائج بیان فرماتے رہے اور خدائے واحد کی عبادت سے دنیا وآخرت میں کیا فوائد ہیں' یہ سمجھاتے رہے،دعوت دین کے میدان میں آپ نے جہدِ مسلسل وسعی پیہم کی'لیکن قوم نے کورِ باطن واندرونی خباثت کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔

❁ آتش کدہ گلزار بن گیا ❁

برادران اسلام ! حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل ہدایت کی دعوت دیتے اور بت پرستی سے منع فرماتے رہے،لوگوں کے دل چونکہ مسخ ہو چکے تھے اسی لئے انہوں نے مضبوط دلائل کے باوجود نہ ہدایت پائی اور نہ اس کی اشاعت میں حصہ لیا، بلکہ راہ حق سے روکنے کی مذموم سعی کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیتیں پہنچانے لگے، جب لوگ آپ کے دلائل کے سامنے عاجز ہو گئے تو آپ کو آگ میں ڈالنے کے

مشورے کرنے لگے اور منصوبے بنانے لگے، لوگوں نے کہا ایک بڑی عمارت بنا کر اس میں آگ کو خوب دہکایا جائے اور آپ کو اس آگ میں ڈالا جائے۔ قرآن شریف میں ان کا قول اس طرح مذکور ہے:

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ.

وہ کہنے لگے: اُن کے لئے ایک آتش خانہ بناؤ پھر ان کو دہکتی آگ میں ڈالدو۔

(سورۃ الصافات، آیت: 97)

اور سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ.

لوگوں نے کہا (حضرت) ابراہیم کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو۔

(سورۃ الانبیاء، آیت: 68)

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

قال ابن اسحق كانوا يجمعون الحطب شهرا فلما جمعوا ما أرادوا واشعلوا في كل ناحية من الحطب فاشتعلت النار واشتدت حتى ان كان الطائر لتمربها فتحرق من شدة وهجها فاوقدوا عليها سبعة ايام، روى

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہ لوگ ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور انہوں نے اپنے ارادہ کے مطابق لکڑیاں جمع کر لیا تو تمام لکڑیوں میں آگ جلائی، پھر آگ بھڑک اٹھی اور اس کے شعلے اتنے بلند ہونے لگے کہ اگر کوئی پرندہ اس کے پاس سے بھی گزرتا تو اس کی گرمی کی شدت سے مر جاتا۔ انہوں نے سات روز ان لکڑیوں کو جلتے رہنے دیا۔ روایت بیان کی گئی کہ اب انہیں یہ

انهم لم يعلموا كيف	معلوم نہیں ہورہا تھا کہ اس بھڑکتی آگ میں
يلقونه فيها فجاء إبليس	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے ڈالیں ؟
فعلمهم علم المنجنيق	انسان کا ازلی دشمن شیطان آگیا، اس نے
فعلموا ثم عمدوا إلى	انہیں منجنیق بنانے کی تعلیم دی اوراس کے
ابراهيم فرفعوه إلى راس	ذریعہ پھینکنے کا مشورہ دیا، وہ حضرت ابراہیم علیہ
البنيان وقيدوه ثم وضعوه	السلام کو ایک بلند عمارت پر لے گئے ،آپ
في المنجنيق مقيدا مغلولا	کے ہاتھ پیر باندھ کر منجنیق میں ڈال دیا، اس
فصاحت السموات	منظرکودیکھ کرآسمان اورزمین اوران میں رہنے
والأرض ومن فيها من	والے تمام مخلوق کی چیخ نکل گئی۔......جب
الملئكة وجميع	انہوں نے آپ کوآگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا
الخلق.......فلما أرادوا	تو پانی کا فرشتہ حاضر خدمت ہوا اورعرض کیا
القائه في النار أتاه خازن	:اے ابراہیم علیہ السلام! اگر آپ چاہیں تو میں
المياه فقال ان أردت	اس آگ کو یکدم بجھادوں ؟ ہوا کا فرشتہ آیا
أخمدت النار وأتاه	عرض کیا: ابراہیم علیہ السلام! اگر آپ چاہیں تو
خازن الرياح فقال ان	میں اس آگ کو ہوا سے اڑادوں ۔حضرت
شئت طيرت النار في	ابراہیم علیہ السلام نے (کمالِ استغناء کا
الهواء فقال ابراهيم لا	مظاہرہ کرتے ہوئے) فرمایا: مجھے تمہاری مدد
حاجة لي إليكم حسبي	کی کوئی ضرورت نہیں، میرا اللہ کافی ہے اوروہ
اللّٰه ونعم الوكيل.	بہتر کارساز ہے۔

(التفسیر المظہری،سورۃ الانبیاء،آیت: 68)

وروی عن أبی بن کعب ان ابراهيم قال حين أوثقوه ليلقوه فی النار "لاالـه الا أنت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شريک لک" ثم رموا بـه فی المنجنيق إليها واستقبله جبرئيل فقال يا ابراهيم ألک حاجة قال اما إليک فلا قال جبرئيل قال ربک فقال ابراهيم حسبی من سوالی علمه بحالی.	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے جب انہوں نے باندھا تو آپ نے لا الہ الا انت سبحانک لک الحمد ولک الملک لا شریک لک پڑھا' پھر انہوں نے آپ کو جب منجنیق میں بٹھا دیا اس وقت حضرت جبریل امین حاضر ہوئے،عرض کی: اے ابراہیم علیہ السلام! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حاضر ہوں ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:اے جبریل ! مجھے تمہاری اعانت کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اپنے رب سے ہی التجا کر لیجئے۔فرمایا:وہ میرے حال سے خوب واقف ہے مجھے عرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(تفسیر البغوی ،سورۃ الانبیاء۔68۔ التفسیر المظہری،سورۃ الانبیاء،آیت:68)

اس کے بعد ان ظالموں نے آپ کو منجنیق کے ذریعہ آگ میں پھینک دیا، جیسے ہی آپ آگ کے قریب ہوئے اللہ تعالی نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا' ارشاد الٰہی ہے:

قُلْنَا یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ.	ہم نے کہا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔

(سورۃ الانبیاء، آیت:69)

اس آیت کریمہ کے تحت صاحبِ تفسیر مظہری فرماتے ہیں:

ومن المعروف في الآثار أنه لم يبق يومئذ نار في الأرض إلا طفئت فلم ينتفع في ذلك اليوم بنار في العالم ولو لم يقل "وسلاما على إبراهيم" بقيت ذات برد أبدا	مشہور روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا تو اس دن روئے زمین پر کوئی آگ دہکتی نہ رہی سب بجھ گئیں اور دنیا میں کسی شخص نے اس دن آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، پھر اگر اللہ تعالیٰ آگ کو "ابراہیم پر سلامتی والی ہوجا" نہ فرماتا تو آگ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہوجاتی۔

حضرات! آگ پہلے کی طرح جلانے کی صفت سے متصف تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اسے اذیت اور تکلیف سے خالی کردیا جیسا کہ "عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ" کے الفاظ دلالت کرتے ہیں

قال السدی: فأخذت الملائكة بضبعي إبراهيم فأقعدوه على الأرض فإذا عين ماء عذب وورد	علامہ سدی کہتے ہیں: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلوؤں سے پکڑا اور بڑے آرام سے زمین پر بٹھادیا، جب آپ اس آتشکدہ میں اترے تو وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور سرخ رنگ

أحمر ونرجس ، قال كعب :ما أحرقت النار في إبراهيم إلا وثاقه قالوا: وكان إبراهيم في ذلك الموضع سبعة قال المنهال بن عمرو:قال إبراهيم ما كنت أياما قط أنعم مني من الأيام التي كنت فيها في النار قال ابن يسار :وبعث الله عز وجل ملك الظل في صورة إبراهيم فقعد فيها إلى جنب إبراهيم يؤنسه قالوا وبعث الله جبريل بقميص من حرير الجنة وطنفسة فألبسه القميص وأقعده على الطنفسة وقعد معه يحدثه وقال جبريل: يا إبراهيم!

کے گلاب اور نرگس تھے، حضرت کعب فرماتے ہیں: آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ کیا لیکن جن رسیوں سے آپ کو باندھا گیا تھا انہیں جلا دیا۔ علماء فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات دن رہے تھے۔ منہال بن عمرو فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جو دن میں نے آگ میں گزارے وہی دن میری زندگی کے عمدہ ترین دن تھے (اللہ تعالیٰ نے ان ایام میں خصوصی انعامات سے نوازا تھا) ابن یسار فرماتے ہیں سائے کے فرشتے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں بھیجا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ کرانس ومحبت کی باتیں کرتا تھا، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو جنت سے ریشمی قمیص اور جائے نماز دے کر بھیجا، جبرئیل نے قمیص آپ کو پہنا دی اور جائے نماز پر بٹھا دیا اور پھر جبرئیل علیہ السلام ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، جبرئیل نے کہا: اے ابراہیم!

إن ربک یقول :أما علمت أن النار لا تضر أحبابی ثم نظر نمرود وأشرف علی إبراهیم من صرح له فرآه جالسا فی روضة والملک قاعد إلی جنبه وما حوله نار تحرق الحطب فناداه :یا إبراهیم کبیر إلهک الذی بلغت قدرته أن حال بینک وبین ما أری یا إبراهیم هل تستطیع أن تخرج منها ؟ قال :نعم قال :هل تخشی إن أقمت فیها أن تضرک ؟ قال لا قال: فقم فاخرج منها فقام إبراهیم یمشی فیها حتی خرج منها فلما خرج إلیه قال له :یا إبراهیم !	آپ کا رب فرماتا ہے: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ ہمارے محبوبوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی؟ پھر نمرود نے اپنے محل کی بالکونی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو عجب نظارہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک باغیچہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشتہ آپ کے پہلو میں بیٹھ کر محو گفتگو ہے، جبکہ آپ کے اردگرد آگ لکڑیوں کو جلا رہی ہے، نمرود نے اپنے محل کے اوپر سے آواز دی، اے ابراہیم! آپ کے خداوند عظیم کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے آپ کے درمیان اور آگ کے درمیان اپنی حفاظت سے جو روک لگادی اُسے دیکھ رہا ہوں، اے ابراہیم! کیا آپ اس آگ سے نکل بھی سکتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، پھر نمرود نے پوچھا کیا آپ کو کوئی خدشہ ہے کہ اگر آپ اس میں ٹھہرے رہیں تو یہ آگ آپ کو جلا دے گی؟ فرمایا: نہیں، نمرود نے کہا پھر کھڑے ہوجایئے اور باہر نکل آیئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے شعلوں کے درمیان سے

من الرجل الذی رأیته	چلتے ہوئے باہر تشریف لائے، جب آپ باہر آ چکے تو
معک فی صورتک	نمرود نے پوچھا: اے ابراہیم! آگ میں آپ کے
قاعدا إلی جنبک ؟	ساتھ کون تھا جسے میں نے دیکھا؟ وہ تو بالکل آپ کی
قال :ذلک ملک	تصویر تھا اور آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، حضرت ابراہیم
الظل أرسله إلی ربی	علیہ السلام نے فرمایا وہ سایہ کا فرشتہ تھا، میرے رب
لیؤنسنی فیها فقال	نے اسے میری پاس بھیجا تھا تا کہ میری تنہائی کی
نمرود: یا إبراهیم إنی	اکتاہٹ کو دور کرے تو نمرود نے کہا میں آپ کے
مقرب إلی إلهک	خداوند عظیم کے لئے قربانی دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں
قربانا لما رأیت من	نے دیکھا ہے کہ جب آپ نے سارے خداؤں کی
قدرته وعزته فیما صنع	عبادت سے منہ موڑ کر اس کی عبادت اور توحید کو اپنایا تو
بک حین أبیت إلا	اس نے جو آپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اپنی
عبادته وتوحیده إنی	سطوت وقدرت کا کرشمہ دکھایا ہے اس سے میں بہت
ذابح له أربعة آلاف	متاثر ہوا ہوں، میں اس کی رضا کے لئے چار ہزار گائے
بقرة فقال له إبراهیم:	ذبح کروں گا، حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تک تو مشرکانہ
إذا لا یقبل الله منک	عقائد کا حامل اور اس غلط دین کا پیرو ہے اللہ تعالیٰ تیری
ما کنت علی دینک	قربانی قبول نہیں فرمائے گا، تو اپنا یہ باطل مذہب چھوڑے گا
حتی تفارقه إلی دینی	اور میرے دین کو قبول کرے گا تب تیری کوئی قربانی قبول
فقال :لا أستطیع	ہوگی، نمرود نے کہا میں اپنی سلطنت تو چھوڑ نہیں سکتا، آپ کا
ترک ملکی	دین اپنانے میں مجھے اپنی بادشاہی سے ہاتھ دھونے

ولکن سوف أذبحها له	پڑیں گے لیکن میں اس کے لئے گائیں ذبح کروں گا،
فذبحها له نمرود ثم	تو نمرود نے گائیں ذبح کیں اور حضرت ابراہیم علیہ
كف عن إبراهيم ومنعه	السلام کو کوئی زک پہنچانے سے باز آ گیا، اس طرح
الله منه. قال شعيب	اللہ تعالیٰ نے (اسے یہ منظر دکھا کر) حضرت ابراہیم کو
الجبائي :ألقي إبراهيم	اس کے (ضرر اور شر) سے بچالیا۔شعیب جبائی
في النار وهو ابن ست	فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو
عشرة سنة .	اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

(التفسیر المظھری ، سورۃ الانبیاء،آیت: 69)

حضرات! اللہ تعالی نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کے ساتھ سلامتی والی بن جانے کا حکم فرمایا' کیونکہ کوئی چیز زیادہ ٹھنڈی ہوجائے تو نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے فرمایا: ایسی ٹھنڈی ہو کہ سردی بھی نہ ہونے پائے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ نے نہیں جلایا' آگ میں جلانے کی قوت وصلاحیت جس پروردگار نے رکھی ہے اُسی کا حکم ہوا کہ ٹھنڈی سلامتی والی ہوجا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم ورضا کے مقام پر تھے، آپ نے رضا بالقضاء کے پیکر بن کر آگ میں ڈالے جانے کو قبول کیا کہ اگر فیصلۂ خداوندی یہی ہے اور جان جاتی ہے تو جائے' میں ہر حال میں اپنے رب کے فیصلہ کو تسلیم کرنے والا اور اس کے منشأ کے مطابق ہی چلنے والا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح وسلامت باہر تشریف لائے، آگ آپ کو معمولی بھی نقصان نہ پہنچاسکی، اس عظیم معجزہ کو دیکھ کر بھی وہ لوگ مشرف بہ اسلام

نہیں ہوئے تو آپ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنا وطن ترک کیا اور وہاں سے ہجرت کر کے ملک شام کی طرف کوچ فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ إِنِّی ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينُ	اور آپ نے کہا میں ایسی جگہ جانے والا ہوں جہاں کا رب نے حکم فرمایا، یقیناً وہ مجھے منزل تک پہنچائے گا۔

(سورۃ الصافات، آیت:99)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابراهيم حين خرج من النار سالما ولم يؤمنوا به إِنِّي ذاهِبٌ إِلى رَبِّي يعنى اهجر دار الكفر واذهب إلى حيث اتجرد فيه بعبادة ربى سَيَهْدِينِ يعنى خرج من النار سالما وقال انّى ذاهب إلى ربّى سيهدين إلى ما فيه صلاح دينى أو إلى مقصد قصدته حيث أمرنى ربى وهو الشام وحينئذ فرّ ابراهيم	حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے صحیح وسلامت باہر تشریف لائے اور مشرکین اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو آپ نے فرمایا میں تمہارے دارالکفر کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اور میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں میں سکون اور دلجمعی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں گا، جب آپ آگ سے سلامتی کے ساتھ باہر تشریف لائے تو فرمایا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ میری ایسی جگہ رہنمائی فرمائے گا جہاں میرے دین کی صلاح ہوگی یا یہ معنی کہ میں وہاں کا قصد کروں گا جہاں کا میرا رب مجھے حکم فرمائے گا تو آپ شام تشریف لے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام

هاربا مع سارة من ارض	نمرود کے خوف سے بابل کی زمین سے حضرت
بابل من خوف نمرود	سارہ کو لے کر نکل پڑے اور حضرت سارہ اپنے
وكانت سارة من أجمل	زمانہ کی تمام عورتوں سے زائد حسین وجمیل تھیں اور
نساء عصرها ومرّ بحدود	آپ مصر کی حدود سے گزرے، جبکہ مصر کا فرعون
مصر وفرعونها يومئذ	اس وقت صادف بن صادف تھا۔ (مصر کے
صادف بن صادف فغصب	باشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا)اس نے حضرت
سارة من ابراهيم فحمل	ابراہیم سے حضرت سارہ کو چھین لیا اور انہیں اپنے
صادف الجبار سارة إلى	محل میں لے گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم
قصره وجعل الله الجدر	کے لئے دیواروں اور پردوں کو انڈے کے پردے
والستور لابراهيم كقشر	کی طرح باریک بنادیا تاکہ آپ حضرت سارہ کو
البيضة ينظر إليها كيلا	دیکھتے رہیں اور آپ کا دل مطمئن رہے،آپ انتہائی
يقيد قلبه إليها وكان رجلا	غیرت مند شخصیت کے مالک تھے، جب اس ظالم
غيورا -فلمّا همّ بها زلزل	نے حضرت سارہ کا ارادہ کیا تو محل میں زلزلہ آ گیا،
القصر فلم يدران ذلك	ظالم کو معلوم نہ ہوا کہ یہ زلزلہ حضرت سارہ کی وجہ سے
من أجلها فتحول إلى	ہے وہ دوسرے محل میں منتقل ہو گیا تو وہ بھی لرزنے
القصر الثاني فزلزل به	لگا، وہ تیسرے محل میں چلا گیا تو وہ بھی اسی طرح
فتحول إلى القصر الثالث	لرزنے لگا، حضرت سارہ نے کہا یہ سب کچھ ابراہیم
فزلزل به فقالت سارة هذا	کی وجہ سے لرز رہا ہے، فرعون نے حضرت ابراہیم
من إلى ابراهيم رد اليه امرأته	علیہ السلام کو آپ کی زوجہ مطہرہ واپس کردی۔

وفی روایة فلمّا مدّیده إلیها شلت یده فاستغاث صادف بسارة وطلب الدعاء فدعت سارة فعادت الید کما کانت فمدیده إلیها ثانیة فصارت مشلولة فطلب الدعاء منها ثانیا وعهد ان لا یفعل لهذا الفعل فدعت السارة فمد یده إلیها ثالثة فشلت یده ثالثا وحلف ان عوفی ان لا یفعل ابدا فدعت سارة فصحت یده . وروی أحمد فی مسنده والبخاری ومسلم عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بینا هو ذات یوم وسارة إذ اتی علی جبار من الجبابرة

ایک اور روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا، اس نے حضرت سارہ سے فریاد کی اور دعا کی درخواست کی ،حضرت سارہ نے اس کی درستگی کے لئے دعا فرمائی، اس کا ہاتھ پہلے کی طرح بالکل ٹھیک ہوگیا، ظالم نے دوبارہ آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر وہ مفلوج ہوگیا ، اس نے دوبارہ آپ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ پھر ایسی حرکت نہیں کرے گا، حضرت سارہ نے دعا فرمائی تو وہ ہاتھ ٹھیک ہوگیا ، اس بے غیرت نے تیسری مرتبہ پھر ہاتھ بڑھایا ، وہ ہاتھ پھر شل ہوگیا، اب اس نے قسم کھائی کہ اب اگر ہاتھ ٹھیک ہوگیا تو پھر ہرگز ایسی حرکت نہیں کروں گا، حضرت سارہ نے دعا فرمائی اور ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کی معیت میں ایک جابر بادشاہ کے پاس سے گزرے

فقيل له ان هاهنا رجل معه امراة من احسن الناس فارسل إليه فساله عنها فقال من هذه قال أختي فاتي سارة فقال يا سارة ليس على وجه الأرض مؤمن غيري وغيرك وان هذا سالني فاخبرته انک أختي فلا تكذبني فارسل إليها فلمّا دخلت عليه ذهب يتناولها بيده فاخذ فقال ادعى اللّه لي ولا اضرک فدعت اللّه فاطلق ثم تناولها ثانيا فاخذ مثلها أو أشد فقال ادعى اللّه لي ولا اضرک فدعت اللّه فاطلق فدعا بعض حجبته	جب کہ اس بادشاہ کو پہلے خبر دی گئی تھی کہ یہاں ایک آدمی آیا ہے جس کے ساتھ ایک خوبصورت عورت ہے بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور حضرت سارہ سے متعلق پوچھا کہ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے، حضرت ابراہیم یہ جواب دے کر جب حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا اے سارہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے، اس ظالم بادشاہ نے تمہارے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا وہ میری بہن ہے تم میری تکذیب نہ کرنا، (کیونکہ اسلام او رایمان کے رشتہ سے تم میری بہن ہو) بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلایا، جب آپ بادشاہ کے دربار میں پہنچیں تو اس نے بدنیتی سے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ شل ہوگیا، بادشاہ نے حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کی اور کہا میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے دعا فرمائی اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا، پھر دوسری مرتبہ اس نے بدنیتی سے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ پہلے کی طرح بلکہ اس سے زیادہ شل ہوگیا، اس نے حضرت سارہ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ میں تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا، آپ نے دعاء کی، اس کا ہاتھ درست ہوگیا۔

فقال : انک لم تأتینی بانسان انما اتیتنی بشیطان فاخدما هاجر ، فأتته وهو قائم یصلی فاومی بیده مهیم قالت رد اللّه کید الفاجر فی نحره وأخدمنی هاجر .	بادشاہ نے اپنے درباری کو بلایا اور کہا تو میرے پاس کسی انسان کو نہیں کسی جن کو لایا ہے، بادشاہ نے حضرت سارہ کو خدمت کے لئے ایک باندی ہاجرہ پیش کی، جب حضرت سارہ ہاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم کے پاس پہنچیں تو آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابراہیم نے ہاتھ سے اشارہ سے فرمایا کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے فاجر کے مکر اور سازش کو اس کے سینے میں لوٹا دیا اور اس نے مجھے خدمت کے لئے ہاجرہ دی ہے۔

(التفسیر المظہری، سورۃ الصافات، ج:8، ص:126)

حضرات! حضرت سارہ کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ ایک قابل رغبت عورت ہے انہیں اپنی خدمت میں قبول فرمالیں ہوسکتا ہے ان کے بطن سے آپ کو اولاد ہو جائے۔

فرزندِ دلبند کی خوشخبری

اب تک آپ کو اولاد نہ ہوئی تھی، اس ہجرت کے بعد آپ نے رب کائنات سے التجا کی کہ اولاد کی نعمت بخشے:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ. اے میرے رب! مجھے فرزندِ صالح عطا فرما۔

(سورۃ الصافات، آیت:100)

اللہ کے محبوب بندوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند ہمت بلند سرفراز کرنے کی خوشخبری عطا فرمائی' چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

فَبَشَّرْنَاہُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ تو ہم نے اُنہیں ایک بردبار صاحبزادہ کی بشارت دی۔

(سورۃالصافات،آیت:101)

برادرانِ اسلام! اِس آیتِ کریمہ میں کلمہ''غلام''کے ذریعہ بتایا گیا کہ حضرت خلیل کولڑکا ہوگا اوروہ ایسی عمرپائینگے جس میں عقل کمال وبلندی تک پہنچتی ہے اورانسان کا شمارارباب ِعقل ودانش میں ہونے لگتا ہے۔(تفسیر خازن، سورۃالصافات ،آیت:101)

حضرت ابراہیم کا مثالی خاندان

حضرات! یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک اورامتحان لیا جاتا ہے،عمر شریف کے اس حصہ میں شہزادہ عطا کیا گیا،پھرحکم ہوتا ہے کہ اپنے شہزادہ اوراہلیہ کوایک ایسے مقام پرچھوڑآ ؤجہاں نہ کوئی گھاس ہونہ پانی،حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ نے اپنے شیرخوارشہزادہ کوبے آب وگیاہ مقام پرچھوڑدیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اوراپنے شہزادہ کومکہ مکرمہ لے آئے،اورانہیں بیت اللہ شریف کے قریب ایک درخت کے نیچے بٹھادیا،اس وقت مکہ مکرمہ میں نہ کوئی انسان تھااورنہ ہی وہاں پانی موجودتھا۔آپ نے انہیں ایک چمڑے کاتھیلادیاجس میں کھجورتھےاورپانی سے بھراہواایک چھوٹامشکیزہ دیا۔

جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام عرض کرنے لگیں:آپ ہمیں اس جنگل میں چھوڑکرکہاں جارہے ہو؛جہاں نہ کوئی انسان ہےاورنہ کوئی اور چیز؟ وہ بارہا یہی کہتی رہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں مڑکربھی نہیں دیکھا،تب حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا:کیا اللہ تعالی نے آپ کوایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا:ہاں!تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: **اذا لایضیعنا** پھرتواللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا،یہ کہہ کروہ اطمنان کےساتھ واپس لوٹ آئیں اورحضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں سےتشریف لے گئے۔

جب آپ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے' وہاں رک گئے اور کعبۃ اللہ شریف کی جانب رُخ کیا اور اپنے دستہائے اقدس اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب وگیاہ مقام پر ٹھہرایا، اے ہمارے پروردگار! تا کہ یہ نمازیں پڑھیں، اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں، اور ان کو میوؤں سے روزی عطا فرما، تا کہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔(سورۃ ابراھیم، آیت:37)

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ ، وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ ،

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: خواتین میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے کمر پٹا باندھا تا کہ وہ اپنے قدم کے نشان مٹادے اور حضرت سارہ ان کا پیچھا نہ کرسکے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو اور آپ کے شہزادہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کو (مکہ مکرمہ) لے آئے، اور ہاجرہ علیہا السلام (اسوقت) حضرت اسماعیل علیہا السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور انھیں بیت اللہ کے قریب مسجد کی بلند جانب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام پر ہے جہاں آب زمزم ہے، اس وقت مکہ مکرمہ میں کوئی آباد نہ تھا،

وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ ،	اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام
فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ ، وَ	نے ان حضرات کو وہاں بٹھایا اور چمڑے کا ایک تھیلا
وَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ	کھجوروں سے (بھرا ہوا) اور پانی سے بھرا ہوا ایک
تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ ، ثُمَّ	چھوٹا مشکیزہ دیا۔ پھر جب آپ واپس جانے لگے تو
قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا	حضرت ام اسمٰعیل علیہا السلام ان کے پیچھے ہوئیں
فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ	اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کرنے
فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ	لگیں! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں
تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا	جا رہے ہو کہ جہاں نہ کوئی مونس وغمگسار ہے اور نہ
الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ	کوئی اور چیز؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے بار ہا یہی
انِيسٌ وَلاَ شَيْءٌ فَقَالَتْ	الفاظ دہرائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا ، وَجَعَلَ	انھیں نہیں دیکھا تو ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ کیا اللہ
لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ	نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ
آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا	السلام نے فرمایا: ہاں، انھوں نے جواب دیا کہ پھر تو
قَالَ نَعَمْ . قَالَتْ إِذًا لاَ	اللہ تعالی ہمیں ضائع ہونے نہیں دیگا، یہ کہہ کر وہ
يُضَيِّعُنَا . ثُمَّ رَجَعَتْ ،	واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا	واپس جانے لگے یہاں تک کہ جب اس پہاڑی پر
كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لاَ	پہنچے جہاں سے آپ انہیں دکھائی نہ دے سکتے تھے تو
يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ	آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کیا، پھر ان
الْبَيْتَ ، ثُمَّ دَعَا	کلمات کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند کرکے دعاء کی:

بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ (رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ) حَتَّى بَلَغَ (يَشْكُرُونَ) . وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا ، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى . أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ . فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا ، فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا ، فَهَبَطَتْ مِنَ ، الصَّفَا حَتَّى إِذَا

”اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب وگیاہ مقام پر ٹھہرایا، اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نمازیں پڑھیں، اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں، اور انہیں (ہرطرح کے) پھلوں کا رزق عطا فرما، تاکہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔“ (سورۃ ابراہیم، 37) اور سیدہ ہاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی اور خود مشکیزہ میں سے پانی پیتی پلاتی رہیں، یہاں تک کہ جب مشکیزہ میں پانی ختم ہوگیا، جس کے باعث آپ کو اور آپ کے لخت جگر کو پیاس محسوس ہوئی، جب آپ نے دیکھا کہ شہزادہ پیاس کی وجہ بے تاب ہورہے ہیں یا فرمایا کہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، تو وہ اس منظر کو دیکھ کر پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں، آپ کے سامنے صفا پہاڑ قریب ہی تھا آپ اس پر چڑھ گئیں پھر وادی میں دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا

بَلَغَتِ الْوَادِیَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ، ثُمَّ سَعَتْ سَعْیَ الإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ ، حَتَّی جَاوَزَتِ الْوَادِیَ ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ ، فَقَامَتْ عَلَیْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَی أَحَدًا ، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا ، فَفَعَلَتْ ذَلِکَ سَبْعَ مَرَّاتٍ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَلِکَ سَعْیُ النَّاسِ بَیْنَهُمَا .. فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَی الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا ، فَقَالَتْ صَهٍ .تُرِیدَ نَفْسَهَا ، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَیْضًا ، فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ ، إِنْ کَانَ عِنْدَکَ غِوَاثٌ .فَإِذَا هِیَ بِالْمَلَکِ ، عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ .	پھر آپ وہاں سے اتریں اور اپنا دامن سمیٹ کر نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے یہاں تک کہ وادی کو پار کر کے مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا، پھر اسی طرح (صفا ومروہ کے درمیان)سات دفعہ چکر لگائے۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی لئے لوگوں کے لئے ان دونوں (صفا ومروہ) کے درمیان سعی مقرر کی گئی ہے پھر جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام (آخری چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو سننا چاہئیے، پھر وہی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے بندے! تو جو کوئی بھی ہے) میں نے تیری آواز سن لی، کیا تو ہماری کوئی مدد کرسکتا ہے؟ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ آب زمزم

أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ . حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا ، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا ، وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ . أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ . لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا .. قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا ، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لاَ تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ ، يَبْنِي هَذَا الْغُلاَمُ ، وَأَبُوهُ ، وَإِنَّ اللَّهَ لاَ يُضِيعُ أَهْلَهُ . وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ

(چشمہ والی جگہ) کے قریب ایک فرشتہ (حضرت جبریل) ہے جو زمین پر اپنی ایڑی مارا (یا یہ فرمایا کہ) اپنا پر مارا یہاں تک کہ اس جگہ سے پانی نکلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے ہاتھ سے (مٹی سے) اس کے گرد حوض سا بنانے لگیں اور پانی چلو سے بھر بھر کر اپنی مشکیزہ میں ڈالنے لگیں ، جوں جوں وہ پانی لیتیں وہ چشمہ اور جوش مارتا جاتا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں (حوض نہ بناتیں) یا (آپ نے یہ ارشاد فرمایا) اگر وہ چلو بھر کر (مشکیزہ بھرنے کے لیے) پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) ارشاد فرمایا: حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے خود بھی پانی پیا اور اپنے شہزادہ کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ تم اپنی جان کا خوف نہ کرو، بیشک یہاں اللہ کا گھر ہے، جسے یہ نونہال اور ان کے

كَالرَّابِيَةِ ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ	والدمحترم تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع
فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ	نہیں کیا کرتا ۔ اور اس وقت بیت اللہ (کا مقام)
وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ	ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا اور جب برسات کا
كَذَلِكَ ، حَتَّى مَرَّتْ	پانی آتا تو وہ دائیں بائیں سے نکل جاتا ۔ سیدہ ہاجرہ
بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ .	علیہا السلام نے ایک مدت اسی طرح گزاری یہاں
أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ .	تک کہ جرہم قبیلے کے کچھ لوگ یا بنی جرہم کے کچھ
مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ	افراد ان کے پاس سے گزرے جو کَدَاء کے راستے
فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ ،	سے آرہے تھے ۔ وہ مکہ کے نشیب میں اترے، انھوں
فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا .	نے پرندوں کو وہاں گھومتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے
فَقَالُوا إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ	کہ یہ پرندے ضرور پانی کے گرد گھوم رہے ہیں، مگر ہم
لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ ، لَعَهْدُنَا	اس وادی سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہاں پانی
بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ	کہیں بھی نہیں ہے ۔ پھر انھوں نے ایک یا دو آدمیوں
، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ	کو پانی کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، انھوں نے دیکھا
جَرِيَّيْنِ ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ،	کہ پانی موجود ہے، وہ لوٹ کر گئے اور انھیں پانی کی
فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ	خبر دی، پھر وہ تمام افراد وہاں آئے ۔ حضور اکرم صلی
بِالْمَاءِ ، فَأَقْبَلُوا ، قَالَ	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی کے پاس ہی ام
وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ	اسماعیل علیہا السلام بیٹھی تھیں ۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا
فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ	آپ ہمیں یہاں اپنے پاس آباد ہونے کی اجازت
عِنْدَكِ	دیتی ہیں؟

فَقَالَتْ نَعَمْ ، وَلَكِنْ لاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوا نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ ، وَهِيَ تُحِبُّ الإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ ، فَنَزَلُوا مَعَهُمْ.	آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے، لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، انھوں نے اسے قبول کرلیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : (جرہم کے) لوگوں نے (وہاں رہنے کی)اس وقت اجازت مانگی جب خود اسماعیل کی والدہ یہ چاہتی تھی کہ یہاں بستی ہو۔ پس وہ لوگ وہیں آباد ہوگئے اور پیغام بھیج کر اپنے اہل وعیال کو بھی اسی جگہ بلا لیا اور وہ بھی وہیں ان کے پاس آ گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ،حدیث نمبر 3364)

اعتماد وتوکل کی اعلی مثال

حضرات! اس واقعہ کے ذریعہ خواتین امت کو صبر وتحمل، اعتماد وتوکل کی تعلیم دی گئی، شیر خوارگی کی عمر میں بچوں کو خصوصی نگہداشت میں رکھا جاتا ہے، ان کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ اس عمر میں بچوں کے اعضاءِ جسم نازک ہوتے ہیں، مزاج میں نزاکت ولطافت ہوتی ہے۔

شیر خوار بچہ کو تنہا ماں کے ساتھ ریگزار ویران میں چھوڑنا، غیر معمولی واقعہ ہے، اس واقعہ میں مرد حضرات کی بھی تربیت ہے اور خواتین ومستورات کی بھی، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے جواب میں دختران ملت کے لئے عظیم درس وپیغام ہے کہ جب آپ نے اتنا سنا کہ یہاں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق لایا گیا ہے تو بغیر کسی تامل اور فکر کے مکمل

اطمینان کے ساتھ وہیں رک گئیں، چین وقرار پایا، ظاہری طور پر وہاں نہ کوئی مونس وغمخوار ہے اور نہ کوئی ہم دم وغمگسار' نہ گھاس ہے نہ پانی' نہ کوئی مراقب ونگہبان ہے' نہ کوئی محافظ و پاسبان۔ خدائے تعالی کی ذات پر اس طرح کامل یقین اور اس کی نصرت پر مکمل بھروسہ تھا کہ فرمایا: جب یہ سب اللہ تعالی کے حکم سے ہے تو ہمیں وہ ضائع نہیں کرے گا، آپ اطمینان سے واپس جائیں!۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا توکل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالی نے وہاں زم زم کا کنواں جاری فرمادیا۔

انبیاء کا خواب' وحی ہوتا ہے

برادران اسلام! حضرتِ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آزمائشوں کا ایک سلسلہ رہا، جو محض آپ کی شان وعظمت کے اظہار کے لئے تھا، ابتلاء وآزمائش کی ایک اور اعلیٰ منزل یہ تھی کہ پروردِگار نے دعاؤں کے بعد جو لختِ جگر عطا فرمایا اور انکے متعلق متعدد بشارتیں عطا فرمائیں، حسن وجمال' عقل وافر' فہم کامل اور کئی ایک جواہر کا مالک بنایا' جب وہ والدگرامی کے ساتھ نشست وبرخاست کرنے لگے' خلوت وجلوت میں ہم دم رہنے لگے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے والدِ محترم کا قلب مسرتوں سے لبریز کرنے لگے، وہ فرزند دلبند جو باغِ خلیل کی رعنائی بنے، وہ فرزند دلبند جو چمن خلیل کی بہار ہوئے، حق تعالی نے انہی کو اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم فرمایا اور حکم بھی دیا تو حالتِ بیداری میں نہیں بلکہ خواب کے ذریعہ حکم دیا۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی الہی ہوتا ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ارشادِ نبوی ہے:

رؤیا الانبیاء فی المنام وحی . انبیاءکرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

(تفسیرابن کثیر،سورۃ الصافات،آیت : 103)

برادران اسلام! حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزم واستقلال پر ہزار بار قربان جائیں تو کم ہے، ہمیں اس سے فیض حاصل کرتے ہوئے ان امور میں پُرعزم وصاحب استقلال بننا چاہیئے ؛ جن پرعمل ہمارے لئے مشکل ہوتا ہے، جب حالات موافق نہیں رہتے ،طبیعت آمادہ نہیں ہوتی یا کوئی اور رکاوٹ آجاتی ہے تو ہمارا حوصلہ پست ہوتا نظر آتا ہے،عزم ابراہیمی پرنظر ڈالیں تو ہماری ہمت بندھ جائے گی ، ہمارا حوصلہ بلند ہوگا اور ہم استقلال واستقامت کے ساتھ شریعت پر کاربند ہوجائیں گے۔

صاحبزادہ کی قربانی کا حکم

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحبزادہ کی قربانی کا حکم دیا گیا، حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکمِ خداوندی کی تکمیل کا پختہ ارادہ کیا' عزم مصمم کے ساتھ آپ نے چھری اور رسی لے کر اپنے پارۂ جگر سے فرمایا: پیارے بیٹے! میرے ساتھ چلو' ہمیں اللہ کے لئے قربانی کرنی ہے، صاحبزادہ ساتھ ہوگئے' وادی منی میں پوچھا: ابّا جان! ہمیں کس چیز کی قربانی کرنی ہے؟ تو آپ نے اس وقت فرمایا، جیسا کہ ارشادالٰہی ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ : جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑنے کی

يَا بُنَیَّ إِنِّی أَرٰی فِی الْمَنَامِ عمر کو پہنچے تو اُنھوں نے فرمایا: اے پیارے

أَنِّی أَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَی.	بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کرر ہا ہوں۔ بتاؤ! تمہاری کیا رائے ہے؟

(سورۃ الصافات، آیت:102)

برادرانِ اسلام! جس وقت قربانی کی جارہی تھی اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف تیرہ(13)سال تھی، اس کم سنی میں صاحبزادہ نے جاں نثاری کا جس متانت کے ساتھ جواب دیا؛ وہ بڑے سے بڑے حلیم الطبع وبردبار افراد کے لئے نمونہ ہے، بہادروں کے لئے ہمت وحوصلہ ہے، عرض کیا: اے والد بزرگوار! حکم کی تعمیل میں نہ میں پس وپیش کرونگا اور نہ ہی آپ پر محبتِ پسر غالب آئیگی، آپ نے تاجِ خلت پہن رکھا ہے اور جوش قرباں میرے رگ و پے میں موج مارتا ہے۔

قرآن کریم بزبانِ ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ناطق ہے:

یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِی إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ	اے میرے والد بزرگوار! آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اس کو پورا کر گزریئے، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

(سورۃ الصافات، آیت:102)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ سے اس لئے مشورہ کیا کہ آپ ان کے صبر واستقلال اور آزمائش کے وقت ثابت قدمی کو دیکھنا چاہتے تھے، آپ نہ صرف ایک والد تھے بلکہ معلمِ قوم و مصلحِ امت بھی تھے، اگر صاحبزادہ سے جزع، فزع ظاہر ہوتو صبر کی تلقین کرنا بھی مقصود تھا لیکن ایسی کوئی صورت ظاہر نہ ہوئی اور کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، پیکر استقلال نبی کے صاحبزادہ ہیں، آپ

نے مثالی ثابت قدمی اور رضا بالقضاء کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات پر مکمل اعتماد نہ کیا بلکہ یہ خیال فرمایا: میں ہمہ تن منشأ الٰہی ومشیت ایزدی کا تابع ہوں، بذاتِ خود خیر کا کام نہیں کرسکتا اور نہ برائی سے بچ سکتا ہوں، اسی لئے 'ان شاء اللہ' کہا۔

صاحبِ تفسیر خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأنه لا حول عن معصية الله تعالى إلا بعصمة الله تعالى ولا قوة على طاعة الله إلا بتوفيق الله.	اللہ تعالیٰ کے بچائے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں اور طاعت وفرمانبرداری پر قوت وغلبہ ہمت وحوصلہ بھی اسی کی توفیق سے ہے، اسی لئے صبر کو مشیت الٰہی کے ساتھ ہی ذکر کیا۔

(تفسیر الخازن، ج4، ص24، سورۃ الصافات، آیت:102)

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے والد بزرگوار سے یہ عرض نہیں کیا کہ جو آپ دیکھ رہے ہیں اسی طرح کرگزریں بلکہ عرض کیا: آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اس کی تعمیل کیجئے! کم سنی کے باوجود ذہن کی رسائی اور فراست ایمانی کا یہ حال ہے کہ والد گرامی کے خواب کو وحی کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔

شیطان کی جانب سے رخنہ ڈالنے کی ناکام کوشش

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب صاحبزادہ کو قربانی کی خاطر لے چلے تو شیطان بے چین وبے قرار ہوگیا، اس نے حکمِ الٰہی پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مستعدی دیکھی تو اس عملِ خیر کو روکنے کے لئے مکروفریب سے کام لیا اور کہا آلِ ابراہیم کو میں آج آزمائش میں ناکام نہ کروں تو انہیں پھر کبھی ناکام نہ کرسکوں گا۔

شیطان ایک آدمی کی صورت میں حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدۂ محترمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ جانتی بھی ہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ کے بیٹے کو ساتھ کیوں لیا؟ آپ نے کہا ہاں! جنگل سے لکڑیاں چننے کے لئے۔

شیطان نے کہا: نہیں وہ تمہارے لختِ جگر کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر میں اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ والدہ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا، میں جانتی ہوں حضرت ابراہیم اپنے بیٹے سے کتنی محبت رکھتے ہیں۔ شیطان نے کہا یہ تو صحیح ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں ان کے شہزادہ کی قربانی کا حکم دیا، یہ سن کر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم اگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اُنہیں اس بات کا حکم فرمایا ہے تو اُنہوں نے بہت اچھا کیا' جو اپنے رب کی اطاعت میں لگ گئے۔ شیطان یہاں سے مایوس ہو کر لوٹ گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچا' آپ اپنے والد کی اتباع میں پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

شیطان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے شہزادے! والد گرامی کہاں لے جارہے ہیں؛ کیا خبر بھی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی صاحبزادہ کو بیان نہیں کیئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اس جنگل سے لکڑیاں جمع کرنے کے لئے لے جارہے ہیں۔

اس نے کہا: نہیں نہیں' والد گرامی آپ کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، آپ نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس نے کہا حق تعالی نے ان کو حکم دیا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: رب نے جو حکم دیا والد گرامی کو اس کی تعمیل کرنی چاہئے، شیطان یہاں سے بھی ناکام لوٹا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا: اس وادی میں کچھ کام کی خاطر جا رہا ہوں، شیطان نے کہا: مجھے پتہ ہے کہ شیطان نے آپ کو خواب میں صاحبزادہ ذبح کرنے کی بات دل میں ڈالی۔ یہ سن کر حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! نکل جا، دور ہو جا، میں اپنے رب کا حکم بہر صورت بجا لاؤں گا۔

اس طرح شیطان اپنی تمام کوششوں اور دجل وفریب کے باوجود مایوس و ناکام' رسوا و نامراد ہو گیا۔

(تفسیرالخازن ، ج 4، ص 24،سورۃ الصافات،آیت:102)

کنکریوں کے ذریعہ شیطان پر ضرب نبوت

بعض روایات میں آیا ہے کہ شیطان' حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں تین بار رکاوٹ ڈالنے کے لئے آیا، آپ نے ہر بار اس پر کنکریاں ماریں، ضرب نبوت کی تاب نہ لا کر وہ مزید خلل اندازی کی ہمت نہ کر سکا، جیسا کہ تفسیرِ خازن میں ہے:

وقال ابن عباس: لما أمر إبراهيم بذبح ابنه عرض له الشيطان عند جمرة العقبة فرماه بسبع حصيات حتى ذهب، ثم عرض له عند الجمرة الوسطى، فرماه بسبع حصيات حتى ذهب، ثم	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اپنے صاحبزادہ کی قربانی کا حکم دیا گیا تو اچانک مشعر حرام میں شیطان آ گیا آپ جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو شیطان وہاں آیا، آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر جمرۂ وسطی کے پاس آیا، آپ نے وہاں بھی اُسے سات کنکریاں ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر جمرۂ صغریٰ

عـرض لـه عـنـد الـجـمـرة	کے پاس آیا تو آپ نے سات کنکریاں ماریں'
الأخرى فرماه بسبع حصيات	یہاں تک کہ وہ چلا گیا ، اس کے بعد حضرت
حتـى ذهـب ثم مضى إبراهيم	ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم خداوندی
لأمر الله تعالى.	بجالایا۔

(تفسیرالقرطبی،سورۃ الصافات،تفسیرالخازن ، ج 4، ص24،سورۃ الصافات، صحیح ابن خزیمہ ، کتاب المناسك ، حدیث نمبر:2738۔المستدرك على الصحیحین ، کتاب المناسك ، حدیث نمبر: 1666)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذبح کرنے کے لئے اپنے لاڈلے کو زمین پراوندھا لٹادیا' تاکہ چہرہ دکھائی نہ دے کہ کہیں محبت پدری حکم بجالانے میں خلل انداز نہ ہوجائے ، پسر دلبر نے اس خیال سے کہ ذبح کے وقت جب میں مضطرب ہوجاؤں تو بارگاہِ الٰہی میں کہیں بے ادبی نہ ہو،عرض کیا! والد بزرگوار! میرے اعضاء باندھ دیجئے تاکہ مجھ سے اضطراب وبےچینی نہ ہونے پائے' پھر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کوخیال پیدا ہوا کہ بارگاہِ یزدی میں قربان ہورہاہوں اور رسّی سے بندھا ہوارہوں گا تو ایسا معلوم ہوگا گویا قیدی کی طرح زبردستی اورطبیعت کی ناگواری کے ساتھ حاضرہوا ہوں ،اس خیال کے ساتھ ہی والدِ بزرگوار سے عرض کیا کہ مجھے کھول دیجئے، جیسا کہ نزہۃ المجالس میں ہے:

وأن إسـمـاعيل قال لأبيه	حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد
حـل وثـاقـي لـئلا يقول	بزرگوار سے عرض کیا: میری رسی کھول دیجئے،لوگ یہ
الـنـاس ذبـحـه قهرا ولا	نہ کہیں کہ والد نے انہیں زبردستی ذبح کرڈالا،اوروہ
يـعـلـمـون أنـي أبـذل	نہیں جان سکیں گے کہ میں فرمانبرداری واختیار کے
روحي طائعا مختارا	ساتھ اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کررہاہوں۔

(نزهة المجالس ، باب فضل عرفة و العيدين و التكبير و الأضحية)

پھر یہ بھی عرض کیا کہ "اپنا دامن سمیٹ رکھئے کہ میرے خون کے چھینٹیں آپ کے دامن پاک پر نہ آئیں اور میرا قمیص ہو سکے تو میری والدہ کو دیجئے تا کہ ان کو قمیص سے تسلی ہوتی رہے۔"

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

(علامہ اقبالؒ)

حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ کو بوسہ دیا اور ان کے ہاتھ' پاؤں باندھ کر چھری گلے پر چلائی لیکن چھری نے گلا کاٹا نہیں، آپ نے تین بار پتھر پر چھری کو تیز کیا مگر چھری کو کاٹنے کا حکم نہ تھا، یہ حالت دیکھ کر صاحبزادہ نے عرض کیا: ابا جان! مجھے منہ کے بل رکھئے کہ کہیں آپ کی نظر پڑ جائے تو شفقت غالب نہ آئے اور امر الٰہی کی بجا آوری میں تاخیر نہ ہو جائے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی گردن پر بھی چھری چلا کر آزما لیا' لیکن چھری الٹی ہوگئی، قربانی کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور عمل باقی نہ تھا' جو جو مراحل ہونے تھے' ہو چکے، چھری تیز کی گئی، حلق پر اور گردن پر چلائی گئی لیکن چھری تیز اور دھاری دار ہونے کے باوجود کاٹتی نہ تھی' جاں نثاری کا یہ عمل جاری ہی تھا کہ قبولیت کی بشارت مل گئی اور آواز آئی، ارشاد الٰہی ہے:

فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ	جب ان دونوں نے حکمِ الٰہی کو تسلیم کیا اور
لِلْجَبِينِ. وَنَادَيْنَاهُ اَنْ	والد نے صاحبزادہ کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور
يَا اِبْرَاهِيمُ،	ذبح کرنے لگے تو ہم نے انہیں ندا دی کہ

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ .	اے ابراہیم ! واقعی آپ نے خواب سچا کر دکھایا' بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

(سورۃ الصافات، آیت: 104، تفسیر الخازن، ج4، ص24)

تفسیر در منثور میں روایت منقول ہے:

عن عطاء بن يسار رضى الله عنه قال سألت خوات بن جبير رضى الله عنه عن ذبيح الله قال : إسماعيل عليه السلام لما بلغ سبع سنين رأى إبراهيم عليه السلام فى النوم فى منزله بالشام أن يذبحه فركب إليه على البراق حتى جاء ه فوجده عند أمه فأخذ بيديه ومضى به لما أمر به وجاء الشيطان فى صورة رجل يعرفه فذبح	حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: میں نے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سات (7) سال کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر میں جو ملک شام میں واقع تھا، خواب دیکھا کہ آپ انہیں (حضرت اسماعیل علیہ السلام کو) ذبح کر رہے ہیں' تو سوار ہو کر اُن کے پاس گئے' حتی کہ ان کے پاس تشریف لائے، آپ نے انہیں ان کی ماں کے ہاں پایا، ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا اور اس کام کے لئے لے چلے جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا، شیطان ایسے آدمی کی صورت

طرفی حلقه فإذا هو	میں آیا جسے آپ پہچانتے تھے، پھر اُن گلے کے
نحر فی نحاس.	کناروں پر چھری چلانے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا
فشحذ الشفرة مرتین	کہ تانبے پر چھری چلا رہے ہیں۔ تو حضرت
أو ثلاثا بالحجر ولا	ابراہیم علیہ السلام نے پتھر سے دو یا تین مرتبہ چھری
تحز قال إبراهیم :إن	تیز کی لیکن چھری نہیں کاٹتی تھی، تب حضرت
هذا الأمر من الله فرفع	ابراھیم نے فرمایا: یہ سارا معاملہ اللہ تعالی کی طرف
رأسه فإذا هو بوعل	سے ہے، پھر آپ نے اپنا مبارک سر اٹھایا تو کیا
واقف بین یدیه فقال	دیکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے ایک دنبہ کھڑا ہے،
إبراهیم:قم یا بنی قد	ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ائے پیارے بیٹے!
نزل فداؤک فذبحه	اٹھو تمہاری جان کا فدیہ آچکا ہے پھر آپ نے
هناک بمنی.	(جانور) ذبح کر دیا، یہ واقعہ منیٰ میں رونما ہوا۔

(الدرالمنثور فی التفسیرالمأثور، سورۃ الصافات،آیت:107)

حضرات! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے صبر ورضا کا عظیم نمونہ پیش کیا، حکم خداوندی پر اپنے شہزادہ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام خود پیکر استقامت بنے رہے اور اپنے شہزادہ کی بھی ایسی تربیت فرمائی شہزادہ بھی قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

حضرات! اس کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا وصال ہوا، بعد ازاں سیدنا اسمعیل علیہ السلام کا عقد ہوا، پھر جب اللہ تعالی کا حکم آیا تو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے شہزادہ سیدنا اسمعیل علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی، اس کے

متعلق صحیح بخاری شریف میں وارد حدیث پاک ملاحظہ ہو:

حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ ، وَشَبَّ الْغُلاَمُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ ، بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا . ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ . فَشَكَتْ إِلَيْهِ. قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا

یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھر آباد ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام لڑکپن کی عمر کو پہنچے تو انھوں نے عربی ان (جرہم کے) لوگوں سے سیکھی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انہیں عادات وخصائل کے لحاظ سے بڑے نفیس اور دلکش نظر آئے تو انہوں نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے ان کی شادی کردی۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد اپنے صاحبزادہ کی خبر لینے کے لئے تشریف لائے جنہیں وہ چھوڑ کر گئے تھے، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر پر نہیں پایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا، انہوں نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی گزراوقات اور معاشی حالت کے بارے میں دریافت فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مفلوک الحالی میں ہیں، تنگدستی اور پریشانی میں زندگی بسر کررہے ہیں، اس طرح آپ سے

جَاءَ إِسْمَاعِيلُ ، كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا ، فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا ، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ . قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ ، وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ . قَالَ ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ . فَطَلَّقَهَا ، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى ، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ

خوب شکایت کی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارے خاوند آئیں تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں ۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے اور (اپنے والد ماجد کی) کچھ خوشبو محسوس کی تو (اہلیہ سے) کہا کہ کیا ہمارے گھر کوئی تشریف لائے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں ، ایک عمر رسیدہ صاحب اس شکل وشباہت کے آئے تھے ۔ اور انھوں نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا کہ آپ روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ بڑی تکلیف اور پریشانی میں وقت گزر رہا ہے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا انھوں نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی؟ جواب دیا "ہاں انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ کو سلام کہہ دوں اور یہ بھی کہا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم تھے اور انھوں نے مجھے حکم فرمایا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں ،تم اپنے گھر والوں میں چلی جاؤ! پھر آپ نے انہیں طلاق دے

فَلَمْ يَجِدْهُ ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ ، فَسَأَلَهَا عَنْهُ . فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا . قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ ، وَهَيْئَتِهِمْ . فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ . فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ . قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ . فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ . قَالَ النَّبِيُّ . صلى الله عليه وسلم . وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ . قَالَ فَهُمَا لاَ يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلاَّ لَمْ يُوَافِقَاهُ . قَالَ فَإِذَا

دی اور (جرہم قبیلہ میں سے) کسی دوسری خاتون سے شادی کرلی۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک میں ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد دوبارہ تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اپنے لخت جگر کو گھر پر نہ پایا، تو ان کی اہلیہ محترمہ کے پاس جا کر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا حال کیسا ہے؟ اور ان کی معیشت اور رہن سہن کے متعلق دریافت فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے ہم بہت خیر وخوبی کے ساتھ بڑے آرام سے زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم کیا کھاتے ہو؟ جواب دیا کہ گوشت، پھر دریافت کیا کہ تم کیا پیتے ہو؟ جواب دیا: پانی، آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دنوں وہاں غلہ نہیں ہوتا تھا، اگر ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا فرما دیتے۔ پھر فرمایا: ان دونوں چیزوں پر مکہ مکرمہ کے سوا اور کسی جگہ گزارا نہیں

جَـــــاءَ زَوْجُکِ فَاقْرَئِی عَلَیْهِ السَّلَامَ ، وَمُرِیهِ یُثْبِتُ عَتَبَةَ بَـابِـهِ ، فَلَمَّـا جَاءَ إِسْمَاعِیلُ قَالَ هَلْ أَتَاکُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَیْخٌ حَسَنُ الْهَیْئَةِ ، وَأَثْنَتْ عَلَیْهِ ، فَسَـأَلَنِی عَنْکَ فَـأَخْبَـرْتُـهُ ، فَسَأَلَنِی کَیْفَ عَیْشُـــنَــــا فَـأَخْبَـرْتُهُ أَنَّا بِخَیْرٍ . قَـالَ فَـأَوْصَـاکِ بِشَـیْءٍ قَـالَتْ نَعَمْ ، هُـوَ یَـقْـرَأُ عَـلَیْکَ السَّلَامَ ، وَیَـأْمُرُکَ أَنْ تُثْبِـــــتَ عَتَبَةَ بَابِکَ .قَالَ ذَاکِ أَبِی ، وَأَنْتِ

کیا جا سکتا، کیونکہ یہ مزاج سے موافقت نہیں کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور انہیں میرا حکم بھی پہنچانا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا۔ پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ ہمارے گھر کوئی تشریف لائے تھے؟ جواب دیا: ہاں! ایک خوبصورت سے بزرگ آئے تھے، پھر ان کی بڑی تعریف کی، اور کہا کہ اس بزرگ نے آپ سے متعلق دریافت کیا تو میں نے بتا دیا۔ پھر ہماری گزر اوقات کے بارے میں سوال کیا تو میں نے عرض کیا کہ زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی ہے؟ جواب دیا : ہاں !انہوں نے آپ کو سلام کہا اور فرمایا کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا ۔حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد محترم تھے اور تم دروازے کی چوکھٹ ہو، آپ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اپنی زوجیت میں رکھوں۔

الْعَتَبَةُ ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ .ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ ، وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِى نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ، ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ .قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ .قَالَ وَتُعِينُنِي .قَالَ وَأُعِينُكَ .قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا . وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا

پھر جب تک اللہ تعالی کو منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام(اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے،اس کے بعد جب تشریف لائے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس وقت چاہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست فرما رہے تھے ،جب انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو استقبال کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے،اور والد محترم نے اپنے شہزادہ کے ساتھ شفقت کی،اور شہزادہ نے والد کے ساتھ ادب واحترام کے وہ تمام تقاضے پورے کئے جو ایسے والد اور ایسے شہزادہ کے شایان شان تھے۔پھر فرمایا کہ اے اسماعیل! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے جو حکم دیا ہے وہ بجا لائیں،آپ نے فرمایا کہ کیا تم میری مدد کرو گے؟ انھوں نے عرض کیا : میں ضرور مدد کروں گا۔آپ نے فرمایا : اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے اور اس کی حدود کی جانب اشارہ فرمایا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ فَعِنْدَ ذَلِکَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ ، وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ ، فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي ، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ ، وَهُمَا يَقُولاَنِ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) . قَالَ فَجَعَلاَ يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ ، وَهُمَا يَقُولاَنِ (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

نے ارشاد فرمایا :اس وقت دونوں حضرات نے بیت اللہ شریف کی بنیادیں اٹھانی شروع کر دیں۔ہوا یوں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اورحضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے ، جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لے آئے اوراس کو رکھ دیا پھر ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوکر دیوار تعمیر کرتے اور اسماعیل علیہ السلام انھیں پتھر لا کر دیتے اور دونوں حضرات یوں عرض کرتے رہے:اے ہمارے پروردگار!تو ہم سے قبول فرما،بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں حضرات کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر کرتے رہے یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کے گرد یہ کہتے ہوئے پھرتے رہے :اے ہمارے پروردگار!تو ہم سے قبول فرما،بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔(سورۃ البقرۃ۔127)

(صحيح البخاری،کتاب أحاديث الأنبياء ،حديث نمبر: 3364)

حضرات حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو جب اولاد کے ذریعہ آزمایا گیا تو آپ نے اولاد کی قربانی پیش کی، جب جان کے ذریعہ آزمایا گیا تو جان قربان کرنے تیار ہوگئے۔اللہ تعالی نے آپ کی ہر قربانی قبول فرمائی،حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلہ

جنت کا دنبہ ذبح کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو بحکمِ خدا آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔

برادرانِ اسلام! سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مختلف طریقوں سے امتحان لیا گیا اور آپ ہر امتحان میں کامیاب ہوگئے ، ہر آزمائش پر صبر وتحمل کی چٹان اور استقامت کے پہاڑ بنے رہے، بڑے سے بڑا امتحان آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ لا سکا، کٹھن سے کٹھن آزمائش آپ کی ثابت قدمی کو بدل نہ سکی۔

اللہ تعالی نے آپ کی یاد کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا، آپ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ پیام ملتا ہے کہ مصائب ومشکلات خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں ، بندہ کو چاہئے کہ ہمیشہ صبر وتحمل کو اختیار کرے استقلال واستقامت کا مظاہرہ کرے، اپنے عقیدہ وایمان پر قائم رہے اور ہر حال میں راضی بقضا رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے صبر واستقامت، تسلیم ورضا کے تصدق اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں دین پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے!۔

آمِيْن بِجَاهِ طٰهٰ وَيٰسٓ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشرۂ ذی الحجہ وقربانی، فضائل واحکام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ،وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

حضرات! آج کے اس خطاب میں عشرۂ ذی الحجہ کے بارے میں ضروری گفتگو کرتے ہوئے قربانی کے فضائل واحکام بیان کرنے کی سعادت کروں گا۔

اللہ تعالی نے ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتوں کی عظمت وشان ظاہر کرتے ہوئے سورۃ الفجر میں ان کی قسم یاد فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ . قسم ہے صبح کی اور دس راتوں کی۔

(سورۃ الفجر، آیت:1/2)

جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَـا مِـنْ أَيَّـامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰـهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْـرِ ذِى الْـحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَـامُ كُـلِّ يَـوْمٍ مِـنْهَـا بِـصِيَـامِ سَنَةٍ ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْـلَةٍ مِـنْهَـا بِـقِيَـامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ.	ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں کی جانے والی عبادت اللہ تعالی کی بارگاہ میں دوسرے دنوں میں کی جانے والی عبادت سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے،اس میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے،اور اس کی ایک رات کا قیام سال بھر کی شب بیداری کے برابر اجر رکھتا ہے۔

(جامع ترمذی ،ابواب الصوم ،باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر،حدیث نمبر: 763۔زجاجة المصابیح،باب فی الاضحیة،حدیث نمبر:3118)

الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت مذکور ہے:

عَـنْ عَـائِشَةَ رَضِـيَ اللهُ عَنْهَا ، عَـنْ الـنَّبِـيِّ صَـلَّى اللـهُ عَلَيْـهِ وَسَـلَّـمَ اَنَّهُ قَالَ :مَنْ اَحْيَا لَيْلَةً مِـنْ لَيَـالِـىْ عَشْـرِ ذِى الْحِجَّةِ فَـكَـانَّـمَـا عَبَدَ اللهَ عِبَادَةَ مَنْ حَـجَّ وَاعْـتَـمَـرَ طُـوْلَ سَنَتِـهِ ، وَمَـنْ صَـامَ فِيْهَـا يَوْمًا فَكَاَنَّـمَا عَبَدَ اللهَ سَائِرَ سَنَتِهِ .	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو عشرۂ ذی الحجہ کی کسی رات کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرے گویا وہ اس سال حج اور سال بھر عمرہ کرنے والے کے برابر عبادت کرنے والا قرار پائیگا اور جو شخص اس عشرہ میں کسی دن روزہ رکھے تو گویا اس نے سال بھر اللہ تعالی کی عبادت کی۔

(الغنیة لطالبی طریق الحق، ج2،ص25)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا دَخَلَ عَشْر ذِی الْحِجَّةِ فَجِدُّوْا فِی الطَّاعَةِ،فَاِنَّهَا اَیَّامٌ فَضَّلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَعَلَ حُرْمَةَ لَیْلِهَا كَحُرْمَةِ نَهَارِهَا.	جب عشرۂ ذی الحجہ شروع ہوجائے تو عبادت واطاعت میں مزید اہتمام کرو کیونکہ یہ وہ ایام ہیں جنہیں اللہ تعالی نے فضیلت وبرتری عطا فرمائی ہے اوراس کی رات کوبھی دن کی طرح عظمت و تقدس والی بنایا ہے۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، ج2،ص25)

الترغیب والترہیب میں روایت ہے:

وعن انس بن مالک رضی اللہ عنه قال : کان یقال فی ایام العشر بکل یوم الف یوم ویوم عرفة عشرة آلاف یوم. رواہ البیهقی والاصبهانی.	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے فرمایا کہ عشرۂ ذی الحجہ سے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس عشرہ کا ہر دن،ثواب میں ایک ہزاردن کے برابر ہے اورعرفہ کا دن دس ہزاردنوں کے برابر شان وفضیلت رکھتا ہے۔امام بیہقی اورامام اصبہانی نے اس کی روایت کی ہے۔

(الترغیب والترھیب، ج2،ص200)

معمولات ذی الحجہ

حضرات!(1) ان مبارک دنوں میں چونکہ حج کے اعمال انجام دئے جاتے ہیں،حجاج کرام احرام کی حالت میں ہوتے ہیں،ان سے ایک قسم کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے بطور خاص قربانی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ یکم ذی الحجہ سے

قربانی کا جانور ذبح کرنے تک ناخن تراشنے اور بال کتروانے سے اجتناب کریں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ایام میں ناخن تراشنے اور بال کتروانے سے منع فرمایا چنانچہ صحیح مسلم شریف ج2،ص 160 میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أُهِلَّ هِلاَلُ ذِي الْحِجَّةِ فَلاَ يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلاَ مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ.	حضرت ابن اکیمہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے سنا ،فرماتے ہیں:میں نے حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے سنا: آپ نے فرمایا:حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لئے جانور ہو اور جب ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھائی دے،تو وہ اپنے بال نہ نکالے اور نہ ناخن تراشے یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

(صحیح مسلم،کتاب الاضاحی، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو مريد التضحية أن يأخذ من شعره أو أظفاره شيئا۔ حديث نمبر 5236)

(2) نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد اہل اسلام خواتین وحضرات تکبیر تشریق کا اہتمام کریں۔

(3) ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں روزہ کا اہتمام کریں،کم ازکم نویں ذی

الحجہ عرفہ کا روزہ رکھیں جو بڑی فضیلت کا حامل ہے۔

(4) صاحبان نصاب، قربانی کا لازمی طور پر اہتمام کریں۔

(5) جو قربانی نہ کر سکتے ہوں وہ بھی اگر عید کے دن ناخن تراشنے اور زائد بال کتروانے کا اہتمام کریں تو ان کے لئے مکمل قربانی کا اجر و ثواب ہے۔

(سنن ابوداود، ابواب الضحایا، باب ما جاء فی إیجاب الأضاحی، حدیث نمبر: 2791۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من لم یجد الأضحیة۔ حدیث نمبر: 4382)

قربانی' تقرب الٰہی کا ذریعہ

اللہ تعالی خالق کائنات و مالک حقیقی ہے، سب اسی کے بندے ہیں، اس کی بندگی ہی بندوں کی شان ہے اس کی عبادت ہی بندوں کا شیوہ ہے، بندوں کا ہر عمل اپنے پروردگار کے لئے ہونا چاہئے، بندوں کی آمد و رفت' نشست و برخاست اسی معبود حقیقی کی مرضی کے مطابق ہو، اُن کی عبادت و ریاضت' اُن کی ہر حرکت وسکون اسی خدائے ذوالجلال کے لئے ہو' اُن کا جینا اُسی کی خاطر ہو اور مرنا اُسی کی رضا کے لئے ہو' جیسا کہ خطبہ میں تلاوت کی گئی، آیت کریمہ میں مذکور ہے، اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت امت کو تعلیم دی:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.	بے شک میری نماز' میری تمام عبادتیں' میرا جینا اور میرا مرنا' اللہ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔

(سورۃ الانعام، آیت: 162)

برادران اسلام! ہم بندے، پروردگار عالم کے لئے قربانی کر کے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہم اس کے احکام کے سامنے سرنگوں ہیں، شریعت میں مقررہ ایک جانور کا خون بہا کر اس فکر کی تجدید کرتے ہیں کہ ہماری نیاز مندیاں اُسی معبود حقیقی کے لئے ہے۔

ہم بندے اپنے اوقات ولمحات کو، اپنی تمام صلاحیتوں کو، اپنے مال واسباب کو، حتی کہ اپنی جان عزیز کو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیں تب بھی ہم سے حق بندگی ادا نہیں ہوسکتا۔

قربانی، اللہ تعالی کے پاس پسندیدہ عمل

حضرات! اللہ تعالی کی بارگاہ میں قربانی کرنا' اُسے پسندیدہ ومحبوب ہے' اس کے بغیر بندہ صالحیت ونیکو کاری حاصل نہیں کرسکتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم نیکی کو نہیں پاسکتے یہاں تک کہ اس چیز سے خرچ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

(سورۃ ال عمران، آیت:92)

اللہ تعالی نے سورۃ الکوثر میں قربانی کرنے کا حکم فرمایا، ارشاد فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

(سورۃ الکوثر، آیت:2)

قربانی کا مفہوم اور اس کا مقصود اطاعت وبندگی ہے، قربانی کے جانور کا گوشت پوست' خون وغیرہ بارگاہ یزدی میں نہیں پہنچتا' بلکہ اللہ تعالی بندہ کی پرہیزگاری اور اس کا

اخلاص دیکھتا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ .	قربانی کا نہ گوشت اللہ تعالی کو پہنچتا ہے اور نہ خون لیکن تمہارا تقوی اس کی بارگاہ میں باریاب ہوتا ہے۔

(سورۃ الحج، آیت:37)

قربانی اللہ تعالی کی خوشنودی کا ذریعہ

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی سے رب تبارک وتعالی کی رضامندی وخوشنودی حاصل ہوتی ہے‘ چنانچہ شعب الایمان میں حدیث مبارک ہے:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال عجب ربكم من ذبحكم الضأن في يوم عيدكم.	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری عید کے دن دنبہ ذبح کرنے کے تمہارے عمل سے تمہارا پروردگار خوش ہوتا ہے۔

(شعب الایمان، ج 5، باب فی القرابین والأمانة ص482، حدیث نمبر:7085)

قربانی خوشدلی سے کی جائے

برادران اسلام! قربانی کے متعدد فضائل ہیں اور اسکے اجر وثواب کی بابت کئی ایک احادیث شریفہ وارد ہیں، عیدالاضحیٰ کے دن اللہ تعالی کے پاس محبوب ترین عمل قربانی کرنا ہے‘ جانور کا خون پہلے مقام قبولیت میں پہنچتا ہے‘ اُس کے بعد زمین پر گرتا ہے، لہذا قربانی کرنے میں کوتاہی یا پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے، پروردگار عالم کے پاس پسندیدہ یہ

عمل بطیب خاطر اور نہایت خوشدلی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی قربانی کے دن ایسا کوئی عمل نہیں کرتا جو اللہ تعالی کے پاس قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ ہو، یقیناً وہ قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون' زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرلیتا ہے' تو تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(جامع الترمذی ج 1،ابواب الاضاحی ،باب ماجاء فی فضل الاضحیة ،ص 275 ، حدیث نمبر:1572)

حضرات! ہم کیا جانیں ہمارا کونسا عمل بارگاہ الہی میں قبول ہوا اور کونسا عمل رد کردیا گیا' قربان جایئے ،حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر آپ نے قربانی کی مقبولیت کی یہ بشارت سنائی کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل بارگاہ یزدی میں قبولیت حاصل کرتا ہے، ہم محض خون کے قطرات گرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درجۂ قبولیت کے حصول کو بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی

قربانی کرنے والوں کی نیکیوں میں اضافہ سے متعلق سنن ابن ماجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سراپا شاد منقول ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الأَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ. قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ. قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ.	سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہء کرام نے عرض کیا: تو اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوٹے سے بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی ہے، صحابہ عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اون کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اون کے چھوٹے سے بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی ہے۔

(سنن ابن ماجه، ج 2،ابواب الاضاحی،باب ثواب الاضحية، ص226،حديث نمبر: 3247)

جس مال کے ذریعہ قربانی کا جانور خریدتے ہیں' وہ اللہ تعالی ہی کی عطا ہے، وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کس قدر مہربان وکرم نواز ہے کہ وہی

مال عطا فرماتا ہے، پھر قربانی کرنے پر جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک عظیم نیکی عطا فرماتا ہے۔

بروز عید بہتر مال وہ ہے جو قربانی کے لئے خرچ کیا جائے

برادران اسلام! آدمی اپنی حوائج وضروریات کے لئے مال خرچ کرتا ہے، اپنی جائز خواہشات کی تکمیل کرتا ہے، مال سے صدقہ وخیرات بھی کرتا ہے، لیکن عیدالاضحیٰ کے روز اس مال سے افضل وبہتر کوئی مال نہیں جو قربانی کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ شعب الایمان میں حدیث پاک ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماأنفقت الورق في شئ أفضل من بحيرة ينحرها في يوم عيد۔	ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' آپ نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دن سب سے بہترین درہم وہی ہے جو ذبح کئے جانے والے جانور میں خرچ کیا جائے۔

(شعب الایمان ، ج 5، باب فی القرابین والامانة ،ص482،حدیث نمبر:7084)

زیادہ قیمت والے جانور، باعث فضیلت

حضرات! قربانی کے جانوروں کی قیمتیں بہت بڑی ہوئی ہیں، گزشتہ چند سالوں سے ہر سال گرانی میں اضافہ ہی ہورہا ہے، غور طلب بات یہ ہیکہ کم قیمت والے جانور کی قربانی کافی ہے یا زیادہ قیمت والے جانور کی قربانی کرنی چاہئے؟ اس سلسلہ میں یہ امر ضروری ہے کہ قربانی کا جانور صحتمند وفربہ' عیب سے سالم اور توانا ہو، اگر تندرست وفربہ جانوروں کی مختلف قسمیں ہوں اوران کی قیمتوں میں تفاوت ہو تو کم قیمت والے

جانور کی قربانی بھی درست ہو جاتی ہے' لیکن زائد قیمت والے جانور کی قربانی کرنے میں زائد اجر وثواب اور فضیلت ہے۔ بشرطیکہ مہنگا جانور لینے میں تکبر و ریاء مقصود نہ ہو، جیسا کہ کنز العمال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

إن أفضل الضحايا عند الله أغلاها و أنفسها.

بے شک اللہ تعالی کے پاس افضل قربانی وہ ہے جو سب سے زیادہ قیمتی اور سب سے زیادہ عمدہ ہو۔

(كنز العمال' كتاب الحج من قسم الأفعال' باب في واجبات الحج ومندوباته' حديث نمبر : 12693)

قربانی نہ کرنے پر وعید

برادران اسلام! اللہ تعالی نے گنجائش وفراخی رکھنے والوں کے ذمہ قربانی رکھی ہے' اور اس کے لئے اجر وثواب کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ آپ نے احادیث شریفہ سننے کی سعادت حاصل کی' اس کے برخلاف جو شخص گنجائش کے باوصف قربانی نہ کرے حقیقت میں اُس نے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی ،اس شخص کے لئے سخت وعید وارد ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور شعب الایمان میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مُصَلاَّنَا .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے فراخی وکشادگی پائی اور قربانی نہ کی ،وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجه ، باب الاضاحی ، حديث نمبر: 3242۔ شعب الايمان ج 5،

باب فی القرابین والامانۃ ص 481 / 482،حدیث نمبر: 7083)

قربانی کے دن اور وقت

تنویرالابصار مع الدرالمختار میں ہے:

(......ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص......)

(تنویرالابصار مع الدرالمختار، ج5، ص219)

کن دنوں میں قربانی کرنی چاہیئے اورکس دن قربانی کرنا زیادہ باعث ثواب ہے؟

اس سے متعلق کنزالعمال میں حدیث پاک ہے:

عن علی انہ کان یقول ایام النحر ثلاثۃ وافضلھن اولھن. ابن ابی الدنیا.	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں: قربانی کے دن تین ہیں اوران میں افضل پہلا دن ہے۔

(کنزالعمال ،کتاب الحج،باب فی واجبات الحج ومندوباتہ، حدیث نمبر: 12676)

مذکورہ حدیث پاک کی بنا پرفقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں:10، 11، 12 ذی الحجہ،قربانی کاوقت 10 ذی الحجہ نمازعیدالاضحیٰ کے بعد سے 12 ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک ہے،اس کے بعدقربانی نہیں کی جاسکتی اور رات میں قربانی کرنا ازروئے شریعت مکروہ ہے۔

صاحب قربانی اور چندضروری مسائل

جومسلمان عاقل وبالغ ہو'نصاب کا مالک ہواورمسافر یاقرض دار نہ ہواس پر قربانی واجب ہے' قربانی واجب ہونے کے لئے مال بڑھنے والا ہونا یااس پرسال گزرنا شرط نہیں ہےالبتہ زکوۃ واجب ہونے کے لئے مال کا بڑھنے والا ہونا اوراس پرسال گزرنا

ضروری ہے۔

قربانی واجب ہونے کے لئے مالی استطاعت کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہے:

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.	سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة هی أم لا، ص 226 ، حديث نمبر:3242)

❁ قربانی کا نصاب کیا ہے؟ ❁

قربانی کے سلسلہ میں نصاب کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بنیادی ضرورتوں کے علاوہ 60 گرام 755 ملی گرام سونے یا 425 گرام 285 ملی گرام چاندی کا مالک ہو یا اس کے معادل نقد رقم یا اتنی قیمت والی چیزیں اس کی ملکیت میں ہوں۔ رہائشی مکان، سواری، لباس اور گھر کا ضروری ساز و سامان بنیادی ضرورت میں داخل ہیں۔

فقہاء کرام نے لباس کے بارے میں یہ تفصیل بیان کی کہ ایک شخص کیلئے تین عدد کپڑے بنیادی ضرورت میں شامل ہیں؛ ایک گھر میں پہننے کے لئے، ایک کام کاج کے وقت پہننے کے لئے اور ایک جمعہ، عیدین اور دیگر مواقع پر پہننے کے لئے، اس کے علاوہ آدمی کے پاس جتنے کپڑے ہیں، سب بنیادی ضرورت سے زائد ہیں؛ رہائشی مکان کے

سلسلہ میں یہ صراحت کی گئی کہ ہر شخص کے لئے دومکان؛ ایک موسم گرما اور ایک موسم سرما کی مناسبت سے ہوں' ونیز باورچی خانہ' حمام وبیت الخلاء بنیادی ضرورت میں داخل ہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار ج5 کتاب الاضحیۃ ص219 میں ہے:

(قولہ الیسار الخ)بان ملک مائتی درھم اوعرضا یساویھا غیرمسکنہ وثیاب اللبس اومتاع یحتاجہ الی ان یذبح الاضحیۃ ......وصاحب الثیاب الاربعۃ لوساوی الرابع نصابا غنی وثلاثۃ فلا لان احدھا للبذلۃ والأخر للمھنۃ والثالث للجمع والوفد والاعیاد. حضرات! فقہاء کرام کی اس وضاحت کے تحت دیکھا جائے کہ رہائشی مکان اورضرورت کی اشیاء کے علاوہ اورکیا کیا چیزیں آدمی کے پاس ہیں، اگرانکی قیمت 60 گرام 755 ملی گرام سونے یا 425 گرام 285 ملی گرام چاندی کے مماثل ہےتو قربانی واجب قرار پائے گی، جیسے ضرورت کی سواری کے علاوہ کوئی اور سواری، تین جوڑوں کے علاوہ کپڑوں کے مزید جوڑے اورضرورت سے زائد دیگر چیزیں' ان سب کی قیمت اگرسونے یا چاندی کے مذکورہ نصاب تک پہنچتی ہوتو قربانی واجب ہے، خواہ اس پرسال گزرے یانہ گزرے، وہ تجارت کی غرض سے خریدی گئی ہوں یانہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کے ذمہ دار پرقربانی واجب ہے، دوسروں کے لئے ضروری نہیں، اس کے بارے میں یہ ذہن نشین رہے کہ قربانی نماز، روزہ، زکوۃ کی طرح ایک مستقل عبادت ہے جو مذکورہ نصاب کے مطابق استطاعت رکھنے والے

ہر بالغ فرد پر واجب ہوتی ہے،خواہ وہ گھر کا ذمہ دار ہو یا نہ ہو،مرد ہو یا عورت ہو،اگر ایک گھر میں مثلاً دس افراد صاحب استطاعت ہوں تو ہر ایک کے ذمہ علحدہ قربانی واجب ہوتی ہے۔

کیا قرض دار پر قربانی واجب ہے؟

بہت سے حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر قرض ہوتا ہے،مختلف ضرورتوں کے پیش نظر وہ دوسروں کے مقروض ہوتے ہیں اُن پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں ، اس کے لئے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے اُسے ذہن نشین کر لینا چاہئے !اگر کسی شخص کے پاس مذکورہ نصاب کے بقدر مال ہے اور وہ مقروض بھی ہے' ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اس کے مال سے اگر قرض ادا کیا جائے تو اس کے پاس بنیادی ضرورت کے علاوہ نصاب کے بقدر مال یا سامان باقی رہتا ہے یا نہیں،اگر اسکے مال سے قرض کی منہائی کے بعد وہ نصاب کا مالک رہتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

بعض حضرات ضرورت سے زائد اس قدر ساز و سامان رکھتے ہیں کہ اُن پر قربانی واجب ہوتی ہے،لیکن وہ اس لئے قربانی نہیں کرتے کہ اُن کے پاس نقد رقم موجود نہیں اور وہ اپنے آپ کو معذور و مجبور سمجھتے ہیں ، حالانکہ اُن کے پاس شرعی عذر نہیں۔جس پر قربانی واجب ہے،اگر اس شخص کے پاس فی الحال نقد رقم نہ ہو تب بھی اُسے قرضۂ حسنہ لے کر یا پھر ضرورت سے زائد جو سامان ہے اُسے فروخت کر کے قربانی کرنی ہوگی،اگر کوئی قرض کی ادائیگی کے بعد صاحب نصاب نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔

فتاوی عالمگیری ، ج5، کتاب الاضحیۃ ، الباب الاول فی بیان من تجب علیہ ومن

لاتجب، ص292 میں ہے: ولو کان علیہ دین بحیث لو صرف فیہ نقص نصابہ لاتجب.

❁ تاجرین پر قربانی کا حکم ❁

بعض کاروباری لوگ اس امید پر قرض لیتے ہیں کہ کاروبار میں نفع ہوجائے تو اس کی رقم سے قرض ادا ہوجائے گا، جب مقررہ مدت ختم ہوجاتی ہے، قرض کی ادائی کا موقع آتا ہے اور فضل الٰہی سے نفع حاصل ہوجاتا ہے تو قرض ادا کردیتے ہیں، ورنہ دوسرے شخص سے قرض حاصل کرکے سابقہ قرض ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قرض لینے اور دینے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے باوجود ان کے پاس ضرورت کی چیزیں مہیا ہوتی ہیں' گاڑی استعمال کرتے ہیں' اہل وعیال کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور تمام حوائج وضروریات کی تکمیل کرتے ہوئے بھی وہ مقروض ہی رہتے ہیں۔ ایسے کاروباری افراد کو قربانی کے سلسلہ میں مذکورہ وضاحت کے مطابق غور کرنا چاہئے کہ ان پر قربانی واجب ہے یا نہیں؛

اگر اُن کے پاس مذکورہ نصاب کے بقدر مال ہے اور ان کے ذمہ قرض اس قدر ہے کہ ان کے مال سے قرض ادا کیا جائے تو بنیادی ضرورت کے علاوہ نصاب کے بقدر مال یا سامان باقی نہیں رہتا تو اُن پر قربانی واجب نہیں، اگر ان کے مال سے قرض کی منہائی کے بعد وہ نصاب کے مالک رہتے ہیں تو ان پر قربانی واجب ہوگی۔

❁ قربانی کا جانور کیسا ہو؟ ❁

قربانی کیلئے یہ جانور مخصوص ہیں: بکرا' بکری' مینڈھا' بھیڑ' بیل' گائے' کھلگا' بھینس' اونٹ' اونٹنی ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی صحیح نہیں۔

قربانی کیلئے بکرے کی کم ازکم عمر ایک سال، گائے کی دوسال اور اونٹ کی پانچ

سال ہے،اس سے کم عمر والے جانور کی قربانی درست نہیں، چھ ماہ کا دنبہ اگر اتنا موٹا اور فربہ ہو کہ ایک سال کے بکرے کے برابر دکھائی دیتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے،ان جانوروں کی عمر مذکورہ عمر سے زیادہ ہو تو بدرجہ اولی جائز بلکہ افضل ہے،بکرا ایک سال سے کم، گائے دو سال سے کم اور اونٹ پانچ سال سے کم عمر ہو تو ان جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی جانب سے کرنا درست ہے، بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ میں سے ایک جانور ایک شخص کی جانب سے ہونا چاہئے اور بیل، گائے، کُھلگا، بھینس، اونٹ، اونٹنی میں سے ایک جانور سات اشخاص کی طرف سے دیا جاسکتا ہے یعنی سات آدمی شریک ہو کر ایک بیل یا گائے یا اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں تو درست ہے۔

جن عیوب کی وجہ قربانی درست نہیں

قربانی کے ذریعہ بندہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب حاصل کرتا ہے لہذا قربانی کے لئے ایسے جانور کا انتخاب کرنا چاہئے جو فربہ، صحیح وسالم ہو اور اندھا، لنگڑا، بیمار، کمزور نہ ہو۔

مندرجہ ذیل عیب والے جانوروں کی قربانی درست نہیں: اندھا، کانا، لنگڑا، بہت دبلا جو قربان گاہ تک نہ چل سکے، تہائی سے زیادہ کان یا دم یا سرین کٹا ہوا، تہائی سے زیادہ جس کی بینائی جاتی رہی ہو، بے دانت، اور وہ جانور جس کی سینگیں جڑ سے ٹوٹ گئی ہوں، البتہ ماں پیٹ سے (پیدائشی) جس کی سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔

جانور کے عیوب سے متعلق مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث مبارک ہے:

عن البراء بن عازب ان	سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت
رسول اللہ صلی اللہ	ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
علیہ وسلم سئل ماذا	دریافت کیا گیا کہ کن جانوروں کی قربانی نہیں
یتقی من الضحایا فقال	کرنی چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اربع، وقال البراء ویدی	ارشاد فرمایا: ''چار'' حضرت براء بن عازب
اقصر من ید رسول اللہ	رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میرا ہاتھ رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھوٹا
العرجاء البین ظلعھا	وکمتر ہے (1) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا ہونا
والعوراء البین عورھا	ظاہر ہو، (2) کانا، جس کا کانا ہونا واضح
والمریضۃ البین مرضھا	ہو، (3) بیمار، جس کا مرض ظاہر ہو (4) ایسا
والعجفاء التی لاتنقی .	کمزور ولاغر جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب ،حدیث نمبر : 19185)۔

نیز یہ روایت سنن کبری للبیھقی، کتاب الاضحیۃ، باب ماورد النھی عن التضحیۃ (حدیث نمبر: 19567) میں بھی مذکور ہے اور دست مبارک کے بجائے انگلیوں اور پوروں کا ذکر ہے۔

دیگر روایتوں میں ''چار'' کے لفظ کے ساتھ اشارہ کا لفظ وارد ہے، ارشادات مبارکہ وفرمودات عالیہ کے ساتھ صحابہء کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرکات وسکنات کو بھی جابجا بیان فرمایا ہے، مذکورہ حدیث پاک میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ارشاد مبارک بیان فرمادیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دست مبارک سے جو ''چار'' کا اشارہ فرمایا، اُس کو الفاظ میں ذکر فرمایا، اُن کے ادب نے اجازت نہیں دی کہ اپنے ہاتھ سے ''چار'' کا اشارہ بھی کر دیں ، عادت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ادا بیان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اشارۂ مبارک کو نقل کرنے کے لئے ادب واحترام رکاوٹ بن رہا ہے، آخر کار عذر پیش کر دیا کہ میرا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے چھوٹا وکمتر ہے، میری انگلیاں، آپ کی باعظمت انگلیوں سے کوتاہ ہیں، میرے پور آپ کے بابرکت پوروں کے سامنے ہیچ ہیں ۔اس طرح صحابہ کرام نے امت کو شریعت مطہرہ کے مسائل بتلائے اور بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب بھی سکھایا، جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے انوار احمدی میں تحریر فرمایا ہے:

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا۔ ادب نے اجازت نہ دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کریں آخر عذر ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے ظاہراً نہ اس میں کوئی مساوات کا شائبہ ہے نہ سوئے ادب باوجود اس کے، ادبِ صحابیت نے دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نہ کیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی، اب دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔''

(انوار احمدی ، ص:249)

❁ ذبح کا طریقہ ❁

ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر اس طرح

لٹائے کہ جانور کا سر جنوب کی طرف اور منہ قبلہ کی جانب رہے پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے اور ''بسم اللہ و اللہ اکبر'' کہہ کر قوت وتیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائے، اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو، کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دے۔

ذبح میں ان چار رگوں کو کاٹنا ضروری ہے (1) نرخرا، جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ (2) مری، جس سے کھانا پانی پیٹ میں جاتا ہے۔ (3/4) دونوں شہ رگیں، جن میں خون پھرتا ہے اور جو نرخرے اور مری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔

ردالمحتار ج،5،ص 207 میں ہے:

اذاقطع الحلقوم والمرئ والاکثر من کل ودجین یؤکل وما لا فلا .

صاحب قربانی کا ذبح کرنا' مستحب

قربانی کے جانور کو خود صاحب قربانی کا ذبح کرنا مستحب ہے، اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کرسکتا ہو تو کسی اور سے ذبح کرائے ایسی صورت میں صاحب قربانی کے لئے بہتر ہے کہ ذبح کے وقت سامنے رہے۔ جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عن علی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ :قومی یا فاطمۃ فاشھدی أضحیتک،	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ اٹھو اور اپنی قربانی کے جانور کے پاس موجود رہو۔

أما ان لک بأول قطرة تقطر من دمها مغفرة کل ذنب أصبته، أما إنه يجاء بها يوم القيامة بلحومها ودمائها سبعين ضعفا، ثم توضع في ميزانک، قال أبو سعيد الخدری :أی رسول الله؛أهذه لآل محمد خاصة فهم أهل لما خصوا به من خير أم لآل محمد وللناس عامة؟ قال بل هی لآل محمد وللناس عامة.

سنو!اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی صاحب قربانی کی تمام خطائیں جو اس نے کی ہیں معاف کردی جاتی ہیں،سنو!بروز قیامت قربانی کا جانور اپنے گوشت اور خون کے ستر (70) درجہ اضافہ کے ساتھ لایا جائے گا ، پھر تمہارے میزان میں رکھا جائے گا‘ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا یہ شرف وفضیلت اہل بیت کرام کے لئے خاص ہے؟ وہ حضرات تو ہر اس خیر وبھلائی کے حقدار ہیں جو ان کے ساتھ خاص کردی جائے، یا یہ فضیلت اہل بیت کرام اور سارے لوگوں کے لئے عام ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا : بلکہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص اور تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔

(کنزالعمال‘کتاب الحج من قسم الأفعال‘ باب في واجبات الحج ومندوباته‘ حدیث نمبر:12671)

❁ قربانی کی ماثور دعائیں ❁

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر جانور ذبح کرے اور کوئی بھی ماثور دعا پڑھے۔

دعا سے متعلق امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے:

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضحى بكبشين أملحين يضع رجله على صفاحهما إذا أراد أن يذبح، ويقول :بسم الله منک ولک اللهم تقبل من محمد.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید وسیاہ رنگ والے دو دنبے ذبح فرماتے' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنا قدم مبارک جانور کے پہلو پر رکھتے اور یہ دعا فرماتے ''بسم اللہ منک ولک اللھم تقبل من محمد'' اللہ کے نام سے' اے اللہ! یہ تیری ہی عطا ہے اور تیری بارگاہ میں قربانی ہے، اے اللہ! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہے اسے قبول فرما۔

(المعجم الكبير للطبراني' حديث نمبر:11166)

مذکورہ بالا دعا کے آخر میں ''مِنْ مُحَمَّدٍ'' کے بجائے ''مِنِّیْ'' کہے۔

سنن ابوداود میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے:

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ

بیشک میں نے ملت ابراہیم علیہ السلام پر قائم رہ کر تمام ادیان سے منہ موڑ کر اپنا رُخ یکسوئی سے اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں' بیشک میری نماز' میری تمام عبادتیں،

وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِینَ اَللّٰهُمَّ مِنکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ.

میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ تیری ہی عطا ہے اور تیری بارگاہ میں قربانی ہے' اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے اور آپ کی امت کی جانب سے قبول فرما' اللہ کے نام سے' اللہ بہت بڑا ہے۔

(سنن ابی داود ' کتاب الضحایا' باب ما یستحب من الضحایا' حدیث نمبر2797)

ذکر کردہ دعا کے آخر میں ''عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ'' کے بجائے ''عَنِّیْ'' کہے۔

اگر دوسروں کی جانب سے ذبح کرنا ہو تو پہلی دعا میں ''مِنْ'' کے بعد اور دوسری دعا میں ''عَنْ '' کے بعد صاحبِ قربانی کا نام ذکر کرے۔

(قربانی کے فضائل ومسائل سے متعلق تفصیلی معلومات اور فقہی جزئیات کے لئے احقر کی کتاب '' مسائل قربانی دور حاضر کے تناظر میں'' بزبان اردو اور انگلش شائع ہو چکی ہے، اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے اور قربانی کے مفہوم کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاهِ طٰهٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

...... قربانی کی دعاء......

إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِی وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِين. اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی هٰذِهِ الْاُضْحِيَّةَ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيلِكَ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ وَحَبِيبِكَ وَ نَبِيكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، پھر بِسْمِ اللّٰه وَ اللّٰه اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کردیں، اگر کسی دوسرے شخص کی جانب سے ذبح کررہے ہوں تو تَقَبَّلْ مِنِّی کے بجائے تَقَبَّلْ مِنْ .... کہہ کر صاحب قربانی کا نام لیں۔

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، فضائل و کمالات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنُ، وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنُ، وَاَصْحَابِهِ الْاَكْرَمِيْنَ اَجْمَعِيْنُ، وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّهُمْ وَتَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنُ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

برادران اسلام! خلیفۂ سوم، صاحب جود واحسان، جامع قرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی نے خصوصی عظمت وفضیلت سے نوازا، متعدد خصائص وامتیازات سے بہرہ مند فرمایا اور آپ کو خصائل حمیدہ وصفات عالیہ سے متصف فرما کر مقامات عالیہ ودرجات سَنِیہ پر فائز فرمایا۔

18 ذی الحجہ کو چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ ہوئی ہے، اسی مناسبت سے آج کتاب وسنت کی روشنی میں آپ کے فضائل وکمالات بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ان پاکباز بندوں کی مدح فرمائی جنھوں نے اپنی راتوں کو شب بیداری سے مزین کیا، جن کی جبینیں بارگاہ

خداوندی میں خم رہتی ہیں، جن کے دل خوف الٰہی سے معمور رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار بنے رہتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ.	بھلا وہ شخص جورات کی گھڑیاں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت میں بسر کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے (وہ اور مشرک برابر ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔) آپ فرما دیجئے! کیا کبھی علم والے اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں؟ اس کے سوا نہیں کہ صرف عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

(سورۃ الزمر، آیت:9)

برادران اسلام! امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ مذکورہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر درمنثور میں روایت ہے:

أخرج ابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويه وأبو نعيم في الحلية وابن عساكر عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أنه تلا هذه الآية (أمن هو قانت آناء	امام ابن منذر، امام ابن ابوحاتم، امام ابن مردویہ، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے یہ آیت کریمہ "أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا...." تلاوت

الليل ساجداً وقائماً يحذر الآخرة ويرجو رحمة ربه) قال: ذاك عثمان بن عفان وفي لفظ نزلت في عثمان بن عفان.	فرمائی اور کہا کہ وہ ہستی حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ہیں،اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

(الدر المنثور فی التأویل بالمأثور)

نزہۃ المجالس میں روایت ہے:

كان عثمان بن عفان يصوم الدهر ويقوم الليل إلا هجعة من أوله قالت إمرأة كان يحيى الليل كله في ركعة يجمع فيها القرآن.	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام فرماتے، رات کے ابتدائی حصہ میں تھوڑی دیر آرام فرماتے، آپ کی زوجۂ محترمہ نے فرمایا: آپ رات تمام قیام فرماتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم تلاوت فرماتے۔

(نزهة المجالس ومنتخب النفائس)

اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کی جس طرح ترتیب ہے ان کے درجات وکمالات بھی اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت منقول ہے:

قال علي رضي الله عنه على المنبر ألا	سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہوکر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ

أخبركم بخير هذه	وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کے
الآمة بعد نبيها قالوا	بارے میں نہ بتلاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: کیوں
بلى قال أبو بكر	نہیں؛ ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابو
الصديق ثم قال ألا	بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں
أخبركم بالثاني	نہ بتاؤں کہ آپ کے بعد کس کا درجہ ہے؟ انہوں نے
قالوا بلى قال عمر	عرض کیا: ہاں؛ ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ
ثم قال ألا أخبركم	حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں تیسری
بالثالث قالوا بلى	ہستی کون ہیں نہ بتاؤں؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فنزل على وهو	یہ فرماتے ہوئے منبر سے اتر گئے کہ وہ حضرت عثمان رضی
يقول عثمان.	اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(نزهة المجالس و منتخب النفائس)

نسب مبارک

آپ کا نام مبارک ''عثمان'' اور کنیت شریفہ ''ابوعبداللہ'' ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا نسب مبارک حضرت عبد مناف کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک سے جاملتا ہے۔

ولادت شریفہ

عام الفیل کے چھٹے سال سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریفہ ہوئی، جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ہے: ولد في السنة السادسة من الفيل.

(تاريخ الخلفاء، ج1، ص60)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام ''اروی'' ہے جو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ کی نواسی ہیں، جیسا کہ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم میں ہے:

عثمان بن عفان ..یکنی أبا عبد الله ...أمه أروى بنت كريز بن حبيب بن عبد شمس بن عبد مناف.	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کنیت ابوعبداللہ ہے والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی اروی ہے جو کریز بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کی صاحبزادی ہیں۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم، ج14، ص62)

ایمان میں سبقت

آپ سابقین اولین اور سابقین مہاجرین سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی دعوت وترغیب پر آپ نے اسلام قبول کیا، سب سے پہلے ایمان لانے والے خوش نصیبوں میں آپ چوتھے فرد ہیں، جیسا کہ اسد الغابہ میں روایت ہے:

أسلم في أول الإسلام، دعاه أبو بكر إلى الإسلام فأسلم، وكان يقول: إني لرابع أربعة في الإسلام.	ابتداء اسلام میں آپ مشرف باسلام ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اسلام قبول کیا، اور آپ فرمایا کرتے: بیشک اسلام قبول کرنے والوں میں، میں چوتھا شخص ہوں۔

(أسد الغابة لابن الاثير، باب العين، عثمان بن عفان)

'نور الابصار' میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد

سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

قال ابن اسحاق: هو اول الناس اسلاما بعد ابی بکر وعلی وزید بن حارثة.	علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختارصلی الله علیه وآله وسلم، ص79)

اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کا خصوصی اعزاز

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں:

(1) ایک ملک حبشہ کی جانب اور (2) مدینہ منورہ کی جانب۔

معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَنَسِ بن مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ: ......فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللَّهِ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ.	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج1، ص61، حدیث نمبر 141)

عقد نکاح

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ آپ کا عقد یکے بعد دیگرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو شہزادیوں سے ہوا، اسی لئے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والے کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اور آپ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده لو أن عندی مائة بنت تموت واحدة بعد واحدة زوجتک أخری حتی لا یبقی من المائة شیء هذا جبریل أخبرنی أن الله أمرنی أن أزوجک أختها.

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر میری سو لڑکیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے سب کا انتقال ہوتا جاتا تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے نکاح میں دیتا جاتا، یہاں تک کہ سو (100) مکمل ہو جاتیں، یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں (حضرت رقیہ) کی بہن (ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا) کو تمہارے نکاح میں دوں۔

(جامع الأحادیث، حدیث نمبر 16107۔ الجامع الکبیر للسیوطی، حرف الام۔ کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36206۔ نزهة المجالس و منتخب النفائس باب مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه)

لقب ''ذوالنورین'' کی وجہ تسمیہ

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں آپ کے لقب مبارک ''ذوالنورین'' سے متعلق روایت نقل فرمائی:

وأخرج البيهقي في سننه عن عبد الله بن عمر بن أبان الجعفي قال: قال لي خالي حسين الجعفي: تدرى لم سمى عثمان ذا النورين قلت لا قال: لم يجمع بين بنتي نبي منذ خلق الله آدم إلى أن تقوم الساعة غير عثمان فلذلك سمى ذا النورين.	امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے کہا کہ میرے ماموں حسین جعفی نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان کو ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے نہ ہوگا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں ہوں (یہ عظیم سعادت حضرت عثمان کے حصہ میں آئی) اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ج1، ص60)

ملاءاعلی میں آپ کا تذکرہ

حضرات! جس بابرکت ہستی کا تذکرہ ہم زمین پر کررہے ہیں وہ ایسی باعظمت ہستی ہے کہ ان کا تذکرہ ملاءاعلی میں بھی ہورہا ہے، آسمانی مخلوق بھی آپ کو ذوالنورین کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے، جیسا کہ کنزالعمال میں روایت ہے:

عن النزال بن سبرة قال: سألنا عليا عن عثمان قال: ذاك امرؤ يدعى في الملأ الأعلى ذا النورين.	حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ ہستی ہے جنہیں ملاء اعلی میں "ذوالنورین" کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر36181۔نزھۃ المجالس و منتخب النفائس)

کمال درجہ صفت حیاء سے متصف

برادران اسلام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کمال درجہ کی صفت حیاء سے متصف تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے مزاج وطبیعت کا خصوصی لحاظ فرمایا کرتے، صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے:

عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَيْمَانَ ابْنَيْ يَسَارٍ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَان فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوَّى ثِيَابَهُ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَلاَ أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ

حضرت عطا بن یسار، حضرت سلیمان بن یسار اور حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں استراحت فرما تھے، اور آپ کے زانوئے اقدس یا اپنی پنڈلی مبارک سے زائد کپڑا اہٹا ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست فرمالئے،

فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ	حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے اورانہوں
فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ	نے آپ کی خدمت میں معروضہ کیا، جب وہ چلے گئے
عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ	تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا:
فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ان
تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ	کے لیے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام کیا،
فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ	پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے، آپ نے
تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ	ان کے لئے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام
فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ	کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے تو
ثِيَابَكَ فَقَالَ : أَلاَ	آپ تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست
أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ	کیئے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
تَسْتَحِي مِنْهُ	فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے
الْمَلائِكَةُ .	فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔

(صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة،باب من فضائل عثمان بن عفان رضى الله عنه ،حديث نمبر،6362)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ	عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) حیادار ہیں، مجھے اندیشہ
أَذِنْتُ لَهُ عَلَى تِلْكَ	ہوا کہ اگر میں نے اُنہیں اسی حالت میں اجازت
الْحَالِ أَنْ لاَ يَبْلُغَ إِلَيَّ	دے دی تو وہ حیا کے باعث میرے پاس اپنی

فِي حَاجَتِهِ. ضرورت کو پیش نہ کرسکیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی الله عنه . حدیث نمبر، 6363)

آپ کی صفت حیاء کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں خصوصی دعاء فرمائی، جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

سألت ربی عز وجل ألا یوقفه الحساب فشفعني فيه. أبو الحسن الجوهری فی أماليه و ابن عساکر.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ سے معروضہ کیا کہ قیامت کے دن عثمان رضی اللہ عنہ کو حساب کے لئے کھڑا نہ کرے، تو اللہ تعالی نے ان کے حق میں میری سفارش قبول فرمالی۔

(کنز العمال، حدیث نمبر:33095)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مقبول دعا کا بارگاہ الٰہی میں اس قدر لحاظ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں بارگاہ خداوندی سے خصوصی اعلان ہوگا کہ آپ بڑی عز وشان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ . ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً . فَادْخُلِي فِي عِبَادِي . وَادْخُلِي جَنَّتِي .

اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کی جانب لوٹ آ؛ اس حال میں کہ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی ہے، اور میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

(سورة الفجر، آیت:27/30)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

فروی الضحاک، عن ابن عباس: نزلت فی عثمان بن عفان. امام ضحاک رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، سورۃ الفجر، آیت:24)

آپ کی شان سخاوت

برادران اسلام! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں، جن سے آپ کی رفعت شان آشکار ہوتی ہے، آپ کی عظمت وفضیلت اور شان سخاوت سے متعلق یہاں بطور نمونہ چند احادیث شریفہ ذکر کی جارہی ہیں جنہیں سیدی شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب ''مقاصد الاسلام'' حصۂ ششم میں درج فرمایا ہے۔

کنز العمال میں روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

أن المیرۃ انقطعت عن المدینۃ حتی جاع الناس فخرجت إلی بقیع الغرقد فوجدت خمسۃ عشر راحلۃ علیہا طعام ایک مرتبہ کئی روز مدینہ منورہ میں باہر سے غلہ نہیں آیا اور یہاں تک کہ لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی، تو میں بقیع غرقد کی جانب نکلا تو دیکھا کہ پندرہ اونٹ غلہ سے لدے ہوئے

فاشتريتها وحبست منها ثلاثة	ہیں تو میں نے انہیں خریدا اور تین اونٹ
وأتيت النبی صلى الله عليه	روکے رکھا اوران میں سے بارہ اونٹ حضور
وسلم باثنتی عشرة راحلة،	اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں
فدعا لی النبی صلى الله عليه	پیش کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم
وسلم.	نے میرے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36335)

امام ابن عساکر اور امام علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے:

عن أبی مسعود	حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،
قال..... فرأيت	آپ نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ
النبی صلى الله عليه	علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نہایت خوشی سے
وسلم قد رفع يديه	دونوں ہاتھ اس قدر اونچے فرمائے کہ آپ کے
حتى رئی بياض	مبارک بغلوں سے نور ظاہر ہونے لگا، آپ نے
إبطيه يدعو لعثمان	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جو دعائیں
دعاء ما سمعته دعا	فرمائیں میں نے حضرت عثمان سے پہلے اور آپ
لأحد قبله ولا بعده	کے بعد کسی کے لئے حضور کو اس قدر دعا کرتے
"اللهم! أعط عثمان،	ہوئے نہیں سنا۔ آپ دعا فرماتے: اے اللہ! عثمان کو
اللهم! افعل	یہ یہ عطا فرما! اے اللہ؛ عثمان کو ان چیزوں سے
بعثمان".	مالا مال فرما!۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36196)

نیز ابن عساکر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عن كثير بن مرة قال: سئل علی عن عثمان قال: نعم يسمى فى السماء الرابعة ذا النورين، وزوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم واحدة بعد أخرى، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يشترى بيتا يزيده فى المسجد غفر الله له، فاشتراه عثمان فزاده فى المسجد، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يبتاع مربد بنى فلان فيجعله صدقة للمسلمين غفر الله له! فاشتراه عثمان فجعله	حضرت کثیر بن مرہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کیا خوب شان والے ہیں! انہیں چوتھے آسمان پر ''ذوالنورین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرا اپنی دو شہزادیوں کا ان سے نکاح کروایا، مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (مسجد سے متصل) گھر خرید کر مسجد نبوی میں شامل کرے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ گھر خرید کر مسجد میں شریک کردیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص فلاں قبیلہ کا مربد یعنی کھجوریں اور غلہ سکھانے کی جگہ خرید کر مسلمانوں پر صدقہ کردے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو

صدقة على المسلمين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يجهز هذا الجيش. يعني جيش العسرة. غفر الله له! فجهزهم عثمان حتى لم يفقدوا عقالا. "كر".	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید کر مسلمانوں پر صدقہ کر دیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جیش عسرت کا سامان مہیّا کر دے خدائے تعالیٰ اس کو بخش دے گا، عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کا مکمل سامان فراہم کر دیا یہاں تک کہ اس میں ایک عقال بھی کم نہ تھی۔(ابن عساکر)

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36249)

امام طبرانی، امام ابن عساکراور امام علی متقی ہندی رحمہم اللہ نے روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بِشْرِ بن بَشِيرٍ الأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ اسْتَنْكَرُوا الْمَاءَ، وَكَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْ بنی غِفَارٍ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا رُومَةُ، وَكَانَ يَبِيعُ مِنْهَا الْقِرْبَةَ بِمُدٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:	حضرت ابوسلمہ بشر بن بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو پانی کو ناموافق پایا، اور قبیلۂ بنو غفار کے ایک شخص کے پاس ایک کنواں تھا جسے "رومہ" کہا جاتا تھا، وہ شخص اس کنویں سے ایک مشک پانی ایک مُد کے بدلہ فروخت کرتا تھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: تم اس کنویں کو مجھے جنت کے ایک چشمہ کے عوض

بِعُنِيهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ ،	بیچ دو! تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ
فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ	وآلہ وسلم! میرے اور میرے گھر والوں کے لئے
لِي ، وَلَا لِعِيَالِي غَيْرُهَا ، لَا	اس کے سوا (کمائی کا) کوئی اور ذریعہ نہیں ہے لہذا
أَسْتَطِيعُ ذَلِكَ ، فَبَلَغَ	میں اسے بیچنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جب یہ
ذَلِكَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ	بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو
تَعَالَى عَنْهُ فَاشْتَرَاهَا	آپ نے اسے پینتیس ہزار درہم کے عوض خرید لیا،
بِخَمْسَةٍ وَثَلَاثِينَ أَلْفَ	پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
دِرْهَمٍ ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى	خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اس کنویں کو خرید
رَسُولَ اللَّهِ أَتَجْعَلُ لِي مِثْلَ	لوں تو کیا آپ جنت کا چشمہ میرے لئے مقرر
الَّذِي جَعَلْتَهُ لَهُ عَيْنًا فِي	کردیں گے جس طرح آپ نے اس شخص کے
الْجَنَّةِ إِنِ اشْتَرَيْتُهَا ؟ قَالَ :	لئے جنت کا چشمہ مقرر کیا تھا، آپ نے ارشاد
نَعَمْ ، قَالَ : قَدِ اشْتَرَيْتُهَا ،	فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: یقیناً میں نے اس
وَجَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِينَ.	کو خرید لیا اور مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 1212۔ کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36183)

حضرات! اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سخاوت و فیاضی کی صفت سے متصف فرمایا، جود و سخا کی صفت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جب بھی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مال کی ضرورت پیش آتی تو آپ بے دریغ اپنا مال خرچ کرتے، کنز العمال میں

حدیث شریف ہے:

عن عمران بن حصین أنه شهد عثمان بن عفان أيام غزوة تبوك في جيش العسرة فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصدقة والقوة والتأسي وكانت نصارى العرب كتبوا إلى هرقل: إن هذا الرجل الذي خرج ينتحل النبوة قد هلك وأصابتهم سنون فهلكت أموالهم فإن كنت تريد أن تلحق دينك فالآن، فبعث رجلا من عظمائهم يقال له الصنار وجهز معه أربعين ألفا فلما بلغ ذلك نبي الله صلى الله عليه وسلم كتب في العرب وكان يجلس كل يوم على المنبر	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، آپ غزوۂ تبوک کے موقع پر جیش عسرت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کرنے، طاقتور بننے اور پیروی کرنے کا حکم فرمایا، عرب کے نصاری نے ہرقل کو لکھا کہ یہ صاحب جو نبوت کا دعوی کرتے ہیں اُن کی قوم اِن دنوں تباہی میں ہے وہ قحط سالی سے دوچار ہیں؛ کیونکہ ان کے مال ہلاک ہوگئے، اگر تم کو اپنے دین کی پاسداری ہے اور مدد کرنا چاہتے ہو تو یہی موقع ہے، اس نے ایک گورنر کو روانہ کیا جسے "صنار" کہا جاتا تھا، اور اس کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تیار کرکے مقابلہ کے لئے بھیجا، جب یہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے اطراف واکناف عرب کے علاقہ میں مبارک خطوط روانہ فرمائے، ہر روز آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے اور دعا میں کہتے کہ الٰہی! اگر یہ چند مسلمان ہلاک

فیدعو اللہ ویقول:	ہو جائیں تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ
اللھم إنک إن تھلک	رہے گا، اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت ابتر تھی،
ھذہ العصابۃ فلن تعبد	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے ملک شام
فی الأرض، فلم یکن	سے غلہ لانے کے لئے تجارتی قافلہ تیار کیا
للناس قوۃ، وکان عثمان	تھا، اسلامی ضرورت کو دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ
بن عفان قد جھز عیرہ	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں دوسو (200) اونٹ
إلی الشام یرید أن یمتار	مع پالان دیگر سامان اور دوسو (200) اوقئے پیش
علیھا فقال: یا رسول	کرتا ہوں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اللہ! ھذہ مائتا بعیر	''الحمد للہ '' کہہ کر تکبیر کہی اور سب مسلمان
بأقتابھا وأحلاسھا ومائتا	اتنے خوش ہوئے کہ ہر طرف سے تکبیر کے نعرے
أوقیۃ فحمد اللہ رسول	بلند ہوئے، پھر دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ	علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی
وسلم فکبر وکبر	رغبت دی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ اُٹھ
الناس، ثم قام مقاما آخر	کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ
فأمر بالصدقۃ، فقام	علیہ وآلہ وسلم! دوسو (200) اونٹ اور دو
عثمان فقال: یا نبی اللہ!	سو (200) اوقئے پیش کرتا ہوں، اس پر آپ نے
وھاتان مائتان ومائتا	تکبیر کہی، اور ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند
أوقیۃ فکبر وکبر الناس.	ہوئے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36188)

اسی طرح متفرق مجلسوں میں نو سو پچاس (950) اونٹنیاں اور بعض روایتوں میں نو سو ستر (970) اونٹنیاں اور تیس گھوڑے اور سات سو (700) اوقیئے سونا اور دس ہزار (10,000) دینار نقد پیش کیئے۔

فبعث إليه عثمان بعشرة آلاف دينار فصبت بين يديه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقلبها بين يديه ظهرا لبطن ويدعو له يقول: غفر الله لك يا عثمان! ما أسررت وما أعلنت وما أخفيت وما هو كائن إلى أن تقوم الساعة ما يبالي عثمان ما عمل بعد هذا. "عد، قط" وأبو نعيم في فضائل الصحابة. "كر".

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب دس ہزار (10,000) دینار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش کیئے گئے تو آپ ان دینار کو نہایت خوشی سے نیچے اوپر کرتے اور یہ فرماتے جاتے: اے عثمان! اللہ تعالی نے تمہارے ہر قسم کے گناہ خواہ چھپے ہوں یا ظاہر، آئندہ قیامت تک ہونے والے سب کی مغفرت کردی، پھر ارشاد فرمایا: اس کے بعد عثمان رضی اللہ تعالی عنہ جو چاہیں کریں؛ کچھ پرواہ نہیں، کوئی امر ان کو ضرر نہ دے گا۔ (ابن عدی، دارقطنی، ابونعیم، ابن عساکر)

(کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36189)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دفاع، صحابہ کی سنت

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے ایمان کو امت کے لئے ہدایت کا معیار قرار دیا، جب بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی شان کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو ایمانی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا دفاع کر کے اپنی محبت ووابستگی کا ثبوت دیں، صحیح بخاری شریف میں حدیث شریف ہے:

عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ . قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا ، فَقَالَ مَنْ هٰؤُلاءِ الْقَوْمُ قَالَ هٰؤُلاءِ قُرَيْشٌ. قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ .قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ .قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ .قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ایک مصری شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے آیا، تو اس مصری شخص نے چند بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس قبیلہ کے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ اکابر قریش ہیں، پھر اس شخص نے پوچھا: ان کے سردار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اس نے کہا: اے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بیان کریں! کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ غزوۂ احد کے دن موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے سوال کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر اس نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: آؤ، میں تمہیں حقیقت بیان کرتا ہوں: اب رہا آپ کا غزوۂ احد کے

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ	دن موجود نہ ہونا تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں
وَغَفَرَ لَهُ ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ	کہ بیشک اللہ تعالی نے انہیں درگزر فرما دیا اور ان کی
بَدْرٍ ، فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ	مغفرت فرمادی۔اب رہا آپ کا غزوۂ بدر میں
بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى	موجود نہ رہنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد میں
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی تھیں، اور
مَرِيضَةً ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ	وہ بیمار تھیں، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ بیشک تمہیں وہی ثواب
وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ	اور حصہ ہے جو بدر میں شریک ہونے والے آدمی
رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا	کے لئے ہے۔اب رہا آپ کا بیعت رضوان کے
وَسَهْمَهُ . وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ	وقت موجود نہ رہنا، تو اگر کوئی وادئ مکہ میں حضرت
بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ	عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہوتا
أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ	تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کو
عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ	(اسلام کا سفیر بنا کر) روانہ فرماتے، حضور اکرم صلی
فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ	ہی کو روانہ فرمایا تھا، اور بیعت رضوان تو حضرت
وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرُّضْوَانِ	عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے مکہ مکرمہ روانہ ہونے
بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى	کے بعد ہوئی، اس موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ
مَكَّةَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ	علیہ والہ وسلم نے اپنے داہنے دست مبارک کی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ . فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ ، فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ . فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الآنَ مَعَكَ .	یہ عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) کا ہاتھ ہے،اور اسے اپنے بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا: یہ (بیعت) عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) کی جانب سے ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے اس سوال کرنے والے شخص سے فرمایا: اب ان حقائق کو اپنے ساتھ (بحفاظت) لے جاؤ!۔

(صحيح البخاری ،كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان بن عفان أبی عمرو القرشی رضی الله عنه .حديث نمبر:3698)

بغیر محبوب کے طواف کعبہ بھی نہیں

صلح حدیبیہ کے وقت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر' مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، اہل مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ طواف کرلیں اور عمرہ ادا کرلیں ،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کروں گا ،تب انہوں نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی پھر اپنے داہنے دست مبارک کو بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا اے اللہ! یہ ہاتھ عثمان کی جانب سے ہے اور یہ ان کی طرف سے بیعت ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضرات! یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جھوٹی خبر پہنچنے کے بعد صحابہ کرام سے بیعت نہ لیتے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ حضرت عثمان کی جانب سے بیعت نہ لیتے کیونکہ جن کی شہادت ہو چکی اُن سے بیعت نہیں لی جاتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت لی، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت حقیقی صورت حال سے بخوبی واقف و باخبر ہیں۔

حضرت عثمان کی دیانت پر حضور کو کامل اعتماد

حضرات! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت و دیانت اور بارگاہ نبوی میں آپ کی قدر و منزلت کا اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اسلام کا سفیر مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسلامی سفیر منتخب کر کے گویا یہ پیام دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صداقت پر آپ کو مکمل اعتماد ہے اور آپ کی دیانت پر کامل وثوق ہے، آپ کی صداقت و دیانت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔

حدیبیہ میں آپ کو اسلامی سفیر مقرر کرنے کی حکمت

حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ اہل مکہ میں بھی معزز و مکرم تھے، وہ لوگ آپ کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ شخصیت پر انگلیاں اٹھائی جائیں گی، آپ کے بے داغ کردار پر چہ میگوئیاں کی جائیں گی، آپ کی صداقت و دیانت پر مختلف اعتراضات کئے جائیں گے، اسی لئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کو اپنا نمائندہ بنانا یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کمال دیانت پر دلالت کرتا ہے اور دست اقدس کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دینا یہ آپ کی کمال قربت پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے بغض کا نتیجہ

حضرات! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہنے والے خوش نصیب حضرات سے قلبی محبت اور گہری وابستگی رکھنا ایمان کا تقاضا ہے، اوران سے بغض رکھنا اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے، جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ	حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَ هَذَا قَالَ إِنَّهُ كَانَ يُبْغِضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللَّه.

خدمت اقدس میں ایک شخص کا جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، صحابہء کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک فرماتے ہوئے نہیں دیکھا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالی نے اس کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب،حدیث نمبر:3709)

آپ کا تواضع اور سادگی

حضرات! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ مراتب عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود مکمل تواضع اور سادگی کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے ،نزہۃ المجالس میں ہے:

وكان يطعم الناس طعام الإمارة ويأكل الخل والزيت.

آپ لوگوں کو بادشاہوں کی طرح کھلایا کرتے اور خود سرکہ اور زیتون استعمال کرتے۔

(نزهة المجالس و منتخب النفائس)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو شہادت کی بشارت

برادران اسلام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعطاء الہی قیامت تک رونما ہونے والے واقعات اور امتیوں کے احوال سے باخبر ہیں،یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بشارت دی کہ وہ شہید کئے جانے والے

ہیں،جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ ، قَالَ : اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ .	سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے تو وہ (اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط مسرت سے) جھومنے لگا،حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا اے احد!تھم جا تجھ پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح البخاری،حدیث نمبر: 3686)

نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن عساکر کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی:

وأخرج ابن عساكر عن زيد بن ثابت قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:مر بی عثمان وعندی ملك من الملائكة فقال: شهيد	سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:عثمان میرے پاس سے گزرے اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ حاضر تھا،اس نے عرض کیا:حضرت عثمان شہید ہیں،آپ کو آپ کی قوم شہید کرے گی،ہم سارے

یقتله قومه إنا نستحی منه. فرشتے حضرت عثمان سے حیاء کرتے ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، ج 1، ص62)

خلافت اور جنت کی بشارت

حضرات! یوں تو اللہ تعالی نے عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. اور اللہ تعالی نے تمام (صحابۂ کرام) سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

(سورۃ الحدید، آیت:10)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ جنت کی اس عمومی بشارت کے باوصف خصوصی بشارت سے بھی سرفراز فرمائے گئے، جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

عن أنس قال: جاء النبی صلی الله علیه وسلم فدخل إلی بستان فأتی آت فدق الباب، فقال: یا أنس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة والخلافة من بعدی، قلت: یا رسول الله!

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور ایک باغ میں تشریف لے گئے، ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت سنا دو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

أعلمه؟ فقال: أعلمه،	کیا میں انہیں یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد
فخرجت فإذا أبو بكر،	فرمایا: ہاں انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا
قلت له: أبشر بالجنة	دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف
وأبشر بالخلافة من	فرما ہیں، میں نے ان سے کہا: آپ کے لئے
رسول الله صلى الله عليه	جنت کی خوشخبری ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم، ثم جاء آت فدق	وسلم کی خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک
الباب، فقال: يا أنس! قم	صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک
فافتح له الباب وبشره	دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
بالجنة وبالخلافة من بعد	فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ
أبي بكر قلت: يا رسول	کھول دو اور انہیں جنت کی اور ابوبکر کے بعد
الله! أعلمه؟ فقال:	خلافت کی بشارت سنادو! میں نے عرض کیا:
أعلمه، فخرجت فإذا	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں انہیں
عمر، فقلت: أبشر	یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں
بالجنة وأبشر بالخلافة	انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں
من بعد أبي بكر، ثم جاء	کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں
آت فدق الباب، فقال: يا	نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری
أنس! قم فافتح له الباب	ہے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد
وبشره بالجنة وبالخلافة	خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک صاحب حاضر
من بعد عمر	ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم صلی

وأنه مقتول، فخرجت	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور
فإذا عثمان، قلت:	ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور عمر
أبشر بالجنة	بعد خلافت کی بشارت سنا دو! اور یہ بھی بشارت سنا دو
وبالخلافة من بعد	کہ وہ شہید ہونے والے ہیں، جب میں باہر نکلا تو کیا
عمر وأنک مقتول،	دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما
فدخل على النبي	ہیں، میں نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے
صلى الله عليه وسلم	اور حضرت عمر کے بعد خلافت کی بشارت ہے اور یہ
فقال: يا رسول الله!	بھی بشارت ہے کہ آپ شہید کئے جائیں گے۔ تو
والله ما تغنيت ولا	حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ حضرت نبی اکرم صلی
تمنيت ولا مسست	اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے
ذكري بيميني منذ	اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کی
بايعتک بها، قال: هو	قسم! میں نے کبھی گانا نہیں گایا اور نہ کبھی بے حیائی کا
ذاک يا عثمان. "كر"	کام کیا اور جس وقت سے میں نے اپنے سیدھے
، ورواه "ع، كر"من	ہاتھ سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے
طريق عبد الله بن	کبھی اس سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا، حضور اکرم صلی
إدريس عن المختار	اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عثمان! یہی وجہ
بن فلفل عن أنس.	ہے کہ تمہیں یہ درجات ملے ہیں۔

(کنز العمال، فضائل ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 36267)

آپ نے دو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت خرید لی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ سے ہیں، و نیز آپ نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت خریدی ہے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں روایت ہے:

عن أبي هريرة قال :اشترى عثمان بن عفان رضى الله عنه الجنة من النبى صلى الله عليه وسلم مرتين : بيع الحق حيث حفر بئر معونة ، وحيث جهز جيش العسرة. صحيح الإسناد .	سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دومرتبہ قطعی طور پر جنت خرید لی۔جس وقت بئر معونہ کو کھودا اور جبکہ جیش عسرت (غزوۂ تبوک) کا سامان فراہم کیا۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(مستدرك على الصحيحين،حديث نمبر:4564)

❁ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ❁

برادران اسلام! اللہ تعالی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ خصوصی شرف عطا فرمایا کہ آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی اور جنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی رفیق ہونے کا اعزاز بھی عطا کیا گیا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر

وَرَفِيقِي . يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ . نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

(جامع الترمذی،ابواب المناقب، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی الله عنه ، حديث نمبر:4063)

اولاد امجاد

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایک فرزند حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

دور خلافت

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ،حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی تدفین مبارک کے تیسرے دن مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء)

آپ کا دور خلافت کچھ کم بارہ سال رہا۔

شہادت عظمی

18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا آپ کا مزار مبارک جنت البقیع شریف میں ہے،اسد الغابہ میں ہے:

عن أبي معشر قال: وقتل عثمان يوم الجمعة، لثمان عشرة مضت من ذی الحجة، حضرت ابو معشر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ جمعہ کے دن،

سنة خمس وثلاثين، وكانت خلافته اثنتي عشرة سنة إلا اثني عشر يوماً .	اٹھارہ(18)ذی الحجہ،سنہ35ہجری میں شہید کئے گئے،اورآپ کا دورخلافت بارہ دن کم،بارہ(12)سال رہا۔

(اسد الغابہ لابن الاثیر)

بلوائیوں نے انچاس(49) دن تک آپ کا محاصرہ کیا،شہادت سے قبل حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اورارشادفرمایا:اگرچاہوتو ہمارے پاس افطارکرلواورچاہوتوتمہاری مددکی جائے گی توآپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افطارکرنے کواختیارکیا،جیسا کہ نورالابصار میں روایت ہے:

فقال الليلة رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقد مثل لي في هذه الخوخة واشار عثمان بيده الى خوخة في اعلى داره. فقال:ياعثمان! حصروك؟قلت:نعم،قال عطشوك؟ قلت:نعم،قال:فدلى دلوا شربت منه،فها انا اجد	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:آج رات میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا،یقیناً آپ اس کھڑکی میں جلوہ گرہوئے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مکان کے اوپر کی جانب جوکھڑکی ہے اشارہ کیا۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:اے عثمان!انہوں نے تمہارا محاصرہ کیاہے؟میں نے عرض کیا:ہاں۔آپ نے فرمایا؛انہوں نے تمہیں پیاسارکھا؟میں نے عرض کیا:ہاں۔حضرت عثمان نے کہا:پھرآپ نے ایک ڈول عنایت فرمایا‘ میں نے اسے نوش کیا،میں ابتک اپنے سینہ اورشانوں کے درمیان

بـرودـة ذلک الدلو بين ثـديـی وبيـن كتفي ،فقال :ان شـئـت افطرت عندنا وان شـئـت نـصـرت عـليهـم،فـاختـرت الفطر .نقله الاسحاقي.	اس ڈول کی ٹھنڈک کو پا رہا ہوں۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو اور اگر چاہو تو ان لوگوں پر تمہاری مدد کی جائے گی' تو میں نے آپ کے ساتھ افطار کی سعادت کو چن لیا۔علامہ اسحاقی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیه و آله و سلم،ص85)

بروز حشر' شان عثمان کا ظہور

حضرات! بروز حشر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو اللہ تعالی ایسے اعزاز و اکرام سے نوازے گا کہ مشرق ومغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے،جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں ہے:

عـن ابن عباس رضی الله عـنهما قال : كنت قاعدا عند النبی صلی الله عليه وسـلم إذ أقبل عثمان بن عـفـان رضـی الـلـه عنـه ، فـلـما دنا مـنـه ، قال :يا عثمان ، تقتل وأنت تقرأ سـورـة الـبـقـرـة ، فـتـقـع	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا،اچانک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے،جب آپ قریب آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اے عثمان! تمہیں اس حال میں شہید کیا جائے گا کہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کررہے ہوں گے اور

مــن دمک عــلـــی: (فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم)، وتبعث يوم القيامة أميرا على كل مخذول ، يغبطك أهل المشرق والمغرب ، وتشفع في عدد ربيعة ومضر.	تمہارا خون آیت کریمہ " فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم " پر گرے گا، قیامت کے دن تمہیں اس شان سے اٹھایا جائے گا کہ تم ہر آزمائش میں مبتلا شخص کے سردار ہوں گے،تمہارے مقام کو دیکھ کر مشرق ومغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے اور تم قبیلۂ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد میں لوگوں کی شفاعت کرو گے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، ذكر مقتل أمير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه،حديث نمبر:4531)

نماز جنازہ میں فرشتوں کی شرکت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں آسمانی فرشتے شریک ہوں گے،جیسا کہ الریاض النضرۃ میں حدیث شریف ہے:

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: يوم يموت عثمان تصلى عليه ملائكة السماء قلت يا	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: جس دن عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) شہید ہوں گے آسمانی فرشتے ان کی نماز ادا کریں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

رسول الله عثمان خاصة أم الناس عامة قال: عثمان خاصة.

لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ اعزاز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ تعالی عنہ) کے لئے خاص ہے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ۔ نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس۔مختصر تاریخ دمشق)

ارشادات وفرمودات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے جو اخیر خطبہ ارشاد فرمایا اسے علامہ مؤمن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے نورالابصار میں نقل کیا ہے:

عن يزيد بن عثمان ،قال آخر خطبة خطبها عثمان: ايها الناس!ان الله انما اعطاكم الدنيا لتطلبوا بها الآخرة فلم يعطكموها لتركنوا اليها ،ان الدنيا تفنى والآخرة تبقى لاتبطرنكم الفانية ولا تشغلنكم عن الباقية آثروا ما يبقى على ما يفنى فان الدنيا مقطعة

حضرت یزید بن عثمان سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالی نے تمہیں دنیا اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ آخرت طلب کرو! دنیا تمہیں اس لئے نہیں دی گئی کہ تم اس کی جانب مائل ہوجاؤ۔یاد رکھو! دنیا فنا ہونے والی ہے،اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔فنا ہونے والی چیز ہرگز تمہیں ناشکرگزار نہ بنائے اور باقی رہنے والی چیز سے غافل نہ کردے،فنا ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دیا کرو؛ کیونکہ دنیا سفر کی جگہ ہے اور حقیقت میں سب

وان المصير الى الله،اتقوا الله فان تقواه جنة من باسه ووسيلة عنده،واحذروا من الله الغيرة،الزموا جماعتكم لاتصيروا اخدانا،إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا . وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ	کو اللہ تعالی کی طرف لوٹنا ہے۔اللہ تعالی سے ڈرتے رہو؛ کیونکہ اللہ کا خوف اس کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ اور اس کے تقرب کا وسیلہ ہے۔اور اللہ تعالی کی صفت غیرت سے بچو! اور اپنی جماعت پر مضبوطی سے قائم رہو!(بزرگوں کے ساتھ) دوست نہ ہوجاؤ اور تم اللہ تعالی کی نعمت کو یاد کرو؛ جو(محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں)اس نے تم پر فرمائی ہے !جبکہ تم دشمن تھے،تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی اور تم اس کی اس نعمت کی برکت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے،تو اس نے تمہیں وہاں سے نکالا۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، ص80)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپ کی سیرت مبارکہ،آپ کے ارشادات وفرمودات انسانی زندگی میں ایک حسین انقلاب کا موجب ہے۔اللہ تعالی ہمیں آپ کی ذات گرامی سے بے پناہ محبت کرنے اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

○ تقاریب کو منکرات سے کس طرح بچائیں ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ، وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنْ، وَاَصْحَابِہِ الْاَکْرَمِیْنَ اَجْمَعِیْنْ،وَعَلٰی مَنْ اَحَبَّھُمْ وَتَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنْ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

برادران اسلام! اسلام طہارت و پاکیزگی کا دین ہے، اس کی پاکیزگی محض لباس و پوشاک تک ہی محدود نہیں، اس کی طہارت اعضاء جسم تک ہی محدود نہیں، اس کی صفائی رہائش و مکان تک ہی محدود نہیں، یہ ظاہر کی پاکیزگی ہے، اسلام ظاہری پاکیزگی سے زیادہ باطنی پاکیزگی کی تاکید کرتا ہے، اخلاق و کردار کی طہارت کی تعلیم دیتا ہے، افکار و نظریات کی صفائی کا درس دیتا ہے، بداخلاقی و بدکرداری کی گندگی سے منع کرتا ہے، فاسد افکار و ناپاک خیالات سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، بے حیائی و بے پردگی سے گریز کرنے کا حکم دیتا ہے، الغرض ظاہری و باطنی، پوشیدہ و عیاں ہر قسم کی بے حیائی و بدکرداری سے روکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میرے پروردگار نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا جو ظاہر ہوں اور پوشیدہ ہوں۔

(سورۃ الاعراف، آیت: 33)

بدنظری سے پرہیز اور عبادت کی شیرینی

برادران اسلام! اگر کسی شخص کی نظر کہیں غیر محرم پر پڑ جائے اور وہ اُسی لمحہ نظر پھیر لے تو بارگاہ خداوندی سے اُسے عبادت میں حلاوت وشیرینی نوازی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلاوَتَهَا.

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو مسلمان پہلی بار کسی عورت کے محاسن کو دیکھے پھر اپنی نگاہ نیچی کرلے تو اللہ تعالی اُسے ایسی عبادت کی توفیق دے گا جس کی حلاوت وہ محسوس کرے گا۔

(مسند احمد، مسند ابی امامۃالباھلی، حدیث نمبر:22938)

مسلمانوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ کسی اجنبی عورت پر نظر ہی نہ پڑے، جب کسی شخص کی نظر بے پردہ عورت پر پڑ جائے تو ایسے وقت اُسے اپنے نفس کو قابو رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد وبگاڑ کی جڑ کا ہی خاتمہ کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی تدبیر بیان فرمائی کہ وہ جائز طور پر خواہش کی تکمیل کرے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْـمَـرْاَۃَ تُقْبِلُ فِی صُورَۃِ شَیْـطَـانٍ وَتُـدْبِـرُفِی صُورَۃِ شَیْـطَـانٍ فَـإِذَا رَاَی اَحَدُکُمُ امْـرَاَۃً فَاَعْجَبَتْہُ فَلْیَاْتِ اَھْلَہُ فَـإِنَّ ذَاکَ یَـرُدُّ مِـمَّـا فِـی نَفْسِہِ.	یقیناً عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسے بھلی لگے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ یہ عمل ان خیالات کو دور کر دے گا جو اس کے دل ودماغ میں ہیں۔

(مسند احمد ، مسند جابر ،حدیث :14911)

بے حیائی پیدا کرنے والی جو اہم چیز اور بڑا سبب ہے وہ بدنظری ہے ،حکمت والے پروردگار نے بے حیائی پیدا کرنے والے اس سبب پر روک لگائی۔

❁ بدنظری پر روک کے ذریعہ بے حیائی کا خاتمہ ❁

برادران اسلام ! بے حیائی پیدا کرنے والے اس اہم سبب ''بدنظری'' پر اگر عملی طور پر روک لگا دی جائے جس طرح مذکورہ آیات مبارکہ واحادیث کریمہ میں حکم فرمایا گیا ہے تو یہ بعید نہیں کہ معاشرہ سے بے حیائی کا خاتمہ کرنے میں ہم کامیاب ہوجائیں، کیونکہ سب سے پہلے مرحلہ میں نظر ہی کام کرتی ہے' پھر اجنبی لڑکا لڑکی باہم گفتگو کرتے ہیں، ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں اوران کے تعلقات ناجائز طور پر بڑھتے رہتے ہیں' اگر اس کے پہلے سبب کا سدباب کیا جاتا تو باہم گفتگو کا موقع نہ ہوتا اور نہ حالات مزید بگڑتے ، اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجنبی عورت کو دیکھنے والے سے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے،حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ نَظَرَ إِلٰی مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَجْنَبِيَّةٍ عَنْ شَهْوَةٍ صُبَّ فِي عَيْنَيْهِ الْآنُکُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جوکوئی شہوت کے ساتھ کسی اجنبی عورت کے مقامات زینت کو دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگلا کر ڈالا جائے گا۔

(ھدایہ ، کتاب الکراھیة، ج4، ص458)

ہماری آنکھ میں چھوٹا سا تنکا چلا جائے تو ہم بے چین و مضطرب ہو جاتے ہیں، اگر کوئی کیڑا یا چیونٹی آنکھ کے اندر چلی جائے تو اس کی تکلیف اور سخت ہو جاتی ہے، کیا ایسا کمزور انسان پگلے ہوئے سیسہ کو اپنی آنکھوں میں برداشت کر سکے گا' ہرگز نہیں۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور اپنی نظروں کو محرمات و ناجائز مناظر سے آلودہ نہ کرے، اس لئے کہ اگر وہ بدنظری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے خیالات وافکار کا توازن برقرار نہیں رہتا، فکر میں انتشار اور تصور میں پراگندگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
(علامہ اقبالؒ)

منگیتر سے میل ملاپ

حضرات! لڑکا اور لڑکی کے درمیان نسبت طے پا جائے، منگنی کی رسم ہو جائے تو ہمارے معاشرہ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا' لڑکی ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف بات کرنے لگ جاتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ گھومنے پھرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔

کسی لڑکی سے اگر شادی کی نسبت طے ہو جائے تو شرعی لحاظ سے یہ دراصل

نکاح کے وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے، منگنی ہوتے ہی وہ دونوں شوہر اور بیوی نہیں ہوتے' کیونکہ محض منگنی کی وجہ سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوتا جب تک کہ گواہوں کے روبرو قاعدۂ شرعی کی روشنی میں ایجاب وقبول نہ کرلیا جائے، صرف نسبت طے ہوجانے سے لڑکا' لڑکی کا شوہر نہیں قرار پاتا اور نہ لڑکی' لڑکے کی بیوی ہوتی ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اس وقت تک اجنبی ہی رہتے ہیں جب تک دونوں کا عقد نکاح نہ ہوجائے چنانچہ نکاح سے قبل لڑکا لڑکی کا آپس میں ملنا جلنا' گھومنا پھرنا' باہم بات چیت کرنا اور بے تکلف گفتگو کرنا' جائز نہیں۔

درمختار ج5، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس، ص260، میں ہے:

ولا يكلم الاجنبية إلا عجوزا عطست أو سلمت فيشمتها و يرد السلام عليها، وإلا لا انتهى .وبه بان أن لفظة لا في نقل القهستاني:ويكلمها بما لا يحتاج إليه زائدة، فتنبه.

سانچق میں دولہے کی انگلی پکڑنا' مذموم رواج

برادران اسلام! سانچق کی رسم میں یہ رواج ہے کہ ہونے والی سالی دولہے کی انگلی کو پکڑتی ہے اور مہندی لگاتی ہے جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ خوشی کے موقع پر اس طرح کی حرکت بُری نہیں، اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ شادی ہو یا دیگر خوشی ومسرت کے مواقع حدود شریعت میں رہتے ہوئے تقریب منعقد کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن بے پردگی کے ساتھ غیر محرم کا سامنا کرنا' اس کے سامنے بے محابہ پیش ہوجانا، سالی یا کسی غیر محرم سے انگلی پکڑوانا، یہ سب امور ناجائز وحرام ہیں۔

غیر محرم کو چھونا اور مس کرنا سخت ممنوع ہے، اس سے متعلق احادیث شریفہ میں وعیدیں آئی ہیں چنانچہ ہدایہ میں حدیث پاک ہے:

مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وُضِعَ عَلَى كَفِّهِ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. جوشخص کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو چھوئے تو بروز قیامت اسکے ہاتھ پر انگارہ رکھا جائے گا۔

(ھدایہ ، کتاب الکراھیۃ ، ج4، ص459)

ہاتھ پر انگارہ اس لئے رکھا جائے گا کہ چھونے کا گناہ ہاتھ ہی کے ذریعہ ہوا تھا، ہلکی سی چنگاری درد والم سے بے قرار کر دیتی ہے، جہنم کا انگارہ اگر ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو ہاتھ کی تکلیف کا کیا عالم ہوگا، اس عالم شہادت میں اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا' پھر مرد کے لئے مہندی لگانے کی ممانعت ہے، جس مقصد کے لئے ہونے والی سالی دولہے کا ہاتھ پکڑتی ہے' نہ وہ مقصد صحیح ہے اور نہ ہی دونوں کو باہم چھونے کی اجازت ہے۔

لہذا سانچق وغیرہ کے موقع پر جو غیر شرعی رسومات انجام دی جاتی ہیں وہ سب قابل ترک ہیں۔

عورتوں کی خوبصورتی بیان کرنے کی ممانعت

برادران اسلام! غیر محرم کو دیکھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس کی وجہ سے مرد کا دل اجنبی عورت کی طرف مائل ہوتا ہے، اس میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے۔

تقاریب میں خواتین جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں، تو خاتون اپنے شوہر کے سامنے اجنبی خواتین اور غیر محارم کا ذکر کرتی ہیں، ان کے لباس کی خوبصورتی بیان کرتی ہیں، ان کے حسن و جمال کا ذکر کرتی ہیں، اگر کوئی عورت اپنے شوہر

کے سامنے کسی اجنبی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرے اور اس کی خوبصورتی بیان کرنے لگے تو مرد چشم تصور سے اسے دیکھنے لگتا ہے، یہاں بھی فتنہ کا امکان رہتا ہے جس طرح براہ راست آنکھ سے دیکھنے میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقاریب کے موقع پر اور ملاقات کے وقت ہونے والی اس برائی سے روکا اور شوہر کے سامنے کسی عورت کے حسن و جمال کا ذکر کرنے والی عورت کو دوسری عورت سے ملنے کی ہی ممانعت فرما دی۔

جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے:

عَنْ اَبِی وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا.

حضرت ابو وائل، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت سے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے اس کے محاسن کا یوں ذکر کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔

(جامع ترمذی، فی کراھیۃ مباشرۃ الرجال الرجال، حدیث نمبر:2716)

گانا بجانا' غیر اسلامی طریقہ

حضرات! آج مسلمان ناچ گانے کو تقریب کا بنیادی حصہ سمجھ رہے ہیں، بطور خاص نکاح کی تقریب میں گانا بجانا، معمول بن چکا ہے، مسلمانوں کی غیرت ایمانی وحمیت اسلامی اس قدر ناپید ہو چکی ہے کہ فرائض اسلامیہ: زکوۃ و حج کی ادائی کے سلسلہ میں پس و پیش کیا جا رہا ہے اور تقاریب میں اسراف اور حرام کاموں کے لئے بے دریغ

مال لٹایا جارہا ہے، کیا شادی بیاہ کے موقع پر ناچنا، گانا، بجانا ، رقص وسرود کی محفلیں سجانا اسلامی عمل ہے؟ کیا آر کے اسٹرا (RK Stra) کو بلا کر حیا کی چادر کو تار تار کرنا دینی کام ہے؟ کیا مئے نوشی، آتش بازی کے ذریعہ دوسروں کے چین وسکون میں خلل ڈالنا مسلمان کا شیوہ ہے؟۔

یہ اہل اسلام کا شیوہ نہیں ہوسکتا' یہ اہل ایمان کا شعار نہیں ہوسکتا، اسلام سے وابستگی اور ایمان کی تابندگی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تقاریب میں ان منکرات سے پرہیز کریں، خوشی وغم کے موقع پر ان گناہوں سے اجتناب کریں زندگی کے ہر نشیب وفراز میں ان مذموم حرکتوں سے باز رہیں۔

گانے بجانے کی حرمت سے متعلق امام بیہقی کی شعب الایمان میں حدیث پاک منقول ہے:

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنـه قـال قال رسول الله صلی الـلـه عـلیه وسلم الـغـناء ینبت الـنـفـاق فـی الـقـلـب کما ینبت الماء الزرع.	سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گانا بجانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔

(شعب الایمان ، حدیث نمبر:5100)

گانے کی ممانعت کے باوجود آدمی اس کا ارتکاب کرتا ہے، یہ عمل ہی اس کے نفاق میں مبتلا ہونے کی علامت ہے، اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبادت میں لذت نہیں آتی اور ذکر میں حلاوت نہیں رہتی، گانے بجانے والے کے کندھوں پر شیاطین رقص کرتے

ہیں جیسا کہ تفسیرات احمدیہ ص400 میں حدیث پاک ہے:

وقال النبی صلی الله علیه وسلم ما من رجل یرفع صوته بالغناء الا بعث الله علیه شیطانین احدهما علی هذا المنکب والاخر علی هذا المنکب ولا یزالان یضربان بارجلهما حتی یکون هو الذی یسکت.	حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی شخص گانے کے ذریعہ اپنی آواز کو بلند کرے اللہ تعالی اس پر دو شیطانوں کو مسلط فرما دیتا ہے، ان میں سے ایک اس کاندھے پر اور دوسرا اس کاندھے پر ہوتا ہے اور دونوں مسلسل اپنے پیروں سے مارتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ شخص ہی خاموش ہو جائے۔ (تفسیرات احمدیه ، ص:400)

جبکہ ناچنے والے مسلمان شخص کو نہ صرف اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ وہ اس معبود حقیقی پر ایمان رکھتا ہے، شیطان جس کا کھلا دشمن ہے، اس دین کا ماننے والا ہے، شیطان جس سے روکتا ہے، اہل ایمان کے لئے رحمت کا وعدہ ہے اور شیطان کے لئے ابدی لعنت کی وعید اور ہمیشہ کی پھٹکار ہے، کیا یہ دانشمندی کا قرینہ ہے کہ مسلمان شخص گانے بجانے کا ارتکاب کرے اور دو شیطان اس کے کندھوں پر اپنے پیروں سے مارتے رہیں؟

درمختار، ج5، کتاب الحظر والإباحة، ص542، میں ہے:

ان الملاهی کلها حرام.	تمام قسم کے لہو ولعب حرام ہیں۔

گانا بجانا' سرپرستوں کی سرپرستی پر سوالیہ نشان

برادران اسلام! جب اولاد غلطی کرتی ہے تو سرپرست ان کی اصلاح کرتے

ہیں لیکن آج یہ المیہ ہے کہ نوجوان ناچ گانے میں مصروف ہیں تو والدین اور سرپرست انہیں منع کرنے کے بجائے خوش ہوکر نوٹ لٹا رہے ہیں۔ سماج سے اس بدترین خصلت مٹانا ضروری ہے۔

نکاح کو تقدس حاصل ہے، وہ ایک جہت سے عبادت بھی ہے، اسی لئے اس میں خطبہ مقرر کیا گیا، نکاح کے موقع پر خطبہ کا مقرر کیا جانا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا احترام کیا جائے، اس کی وجہ سے دل میں خوف وخشیت پیدا ہو اور نکاح کے بعد والی زندگی تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ گزرے، اہل اسلام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ نکاح کے موقع پر اور دیگر تقاریب میں گانے بجانے اور تمام خرافات و باطل رسومات سے احتراز کریں۔

اسلام ایک شائستہ مذہب ہے، جو ہر مسلمان کو باوقار اور باحیاء رہنے کی تعلیم دیتا ہے، لہذا ہماری ہر تقریب گناہ سے پاک اور سنت کے موافق ہونی چاہیئے۔

اسکول اور کالج کے فنکشن میں گانا بجانا

حضرات! اسکول اور کالج جہاں نئی نسل تربیت پاتی ہے وہاں کے انتظامیہ کی جانب سے سالانہ فنکشن ہوتا ہے، 15/اگسٹ یومِ آزادیٔ ہند کے موقع پر یا 26 جنوری یومِ جمہوریہ ہند کے موقع پر فنکشن ہوتا ہے تو ٹیچرس بچوں کو ناچ گانے کے لئے پراکٹس کرواتے ہیں، آلات لہو بجانے کی تربیت کرتے ہیں، جہاں سے اخلاق عالیہ کی ترتیب ہونی چاہیئے، بچوں کو وہیں گناہ کا کام سکھایا جائے تو اخلاق کی تربیت کے لئے کونسا مقام ہوگا؟

اسکول و کالج میں طلبہ کو اس بات کی چھوٹ دی جاتی ہے کہ وہ مختلف دنوں میں تقاریب کا اہتمام کریں، جیسے: یوم اساتذہ (Teachers' day) یوم طلبہ

(Students'day) استقبالیہ تقریب (freshers' day) وداعی تقریب (farewell day) وغیرہ۔

اس کے بارے میں ضرور غور کیا جانا چاہیئے ! سادہ ذہن طلبہ وطالبات اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کے ساتھ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پر اس طرح ظلم نہ کیا جائے۔

اسکول وکالج کے انتظامیہ کو اپنے فنکشن میں ناچ گانے سے خالی اور منکرات سے پاک ومبرّا پروگرام رکھنا چاہیئے ، اگر کہیں ناچ گانے والے پروگرام ہوں تو مدعو حضرات، والدین وسرپرست کو شرکت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس کی وجہ سے منتظمین کی بھی اصلاح ہوگی ، ہاں ایسے پروگرامس جن میں ناچ گانا شامل نہ ہو اور تعلیمی مظاہرے پیش کیے جائیں تو ان میں شرکت کی جاسکتی ہے۔شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ، بلکہ سرپرست حضرات واولیاءطلبہ تعلیمی مظاہرے کے وقت موجود ہوں تو طلبہ کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہونے کے ساتھ ساتھ انکی مزید ہمت افزائی ہوتی ہے۔

کالج میں اجنبی لڑکے سے تعلق رکھنا؟

برادران اسلام ! لڑکیاں کالج جاتی ہیں ، کالج جاکر واپس گھر لوٹنے تک کئی ایک مرتبہ لڑکیاں اجنبی لڑکوں کا سامنا کرتی ہیں ، بار بار ملاقات کی وجہ ایک دوسرے سے مانوس ہونے لگتی ہیں ، یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن گھر والوں کو پتہ نہیں چلتا۔ جبکہ مسلمان خاتون کے لئے اجنبی مرد کو دیکھنا شرعًا جائز نہیں ، اس سے متعلق احادیث شریفہ میں وعیدیں وارد ہیں ، اجنبی مرد وعورت جب اکیلے وتنہا ملاقات کریں تو وہاں تیسرا شیطان رہتا ہے جوان دونوں کو برائی پر ابھارتا ہے اور برائی کو بہترین شکل وصورت میں لاتا ہے ،

امام طبرانی کی معجم کبیر میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْخَلْوَةَ بِالنِّسَاءِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا خَلا رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ إِلا دَخَلَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمَا.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خواتین کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہیں کرتا مگران دونوں کے درمیان شیطان آجاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:7736)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان لڑکی کا اجنبی لڑکے سے تعلق رکھنا اللہ تعالی کے غضب کا سبب بنتا ہے اوراس کے قہر کا موجب ہوجاتا ہے، والدین اورسرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی لڑکیوں کو ایسے کالج میں تعلیم دلوائیں، جہاں پردہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، لڑکا اورلڑکی کا میل ملاپ نہ ہوتا ہو، اس کے ساتھ ساتھ شخصی طور پر ان کی نگرانی کریں، اُن پر نظر رکھیں، اگر تربیت میں کوتاہی کی جائے گی اوراولاد میں بگاڑ پیدا ہوگا تو والدین بھی اللہ تعالی کے پاس قابل گرفت ہوتے ہیں، بطورِخاص ان لڑکیوں اورلڑکوں کو یہ تصور رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے، وہ ہماری ہر حرکت سے باخبر ہے اور غلطی پر گرفت کرے گا اور سخت ترین عذاب دے گا۔

لَو میرج کا حکم

برادرانِ اسلام! کالج کے ماحول میں اور ملازمت کے موقع پر اجنبی لڑکا، لڑکی

کے تعلقات ہورہے ہیں، وہ ایک دوسرے سے میل ملاپ کرتے ہیں۔

اجنبی لڑکا لڑکی کے ناجائز تعلقات کا یہ معاملہ محض گفتگو کی حد تک نہیں رہتا بلکہ یہ لڑکا' لڑکی ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں، ایک دوسرے کو چھوتے اور مس کرتے ہیں؛ جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اعضاء کا زنا قرار دیا، جیسا کہ امام طبرانی کی معجم کبیر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے:

حَدَّثَنَا شَدَّادُ بن سَعِيدٍ الرَّاسِبِيُّ، قَالَ :سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بن الشِّخِّيرِ، يَقُولُ :سَمِعْتُ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ، يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَأَنْ يُطْعَنَ فِي رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ امْرَأَةً لا تَحِلُّ لَهُ.

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے۔

(معجم کبیر طبرانی ،حدیث نمبر: 16880۔کنز العمال، کتاب الحدود، الفصل الثانی :فی التسامح والاغضاء فی الحدود، حدیث نمبر13065)

اجنبی لڑکی کو چھونا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ کسی شخص کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے تو جس قدر تکلیف ہوتی ہے، اجنبی لڑکی کو چھونے سے اس سے زیادہ تکلیف دہ عذاب دیا جائے گا، جب اُس شخص کو عذاب دیا جائے تو وہ سر میں لوہے کی سوئی چبھو دیئے جانے کی تکلیف کو بھی ہلکی اور اس کے لئے بہتر سمجھے گا۔

دوستی (Friendship) کے نام پر جنسی تعلق

حضرات !اجنبی لڑکے اور لڑکیاں دوستی کے بہانہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں،اوراس کی انتہاءنعوذ باللہ من ذلک ناجائزجنسی تعلقات پرہوتی ہے، نوجوان لڑکے اورلڑکیوں کا آپس میں جنسی تعلقات رکھنا،سخت ناجائز وشدید حرام ہے، دوستی کے نام پرقوانین اسلامیہ واحکام شرعیہ کے حدود کونہیں توڑا جاسکتا،جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا.

اور یقیناً وہ شخص نامراد ہوا جس نے تھوڑا بھی ظلم کیا ہو۔

(سورۂ طٰہٰ ،آیت:111)

ناجائز طور پرجنسی تعلقات بدکاری وزنا ہےاورایمان والا زنا کیسے کرسکتا ہے، اگرکوئی شخص اس برائی کا ارتکاب کرتا ہےتو ایمان اس سے نکل کرمعلق رہ جاتا ہے،صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث پاک ہے :

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَزْنِی الزَّانِی حِينَ يَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلاَ يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا :جب کوئی زانی زنا کررہا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔جب کوئی شراب پیتا ہےتو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا اور جب کوئی چوری کرتا ہےتو وہ اس وقت کامل مومن نہیں ہوتا۔

(صحيح البخاری ، كتاب الجمعة ،باب من انتظر حتى تدفن ، حديث نمبر: 2475 ۔ صحيح مسلم ، كتاب الايمان ،باب بيان نقصان الايمان بالمعاصى ،حديث نمبر:211)

زنا کاری کے مفاسد اور اس کی قباحت وشناعت کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا، ارشاد فرمایا:

ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لا يحل له.	شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ کے پاس اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں جس کو کوئی شخص کسی ایسے رحم میں رکھے جو شرعاً اس کے لئے حلال نہ تھا۔

(جامع الاحاديث للسيوطی ، حرف الميم،حديث نمبر:20456)

نکاح سے قبل باہمی تعلق، مغربی دنیا اور اسلامی قانون

حضرات ! نکاح سے قبل آپسی رضامندی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی تائید میں مغربی دنیا کہتی ہے کہ شادی سے قبل تعلقات رکھے جائیں، ربط وضبط بڑھایا جائے کیونکہ کثرت ملاقات کی وجہ سے ایک دوسرے کی طبیعت اور عادات واطوار سے واقفیت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی معرفت اور مزاج شناسی کا موقع ملتا ہے، یہ محض دھوکہ ہے۔ ؎

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور!
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

(علامہ اقبالؒ)

دنیا جانتی ہے کہ مغربی دنیا کے اس حیاسوز دعوے کے کیسے سنگین نتائج برآمد

ہو رہے ہیں، آپسی ناجائز تعلقات کی وجہ سے کئی عورتیں حاملہ ہوتی ہیں پھر سماج اور سرپرستوں کے خوف سے وہ اسقاط حمل کرواتی ہیں۔

آج معاشرہ میں بے حیائی اس قدر عام ہو چکی ہے کہ ناجائز تعلقات کو آزادی کے نام پر جائز قرار دیا جا رہا ہے۔

ماہرین جنسیات کا کہنا ہے کہ آج پورے معاشرہ میں تمام جنسی طریقوں کے تئیں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اس کے باوجود زنا' لواطت یا کسی بھی ناجائز جنسی تعلق کے سلسلہ میں ندامت و شرمندگی کا احساس نہیں، یہ بات معاشرہ کے ہر فرد کے لئے باعث فکر ہے، معاشرہ اس وقت بدل سکتا ہے جب معاشرہ کے افراد میں انقلاب پیدا ہو۔

ہم جنس پرستی بے حیائی کی انتہاء

برادران اسلام ! فطری طور پر مرد عورت کے درمیان جائز طور پر تعلق قائم کرنے کیلئے انسانیت میں جو طریقہ ہے وہ طریقۂ نکاح ہی ہے، اس کے لئے نکاح کی تقریب ہوا کرتی ہے لیکن اس وقت اور اس مقام پر انسانیت سسکنے لگی، جب مرد، مرد ہی سے جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے تقریب کرنے لگا، عورت، عورت ہی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی غرض سے خوشی منانے لگی، ہم جنسی تعلق کی یہ وحشیانہ حرکت انسانی کردار پر کاری ضرب ہے۔

سماجی خرابیوں اور اخلاقی برائیوں میں ہم جنس پرستی سے بڑھ کر کوئی خرابی اور برائی نہیں، معاشرہ کو پاکیزہ اقدار عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو اس اخلاق سوز خصلت سے بچانے کے لئے اس پر سخت ترین وعید بیان فرمائی ہے، مسند امام احمد میں حدیث شریف ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ...... وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ.	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:......اور اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، اللہ تعالی اس شخص پر لعنت فرمائے جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے۔(آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا۔)

(مسند الامام احمد،حدیث نمبر:2677)

ہم جنس پرستی جیسی ملعون و مذموم حرکت بلا شبہ انسانیت کو بربادی کی طرف لے جارہی ہے‘ ایسے وقت جبکہ دنیا ایڈز جیسے مہلک مرض سے دوچار ہے جو خطا کاروں کے ساتھ دوسروں کو بھی نگل رہا ہے‘ ہم جنس پرستی کو جواز کے دائرہ میں لانا‘ ایڈز اور اس جیسے جان لیوا امراض کو بڑھاوا دینا ہے۔

صرف اس تصور سے انسانیت دم بخود ہوجاتی ہے کہ آزادی کے نام پر جب مرد‘ مرد اور عورت‘ عورت کی شادی ہوتی ہے،تو نئی نسل کیسے باقی رہے گی؟ جبکہ قوم وملک کا مستقبل انہی سے وابستہ ہے۔

اگر فطرت کے ساتھ کی گئی اس بغاوت اور سنگین جرم کو بڑھاوا دیا جائے تو سماج میں نت نئے مسائل پیدا ہوں گے وہ معاشرہ کی بنیادوں کو ہلا کر برباد کردیں گے۔مختلف علاقوں میں اس شیطانی فعل کی حمایت کی جارہی ہے اور اُسے آزاد خیالی وتہذیب کا نام دیا جارہا ہے اور ترقی پسندانہ اقدام قرار دیا جارہا ہے۔

صد افسوس کہ جو عمل حیوانیت میں شمار کیا جاتا ہے' جو تہذیب پر بدنما داغ ہے اس کو تہذیب اور ترقی کہا جائے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اخلاقی پستی وزوال کا کیا مفہوم ہوگا؟ صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل اور نسل انسانی کی افزائش وبقا کے لئے اس بدترین جرم کی بیخ کنی کرنا فطرت سلیمہ رکھنے والے کی ذمہ داری ہے۔

حیاء' ایمان کی ایک عظیم شاخ

یہ ایک حقیقت ہے کہ ''حیاء'' انسانیت اور حیوانیت کے درمیان حد فاصل ہے انسان اپنے مقام ومرتبہ کو سمجھے اور درجۂ انسانیت سے نیچے والی صفات اختیار نہ کرے۔

ارشاد نبوی ہے:

حَـدَّثَـنَـا أَبُـو مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِـمَّـا أَدْرَكَ الـنَّـاسُ مِنْ كَلَامِ الـنُّبُـوَّةِ الْأُولَـى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک پچھلی نبوت کے کلام کا حصہ جو لوگوں کو ملا اس سے یہ ہے کہ جب تم حیا نہیں کرتے تو جو چاہو کرلو۔

(صحیح البخاری، باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت، حدیث نمبر:6120)

تمام لوگوں کی بحیثیت انسان اور تمام اہل اسلام کی بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ بدنظری وبدنگاہی سے اجتناب کریں، شادی سے پہلے میل ملاپ وتعلقات سے پرہیز کریں، سانچق اور دیگر تقاریب کے خلاف شریعت رواج سے اپنے آپ کو بچائیں، خواتین شوہر کے سامنے اجنبی خواتین کی خوبصورتی بیان نہ کریں، تقریب نکاح اور دیگر تقاریب میں ناچ، گانا جیسی حرکتوں سے گریز کریں، اسکول وکالج کے فنکشنس میں اخلاقی اقدار کو ملحوظ

رکھیں، بے حیائی والی ہر حرکت اور کردار کو داغدار کرنے والے ہر عمل سے بچتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اخلاق عظیمہ کا پیکر بنایا اور تعلیمات کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور وقت آخیر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ بروز محشر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ طٰہٰ وَیٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

کلامِ شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ

وصلِ یار کی کس کو آرزو نہیں آتی
ہیں طلب میں ہم لیکن جستجو نہیں آتی

جنگ جو ہے بُرّاں ہے دستِ یار میں شمشیر
پر یہ عیب ہے چلکر تا گُلو نہیں آتی

غیریت کا پردہ ہے پھر گلے ملیں کیونکر
تیغ بھی تو قاتل کی تاگُلو نہیں آتی

رنگ تیرا ہی ظاہر گلشن جہاں میں ہے
کونسا ہے گل جسمیں تیری بو نہیں آتی

خوش بیانیاں ساری غائبانہ آتی ہیں
ایک بات بھی لب تک روبرو نہیں آتی

یوں تو ہے زباں انور بات ہی کے کہنے کو
پر زبان پر دل کی گفتگو نہیں آتی

نوٹ : خطبۂ اولی کیلئے ہر جمعہ کی مناسبت سے سابقہ بیانات میں درج کردہ احادیث شریفہ منتخب فرمالیں، سہولت کی خاطر ان پر بھی اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔

......خطبۂ ثانیہ برائے جمعہ وعیدین......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا كَمَا اَمَرْ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ اِرْغَامًا لِمَنْ جَحَدَ بِهٖ وَكَفَرْ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرْ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَصَابِيْحِ الْغُرَرْ.

اَمَّا بَعْد!

فَيَاعِبَادَ اللّٰهِ! اِتَّقُوا اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ سَمَاعِ اللَّغْوِ وَفُضُوْلِ الْخَبَرْ، وَانْتَهُوْا عَمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ وَزَجَرْ، حَافِظُوْا عَلَى الطَّاعَةِ، وَحُضُوْرِ الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَةِ.وَاعْلَمُوْا! اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِيْهِ بِنَفْسِهٖ، وَثَنّٰى بِمَلَائِكَتِهِ الْمُسَبِّحَةِ لِقُدْسِهٖ، وَثَلَّثَ بِكُمْ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ بَرِيَّةِ جِنِّهٖ وَاِنْسِهٖ، فَقَالَ تَعَالٰى فِيْ شَأْنِ نَبِيِّنَا مُخْبِرًا وَاٰمِرًا؛

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا؛اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْقَلْبِ وَقُرَّةِ الْعَيْنُ وَعَلَى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ. فَيَا اَيُّهَا الرَّاجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا؛اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْحَرَمَيْنِ وَصَاحِبِ الْهِجْرَتَيْنُ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ.فَيَااَيُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ اِلٰى رُؤْيَا جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا؛

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ، لَا سِيَّمَا صَاحِبِ الْغَارِ وَالرَّفِيْقُ، اَفْضَلِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ بِالتَّحْقِيْقُ، اَلسَّابِقِ إِلَى الْاِيْمَانِ وَ التَّصْدِيْقُ، اَلْمُؤَيَّدِ مِنَ اللّٰهِ بِالتَّوْفِيْقُ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.وَعَلَى الزَّاهِدِ الْاَوَّابُ، اَلنَّاطِقِ بِالصِّدْقِ وَالصَّوَابُ، مُزَيِّنِ الْمَسْجِدِ وَالْمِنبَرِ وَالْمِحْرَابُ، اَلْمُوَافِقِ رَأْيُهُ لِلْوَحْيِ وَالْكِتَابُ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ

اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِىْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابُ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنُ، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَانُ، ذِىْ النُّوْرَيْنِ وَالْبُرْهَانُ، مَنِ اسْتَحْيَتْ مِنْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمٰنُ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانُ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبُ،مَظْهَرِ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبُ، اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبُ، اَلْخَلِيْفَةِ الرَّاشِدُ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبُ، كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.وَعَلٰى ابْنَيْهِ الْكَرِيْمَيْنُ، اَلسِّبْطَيْنِ الشَّهِيْدَيْنُ،اَلطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْنُ ، اَلْاِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنُ؛ سَيِّدَيْنَا اَبِىْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْنُ، رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةُ، سَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.وَعَلَى جَمِيْعِ الْاَزْوَاجِ الْمُطَهَّرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنُ، وَالْبَنَاتِ الطَّيِّبَاتِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَجْمَعِيْنُ.وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُعَظَّمَيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسُ، اَلْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الدَّنَسِ وَالْاَرْجَاسُ، سَيِّدَيْنَا اَبِىْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ وَاَبِىْ الْفَضْلِ

الْعَبَّاسِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا. وَعَلَی السِّتَّةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةُ، وَالَّذِيْنَ بَايَعُوْهُ تَحْتَ الشَّجَرَةُ، وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ وَالْقَرَابٰی وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارُ ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی يَوْمِ الْقَرَارُ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنُ.

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنُ، وَاَعْلِ كَلِمَةَ الْحَقِّ وَالدِّيْنُ، اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنُ، وَاخْذُلِ الْكَفَرَةَ وَالْمُبْتَدِعَةَ وَالْمُشْرِكِيْنُ، اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَ اَعْدَاءِ الدِّيْنُ، وَمَزِّقْ جَمْعَهُمْ يَا مُبِيْدَ الظَّالِمِيْنُ، اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ، وَزَلْزِلِ الْاَرْضَ مِنْ تَحْتِ اَقْدَامِهِمْ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامُ. اَللّٰهُمَّ كُنْ لَّنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا، وَانْصُرْنَا وَلَاتَنْصُرْ عَلَيْنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَيْنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَامَبْلَغ عِلْمِنَا، وَلَاغَايَةَ رَغْبَتِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا يَخَافُكَ فِيْنَا وَلَا يَرْحَمُنَا، يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنُ. وَاكْتُبِ اللّٰهُمَّ السِّتْرَ وَالسَّلَامَةَ وَالْعَافِيَةَ عَلَيْنَا وَعَلٰی عَبِيْدِكَ الْحُجَّاجِ وَالْغُزَاةِ وَالْمُقِيْمِيْنَ وَالْمُسَافِرِيْنُ، فِیْ بَرِّكَ وَبَحْرِكَ

وَجَوِّکَ مِنْ اُمَّةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ. اَللّٰهُمَّ حَرِّرِ الْمَسْجِدَ الْبَابَرِیّ وَالْمُقَدَّسَاتِ الْاِسْلَامِیَّةَ مِنْ اَیْدِیْ الظّٰالِمِیْنَ الْمُعْتَدِیْنَ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَلِمَنْ لَهٗ حَقٌّ عَلَیْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِالدُّعَاءِ، وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، رَبَّنَا اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

إِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِیتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْيِ، یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ.

اُذْکُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی یَذْکُرْکُمْ، وَادْعُوْهُ عَلٰی نِعَمِهٖ یَسْتَجِبْ لَکُمْ، وَلَذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَ اَوْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَهَمُّ وَاَتَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ.

خطبۂ نکاح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ . مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ یَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰهَ شَیْئًا .

اَمَّابَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰۤاَیُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ط وَ اتَّقُوْ اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً وَقَالَ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَرُ: یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ.

تــقٰـتِـهٖ وَ لَا تَمُوْ تُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ . وَقَالَ تعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَـرُ : یٰٓـــاَیُّهَاالَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا 0یُّـصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا .

قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ : " اَلنِّکَاحُ مِنْ سُـنَّتِـیْ" وَ قَـالَ عَـلَیْهِ الصَلٰوۃُ وَالسَّلَامُ" فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَـلَیْسَ مِنِّی" وَ قَالَ عَلَیْهِ الصَلٰوۃُ وَالسَّلَام : " تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْـوَلُـوْدَ ' فَـاِنِّـیْ اُبَـاهِـیْ بِـکُـمُ الْاُمَـمَ " . وَ قَـالَ عَلَیْـهِ الصَلٰوۃُ وَالسَّلَامُ" اَلـدُّنْیَـا کُـلُّهَـا مَتَـا عٌ وَ خَیْـرُ مَتَـا عِ الدُّنْیَـا اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ " .

وَ نَسْـأَلُ الـلّٰـهَ تَـعَـالٰـی اَنْ یَّـجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُه' وَ یُطِیْعُ رَسُـوْلَه' وَ یَتَّبِعُ رِضْوَانَه' وَ یَجْتَنِبُ سَخَطَه' فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهٖ وَ لَهٗ . وَصَـلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلـٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَـلٰـی اٰلِـهٖ وَ اَصْـحَـابِهٖ وَاَزوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّاتِهٖ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْرًا .

دُعاء نکاح

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِکَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمٰتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ. جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْرًا طَیِّبًا .

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا اٰدَمَ وَسَیِّدَتِنَا حَوَّاءَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَسَیِّدَتِنَا سَارَۃَ وَسَیِّدَتِنَا ھَاجَرَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا یُوْسُفَ وَسَیِّدَتِنَا زُلَیْخَا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا مُوْسٰی وَسَیِّدَتِنَا صَفُوْرَآءَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا سُلَيْمَانَ وَسَيِّدَتِنَا بِلْقِيْسَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيِّدَتِنَا خَدِيْجَةَ الْكُبْرٰى وَسَيِّدَتِنَا عَائِشَةَ الصِّدِّيْقَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. وَسَائِرِ الْاَزْوَاجِ الْمُطَهَّرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ اَجْمَعِيْنَ

اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى وَسَيِّدَتِنَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِلْحَاضِرِيْنَ وَلِاَهْلِ هٰذَا الْمَجْلِسِ كُلِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ . آمِيْنْ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

خطبۂ عید الفطر

نوٹ: عید کے دونوں خطبوں کا آغاز ''تکبیر'' - اَللّٰہُ اَکْبَرُ - سے کرنا مسنون ہے۔ خطبہ اولی کے پہلے نو ﴿9﴾ مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہا جائے اور خطبہ ثانیہ کے پہلے سات ﴿7﴾ مرتبہ۔ نیز خطبہ ثانیہ ختم کر کے منبر سے اترنے سے پہلے بھی چودہ ﴿14﴾ مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنا سنت ہے۔

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ''

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْجَلِیْلِ الْاَکْبَرُ، اَلَّذِیْ لَا رَآدَّ لِمَا قَدَرُ، وَلَا دَافِعَ لِمَا اَرَادَ مِنْ نَفْعٍ اَوْضَرَرُ ، خَالِقِ الْجِنِّ وَالْبَشَرُ ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا مَلْجَاً مِنْ دُوْنِهٖ وَلَا مَفَرّ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَفِیُّهٗ وَخَلِیْلُهٗ ، لُبُّ الْخَوَاصِّ وَسَیِّدُ الْبَشَرُ، بَعَثَهُ اللّٰہُ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا، وَاصْطَفَاهُ حَبِیْبًا طَاهِرًا عَرَبِیًّا ،صَاحِبُ الْمَجْدِ الْاَظْهَرُ، وَالْجَدِّ الْاَطْهَرُ، وَالْجَبِیْنِ الْاَ زْهَرُ ، وَخُصَّ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰی یَوْمَ الْمَحْشَرُ .

اَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنُ! اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ، وَ عِيْدٌ مُبَارَكٌ كَرِيْمٌ ، يَوْمُ الْعِيْدِ وَيَوْمُ الْوَعِيْدُ ، عِيْدٌ لِلْاَبْرَارِ وَ وَعِيْدٌ لِلْفُجَّارُ .

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ شَرِبَ وَاَكَلْ؛ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعَمَلُ، لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيْدُ ؛ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ خَافَ يَوْمَ الْوَعِيْدُ ، لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُوْدُ ؛ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ تَابَ وَلَا يَعُوْدُ، لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ نَصَبَ الْقُدُوْرُ؛ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ سَعِدَ بِالْمَقْدُوْرُ، لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا ؛ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ تَرَكَ الْخَطَايَا.

فَتَنَبَّهُوْا عِبَادَ اللّٰهُ ! وَتَذَكَّرُوْا الْمَوْتَ .

وَاعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ مُوَقَّرُ، وَ عِيْدٌ كَرِيْمٌ مُنَوَّرُ، جَزَى اللّٰهُ فِيْهِ الْاَجْرَ لِلصَّائِمِيْنَ وَاَكْثَرُ، وَافْتَتَحَ بِهٖ شَهْرَ الْحَجِّ اِلٰى الْبَيْتِ الْمُطَهَّرُ ، فَاحْمَدُوْا رَبَّكُمْ عَلٰى اِسْتِكْمَالِ صَوْمِكُمْ وَكَبِّرُوْهُ كَمَا اَمَرُ، وَانْفِقُوْا مِنْ خَالِصِ الْاَمْوَالُ ، وَاَطْيَبِ الْكَسْبِ الْحَلَالُ ، فَاللّٰهُ فِيْهِ اَمَرَ الْفِطْرَةَ عَنْ جَمِيْعِ

الْعِيَالِ وَالْاَطْفَالُ، وَالْبَالِغِيْنَ وَالْاَرِقَّاءِ وَالْاِنَاثِ وَالذُّكُوْرِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْعَدَدِ، صَاعٌ بِصَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ خَمْسُ اَرْطَالٍ وَثُلُثُ رَطْلٍ مِنْ غَالِبِ مَا يَكْتَالُوْنَ فِي الْبَلَدِ وَيُدَّخَرُ، اِقْتِدَاءً بِسَيِّدِ الْبَشَرُ.

وَاِخْرَاجُهَا قَبْلَ صَلٰوةِ الْعِيْدِ اَزْكٰى وَاَطْهَرُ، وَمَنْ لَّمْ يُخْرِجْهَا فَلْيُخْرِجْهَا فِيْ بَقِيَّةِ هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا تُؤَخَّرُ، تَقْرِيْبًا اِلٰى رَبِّكُمْ وَتَمْحِيْصًا لِذُنُوْبِكُمْ.

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ ذَاكِرٌ لِمَنْ ذَكَرُ، وَشَاكِرٌ لِمَنْ شَكَرُ.

وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَزَلْ صَوْمُكُمْ مُعَلَّقًا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلٰى اَنَّ اَحَدَكُمْ يُؤَدِّيْ زَكٰوةَ صَوْمِهٖ، كَمَا جَاءَ فِي الْخَبَرُ. وَعَلَيْكُمْ بِصِيَامِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالُ، مُتَوَالِيَةً وَغَيْرَ مُتَوَالِيَةٍ.

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَهٗ بِسِتَّةٍ مِّنْ شَوَّالٍ فَكَاَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ.

وَزَيِّنُوْا بَوَاطِنَكُمْ بِالتَّوْبَةِ كَمَا زَيَّنْتُمْ ظَوَاهِرَكُمْ بِالْمَلَابِسُ.

وَتَذَكَّرُوْا بِاِجْتِمَاعِكُمْ هٰذَا يَوْمَ الْمَحْشَرُ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بَارَكَ اللّٰهُ، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمُ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمُ، اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ وَ رَبٌّ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ.

خطبۂ ثانیہ 1277 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ عید الاضحیٰ

نوٹ: عید کے دونوں خطبوں کا آغاز ''تکبیر''-اَللّٰهُ اَكْبَرُ - سے کرنا مسنون ہے۔ خطبہ اولیٰ کے پہلے نو ﴿9﴾ مرتبہ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہا جائے اور خطبہ ثانیہ کے پہلے سات ﴿7﴾ مرتبہ۔ نیز خطبہ ثانیہ ختم کرکے منبر سے اترنے سے پہلے بھی چودہ ﴿14﴾ مرتبہ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا سنت ہے۔

''اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَلِيْلِ الْاَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَرَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا عَظَّمَ اللّٰهَ وَكَبَّرُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ؛ اَلَّذِىْ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْئٍى وَقتًا وَّاَجَلًا قَدَّرُ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَفْضَلُ مَنْ شَيَّدَ اَرْكَانَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ بِالْحَجِّ وَعَمَّرُ ، وَاَحَلَّ مَنْ عَيَّدَ وَنَحرَ وَكَبَّرُ.

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ

الـرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : اِنَّآ اَعْطَيْنٰکَ الْـکَـوْثَرَ . فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ . اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

يَـا مَـعْشَـرَ الْـمُسْلِمِيْنْ!وَاعْـلَـمُـوْا اَنَّ يَـوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ شَـرِيْفٌ ، وَعِيْـدٌ مُّبَـارَكٌ مُّـنِيْفٌ ، شَرَّفَهُ اللّٰهُ وَعَظَّمَهٗ وَ فَضَّلَهٗ وَاحْتَـرَمَهٗ . فَسُبْحَانَ مَنْ اَوْضَحَ لَنَا السَّبِيْلُ ، وَخَصَّ اُمَّةَ حَبِيْبِهٖ صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِـالْـغُـرَّةِ وَالتَّحْجِيْلُ ، وَامْتَحَنَ نَبِيَّهٗ اِبْـرَاهِيْـمَ الْـخَـلِيْـلَ بِـذَبْـحِ وَلَـدِهٖ اِسْمٰعِيْلُ . اَمَرَهٗ بِذَالِکَ فِي الْـمَـنَـامِ رُؤْيَا حَقٍّ لَا اَضْغَاثُ اَحْلَامُ ، فَقَالَ مُصَرِّحًا وَّمُخْبِرًا يَا بُـنَـيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ، قَالَ : يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ، سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ .

”مَـا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْـرَاقِ الـدَّمِ ، إِنَّهَـا لَتَـأْتِـى يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ بِـقُـرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَـا ، وَإِنَّ الـدَّمَ لَيَـقَـعُ مِـنَ الـلّٰـهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ ، فَـطِيْبُـوا بِهَـا نَفْسًا.“ كَمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَخْبَرَ بِذَالِکَ وَاَمَرُ.

وَرَوَی الشَّیْخَانِ فِیْ صَحِیْحَیْهِمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ، ذَبَحَهُمَا بِیَدِهِ الشَّرِیْفَةِ وَاضِعًا عَلٰی صِفَاحِهِمَا قَدَمَهُ الشَّرِیْفَهُ ، فَلَمَّا ذَبَحَ الْاَوَّلَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْکَ وَلَکَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ ، ثُمَّ ذَبَحَ الثَّانِیَ وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ وَ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَمَّنْ شَهِدَنِیْ بِالْبَلَاغِ وَشَهِدَتِ الْمَلَائِکَةُ لَهٗ بِالتَّصْدِیْقِ وَلَقِیَ اللّٰهَ لَا یُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا .

وَرَوَی الطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ :مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

فَتَقَرَّبُوْا عِبَادَ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ بِضَحَایَاکُمْ ، وَاجْعَلُوْهَا مِنْ اَطْیَبِ ذَخَائِرِکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ؛ فَاِنَّهَا بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ مَطَایَاکُمْ .

اَدُّوْا الْفَرَائِضَ وَالْحُقُوْقَ ! وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ ذَاكِرٌ لِمَنْ ذَكَرَ ، وَشَاكِرٌ لِمَنْ شَكَرَ. اَعَادَ اللّٰهُ عَلَيْنَا بَرَكَةَ هٰذَا الْعِيْدِ ، وَاٰمَنَنَا مِنْ سُوْءِ يَوْمِ الْوَعِيْدِ. وَجَعَلَنَا مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ . بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

بَارَكَ اللّٰهُ ، بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ، اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ وَ رَبٌّ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ.

خطبۂ ثانیہ 1277 پر ملاحظہ فرمائیں

a